عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالی اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درسِ حدیث-6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت .... رجب المرجب ۱۴۲۷ھ
ناشر .... ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت .... سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ.... چوک فوارہ.... ملتان
مکتبہ رشیدیہ........ راجہ بازار........ راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........ انارکلی........ لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی..... خیبر بازار....... پشاور
مکتبہ سید احمد شہید....... اردو بازار...... لاہور
ادارۃ الانور........ نیو ٹاؤن....... کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ........ اُردو بازار .... لاہور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ.... جامعہ حسینیہ.... علی پور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ........... بلاک زیڈ........ مدینہ ٹاؤن........ بنک موڑ........ فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جار ہا ہے۔عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآ خذ کو سہل الوصول فرما گئے۔اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تا کہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ.....حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔بلا شبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۷ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آ رہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان و نگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدهٗ ونصلی علی رسوله الكريم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تاقیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر و تصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی و دنیاوی فلاح و ترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان و شوکت' غلبہ و نصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ : حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالےٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑا دی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آ گیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو، مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غفور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہر گز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول الله تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعه اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسه ذکرته فی نفسی (رواه احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے، بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف و رحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکراللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے، پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین ودنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق ومحبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو باب عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر وتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکراللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون' لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر' اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ وباطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نرم بستروں پر ذکر اللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممھدۃ یدخلھم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ' جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا' صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر' وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے' تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقاتِ میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ' اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہوجانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہوکر سخت ہوجاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہوجاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جھکتی۔ صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکراللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کررہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہوجائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہوجائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دوچار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کارآمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کردیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہوجانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہوجائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر وثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق وافسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جسقدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر والی جماعت کو فرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هريرة وابی سعيد رضى الله عنه انهما شهدا على رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال لايقعدقوم يذكرون الله الاحفتهم الملائكة وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله فيمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوذرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگر چہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیز گاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔"

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون و وقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت، رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگر چہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں، لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر رہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آ کر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آ جانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آ جاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آ جاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہو گیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد و ثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجودیکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان الا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درُود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔ پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔ (یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تُلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد و ثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماءِ تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیۂ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصّہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصّہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم، تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے کفار و فساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جرأت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتدبہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آ رہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بہجۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جا رہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمّت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اوّلاً اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹا دیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِّ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سُنکر اس کو غصّہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اُس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جا رہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جا رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

"انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے" وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں' بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہو اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں' جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو' کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہگار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو و لعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے

فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی اللہ عنه بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر اللّٰه. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں' جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے' کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں' کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت' محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پُشت پر چلتے تھے۔سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گُھس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہو جاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار ماردے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔ اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہو جاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیبعثن اللہ اقواما یوم القیمۃ فی وجوھھم النور علی منابر اللؤلؤ یغبطھم الناس لیسوا بانبیاء ولا شھداء فقال اعرابی حلھم لنا نعرفھم قال ھم المتحابون فی اللہ من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکر اللّٰہ یذکرونہ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ اُنکا حال بیان کر دیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف جگہوں سے مختلف خاندانوں سے آ کر ایک جگہ جمع ہو گئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام' ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔ اس کے پنے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔ کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے' جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں' رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور' ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت' حدیث قدسی' حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علیحدہ علیحدہ بتا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلیٰحضرت مولانا الحاج امداداللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا' میں خاموش رہا کہ اتنے میں' حضرتؒ طواف سے فارغ ہو کر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُالاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تا کہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قال وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں، تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے، دل منوّر ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کرسکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کروگے اُتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکراللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کرسکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز وذلیل ہوکر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کردیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہوجائے کہ اسکا مقابلہ کرسکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہوچکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہوجاتا ہے وہی بساغنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہوجائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے، غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکر اللّٰہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریا کار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریا کار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابنِ حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآنِ پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهُ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (۱) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (۲) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (۳) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (۴) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (۵) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (۶) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریا کار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی' لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا' دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمار ہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑا دو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی ہریرۃؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سبعۃ یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الامام العادل والشاب نشاء فی عبادۃ اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہو جاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہو جاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص' میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں رجل ذکر اللہ خالیا (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرما دیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے' اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔ اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہوگئی ہو۔ اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:..... قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے' یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔ خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔ اس وقت ساری ایمانی قوتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا' ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں' مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔ رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔ میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔ انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں' دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں توتوکل بالکل نہیں۔ اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہوگیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔ قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔ میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرمادیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے' توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کرلیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں' بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہوگیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے' بالکل معتبر اور مستند ہے' لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کرلی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔ سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون الله قیاما وقعودا وعلی جنوبهم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت هذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلهم لواء فاتبع القوم لواهم وقال لهم ادخلوها خالدین. (اخرجه الاصبهانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراُ الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بسترے پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے' وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو اِن کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے' عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداؓء حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداؓء سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی ۔ فرمایا غور وفکر ۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ٦٠ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی ۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب' سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابویعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ٧٠ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں' ستر ٧٠ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے۔ جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی' یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ٧٠ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں' آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کر دیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزازؒ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکرِ خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ اور ابویعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے' کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے' آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: اجملوا فی الطلب و توکلوا علیه. اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائز دوا لے' پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے' وہ ماہر ہے اس کام کا' زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو' مقدمہ ہو' تجارت ہو' ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسک مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبرانی وابن مردویه کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبرنفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدس اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چپ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کررہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تاکہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ”آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے“۔

فرمایا: ”اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو غلو مت کرو حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیاریہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی“۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یذکر عن ربه تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اکفک فیما بینهما (اخرجه احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کر لیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کر ڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کر لیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اورادکا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِىْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ۱۰ نیکیاں لکھی جائیں دس ۱۰ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ۱۰ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ہریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الدنیا ملعونۃ وملعون مافیھا الا ذکر اللّٰہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضروریہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ ''بے علم نتواں خدارا شناخت'' (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للّٰہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمد للہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردُّد ہے۔ اور الحمد للہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس 'امیر' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جس قدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلام پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی وِرد تعلیم فرما دیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملاّ علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو، یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قلت يا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتک يوم القيمة قال رسول الله صلی الله عليه وسلم لقد ظننت يا اباهريرة ان لا يسئلنی عن هذا الحديث احد اوّل منک لما رأيت من حرصک علی الحديث اسعد الناس بشفاعتی يوم القيمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیقِ الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو' اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس' مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصہا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور لا الہ الا اللہ کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللّیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللہم احفظنا منہ۔**

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کردے۔ انہوں نے سب معاف کردیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الٰہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الٰہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلّی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کُھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الٰہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر جنت ومغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الٰہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمدللہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرمادی۔

غالباً اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگر چہ نہ ہولیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بو لینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا الہ الا اللہ. (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مرجائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرمادیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرمادیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کرسکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہوسکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الہ الا اللہ ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمال نامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھیر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف وکرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہورہی تھی اُنہوں نے خریدلی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمادیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سُنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الکرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
کیف القرار علی من لا قرار له
مما جناه الهوی والشوق والفلق
یا رب ان کان شیء فیه لی فرج
فامنن علی به مادام بی رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہورہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہوگیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آسکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہوکیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ فی قبورھم ولا منشرھم وکانی انظر الی اھل لا الہ الا اللہ وھم ینفضون التراب عن رؤسھم ویقولون الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن وفی روایۃ لیس علی اھل لا الہ الا اللہ وحشۃ عندا لموت ولا عند القبر. (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہارِ شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا منہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا الہ الا اللہ والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ، خصوصی مناسبت، خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا، موتی والا، برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری، اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا الہ الا اللہ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ تو ارشاد فرمائیں اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (حق تعالیٰ شانہٗ کفر وشرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجال، مکار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سُناویں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لوجئی بالسموات والارض ومن فیھن وما بینھن وما تحتھن فوضعن فی کفۃ المیزان ووضعت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ فی الکفۃ الاخری لرجحت بھن. (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً نازل ہوئی۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جواُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم از کم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم از کم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم از کم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم از کم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''قولِ جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دوسو مرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزید قرطبیؒ فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردد ہے حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہوگئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مکتوب علی باب الجنۃ اننی انا اللہ لا الہ الا انا لا اعذب من قالھا۔ (اخرجہ ابوالشیخ کذا فی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔(اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَا اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے' ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے' اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تُم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس ؑ کو جب مچھلی نے کھا لیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمدللہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیزگار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا، جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دوُر کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری، چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑ دینے کی اُمید ہے، لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکر اذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہؐ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اَہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے مُحسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں! کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے' وعدہ کرلیا' اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ' میں تو بہت منتظر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کردیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہوسکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خالقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہوجاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہوجاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہورہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یموت عبد یشهد ان لا اله الا الله وانی رسول الله یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنة وفی روایة الا غفر الله له. (اخرجه احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرما دیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنا دو کہ جو شخص سچے دل سے لا اله الا الله کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر وثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہو کر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آ جائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے، بہر حال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثم کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا ۔ مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرما دیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصّہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا' اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی' جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد شروع کیا' لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بُجھ گئی' اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمہ طیبہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الٰہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبّہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جا چکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہو سکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کردیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی اللہ عنه بن عبداللہ قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس اللہ عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی اللہ عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا اللہ قال فهی واللہ هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہو کر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے، واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا اله الا اللہ محمد رسول اللہ ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سورہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ حضرت

عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا' حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا' تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کردیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑا دوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمال عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آہی نہ سکے) پس اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھودیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے' جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کیے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ الا حرم علی النار فقال لہ عمر رضی اللہ عنہ ابن الخطاب انا احدثک ماھی ھی کلمۃ الاخلاص التی اعز اللہ تبارک وتعالیٰ بھا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہؓ وھی کلمۃ التقویٰ التی الاص علیھا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمہ ابا طالب عند الموت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقوٰی کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا الہ الا اللہ کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تھدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ٦) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، انکی دعا، اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے' اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اوران میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی' آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب' پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں' میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کر دیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امۃ مذنبۃ ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصّہ کو ابویعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (اخرجہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسمِ اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ ۚ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ (سورہ آل عمران ع ۱)

تشریح: اسمِ اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسمِ اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسمِ اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ۲ آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے محسنین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علامہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسمِ اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علامہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نور اللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسمِ اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہوگئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہاہاں بتادیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہورہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھادیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مارپیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو۱۰۰ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفروشرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش ونگار (پُرانے ہوجانے سے) دُھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو' آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھالیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا' جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا' یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار ووظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی علیہ جبة من طیالسة مکفوفة بالدیباج فقال ان صاحبکم ھذا یریدیرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کر کے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آ کر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان وزمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تا کہ باطن کی طہارت حاصل ہو جائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے' اللھم اجعل سریرتی خیرامن علانیتی واجعل علانیتی صالحة (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچا زاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو لا الہ الا انت ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھا دو، لوگوں نے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لاالہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی۔ لاالہ الا اللہ افنی بھا عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بھا قبری، لا الہ الا للہ اخلوبھا وحدی لا الہ الا اللہ القی بھاربی. (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور لاالہ الا اللہ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لاالہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئة فاتبعها حسنة تمحها قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست ڈھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لاالہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولم یکن لہ کفوااحد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر.** پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام واحسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے' ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو' یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے' بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت' بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے' (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشھد ان لا الہ لا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الا نتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ **اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لاالہ الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لاالہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لاالہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لاالہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لاالہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا الہ الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔

ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر وبیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔

کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہے، نماز، روزہ، حج، زکوۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔

دوسرا جز و کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالاجماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لاالہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کریگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الايمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله و ادناها اماطة الاذى عن الطريق الحياء شعبة من الايمان (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجالانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے "تو بےحیا باش وہر چہ خواہی کن" تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروغ سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(۱) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات' اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(۲) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(۳) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(۴) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(۵) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(۶) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(۷) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب' قبر کا عذاب' مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا' حساب ہونا' اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(۸) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(۹) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(۱۰) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(۱۱) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(۱۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی ور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہوتو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع و سبعون شعبۃ فافضلھا قول لا الہ الا اللہ وادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق الحیاء شعبۃ من الایمان (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی، کپڑے کی پاکی، مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا، لوگوں کو کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا، اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا، نرمی برتنا، فرمانبرداری کرنا
(۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا
(۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔
(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا
(۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا
(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)
(۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا، باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے
(۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا
(۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے
(۷) حدود کا قائم کرنا
(۸) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے
(۹) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے
(۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا
(۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا، انکا اکرام کرنا
(۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے
(۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے
(۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا
(۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا
(۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا
(۱۷) لہو ولعب سے بچنا
(۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا ساٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبروار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ھریرۃ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یاد یر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ **سبحان اللہ و بحمدہ** سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح وشام ایک ایک تسبیح **سبحان اللہ وبحمدہ** کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر** سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا **سبحان اللہ وبحمدہ** دوسری حدیث میں ہے **سبحان ربی وبحمدہ**

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح وتحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھدی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداؤد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑا ور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیفکری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کر دیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمد للہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبداللہ بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من قال لا اله لا اللہ دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان اللہ وبحمده مائة مرة کتب اللہ له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہوجائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دوعالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یارسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابوایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابوایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہوگیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اول بسم اللہ پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو الحمد للہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا، بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے، دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا، ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ، ناک، کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا، بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقیت ابراهیم لیلةً اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرهم ان الجنة طیبة التربة عذبة الماء و انها قیعان و ان غراسها سبحان الله والحمدلله ولا اله الا الله و الله اکبر (رواه الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان الله والحمدلله ولا اله الله والله اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجا رہے تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے۔ جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان الله** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہرا اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا' کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا' بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقراً مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳'۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقراً دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جوشخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ' اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شی ء قدیر پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ اتنی کثرت سے ہوں' جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ آ رہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کر لو ان کے ساتھ لاالہ الااللہ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کر لو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کر لیا جائے ایک حدیث میں سبحان اللہ' الحمد اللہ' اللہ اکبر ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰' ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰' ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ' فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمداللہ' ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں' یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹا دینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصین رضی اللہ عنہ رفعہ اما یستطیع احدکم ان یعمل کل یوم مثل احد عملاً قالو یارسول اللہ و من یستطیع قال کلکم یستطیع قالوا یارسول اللہ ماذا قال سبحانَ اللہ اعظم من احد و لاالہ الا اللہ اعظم من احد والحمد للہ اعظم من احد واللہ اکبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لا الہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمدللہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نا معلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ' الحمدللہ** سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ** کا ثواب آدھی ترازو ہے اور **الحمدللہ** اس کو پُر کر دیتی ہے اور **اللہ اکبر** آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمدللہ لاالہ الا اللہ اللہ اکبر** مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جا رہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر در قطار ایک عابد پر گزر ہوا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمدللہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بخ بخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرما رہے ہوں' عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدردانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لا الہ الا اللہ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ **وان من شیء الا یسبح بحمدہ** قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شبِ معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضوخانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ)

سورۃ الکافرون: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

نوٹ
کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہو سکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر 70 گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر 630 قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت اوکما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتادیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سومرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمدللہ سومرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سومرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سومرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتادیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرمادیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کرو حق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

ذاکرین کو ڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمدللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابورافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محبّ کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابی وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں، کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلا لیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت، قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں، دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

7

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہوگئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللّٰهم وبحمدک اشهد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللهم ربی وبحمدک لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم، بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلا سکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو، کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے، کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہو جائے اس کی برابری کرسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً **سبحان الملک القدوس** پڑھنا) یا **سبوح قدوس و رب الملئکة والروح** کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اور ان سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی: قیامت میں آدمی کے بدن سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ **الاية** (سورۂ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ **الايات** (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آ جائینگے تو ان کے کان، ان کی آنکھیں، ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کردینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہوجائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہوجاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

غفلت والے رحمت الٰہیہ سے محروم ہیں

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لااله الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(سورۂ زخرف رکوع ٤) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ آخر السورة (سورہ منافقون رکوع ٢)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آ جانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤ گے)

اللہ کے ایسے بندے جو کسی لمحہ غافل نہیں ہیں:

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی

غفلت نہیں ہوتی۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں۔ میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں۔

یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی

ومثواک فی قلبی فاین تغیب

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہوسکتا ہے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لاالہ الا اللہ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے۔ ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں۔ احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی آنکھوں میں آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے پچانویں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

چار کلمات

وعن جويرية رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج من عند ها بكرة حبن صلى الصبح وهي في مسجد ها ثم رجع بعد ان اضحىٰ و هى جالسة قال مازلت على الحال التى فارقتك عليها قالت نعم قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد قلت بعدک اربع كلمات ثلث مرات لو وزنت بماقلت منذ اليوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته. (رواه مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس میں میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ **سبحان الله وبحمده عدد خلقة ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته** (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اسکی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

افضل اور آسان تسبیح

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو **سبحان الله عددما خلق** اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابرؒ **الله اكبر** اور اس کے برابر ہی **الحمدلله** اور اسی کے مانند **لااله الا الله**۔

افضیلت کا مطلب

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور وفکر سے زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تردد کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ

جل جلالہ کی حدو ثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اس وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلا حساب اور بیشمار ہوتے ہیں اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

دانوں والی تسبیح کو بدعت کہنا غلط ہے:

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ ''نزہۃ الفکر'' اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے۔ تسبیح متعارف کے جواز کی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہوجاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول

ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ اُن پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔

ایک مسلسل حدیث:

اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشیرؒ حافی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمرؒ مکی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعت شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تسبیحات فاطمہ

عن ابن اعبد قال قال علی رضی اللہ عنہ الا احدثک عنی وعن فاطمة بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت من احب اهله الیه قلت بلی قال انها جرت بالرحی حتی اثر فی یدها واستقت بالقربة حتی اثر فی نحرها و کنست البیت حتی اغبرت ثیابها (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہے گی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے، جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو **سبحان اللہ** ۳۳ مرتبہ **الحمدللہ** ۳۳ مرتبہ **اللہ اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی چچازاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد ہر تینوں کلمے یعنی **سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر** ۳۳، ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر** پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

تسبیحاتِ فاطمہ کی اہمیت وافادیت

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور پر ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سبحان اللہ الحمدللہ' اللہ اکبر ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چندروزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح وتقدیس (سبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پیئے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہوسکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہوجانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن لوگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کردیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملاعلی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید' کارآمد اور نافع ہوں گی' دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہوسکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ

سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہو سکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہو سکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جوان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہونگی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت **سبحان اللہ الحمدللہ** ۳۳، ۳۳ مرتبہ پڑھے اور **اللہ اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

امورِ خانہ داری کی انجام دہی:

ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے، خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا، روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو، ان کے نام لیوا ان کے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

صلوٰۃ التسبیح ایک بہترین عمل

عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال للعباسؓ بن عبدالمطلب یا عباس یاعماه الاعطیک الاامنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر الله لک دنبک اوله واخره قدیمه و حدیثه خطأه وحمده صغیره و کبیره سره وعلانیته ان تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں۔ ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوۃ تسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے **سبحان الله والحمدلله ولا اله الاالله والله اکبر** پندرہ مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

تشریح: ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کرونگا۔ ایک چیز دونگا۔ ایک عطیہ کرونگا۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائینگے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفرؓ کو حبشہ بھیج دیا تھا۔ جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا، اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ **لاحول ولا قوة الا الله العلی العظیم** بھی آیا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ دوں، ایک چیز عطا کروں، وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گزری۔ اسمیں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کیلئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا۔

صلوۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

قال الترمذی و قدروی ابن المبارک وغیر واحد من اهل العلم صلوة التسبیح و ذکروا الفضل فیه حدثنا احمد بن عبدة انا ابو وهب سالت عبدالله بن المبارک عن الصلوة التی یسبح فیها قال یکبرُ ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدلک ولااله غیرک

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ **سبحانک اللهم** پڑھنے کے بعد **الحمد** شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر **اعوذ** اور **بسم الله** پڑھ کر **الحمد** شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے' سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر' پھر دونوں سجدوں میں' اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے یہ پچھتر پوری ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے **سبحان ربی العظیم** اور سجدہ میں پہلے **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھے' پھر ان کلموں کو پڑھے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

صحابہ کرامؓ تابعین اور اولیاءؒ کے ہاں صلوۃ التسبیح کا اہتمام

تشریح: صلوۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت' محدثین' فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانے سے ہمارے زمانہ تک مقتداء حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی روادؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں بڑے عابد اور زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمانؒ حیری جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکیؒ فرماتے ہیں یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئیے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنیوالا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کا شبہ

بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دوطریقے

احادیث بالا میں اس نماز کے دوطریقے بتائے گئے ہیں اول یہ کہ کھڑے ہوکر **الحمد** شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے **سبحان الله، الحمد الله، لاالہ الا الله، الله اکبر** پڑھے۔ پھر رکوع میں **سبحان ربی العظیم** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہوکر **سمع الله لمن حمده، ربنالک الحمد** کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں **سبحان ربی الاعلیٰ** کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو **الله اکبر** کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر **الله اکبر** کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اس طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے **سبحانک اللهم** کے بعد **الحمد** سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر **الحمد** اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقے بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماً نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

صلوٰۃ التسبیح سے متعلقہ مسائل

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید، سورہ حشر، سورہ صف، سورہ جمعہ، سورہ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت، والعادیات، تکاثر، والعصر، کافرون، نصر، اخلاص لکھا ہے کہ ان ہی میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائیگی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں۔ ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اس طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے، تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اس طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر وہ رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آ جائے تو اسمیں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیزگاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں۔ اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ آپ پر توکل کرنے لگوں اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ ۶: اس نماز کا اوقات مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

8

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

حافظ ابنِ قیمؒ رحمہ اللہ کی کتاب ''الوابل الصیب'' میں سے نمبروار اناسی ۷۹ فوائد کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو ۱۰۰ سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

یہاں چار اسباق کی شکل میں یہ فوائد دیے جاتے ہیں۔

(۱) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(۲) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(۳) دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے۔

(۴) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(۵) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(۶) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(۷) رزق کو کھینچتا ہے۔

(۸) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہنا تا ہے یعنی اسکے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو۔ اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(۱۰) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے۔

(۱۱) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(۱۲) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔

(۱۳) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(۱۴) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ کیساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(۱۵) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِيٓ أَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے **من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی الحدیث** اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(۱۶) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(۱۷) دل اور روح کی روزی ہے اور ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(۱۸) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا میل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دُور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (باب نمبر ۳ فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۱۷)

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہٗ مصیبت کیوقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر ۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں)

(۲۶) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۷) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۸) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۹) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۳۰) ذکر کیساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا۔ یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۱) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کرونگا۔

(۳۲) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلیئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۳) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل نمبر ۲ حدیث ۴ میں مفصّل آ رہا ہے) جسقدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمدوھو علی شیء قدیر** ۔ سو۱۰۰ مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو۱۰۰ نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو۱۰۰ برائیاں اس سے معاف کر دی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں)

(مزید فوائد اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

(۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔ جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے۔ خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ (سورہ حشر رکوع ۳)۔

تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا۔ یعنی اُن کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اُس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تروتازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کیوقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کیوقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر ادمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذّتوں کیساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دُنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

أَوَمَن كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَن مَّثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا

(سورہ انعام رکوع ۱۵)

ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دیدیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کیساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اسکے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ آپ کے گوشت میں ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتا پا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اسی نُور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے

سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصلاح میں احوال اور واقعات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئینگے۔

(۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کیساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے **ان اللہ مع الذین اتقوا** (اللہ جل شانہٗ متّقیوں کیساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے **انا مع عبدی ما ذکرنی** (میں اپنے بندے کیساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں ان کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ انکو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تا کہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آ سکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (**اللھم ارزقنی منه شیئا**)

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کی برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں)

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کیساتھ تر و تازہ رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیز گار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اسلئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کیساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کیساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالس میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالس جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے)

(۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنیوالا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کیواسطے مقرر کیئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر** پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب ۳، فصل ۲ حدیث ۷ میں آ رہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے۔ اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سہل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱) ذکر کیوجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کیوجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو

دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکّی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کیوجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سبحان اللہ الحمد للہ ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمرہ مولی غفرہؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملیگا تو بہت سے لوگ اسوقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرّد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر انکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶) ذکر کرنیوالے کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونیکا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔

(۷۰) ذکر کرنیوالوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہونگے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یومئذ تحدث اخبارھا (اُس دن

زمین اپنی خبریں بیان کریگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائیگی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہوا یا برا) اسلیئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہونگے۔

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی' لغویات' جھوٹ' غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلیئے کہ زبان چُپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اسکے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کیئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے' شیطان قریب بھی نہیں آتا۔ اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے' کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ.

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بحمد اللہ تمام

سلسلہ درس حدیث - 7

جلد منتظر عام پر

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل دُرود شریف

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درسِ حدیث

سلسلہ درس حدیث-6

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر وتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت.................رجب المرجب ۱۴۲۷ھ

ناشر.........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت.....................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادراہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاک اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان　　مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار........راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.........انارکلی.........لاہور　　یونیورسٹی بک ایجنسی....خیبر بازار........پشاور

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.....لاہور　　ادارۃ الانور.........نیو ٹاؤن.......کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار .... لاہور　　مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

مکتبہ المنظور الاسلامیہ..........بلاک زیڈ.......مدینہ ٹاؤن........بنک موڑ.........فیصل آباد

ادارہ اشاعت الخیر - حضوری باغ روڈ - ملتان

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی پانچ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔ عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی مقبول عام مستند تصنیف ''فضائل اعمال'' میں سے فضائل ذکر کو سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

اس جلد میں فضائل ذکر کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تا کہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کر سکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل کیا گیا ہے۔ بعض جگہ اپنے اکابر حضرت سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ ودیگر اکابرین کے افادات کا اضافہ کیا گیا ہے جو کہ ان شاء اللہ موضوع کی مناسبت سے مفید ہوگا۔ بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی جلد نمبر ۲ بنام فضائل درود شریف (منتخب از فضائل اعمال) جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام **محمد اسحٰق عفی عنہ** رجب المرجب ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست 2006ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم.....اما بعد

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنھوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

فہرست عنوانات

درسِ حدیث

انتخاب از

فضائل ذکر

بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ بندے کا گمان

تشریح: اس حدیث شریف میں کئی مضمون وارد ہیں۔ اوّل یہ کہ بندہ کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ کرتا ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ سے اس کے لطف وکرم کی اُمید رکھنا چاہئے اس کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے۔ یقیناً ہم لوگ گنہگار ہیں اور سراپا گناہ اور اپنی حرکتوں اور گناہوں کی سزا اور بدلہ کا یقین ہے لیکن اللہ کی رحمت سے مایوس بھی نہ ہونا چاہیے۔ کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے لطف وکرم سے بالکل ہی معاف فرمادیں کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ
وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

کلام اللہ شریف میں وارد ہے (ترجمہ) حق تعالیٰ شانہٗ شرک کے گناہ کو تو معاف نہیں فرمائیں گے اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے سب کچھ معاف فرمائینگے۔ لیکن ضروری نہیں کہ معاف ہی فرمادیں۔ اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ ایمان امید اور خوف کے درمیان ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک نوجوان صحابیؓ کے پاس تشریف لے گئے وہ نزع کی حالت میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کس حال میں ہو عرض کیا یا رسول اللہ اللہ کی رحمت کا اُمیدوار ہوں اور اپنے گناہوں سے ڈر رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ دونوں یعنی امید وخوف جس بندہ کے دل میں ایسی حالت میں ہوں تو اللہ جل شانہٗ جو اُمید ہے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور جس کا خوف ہے اُس سے امن عطا فرمادیتے ہیں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے کہ گویا ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور وہ پہاڑ اس پر گرنے لگا اور فاجر شخص گناہ کو ایسا سمجھتا ہے گویا ایک مکھی بیٹھی تھی اُڑادی یعنی ذرا پرواہ نہیں ہوتی مقصود یہ ہے کہ گناہ کا خوف اس کے مناسب ہونا چاہیے اور رحمت کی اُمید اس کے مناسب۔

حضرت معاذؓ طاعون میں شہید ہوئے۔ انتقال کے قریب زمانہ میں بار بار غشی ہوتی تھی جب افاقہ ہوتا تو فرماتے یا اللہ تجھے معلوم ہے کہ مجھ کو تجھ سے محبت ہے۔ تیری عزّت کی قسم تجھے یہ بات معلوم ہے جب بالکل موت کا وقت قریب آگیا تو فرمایا کہ اے موت تیرا آنا مبارک ہے۔ کیا ہی مبارک مہمان آیا۔ مگر فاقہ کی حالت میں یہ مہمان آیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔

اے اللہ تجھے معلوم ہے کہ میں ہمیشہ تجھ سے ڈرتا رہا آج تیرا اُمید وار ہوں۔ یا اللہ مجھے زندگی کی محبت تھی مگر نہریں کھودنے اور باغ لگانے کے واسطے نہیں تھی بلکہ گرمیوں کی شدت پیاس برداشت کرنے اور (دین کی خاطر) مشقتیں جھیلنے کے واسطے اور ذکر کے حلقوں میں علماء کے پاس جم کر بیٹھنے کے واسطے تھی۔ (تہذیب اللغات) بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیثِ بالا میں گمان کے موافق معاملہ عام حالات کے اعتبار سے ہے خاص مغفرت کے متعلق نہیں۔ دعا صحت وسعت امن وغیرہ سب چیزیں اس میں داخل ہیں مثلاً دُعا کے ہی متعلق سمجھو مطلب یہ ہے اگر بندہ یہ یقین کرتا ہے کہ میری دعا قبول ہوتی ہے اور ضرور ہوگی تو اس کی دُعا قبول ہوتی ہے اور اگر یہ گمان کرے کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی تو ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ دوسری احادیث میں آیا ہے کہ بندہ کی دعا قبول ہوتی ہے۔ جب تک یہ نہ کہنے لگے کہ میری تو دعا قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح صحت، تو نگری وغیرہ سب امور کا حال ہے حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو فاقہ کی نوبت آئے اگر اس کو لوگوں سے کہتا پھرے تو تو نگری نصیب نہیں ہوتی۔ اللہ کی پاک بارگاہ میں عرض معروض کرے تو جلد یہ حالت دُور ہو جائے۔ لیکن یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کے ساتھ حسن ظن اور چیز ہے اور اللہ پر گھمنڈ دوسری چیز ہے۔ کلام اللہ شریف میں مختلف عنوانات سے اس پر تنبیہ کی گئی۔ ارشاد ہے وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (اور نہ دھوکہ میں ڈالے تم کو دھوکہ باز) یعنی شیطان تم کو یہ نہ سمجھائے کہ گناہ کئے جاؤ اللہ غور رحیم ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا كَلَّا (کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا یا اللہ تعالیٰ سے اس نے عہد کر لیا ہے ایسا ہرگز نہیں)۔

اللہ تعالیٰ ذکر کرنے والے کے ساتھ ہیں

دوسرا مضمون یہ ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو جب تک اس کے ہونٹ میری یاد میں حرکت کرتے رہتے ہیں میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں یعنی میری خاص توجہ اس پر رہتی ہے اور خصوصی رحمت کا نزول ہوتا رہتا ہے۔

اس حدیث کا بقیہ اگلے درس میں بیان ہوگا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کا فرشتوں میں تذکرہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اللہ تعالیٰ انا عندظن عبدی بی وانامعہ اذا ذکرنی فان ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی (رواہ احمد و بخاری)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں پس اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسکو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ میرا مجمع میں ذکر کرتا ہے تو میں اس مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کے مجمع میں (جو معصوم اور بیگناہ ہیں) تذکرہ کرتا ہوں اور اگر بندہ میری طرف ایک بالشت متوجہ ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اُس کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ ادھر متوجہ ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف چل کر آتا ہے تو میں اسکی طرف دوڑ کر چلتا ہوں۔

تشریح: مذکورہ حدیث کا تیسرا مضمون یہ ہے کہ میں فرشتوں کے مجمع میں ذکر کرتا ہوں یعنی تفاخر کے طور پر اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ ایک تو اس وجہ سے کہ آدمی کی علقت جس ترکیب سے ہوئی ہے اس کے موافق اس میں اطاعت اور معصیت دونوں کا مادہ رکھا ہے جیسا کہ حدیث نمبر ۸ کے ذیل میں آرہا ہے۔ اس حالت میں طاعت کا کرنا یقیناً تفاخر کا سبب ہے۔ دوسرے اس وجہ سے کہ فرشتوں نے ابتداء خلقت کے وقت عرض کیا تھا۔ "آپ ایسی مخلوق کو پیدا فرماتے ہیں جو دنیا میں خونریزی اور فساد کرے گی"۔ اور اس کی وجہ بھی وہی مادہ فساد کا ان میں ہوتا ہے، بخلاف فرشتوں کے کہ ان میں یہ مادہ نہیں۔ اسی لئے انہوں نے عرض کیا تھا کہ تیری تسبیح و تقدیس ہم کرتے ہی ہیں۔ تیسرے اس وجہ سے کہ انسان کی اطاعت اس کی عبادت، فرشتوں کی عبادت سے اس وجہ سے بھی افضل ہے کہ انسان کی عبادت غیب کے ساتھ ہے اور فرشتوں کی عالمِ آخرت کے مشاہدہ کے ساتھ۔ اسی کی طرف اللہ پاک کے اس کلام میں اشارہ ہے کہ اگر وہ جنت و دوزخ کو دیکھ لیتے تو کیا ہوتا۔ ان وجوہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اپنے یاد کرنیوالوں اور اپنی عبادت کرنے والوں کے کارنامے جتاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بے حد لطف و رحمت

چوتھا مضمون حدیث میں یہ ہے کہ بندہ جس درجہ میں حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اُس سے زیادہ توجہ اور لطف اللہ جل شانہٗ کی طرف سے اُس بندہ پر ہوتا ہے یہی مطلب ہے قریب ہونے اور دوڑ کر چلنے کا کہ میرا لطف اور میری رحمت تیزی کیساتھ اس کی طرف چلتی ہے اب ہر شخص کو اپنا اختیار ہے کہ جس قدر رحمت و لطفِ الٰہی کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے اتنی ہی اپنی توجہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف بڑھائے۔ پانچویں بحث اس حدیث شریف میں یہ ہے کہ اس میں فرشتوں کی جماعت کو بہتر بتایا ہے ذکر کرنے والے شخص سے حالانکہ یہ مشہور امر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اس کی ایک وجہ تو ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی کہ ان کا بہتر ہونا ایک خاص حیثیت سے ہے کہ وہ معصوم ہیں اُن سے گناہ ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باعتبار اکثر افراد کے ہے کہ اکثر افراد فرشتوں کے اکثر آدمیوں بلکہ اکثر مومنوں سے افضل ہیں گو خاص مؤمن جیسے انبیاء علیہم السلام سارے ہی فرشتوں سے افضل ہیں۔ اس کے

علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن میں بحث طویل ہے۔

ذکر اللہ کو اپنا ہمہ وقت کا دستور بنالو

ایک صحابیؓ نے عرض کیا یارسول اللہ احکام تو شریعت کے بہت سے ہیں ہی مجھے ایک چیز کوئی ایسی بتا دیجئے جس کو میں اپنا دستور اور اپنا مشغلہ بنالوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے ذکر سے تو ہر وقت رطب اللّسان رہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ جدائی کے وقت آخری گفتگو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی وہ یہ تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ سب اعمال میں محبوب ترین عمل اللہ کے نزدیک کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس حال میں تیری موت آوے کہ اللہ کے ذکر میں رطب اللسان ہو۔

جدائی کے وقت کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اہلِ یمن کی تبلیغ وتعلیم کے لئے یمن کا امیر بنا کر بھیجا تھا۔ اس وقت رخصت کیوقت حضورؐ نے کچھ وصیتیں بھی فرمائی تھیں اور انہوں نے بھی کچھ سوالات کئے تھے۔ شریعت کے احکام بہت سے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کی بجا آوری تو ضروری ہے ہی۔ لیکن ہر چیز میں کمال پیدا کرنا اور اس کو مستقل مشغلہ بنانا دشوار ہے اس لئے ان میں سے ایک چیز جو سب سے اہم ہو مجھے ایسی بتا دیجئے کہ اس کو مضبوط پکڑلوں اور ہر وقت ہر جگہ، چلتے، پھرتے اُٹھتے بیٹھتے کرتا رہوں۔

چار چیزیں جو تمام بھلائیوں کی جامع ہیں

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ چار چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص کو یہ مل جائیں اس کو دین ودنیا کی بھلائی مل جائے۔ ایک وہ زبان جو ذکر میں مشغول رہنے والی ہو، دوسرے وہ دل جو شکر میں مشغول رہتا ہو۔ تیسرے وہ بدن جو مشقت برداشت کرنے والا ہو، چوتھے وہ بیوی جو اپنے نفس میں اور خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے۔ نفس میں خیانت یہ ہے کہ کسی قسم کی گندگی میں مبتلا ہو جائے۔

رطب اللّسان رہنے کا مطلب

رطب اللّسان کا مطلب اکثر علماء نے کثرت کا لکھا ہے اور یہ عام محاورہ ہے۔ ہمارے عرف میں بھی جو شخص کسی کی تعریف یا تذکرہ کثرت سے کرتا ہے تو یہ بولا جاتا ہے کہ فلاں کی تعریف میں رطب اللّسان ہے۔ مگر بندۂ ناچیز کے خیال میں ایک دوسرا مطلب بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ جس سے عشق ومحبت ہوتی ہے اُس کے نام لینے سے مُنہ میں ایک لذّت اور مزہ محسوس ہوا کرتا ہے۔ جن کو بابِ عشق سے کچھ سابقہ پڑچکا ہے وہ اس سے واقف ہیں۔ اس بناء پر مطلب یہ ہے کہ اس لذّت سے اللہ کا پاک نام لیا جائے کہ مزہ آجائے۔ میں نے اپنے بعض بزرگوں کو بکثرت دیکھا ہے کہ ذکر بالجہر کرتے ہوئے ایسی طراوت آجاتی ہے کہ پاس بیٹھنے والا بھی اس کو محسوس کرتا ہے اور ایسا منہ میں پانی بھر جاتا ہے کہ ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے مگر یہ جب حاصل ہوتا ہے کہ جب دل میں چسک ہو اور زبان کثرتِ ذکر کے ساتھ مانوس ہوچکی ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ سے محبت کی علامت اس کے ذکر سے محبت ہے اور اللہ سے بُغض کی علامت اُس کے ذکر سے بُغض ہے۔

حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کی زبان اللہ کے ذکر سے تر وتازہ رہتی ہے وہ جنت میں ہنستے ہوئے داخل ہوں گے۔

تمام اعمال میں سے بہترین اور پاکیزہ ترین عمل ذکر اللہ ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز

2

ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک سب سے زیادہ پاکیزہ اور تمہارے درجوں کو بہت زیادہ بلند کرنیوالی اور سونے چاندی کو (اللہ کے راستہ میں) خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور (جہاد میں) تم دشمنوں کو قتل کرو وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھی ہوئی۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتادیں۔ آپ ؐ نے ارشاد فرمایا اللہ کا ذکر ہے۔

تمام اعمال پر ذکر اللہ کی فضیلت کی وجہ:

فائدہ: یہ عام حالت اور ہر وقت کے اعتبار سے ارشاد فرمایا ہے ورنہ وقتی ضرورت کے اعتبار سے صدقہ جہاد وغیرہ امور سب سے افضل ہوجاتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں ان چیزوں کی افضلیت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ ان کی ضرورتیں وقتی ہیں اور اللہ پاک کا ذکر دائمی چیز ہے اور سب سے زیادہ اہم اور افضل ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر چیز کے لئے کوئی صاف کرنے والی اور میل کچیل دُور کرنے والی چیز ہوتی ہے (مثلاً کپڑے اور بدن کے لئے صابون' لوہے کے لئے آگ کی بھٹی وغیرہ وغیرہ) دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے اور کوئی چیز اللہ کے عذاب سے بچانے والی اللہ کے ذکر سے بڑھ کر نہیں ہے۔ اس حدیث میں چونکہ ذکر کو دل کی صفائی کا ذریعہ اور سبب بتایا ہے اس سے بھی اللہ کے ذکر کا سب سے افضل ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ہر عبادت اُسی وقت عبادت ہوسکتی ہے جب اخلاص سے ہو اور اس کا مدار دلوں کی صفائی پر ہے۔ اسی وجہ سے بعض صوفیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں ذکر سے مراد ذکرِ قلبی ہے نہ کہ زبانی ذکر' اور ذکرِ قلبی یہ ہے کہ دل ہر وقت اللہ کے ساتھ وابستہ ہوجائے اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ حالت ساری عبادتوں سے افضل ہے اس لئے کہ جب یہ حالت ہوجائے تو پھر کوئی عبادت چھوٹ ہی نہیں سکتی کہ سارے اعضاء ظاہرہ و باطنہ دل کے تابع ہیں۔ جس چیز کے ساتھ دل وابستہ ہوجاتا ہے سارے ہی اعضا اس کے ساتھ ہوجاتے ہیں۔ عشاق کے حالات سے کون بے خبر ہے اور بھی بہت سی احادیث میں ذکر کا سب سے افضل ہونا وارد ہوا ہے۔ حضرت سلمانؓ سے کسی نے پوچھا کہ سب سے بڑا عمل کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم نے قرآن شریف نہیں پڑھا۔ قرآن پاک میں ہے وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ کوئی چیز اللہ کے ذکر سے افضل نہیں۔ حضرت سلمانؓ نے جس آیت شریفہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ وہ اکیسویں ۲۱ پارے کی پہلی آیت ہے۔ صاحب مجالس الابرار کہتے ہیں کہ اس حدیث میں اللہ کے ذکر کو صدقہ اور جہاد اور ساری عبادات سے اس لئے افضل فرمایا کہ اصل مقصود اللہ کا ذکر ہے اور ساری عبادتیں اس کا ذریعہ اور آلہ ہیں اور ذکر بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک زبانی اور ایک قلبی جو زبان سے بھی افضل ہے اور وہ مراقبہ اور دل کی سوچ ہے اور یہی مراد ہے اس حدیث سے جس میں آیا ہے کہ ایک گھڑی کا سوچنا ستر ۷۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ مسند احمد میں ہے۔ حضرت سہلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ کا ذکر اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے سات لاکھ حصہ زیادہ ہوجاتا ہے۔ اس تقریر سے یہ معلوم ہوگیا کہ صدقہ اور جہاد وغیرہ جو وقتی چیزیں ہیں وقتی ضرورت کے اعتبار سے اُن کی فضیلت بہت زیادہ ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ان احادیث میں کوئی اشکال نہیں جن میں ان چیزوں کی بہت زیادہ فضیلت وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ تھوڑی دیر کا اللہ کے راستہ میں کھڑا ہونا اپنے گھر پر ستر ۷۰ سال کی نماز سے افضل ہے حالانکہ نماز بالاتفاق افضل ترین عبادت ہے لیکن کفار کے ہجوم کے وقت جہاد اس سے بہت زیادہ افضل ہوجاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نرم بستروں پر ذکر اللہ کرنیوالوں کے بھی بلند درجات

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیذکرن اللہ اقوام فی الدنیا علی الفرش الممهدة یدخلهم اللہ فی الدرجات العلی (رواہ ابن حبان)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ دنیا میں نرم نرم بستروں پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں جس کی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ جنت کے اعلیٰ درجوں میں اُن کو پہنچا دیتا ہے۔

تشریح: یعنی دنیا میں مشقتیں جھیلنا، صعوبتیں برداشت کرنا آخرت کے رفع درجات کا سبب ہے اور جتنی بھی دینی امور میں یہاں مشقت اٹھائی جائے گی اتنا ہی بلند مرتبوں کا استحقاق ہوگا لیکن اللہ پاک کے مبارک ذکر کی یہ برکت ہے کہ راحت و آرام سے نرم بستروں پر بیٹھ کر بھی کیا جائے تب بھی رفع درجات کا سبب ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر تم ہر وقت ذکر میں مشغول رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کرنے لگیں۔

آگے بڑھنے والے

ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ مفرد لوگ بہت آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مُفرِد کون ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو اللہ کے ذکر میں والہانہ طریقہ پر مشغول ہیں۔ اس حدیث کی بنا پر صوفیہ نے لکھا ہے کہ سلاطین اور امراء کو اللہ کے ذکر سے نہ روکنا چاہیے کہ وہ اس کی وجہ سے درجاتِ اعلیٰ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضرت ابودرداءؓ فرماتے ہیں کہ تو اللہ کے ذکر کو اپنی مسرتوں اور خوشیوں کے اوقات میں کر، وہ تجھ کو مشقتوں اور تکلیفوں کے وقت کام دے گا۔ حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ جب بندہ راحت کے خوشی کے ثروت کے اوقات میں اللہ کا ذکر کرتا ہے پھر اس کو کوئی مشقت اور تکلیف پہنچے، تو فرشتے کہتے ہیں کہ مانوس آواز ہے جو ضعیف بندہ کی ہے پھر اللہ کے یہاں اس کی سفارش کرتے ہیں اور جو شخص راحت کے اوقات میں اللہ کو یاد نہ کرے پھر کوئی تکلیف اس کو پہنچے اور اس وقت یاد کرے تو فرشتے کہتے ہیں کیسی غیر مانوس آواز ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ایک ان میں سے صرف ذاکرین کے لئے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کثرت سے کرے وہ نفاق سے بری ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس سے محبت فرماتے ہیں۔ ایک سفر سے واپسی ہو رہی تھی۔ ایک جگہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ بعض تیز رَو آگے چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وہ آگے بڑھنے والے کہاں ہیں۔ جو اللہ کے ذکر میں والہانہ مشغول ہیں جو شخص یہ چاہے کہ جنت سے خوب سیراب ہو وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ذکر کرنے والا زندہ اور نہ کرنیوالا مردہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا۔ ان دونوں کی مثال زندہ اور مردہ کی سی ہے کہ ذکر کرنے والا زندہ ہے اور ذکر نہ کرنے والا مُردہ ہے۔

زندہ اور مردہ ہونے کا مطلب

فائدہ: زندگی ہر شخص کو محبوب ہے اور مرنے سے ہر شخص ہی گھبراتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ زندہ بھی مردے ہی کے حکم میں ہے اس کی زندگی بھی بے کار ہے

بعض علماء نے فرمایا ہے یہ دل کی حالت کا بیان ہے کہ جو شخص اللہ کا ذکر کرتا ہے اس کا دل زندہ رہتا ہے اور جو ذکر نہیں کرتا اس کا دل مرجاتا ہے۔ اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ تشبیہ نفع اور نقصان کے اعتبار سے ہے کہ اللہ کا ذکر کرنے والے شخص کو جو ستائے وہ ایسا ہے جیسا کہ کسی زندہ کو ستائے کہ اس سے انتقام لیا جائے گا اور وہ اپنے کئے کو بھگتے گا اور غیر ذاکر کو ستانے والا ایسا ہے جیسا مُردہ کو ستانے والا کہ وہ خود انتقام نہیں لے سکتا۔ صوفیہ کہتے ہیں کہ اس سے ہمیشہ کی زندگی مراد ہے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے اخلاص کے ساتھ کرنے والے مرتے ہی نہیں بلکہ وہ اس دنیا سے منتقل ہو جانے کے بعد بھی زندوں ہی کے حکم میں رہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ پاک میں شہید کے متعلق وارد ہوا ہے بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ اسی طرح اُن کے لئے بھی ایک خاص قسم کی زندگی ہے۔

حکیم ترمذیؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کو تر کرتا ہے اور نرمی پیدا کرتا ہے اور جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہوتا ہے تو نفس کی گرمی اور شہوت کی آگ سے خشک ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور سارے اعضاء سخت ہو جاتے ہیں۔ طاعت سے رُک جاتے ہیں۔ اگر ان اعضاء کو کھینچو تو ٹوٹ جائیں گے۔ جیسے کہ خشک لکڑی کہ جُھکانے سے نہیں جھکتی۔ صرف کاٹ کر جلا دینے کے کام کی رہ جاتی ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ کا ذکر صدقہ خیرات سے افضل ہے

عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو ان رجلافی حجرہ دراھم یقسمھا واخریذکراللّٰہ لکان الذاکر للّٰہ افضل (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص کے پاس بہت سے روپے ہوں اور وہ اُن کو تقسیم کررہا ہو اور دوسرا شخص اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو ذکر کرنے والا افضل ہے۔

خوش نصیب لوگ

تشریح: یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا کتنی ہی بڑی چیز کیوں نہ ہو لیکن اللہ کی یاد اس کے مقابلہ میں بھی افضل ہے پھر کس قدر خوش نصیب ہیں وہ مالدار اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے والے جن کو اللہ کے ذکر کی بھی توفیق نصیب ہو جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے بھی روزانہ بندوں پر صدقہ ہوتا رہتا ہے اور ہر شخص کو اس کی حیثیت کے موافق کچھ نہ کچھ عطا ہوتا رہتا ہے لیکن کوئی عطاء اس سے بڑھ کر نہیں کہ اس کو اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ جو لوگ کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ تجارت، زراعت، ملازمت میں گھرے رہتے ہیں اگر تھوڑا بہت وقت اللہ کی یاد کے لئے اپنے اوقات میں سے نکال لیں تو کیسی مفت کی کمائی ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے دو چار گھنٹے اس کام کے لئے نکال لینا کون سی مشکل بات ہے آخر فضولیات لغویات میں بہت سا وقت خرچ ہوتا ہے۔ اس کار آمد چیز کے واسطے وقت نکالنا کیا دشوار ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کے بہترین بندے وہ ہیں جو اللہ کے ذکر کے واسطے چاند، سورج، ستارے اور سایہ کی تحقیق رکھتے ہیں یعنی اوقات کی تحقیق کا اہتمام کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں گھڑی گھنٹوں کی کثرت نے اس سے بے نیاز کر دیا پھر بھی فی الجملہ واقفیت ان چیزوں کی مناسب ہے کہ گھڑی کے خراب اور غلط ہو جانے کی صورت میں اوقات ضائع نہ ہو جائیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ زمین کے جس حصہ پر اللہ کا ذکر کیا جائے وہ حصہ نیچے ساتوں زمینوں تک دوسرے حصوں پر فخر کرتا ہے۔

ایک لمحہ کے ذکر اللہ کا اجر وثواب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق وافسوس نہیں ہوگا، بجز اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی ہو۔

فائدہ: جنت میں جانے کے بعد جب یہ منظر سامنے ہوگا کہ ایک دفعہ اس پاک نام کو لینے کا اجر وثواب کتنا زیادہ مقدار میں ہے کہ پہاڑوں کے برابر مل رہا ہے تو اس وقت اپنی اس کمائی کے نقصان پر جس قدر بھی افسوس ہوگا ظاہر ہے۔

حضرت سریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جرجانیؒ کو دیکھا کہ ستو پھانک رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ خشک ہی پھانک رہے ہو کہنے لگے کہ میں نے روٹی چبانے اور پھانکنے کا جب حساب لگایا تو چبانے میں اتنا وقت زیادہ خرچ ہوتا ہے کہ اُس میں آدمی ستر ۷۰ مرتبہ سبحان اللہ کہہ سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چالیس برس سے روٹی کھانا چھوڑ دی۔ ستو پھانک کر گذر کر لیتا ہوں۔

منصورؒ بن معتمر کے متعلق لکھا ہے کہ چالیس برس تک عشاء کے بعد کسی سے بات نہیں کی۔ ربیع بن ہیثمؒ کے متعلق لکھا ہے کہ بیس برس تک جو بات کرتے اس کو ایک پرچہ پر لکھ لیتے اور رات کو اپنے دل سے حساب کرتے کہ کتنی بات اس میں ضروری تھی اور کتنی غیر ضروری۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکروالی جماعت کوفرشتوں کا گھیر لینا

عن ابی هریرة وابی سعید رضی الله عنه انهما شهدا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم انه قال لایقعدقوم یذکرون الله الاحفتهم الملائکة وغشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السکینة وذکرهم الله فیمن عنده (اخرجه احمد و مسلم و الترمذی)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ دونوں حضرات اسکی گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ’ارشاد فرماتے تھے کہ جو جماعت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو فرشتے اس جماعت کو سب طرف سے گھیر لیتے ہیں اور رحمت ان کوڈھانپ لیتی ہے اور سکینہ اُن پر نازل ہوتی ہے اور اللہ جل شانہٗ انکا تذکرہ اپنی مجلس میں (تفاخر کے طور پر) فرماتے ہیں۔

تشریح: حضرت ابوؓذر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ تمام چیزوں کی جڑ ہے اور قرآن شریف کی تلاوت اور اللہ کے ذکر کا اہتمام کر کہ اس سے آسمانوں میں تیرا ذکر ہوگا اور زمین میں نور کا سبب بنے گا اکثر اوقات چُپ رہا کر کہ بھلائی بغیر کوئی کلام نہ ہو۔ یہ بات شیطان کو دُور کرتی ہے اور دین کے کاموں میں مدد گار ہوتی ہے زیادہ ہنسی سے بھی بچتا رہ کہ اس سے دل مرجاتا ہے اور چہرہ کا نور جاتا رہتا ہے۔ جہاد کرتے رہنا کہ میری اُمت کی فقیری یہی ہے مسکینوں سے محبت رکھنا انکے پاس اکثر بیٹھتے رہنا اور اپنے سے کم حیثیت لوگوں پر نگاہ رکھنا اور اپنے سے اُونچے لوگوں پر نگاہ نہ کرنا کہ اس سے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری پیدا ہوتی ہے جو اللہ نے تجھے عطا فرمائی ہیں۔ قرابت والوں سے تعلقات جوڑنے کی فکر رکھنا وہ اگرچہ تجھ سے تعلقات توڑ دیں۔ حق بات کہنے میں تردّد نہ کرنا گو کسی کو کڑوی لگے۔ اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا۔ تجھے اپنی عیب بینی دوسروں کے عیوب پر نظر نہ کرنے دے اور جس عیب میں خود مبتلا ہو اُس میں دوسرے پر غصہ نہ کرنا۔ اے ابوذرؓ حسن تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل مندی نہیں اور ناجائز امور سے بچنا بہترین پرہیز گاری ہے اور خوش خلقی کے برابر کوئی شرافت نہیں۔‘‘

سکینہ کے معنی

فائدہ: سکینہ کے معنی سکون ووقار کے ہیں یا کسی مخصوص رحمت کے جس کی تفسیر میں مختلف اقوال ہیں جن کو مختصر طور پر میں اپنے رسالہ چہل حدیث جدید در فضائل قرآن میں لکھ چکا ہوں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ کوئی ایسی مخصوص چیز ہے جو طمانینت‘ رحمت وغیرہ کو شامل ہے اور ملائکہ کے ساتھ اُترتی ہے۔

فرشتوں کے سامنے ذاکرین کا تذکرہ

حق تعالیٰ شانہٗ کا ان چیزوں کو فرشتوں کے سامنے تفاخر کے طور پر فرمانا ایک تو اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت عرض کیا تھا کہ یہ لوگ دنیا میں فساد کریں گے۔ جیسا کہ پہلی حدیث کے ذیل میں گذر چکا ہے۔ دوسرے اس وجہ سے ہے کہ فرشتوں کی جماعت اگرچہ سراپا عبادت سراپا بندگی و اطاعت ہے لیکن ان میں معصیت کا مادہ بھی نہیں ہے اور انسان میں چونکہ دونوں مادے موجود ہیں اور غفلت اور نافرمانی کے اسباب اس کو گھیرے ہوئے ہیں۔ شہوتیں‘ لذتیں اور اور اس کا جُزو ہیں اس لئے اس سے ان سب کے مقابلہ میں جو عبادت جو اطاعت ہو اور جو معصیت کا مقابلہ ہو وہ زیادہ قابلِ مدح اور قابلِ قدر ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ نے جنت کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوا کہ اس کو دیکھ کر آؤ۔ انہوں نے آکر عرض کیا یا اللہ آپ کی عزت کی قسم جو شخص بھی اس کی خبر سُن لے گا اس میں جائے بغیر نہیں رہیگا۔ یعنی لذّتیں اور راحتیں، فرحتیں، نعمتیں، جس قدر اس میں رکھی گئی ہیں اُن کے سننے اور یقین آجانے کے بعد کون ہوگا جو اس میں جانے کی انتہائی کوشش نہ کریگا۔ اس کے بعد حق تعالیٰ شانہٗ نے اس کو مشقتوں سے ڈھانک دیا کہ نمازیں پڑھنا، روزے رکھنا، جہاد کرنا، حج کرنا وغیرہ وغیرہ اس پر سوار کر دیئے گئے کہ ان کو بجا لاؤ تو جنت میں آجاؤ اور پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اب تو یا اللہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی اس میں جا ہی نہ سکے گا۔ اسی طرح جب جہنم کو بنایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس کے دیکھنے کا حکم ہوا۔ وہاں کے عذاب، وہاں کے مصائب، گندگیاں اور تکلیفیں دیکھ کر انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ آپ کی عزّت کی قسم جو شخص اس کے حالات سُن لے گا کبھی بھی اس کے پاس نہ جائے گا۔ حق سبحانہٗ وتقدس نے دنیا کی لذّتوں سے اس کو ڈھانک دیا کہ زنا کرنا، شراب پینا، ظلم کرنا، احکام پر عمل نہ کرنا وغیرہ وغیرہ کا پردہ اس پر ڈال دیا گیا۔ پھر ارشاد ہوا کہ اب دیکھو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا اللہ اب تو مجھے اندیشہ ہوگیا کہ شاید ہی کوئی اس سے بچے۔ اسی وجہ سے جب کوئی بندہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے، گناہ سے بچتا ہے تو اس ماحول کے اعتبار سے جس میں وہ ہے قابلِ قدر ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہٗ اظہارِ مسرت فرماتے ہیں۔ جن فرشتوں کا اس حدیث پاک میں اور اس قسم کی بہت سی حدیثوں میں ذکر آیا ہے وہ فرشتوں کی ایک خاص جماعت ہے جو اسی کام پر متعین ہے کہ جہاں اللہ کے ذکر کی مجالس ہوں، اللہ کا ذکر کیا جا رہا ہو وہاں جمع ہوں اور اس کو سُنیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت متفرق طور پر پھرتی رہتی ہے اور جس جگہ اللہ کا ذکر سُنتی ہے اپنے ساتھیوں کو آواز دیتی ہے کہ آجاؤ اس جگہ تمہارا مقصود اور غرض موجود ہے اور پھر ایک دوسرے پر جمع ہوتے رہتے ہیں حتیٰ کہ آسمان تک ان کا حلقہ پہنچ جاتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلک قالوا الله ما اجلسنا الا ذلک قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: صحابہؓ نے عرض کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بدگمانی کی وجہ سے میں نے تم لوگوں کو قسم نہیں دی بلکہ جبرئیل میرے پاس ابھی آئے تھے اور یہ خبر سُنا گئے کہ اللہ جل شانہٗ تم لوگوں کی وجہ سے ملائکہ پر فخر فرما رہے ہیں۔

جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کی خوش قسمتی

یعنی میں نے جو قسم دے کر پوچھا اس سے مقصود اہتمام اور تاکید تھی کہ ممکن ہے کوئی اور خاص بات بھی اس کے علاوہ ہو اور وہ بات اللہ جل شانہٗ کے فخر کا سبب ہو۔ اب معلوم ہوگیا کہ صرف یہ تذکرہ ہی سبب فخر ہے۔ کس قدر خوش قسمت تھے وہ لوگ جن کی عبادتیں مقبول تھیں اور ان کی حمد وثنا پر حق تعالیٰ شانہٗ کے فخر کی خوشخبری اُن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے دُنیا ہی میں معلوم ہو جاتی تھی اور کیوں نہ ہوتا کہ ان حضرات کے کارنامے اُسی کے مستحق تھے۔

ملائکہ پر فخر کرنے کا مطلب

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ فخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ لوگ باوجود یکہ نفس ان کے ساتھ ہے، شیطان ان پر مسلط ہے، شہوتیں ان میں موجود ہیں، دنیا کی ضرورتیں ان کے پیچھے لگی ہوئی ہیں۔ ان سب کے باوجود ان سب کے مقابلہ میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہیں اور اتنی کثرت سے ہٹانے والی چیزوں کے باوجود میرے ذکر سے نہیں ہٹتے، تمہارا ذکر و تسبیح اس لحاظ سے کہ، تمہارے لئے کوئی مانع بھی ان میں سے نہیں ہے، ان کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہے۔

ذکر کرنے والوں کے لئے بخشش کا اعلان

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی لوگ اللہ کے ذکر کے لئے مجتمع ہوں، اور اُن کا مقصود صرف اللہ ہی کی رضا ہو تو آسمان سے ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ تم لوگ بخش دیئے گئے اور تمہاری برائیاں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

دوسری حدیث میں ہے اس کے مقابل جو اجتماع ایسا ہو کہ اس میں اللہ پاک کا کوئی ذکر ہو ہی نہیں تو یہ اجتماع قیامت کے دن حسرت وافسوس کا سبب ہوگا۔

بغیر ذکر اللہ والی مجلس پر حسرت

فائدہ: یعنی اس اجتماع کی بے برکتی اور اضاعت پر حسرت ہوگی اور کیا بعید ہے کہ وبال کا سبب کسی وجہ سے بن جائے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس مجلس میں اللہ کا ذکر نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہ ہو، اس مجلس والے ایسے ہیں جیسے مرے ہوئے گدھے پر سے اُٹھے ہوں۔

مجلس کا کفارہ

ایک حدیث میں آیا ہے کہ مجلس کا کفارہ یہ ہے کہ اس کے اختتام پر یہ دُعا پڑھے۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحانک اللھم وبحمدک اشھدان لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک**۔ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ جو بھی مجلس ایسی ہو جس میں اللہ کا ذکر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف نہ ہو وہ مجلس قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہوگی۔پھر حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے چاہے مغفرت فرمادیں چاہے مطالبہ اور عذاب فرمادیں۔ایک حدیث میں ہے کہ مجلسوں کا حق ادا کیا کرو۔اور وہ یہ ہے کہ اللہ کا ذکر اُن میں کثرت سے کرو۔ راہگیروں کو (بوقتِ ضرورت) راستہ بتاؤ) اور ناجائز چیز سامنے آجائے تو) آنکھیں بند کرلو۔(یا نیچی کرلو کہ اس پر نگاہ نہ پڑے)

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہے کہ اس کا ثواب بہت بڑی ترازو میں تلے (یعنی ثواب بہت زیادہ مقدار میں ہو کہ وہی بڑی ترازو میں تلے گا معمولی چیز تو بڑی ترازو کے پاسنگ میں آجائیگی) اس کو چاہیے کہ مجلس کے ختم پر یہ دعا پڑھا کرے۔ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلک قالوا الله ما اجلسنا الا ذلک قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرنى ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہٗ کا ذکر کر رہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کر رہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

تشریح: حدیثِ بالا میں برائیوں کے نیکیوں سے بدل دینے کی بشارت بھی ہے۔ قرآن پاک میں بھی سورۂ فرقان کے ختم پر مومنین کی چند صفات ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے۔ (پس یہی لوگ ہیں جن کی برائیوں کو حق تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہیں)۔ اس آیت شریفہ کے متعلق علماء تفسیر کے چند اقوال ہیں۔

ایک یہ کہ سیئات معاف فرمادی جائیں گی اور حسنات باقی رہ جائیں گی گویا یہ بھی تبدیلی ہے' کہ سیئہ کوئی باقی نہیں رہی۔ دوسرے یہ کہ ان لوگوں کو بجائے برے اعمال کرنے کے نیک اعمال کی توفیق حق تعالیٰ شانہٗ کے یہاں نصیب ہوگی جیسا کہ بولتے ہیں کہ گرمی کے بجائے سردی ہوگئی۔ تیسرے یہ کہ اُنکی عادتوں کا تعلق بجائے بُری چیزوں کے اچھی چیزوں کے ساتھ وابستہ ہوجاتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ آدمی کی عادتیں طبعی ہوتی ہیں جو بدلتی نہیں۔ اسی وجہ سے ضرب المثل ہے "جبلِ گردد جبلّت نہ گردد" اور یہ مثل بھی ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا اور دوسری جگہ چلا گیا تو اس کی تصدیق کرلو لیکن اگر سنو کہ طبعیت بدل گئی تو اس کی تصدیق نہ کرو۔ گویا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ عادت کا زائل ہونا پہاڑ کے زائل ہونے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ اس کے بعد پھر اشکال ہوتا ہے کہ صوفیہ اور مشائخ جو عادات کی اصلاح کرتے ہیں اُس کا کیا مطلب ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عادتیں نہیں بدلتیں بلکہ ان کا تعلق بدل جاتا ہے مثلاً ایک شخص کے مزاج میں غصّہ ہے وہ مشائخ کی اصلاح اور مجاہدوں سے ایسا ہوجائے کہ غصّہ بالکل باقی نہ رہے یہ تو دشوار ہے۔ ہاں اس غصّہ کا تعلق پہلے سے جن چیزوں کے ساتھ تھا مثلاً بے جا ظلم' تکبّر وغیرہ اب بجائے اُن کے اللہ کی نافرمانیوں پر اُسکے احکام کی خلاف ورزی وغیرہ وغیرہ کی طرف منتقل ہوجاتا ہے۔ وہی حضرت عمرؓ جو ایک زمانہ میں مسلمانوں کی ایذا رسانی میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑتے تھے' ایمان کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے کفار وفساق پر اسی طرح ٹوٹتے تھے۔ اسی طرح اور اخلاق کا بھی حال ہے۔ اس توضیح کے بعد اب مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ شانہٗ ایسے لوگوں کے اخلاق کا تعلق بجائے معاصی کے حسنات سے فرمادیتے ہیں۔ چوتھے یہ

کہ حق تعالیٰ شانہ ان کو اپنی برائیوں پر توبہ کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی وجہ سے پرانے پرانے گناہ یاد آ کر ندامت اور توبہ کا سبب ہوتا ہے اور ہر گناہ کے بدلے ایک توبہ جو عبادت ہے اور نیکی ہے ثبت ہو جاتی ہے۔ پانچویں یہ ہے کہ اگر مولائے کریم کو کسی کی کوئی ادا پسند ہو اور اس کو اپنے فضل سے بُرائیوں کے برابر نیکیاں دے تو کسی کے باپ کا اجارہ ہے وہ مالک ہے' بادشاہ ہے' قدرت والا ہے۔ اس کی رحمت کی وسعت کا کیا کہنا' اس کی مغفرت کا دروازہ کون بند کر سکتا ہے' اس کی عطا کو کون روک سکتا ہے جو دے رہا ہے۔ وہ اپنی ہی مِلک سے دیتا ہے اس کو اپنی قدرت کے مظاہر بھی دکھانا ہیں' اپنی مغفرت کے کرشمے بھی اُسی دن ظاہر کرنا ہیں۔ احادیث میں محشر کا نظارہ اور حساب کی جانچ مختلف طریقوں سے وارد ہوئی ہے جس کو بہجۃ النفوس نے مختصر طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حساب چند انواع پر منقسم ہوگا۔ ایک نوع یہ ہوگی کہ بعض بندوں سے نہایت مخفی رحمت کے پردہ میں محاسبہ ہوگا اور ان کے گناہ ان کو گنوائے جائیں گے اور کہا جائیگا کہ تو نے فلاں وقت یہ گناہ کیا' فلاں وقت ایسا کیا اور اسکو اقرار بغیر چارۂ کار نہ ہوگا حتیٰ کہ وہ گناہوں کی کثرت سے یہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہو گیا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں بھی تجھ پر ستاری کی' آج بھی ستاری کرتے ہیں اور معاف کرتے ہیں۔ چنانچہ جب یہ شخص اور اس جیسا جو ہوگا وہ حساب کے مقام سے واپس جائے گا۔ تو لوگ دیکھ کر کہیں گے کہ یہ کیسا مبارک بندہ ہے کہ اُس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں اسلئے کہ اُن کو اس کے گناہوں کی خبر ہی نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک نوع ایسی ہوگی کہ اُن کیلئے چھوٹے بڑے گناہ ہونگے۔ اس کے بعد ارشاد ہوگا کہ اچھا ان کے چھوٹے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دو تو وہ جلدی سے کہیں گے کہ ابھی اور بھی گناہ ایسے ہیں جو یہاں ذکر نہیں کئے گئے۔ اسی طرح اور انواع کا ذکر کیا ہے کہ کس کس طرح سے پیشی اور حساب ہوگا۔

سب سے اخیر میں جہنم سے نکلنے والے شخص کا قصہ

حدیث میں ایک قصہ آتا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے اخیر میں جہنم سے نکالا جائیگا اور سب سے اخیر میں جنت میں داخل کیا جائے گا۔ ایک شخص کو بلایا جائیگا اور فرشتوں سے کہا جائے گا کہ اس کے بڑے بڑے گناہ تو ابھی ذکر نہ کئے جائیں۔ چھوٹے چھوٹے گناہ اس کے سامنے پیش کئے جائیں' اُن پر باز پُرس کی جائے۔ چنانچہ یہ شروع ہو جائیگا اور ایک ایک گناہ وقت کے حوالہ کیساتھ اس کو جتایا جائیگا۔ وہ انکار کیسے کر سکتا ہے اقرار کرتا جائے گا۔ اتنے میں ارشاد ربی ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دی جائے گی تو وہ جلدی سے کہے گا کہ ابھی تو اور بھی بہت سے گناہ باقی ہیں اُن کا تو ذکر ہی نہیں آیا۔ اس قصہ کو نقل فرماتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہنسی آ گئی۔

اس قصے میں اوّل تو جہنم میں سے سب سے اخیر میں نکلنا ہے یہی کیا کم سزا ہے دوسرے کیا معلوم کون خوش قسمت ایسا ہو سکتا ہے کہ جس کے گناہوں کی تبدیلی ہو اس لئے اللہ کی پاک ذات سے اُمید کرتے ہوئے فضل کا مانگتے رہنا بندگی کی شان ہے لیکن اس پر مطمئن ہونا جراُت ہے البتہ سیئات کو حسنات سے بدلنے کا سبب اخلاص سے مجالسِ ذکر میں حاضری حدیث بالا سے معلوم ہوتی ہی ہے لیکن اخلاص بھی اللہ ہی کی عطا سے ہو سکتا ہے۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ جہنم سے اخیر میں نکلنے والے کے بارہ میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں لیکن ان میں کوئی اشکال نہیں۔ ایک معتد بہ جماعت اگر نکلے تو بھی ہر شخص اخیر میں نکلنے والا ہے اور جو قریب اخیر کے نکلے وہ بھی اخیر ہی کہلاتا ہے نیز خاص خاص جماعت کا اخیر بھی مراد ہو سکتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذکر کرنے والوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا فرشتوں پر فخر کرنا

عن معوية رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج على حلقة من اصحابه فقال ما اجلسكم قالو اجلسنا نذكر الله ونحمده على ماهدنا للاسلام ومن به علينا قال الله ما اجلسكم الا ذلك قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك قال اما انى لم استحلفكم تهمة لكم ولكن اتانى جبرئيل فاخبرني ان الله يباهى بكم الملائكة (رواه احمد و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ کس بات نے تم لوگوں کو یہاں بٹھایا ہے۔ عرض کیا کہ اللہ جل شانہ٬ کا ذکر کررہے ہیں اور اس بات پر اس کی حمد وثنا کررہے ہیں کہ اس نے ہم لوگوں کو اسلام کی دولت سے نوازا۔ یہ اللہ کا بڑا ہی احسان ہم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا خدا کی قسم صرف اسی وجہ سے بیٹھے ہو۔

اخلاص کی اہمیت اور حقیقت

اس حدیث میں اہم مسئلہ اخلاص کا ہے اور اخلاص کی قید اور بھی بہت سی احادیث میں اس رسالہ میں نظر سے گذرے گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اخلاص ہی کی قدر ہے۔ جس درجہ کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی عمل کی قیمت ہوگی۔ صُوفیہ کے نزدیک اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ قال اور حال برابر ہوں۔ ایک حدیث میں آئندہ آرہا ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ گناہوں سے روک دے۔ بحۃ النفوس میں لکھا ہے ایک بادشاہ کیلئے جو نہایت ہی جابر اور متشدد تھا ایک جہاز میں بہت سی شراب لائی جارہی تھی۔ ایک صاحب کا اس جہاز پر گذر ہوا اور جسقدر ٹھلیاں شراب سے بھری ہوئی تھیں سب ہی توڑ دیں ایک چھوڑ دی۔ کسی شخص کی ہمّت ان کو روکنے کی نہ پڑی لیکن اس پر حیرت تھی کہ اس بادشاہ کے تشدد کا مقابلہ بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا پھر اُس نے کس طرح جرأت کی۔ بادشاہ کو اطلاع دی گئی۔ اس کو بھی تعجب ہوا۔ اولاً اس بات پر کہ اس کے مال پر کس طرح ایک معمولی آدمی نے جرأت کی اور پھر اس پر کہ ایک مٹکی کیوں چھوڑ دی۔ ان صاحب کو بُلایا گیا پوچھا کہ یہ کیوں کیا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے دل میں اس کا تقاضا ہوا اسلئے ایسا کیا۔ تمہارا جو دل چاہے سزا دیدو۔ اُس نے پوچھا کہ یہ ایک کیوں چھوڑ ی۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اولا اسلامی غیرت کا تقاضا تھا اس لئے میں نے توڑیں مگر جب ایک رہی تو میرے دل میں ایک خوشی سی پیدا ہوئی کہ میں نے ایک ناجائز کام کو مٹادیا تو مجھے اس کے توڑنے میں یہ شبہ ہوا کہ حظِ نفس دل کی خوشی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے ایک کو چھوڑ دیا۔ بادشاہ نے کہا اس کو چھوڑ دو یہ مجبور تھا۔

بنی اسرائیل کے ایک عبادت گذار کا واقعہ

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جو ہر وقت عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ ایک جماعت اس کے پاس آئی اور کہا کہ یہاں ایک قوم ہے جو ایک درخت کو پُوجتی ہے۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کلہاڑا کندھے پر رکھ کر اس کو کاٹنے کے لئے چل دیا۔ راستہ میں شیطان ایک پیر مرد کی صورت میں ملا۔ عابد سے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ اُس نے کہا فلاں درخت کاٹنے جاتا ہوں۔ شیطان نے کہا، تمہیں اس درخت سے کیا واسطہ تم اپنی عبادت میں مشغول رہو تم نے اپنی عبادت کو ایک مہمل کام کے واسطے چھوڑ دیا۔ عابد نے کہا یہ بھی عبادت ہے۔ شیطان نے کہا میں نہیں کاٹنے دوں

گا۔ دونوں میں مقابلہ ہوا۔ وہ عابد اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے اپنے کو عاجز دیکھ کر خوشامد کی اور کہا اچھا ایک بات سن لے عابد نے اس کو چھوڑ دیا۔ شیطان نے کہا کہ اللہ نے تجھ پر اس کو فرض تو کیا نہیں۔ تیرا اس سے کوئی نقصان نہیں۔ تو اس کی پرستش نہیں کرتا۔ اللہ کے بہت سے نبی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو کسی نبی کے ذریعہ سے اس کو کٹوا دیتا۔ عابد نے کہا میں ضرور کاٹوں گا۔ پھر مقابلہ ہوا اور عابد پھر اس کے سینے پر چڑھ گیا۔ شیطان نے کہا اچھا سن ایک فیصلہ والی بات تیرے نفع کی کہوں۔ اُس نے کہا کہہ۔ شیطان نے کہا تو غریب ہے دنیا پر بوجھ بنا ہوا ہے تو اُس کام سے باز آ میں تجھے روزانہ تین دینار (اشرفی) دیا کروں گا۔ جو روزانہ تیرے سرہانے رکھے ہوئے ملا کریں گے۔ تیری بھی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ اپنے اعزہ پر بھی احسان کر سکے گا۔ فقیروں کی مدد کر سکے گا اور بہت سے ثواب کے کام کر سکے گا۔ اس میں ایک ہی ثواب ہوگا اور وہ بھی بیکار کہ وہ لوگ پھر دوسرا لگالیں گے۔ عابد کی سمجھ میں آ گیا قبول کر لیا۔ دو دن تو وہ ملے تیسرے دن سے ندارد۔ عابد کو غصہ آیا اور کلہاڑی لے کر پھر چلا۔ راستہ میں وہ بوڑھا ملا پوچھا کہاں جارہا ہے۔ عابد نے بتایا کہ اسی درخت کو کاٹنے جارہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا کہ تو اس کو نہیں کاٹ سکتا۔ دونوں میں جھگڑا ہوا وہ بوڑھا غالب آ گیا اور عابد کے سینہ پر چڑھ گیا۔ عابد کو بڑا تعجب ہوا اس سے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ تو اس مرتبہ غالب ہو گیا۔ اُس بوڑھے نے کہا پہلی مرتبہ تیرا غصہ خالص اللہ کے واسطے تھا اس لئے اللہ جل شانہٗ نے مجھے مغلوب کر دیا تھا اس مرتبہ اس میں دیناروں کا دخل تھا اس لئے تو مغلوب ہوا۔ حق یہ ہے کہ جو کام خالص اللہ کے واسطے کیا جاتا ہے اس میں بڑی قوت ہوتی ہے۔

انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے

''انسان کو مایوس نہیں ہونا چاہئے حق تعالیٰ سے اچھی امید رکھنا چاہئے'' وہ بندے کے ظن کے ساتھ ہیں جیسا بندہ ان کے ساتھ گمان کرتا ہے ویسا ہی معاملہ اس کے ساتھ فرماتے ہیں' بڑی رحیم کریم ذات ہے مگر شرط یہ ہے کہ طلب ہوا اور کام میں لگا رہے جو بھی ہو سکے کرتا رہے پھر وہ اپنے بندہ کے ساتھ رحمت اور فضل ہی کا معاملہ فرماتے ہیں وہ کسی کی محنت یا طلب کو رائیگاں یا فراموش نہیں فرماتے ایک شخص کا مقولہ مجھ کو بہت پسند آیا کہ کئے جاؤ اور لئے جاؤ واقعی ایسی ہی ذات ہے اس قائل نے (کہنے والے نے) بہت بڑا اور اہم مضمون کو دو لفظوں میں بیان کر دیا۔ ہاں لگا رہنا شرط ہے اور ایک یہ ضروری بات ہے کہ ماضی اور مستقبل کی فکر میں نہ پڑے اس سے بھی انسان بڑی دولت سے محروم رہتا ہے کیونکہ یہ بھی تو ماسوا اللہ ہی کی مشغولی ہے۔ خلاصہ میرے مضمون کا یہ ہے کہ قصد سے ماضی و مستقبل کے مراقبے کی ضرورت نہیں ہے اگر بغیر قصد کے خیال آ جائے تو ماضی کی کوتاہیوں پر توبہ واستغفار کر لیا کرے بس کافی ہے پچھلے معاصی کا کاوش کے ساتھ استحضار بھی کبھی حجاب بن کر خسران کا سبب ہو جاتا ہے اور اس طرح نہ آئندہ کے لئے تجویزات کی ضرورت ہے' یہ بھی ضرر رساں ہے نہ اس کی ضرورت کہ میں نے پہلے کیا کیا تھا اور اب کیا ہوگا اور میں کچھ ہوا یا نہیں' جھگڑوں میں وقت ضائع کرتے ہو' کام میں لگو ان فضولیات کو چھوڑ دو' کسی حالت میں بھی مایوس نہ ہو وہ تو دربار ہی عجیب ہے کوئی شخص کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو ایک لمحہ ایک منٹ میں کایا پلٹ جاتی ہے بشرطیکہ خلوص کے ساتھ اس طرح متوجہ ہو کر رجوع کرے اور آئندہ کے لئے استقلال کا عزم کرے پھر تو جس نے کبھی ساری عمر اللہ تعالیٰ نام نہ لیا ہو اور اپنی تمام عمر کا حصہ معاصی اور لہو ولعب میں برباد کیا ہو اس کے لئے بھی رحمت کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں جو بندے کے لئے مشکل ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے آسان ہے۔

رحمت حق ہر وقت اپنے بندوں کے لئے بخشش کا بہانہ ڈھونڈتی ہے فی الحقیقت حق تعالیٰ ادنیٰ بہانے سے بندوں پر رحم فرما دیتے ہیں نجات تو چھوٹی سی بات پر ہو جاتی ہے مگر چھوٹی بات پر مؤاخذہ نہیں ہوتا مواخذہ تو بڑی ہی بات پر فرماتے ہیں اب رہا یہ کہ کوئی بڑی بات کو چھوٹی بات خیال کرے اس کا کسی کے پاس کیا علاج ہے۔ (از افادات حکیم الامت)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سب اعمال سے بڑھ کر عذاب قبر سے نجات دینے والا عمل

عن معاذ رضی الله عنه بن جبل قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ما عمل ادمی عملا انجی له من عذاب القبر من ذکر الله. (اخرجه احمد)

ترجمہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کسی آدمی کا کوئی عمل عذاب قبر سے زیادہ نجات دینے والا نہیں ہے۔

عذاب قبر کی سختی

تشریح: عذابِ قبر کتنی سخت چیز ہے اس سے وہی لوگ واقف ہیں جن کے سامنے وہ احادیث ہیں، جو عذاب قبر کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لیجاتے تو اس قدر روتے، کہ ڈاڑھی مبارک تر ہوجاتی۔ کسی نے پوچھا کہ آپ جنت کے دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے سب سے پہلی منزل ہے جو شخص اس سے نجات پالے بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہوجاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے بعد کی منزلیں دشوار ہی ہوتی جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہؓ ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد عذابِ قبر سے پناہ مانگتے تھے۔ حضرت زیدؓ ارشاد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ تم ڈر اور خوف کی وجہ سے مردوں کا دفن کرنا چھوڑ دو گے ورنہ اس کی دعاء کرتا کہ اللہ جل شانہٗ تمہیں بھی عذابِ قبر سنادے۔ آدمیوں اور جنات کے سوا اور جاندار عذابِ قبر کو سُنتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا بدکنا

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بدکنے لگی۔ کسی نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کو کیا ہوا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک آدمی کو قبر کا عذاب ہورہا ہے اُسکی آواز سے بدکنے لگی۔

قبر کا اعلان:

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے تو چند آدمیوں کو دیکھا کہ کِھل کھلا کر ہنس رہے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو اکثر یاد کیا کرو تو یہ بات نہ ہو۔ کوئی دن قبر پر ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ اعلان نہیں کرتی کہ میں غربت کا گھر ہوں۔ تنہائی کا گھر ہوں، کیڑوں اور جانوروں کا گھر ہوں جب کوئی مؤمن (کامل ایمان والا) دفن ہوتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے تیرا آنا مبارک ہے۔ تُو نے بہت ہی اچھا کیا کہ آ گیا۔ جتنے لوگ میری پُشت پر (یعنی زمین پر) چلتے تھے تو اُن سب میں مجھے بہت، محبوب تھا۔ آج تو میرے سپرد ہوا تو میرا حُسنِ سلوک بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد وہ اس قدر وسیع ہوجاتی ہے کہ منتہائے نظر تک کھل جاتی ہے اور جنت کا ایک دروازہ اس میں کھل جاتا ہے جس سے وہاں کی

ہوائیں خوشبوئیں وغیرہ پہنچتی رہتی ہیں اور جب کافر یا فاجر دفن کیا جاتا ہے تو قبر کہتی ہے کہ تیرا آنا منحوس اور نامبارک ہے کیا ضرورت تھی تیرے آنے کی۔ جتنے آدمی میری پشت پر چلتے تھے۔ سب میں زیادہ بغض مجھے تجھ سے تھا۔ آج تو میرے حوالہ ہوا تو میرا معاملہ بھی دیکھے گا۔ اس کے بعد اُس کو اس قدر زور سے بھینچتی ہے کہ پسلیاں ایک دوسری میں گھُس جاتی ہیں۔ جس طرح ہاتھ میں ہاتھ ڈالنے سے انگلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ اس کے بعد نوے یا ننانوے اژدہے اس پر مسلّط ہوجاتے ہیں جو اس کو نوچتے رہتے ہیں اور قیامت تک یہی ہوتا رہے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ایک اژدہا بھی اُن میں زمین پر پھنکار مار دے تو قیامت تک زمین میں گھاس نہ اُگے۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قبر یا جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا۔

چغل خوری اور پیشاب سے بے احتیاطی کا عذاب

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ ایک کو چغل خوری کے جرم میں دوسرے کو پیشاب کی احتیاط نہ کرنے میں (کہ بدن کو اس سے بچاتا نہ تھا) ہمارے کتنے مہذب لوگ ہیں جو استنجے کو عیب سمجھتے ہیں اس کا مذاق اڑاتے ہیں علماء نے پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ ابن حجرؒ مکی نے لکھا ہے کہ صحیح روایت میں آیا ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی وجہ سے ہوتا ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ قبر میں سب سے پہلے مطالبہ پیشاب کا ہوتا ہے۔ بالجملہ عذاب قبر نہایت سخت چیز ہے اور جیسا کہ اس کے ہونے میں بعض گناہوں کو خاص دخل ہے۔ اسی طرح اس سے بچنے میں بھی بعض عبادات کو خصوصی شرافت حاصل ہے چنانچہ متعدد احادیث میں وارد ہے کہ سورۂ تبارک الذی کا ہر رات کو پڑھتے رہنا عذابِ قبر سے نجات کا سبب ہے اور عذاب جہنم سے بھی حفاظت کا سبب ہے اور اللہ کے ذکر کے بارے میں تو حدیث بالا ہے ہی۔

دل کی سوئی اللہ کی طرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکتوب دیکھا جو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام لکھا تھا کہ

''حضرت...... میں اپنے دل کی یہ کیفیت محسوس کرتا ہوں کہ جس طرح قطب نما کی سوئی ہمیشہ شمال کی طرف رہتی ہے۔ اسی طرح اب میرے دل کی یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ چاہے کہیں پر بھی کام کر رہا ہوں...... چاہے مدرسے میں ہوں یا گھر میں ...... دکان پر ہوں یا بازار میں ہوں...... لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دل کی سوئی تھانہ بھون کی طرف ہے'' اب ہم لوگ اس کیفیت کو اس وقت تک کیا سمجھ سکتے ہیں جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل سے ہم لوگوں کو عطا نہ فرما دے لیکن کوشش اور مشق سے یہ چیز حاصل ہوجاتی ہے کہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہے...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری کا احساس ہوتا رہے تو پھر آہستہ آہستہ یہ کیفیت حاصل ہوجاتی ہے کہ زبان سے دل لگی کی باتیں ہو رہی ہیں مگر دل کی سوئی اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ کیفیت عطا فرما دے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ذاکرین قیامت کے دن قابل رشک ہوں گے

عن ابی الدرداء رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لیبعثن الله اقواما یوم القیمة فی وجوههم النور علی منابراللؤلؤ یغبطهم الناس لیسوا بانبیاء ولا شهداء فقال اعرابی حلهم لنا نعرفهم قال هم المتحابون فی الله من قبائل شتی وبلاد شتی یجتمعون علی ذکراللّٰه یذکرونه (اخرجه الطبرانی)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن اللہ جل شانہٗ بعضی قوموں کا حشر اسی طرح فرمائیں گے کہ انکے چہروں میں نُور چمکتا ہوا ہوگا وہ موتیوں کے ممبروں پر ہونگے لوگ اُن پر رشک کرتے ہونگے وہ انبیاء اور شہداء نہیں ہونگے۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ اُنکا حال بیان کردیجئے کہ ہم اُن کو پہچان لیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ ہونگے جو اللہ کی محبت میں مختلف خاندانوں سے مختلف جگہوں سے آ کر ایک جگہ جمع ہوگئے ہوں اور اللہ کے ذکر میں مشغول ہوں۔

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہونگے جن پر زبرجد (زمرد) کے بالا خانے ہونگے ان میں چاروں طرف دروازے کھلے ہوئے ہونگے وہ ایسے چمکتے ہونگے جیسے کہ نہایت روشن ستارہ چمکتا ہے۔ان بالا خانوں میں وہ لوگ رہیں گے جو اللہ کے واسطے آپس میں محبت رکھتے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کے واسطے ایک جگہ اکٹھے ہوں اور وہ لوگ جو اللہ ہی کیواسطے آپس میں ملتے جلتے ہوں۔

زبرجد اور زمرد: فائدہ: اس میں اطباء کا اختلاف ہے کہ زبرجد اور زمرد ایک ہی پتھر کے دو نام' ہیں یا ایک پتھر کی دو قسمیں ہیں یا ایک ہی نوع کے دو پتھر ہیں۔ بہر حال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار ہوتا ہے۔اس کے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں۔

خانقاہوں میں بیٹھنے والے اہل اللہ

آج خانقاہوں کے بیٹھنے والوں پر ہر طرح الزام ہے ہر طرف سے فقرے کسے جاتے ہیں۔ آج انہیں جتنا دل چاہے بُرا بھلا کہہ لیں۔کل جب آنکھ کھلے گی اس وقت حقیقت معلوم ہوگی کہ یہ بوریوں پر بیٹھنے والے کیا کچھ کما کر لے گئے' جب وہ ان منبروں اور بالا خانوں پر ہونگے اور یہ ہنسے والے اور گالیاں دینے والے کیا کما کر لے گئے۔

ان خانقاہوں کی اللہ کے یہاں کیا قدر ہے جن پر آج چاروں طرف سے گالیاں پڑتی ہیں یہ ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے جن میں ان کی فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں۔ایک حدیث میں وارد ہے کہ جس گھر میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہو وہ آسمان والوں کیلئے ایسا چمکتا ہے جیسے زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔ایک حدیث میں ہے کہ ذکر کی مجالسِ پر جو سکینہ (ایک خاص نعمت) نازل ہوتی ہے فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں' رحمت الٰہی اُن کو ڈھانک لیتی ہے اور اللہ جل شانہٗ عرش پر اُن کا ذکر فرماتے ہیں۔ابورزینؓ ایک صحابی ہیں۔وہ کہتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے دین کی تقویت کی چیز بتاؤں جس

سے تو دونوں جہان کی بھلائی کو پہنچے، وہ اللہ کا ذکر کرنیوالوں کی مجلسیں ہیں اُن کو مضبوط پکڑ اور جب تو تنہا ہوا کرے تو جتنی بھی قدرت ہو اللہ کا ذکر کرتا رہ۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آسمان والے ان گھروں کو جن میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے ایسا چمکدار دیکھتے ہیں جیسا کہ زمین والے ستاروں کو چمکدار دیکھتے ہیں۔ یہ گھر جن میں اللہ کا ذکر ہے ایسے منور اور روشن ہوتے ہیں کہ اپنے نُور کی وجہ سے ستاروں کی طرح چمکتے ہیں اور جن کو اللہ جل شانہٗ نُور کے دیکھنے کی آنکھیں عطا فرماتے ہیں وہ یہاں بھی اُن کی چمک دیکھ لیتے ہیں۔ بہت سے اللہ کے بندے ایسے ہیں جو بزرگوں کا نُور، ان کے گھروں کا نور اپنی آنکھوں سے چمکتا ہوا دیکھتے ہیں چنانچہ حضرت فضیلؒ بن عیاض جو مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ جن گھروں میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسا چمکتے ہیں جیسا کہ چراغ۔

قرآن کریم اور حدیث نبوی کا نور

شیخ عبدالعزیزؒ دباغ ابھی قریب ہی زمانہ میں ایک بزرگ گذرے ہیں جو بالکل اُمی تھے مگر قرآن شریف کی آیت، حدیث قدسی، حدیث نبوی اور موضوع حدیث کو علٰیحدہ علٰیحدہ بتادیتے تھے اور کہتے تھے کہ متکلم کی زبان سے جب لفظ نکلتے ہیں تو ان الفاظ کے نُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ کس کا کلام ہے کہ اللہ پاک کے کلام کا نُور علٰیحدہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کا نُور دوسرا ہے اور دوسرے کلاموں میں یہ دونوں نُور نہیں ہوتے۔

حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری کا واقعہ

تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ میں بروایت مولانا ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرتؒ مسجد حرام میں طوافِ قدوم کے لئے تشریف لائے تو احقر (حضرت شیخ الحدیث کاندھلوی رحمہ اللہ) مولانا محبّ الدین صاحبؒ (جو اعلٰحضرت مولانا الحاج امداد اللہ صاحب مہاجر مکّی نور اللہ مرقدہٗ کے خاص خلفاء میں تھے اور صاحبِ کشف مشہور تھے) کے پاس بیٹھا تھا۔ مولانا اس وقت درود شریف کی کتاب کھولے ہوئے اپنا ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہوکر فرمانے لگے اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ دفعۃً سارا حرم انوار سے بھر گیا، میں خاموش رہا کہ اتنے میں، حضرتؒ طواف سے فارغ ہوکر مولانا کے پاس کو گذرے۔ مولانا کھڑے ہوگئے اور ہنس کر فرمایا کہ میں بھی تو کہوں آج حرم میں کون آ گیا۔ مجالسِ ذکر کی فضیلت مختلف عنوانات سے بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ افضل ترین رباط نماز ہے اور ذکر کی مجالس۔ رباط کہتے ہیں۔ دارُ الاسلام کی سرحد کی حفاظت کرنے کو تاکہ کفار اس طرف سے حملہ نہ کریں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

3

جنت کے باغ

عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذامررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قال وما ریاض الجنۃ قال حلق الذکر. (اخرجہ احمد و الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔

جنت کے باغوں میں چرنے کا مطلب

تشریح: مقصود یہ ہے کہ کسی خوش قسمت کی اُن مجالس اُن حلقوں تک رسائی ہوجائے تو اسکو بہت زیادہ غنیمت سمجھنا چاہیے کہ یہ دنیا ہی میں جنت کے باغ ہیں اور ''خوب چرو'' سے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا کسی باغ میں چرنے لگتا ہے تو معمولی سے ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا۔ بلکہ مالک کے ڈنڈے وغیرہ بھی کھاتا رہتا ہے لیکن اِدھر سے منہ نہیں موڑتا۔ اسی طرح ذکر کرنیوالے کو بھی دنیاوی تفکرات اور موانع کی وجہ سے ادھر سے مُنہ نہ موڑنا چاہیے اور جنت کے باغ اس لئے فرمائے کہ جیسا کہ جنت میں کسی قسم کی آفت نہیں ہوتی اسی طرح یہ مجالس بھی آفات سے محفوظ رہتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر دلوں کی شفا ہے یعنی دل میں جس قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں، تکبر، حسد، کینہ وغیرہ سب ہی امراض کا علاج ہے۔ صاحب الفوائد فی الصلوٰۃ والعوائد نے لکھا ہے کہ آدمی ذکر پر مداومت سے تمام آفتوں سے محفوظ رہتا ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ذکر اللہ کی کثرت کا حکم کرتا ہوں اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پیچھے کوئی دشمن لگ جائے اور وہ اس سے بھاگ کر کسی قلعہ میں محفوظ ہوجائے اور ذکر کرنے والا اللہ جل شانہٗ کا ہمنشیں ہوتا ہے اور اس سے بڑھ کر اور کیا فائدہ ہوگا کہ وہ مالک الملک کا ہمنشین ہوجائے اسکے علاوہ اُس سے شرح صدر ہوجاتا ہے، دل منور ہوجاتا ہے۔ اسکے دل کی سختی دُور ہوجاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سے ظاہری اور باطنی منافع ہوتے ہیں جن کو بعض علماء نے سو ۱۰۰ تک شمار کیا ہے۔ انتہٰی۔

حضرت ابوامامہؓ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے خواب میں دیکھا کہ جب بھی آپ اندر جاتے ہیں یا باہر آتے ہیں یا کھڑے ہوتے ہیں یا بیٹھتے ہیں تو فرشتے آپ کے لئے دعا کرتے ہیں۔ ابوامامہؓ نے فرمایا اگر تمہارا دل چاہے تو تمہارے لئے بھی وہ دعا کرسکتے ہیں۔ پھر یہ آیت پڑی یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ۝ سے رَحِیْمًا تک گویا اس طرف اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت اور ملائکہ کی دُعا تمہارے ذکر پر متفرع ہے جتنا تم ذکر کروگے اُتنا ہی اُدھر سے ذکر ہوگا۔

نفلی عبادات میں کوتاہی کا ذکر اللہ کی کثرت سے ازالہ ہوجاتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو تم میں سے عاجز ہو راتوں کو محنت کرنے سے اور بخل کی وجہ سے مال بھی نہ خرچ کیا جاتا ہو (یعنی نفلی صدقات) اور بزدلی کی وجہ سے جہاد میں بھی شرکت نہ کرسکتا ہو اُسکو چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کیا کرے۔

ذکر اللہ کی کثرت کی برکات

یعنی ہر قسم کی کوتاہی جو عبادات نفلیہ میں ہوتی ہے اللہ کے ذکر کی کثرت اسکی تلافی کر سکتی ہے۔ حضرت انسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ اللہ کا ذکر ایمان کی علامت ہے اور نفاق سے براءت ہے اور شیطان سے حفاظت ہے اور جہنم کی آگ سے بچاؤ ہے اور انہیں منافع کیوجہ سے اللہ کا ذکر بہت سی عبادتوں سے افضل قرار دیا گیا ہے بالخصوص شیطان کے تسلّط سے بچنے میں اس کو خاص دخل ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ شیطان گھٹنے جمائے ہوئے آدمی کے دل پر مسلّط رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ عاجز و ذلیل ہو کر پیچھے ہٹ جاتا ہے آدمی غافل ہوتا ہے تو یہ وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے۔ اسلیئے صوفیہ کرام ذکر کی کثرت کراتے ہیں تاکہ قلب میں اسکے وساوس کی گنجائش نہ رہے اور وہ اتنا قوی ہو جائے کہ اسکا مقابلہ کر سکے۔ یہی راز ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت سے یہ قوتِ قلبیہ اعلیٰ درجہ پر حاصل تھی تو ان کو ضربیں لگانے کی ضرورت پیش نہ آتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے جتنا بعد ہوتا گیا اُتنی ہی قلب کے لئے اس مقوی قلب خمیرہ کی ضرورت بڑھتی گئی۔ اب قلوب اس درجہ ماؤف ہو چکے ہیں کہ بہت سے علاج سے بھی وہ درجہ قوت کا تو حاصل نہیں ہوتا لیکن جتنا بھی ہو جاتا ہے وہی بسا غنیمت ہے کہ وبائی مرض میں جسقدر بھی کمی ہو بہتر ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے اللہ جل شانہٗ سے دُعا کی کہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی صورت اُن پر منکشف ہو جائے کہ کس طرح ڈالتا ہے تو انہوں نے دیکھا کہ دل کے بائیں طرف مونڈھے کے پیچھے مچھر کی شکل سے بیٹھا ہے۔ ایک لمبی سی سُونڈ منہ پر ہے جس کو سوئی کی طرح سے دل کی طرف لے جاتا ہے اس کو ذاکر پاتا ہے تو جلدی سے اس سونڈ کو کھینچ لیتا ہے غافل پاتا ہے تو اس سونڈ کے ذریعے سے وساوس اور گناہوں کا زہر انجکشن کے ذریعہ سے دِل میں بھرتا ہے۔ ایک حدیث میں بھی یہ مضمون آیا ہے کہ شیطان اپنی ناک کا اگلا حصّہ آدمی کے دل پر رکھے ہوئے بیٹھا رہتا ہے جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ذلت سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو اس کے دل کو لقمہ بنالیتا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا ذکر اتنا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں

عن ابی سعیدؓ الخدری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اکثر واذکر اللہ حتی یقولوا مجنون (رواہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ کا ذکر ایسی کثرت سے کیا کرو کہ لوگ مجنوں کہنے لگیں۔

تشریح: دوسری حدیث میں کہ ایسا ذکر کرو کہ منافق لوگ تمہیں ریاکار کہنے لگیں۔

کسی کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو

فائدہ: اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافقوں یا بیوقوفوں کے ریاکار کہنے یا مجنون کہنے سے ایسی بڑی دولت چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کثرت اور اہتمام سے کرنا چاہیے کہ یہ لوگ تم کو پاگل سمجھ کر تمہارا پیچھا چھوڑ دیں اور مجنون جب ہی کہا جائیگا جب نہایت کثرت سے اور زور سے ذکر کیا جائے آہستہ میں یہ بات نہیں ہوسکتی۔ ابن کثیرؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے کوئی چیز بندوں پر ایسی فرض نہیں فرمائی جس کی کوئی حد مقرر نہ کردی ہو اور پھر اس کے عذر کو قبول نہ فرمالیا ہو بجز اللہ کے ذکر کے کہ نہ اس کی کوئی حد مقرر فرمائی اور نہ عقل رہنے تک کسی کو معذور قرار دیا چنانچہ ارشاد ہے اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (اللہ جل شانہٗ کا خوب کثرت سے ذکر کیا کرو) رات میں دن میں جنگل میں دریا میں سفر میں حضر میں فقر میں تونگری میں بیماری میں صحت میں آہستہ اور پکار کر اور ہر حال میں۔

قابل تعجب آدمی

حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں لکھا ہے کہ حضرت عثمانؓ سے قرآن پاک کے ارشاد وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا میں منقول ہے کہ وہ سونے کی ایک تختی تھی جس میں سات سطریں لکھی ہوئی تھیں جن کا ترجمہ یہ ہے۔ (١) مجھے تعجب ہے اُس شخص پر جو موت کو جانتا ہو پھر بھی ہنسے۔ (٢) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ دنیا آخر ایک دن ختم ہونے والی ہے پھر بھی اس میں رغبت کرے۔ (٣) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہو کہ ہر چیز مقدر سے ہے پھر کسی چیز کے جاتے رہنے پر افسوس کرے۔ (٤) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو آخرت میں حساب کا یقین ہو پھر بھی مال جمع کرے۔ (٥) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسکو جہنم کی آگ کا علم ہو پھر بھی گناہ کرے۔ (٦) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو اللہ کو جانتا ہو پھر کسی اور چیز کا ذکر کرے۔ (٧) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جس کو جنت کی خبر ہو پھر دنیا میں کسی چیز سے راحت پائے۔ بعض نسخوں میں یہ بھی ہے کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو دشمن سمجھے پھر بھی اُس کی اطاعت کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذکر کی تاکید

حافظؒ نے حضرت جابرؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ حضرت جبرئیلؑ مجھے اللہ کے ذکر کی اس قدر تاکید کرتے رہے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ بغیر ذکر کے کوئی چیز نفع نہ دے گی۔ ان سب روایات سے یہ معلوم ہوا کہ ذکر کی جتنی بھی کثرت ممکن ہو دریغ نہ کرے۔ لوگوں کے مجنون یا ریاکار کہنے کی وجہ سے اس کو چھوڑ دینا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔

شیطان کا حیلہ

صوفیہ نے لکھا ہے کہ یہ بھی شیطان کا ایک دھوکہ ہے کہ اوّل

وہ ذکر سے اس خیال سے روکتا ہے کہ لوگ دیکھیں گے کوئی دیکھے گا تو کیا کہیگا وغیرہ وغیرہ۔ پھر شیطان کو روکنے کے لئے یہ ایک مستقل ذریعہ اور حیلہ مل جاتا ہے۔ اس لئے یہ تو ضروری ہے کہ دکھلانے کی نیت سے کوئی عمل نہ کرے لیکن اگر کوئی دیکھ لے تو بلا سے دیکھے اس وجہ سے چھوڑنا بھی نہ چاہیے۔

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ کا واقعہ

حضرت عبداللہ ذوالبجادینؓ ایک صحابیؓ ہیں جو لڑکپن میں یتیم ہوگئے تھے چچا کے پاس رہتے تھے۔ وہ بہت اچھی طرح رکھتا تھا۔ گھر والوں سے چھپ کر مسلمان ہوگئے تھے۔ چچا کو خبر ہوگئی تو اس نے غصہ میں بالکل ننگا کر کے نکال دیا۔ ماں بھی بیزار تھی، لیکن پھر ماں تھی ایک موٹی سی چادر ننگا دیکھ کر دیدی جس کو انہوں نے دو ٹکڑے کر کے ایک سے ستر ڈھکا، دوسرا اوپر ڈال لیا۔ مدینہ طیبہ حاضر ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر پڑے رہا کرتے اور بہت کثرت سے بلند آواز کے ساتھ ذکر کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا یہ شخص ریا کار ہے کہ اس طرح ذکر کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ اوابین میں ہے۔ غزوۂ تبوک میں انتقال ہوا صحابہؓ نے دیکھا کہ رات کو قبروں کے قریب چراغ جل رہا ہے۔ قریب جا کر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں اُترے ہوئے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمارہے ہیں کہ لاؤ اپنے بھائی کو مجھے پکڑادو۔ دونوں حضرات نے نعش کو پکڑا دیا۔ دفن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے اللہ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہوجا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ سارے منظر دیکھ کر مجھے تمنا ہوئی کہ یہ نعش تو میری ہوتی۔

لوگوں کے خوف سے عمل چھوڑنا بھی ریا ہے

حضرت فضیلؒ جو اکابر صوفیہ میں ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی عمل کو اس وجہ سے نہ کرنا کہ لوگ دیکھیں گے۔ یہ بھی ریا میں شامل ہے اور اس وجہ سے کسی عمل کو کرنا تا کہ لوگ دیکھیں یہ شرک میں داخل ہے۔

کثرت سے ذکر کرنے والوں کی فضیلت

ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض آدمی ذکر کی کنجیاں ہیں کہ جب ان کی صورت دیکھی جائے تو اللہ کا ذکر کیا جائے۔ یعنی ان کی صورت دیکھ کر ہی اللہ کا ذکر یاد آئے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کے ولی ہیں وہ لوگ جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ تم میں بہترین وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کو دیکھنے سے اللہ تعالیٰ یاد آتے ہوں اور اس کے کلام سے علم میں ترقی ہوتی ہو اور اس کے اعمال سے آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو اور یہ بات جب ہی حاصل ہوسکتی ہے جب کوئی شخص کثرت سے ذکر کا عادی ہو۔ اور جسکو خود ہی توفیق نہ ہو اسکو دیکھ کر کیا کسی کو اللہ کی یاد آسکتی ہے۔ بعض لوگ پُکار کر ذکر کرنے کو بدعت اور ناجائز بتاتے ہیں یہ خیال حدیث پر نظر کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوگیا ہے۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے ایک رسالہ سباحۃ الفکر اسی مسئلہ میں تصنیف فرمایا ہے۔ جس میں تقریباً پچاس حدیثیں ایسی ذکر فرمائی ہیں جن سے جہر (پکار کر) ثابت ہوتا ہے۔ البتہ یہ ضروری امر ہے کہ شرائط کے ساتھ اپنی حدود کے اندر رہے کسی کی اذیت کا سبب نہ ہو۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سات آدمی جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں جگہ دیں گے

عن ابی ھریرةؓ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول سبعة یظلھم اللہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ الامام العادل والشاب نشاء فی عبادة اللہ ورجل قلبہ معلق بالمساجد (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سات آدمی ہیں جن کو اللہ جل شانہٗ اپنے (رحمت کے) سایہ میں ایسے دن جگہ عطا فرمائے گا جسدن اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ایک عادل بادشاہ۔ دوسرے وہ جوان جو جوانی میں اللہ کی عبادت کرتا ہو۔ تیسرے وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹک رہا ہو۔ چوتھے وہ دو شخص جن میں اللہ ہی کے واسطے محبت ہو اُسی پر اُن کا اجتماع ہو اُسی پر جدائی۔ پانچویں وہ شخص جس کو کوئی حسین شریف عورت اپنی طرف متوجہ کرے اور وہ کہدے کہ مجھے اللہ کا ڈر مانع ہے۔

تشریح: چھٹے وہ شخص جو ایسے مخفی طریق سے صدقہ کرے کہ دوسرے ہاتھ کو بھی خبر نہ ہو۔ ساتویں وہ شخص جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور آنسو بہنے لگیں۔

تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنا اور آنسو بہانا:

فائدہ: آنسو بہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ دیدہ و دانستہ اپنے معاصی اور گناہوں کو یاد کر کے رونے لگے اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ غلبہ شوق میں بے اختیار آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں۔ بروایت ثابتؒ بنانی ایک بزرگ کا مقولہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں مجھے معلوم ہوجاتا ہے کہ میری کونسی دعا قبول ہوئی لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح معلوم ہوجاتا ہے۔ فرمانے لگے کہ جس دعا میں بدن کے بال کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل دھڑکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں وہ دعا قبول ہوتی ہے۔ ان سات آدمیوں میں جس کا ذکر حدیثِ پاک میں وارد ہوا ایک وہ شخص بھی ہے جو اللہ کا ذکر تنہائی میں کرے اور رونے لگے اس شخص' میں دو خوبیاں جمع ہیں اور دونوں اعلیٰ درجہ کی ہیں۔ ایک اخلاص کہ تنہائی میں اللہ کی یاد میں مشغول ہوا۔ دوسرا اللہ کا خوف یا شوق کہ دونوں میں رونا آتا ہے اور دونوں کمال ہیں۔

ہمارا کام ہے راتوں کو رونا یادِ دلبر میں
ہماری نیند ہے محوِ خیالِ یار ہو جانا

حدیث کے الفاظ ہیں **رجل ذکر اللہ خالیا** (ایک وہ آدمی جو اللہ کا ذکر کرے اس حال میں کہ خالی ہو) صوفیہ نے لکھا ہے کہ خالی ہونے کے دو مطلب ہیں۔ ایک یہ کہ آدمیوں سے خالی ہو جس کے معنی تنہائی کے ہیں یہ عام مطلب ہے دوسرے یہ کہ دل اغیار سے خالی ہو۔ وہ فرماتے ہیں کہ اصل خلوت یہی ہے۔ اس لئے اکمل درجہ تو یہ ہے کہ دونوں خلوتیں حاصل ہوں لیکن اگر کوئی شخص مجمع میں ہو اور دل غیروں سے بالکل خالی ہو اور ایسے وقت اللہ کے ذکر سے کوئی شخص رونے لگے۔ تو وہ بھی اس میں داخل ہے کہ مجمع کا ہونا نہ ہونا اس کے حق میں برابر ہے۔ جب اس کا دل مجمع تو درکنار غیر اللہ کے التفات سے بھی خالی ہے تو اس کو مجمع کیا مضر ہوسکتا ہے۔ اللہ کی یاد میں یا اُس کے خوف سے رونا بڑی ہی دولت ہے۔ خوش نصیب ہے وہ شخص جس کو حق تعالیٰ شانہٗ میسر فرمادیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ

جو شخص اللہ کے خوف سے روئے وہ اس وقت تک جہنم میں نہیں جا سکتا جب تک کہ دودھ تھنوں میں واپس جائے (اور ظاہر ہے کہ یہ ناممکن ہے پس ایسے ہی اس کا جہنم میں جانا بھی ناممکن ہے) ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے خوف سے روئے حتیٰ کہ اس کے آنسوؤں میں سے کچھ زمین پر ٹپک جائے تو اس کو قیامت کے دن عذاب نہیں ہوگا۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو آنکھوں پر جہنم کی آگ حرام ہے۔ایک وہ آنکھ جو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ جو اسلام کی اور مسلمانوں کی کفار سے حفاظت کرنے میں جاگی ہو۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ جو آنکھ اللہ کے خوف سے روئی ہو اس پر جہنم کی آگ حرام ہے، اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں جاگی ہو اس پر بھی حرام ہے اور جو آنکھ ناجائز چیز (مثلاً نامحرم وغیرہ) پر پڑنے سے رُک گئی ہو اس پر بھی حرام ہے۔اور جو آنکھ اللہ کی راہ میں ضائع ہو گئی ہو۔اس پر بھی جہنم کی آگ حرام ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کا ذکر کرنے والا ہو وہ ایسا ہے جیسے اکیلا کفار کے مقابلہ میں چل دیا ہو۔

انعامات الٰہی کے استحضار سے معرفت حاصل ہوتی ہے

فرمایا:.....قابل اعتبار چیز ایمان ہے اس کی ناقدری ہرگز نہیں کرنی چاہئے ہر حال میں ایمان ہمارا محافظ ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایمان عطا فرمایا ہے تو وہ اپنے ناچیز بندے کے حالات سے بھی خوب واقف ہے۔ایمان کی دولت بہت بڑی دولت ہے، یہ ہر آن انسان کی ضرور مدد کرتا رہتا ہے۔خصوصاً جب بندہ بالکل عاجز ہوتا ہے اور اس دنیا کو چھوڑ رہا ہوتا ہے۔اس وقت ساری ایمانی قوتیں عود کر آتی ہیں۔ اسوقت حضرت تھانویؒ کا ایک ملفوظ یاد آ گیا، ایک شخص نے حضرت والا کو لکھا کہ میں آپ سے وابستہ ہوں، مدتیں گزر گئیں آپ سے اپنی کوئی اصلاح نہ لے سکا اور مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کہ آپ سے نسبت رکھتے ہوئے بھی کوئی حق ادا نہیں کر پاتا۔رات دن دنیا کے کاموں میں مشغول رہتا ہوں۔میرے پیش نظر میری اولاد اور عزیز و اقارب ہیں۔انہی کے لئے کماتا ہوں اور انہی پر صرف کرتا ہوں، دعائیں بھی مانگتا ہوں تو صرف انہی کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے مجھ میں توتوکل بالکل نہیں۔اگر اس حالت میں میرا خاتمہ ہو گیا تو خسر الدنیا والآخرۃ۔قبر میں دنیا کی محبت لے کر اپنے ساتھ جاؤں گا۔میرے پاس سرمایہ آخرت نہیں ہے للہ میری رہنمائی فرما دیجئے۔

حضرت تھانویؒ نے جواب دیا کہ تم نے جو لکھا ہے مجھے توکل حاصل نہیں ہے تم دعا مانگتے ہو یہ اللہ تعالیٰ سے تمہارا مانگنا خود توکل ہے، توکل کے بہت سے درجات ہیں ایک یہ بھی ہے کہ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جائے جب تم نے اس کارساز کے سامنے ہاتھ پھیلا دیئے تو یہی توکل ہے کہ تم نے اس ذات پر بھروسہ کر لیا۔

اور تم جو کہتے ہو کہ رات دن کے مشاغل ہیں، بیوی بچوں کی پرورش کے امور میں ہمہ وقت مصروف رہتا ہے تو یہ جہاد زندگی ہے اگر اسی حالت میں انتقال ہو گیا تو شہادت کا درجہ مل گیا اور جو تم کہتے ہو خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ" تو تم کو جب یہ احساس ہے کہ تمہارا ہاتھ خالی ہے تو یہ تمہارے لئے بشارت ہے جبکہ ارشاد ہے "اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ"۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا یہ تو ضابطے کا جواب ہے، بالکل معتبر اور مستند ہے، لیکن عادت اللہ یہ ہے کہ جب مومن کا آخری وقت ہوتا ہے تو اس سے دنیا کی جائز محبت بھی سلب کر لی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبے ہی میں دم نکلتا ہے یہ کتنی بڑی بشارت ہے۔سبحان اللہ!

عقل مند لوگ

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینادی منادیوم القیمة این اولو الالباب قالوا ای اولی الالباب تریدقال الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم ویتفکرون فی خلق السموات والارض ربنا ما خلقت ھذاباطلا سبحنک فقنا عذاب النار عقدلھم لواء فاتبع القوم لواھم وقال لھم ادخلوھا خالدین. (اخرجہ الاصبھانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن ایک آواز دینے والا آواز دیگا کہ عقلمند لوگ کہاں ہیں؟ لوگ پوچھیں گے کہ عقل مندوں سے کون مراد ہیں۔ جواب ملے گا وہ لوگ جو اللہ کا ذکر کرتے تھے کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے (یعنی ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے) اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یا اللہ آپ نے یہ سب بے فائدہ تو پیدا کیا ہی نہیں ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں آپ ہمکو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اس کے بعد ان لوگوں کے لئے ایک جھنڈا بنایا جائے گا۔ جس کے پیچھے یہ سب جائیں گے اور اُن سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

خلق خدا میں غور وفکر کی اہمیت وفضیلت

تشریح: آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں یعنی اللہ کی قدرت کے مظاہر اور اسکی حکمتوں کے عجائب سوچتے ہیں جس سے اللہ جل جلالہ کی معرفت قوت پیدا ہوتی ہے۔

الٰہی یہ عالم ہے گلزار تیرا

ابن ابی الدنیاؒ نے ایک مرسل روایت نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے جو چُپ چاپ بیٹھے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا بات ہے کس سوچ میں بیٹھے ہو؟ عرض کیا مخلوقاتِ الٰہیہ کی سوچ میں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں اللہ کی ذات میں غور نہ کیا کرو (کہ وہ وراءُ الوراء ہے) اس کی مخلوقات میں غور کیا کرو۔ حضرت عائشہؓ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عجیب بات سُنا دیجئے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بات ایسی تھی جو عجیب نہ تھی۔ ایک مرتبہ رات کو تشریف لائے۔ میرے بستر پر میرے لحاف میں لیٹ گئے پھر ارشاد فرمایا۔ چھوڑ میں تو اپنے رب کی عبادت کروں یہ فرما کر اُٹھے وضو فرمایا اور نماز کی نیت باندھ کر رونا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آنسو سینہ مبارک پر بہتے رہے پھر اسی طرح رکوع میں روتے رہے پھر سجدہ میں اسی طرح روتے رہے۔ ساری رات اسی طرح گذار دی حتیٰ صبح کی نماز کے واسطے حضرت بلالؓ بلانے کے لئے آ گئے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ تو بخشے بخشائے ہیں پھر آپ اتنا کیوں روئے۔ ارشاد فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ پھر فرمایا میں کیوں نہ روتا حالانکہ آج یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ (یعنی آیاتِ بالا اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ سے فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ تک) پھر فرمایا کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جو ان کو پڑھے اور غور وفکر نہ کرے عامر بن عبد قیسؒ کہتے ہیں کہ میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سُنا ہے ایک سے دو سے تین سے

نہیں (بلکہ ان سے زیادہ سے سُنا ہے) کہ ایمان کی روشنی اور ایمان کا نور غور وفکر ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ ایک آدمی چھت پر لیٹا ہوا آسمان اور ستاروں کو دیکھ رہا تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تمہارا پیدا کرنے والا بھی کوئی ضرور ہے اے اللہ تو میری مغفرت فرمادے۔ نظرِ رحمت اس کی طرف متوجہ ہوئی اور اس کی مغفرت ہوگئی۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک ساعت کا غور تمام رات کی عبادت سے افضل ہے۔ حضرت ابودرداءؓ حضرت انسؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے۔ حضرت انسؓ سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ ایک ساعت کا غور ان چیزوں میں اسی ۸۰ سال کی عبادت سے افضل ہے۔ اُم درداءؓ سے کسی نے پوچھا کہ ابودرداؓ کی افضل ترین عبادت کیا تھی۔ فرمایا غور وفکر۔ بروایت ابو ہریرہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک ساعت کا غور وفکر ساٹھ ۶۰ برس کی عبادت سے افضل ہے۔ لیکن ان روایتوں کا یہ مطلب نہیں کہ پھر عبادت کی ضرورت نہیں رہتی۔ ہر عبادت اپنی جگہ جو درجہ رکھتی ہے فرض ہو یا واجب' سنت ہو یا مستحب اسکے چھوڑنے پر اُسی درجہ کی وعید عذاب یا ملامت ہوگی جس درجہ کی وہ عبادت ہوگی۔

غور وفکر کو افضل عبادت کیوں کہا گیا ہے

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ غور وفکر کو افضل عبادات اس لئے کہا گیا کہ اس میں معنی ذکر کے تو موجود ہوتے ہی ہیں۔ دو چیزوں کا اضافہ اور ہوتا ہے۔ ایک اللہ کی معرفت اس لئے کہ غور وفکر معرفت کی کنجی ہے۔ دوسری اللہ کی محبت کہ فکر پر یہ مرتب ہوتی ہے۔ یہی غور وفکر ہے جس کو صوفیہ مراقبہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ بہت سی روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ مسند ابویعلی میں بروایت حضرت عائشہؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ ذکر خفی جس کو فرشتے بھی نہ سُن سکیں ستر ۷۰ درجہ دو چند ہوتا ہے۔ جب قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ تمام مخلوق کو حساب کے لئے جمع فرمائیں گے۔ اور کراماً کاتبین اعمال نامے لیکر آئیں گے تو ارشاد ہوگا کہ فلاں بندہ کے اعمال دیکھو کچھ اور باقی ہیں۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم نے کوئی بھی ایسی چیز نہیں چھوڑی جو لکھی نہ ہو اور محفوظ نہ ہو تو ارشاد ہوگا کہ ہمارے پاس اس کی ایسی نیکی باقی ہے جو تمہارے علم میں نہیں وہ ذکرِ خفی ہے۔ بیہقی نے شعب میں حضرت عائشہؓ سے بھی یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس ذکر کو فرشتے بھی نہ سن سکیں وہ اُس ذکر پر جس کو وہ سنیں' ستر ۷۰ درجے بڑھا ہوا ہے۔

جیسا کہ ایک شعر میں کہا گیا ہے کہ عاشق ومعشوق میں ایسی رمز ہوتی ہے جس کی فرشتوں کو بھی خبر نہیں ہوتی کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو ایک لحظہ بھی غفلت نہیں ہوتی کہ ان کی ظاہری عبادات تو اپنے اپنے اجر وثواب حاصل کریں ہی گی' یہ ہر وقت کا ذکر وفکر پوری زندگی کے اوقات میں ستر ۷۰ گناہ مزید برآں۔ یہی چیز ہے جس نے شیطان کو دِق کر رکھا ہے۔

شیطان کو کمزور کرنے والی جماعت

حضرت جنیدؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ خواب میں شیطان کو بالکل ننگا دیکھا۔ انہوں نے فرمایا کہ تجھے شرم نہیں آتی کہ آدمیوں کے سامنے ننگا ہوتا ہے وہ کہنے لگا یہ کوئی آدمی ہیں' آدمی وہ ہیں جو شونیزیہ کی مسجد میں بیٹھے ہیں۔ جنہوں نے میرے بدن کو دُبلا کر دیا اور میرے جگر کے کباب کر دیئے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں شونیزیہ کی مسجد میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ چند حضرات گھٹنوں پر سر رکھے ہوئے مراقبہ میں مشغول ہیں۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کہ خبیث کی باتوں سے کہیں دُھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ مسوحیؒ سے بھی اس کے قریب ہی

نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے شیطان کو ننگا دیکھا۔ انہوں نے کہا تجھے آدمیوں کے درمیان اس طرح چلتے شرم نہیں آتی کہنے لگا خدا کی قسم یہ آدمی نہیں۔ اگر یہ آدمی ہوتے تو میں اُن کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں۔ آدمی وہ لوگ ہیں جنہوں نے میرے بدن کو بیمار کردیا اور صوفیہ کی جماعت کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسعید خزاز کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ شیطان نے مجھ پر حملہ کیا۔ میں لکڑی سے مارنے لگا۔ اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ غیب سے ایک آواز آئی کہ یہ اس سے نہیں ڈرتا۔ یہ دل کے نور سے ڈرتا ہے۔

بہترین ذکر: حضرت سعدؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو۔ حضرت عبادہؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی نقل کیا ہے کہ بہترین ذکر ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو کفایت کا درجہ رکھتا ہو (یعنی نہ کم ہو کہ گذر نہ ہو سکے نہ زیادہ ہو کہ تکبر اور فواحش میں مبتلا کرے) ابن حبانؒ اور ابویعلیٰؒ نے اس حدیث کو صحیح بتایا ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ اللہ کو ذکرِ خامل سے یاد کیا کرو۔ کسی نے دریافت کیا کہ ذکرِ خامل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ مخفی ذکر۔ ان سب روایات سے ذکرِ خفی کی افضلیت معلوم ہوتی ہے اور ابھی قریب ہی وہ روایت گذر چکی۔ جس میں مجنون کہنے کا ذکر گذرا ہے دونوں مستقل چیزیں ہیں جو حالات کے اعتبار سے مختلف ہیں اس کو شیخ تجویز کرتا ہے کہ کس شخص کے لئے کس وقت کیا مناسب ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

عقل کے معاملہ میں اعتدال

"اپنی عقل کو کام میں لاؤ کہ تدبیر چھوڑ دو اللہ کے حوالہ کرو" مراد اس کی یہ ہے دوائی پاس رکھی ہے کھاتا نہیں۔ وہ گناہگار ہے کما کر لانا یہ بھی فرض ہے۔ ضروریات زندگی حاصل کرنا فرض ہے ان کو چھوڑنا گناہ ہے۔ اسباب تو اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ مطلب ہے کہ جتنے اختیار اور اسباب تم کو ملے ہیں وہ کرلو پھر رضائے الٰہی کا انتظار کرو جو اللہ نے کیا ملے یا نہ ملے آدھا ملے پورا ملے اسی پر راضی رہو۔ پلے باندھنے کی چیز ہے۔

فرمایا: اجملوا في الطلب و توكلوا عليه. اختصار کرو طلب میں اور توکل کرو اللہ پر۔ یہ ہے اصل توکل۔ جتنے اسباب اپنے اختیار میں ہیں ان کو استعمال کرو مگر تھکو نہیں۔ اس میں اختصار کرو پھر اللہ پر توکل کرو۔ ایک بیمار ہے اس کا علاج موجود ہے۔ اس کا علاج نہ کرنا جائز نہیں ہے۔ ڈاکٹر کے پاس جائز دوا لے پرہیز کرے مگر اس کے بعد ایک قدم مومن کا ہے کہ ڈاکٹر یا دوا کو شفاء نہ سمجھے بلکہ اللہ پاک کی طرف سے شفاء ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہوتا تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر ایسی لغو غلطی کرتا ہے کہ مریض بچتا نہیں۔ تو اختصار ہے تدبیر میں۔ یہ نہیں کہ فلاں جگہ جو تمہارے فی الحال پہنچ سے باہر ہے اس کا بڑا نام ہے وہ ماہر ہے اس کام کا زیادہ لمبی فکروں میں نہ جاؤ۔ قریب قریب کی تدبیریں کرو تھکو نہیں علاج ہو مقدمہ ہو تجارت ہو ظاہری آسانیوں سے ہونے والی تدبیریں اکٹھی کر کے دماغ پر بوجھ نہ ڈالو۔ آسانی سے ہونے والی تدبیریں حاصل نہ کرنا تو کفر ہے مگر جان کھپا دینا اپنی اس کے اندر یہ اس توکل کے خلاف ہے۔

ایسے لوگ جنکے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیٹھنے کا حکم ہوا

عن عبدالرحمن بن سهل ابن حنيف رضى الله عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهوفى بعض ابياته واصبرنفسک مع الذين يدعون ربهم بالغدوة والعشى فخرج يلتمسهم فوجدقوما يذكرون الله فيهم ثائر الراس وجاف الجلد وذوالثوب الواحد فلماراهم جلس معهم وقال الحمد لله الذى جعل فى امتى من امرنى ان اصبر نفسى معهم (اخرجه ابن جرير والطبرانى وابن مردويه كذافى الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ میں تھے کہ آیت واصبر نفسک نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے۔ اپنے آپ کو ان لوگوں کے پاس (بیٹھنے کا) پابند کیجئے جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ حضور اقدسؐ اس آیت کے نازل ہونے پر اُن لوگوں کی تلاش میں نکلے ایک جماعت کو دیکھا کہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہے۔ بعض لوگ اُن میں بکھرے ہوئے بالوں والے ہیں اور خشک کھالوں والے اور صرف ایک کپڑے والے ہیں (کہ ننگے بدن ایک لنگی صرف ان کے پاس ہے) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو دیکھا تو اُن کے پاس بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جس نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ خود مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔

تشریح: ایک دوسری حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش فرمایا تو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے پایا کہ ذکر اللہ میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جس نے میری زندگی ہی میں ایسے لوگ پیدا فرمائے کہ مجھے ان کے پاس بیٹھنے کا حکم ہے۔ پھر فرمایا تم ہی لوگوں کیساتھ زندگی ہے اور تمہارے ہی کے ساتھ مرنا ہے یعنی مرنے جینے کے ساتھی اور رفیق تم ہی لوگ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ وغیرہ حضرات صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت ذکر اللہ میں مشغول تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو یہ لوگ چُپ ہوگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا کررہے تھے۔ عرض کیا ذکرِ الٰہی میں مشغول تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ رحمتِ الٰہی تم لوگوں پر اُتر رہی ہے تو میرا دل بھی چاہا کہ آکر تمہارے ساتھ شرکت کروں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ جل شانہٗ نے میری اُمت میں ایسے لوگ پیدا کئے جن کے پاس بیٹھنے کا مجھے حکم ہوا۔

ذاکرین کے ساتھ مل بیٹھنے کے فوائد

ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ سے مراد ذاکرین کی جماعت ہے۔ ان ہی جیسے احکام سے صوفیہ نے استنباط کیا ہے کہ مشائخ کو بھی مریدین کے پاس بیٹھنا ضروری ہے کہ اس میں علاوہ فائدہ پہنچانے کے اختلاط سے شیخ کے نفس کے لیے بھی مجاہدۂ تامہ ہے کہ غیر مہذب لوگوں کی بدعنوانیوں کے تحمل اور برداشت سے نفس میں انقیاد پیدا ہوگا اُس کی قوت میں انکسار پیدا ہوگا۔ اس کے علاوہ قلوب کے اجتماع کو اللہ جل جلالہٗ کی رحمت اور رافت کے متوجہ کرنے میں خاص دخل ہے اسی وجہ سے جماعت کی نماز مشروع ہوئی اور یہی بڑی وجہ ہے کہ عرفات کے میدان میں سب حجاج بیک حال ایک میدان میں اللہ کی طرف متوجہ کئے جاتے

ہیں جیسا کہ ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں متعدد جگہ اس مضمون کو اہتمام سے ارشاد فرمایا ہے۔ یہ سب اس جماعت کے بارے میں ہے جو اللہ کا ذکر کرنے والی ہو کہ احادیث میں کثرت سے اس کی ترغیب آئی ہے۔

غافلین کی جماعت میں ذکر کرنے والا

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص غافلین کی جماعت میں پھنس جائے اور اس وقت اللہ کے ذکر میں مشغول ہو تو اس کے بارے میں بھی احادیث میں کثرت سے فضائل آئے ہیں ایسے موقع پر آدمی کو اور بھی زیادہ اہتمام اور توجہ سے اللہ کی طرف مشغول رہنا چاہیے۔ تا کہ اُن کی نحوست سے محفوظ رہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ غافلین کی جماعت میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے۔ جیسے کہ جہاد میں بھاگنے والوں کی جماعت میں سے کوئی شخص جم کر مقابلہ کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ غافلین میں اللہ کا ذکر کرنے والا ایسا ہے جیسے بھاگنے والوں کی طرف سے کفارہ کا مقابلہ کرے۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے اندھیرے گھر میں چراغ۔ نیز وہ ایسا ہے جیسے پت جھڑ والے درختوں میں کوئی شاداب سرسبز درخت ہو۔ ایسے شخص کو حق تعالیٰ شانہٗ اس کا جنت کا گھر پہلے ہی دکھا دیں گے اور ہر آدمی اور حیوان کی برابر اس کی مغفرت کی جاوے گی۔ یہ جب ہے کہ ان مجالس میں اللہ کے ذکر میں مشغول ہو ورنہ ایسی مجالس کی شرکت کی ممانعت آئی ہے۔ حدیث میں ہے کہ عشیرۃ یعنی یارانہ کی مجالس سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ عزیزیؒ کہتے ہیں یعنی ایسی مجالس سے جن میں غیر اللہ کا ذکر کثرت سے ہوتا ہو۔ لغویات اور لہو ولعب میں مشغولی ہوتی ہو۔

ایک باندی کا واقعہ

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بازار جا رہا تھا۔ ایک حبشا باندی میرے ساتھ تھی۔ میں نے بازار میں ایک جگہ اس کو بٹھا دیا کہ میں واپسی میں اس کو لے لوں گا۔ وہ وہاں سے چلی آئی۔ جب میں نے واپسی پر اس کو وہاں نہ دیکھا تو مجھے غصہ آیا میں گھر میں واپس آیا تو وہ باندی آئی اور کہنے لگی میرے آقا خفگی میں جلدی نہ کریں۔ آپ مجھے ایسے لوگوں کے پاس چھوڑ گئے جو اللہ کے ذکر سے غافل تھے۔ مجھے یہ ڈر ہوا کہ ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہو زمین میں دھنس نہ جائیں اور میں بھی ان کے ساتھ عذاب میں دھنس نہ جاؤں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

دانشمندی کا کام: حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے ارشاد فرمایا: ''آخرت کے بارے میں عام طور پر لوگوں نے یہ تصور باندھ رکھا ہے کہ آخرت کوئی الگ عالم ہے دنیا ترک کرو گے تب جا کے آخرت میں پہنچو گے یہ غلط ہے بلکہ ہماری آخرت اسی دنیا میں چھپی ہوئی ہے اسے نکالنا ہمارا کام ہے۔ یہی کھانے پینے کے اور سونے جاگنے کے افعال' انہی میں آخرت چھپی ہوئی ہے ان کے ذریعے سے اپنی آخرت نکالو دنیا میں رہ کر اس میں سے آخرت نکال لینا دانشمند کا کام ہے''۔

فرمایا: ''اسلام میں ترک دنیا کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا کی نعمتوں کو چھوڑ دو' ہاں یہ ہے کہ اس میں مبالغہ مت کرو' غلو مت کرو' حد سے مت گزرو اعتدال کے ساتھ استعمال کرو۔ اس سے اپنا بھی کام چلاؤ اور اپنے بھائیوں اور اپنے عزیزوں کی خدمت کرو تمہاری آخرت بنے گی۔ یہ تو نیت اور افعال اختیاریہ پر ہے کہ مرضی خداوندی کی مطابق وہ افعال ہوں گے تو دنیا ہی میں آخرت بنے گی''۔ (جواہر حکمت)

صبح اور عصر کی نماز کے بعد ذکر کرنیکی فضیلت

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فیما یذکر عن ربه تبارک وتعالیٰ اذکرنی بعد العصر وبعد الفجر ساعة اکفک فیما بینهما (اخرجه احمد کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جل جلالہٗ کا پاک ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ تو صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد تھوڑی دیر مجھے یاد کرلیا کر میں درمیانی حصہ میں تیری کفایت کروں گا (ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کا ذکر کیا کرو وہ تیری مطلب براری میں معین ہوگا)

تشریح: آخرت کیواسطے نہ سہی دنیا کیواسطے ہم لوگ کیسی کیسی کوشش کرڈالتے ہیں کیا بگڑ جائے اگر تھوڑی سی دیر صبح اور عصر کے بعد اللہ کا ذکر بھی کرلیا کریں کہ احادیث میں کثرت سے اُن دو وقتوں میں اللہ کے ذکر کے فضائل وارد ہوئے اور جب اللہ جل جلالہٗ کفایت کا وعدہ فرماتے ہیں پھر کسی دوسری چیز کی کیا ضرورت باقی ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو صبح کی نماز کے بعد آفتاب نکلنے تک اللہ کے ذکر میں مشغول ہو مجھے زیادہ پسند ہے اس سے کہ چار عرب غلام آزاد کروں۔ اسی طرح ایسی جماعت کے ساتھ بیٹھوں جو عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک اللہ کے ذکر میں مشغول رہے یہ زیادہ پسند ہے چار غلام آزاد کرنے سے۔ اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے غروب تک ایک ایسی جماعت کیساتھ ذکر میں مشغول رہوں یہ مجھے دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ پسند ہے ان ہی وجوہ سے صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد اورادکا معمول ہے اور حضرات صوفیہ کے یہاں تو ان دونوں وقتوں کا خاص اہتمام ہے کہ صبح کی نماز کے بعد عموماً اشغال میں اہتمام فرماتے ہیں اور عصر کے بعد اوراد کا اہتمام کرتے ہیں بالخصوص فجر کے بعد فقہاء بھی اہتمام فرماتے ہیں۔ مدوّنہ میں امام مالکؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک باتیں کرنا مکروہ ہیں اور حنفیہ میں سے صاحب درمختارؒ نے بھی اس وقت باتیں کرنا مکروہ لکھا ہے۔

صبح اور عصر کے بعد کا ذکر

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز کے بعد اُسی ہیئت سے بیٹھے ہوئے بولنے سے قبل یہ دعا دس مرتبہ پڑھے۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں سارا ملک دنیا اور آخرت کا اُسی کا ہے اور جتنی خوبیاں ہیں وہ اسی پاک ذات کے لئے ہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) تو اس کیلئے دس ۱۰ نیکیاں لکھی جائیں دس ۱۰ برائیاں معاف فرمائی جائیں اور جنت میں دس ۱۰ درجہ بلند کئے جائیں اور تمام دن شیطان سے اور مکروہات سے محفوظ رہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے جو صبح اور عصر کے بعد اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ (میں اُسی اللہ سے جو زندہ ہے ہمیشہ رہنے والا ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں توبہ کرتا ہوں) تین مرتبہ پڑھے۔ اس کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اصل مقصد ذکر و علم ہے

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول الدنیا ملعونۃ وملعون مافیھا الا ذکر اللّٰہ وما والاہ وعالما ومتعلما. (رواہ الترمذی و ابن ماجہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دُنیا ملعُون ہے اور جو کچھ دُنیا میں ہے سب ملعُون (اللہ کی رحمت سے دُور ہے) مگر اللہ کا ذکر اور وہ چیز جو اسکے قریب ہو اور عالم اور طالب علم۔

تشریح: اس کے قریب ہونے سے مراد ذکر کے قریب ہونا بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں وہ چیزیں مراد ہوں گی جو اللہ کے ذکر میں معین و مددگار ہوں جن میں کھانا پینا بھی بقدر ضرورت داخل ہے اور زندگی کے اسباب ضرور یہ بھی اس میں داخل ہیں اور اس صورت میں اللہ کا ذکر ہر چیز کو جو عبادت کی قبیل سے ہو شامل ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کے قریب ہونے سے اللہ کا قرب مراد ہو تو اس صورت میں ساری عبادتیں اس میں داخل ہوں گی اور اللہ کے ذکر سے مخصوص ذکر مراد ہوگا اور دونوں صورتوں میں علم ان میں خود داخل ہوگیا تھا۔ پہلی صورت میں اس وجہ سے کہ علم ہی اللہ کے ذکر کے قریب لے جاتا ہے کہ "بے علم نتواں خدارا شناخت" (بغیر علم کے اللہ کو پہچان نہیں سکتا) اور دوسری صورت میں اس وجہ سے کہ علم سے بڑھ کر کون سی عبادت ہوگی لیکن اس کے باوجود پھر عالم اور طالب علم کو علیحدہ اہتمام کی وجہ سے فرمایا کہ علم بہت ہی بڑی دولت ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ علم کا صرف اللہ کے لئے سیکھنا اللہ کے خوف کے حکم میں ہے اور اس کی طلب (یعنی تلاش کیلئے کہیں جانا) عبادت ہے اور اس کا یاد کرنا تسبیح ہے اور اس کی تحقیقات میں بحث کرنا جہاد ہے اور اس کا پڑھنا صدقہ ہے اور اس کا اہل پر خرچ کرنا اللہ کے یہاں قربت ہے۔ اس لئے کہ علم جائز ناجائز کے پہچاننے کیلئے علامت ہے اور جنت کے راستوں کا نشان ہے وحشت میں جی بہلانے والا ہے اور سفر کا ساتھی ہے (کہ کتاب کا دیکھنا دونوں کام دیتا ہے اسی طرح) تنہائی میں ایک محدث ہے خوشی اور رنج میں دلیل ہے دشمنوں پر ہتھیار ہے۔ دوستوں کیلئے حق تعالیٰ شانہٗ اس کی وجہ سے ایک جماعت (علماء) کو بلند مرتبہ کرتا ہے کہ وہ خیر کی طرف بلانے والے ہوتے ہیں اور ایسے امام ہوتے ہیں کہ ان کے نشانِ قدم پر چلا جائے اور ان کے افعال کا اتباع کیا جائے اُنکی رائے کی طرف رجوع کیا جائے۔ فرشتے اُن سے دوستی کرنے کی رغبت کرتے ہیں۔ اپنے پروں کو (برکت حاصل کرنے کیلئے یا محبت کے طور پر) ان پر مَلتے ہیں اور ہر تر اور خشک چیز دنیا کی اُن کے لئے اللہ سے مغفرت کی دعا کرتی ہے حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے درندے اور چوپائے اور زہریلے جانور (سانپ وغیرہ) تک بھی دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں اور یہ سب اسلئے کہ علم دلوں کی روشنی ہے آنکھوں کا نُور ہے۔ علم کی وجہ سے بندہ اُمت کے بہترین افراد تک پہنچ جاتا ہے۔ دنیا اور آخرت کے بلند مرتبوں کو حاصل کرلیتا ہے اسکا مطالعہ روزوں کے برابر ہے اسکا یاد کرنا تہجد کے برابر ہے۔ اُسی سے رشتے جوڑے جاتے ہیں اور اسی سے حلال و حرام کی پہچان ہوتی ہے۔ وہ عمل کا امام ہے اور علم اس کا تابع ہے۔ سعید لوگوں کو اس کا الہام کیا جاتا ہے اور بدبخت اس سے محروم رہتے ہیں اس حدیث پر مجموعی طور سے بعض نے کلام کیا ہے لیکن جس قسم کے فضائل اس میں ذکر کئے گئے ہیں ان کی تائید دوسری روایات سے بھی ہوتی ہے نیز ان کے علاوہ اور بہت سے فضائل حدیث کی کتابوں میں بکثرت آئے ہیں۔ اس وجہ سے عالم اور طالب علم کو خاص طور سے حدیث بالا میں ذکر فرمایا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سب سے افضل ذکر اور افضل دُعاء

عن جابر رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الذکر لا الہ الا اللہ وافضل الدعاء الحمد للّٰہ (مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام اذکار میں افضل لا الہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل الحمدللہ ہے۔

تشریح: لا الہ الا اللہ کا افضل الذکر ہونا تو ظاہر ہے اور بہت سی احادیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے۔ نیز سارے دین کا مدار ہی کلمہ توحید پر ہے تو پھر اس سے افضل ہونے میں کیا تردّد ہے۔ اور الحمدللہ کو افضل دُعا اس لحاظ سے فرمایا ہے کہ کریم کی ثناء کا مطلب سوال ہی ہوتا ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ کسی رئیس 'امیر' نواب کی تعریف میں قصیدہ خوانی کا مطلب اس سے سوال ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ فرماتے ہیں کہ جو شخص لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے بعد اس کو الحمد للہ بھی کہنا چاہیے اس لئے کہ قرآن پاک میں فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وارد ہے۔ ملاّ علی قاریؒ فرماتے ہیں اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ تمام ذکروں میں افضل اور سب سے بڑھا ہوا ذکر کلمہ طیبہ ہے کہ یہی دین کی وہ بنیاد ہے جس پر سارے دین کی تعمیر ہے اور یہ وہ پاک کلمہ ہے کہ دین کی چکی اسی کے گرد گھومتی ہے۔ اسی وجہ سے صوفیہ اور عارفین اسی کلمہ کا اہتمام فرماتے ہیں اور سارے اذکار پر اس کو ترجیح دیتے ہیں اور اسی کی جتنی ممکن ہو کثرت کراتے ہیں کہ تجربہ سے اس میں جسقدر فوائد اور منافع معلوم ہوئے ہیں کسی دوسرے میں نہیں۔

سید علی بن میمون مغربیؒ کا واقعہ

چنانچہ سیّد علی بن میمونؒ مغربی کا قصّہ مشہور ہے کہ جب شیخ علوان حمویؒ جو ایک متبحر عالم اور مفتی اور مدرس تھے سیّد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سیّد صاحب کی اُن پر خصوصی توجہ ہوئی تو اُن کو سارے مشاغل درس تدریس فتویٰ وغیرہ سے روک دیا اور سارا وقت ذکر میں مشغول کر دیا۔ عوام کا تو کام ہی اعتراض اور گالیاں دینا ہے۔ لوگوں نے بڑا شور مچایا کہ شیخ کے منافع سے دنیا کو محروم کر دیا اور شیخ کو ضائع کر دیا وغیرہ وغیرہ۔ کچھ دنوں بعد سیّد صاحب کو معلوم ہوا کہ شیخ کسی وقت کلام اللہ کی تلاوت کرتے ہیں' سیّد صاحب نے اس کو بھی منع کر دیا تو پھر تو پوچھنا ہی کیا' سیّد صاحبؒ پر زندیقی اور بددینی کا الزام لگنے لگا۔ لیکن چند ہی روز بعد شیخ پر ذکر کا اثر ہو گیا اور دل رنگ گیا تو سیّد صاحبؒ نے فرمایا کہ اب تلاوت شروع کر دو۔ کلامِ پاک جو کھولا تو ہر ہر لفظ پر وہ وہ علوم و معارف کُھلے کہ پوچھنا ہی کیا ہے۔ سیّد صاحب نے فرمایا کہ میں نے خدانخواستہ تلاوت کو منع نہیں کیا تھا بلکہ اس چیز کو پیدا کرنا چاہتا تھا۔

دنیا کا وجود اسی کلمہ سے قائم ہے

چونکہ یہ پاک کلمہ دین کی اصل ہے ایمان کی جڑ ہے اس لئے جتنی بھی اس کی کثرت کی جائے گی اتنی ہی ایمان کی جڑ مضبوط ہوگی ایمان کا مدار اسی کلمہ پر ہے بلکہ دنیا کے وجود کا مدار اسی کلمہ پر ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں وارد ہے کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک لا الہ الا اللہ کہنے والا کوئی

زمین پر ہو۔ دوسری حدیثوں میں آیا ہے کہ جب تک کوئی بھی اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر ہو قیامت نہیں ہوگی۔

کلمہ طیبہ سے بڑھ کر کوئی وظیفہ نہیں ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ کی پاک بارگاہ میں عرض کیا، کہ مجھے کوئی وردِ تعلیم فرمادیجئے جس سے آپ کو یاد کیا کروں اور آپ کو پکارا کروں۔ ارشاد خداوندی ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ انہوں نے عرض کیا اے پروردگار یہ تو ساری ہی دنیا کہتی ہے۔ ارشاد ہوا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ عرض کیا میرے رب میں تو کوئی ایسی مخصوص چیز مانگتا ہوں جو مجھی کو عطا ہو ارشاد ہوا کہ اگر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسری طرف لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے۔ تو لا الہ الا اللہ والا پلڑا جھک جائے گا۔

فائدہ: اللہ جل جلالہ عم نوالہ کی عادت شریفہ یہی ہے کہ جو چیز جس قدر ضرورت کی ہوتی ہے اُتنی ہی عام عطا کی جاتی ہے۔ ضروریات دنیویہ ہی میں دیکھ لیا جائے کہ سانس، پانی ہوا کیسی عام ضرورت کی چیزیں ہیں، اللہ جل شانہٗ نے ان کو کس قدر عام فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ ضروری چیز ہے کہ اللہ کے یہاں وزن اخلاص کا ہے جس قدر اخلاص سے کوئی کام کیا جائے گا اتنا ہی وزنی ہوگا اور جسقدر اخلاص کی کمی اور بے دلی سے کیا جائیگا اتنا ہی ہلکا ہوگا۔ اخلاص پیدا کرنے کے لئے بھی جس قدر مفید اس کلمہ کی کثرت ہے اتنی کوئی دوسری چیز نہیں کہ اس کلمہ کا نام ہی جلاء القلوب (دلوں کی صفائی) ہے۔ اسی وجہ سے حضرات صوفیہ اس کا ورد کثرت سے بتاتے ہیں اور سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کا معمول تجویز کرتے ہیں۔

ملّا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے شیخ سے عرض کیا تھا کہ میں ذکر کرتا ہوں مگر دل غافل رہتا ہے انہوں نے فرمایا کہ ذکر برابر کرتے رہو اور اس پر اللہ کا شکر کرتے رہو کہ اس نے ایک عضو یعنی زبان کو اپنی یاد کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ سے دل کی توجہ کے لئے دُعا کرتے رہو۔ اس قسم کا واقعہ احیاء العلوم میں بھی ابوعثمان مغربیؒ کے متعلق نقل کیا گیا کہ ان سے کسی مرید نے شکایت کی تھی جس پر انہوں نے یہ جواب دیا تھا۔ درحقیقت بہترین نسخہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا کلام پاک میں ارشاد ہے کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اضافہ کروں گا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ذکر اس کی بڑی نعمت ہے اس کا شکر ادا کیا کرو کہ اللہ نے ذکر کی توفیق عطا فرمائی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا سب سے زیادہ مستحق

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قلت یا رسول الله من اسعد الناس بشفاعتک یوم القیمة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لقد ظننت یا اباهریرة ان لا یسئلنی عن هذا الحدیث احد اوّل منک لما رأیت من حرصک علی الحدیث اسعد الناس بشفاعتی یوم القیمة من قال لا اله الا الله خالصا من قلبه اونفسه. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ کی شفاعت کا سب سے زیادہ نفع اُٹھانے والا قیامت کے دن کون شخص ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے احادیث پر تمہاری حرص دیکھ کر یہی گمان تھا کہ اس بات کو تم سے پہلے کوئی دوسرا شخص نہ پوچھے گا (پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کا جواب ارشاد فرمایا) کہ سب سے زیادہ سعادت منداور نفع اٹھانے والا میری شفاعت کے ساتھ وہ شخص ہوگا جو دل کے خلوص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔

تشریح: سعادت کہتے ہیں کہ آدمی کو خیر کی طرف پہنچانے کے لئے توفیق الٰہی کے شاملِ حال ہونے کو اب اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھنے والے کا سب سے زیادہ مستحقِ شفاعت ہونیکے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو اخلاص سے مسلمان ہوا اور کوئی نیک عمل بجز کلمہ طیبہ پڑھنے کے اس کے پاس نہ ہو، اس صورت میں ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ سعادت اس کو شفاعت ہی سے حاصل ہوسکتی ہے کہ اپنے پاس تو کوئی عمل نہیں ہے۔ اس مطلب کے موافق یہ حدیث ان احادیث کے قریب قریب ہوگی جن میں ارشاد ہے کہ میری شفاعت میری اُمت کے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے کہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے جہنم میں ڈالے جائیں گے لیکن کلمہ طیبہ کی برکت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اُن کو نصیب ہوگی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جو اخلاص سے اس کلمہ کا ورد رکھیں اور نیک اعمال ہوں۔ ان کے سب سے زیادہ سعادت مند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زیادہ نفع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ان کو پہنچے گا کہ ترقی درجات کا سبب بنے گی۔ علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن چھ طریقہ سے ہوگی۔ اوّل میدانِ حشر کی قید سے خلاصی کی ہوگی کہ حشر میں ساری مخلوق طرح طرح کے مصائب میں مبتلا پریشان حال یہ کہتی ہوئی ہوگی کہ ہم کو جہنم ہی میں ڈال دیا جائے مگر ان مصائب سے تو خلاصی ہو۔ اس وقت جلیل القدر انبیاء کی خدمت میں یکے بعد دیگرے حاضری ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اللہ کے یہاں سفارش فرمائیں مگر کسی کو جرأت نہ ہوگی کہ سفارش فرماسکیں بالآخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ یہ شفاعت تمام عالم تمام مخلوق جن وانس، مسلم کافر سب کے حق میں ہوگی اور سب ہی اس سے منتفع ہوں گے احادیث قیامت میں اس کا مفصّل قصہ مذکور ہے۔ دوسری شفاعت بعض کفّار کے حق میں تخفیفِ عذاب کی ہوگی۔ جیسا ابوطالب کے بارہ میں صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے۔ تیسری شفاعت بعض مؤمنوں کو جہنم سے نکالنے کے بارہ میں ہوگی جو اس میں داخل ہوچکے ہیں۔ چوتھی شفاعت بعض مؤمن جو اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم میں داخل ہونے کے مستحق ہوچکے ہیں ان کی جہنم سے معافی اور جہنم میں نہ داخل ہونے کے بارے میں ہوگی۔ پانچویں شفاعت بعض مؤمنین کے بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہونے میں ہوگی۔ اور چھٹی شفاعت مؤمنین کے درجات بلند ہونے میں ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

4

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

تشریح: اور یہ ظاہر ہے کہ جب حرام کاموں سے رُک جائے گا اور **لا الہ الا اللہ** کا قائل ہوگا تو اسکے سیدھا جنت میں جانے میں کیا تردّد ہے لیکن اگر حرام کاموں سے نہ بھی رُکے تب بھی اس کلمہ پاک کی یہ برکت تو بلا تردّد ہے کہ اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت جنت میں ضرور داخل ہوگا البتہ اگر خدانخواستہ بداعمالیوں کی بدولت اسلام وایمان ہی سے محروم ہوجائے تو دوسری بات ہے۔

حضرت فقیہ ابواللّیث سمرقندیؒ ''تنبیہ الغافلین'' میں لکھتے ہیں ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ کثرت سے **لا الہ الا اللہ** پڑھتا رہا کرے اور حق تعالیٰ شانہٗ سے ایمان کے باقی رہنے کی دعا بھی کرتا رہے اور اپنے کو گناہوں سے بچاتا رہے اس لئے کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ گناہوں کی نحوست سے آخر میں ان کا ایمان سلب ہوجاتا ہے۔ اور دنیا سے کفر کی حالت میں جاتے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا مصیبت ہوگی کہ ایک شخص کا نام ساری عمر مسلمانوں کی فہرست میں رہا ہو مگر قیامت میں وہ کافروں کی فہرست میں ہو یہ حقیقی حسرت اور کمال حسرت ہے۔ اس شخص پر افسوس نہیں ہوتا جو گرجا یا بُت خانہ میں ہمیشہ رہا ہو اور وہ کافروں کی فہرست میں آخر میں شمار کیا جائے۔ افسوس ہے اس پر جو مسجد میں رہا ہو اور کافروں میں شمار ہوجائے اور یہ بات گناہوں کی کثرت سے اور تنہائیوں میں حرام کاموں میں مبتلا ہونے سے پیدا ہوتی ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس دوسروں کا مال ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ دوسروں کا ہے مگر دل کو سمجھاتے ہیں کہ میں کسی وقت اس کو واپس کردونگا اور صاحبِ حق سے معاف کرالونگا مگر اس کی نوبت نہیں آتی اور موت اس سے قبل آجاتی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں کہ بیوی کو طلاق ہوجاتی ہے اور وہ اس کو سمجھتے ہیں مگر پھر بھی اس سے ہمبستری کرتے ہیں اور اسی حالت میں موت آجاتی ہے کہ توبہ کی بھی توفیق نہیں ہوتی ہے۔ ایسے ہی حالات میں آخر میں ایمان سلب ہوجاتا ہے **اللھم احفظنا منہ**۔

ایک نوجوان کا واقعہ

حدیث کی کتابوں میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضورؐ کے زمانہ میں ایک نوجوان کا انتقال ہونے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اس سے کلمہ نہیں پڑھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اس سے دریافت فرمایا کیا بات ہے۔ عرض کیا کہ یارسول اللہ ایک قفل سا دل پر لگا ہوا ہے تحقیق حالات سے معلوم ہوا کہ اس کی ماں اس سے ناراض ہے اور اس نے ماں کو ستایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں کو بُلایا اور

دریافت فرمایا کہ اگر کوئی شخص بہت سی آگ جلا کر اس تمہارے لڑکے کو اسمیں ڈالنے لگے تو تم سفارش کروگی اس نے عرض کیا ہاں حضورؐ کروں گی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ہے۔ تو اس کا قصور معاف کر دے۔ انہوں نے سب معاف کر دیا۔ پھر اس سے کلمہ پڑھنے کو کہا گیا تو فوراً پڑھ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے انہوں نے آگ سے نجات پائی اس قسم کے سینکڑوں واقعات پیش آتے ہیں کہ ہم لوگ ایسے گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں جن کی نحوست دین اور دنیا دونوں میں نقصان پہنچاتی ہے۔

لا الہ الا اللہ کو خلط ملط کرنا

صاحب احیاء نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے خطبہ پڑھا۔ جس میں ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کو اس طرح سے کہے کہ خلط ملط نہ ہو تو اس کے لئے جنت واجب ہو جاتی ہے۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اسکو واضح فرمادیں خلط ملط کا کیا مطلب ہے۔ ارشاد فرمایا کہ دنیا کی محبت اور اسکی طلب میں لگ جانا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ انبیاء کی سی باتیں کرتے ہیں اور متکبر اور جابر لوگوں کے سے عمل کرتے ہیں اگر کوئی اس کلمہ کو اس طرح کہے کہ یہ کام نہ کرتا ہو تو جنت اس کے لئے واجب ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ اخلاص کی برکت اور علامت

عن زیدبن ارقم رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال لا الہ الا اللہ مخلصا دخل الجنۃ قیل وما اخلاصھا قال ان تحجزہ عن محارم اللہ (رواہ الطبرانی فی الاوسط والکبیر)

ترجمہ: حضرت زیدؓ بن ارقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں جو شخص اخلاص کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہوگا کسی نے پوچھا کہ کلمہ کے اخلاص (کی علامت) کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حرام کاموں سے اس کو روک دے۔

کلمہ لا الہ الا اللہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی بندہ ایسا نہیں کہ لا الہ الا اللہ کہے اور اس کے لئے آسمانوں کے دروازے نہ کھل جائیں جہاں تک کہ یہ کلمہ سیدھا عرش تک پہنچتا ہے بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔

کتنی بڑی فضیلت ہے اور قبولیت کی انتہا ہے کہ یہ کلمہ براہِ راست عرش معلٰی تک پہنچتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کبیرہ گناہوں کے ساتھ بھی کہا جائے تو نفع سے اس وقت بھی خالی نہیں۔

ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ کبائر سے بچنے کی شرط قبول کی جلدی اور آسمان کے سب دروازے کھلنے کے اعتبار سے ہے ورنہ ثواب اور قبول سے کبائر کیساتھ بھی خالی نہیں۔ بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ ایسے شخص کے واسطے مرنے کے بعد اُس کی رُوح کے اعزاز میں آسمان کے سب دروازے کُھل جائیں گے۔ ایک حدیث میں آیا ہے دو کلمے ایسے ہیں کہ اُن میں سے ایک کے لئے عرش سے نیچے کوئی منتہا نہیں۔ دوسرا آسمان اور زمین کو (اپنے نور یا اپنے اجر سے) بھر دے۔ ایک لا الہ الا اللہ دوسرا اللہ اکبر۔

کلمہ لا الہ الا اللہ پر جنت و مغفرت کی بشارت

حضرت شدادؓ فرماتے ہیں اور حضرت عبادہؓ اس واقعہ کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو مجمع میں نہیں۔ ہم نے عرض کیا کوئی نہیں ارشاد فرمایا کواڑ بند کر دو۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لا الہ الا اللہ ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھائے رکھے (اور کلمہ طیبہ پڑھا) پھر فرمایا الحمد للہ اے اللہ تُو نے مجھے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمہ پر جنت کا وعدہ کیا ہے اور تُو وعدہ خلاف نہیں ہے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری مغفرت فرما دی۔

غالباً اجنبی کو اس لئے دریافت فرمایا تھا اور اسی لئے کواڑ بند کرائے تھے کہ ان لوگوں کے کلمہ طیبہ پڑھنے پر تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مغفرت کی بشارت کی امید ہوگی اوروں کے متعلق یہ اُمید نہ ہو۔ صوفیہ نے اس حدیث سے مشائخ کا اپنے مرید بن کی جماعت کو ذکر تلقین کرنے پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ جامع الاصول میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کو جماعۃً اور منفرداً ذکر تلقین کرنا ثابت ہے۔ جماعت کو تلقین کرنے میں اس حدیث کو پیش کیا ہے۔ اس صورت میں کواڑوں کا بند کرنا مُستفیدین کی توجہ کے تام کرنے کی غرض سے ہوا اور اسی وجہ سے اجنبی کو دریافت فرمایا کہ غیر کا مجمع میں ہونا حضورؐ پر تشتت کا

سبب اگرچہ نہ ہو لیکن مستفیدین کے تشتت کا احتمال تو تھا ہی

ایمان کی تجدید

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہا کرو یعنی تازہ کرتے رہا کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایمان کی تجدید کس طرح کریں؟ ارشاد فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھتے رہا کرو۔

ایمان کے پرانا ہونے کا مطلب

ایک روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ ایمان پُرانا ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ کپڑا پُرانا ہو جاتا ہے اسلئے اللہ جل شانہٗ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔ پُرانے ہو جانیکا مطلب یہ ہے کہ معاصی سے قوتِ ایمانیہ اور نورِ ایمان جاتا رہتا ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے تو ایک سیاہ نشان (دھبّہ) اس کے دل میں ہو جاتا ہے اگر وہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو وہ نشان دُھل جاتا ہے ورنہ جما رہتا ہے اور پھر جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نشان ہو جاتا ہے اسی طرح سے آخر دل بالکل کالا ہو جاتا ہے اور زنگ آلود ہو جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ شانہٗ نے سورہ تطفیف میں ارشاد فرمایا ہے كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ اس کے بعد اس کے دل کی حالت ایسی ہو جاتی ہے کہ حق بات اسمیں اثر اور سرایت ہی نہیں کرتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ چار چیزیں آدمی کے دل کو برباد کر دیتی ہیں۔ ۱۔ احمقوں سے مقابلہ ۲۔ گناہوں کی کثرت ۳۔ عورتوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط اور ۴۔ مردہ لوگوں کے پاس کثرت سے بیٹھنا۔ کسی نے پوچھا مردوں سے کیا مراد ہے فرمایا ہر وہ مال دار جس کے اندر مال نے اکڑ پیدا کر دی ہو۔

موت سے پہلے لا الہ الا اللہ کا کثرت سے اقرار کرلو

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کثرت سے کرتے رہا کرو۔ قبل اس کے کہ ایسا وقت آئے کہ تم اس کلمہ کو نہ کہہ سکو۔

یعنی موت حائل ہو جائے کہ اس کے بعد کسی عمل کا بھی وقت نہیں رہتا۔ زندگی کا زمانہ بہت ہی تھوڑا سا ہے اور یہ ہی عمل کرنے کا اور تخم بو لینے کا وقت ہے اور مرنے کے بعد کا زمانہ بہت ہی وسیع ہے اور وہاں وہی مل سکتا ہے جو یہاں بو دیا گیا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جو دل سے لا الہ الا اللہ پڑھے اس پر جہنم حرام ہو جاتی ہے

عن عمرو رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمۃ لا یقولھا عبد حقا من قلبہ فیموت علی ذلک الا حرم علی النار لا الہ الا اللہ. (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ کوئی بندہ ایسا نہیں ہے کہ دل سے حق سمجھ کر اس کو پڑھے اور اسی حال میں مر جائے مگر وہ جہنم پر حرام ہو جائے وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

تشریح: بہت سی روایات میں یہ مضمون وارد ہوا ہے ان سب سے اگر یہ مراد ہے کہ وہ مسلمان ہی اس وقت ہوا ہے تب تو کوئی اشکال ہی نہیں کہ اسلام لانے کے بعد کفر کے گناہ بالاتفاق معاف ہیں اور اگر یہ مراد ہے کہ پہلے سے مسلمان تھا اور اخلاص کے ساتھ اس کلمہ کو کہہ کر مرا ہے تب بھی کیا بعید ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے لطف سے سارے ہی گناہ معاف فرما دیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا تو خود ہی ارشاد ہے کہ شرک کے علاوہ سارے ہی گناہ جس کے چاہیں گے معاف فرما دیں گے۔ ملا علی قاریؒ نے بعض علماء سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہ اور اس قسم کی احادیث اس کے اعتبار سے ہیں جب تک دوسرے احکام نازل نہیں ہوئے تھے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد اس کلمہ کو اس کے حق کی ادائیگی کے ساتھ کہنا۔ حضرت بصری وغیرہ حضرات کی بھی یہی رائے ہے۔ امام بخاری کی تحقیق یہ ہے کہ ندامت کے ساتھ اس کلمہ کو کہا ہو کہ یہی حقیقت توبہ کی ہے اور پھر اسی حال پر انتقال ہوا ہو۔ ملا علی قاریؒ کی تحقیق یہ ہے کہ اس سے ہمیشہ جہنم میں رہنے کی حرمت مراد ہے۔ ان سب کے علاوہ ایک کھلی ہوئی بات اور بھی ہے وہ یہ کہ کسی چیز کا کوئی خاص اثر ہونا اس کے منافی نہیں کہ کسی عارض کیوجہ سے وہ اثر نہ کر سکے۔ سقمونیا کا اثر اسہال ہے لیکن اگر اس کے بعد کوئی سخت قابض چیز کھالی جائے تو یقیناً سقمونیا کا اثر نہ ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس دوا کا وہ اثر نہیں رہا بلکہ اس عارض کی وجہ سے اس شخص پر اثر نہ ہو سکا۔

جنت کی چابی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنا جنت کی کنجیاں ہیں۔

فائدہ: کنجیاں اس لحاظ سے فرمایا کہ ہر دروازہ کی اور ہر جنت کی کنجی یہ ہی کلمہ ہے اسلئے ساری کنجیاں یہی کلمہ ہوا' یا اس لحاظ سے کہ یہ کلمہ بھی دو جزو لئے ہوئے ہے ایک لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسرے محمد رسول اللہ کا اقرار' اس لئے دو ہو گئے کہ دونوں کے مجموعہ سے کھل سکتا ہے اور بھی ان روایات میں جہاں جہاں جنت کے دخول یا جہنم کے حرام ہونے کا ذکر ہے اُس سے مراد پورا ہی کلمہ ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جنت کی قیمت لا الہ الا اللہ ہے۔

برائیوں کو نیکیوں میں بدلنے والا کلمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو بھی بندہ کسی وقت بھی دن میں یا رات میں لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اعمال نامہ میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں' اور ان کی جگہ نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

فائدہ: ہر معنی کے اعتبار سے گناہوں کا اس حدیث میں اعمالنامہ سے مٹانا تو معلوم ہوتا ہی ہے البتہ اخلاص ہونا ضروری ہے اور کثرت سے اللہ کا پاک نام لینا اور کلمہ طیبہ کا کثرت سے پڑھنا خود بھی اخلاص پیدا کرنیوالا ہے اسی لئے اس پاک کلمہ کا نام اخلاص ہے۔

کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی مغفرت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ستون ہے جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا۔ وہ عرض کرتا ہے۔ کیسے ٹھہروں حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کردی تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

فائدہ: محدثین حضراتؒ کو اس روایت میں کلام ہے لیکن علامہ سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ یہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے بعض روایتوں میں اس کے ساتھ اللہ جل شانہٗ کا یہ بھی ارشاد وارد ہوا ہے کہ میں نے کلمہ طیبہ اس شخص کی زبان پر اسی لئے جاری کرادیا تھا کہ اس کی مغفرت کروں۔ کس قدر لطف و کرم ہے اللہ کا کہ خود ہی توفیق عطا فرماتے ہیں اور پھر خود ہی اُس لطف کی تکمیل میں مغفرت فرماتے ہیں۔

ایک باندی کا واقعہ: حضرت عطاؒ کا قصہ مشہور ہے کہ وہ ایک مرتبہ بازار تشریف لے گئے۔ وہاں ایک دیوانی باندی فروخت ہورہی تھی اُنہوں نے خرید لی۔ جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو وہ دیوانی اٹھی اور وضو کر کے نماز شروع کردی اور نماز میں اس کی حالت یہ تھی کہ آنسوؤں سے دم گھٹا جارہا تھا۔ اس کے بعد اُس نے کہا اے میرے معبود آپ کو مجھ سے محبت رکھنے کی قسم مجھ پر رحم فرمادیجئے۔ عطاؒ نے یہ سُن کر فرمایا کہ لونڈی یوں کہہ اے اللہ مجھے آپ سے محبت رکھنے کی قسم۔ یہ سنکر اس کو غصہ آیا اور کہنے لگی اُس کے حق کی قسم اگر اس کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تمہیں یوں میٹھی نیند نہ سلاتا اور مجھے یوں کھڑا نہ کرتا۔ اس کے بعد اُس نے یہ اشعار پڑھے۔

الكرب مجتمع والقلب محترق
والصبر مفترق والدمع مستبق
كيف القرار على من لا قرار له
مما جناه الهوىٰ والشوق والفلق
يا رب ان كان شيء فيه لى فرج
فامنن على به مادام بى رمق

ترجمہ: بے چینی جمع ہورہی ہے اور دل جل رہا ہے اور صبر جُدا ہوگیا اور آنسو بہ رہے ہیں۔ اس کو کس طرح قرار آ سکتا ہے جس کو عشق و شوق اور بے چینی کے حملوں کی وجہ سے ذرا بھی سکون نہیں۔ اے اللہ اگر کوئی چیز ایسی ہوسکتی ہے جس میں غم سے نجات ہو تو زندگی میں اُس کو عطا فرما کر مجھ پر احسان فرما۔ اس کے بعد اُس نے کہا۔ اے اللہ میرا اور آپ کا معاملہ اب راز میں نہیں رہا مجھے اٹھا لیجئے یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور مرگئی۔ اس قسم کے اور بھی بہت سے واقعات ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ توفیق جب تک شاملِ حال نہ ہو کیا ہوسکتا ہے۔ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (اور تم بدون خدائے رب العالمین کے چاہے۔ کچھ نہیں چاہ سکتے ہو)۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قبر وحشر کے عذاب سے نجات

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس علی اهل لا اله الا اللہ وحشة فی قبورهم ولا منشرهم وکانی انظر الی اهل لا اله الا اللہ وهم ینفضون التراب عن رؤسهم ویقولون الحمد للہ الذی اذهب عنا الحزن وفی روایة لیس علی اهل لا اله الا اللہ وحشة عندا لموت ولا عند القبر. (رواہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ قبروں میں وحشت ہے نہ میدانِ حشر میں اس وقت گویا وہ منظر میرے سامنے ہے کہ جب وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے (قبروں سے) اُٹھیں گے اور کہیں گے تمام تعریف میں اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے) رنج وغم دُور کر دیا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ لا الہ الا اللہ والوں پر نہ موت کیوقت وحشت ہوگی نہ قبر کے وقت۔

لا الہ الا اللہ والوں سے اللہ تعالیٰ کا معاملہ

تشریح: حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہٗ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں یہ کیا بات ہے (حالانکہ حق تعالیٰ شانہٗ دلوں کے بھید جاننے والے ہیں لیکن اکرام واعزاز اور اظہار شرافت کیواسطے اس قسم کے سوال کرائے جاتے تھے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل مجھے اپنے اُمت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے جہاں قبیلہ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ قم باذن اللہ (اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا) اُس قبر سے ایک نہایت حسین خوبصورت چہرہ والا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پَر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بدصورت کالا مُنہ کیری آنکھوں والا کھڑا ہوا۔ وہ کہہ رہا تھا ہائے افسوس ہائے شرمندگی' ہائے مصیبت۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں۔ اُسی حالت پر اُٹھیں گے۔ حدیث بالا میں لا اله الا اللہ والوں سے بظاہر لوگ مراد ہیں جن کو اس کلمہ پاک کیساتھ خصوصی لگاؤ' خصوصی مناسبت' خصوصی اشتغال ہو اس لئے کہ دُودھ والا جوتوں والا' موتی والا' برف والا وہی شخص کہلاتا ہے جس کے ہاں ان چیزوں کی خصوصی بکری' اور خصوصی ذخیرہ موجود ہو۔ اس لئے لا اله الا اللہ والوں کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی اشکال نہیں۔ قرآن

پاک میں سورۂ فاطر میں اس اُمت کے تین طبقے بیان فرمائے ہیں۔ ایک طبقہ سابق بالخیرات کا بیان فرمایا جن کے متعلق حدیث میں آیا ہے کہ وہ بے حساب جنت میں داخل ہونگے۔

اعمال کے ترازو میں کلمہ شہادت کا وزن

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن میری اُمت میں سے ایک شخص کو منتخب فرما کر تمام دنیا کے سامنے بلائیں گے اور اس کے سامنے ننانوے دفتر اعمال کے کھولیں گے ہر دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ منتہائے نظر تک (یعنی جہاں تک نگاہ جاسکے وہاں تک) پھیلا ہوا ہوگا۔ اسکے بعد اس سے سوال کیا جائیگا کہ ان اعمالناموں میں سے تو کسی چیز کا انکار کرتا ہے۔ کیا میرے ان فرشتوں نے جو اعمال لکھنے پر متعین تھے تجھ پر کچھ ظلم کیا ہے (کہ کوئی گناہ بغیر کئے ہوئے لکھ لیا ہو یا کرنے سے زیادہ لکھ لیا ہو) وہ عرض کرے گا نہیں (نہ انکار کی گنجائش ہے نہ فرشتوں نے ظلم کیا) پھر ارشاد ہوگا کہ تیرے پاس ان بداعمالیوں کا کوئی عذر ہے وہ عرض کرے گا کوئی عذر بھی نہیں۔ ارشاد ہوگا اچھا تیری ایک نیکی ہمارے پاس ہے آج تجھ پر کوئی ظلم نہیں ہے پھر ایک کاغذ کا پُرزہ نکالا جائیگا جس میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ لکھا ہوا ہوگا ارشاد ہوگا کہ جا اسکو تلوا لے وہ عرض کریگا کہ اتنے دفتروں کے مقابلہ میں یہ پُرزہ کیا کام دیگا ارشاد ہوگا کہ آج تجھ پر ظلم نہیں ہوگا پھر اُن سب دفتروں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جاویگا اور دوسری جانب وہ پرزہ ہوگا تو دفتروں والا پلڑا اُڑنے لگے گا اُس پرزہ کے وزن کے مقابلہ میں۔ پس بات یہ ہے کہ اللہ کے نام سے کوئی چیز وزنی نہیں۔

کسی مسلمان کو حقیر نہ سمجھو لیکن نہی عن المنکر بھی نہ چھوڑو

حدیث شریف میں ایک قصہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار۔ وہ عابد اس گنہگار کو ہمیشہ ٹوکا کرتا تھا وہ کہہ دیتا کہ مجھے میرے خدا پر چھوڑ۔ ایک دن اس عابد نے غصہ میں آکر کہہ دیا کہ خدا کی قسم تیری مغفرت کبھی نہیں ہوگی۔ حق تعالیٰ شانہٗ نے عالمِ ارواح میں دونوں کو جمع فرمایا اور گنہگار کو اس لئے کہ وہ رحمت کا اُمیدوار تھا معاف فرمایا اور عابد کو اس قسم کھانے کی پاداش میں عذاب کا حکم فرمادیا اور اس میں کیا شک ہے کہ یہ قسم نہایت سخت تھی۔ خود حق تعالیٰ شانہٗ توارشاد فرمائیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

(حق تعالیٰ شانہٗ کفر وشرک کی مغفرت نہیں فرماویں گے اس کے علاوہ ہر گناہ کی جس کے لئے چاہیں گے مغفرت فرماویں گے) تو کسی کو کیا حق ہے یہ کہنے کا کہ فلاں کی مغفرت نہیں ہوسکتی لیکن اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ معاصی پر گناہوں پر ناجائز باتوں پر گرفت نہ کی جائے ٹوکا نہ جائے۔ قرآن وحدیث میں سینکڑوں جگہ اس کا حکم ہے نہ ٹوکنے پر وعید ہے۔ احادیث میں بکثرت آیا ہے کہ جو لوگ کسی کو گناہ کرتے دیکھیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو وہ خود اس کی سزا میں مبتلا ہوں گے عذاب میں شریک ہوں گے یہاں ایک ضروری چیز یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ جہاں دینداروں کا گنہگاروں کو قطعی جہنمی سمجھ لینا مہلک ہے وہاں جہلا کا ہر شخص کو مقتدا اور بڑا بنالینا خواہ کتنے ہی کفریات بکے، سم قاتل اور نہایت مہلک ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی بدعتی کی تعظیم کرتا ہے وہ اسلام کے منہدم کرنے پر اعانت کرتا ہے۔ بہت سی احادیث میں آیا ہے کہ آخر زمانہ میں دجّال، مکّار، کذّاب پیدا ہوں گے جو ایسی احادیث تم کو سُناویں گے جو تم نے نہ سُنی ہوں گی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو گمراہ کریں اور فتنہ میں ڈال دیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

کلمہ طیبہ کے اقرار کرنے کی فضیلت

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ لوجئی بالسموات والارض ومن فیھن وما بینھن وما تحتھن فوضعن فی کفۃ المیزان ووضعت شھادۃ ان لا الہ الا اللہ فی الکفۃ الاخری لرجحت بھن۔ (اخرجہ الطبرانی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تمام آسمان وزمین اور جو لوگ اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب اور جو چیزیں اُن کے درمیان میں ہیں وہ سب کچھ اور جو کچھ ان کے نیچے ہے وہ سب کا سب ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور لا الہ الا اللہ کا اقرار دوسری جانب ہو تو وہی تول میں بڑھ جائیگا۔

تشریح: اس قسم کا مضمون بہت سی مختلف روایتوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ کے پاک نام کی برابر کوئی بھی چیز نہیں۔ بدقسمتی اور محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس کو ہلکا سمجھتے ہیں۔ البتہ اس میں وزن اخلاص سے پیدا ہوتا ہے جس قدر اخلاص ہوگا اتنا ہی وزنی یہ پاک نام ہوسکتا ہے اسی اخلاص کے پیدا کرنے کے واسطے مشائخ صوفیہ کی جوتیاں سیدھی کرنا پڑتی ہیں۔ ایک حدیث میں اس ارشاد نبویؐ سے پہلے ایک اور مضمون مذکور ہے وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا کہ میت کو لا الہ الا اللہ تلقین کیا کرو جو شخص مرتے وقت اس پاک کلمہ کو کہتا ہے اس کے لئے جنت واجب ہوجاتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اگر کوئی تندرستی ہی میں کہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تو اور بھی زیادہ جنت کو واجب کرنے والا ہے۔ اس کے بعد یہ قسمیہ مضمون بھی ارشاد فرمایا جو اُوپر ذکر کیا گیا۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت اسی کلمہ کیلئے ہوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ کافر حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں جانتے (نہیں مانتے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا الہ الا اللہ (نہیں کوئی معبود اللہ کے سوا) اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں اسی بارہ میں آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً نازل ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسی کلمہ کے ساتھ میں مبعوث ہوا ہوں یعنی نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اسی کلمہ کی طرف لوگوں کو بلاتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا مطلب یہ نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میں خصوصیت ہے بلکہ سارے ہی نبی اسی کلمہ کیساتھ نبی بنا کر بھیجے گئے اور سب ہی انبیاءؑ نے اسی کلمہ کی طرف دعوت دی ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ختم الانبیاء فخر رُسل صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ایسا نہیں ہے جو اس مبارک کلمہ کی دعوت نہ دیتا ہو۔ کس قدر بابرکت اور مہتم بالشان کلمہ ہے کہ سارے انبیاء اور سارے سچے مذہب اسی پاک کلمہ کی طرف بُلانے والے اور اسی کے شائع کرنے والے رہے۔ آخر کوئی بات تو ہے کہ اس سے کوئی بھی سچا مذہب خالی نہیں اسی کلمہ کی تصدیق میں قرآن پاک کی آیت قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَھَادَۃً (سورہ انعام ع ۲) نازل ہوئی جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق میں حق تعالیٰ شانہٗ کی گواہی کا ذکر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ اس کی تصدیق فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے

ہیں میرے بندہ نے سچ کہا ہے میرے سوا کوئی معبود نہیں۔

امت محمدیہ کے اعمال بھاری ہونے کا سبب

حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے اعمال (حشر کی ترازو میں اسلئے) سب سے زیادہ بھاری ہیں کہ ان کی زبانیں ایک ایسے کلمے کیساتھ مانوس ہیں جواُن سے پہلی اُمتوں پر بھاری تھا۔ وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے۔

امت محمدیہ میں کلمہ طیبہ کے ورد کی کثرت

فائدہ: یہ ایک کھلی ہوئی بات ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا اُلف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے درمیان کلمہ طیبہ کا جتنا زور اور کثرت ہے کسی اُمت میں بھی اتنی کثرت نہیں ہے۔ مشائخ سلوک کی لاکھوں نہیں کروڑوں کی مقدار ہے اور پھر ہر شیخ کے کم وبیش سینکڑوں مرید اور تقریباً سب ہی کے یہاں کلمہ طیبہ کا ورد ہزاروں کی مقدار میں روزانہ کے معمولات میں داخل ہے۔ جامع الاصول میں لکھا ہے کہ لفظ اللہ کا ذکر ورد کے طور پر کم ازکم پانچ ہزار کی مقدار ہے اور زیادہ کے لئے کوئی حد نہیں اور صوفیہ کے لئے کم ازکم پچیس ہزار روزانہ اور لا الہ الا اللہ کی مقدار کے متعلق لکھا ہے کہ کم ازکم پانچ ہزار روزانہ ہو۔ یہ مقداریں مشائخ سلوک کی تجویز کے موافق کم وبیش ہوتی رہتی ہیں۔ میرا مقصود حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں مشائخ کا انداز بیان کرنا ہے کہ ایک ایک شخص کے لئے روزانہ کی مقداریں کم ازکم یہ بتائی گئی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''قولِ جمیل'' میں اپنے والد سے نقل کیا ہے کہ میں ابتدائے سلوک میں ایک سانس میں لا الہ الا اللہ دوسومرتبہ کہا کرتا تھا۔

شیخ ابویزیدؒ قرطبی فرماتے ہیں میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ خبر سنکر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لئے پڑھ کر ذخیرۂ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے۔ جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا کہ دفعۃً اُس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے اس کی حالت مجھے نظر آئی قرطبیؒ کہتے ہیں کہ میں اس کی گھبراہٹ دیکھ رہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اس کی سچائی کا بھی مجھے تجربہ ہوجائیگا۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُن نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے اس کی ماں کو بخش دیا۔ میں نے اپنے دل میں چپکے ہی سے بخشا تھا اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا کہ چچا میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹادی گئی۔ قرطبیؒ کہتے ہیں کہ مجھے اس قصہ سے دو فائدے ہوئے۔ ایک تو اس برکت کا جو ستّر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اس کا تجربہ ہوا دوسرے اس نوجوان کی سچائی کا یقین ہوگیا۔

یہ ایک واقعہ ہے اس قسم کے نہ معلوم کتنے واقعات اس اُمت کے افراد میں پائے جاتے ہیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں ایک معمولی چیز پاسِ انفاس ہے یعنی اس کی مشق کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر کے بغیر نہ اندر جائے نہ باہر آئے۔ اُمت محمدیہ کے کروڑوں افراد ایسے ہیں جن کو اسکی مشق حاصل ہے تو پھر کیا تردّد ہے حضرت عیسٰی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس ارشاد میں کہ ان کی زبانیں اس کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ مانوس اور ہوگئیں۔

دعا کیجئے: اللہ پاک ہمیں بھی کلمہ طیبہ کے فوائد وثمرات عطا فرمائیں وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے دروازہ پر لکھی ہوئی عبارت

عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال مکتوب علی باب الجنۃ اننی انا اللّٰہ لا الٰہ الا انا لا اعذب من قالھا۔ (اخرجہ ابوالشیخ کذافی الدر)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا ہے۔ (اِنَّنِیْ اَنَا اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا لَآ اُعَذِّبُ مَنْ قَالَھَا) میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص اس (کلمہ) کو کہتا رہے گا۔ میں اسکو عذاب نہیں کرونگا۔

تشریح: گناہوں پر عذاب کا ہونا دوسری احادیث میں بکثرت آیا ہے اس لئے اس سے اگر دائمی عذاب مراد ہو تو کوئی اشکال نہیں لیکن کوئی خوش قسمت ایسے اخلاص سے اس جملہ کا ورد رکھنے والا ہو کہ باوجود گناہوں کے اس کو بالکل عذاب نہ کیا جائے یہ بھی رحمتِ خداوندی سے بعید نہیں ہے۔

عذاب سے حفاظت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے کہ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں لہٰذا میری ہی عبادت کیا کرو جو شخص تم میں سے اخلاص کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہوا آوے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائیگا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا وہ میرے عذاب سے مامون ہوگا۔

فائدہ: اگر یہ بھی کبائر سے بچنے کے ساتھ مشروط ہو جیسا کہ حدیث نمبر ۵ میں گذر چکا تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر کبائر کے باوجود یہ کلمہ کہے تو پھر قواعد کے موافق تو عذاب سے مراد دائمی عذاب ہے' ہاں اللہ جل شانہٗ کی رحمت قواعد کی پابند نہیں۔ قرآن پاک کا صاف ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہٗ شرک کو معاف نہیں فرمائیں گے' اس کے علاوہ جس کو چاہیں گے معاف کر دیں گے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ اسی شخص کو عذاب کرتے ہیں جو اللہ پر تمرد (ہیکڑی) کرے اور لا الٰہ الا اللہ کہنے سے انکار کرے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ حق تعالیٰ شانہٗ کے غصہ کو دُور کرتا رہتا ہے جب تک کہ دنیا کو دین پر ترجیح نہ دینے لگیں اور جب دنیا کو دین پر ترجیح دینے لگیں اور لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں کہ تُم اپنے دعویٰ میں سچے نہیں ہو۔

افضل ذکر اور افضل استغفار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمام ذکروں میں افضل لا الٰہ الا اللہ ہے اور تمام دعاؤں میں افضل استغفار ہے پھر اس کی تائید میں سورہ محمد کی آیت فَاعْلَمْ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تلاوت فرمائی۔

اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذر چکا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ سب اذکار سے افضل ہے جسکی وجہ صوفیہ نے یہ لکھی ہے کہ دل کے پاک ہونے میں اس ذکر کو خاص مناسبت ہے اس کی برکت سے دل ساری ہی گندگیوں سے پاک ہو جاتا ہے اور جب اس کیساتھ استغفار بھی شامل ہو جائے تو پھر کیا ہی کہنا۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ حضرت یونس ؑ کو جب مچھلی نے کھالیا تھا تو اس کے پیٹ میں ان کی یہ دعا تھی لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ جو شخص بھی ان الفاظ سے دُعا مانگے گا وہ ضرور قبول ہوگی۔ اس فصل کی سب سے پہلی حدیث میں بھی یہ مضمون گذرا ہے کہ سب سے افضل اور بہترین ذکر لا الٰہ الا اللہ ہے لیکن وہاں سب سے افضل دعا الحمدللہ ارشاد ہوا تھا اور یہاں استغفار وارد ہے۔ اس قسم کا اختلاف حالات کے اعتبار

سے بھی ہوتا ہے ایک متقی پرہیز گار ہے اس کے لئے الحمد للہ سب سے افضل ہے۔ ایک گناہ گار ہے وہ توبہ واستغفار کا بہت محتاج ہے اس کے حق میں استغفار سب سے اہم ہے۔ اس کے علاوہ افضلیت بھی مختلف وجوہ سے ہوتی ہے منافع کے حاصل کرنے کے واسطے اللہ کی حمد وثنا سب سے زیادہ نافع ہے اور مضرتیں اور تنگیاں دُور کرنے کے لئے استغفار سب سے زیادہ مفید ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی وجوہ اس قسم کے اختلاف کی ہوتی ہے۔

شیطان اور انسان کی ہلاکت کا سامان

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ لا الہ الا اللہ اور استغفار کو بہت کثرت سے پڑھا کرو۔ شیطان کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں سے ہلاک کیا اور انہوں نے مجھے لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کردیا۔ جب میں نے دیکھا (کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا) تو میں نے ان کو ہوائے نفس (یعنی بدعات) سے ہلاک کیا اور وہ اپنے کو ہدایت پر سمجھتے رہے۔

لا الہ الا اللہ اور استغفار سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ شیطان کا منتہائے مقصد دل پر اپنا زہر چڑھانا ہے جس کا ذکر باب اوّل فصل دوم کے نمبر ۱۴ پر گذر چکا اور یہ زہر جب ہی چڑھتا' جب دل اللہ کے ذکر سے خالی ہو ورنہ شیطان کی ذلّت کیساتھ دل سے واپس ہونا پڑتا ہے اور اللہ کا ذکر دلوں کی صفائی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ ہر چیز کیلئے ایک صفائی ہوتی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے۔ اسی طرح استغفار کے بارہ میں کثرت سے احادیث میں یہ وارد ہوا ہے کہ دلوں کے مَیل اور زنگ کو دوُر کرنے والا ہے۔ ابوعلی دقاقؒ کہتے ہیں کہ جب بندہ اخلاص سے لا الہ کہتا ہے تو ایک دم دِل صاف ہوجاتا ہے (جیسا آئینہ پر بھیگا ہوا کپڑا پھیرا جائے) پھر وہ الا اللہ کہتا ہے تو صاف دل پر اُس کا نور ظاہر ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ شیطان کی ساری ہی کوشش بے کار ہوگئی اور ساری محنت رائیگاں گئی۔ ہوائے نفس سے ہلاک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ناحق کو حق سمجھنے لگے اور جو دل میں آجائے اسی کو دین اور مذہب بنالے۔ قرآن شریف میں کئی جگہ اس کی مذمّت وارد ہوئی ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے

أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ أَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ (سورۂ جاثیہ رکوع ۳)

(کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفس کو بنا رکھا ہے اور خدا تعالیٰ نے اسکو باوجود سمجھ بُوجھ کے گمراہ کردیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگادی اور آنکھ پر پردہ ڈالدیا (کہ حق بات کو نہ سُنتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ دل میں اُترتی ہے) پس اللہ کے (گمراہ کردینے کے) بعد کون ہدایت کرسکتا ہے پھر بھی تم نہیں سمجھتے) دوسری جگہ ارشاد ہے وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (سورۂ قصص رکوع ۵)

(ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بغیر اس کے کہ کوئی دلیل اللہ کی طرف سے (اُس کے پاس) ہو اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا) اور بھی متعدد جگہ اس قسم کا مضمون وارد ہوا یہ شیطان کا بہت ہی سخت حملہ ہے کہ وہ غیر دین کو دین کے لباس میں سمجھاوے اور آدمی اس کو دین سمجھ کر کرتا رہے اور اُس پر ثواب کا اُمیدوار بنا رہے۔ اور جب وہ اس کو عبادت اور دین سمجھ کر کررہا ہے تو اس سے توبہ کیونکر کرسکتا ہے۔ اگر کوئی شخص زنا کاری' چوری وغیرہ گناہوں میں مبتلا ہو تو کسی نہ کسی وقت توبہ اور چھوڑدینے کی اُمید ہے' لیکن جب کسی ناجائز کام کو وہ عبادت سمجھتا ہے تو اس سے توبہ کیوں کرے اور کیوں اس کو چھوڑے بلکہ دن بدن اس میں ترقی کرے گا۔ یہی مطلب ہے شیطان کے اس کہنے کا کہ میں نے گناہوں میں مبتلا کیا لیکن ذکراذکار توبہ استغفار سے وہ مجھے

دق کرتے رہے تو میں نے ایسے جال میں پھانس دیا کہ اس سے نکل ہی نہیں سکتے۔ اس لئے دین کے ہر کام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے طریقہ کو اپنا رہبر بنانا بہت ہی ضروری امر ہے اور کسی ایسے طریقہ کو اختیار کرنا جو خلافِ سنت ہو۔ نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ امام غزالیؒ نے حسن بصریؒ سے بھی نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ہمیں یہ روایت پہنچی کہ شیطان کہتا ہے کہ میں نے اُمتِ محمدیہ کے سامنے گناہوں کو زیب و زینت کے ساتھ پیش کیا مگر ان کے استغفار نے میری کمر توڑ دی تو میں نے ایسے گناہ ان کے پاس پیش کئے جن کو وہ گناہ ہی نہیں سمجھتے کہ اُن سے استغفار کریں اور وہ اُہواء یعنی بدعات ہیں کہ وہ ان کو دین سمجھ کر کرتے ہیں۔ وہبؒ بن منبہ کہتے ہیں کہ اللہ سے ڈر تو شیطان کو مجمعوں میں لعنت کرتا ہے اور چپکے سے اس کی اطاعت کرتا ہے اور اس سے دوستی کرتا ہے۔ بعض صوفیہ سے منقول ہے کہ کس قدر تعجب کی بات ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ جیسے محسن کے احسانات معلوم ہونیکے بعد اور اُن کے اقرار کے بعد اس کی نافرمانی کی جائے اور شیطان کی دشمنی کے باوجود اس کی عیاری اور سرکشی معلوم ہونے کے باوجود اس کی اطاعت کی جائے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تعلق مع اللہ کی حقیقت

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی قدس سرہٗ نے فرمایا:...... تعلق مع اللہ کیا چیز ہے اور کیسے حاصل ہوگا؟ تعلق مع اللہ کا ذریعہ تعلق مع الخلق ہے' پہلے مخلوق کے ہو جاؤ پھر خالق کے' اللہ تعالیٰ نے اپنے تعلق کے تمام آداب مخلوق کے ساتھ رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوق کے لئے خالق ہیں' رب ہیں۔ ارحم الراحمین ہیں' کارساز ہیں۔ تمام صفتیں مخلوق سے وابستہ ہیں۔ مخلوق کا حق ادا کرو۔ تعلق مع اللہ خود بخود حاصل ہوگا۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کس دن اپنا جلوہ دکھائیں گے؟ میں آپ کا منتظر ہوں۔

کبھی اے حقیقت منتظر نظر آ لباس مجاز میں! — کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

اللہ تعالیٰ نے فرمایا آئیں گے' وعدہ کرلیا' اب حضرت عیسیٰ منتظر ہیں کہ اللہ میاں کب جلوہ نمائی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ گزر گیا عرض کیا یا اللہ' میں تو بہت منتظر ہوں' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں' میں تو آیا تھا مگر تم نے التفات ہی نہیں کیا تم سے ایک سائل نے سوال کیا تھا مگر تم نے اس کو رد کردیا' وہ ہم ہی تو تھے اور تمہارے پڑوس میں ایک شخص بیمار تھا تو عیادت کو نہیں گئے' تم ہماری عیادت کو نہیں آئے کیونکہ وہ ہم ہی تھے تو معلوم ہوا کہ ان کے جلوے مخلوق میں نظر آتے ہیں۔ عالم خلق میں صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ہے۔ جب تک صفات سے آشنا نہ ہوں گے ذات سے آشنا نہیں ہوسکتے اور ان تک نہیں پہنچ سکتے۔ عالم خلق میں صفات کا ظہور اس طرح سے ہے کہ کہیں وہ تواب رحیم ہے' کہیں صفتِ خلقیت' کہیں ربوبیت ہے' کہیں گنہگاروں کے لئے ستاریت اور غفاریت کا پرتو ہے تو جو شخص صفات سے آشنا ہو جاتا ہے وہ حقیقت میں ذات سے آشنا ہو جاتا ہے۔

صفات میں بڑی کشش ہے۔ حسن اگر ذات میں ہے تو صفات میں بھی ہے۔ حسن ایک چیز ہے جو اگر ذات سے تعلق رکھتا ہے تو صفات میں اس کے جلوے ہیں۔ سورج میں اگر روشنی ہے تو اس کے مظاہر بھی ہیں۔ ان میں بھی روشنی آئے گی۔ اللہ تعالیٰ حسین و جمیل ہیں تو ان کے جمال کے بھی مظاہر ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی صفات کیسے معلوم ہوں گی؟ وہ اس طرح سے کہ اپنی ذات پر انعام الٰہیہ کو دیکھو کہ کس طرح حیرت انگیز طور پر ہم پر انعامات کی بارش ہو رہی ہے۔

توحید ورسالت پر مرنے والا جنت میں داخل ہوگا

عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یموت عبد یشهد ان لا اله الا اللہ وانی رسول اللہ یرجع ذلک الی قلب موقن الا دخل الجنة وفی روایة الا غفر اللہ له. (اخرجہ احمد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ جو شخص بھی اس حال میں مرے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی پکے دل سے شہادت دیتا ہو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ضرور اُس کی اللہ تعالیٰ مغفرت فرمادیں گے۔

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث میں یہ بھی نقل کیا گیا کہ خوشخبری سنو اور دوسروں کو بھی بشارت سُنادو کہ جو شخص سچے دل سے لا اله الا الله کا اقرار کرے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اللہ جل جلالہٗ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے اور اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت زیادہ اجر و ثواب رکھتا ہے۔ دنیا کے دکھاوے کے واسطے لوگوں کے خوش کرنے کیواسطے کوئی کام کیا جاوے وہ تو اُن کی سرکار میں بے کار ہے بلکہ کرنیوالے کے لئے وَبال ہے لیکن اخلاص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی بہت کچھ رنگ لاتا ہے۔ اسلئے اخلاص سے جو شخص کلمہ شہادت پڑھے اس کی ضرور مغفرت ہوگی وہ ضرور جنت میں داخل ہوکر رہے گا اس میں ذرا بھی تردّد نہیں۔ یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے کچھ دنوں سزا بھگت کر داخل ہو لیکن ضروری نہیں، کسی مخلص کا اخلاص مالک الملک کو پسند ہو اس کی کوئی خدمت ہی پسند آجائے تو وہ سارے ہی گناہوں کو معاف فرما سکتے ہیں۔ ایسی کریم ذات پر ہم نہ مرمٹیں کتنی سخت محرومی ہے۔ بہرحال ان احادیث میں کلمہ طیبہ کے پڑھنے والے کیلئے بہت کچھ وعدے ہیں جن میں دونوں احتمال ہیں۔ قواعد کے موافق گناہوں کی سزا کے بعد معافی اور کرم لطف احسان اور مراحم خسروانہ میں بلا عذاب معافی۔

یحییٰ بن اکثمؒ کا واقعہ

یحییٰ بن اکثمؒ ایک محدث ہیں۔ جب اُن کا انتقال ہوا تو ایک شخص نے ان کو خواب میں دیکھا۔ اُن سے پوچھا۔ کیا گذری۔ فرمانے لگے کہ میری پیشی ہوئی۔ مجھ سے فرمایا۔ او گنہگار بوڑھے! تو نے فلاں کام کیا فلاں کیا میرے گناہ گنوائے گئے اور کہا گیا کہ تُو نے ایسے ایسے کام کئے۔ میں نے عرض کیا یا اللہ مجھے آپ کی طرف سے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ فرمایا اور کیا حدیث پہنچی۔ عرض کیا۔ مجھ سے عبدالرزاقؒ نے کہا اُن سے معمرؒ نے کہا اُن سے زہریؒ نے کہا اُن سے عروہؒ نے کہا اُن سے حضرت عائشہؓ نے کہا اُن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اُن سے حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا اُن سے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا اور میں اسکو اس کے اعمال کی وجہ سے) عذاب دینے کا ارادہ بھی کروں لیکن اس کے بُڑھاپے سے شرما کر معاف کر دیتا ہوں اور یہ آپ کو معلوم ہے کہ میں بوڑھا ہوں۔ ارشاد ہوا کہ عبدالرزاقؒ نے سچ کہا اور معمرؒ نے بھی سچ کہا زہریؒ نے بھی سچ کہا عروہؒ نے بھی سچ نقل کیا عائشہؓ نے بھی سچ کہا اور نبیؐ نے بھی سچ کہا اور جبرئیلؑ نے بھی سچ کہا اور میں نے بھی سچّی بات کہی۔ یحییٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے جنت میں داخلہ کا ارشاد فرمادیا۔

بغیر حجاب کے اللہ تعالیٰ کو پہنچانے والی چیز

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر عمل کے لئے اللہ کے یہاں پہنچنے کیلئے درمیان میں حجاب ہوتا ہے مگر لا الہ الا اللہ اور باپ کی دُعا بیٹے کیلئے ان دونوں کیلئے کوئی حجاب نہیں۔

پردہ نہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ ان چیزوں کے قبول ہونے میں ذرا سی بھی دیر نہیں لگتی اور اُمور کے درمیان میں قبول تک اور بھی واسطے حائل ہوتے ہیں لیکن یہ چیزیں براہِ راست بارگاہِ الٰہی تک فوراً پہنچتی ہیں۔

ایک بادشاہ کا واقعہ: ایک کافر بادشاہ کا قصّہ لکھا ہے کہ نہایت متشددِ متعصب تھا اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہوگیا چونکہ مسلمانوں کو اس سے تکلیفیں بہت پہنچی تھی اس لئے انتقام کا جوش ان میں بھی بہت تھا' اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا۔ اُس نے اوّل اپنے بُتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی' جب کچھ بن نہ پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الٰہ الا اللہ کا ورد شروع کیا' لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس خلوص اور جوش سے پڑھا جاسکتا ہے ظاہر ہے۔ فوراً اللہ تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے مدد ہوئی اور اس زور سے بارش ہوئی کہ وہ ساری آگ بھی بُجھ گئی' اور دیگ ٹھنڈی ہوگئی۔ اس کے بعد زور سے آندھی چلی جس سے وہ دیگ اُڑی اور دُور کسی شہر میں جہاں سب ہی کافر تھے جا کر گری۔ یہ شخص لگا تار کلمہ طیبّہ پڑھ رہا تھا۔ لوگ اُس کے گرد جمع ہوگئے اور اعجوبہ دیکھ کر متحیّر تھے اس سے حال دریافت کیا اس نے اپنی سرگذشت سنائی جس سے وہ لوگ بھی مسلمان ہوگئے۔

اللہ کی رضا کیلئے کلمہ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے نہیں آئے گا کوئی شخص قیامت کے دن کہ لا الٰہ الا اللہ کو اس طرح سے کہتا ہو کہ اللہ کی رضا کے سوا کوئی مقصود نہ ہو مگر جہنم اس پر حرام ہوگی۔

فائدہ: جو شخص اخلاص کے ساتھ کلمہ طیبّہ کا ورد کرتا رہا ہو اُس پر جہنم کی آگ حرام ہونا ظاہری قواعد کے موافق تو مقید ہے کبائر گناہ ہونے کیساتھ یا جہنم کے حرام ہونے سے اُسمیں ہمیشہ کا رہنا حرام ہے۔ لیکن اللہ جل شانہٗ اس پاک کلمہ کو اخلاص سے پڑھنے والے کو باوجود گناہوں کے بالکل ہی جہنم سے معاف فرما دیں تو کون روکنے والا ہے۔ احادیث میں ایسے بندوں کا بھی ذکر آتا ہے کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ شانہٗ بعض لوگوں کو فرمائیں گے تو نے فلاں گناہ کیا فلاں کیا۔ اس طرح جب بہت سے گناہ گنوائے جاچکیں گے اور وہ سمجھے گا کہ میں ہلاک ہوگیا اور اقرار کے بغیر چارۂ کار نہ ہوگا تو ارشاد ہوگا کہ ہم نے دنیا میں تیری ستاری کی آج بھی ستاری کرتے ہیں تجھے معاف کردیا۔ اس نوع کے بہت سے واقعات احادیث میں موجود ہیں۔ اس لئے اُن ذاکرین کے لئے بھی اس قسم کا معاملہ ہو تو بعید نہیں ہے۔ اللہ کے پاک نام میں بڑی برکت اور بہبودی ہے اس لئے جتنی بھی کثرت ہوسکے دریغ نہ کرنا چاہیے۔ کیا ہی خوش نصیب ہیں وہ مبارک ہستیاں جنہوں نے اس پاک کلمہ کی برکات کو سمجھا اور اسکے ورد میں عمریں ختم کردیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

موت کی تکلیف سے محفوظ رکھنے والا کلمہ

عن یحییٰ بن طلحة رضی الله عنه بن عبدالله قال روی طلحة حرینا فقیل له مالک قال انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولها عبد عند موته الا نفس الله عنه کربته واشرق لونه ورأی ما یسره وما منعنی ان اسأله عنها الا القدرة علیه حتی مات فقال عمر رضی الله عنه انی لا علمها قال فماهی قال لا نعلم کلمة هی اعظم من کلمة امربها عمه لا اله الا الله قال فهی والله هی. (اخرجه البیهقی)

ترجمہ: حضرت طلحہؓ کو لوگوں نے دیکھا کہ نہایت غمگین بیٹھے ہیں۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا تھا کہ مجھے ایک کلمہ معلوم ہے کہ جو شخص مرتے وقت اس کو کہے تو موت کی تکلیف اس سے ہٹ جائے اور رنگ چمکنے لگے اور خوشی کا منظر دیکھے مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کلمہ کے پُوچھنے کی قدرت نہ ہوئی (اسکا رنج ہو رہا ہے) حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھے معلوم ہے طلحہؓ (خوش ہوکر) کہنے لگے کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہمیں معلوم ہے کہ کوئی کلمہ اس سے بڑھا ہوا نہیں ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابوطالب) پر پیش کیا تھا اور وہ یہ ہے لا الہ الا اللہ فرمایا واللہ یہی ہے' واللہ یہی ہے۔

پانچ اندھیرے اور پانچ چراغ

تشریح: کلمہ طیبہ کا سراسر نور و سرور ہونا بہت سی روایات سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے منبہات میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے نقل کیا ہے کہ اندھیرے پانچ ہیں اور پانچ ہی ان کیلئے چراغ ہیں۔ دنیا کی محبت اندھیرا ہے جس کا چراغ تقویٰ ہے اور گناہ اندھیرا ہے جس کا چراغ توبہ ہے اور قبر اندھیرا ہے جس کا چراغ لا اله الا الله محمد رسول الله ہے اور آخرت اندھیرا ہے جس کا چراغ نیک عمل ہے اور پُل صراط اندھیرا ہے جس کا چراغ یقین ہے۔ رابعہ عدویہؒ مشہور ولیّہ ہیں۔ رات بھر نماز میں مشغول رہتیں صبح صادق کے بعد تھوڑی دیر سورہتیں اور جب صبح کا چاندنا اچھی طرح ہو جاتا تو گھبرا اٹھتیں اور نفس کو ملامت کرتیں کہ کب تک سوتا رہیگا عنقریب قبر کا زمانہ آنیوالا ہے جس میں صور پھونکنے تک سونا ہی ہوگا۔ جب انتقال کا وقت قریب ہوا تو ایک خادمہ کو وصیّت فرمائی کہ یہ ادنیٰ گدڑی جس کو وہ تہجد کے وقت پہنا کرتی تھیں اس میں مجھے کفن دے دینا اور کسی کو میرے مرنے کی خبر نہ کرنا۔ چنانچہ حسب وصیت تجہیز و تکفین کردی گئی۔ بعد میں اُس خادمہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ نہایت عُمدہ لباس پہنے ہوئے ہیں اُس نے دریافت کیا کہ وہ آپ کی گدڑی کیا ہوئی جس میں کفن دیا گیا تھا فرمایا کہ لپیٹ کر میرے اعمال کے ساتھ رکھ دی گئی۔ انہوں نے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں کہا کہ اللہ کا ذکر جتنا بھی کر سکو کرتی رہو کہ اس کی وجہ سے تم قبر میں قابلِ رشک بن جاؤ گی۔

کلمہ نجات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) کے وصال کیوقت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو اس قدر سخت صدمہ تھا کہ بہت سے مختلف طور کے وساوس میں مبتلا ہوگئے تھے۔ حضرت

عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا جو وساوس میں گھرے ہوئے تھے حضرت عمرؓ میرے پاس تشریف لائے مجھے سلام کیا مگر مجھے مطلق پتہ نہ چلا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے شکایت کی (عثمانؓ بھی بظاہر خفا ہیں کہ میں نے سلام کیا انہوں نے جواب بھی نہ دیا) اسکے بعد دونوں حضرات اکٹھے تشریف لائے اور سلام کیا اور حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے بھائی عمرؓ کے سلام کا بھی جواب نہ دیا (کیا بات ہے) میں نے عرض کیا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا ایسا ہی ہوا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو آپ کے آنے کی بھی خبر نہیں ہوئی کہ کب آئے نہ سلام کا پتہ چلا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا سچ ہے ایسا ہی ہوا ہوگا غالباً تم کسی سوچ میں بیٹھے ہوگے میں نے عرض کیا واقعی میں ایک گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دریافت فرمایا کیا تھا میں نے عرض کیا حضورؐ کا وصال ہوگیا اور ہم نے یہ بھی نہ پوچھ لیا کہ اس کام کی نجات کس چیز میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پوچھ چکا ہوں۔ میں اُٹھا اور میں نے کہا، تم پر میرے ماں باپ قربان واقعی تم ہی زیادہ مستحق تھے اس کے دریافت کرنیکے (کہ دین کی ہر چیز میں آگے بڑھنے والے ہو) حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ میں نے حضورؐ سے دریافت کیا تھا کہ اس کام کی نجات کیا ہے آپ نے فرمایا کہ جو شخص اس کلمہ کو قبول کرلے جس کو میں نے اپنے چچا (ابوطالب پر اُنکے انتقال کے وقت) پیش کیا تھا اور انہوں نے رد کردیا تھا وہی کلمہ نجات ہے۔

وفات حسرت آیات پر صحابہؓ کی پریشانی

وساوس میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صحابہ کرام اس وقت رنج وغم کی شدت میں ایسے پریشان ہوگئے تھے کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر بہادر تلوار ہاتھ میں لیکر کھڑے ہوگئے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کا وصال ہوگیا اس کی گردن اُڑادوں گا۔ حضورؐ نے اپنے رب سے ملنے تشریف لے گئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ بعض صحابہؓ کو یہ خیال پیدا ہوگیا کہ دین اب ختم ہوچکا۔ بعض اس سوچ میں تھے کہ اب دین کے فروغ کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی۔ بعض بالکل گم تھے کہ اُن سے بولا ہی نہیں جاتا تھا ایک ابوبکرؓ صدیق کا دم تھا جو حضورؐ کے ساتھ کمالِ عشق اور کمالِ محبت کے باوجود اس وقت ثابت قدم اور جمے ہوئے قدم سے کھڑے تھے۔ انہوں نے للکار کر خطبہ پڑھا جس میں وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ والی آیت پڑھی جس کا ترجمہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں (خدا تو نہیں ہیں جسے موت آ ہی نہ سکے) پس اگر وہ مرجائیں یا شہید ہوجائیں تو تم لوگ (دین سے) پھر جاؤ گے اور جو شخص (دین سے) پھر جائیگا وہ خدا کا تو کوئی نقصان نہیں کریگا (اپنا ہی کچھ کھودیگا) مختصر طور پر اس قصہ کو میں اپنے رسالہ حکایاتِ صحابہؓ میں لکھ چکا ہوں۔

دین کے کام کی نجات کا مطلب

آگے جو ارشاد ہے کہ اس کام کی نجات کیا ہے۔ اسکے دو مطلب ہیں ایک یہ کہ دین کے کام تو بہت سے ہیں ان سب کاموں میں مدار کس چیز پر ہے کہ جس کے بغیر چارۂ کار نہ ہو۔ اس مطلب کے موافق جواب ظاہر ہے کہ دین کا سارا مدار کلمہ شہادت پر ہے اور اسلام کی جڑ ہی کلمہ طیبہ ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کام یعنی دین میں دقتیں بھی پیش آتی ہیں وساوس بھی گھیرتے ہیں شیطان کی رخنہ اندازی بھی مستقل ایک مصیبت ہے دنیاوی ضروریات بھی اپنی طرف کھینچتی ہیں اس صورت میں مطلب ارشاد نبوی کا یہ ہے کہ کلمہ طیبہ کی کثرت ان سب چیزوں کا علاج ہے کہ وہ اخلاص پیدا کرنیوالا ہے دلوں کا صاف کرنے والا ہے شیطان کی ہلاکت کا سبب ہے، جیسا کہ ان سب روایات میں اس کے اثرات بہت سے ذکر کئے گئے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا الہ الا اللہ کا کلمہ اپنے پڑھنے والے سے ننانوے قسم کی بلائیں دور کرتا ہے جن میں سب سے کم غم ہے، جو ہر وقت آدمی پر سوار رہتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عزت وتقویٰ اور جہنم سے آزادی والا کلمہ

عن عثمان رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انی لا علم کلمة لا یقولھا عبد حقا من قلبه الا حرم علی النار فقال له عمر رضی اللہ عنه ابن الخطاب انا احدثک ماھی ھی کلمة الاخلاص التی اعز اللّٰہ تبارک وتعالیٰ بھا محمدا صلی اللہ علیه وسلم واصحابهؓ وھی کلمة التقوٰی التی الاص علیھا نبی اللہ صلی اللہ علیه وسلم عمه ابا طالب عند الموت شھادة ان لا اله الا اللہ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضورؐ سے سنا تھا کہ میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جو شخص اس کو حق سمجھ کر اخلاص کے ساتھ دل سے (یقین کرتے ہوئے) اس کو پڑھے تو جہنم کی آگ اُس پر حرام ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں بتاؤں وہ کلمہ کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور اس کے صحابہ کو عزت دی۔ وہ وہی تقوٰی کا کلمہ ہے۔ جس کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے ان کے انتقال کے وقت خواہش کی تھی۔ وہ شہادت ہے لا الہ الا اللہ کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا واقعہ

تشریح: حضورؐ کے چچا ابو طالب کا قصہ حدیث تفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں مشہور ومعروف ہے کہ جب ان کے انتقال کا وقت قریب ہوا تو چونکہ ان کے احسانات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں پر کثرت سے تھے اسلئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے چچا!

لا اله الا اللہ کہہ لیجئے تا کہ مجھے قیامت کے دن آپ کی سفارش کا موقعہ مل سکے اور میں اللہ کے یہاں آپ کے اسلام کی گواہی دے سکوں۔ انہوں نے فرمایا کہ لوگ مجھے یہ طعنہ دیں گے کہ موت کے ڈر سے بھتیجے کا دین قبول کرلیا۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں اسوقت اس کلمہ کے کہنے سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا اس پر حضورؐ رنجیدہ واپس تشریف لائے۔ اسی قصہ میں قرآن پاک کی آیت **انک لا تھدی من احببت** (سورہ قصص رکوع ٦) نازل ہوئی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں فرما سکتے بلکہ اللہ جسکو چاہے ہدایت کرتا ہے اس قصہ سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ جو لوگ فسق و فجور میں مبتلا رہتے ہیں، خدا اور اُس کے رسول سے بیگانہ رہتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ کسی عزیز قریب بزرگ کی دعا سے بیڑا پار ہوجائے گا غلطی میں مبتلا ہیں کام چلانے والا صرف اللہ ہی ہے اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے اُسی سے سچا تعلق قائم کرنا ضروری ہے البتہ اللہ والوں کی صحبت، انکی دعا، اُن کی توجہ معین و مددگار بن سکتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ کی قبولیت کا سبب

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت آدم (علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام) سے جنت وہ گناہ صادر ہوگیا (جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیئے گئے تو ہر وقت روتے تھے اور دُعا واستغفار کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ) آسمان کی طرف مُنہ کیا اور عرض کیا یا اللہ! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کئے جاتے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی گریہ وزاری

فائدہ: حضرت آدم علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسوقت کیا کیا دعائیں کیں اور کس کس طرح سے گڑگڑائے' اس بارے میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں جس پر مالک کی ناراضگی' آقا کی خفگی ہوئی ہو وہی جانتا ہے۔ ان بے حقیقت آقاؤں کی ناراضگی کی وجہ سے نوکروں اور خادموں پر کیا کچھ گذر جاتا ہے اور وہاں تو مالک الملک رزّاقِ عالم اور مختصر یہ کہ خدا کا عتاب تھا اور گذر کس پر رہی تھی اس شخص پر جس کو فرشتوں سے سجدہ کرایا۔ اپنا مقرب بنایا۔ جو شخص جتنا ہی مقرب ہوتا ہے اتنا ہی عتاب کا اس پر اثر ہوتا ہے بشرطیکہ کمینہ نہ ہو اور وہ تو نبی تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے ہیں کہ تمام دنیا کے آدمیوں کا رونا اگر جمع کیا جائے تو اُن کے برابر نہیں ہوسکتا۔ چالیس برس تک سر اُوپر نہیں اٹھایا۔ حضرت بریدہؓ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ اگر حضرت آدمؑ کے رونے کا تمام دنیا کے رونے سے مقابلہ کیا جائے تو اُن کا رونا بڑھ جائے گا۔ ایک حدیث میں ہے کہ اگر اُن کے آنسوؤں کو اُن کی تمام اولاد کے آنسوؤں سے وزن کیا جاوے تو اُنکے آنسو بڑھ جائینگے ایسی حالت میں کس کس طرح زاری فرمائی ہوگی ظاہر ہے

یاں لب' پہ لاکھ لاکھ سخن اضطراب میں
واں ایک خامشی مری سب کے جواب میں

اس لئے جو روایات میں ذکر کیا گیا اُن سب کے مجموعہ میں کوئی اشکال نہیں۔ منجملہ اُن کے یہ بھی ہے کہ حضورؐ کا وسیلہ اختیار فرمایا۔ دوسرا مضمون عرش پر **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ہونا یہ اور بھی بہت سی مختلف روایتوں میں آیا ہے۔

جنت میں دونوں طرف لکھی ہوئی تین سطریں

حضورؐ ارشاد فرماتے ہیں' میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے اس کی دونوں جانبوں میں تین سطریں سونے کے پانی سے لکھی ہوئی دیکھیں۔ پہلی سطر میں **لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ** لکھا تھا دوسری سطر میں **ماقدمنا وجدنا وما اکلنا ربحنا وما خلفنا خسرنا** تھا (جو ہم نے آگے بھیج دیا یعنی صدقہ وغیرہ کردیا وہ پالیا اور جو دنیا میں کھایا وہ نفع میں رہا اور جو کچھ چھوڑ آئے وہ نقصان رہا اور تیسری سطر میں تھا **امۃ مذنبۃ ورب غفور** (اُمت گناہ گار اور مالک بخشنے والا) ایک بزرگ کہتے ہیں میں ہندوستان کے ایک شہر میں پہنچا تو میں نے وہاں ایک درخت دیکھا جس کے پھل بادام کے مشابہ ہوتے ہیں اس کے دو چھلکے ہوتے ہیں جب انکو توڑا جاتا ہے تو اُنکے اندر سے ایک سبز پتہ لپٹا ہوا نکلتا ہے جب اس کو کھولا جاتا ہے تو سُرخی سے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا ملتا ہے میں نے اس قصہ کو ابو یعقوبؒ شکاری سے ذکر کیا۔ انہوں نے کہا تعجب کی بات نہیں۔ میں نے ایلہ میں ایک مچھلی شکار کی تھی اس کے ایک کان پر **لا الہ الا اللہ** اور دوسرے پر **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اسم اعظم والی دو آیات

عن اسماء رضی اللہ عنہا بنت یزیدبن السّکن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال اسم اللہ الاعظم فی ھاتین الایتین والھکم الہ واحد لا الہ الا ھو الرحمٰن الرحیم والم اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم (اخرجہ احمد و ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت اسماءؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں کہ اللہ کا سب سے بڑا نام (جو اسم اعظم کے نام سے عام طور سے مشہور ہے) ان دو آیتوں میں ہے (بشرطیکہ اخلاص سے بڑھی جائیں) وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹) اور الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (سورہ آل عمران ع ۱)

تشریح: اسم اعظم کے متعلق روایاتِ حدیث میں کثرت سے وارد ہوا ہے کہ جو دعا بھی اس کے بعد مانگی جاتی ہے وہ قبول ہو جاتی ہے۔

البتہ اسم اعظم کی تعیین میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور یہ عادت اللہ ہے کہ ہر ایسی مہتم بالشان چیز میں اخفاء کی وجہ سے اختلاف پیدا فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر کی تعیین میں، جمعہ کے دن میں دعا قبول ہونے کے خاص وقت میں اختلاف ہوا۔ اس میں بہت سی مصالح ہیں جن کو میں اپنے رسالہ فضائل رمضان میں لکھ چکا ہوں۔ اسی طرح اسم اعظم کی تعیین میں بھی مختلف روایات وارد ہوئی ہیں۔ منجملہ ان کے یہ روایت بھی ہے جو اُوپر ذکر کی گئی۔ اور بھی روایات میں ان آیتوں کے متعلق ارشاد وارد ہوا ہے۔ حضرت انسؓ حضورؐ سے نقل کرتے ہیں کہ متمرد اور شری شیاطین پر ان دو آیتوں سے زیادہ سخت کوئی آیت نہیں وہ دو ۲ آیتیں وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سے شروع ہیں۔ ابراہیمؒ بن وسمہ کہتے ہیں کہ مجنونانہ حالتِ نظر کے لئے ان آیات کا پڑھنا مفید ہے۔ جو شخص ان آیات کے پڑھنے کا اہتمام رکھے اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رہے وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ پوری آیت (س بقرہ رکوع ۱۹) اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخر آیت اور ان ربکم اللہ الذی خلق سے نحسنین تک (س اعراف رکوع ۷) اور سورۂ حشر کی آخری آیتیں (ھو اللہ الذی لا الہ الا ھو سے) ہمیں یہ بات پہنچی کہ سب آیات (جن کو گنوایا) عرش کے کونوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ اور ابراہیمؒ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ بچوں کو اگر ڈر لگتا ہو یا نظر کا اندیشہ ہو تو یہ آیات اُن کے لئے لکھ دیا کرو۔ علاّمہ شامیؒ نے حضرت امام اعظمؒ سے نقل کیا ہے کہ اسم اعظم لفظ اللہ ہے اور لکھا ہے کہ یہی قول علاّمہ طحاویؒ اور بہت سے علماء سے نقل کیا گیا ہے اور اکثر عارفین (اکابر صوفیہ) کی یہی تحقیق ہے اسی وجہ سے انکے نزدیک ذکر بھی اسی پاک نام کا کثرت سے ہوتا ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہٗ سے بھی نقل کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ اسم اعظم اللہ ہے بشرطیکہ جب تو اس پاک نام کو لے تو تیرے دل میں اسکے سوا کچھ نہ ہو۔ فرماتے ہیں کہ عوام کیلئے اس پاک نام کو اس طرح لینا چاہیے کہ جب یہ زبان پر جاری ہو تو عظمت اور خوف کے ساتھ ہو اور خواص کیلئے اس طرح ہو کہ اس پاک نام والے کی ذات وصفات کا بھی استحضار ہو اور اخص الخواص کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس پاک ذات کے سوا دل میں کوئی چیز بھی نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قرآن پاک میں بھی یہ مبارک نام اتنی کثرت سے ذکر کیا گیا کہ حد نہیں جس کی مقدار دو ہزار تین سو ساٹھ ۲۳۶۰ بتاتے ہیں شیخ اسمٰعیلؒ فرغانی کہتے ہیں کہ مجھے ایک

عرصہ سے اسمِ اعظم سیکھنے کی تمنا تھی مجاہدے بہت کرتا تھا۔ کئی کئی دن فاقے کرتا حتیٰ کہ فاقوں کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر جاتا۔ ایک روز میں دمشق کی مسجد میں بیٹھا تھا کہ دو آدمی مسجد میں داخل ہوئے اور میرے قریب کھڑے ہوگئے۔ مجھے اُن کو دیکھ کر خیال ہوا کہ یہ فرشتے معلوم ہوتے ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا تو اسمِ اعظم سیکھنا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں بتادیجئے۔ میں یہ گفتگو سن کر غور کرنے لگا۔ اُس نے کہا کہ وہ لفظ تو اللہ ہے۔ بشرطیکہ صدق لجا سے ہو۔ شیخ اسمعیل کہتے ہیں کہ صدقِ لجا کا مطلب یہ ہے کہ کہنے والے کی حالت اسوقت ایسی ہو کہ جیسا کوئی شخص دریا میں غرق ہورہا ہو اور کوئی بھی اُس کا بچانے والا نہ ہو تو ایسے وقت جس خلوص سے نام لیا جائیگا وہ حالت مراد ہے۔ اسمِ اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط و تحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کو اسمِ اعظم آتا تھا۔ ایک فقیر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے تمنا و استدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجئے۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے تو بزرگ نے فرمایا کہ اچھا فلاں جگہ بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آوے اس کی مجھے خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے۔ سامنے سے ایک سپاہی آیا جس نے اس بوڑھے کو مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں۔ فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ سُنایا اور کہا کہ مجھے اگر اسمِ اعظم آجاتا تو اُس سپاہی کے لئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے ہی سے میں نے اسمِ اعظم سیکھا تھا۔

کلمہ طیبہ کی برکات

اس پاک کلمہ میں حق تعالیٰ شانہٗ نے کیا کیا برکات رکھی ہیں اس کا معمولی سا اندازہ اتنی ہی بات سے ہوجاتا ہے کہ سو ۱۰۰ برس کا بوڑھا جس کی تمام عمر کفر و شرک میں گذری ہو ایک مرتبہ اس پاک کلمہ کو ایمان کے ساتھ پڑھنے سے مسلمان ہوجاتا ہے اور عمر بھر کے سارے گناہ زائل ہوجاتے ہیں اور ایمان لانے کے بعد اگر گناہ بھی کئے ہوں تب بھی اس کلمہ کی برکت سے کسی نہ کسی وقت جہنم سے ضرور نکلے گا۔ حضرت حذیفہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ (ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے) کہ اسلام دھندلا رہ جائیگا جیسے کپڑے کے نقش و نگار (پُرانے ہوجانے سے) دُھندلے ہوجاتے ہیں کہ نہ کوئی روزہ کو جانے گا نہ حج کو نہ زکوٰۃ کو' آخر ایک رات ایسی ہوگی کہ قرآنِ پاک بھی اُٹھالیا جائیگا کوئی آیت اُس کی باقی نہ رہے گی۔ بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے بڑوں کو کلمہ **لا الہ الا اللہ** پڑھتے سُنا تھا ہم بھی اُسی کو پڑھیں گے۔ حضرت حذیفہؓ کے ایک شاگرد نے عرض کیا کہ جب زکوٰۃ حج روزہ کوئی رکن نہ ہوگا تو یہ کلمہ ہی کیا کام دے گا۔ حضرت حذیفہؓ نے سکوت فرمایا۔ انہوں نے پھر یہی عرض کیا۔ تیسری مرتبہ میں حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ (کسی نہ کسی وقت) جہنم سے نکالے گا' جہنم سے نکالیگا جہنم سے نکالے گا' یعنی ارکانِ اسلام کے ادا نہ کرنے کا عذاب بھگتنے کے بعد کسی نہ کسی وقت اس کلمہ کی برکت سے نجات پائیگا۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

حضرت نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹوں کو نصیحت

عن عبد اللّٰہ بن عمرو رضی اللہ عنہ قال اتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرابی علیہ جبۃ من طیالسۃ مکفوفۃ بالدیباج فقال ان صاحبکم ھذا یریدیرفع کل راع وابن راع ویضع کل فارس وابن فارس (اخرجہ الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص گاؤں کا رہنے والا آیا جو ریشمی جبہ پہن رہا تھا اور اس کے کناروں پر دیبا کی گوٹ تھی (صحابہؓ سے خطاب کرکے) کہنے لگا کہ تمہارے ساتھی (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ چاہتے ہیں کہ ہر چرواہے (بکری چرانے والا) اور چرواہے زادے کو بڑھا دیں اور شہسوار اور شہسواروں کی اولاد کو گرادیں حضورؐ ناراضگی سے اُٹھے اور اس کے کپڑوں کو گریبان سے پکڑ کر ذرا کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ (تو ہی بتا) تو بیوقوفوں کے سے کپڑے نہیں پن رہا ہے پھر اپنی جگہ واپس آکر تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ حضرت نوح علی نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کا جب انتقال ہونے لگا تو اپنے دونوں صاحبزادوں کو بلایا اور ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں (آخری) وصیت کرتا ہوں جس میں دو چیزوں سے روکتا ہوں اور ۲ دو چیزوں کا حکم کرتا ہوں۔ جن سے روکتا ہوں ایک شرک ہے دوسرا تکبّر اور جن چیزوں کا حکم کرتا ہوں ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اگر سب ایک پلڑے میں رکھدیا جائے اور دوسرے میں (اخلاص سے کہا ہوا) لا الہ الا اللہ رکھدیا جائے تو وہی پلڑا جھک جائے گا اور اگر تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے ایک حلقہ بنا کر اس پاک کلمہ کو اس پر رکھ دیا جائے تو وزن سے ٹوٹ جائے اور دوسری چیز جس کا حکم کرتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے کہ یہ دو لفظ ہر مخلوق کی نماز ہیں اور انہیں کی برکت سے ہر چیز کو رزق عطا فرمایا جاتا ہے۔

ظاہر سے باطن پر استدلال

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑوں کے متعلق ارشاد فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر سے باطن پر استدلال کیا جاتا ہے، جس شخص کا ظاہر حال خراب ہے اُس کے باطن کا حال بھی بظاہر ویسا ہی ہے اسلئے ظاہر کو بہتر رکھنے کی سعی کی جاتی ہے کہ باطن اس کے تابع ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیہ کرام ظاہری طہارت وغیرہ کا اہتمام کراتے ہیں تاکہ باطن کی طہارت حاصل ہوجائے۔ جو لوگ یہ کہہ دیتے ہیں اجی باطن اچھا ہونا چاہیے ظاہر چاہے کیسا ہی ہو صحیح نہیں، باطن کا اچھا ہونا مستقل مقصود ہے اور ظاہر کا بہتر ہونا مستقل۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں میں سے ' اللھم اجعل سریرتی خیرامن علانیتی واجعل علانیتی صالحۃ (اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے زیادہ بہتر بنا اور میرے ظاہر کو صالح اور نیک بنادے) حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا تعلیم فرمائی ہے۔

مرتے وقت کلمہ پڑھنے والے کیلئے جنت اور زندہ کیلئے گناہوں کا خاتمہ:

حضرت ابوبکر صدیقؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رنجیدہ سے ہو کر حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ میں

تمہیں رنجیدہ دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ گزشتہ شب میرے چچازاد بھائی کا انتقال ہو گیا میں نزع کی حالت میں ان کے پاس بیٹھا تھا (اس منظر سے طبیعت پر اثر ہے) حضورؐ نے فرمایا تم نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین بھی کی تھی؟ عرض کیا کی تھی۔ ارشاد فرمایا کہ اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا تھا عرض کیا کہ پڑھ لیا تھا۔ ارشاد فرمایا کہ جنت اس کے لئے واجب ہو گئی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ زندہ لوگ اس کلمہ کو پڑھیں تو کیا ہو۔ حضورؐ نے دو مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ کلمہ ان کے گناہوں کو بہت ہی منہدم کر دینے والا ہے (یعنی بالکل ہی مٹا دینے والا ہے)

میت اور قبر کے قریب کلمہ پڑھنا:

مقابر میں اور میت کے قریب کلمہ طیبہ پڑھنے کے متعلق بھی کثرت سے احادیث میں ارشاد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جنازہ کے ساتھ کثرت سے لاالہ الا اللہ پڑھا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ میری امت کا شعار (نشان) جب وہ پل صراط پر چلیں گے تو لا الہ الا انت ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کا نشان لا الہ الا اللہ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ہوگا۔ تیسری حدیث میں ہے کہ قیامت کے اندھیروں میں ان کا نشان لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ ہوگا۔

کثرت سے کلمہ پڑھنے کی برکتوں کا ظہور:

لاالہ الا اللہ کو کثرت سے پڑھنے کی برکتیں مرنے سے پہلے بھی بسا اوقات نزع کے وقت سے محسوس ہو جاتی ہیں اور بعض اللہ کے بندوں کو اس سے بھی پہلے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ ابوالعباسؒ کہتے ہیں کہ میں اپنے شہر اشبیلہ میں بیمار پڑا ہوا تھا میں نے دیکھا کہ بہت سے پرند بڑے بڑے اور مختلف رنگ کے سفید، سرخ، سبز ہیں جو ایک ہی دفعہ سب کے سب پر سمیٹ لیتے ہیں اور ایک ہی مرتبہ کھول دیتے ہیں اور بہت سے آدمی ہیں جن کے ہاتھ میں بڑے بڑے طباق ڈھکے ہوئے ہیں جن کے اندر کچھ رکھا ہوا ہے۔ میں اس سب کو دیکھ کر یہ سمجھا کہ یہ موت کے تحفے ہیں۔ میں جلدی جلدی کلمہ طیبہ پڑھنے لگا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہارا وقت ابھی نہیں آیا۔ یہ ایک اور مومن کیلئے تحفہ ہے جسکا وقت آ گیا ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو فرمایا مجھے بٹھادو، لوگوں نے بٹھا دیا۔ پھر فرمایا۔ (یا اللہ) تو نے مجھے بہت سے کاموں کا حکم فرمایا مجھ سے اس میں کوتاہی ہوئی، تو نے مجھے بہت سی باتوں سے منع فرمایا مجھ سے اس میں نافرمانی ہوئی۔ تین مرتبہ یہی کہتے رہے اس کے بعد فرمایا لیکن لاالہ الا اللہ یہ فرما کر ایک جانب غور سے دیکھنے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا دیکھتے ہو فرمایا کچھ سبز چیزیں ہیں نہ وہ آدمی ہیں نہ جن۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔ زبیدہؒ کو کسی نے خواب میں دیکھا۔ اس سے پوچھا کیا گزری۔ اس نے کہا ان چار کلموں کی بدولت میری مغفرت ہو گئی۔ لاالہ الا اللہ افنی بھا عمری، لاالہ الا اللہ ادخل بھا قبری، لا الہ الا اللہ اخلوبھا وحدی لا الہ الا اللہ القی بھاربی. (لا الہ الا اللہ کے ساتھ اپنی عمر کو ختم کرونگی اور لاالہ الا اللہ ہی کو قبر میں لے کر جاؤں گی اور لا الہ الا اللہ ہی کے ساتھ تنہائی کا وقت گزاروں گی اور لاالہ الا اللہ ہی کو لے کر اپنے رب کے پاس جاؤں گی۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

گناہ کے کفارہ کے لئے نیکی کرنا

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قلت یا رسول اللہ اوصنی قال اذا عملت سیئة فاتبعها حسنة تمحها قلت یارسول اللہ امن الحسنات لاالہ الا اللہ قال ھی افضل الحسنات (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ابوذر غفاریؓ نے عرض کیا یارسول اللہ مجھے کوئی وصیت فرمادیجئے ارشاد ہوا کہ جب کوئی برائی سرزد ہوجائے تو کفارہ کے طور پر فوراً کوئی نیک کام کرلیا کرو (تاکہ برائی کی نحوست ڈھل جائے) میں نے عرض کیا یارسول اللہ لاالہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکیوں میں داخل ہے حضورؐ نے فرمایا کہ یہ تو ساری نیکیوں میں افضل ہے۔

تشریح: برائی اگر گناہ صغیرہ ہے تو نیکی سے اس کا محو ہو جانا اور مٹ جانا ظاہر ہے اور اگر کبیرہ ہے تو قواعد کے موافق توبہ سے محو ہوسکتی ہے یا محض اللہ کے فضل سے جیسا بھی گزر چکا ہے بہر صورت محو ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پھر وہ گناہ نہ اعمالنامہ میں رہتا ہے نہ کہیں اس کا ذکر ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ وہ گناہ کراماً کاتبین کو بھلا دیتے ہیں اور اس گناہ گار کے ہاتھ پاؤں کو بھی بھلا دیتے ہیں اور زمین کے اس حصہ کو بھی جس پر وہ گناہ کیا گیا ہے حتیٰ کہ کوئی بھی اس گناہ کی گواہی دینے والا نہیں رہتا۔ گواہی کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں آدمی کے ہاتھ پاؤں اور بدن کے دوسرے حصے نیک یا بد اعمال جو بھی کئے ہوں ان کی گواہیاں دیں گے حدیث بالا کی تائید ان روایات سے بھی ہوتی ہے جن میں ارشاد فرمایا گیا ہے کہ گناہ سے توبہ کرنیوالا ایسا ہے جیسا کہ گناہ کیا ہی نہیں۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ توبہ اسکو کہتے ہیں کہ جو گناہ ہو چکا اس پر انتہائی ندامت اور شرم ہو اور آئندہ کیلئے پکا ارادہ ہو کہ پھر کبھی اس گناہ کو نہیں کرونگا۔ ایک دوسری حدیث میں حضور کا ارشاد وارد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کر اور کسی کو اس کا شریک نہ بنا اور ایسے اخلاص سے عمل کیا کر جیسا کہ وہ پاک ذات تیرے سامنے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کر اور اللہ کی یاد ہر پتھر اور ہر درخت کے قریب کر (تاکہ بہت سے گواہ قیامت کے دن ملیں) اور جب کوئی برائی ہو جائے تو اس کے کفارہ میں کوئی نیکی کیا کر۔ اگر برائی مخفی کی ہے تو نیکی بھی مخفی ہو اور اگر برائی کو علی الاعلان کیا ہے تو اسکے کفارہ میں نیکی بھی علی الاعلان ہو۔

چالیس ہزار نیکیاں:

حضور کا ارشاد ہے کہ جو شخص **لاالہ الا اللہ واحدا احد صمدالم یتخذ صاحبة ولا ولدا ولم یکن لہ کفوا احد** کو دس مرتبہ پڑھے گا چالیس ہزار نیکیاں اس کے لئے لکھی جائیں گی۔

فائدہ: کلمہ طیبہ کی خاص خاص مقدار پر بھی حدیث کی کتابوں میں بڑی فضیلتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے جب تم فرض نماز پڑھا کرو تو ہر فرض کے بعد دس مرتبہ **لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شئ قدیر.** پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے کہ جیسے ایک غلام آزاد کیا۔

بیس لاکھ نیکیاں:

دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ احدا صمدا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ**

کفوا احد. پڑھے اس کے لئے بیس لاکھ نیکیاں لکھی جائیں گی۔

انعام واحسان کی بارش

کس قدر اللہ جل شانہ کی طرف سے انعام و احسان کی بارش ہے کہ ایک معمولی سی چیز کے پڑھنے پر جس میں نہ مشقت نہ وقت خرچ ہو پھر بھی ہزار ہزار لاکھ لاکھ نیکیاں عطا ہوتی ہیں لیکن ہم لوگ اس قدر غفلت اور دنیاوی اغراض کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ان الطاف کی بارشوں سے کچھ بھی وصول نہیں کرتے۔ اللہ جل شانہ کے یہاں ہر نیکی کے لئے کم از کم دس گنا ثواب تو متعین ہی ہے۔ بشرطیکہ اخلاص سے ہو۔ اس کے بعد اخلاص ہی کے اعتبار سے ثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ اسلام لانے سے جتنے گناہ حالت کفر میں کئے ہیں وہ معاف ہو جاتے ہیں اس کے بعد پھر حساب ہے، ہر نیکی دس گنا سے لے کر سات سو تک اور جہاں تک اللہ چاہیں لکھی جاتی ہے۔ اور برائی ایک ہی لکھی جاتی ہے اور اگر اللہ جل شانہ اس کو معاف فرمادیں تو وہ بھی نہیں لکھی جاتی۔ دوسری حدیث میں ہے کہ جب بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ارادہ سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور جب عمل کرتا ہے تو دس نیکیاں سات سو تک اور اس کے بعد جہاں تک اللہ تعالیٰ شانہ چاہیں لکھی جاتی ہیں۔ اس قسم کی اور بھی احادیث بکثرت ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے یہاں دینے میں کمی نہیں کوئی لینے والا ہو، یہی چیز اللہ والوں کی نگاہ میں ہوتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی بڑی سے بڑی دولت بھی ان کو نہیں لبھا سکتی۔ اللھم اجعلنی منھم

اعمال کی اور آدمیوں کی اقسام:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال چھ طریقے کے ہیں اور آدمی چار طریقے کے۔ دو عمل تو واجب کرنیوالے ہیں اور دو برابر سرابر اور ایک دس گنا اور ایک سات سو گنا۔ دو عمل جو واجب کرنیوالے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ شرک نہ کرتا ہو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ دوسرے جو شخص شرک کی حالت میں مرے ضرور جہنم جائے گا اور جو عمل برابر سرابر ہے۔ وہ نیکی کا ارادہ ہے کہ دل اس کے لئے پختہ ہو گیا مگر اس عمل کی نوبت نہ آئی ہو اور دس گنا اجر ہے اگر عمل بھی کر لے اور اللہ کے راستہ میں جہاد وغیرہ میں) خرچ کرنا سات سو درجہ کا اجر رکھتا ہے اور گناہ اگر کرے تو ایک کا بدلہ ایک ہی ہے اور چار قسم کے آدمی یہ ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ جن پر دنیا میں وسعت ہے آخرت میں تنگی ہے، بعض ایسے ہیں جن پر دنیا میں تنگی ہے آخرت میں وسعت، بعض ایسے ہیں کہ جن پر دونوں جگہ تنگی ہے، (کہ دنیا میں فقر آخرت میں عذاب ہے) بعض ایسے ہیں کہ دونوں جہان میں وسعت ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی کا سوال

ایک شخص حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میں نے سنا ہے آپ یہ نقل کرتے ہیں کہ اللہ جل شانہ بعض نیکیوں کا بدلہ دس لاکھ گنا عطا فرماتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا۔ اس میں تعجب کی کیا بات ہے میں نے خدا کی قسم ایسا ہی سنا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ بعض نیکیوں کا ثواب بیس لاکھ تک ملتا ہے اور جب حق تعالیٰ شانہ یُضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ارشاد فرمائیں (اس کے ثواب کو بڑھاتے ہیں اور اپنے پاس سے بہت سا اجر دیتے ہیں) جس چیز کو اللہ تعالیٰ اجر عظیم فرمائیں اسکی مقدار کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ ثواب کی اتنی بڑی مقداریں جب ہی ہو سکتی ہیں جب ان الفاظ کے معانی کا تصور اور لحاظ کر کے پڑھے کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی اہم صفات ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت کے آٹھوں دروازوں کا کھلنا

عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما منکم من احد یتوضاء فیبلغ اوفیسبغ الوضوء ثم یقول اشھد ان لا الہ لا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ الا نتحت لہ ابواب الجنۃ الثمانیۃ یدخل من ایھا شاء (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح کرے (یعنی سنتوں اور آداب کی پوری رعایت کرے) پھر یہ دعا پڑھے۔ **اشھد ان لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ** اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس دروازے سے دل چاہے داخل ہو۔

تشریح: جنت میں داخل ہونے کے لئے ایک دروازہ بھی کافی ہے پھر آٹھوں کا کھل جانا یہ غایت اعزاز واکرام کے طور پر ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہوا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ شرک نہ کرتا ہو اور ناحق کسی کا خون نہ کیا ہو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

قیامت کے دن چودھویں کے چاند جیسا چہرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سو مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھا کرے حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن اس کو ایسا روشن چہرہ والا اٹھائیں گے جیسے چودھویں رات کا چاند ہوتا ہے اور جس دن یہ تسبیح پڑھے اس دن اس سے افضل عمل والا وہی شخص ہوسکتا ہے جو اس سے زیادہ پڑھے۔

متعدد آیات وروایات سے یہ مضمون ثابت ہوتا ہے کہ لاالہ الا اللہ دل کے لئے بھی نور ہے اور چہرے کے لئے بھی نور ہے اور یہ تو مشاہدہ بھی ہے کہ جن اکابر کا اس کلمہ کی کثرت معمول ہے ان کا چہرہ دنیا ہی میں نورانی ہوتا ہے۔

ہر قسم کے گناہ سے حفاظت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ بچہ کو شروع میں جب وہ بولنا سیکھنے لگے لاالہ الا اللہ یاد کراؤ اور جب مرنے کا وقت آئے جب بھی لاالہ الا اللہ تلقین کرو جس شخص کا اول کلمہ لاالہ الا اللہ ہو اور آخری کلمہ لاالہ الا اللہ ہو وہ ہزار برس بھی زندہ رہے تو (ان شاء اللہ) کسی گناہ کا اس سے مطالبہ نہیں ہوگا (یا اس وجہ سے کہ گناہ صادر نہ ہوگا یا اگر صادر ہوا تو توبہ وغیرہ سے معاف ہوجائے گا یا اس وجہ سے کہ اللہ جل جلالہ اپنے فضل سے معاف فرمائیں گے)

مرنے والے کو تلقین:

تلقین اس کو کہتے ہیں کہ مرتے وقت آدمی کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھا جائے تاکہ اس کو سن کر وہ بھی پڑھنے لگے اس پر اس وقت جبر یا تقاضا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ شدت تکلیف میں ہوتا ہے اخیر وقت میں کلمہ تلقین کرنے کا حکم اور بھی بہت سی احادیث صحیحہ میں وارد ہوا ہے۔ متعدد حدیثوں میں یہ بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہوئی ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت الا الہ الا اللہ نصیب ہو جائے اسکے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے سیلاب کی وجہ سے تعمیر۔ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جس شخص کو مرتے وقت یہ مبارک کلمہ نصیب ہوجاتا ہے تو پچھلی خطائیں معاف ہوجاتی ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ منافق کو اس کلمہ کی توفیق نہیں ہوتی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اپنے مردوں کو لاالہ الا اللہ کا توشہ دیا کرو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی بچہ کی پرورش کرے یہاں

تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہنے لگے اس سے حساب معاف ہے۔
ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے مرنے کے وقت ایک فرشتہ اس کے پاس آتا ہے جو شیطان کو دور کر دیتا ہے اور مرنے والے کو لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ تلقین کرتا ہے۔
ایک بات کثرت سے تجربہ میں آئی ہے کہ اکثر و بیشتر تلقین کا فائدہ جب ہی ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی اس کلمہ پاک کی کثرت رکھتا ہو۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ بھس فروخت کیا کرتا تھا۔ جب اس کے مرنے کا وقت آیا تو لوگ اس کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرتے تھے اور وہ کہتا تھا کہ یہ گٹھا اتنے کا ہے اور یہ اتنے کا ہے اس طرح اور بھی متعدد واقعات ہیں اور مشاہدہ میں بھی آتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی گناہ کی وجہ سے مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا:

بسا اوقات کسی گناہ کا کرنا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ نصیب نہیں ہوتا۔ علماء نے لکھا ہے کہ افیون کھانے میں ستر نقصان ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ یاد نہیں آتا۔ اس کے بالمقابل مسواک میں ستر فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ طیبہ یاد آتا ہے۔ ایک شخص کا قصہ لکھا ہے کہ مرتے وقت اس کو کلمہ شہادت تلقین کیا گیا وہ کہنے لگا کہ اللہ سے دعا کرو میری زبان سے نکلتا نہیں۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا میں تولنے میں بے احتیاطی کرتا تھا۔ ایک دوسرے شخص کا قصہ ہے کہ جب اس کو تلقین کی گئی تو کہنے لگا کہ مجھ سے کہا نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا کہ ایک عورت مجھ سے تولیہ خریدنے آئی تھی مجھے اچھی لگی میں اس کو دیکھتا رہا اور بھی بہت سے واقعات اس نوع کے ہیں جن میں سے بعض تذکرہ قرطبیہ میں بھی لکھے ہیں۔ بندہ کا کام ہے کہ گناہوں سے توبہ کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ شانہ سے توفیق کی دعا کرتا رہے۔

کلمہ طیبہ سے کوئی عمل بڑھ نہیں سکتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ سے نہ کوئی عمل بڑھ سکتا ہے اور نہ یہ کلمہ کسی گناہ کو چھوڑ سکتا ہے۔
کسی عمل کا اس سے نہ بڑھ سکنا تو ظاہر ہے کہ کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو بغیر کلمہ طیبہ پڑھے کار آمد ہو سکتا ہے' نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ غرض ہر عمل ایمان کا محتاج ہے۔ اگر ایمان ہے تو وہ اعمال بھی مقبول ہو سکتے ہیں۔ ورنہ نہیں اور کلمہ طیبہ جو خود ایمان لانا ہی ہے وہ کسی عمل کا بھی محتاج نہیں۔ اسی وجہ سے اگر کوئی شخص فقط ایمان رکھتا ہو اور ایمان کے علاوہ وہ کوئی عمل صالح نہ ہو تو بھی وہ کسی نہ کسی وقت ان شاء اللہ جنت میں ضرور جائے گا اور جو شخص ایمان نہ رکھتا ہو خواہ وہ کتنے ہی پسندیدہ اعمال کرے نجات کے لئے کافی نہیں۔
دوسرا جزو کسی گناہ کو نہ چھوڑنا ہے اگر اس اعتبار سے دیکھا جائے کہ جو شخص آخری وقت میں مسلمان ہوا اور کلمہ طیبہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی مر جائے تو ظاہر ہے کہ اس ایمان لانے سے پہلے کفر کی حالت میں جتنے گناہ کئے تھے وہ سب بالا جماع جاتے رہے اور اگر پہلے سے پڑھنا مراد ہو تو حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلمہ دلوں کی صفائی اور صیقل ہونے کا ذریعہ ہے۔ جب اس پاک کلمہ کی کثرت ہوگی تو دل کی صفائی کی وجہ سے توبہ کئے بغیر چین ہی نہ پڑے گا اور آخر کار گناہوں کی معافی کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس شخص کو سونے کے وقت اور جاگنے کے وقت لاالہ الا اللہ کا اہتمام ہو اسکو دنیا بھی اور آخرت پر مستعد کریگی اور مصیبت سے اس کی حفاظت کرے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایمان بضع و سبعون شعبۃ فافضلھا قول لا الہ الا اللہ و ادناھا اماطۃ الاذی عن الطریق الحیاء شعبۃ من الایمان (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ، لکڑی، کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

حیاء کی خصوصیت:

تشریح: حیا کو خصوصی اہتمام کی وجہ سے ذکر فرمایا کہ یہ بہت سے گناہوں زنا، چوری، فحش گوئی، ننگا ہونا، گالی گلوچ وغیرہ سے بچنے کا سبب ہے۔ اس طرح رسوائی کے خیال سے بہت سے نیک کام کرنے ضروری ہو جاتے ہیں۔ بلکہ دنیا اور آخرت کی شرم سارے ہی نیک کاموں پر ابھارتی ہے۔ نماز، زکوٰۃ، حج وغیرہ تو ظاہر ہیں اسی طرح سے اور بھی تمام احکام بجا لانے کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے مثل مشہور ہے ''تو بیحیا باش و ہر چہ خواہی کن'' تو بے غیرت ہو جا پھر جو چاہے کر۔ اس معنی میں صحیح حدیث بھی وارد ہے۔ **اذالم تستحی فاصنع ماشئت** جب تو حیادار نہ رہے تو پھر جو چاہے کر کہ ساری فکر غیرت اور شرم ہی کی ہے اگر حیا ہے تو یہ خیال بھی ضروری ہے کہ نماز نہ پڑھوں گا تو آخرت میں کیا منہ دکھلاؤں گا اور شرم نہیں ہے تو پھر یہ خیال ہوتا ہے کہ کوئی کہہ کر کیا کرے گا۔

حدیث شریف کا مصداق

اس حدیث شریف میں ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ارشاد فرمائی ہیں۔ اس بارے میں روایات مختلف وارد ہوئی ہیں اور متعدد روایات میں ستتر کا عدد آیا ہے اسی لئے ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی کر دیا تھا۔ اس ستتر کی تفصیل میں علماء نے بہت سی مستقل تصانیف فرمائی ہیں۔ امام ابو حاتم بن حبان فرماتے ہیں کہ میں اس حدیث کا مطلب ایک مدت تک سوچتا رہا۔ جب عبادتوں کو گنتا تو وہ ستتر سے بہت زیادہ ہو جاتیں۔ احادیث کو تلاش کرتا اور حدیث شریف میں جن چیزوں کو خاص طور سے ایمان کی شاخوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے ان کو شمار کرتا تو وہ اس عدد سے کم ہو جاتیں میں قرآن پاک کی طرف متوجہ ہوا اور قرآن شریف میں جن چیزوں کو ایمان کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ ان کو شمار کیا تو وہ بھی اس عدد سے کم تھیں تو میں نے قرآن اور حدیث شریف دونوں کو جمع کیا اور دونوں میں جن چیزوں کو ایمان کا جزو قرار دیا ان کو شمار کر کے جو چیزیں دونوں میں مشترک تھا۔ ان کو ایک ایک عدد شمار کر کے میزان دیکھی تو دونوں کا مجموعہ مکررات کو نکال کر اس عدد کے موافق ہو گیا تو میں سمجھا کہ حدیث شریف کا مفہوم یہی ہے۔ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت نے ان شاخوں کی تفصیل بیان کرنے کا اہتمام کیا ہے اور اجتہاد سے ان تفصیلات کے مراد ہونے کا حکم لگایا ہے۔ حالانکہ اس مقدار کی خصوصی تفصیل نہ معلوم ہونے سے ایمان میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا

جبکہ ایمان کے اصول و فروغ سارے بالتفصیل معلوم و محقق ہیں۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس تعداد کی تفصیل اللہ کے اور اسکے رسولؐ کے علم میں ہے اور شریعت مطہرہ میں موجود ہے تو اس تعداد کے ساتھ تفصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں۔

ایمان کی شاخوں کی تفصیل

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان شاخوں میں سب سے اعلیٰ توحید یعنی کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کو قرار دیا ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ایمان میں سب سے اوپر اس کا درجہ ہے اس سے اوپر اور کوئی چیز ایمان کی شاخ نہیں ہے جس سے یہ بات معلوم ہو گئی کہ اصل توحید ہے جو ہر مکلّف پر ضروری ہے اور سب سے نیچے دفع کرنا ہے اس چیز کا جو کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے کا احتمال رکھتی ہو۔ باقی سب شاخیں ان کے درمیان ہیں جن کی تفصیل معلوم ہونا ضروری نہیں۔ اجمالاً ان پر ایمان لانا کافی ہے جیسا کہ سب فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ان کی تفصیل اور ان کے نام ہم نہیں جانتے لیکن ایک جماعت محدثین نے ان سب شاخوں کی تفصیل میں مختلف تصانیف فرمائی ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ دراصل ایمان کامل تین چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے اول تصدیق قلبی یعنی دل سے جملہ امور کا یقین کرنا دوسرے زبان کا اقرار و عمل۔ تیسرے بدن کے اعمال یعنی ایمان کی جملہ شاخیں تین حصوں پر منقسم ہیں۔ اول وہ جن کا تعلق نیت و اعتقاد اور عمل قلبی سے ہے۔ دوسرے وہ جن کا تعلق زبان سے ہے۔ تیسرے وہ جن کا تعلق باقی حصہ بدن سے ہے۔ ایمان کی جملہ چیزیں ان تین میں داخل ہیں۔

پہلی قسم: جو تمام عقائد کو شامل ہے اس کا خلاصہ تیس چیزیں ہیں۔

(١) اللہ پر ایمان لانا جس میں اس کی ذات اس کی صفات پر ایمان لانا داخل ہے اور اس کا یقین بھی کہ وہ پاک ذات ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور نہ اس کا کوئی مثل ہے۔

(٢) اللہ کے ماسوا سب چیزیں بعد کی پیداوار ہیں۔ ہمیشہ سے وہی ایک ذات ہے۔

(٣) فرشتوں پر ایمان لانا۔

(٤) اللہ کی اتاری ہوئی کتابوں پر ایمان لانا۔

(٥) اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا۔

(٦) تقدیر پر ایمان لانا کہ بھلی ہو یا بری سب اللہ کی طرف سے ہے۔

(٧) قیامت کے حق ہونے پر ایمان لانا جس میں قبر کا سوال جواب، قبر کا عذاب، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا، حساب ہونا، اعمال کا تلنا اور پل صراط پر گزرنا سب ہی داخل ہے۔

(٨) جنت کا یقین ہونا اور یہ کہ مومن ان شاء اللہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

(٩) جہنم کا یقین ہونا اور یہ کہ اس میں سخت سے سخت عذاب ہیں اور وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ رہے گی۔

(١٠) اللہ تعالیٰ شانہ سے محبت رکھنا۔

(١١) اللہ کے واسطے دوسروں سے محبت رکھنا اور اللہ ہی کے واسطے بغض رکھنا (یعنی اللہ والوں سے محبت رکھنا اور اس کی نافرمانی کرنیوالوں سے بغض رکھنا) اور اسی میں داخل ہے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص مہاجرین اور انصار کی محبت اور آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

(١٢) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنا جس میں آپ کی تعظیم بھی آ گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

شریف پڑھنا بھی اور آپ کی سنتوں کا اتباع کرنا بھی داخل ہے۔
(۱۳) اخلاص جس میں ریا نہ کرنا اور نفاق سے بچنا بھی داخل ہے۔
(۱۴) توبہ یعنی دل سے گناہوں پر ندامت اور آئندہ نہ کرنے کا عہد
(۱۵) اللہ کا خوف۔
(۱۶) اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونا
(۱۷) اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا
(۱۸) شکر گزاری (۱۹) وفا (۲۰) صبر
(۲۱) تواضع جس میں بڑوں کی تعظیم بھی داخل ہے۔
(۲۲) شفقت ورحمت جس میں بچوں پر شفقت کرنا بھی داخل ہے
(۲۳) مقدر پر راضی ہونا (۲۴) توکل
(۲۵) خود بینی اور خود ستائی کا چھوڑنا جس میں اصلاحِ نفس بھی داخل ہے
(۲۶) کینہ اور خلش نہ رکھنا جس میں حسد بھی داخل ہے
(۲۷) عینی میں یہ نمبر رہ گیا ہے میرے خیال میں اس جگہ حیا کرنا ہے جو کاتب کی غلطی سے رہ گیا ہے۔
(۲۸) غصہ نہ کرنا
(۲۹) فریب نہ دینا جسمیں بدگمانی نہ کرنا اور کسی کے ساتھ مکر نہ کرنا بھی داخل ہے
(۳۰) دنیا کی محبت دل سے نکال دینا جس میں مال کی اور جاہ کی محبت بھی داخل ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امور بالا میں دل کے تمام اعمال داخل ہیں۔ اگر کوئی چیز بظاہر خارج معلوم ہوتو وہ غور سے ان نمبروں میں سے کسی نہ کسی نمبر میں داخل ہوگی۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔
اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ایمان کا سب سے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الایمان بضع و سبعون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذی عن الطریق الحیاء شعبة من الایمان (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضورؐ کا ارشاد ہے کہ ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں (بعض روایات میں ستتر آئی ہیں) ان میں سے افضل لا الہ الا اللہ کا پڑھنا ہے اور سب سے کم درجہ راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز (اینٹ' لکڑی' کانٹے وغیرہ) کا ہٹا دینا ہے اور حیا بھی (ایک خصوصی) شعبہ ہے ایمان کا۔

دوسری قسم: زبان کا عمل تھا اس کے سات شعبے ہیں

(۱) کلمہ طیبہ کا پڑھنا

(۲) قرآن پاک کی تلاوت کرنا

(۳) علم سیکھنا (۴) علم دوسروں کو سکھانا

(۵) دعا کرنا (۶) اللہ کا ذکر جس میں استغفار بھی داخل ہے

(۷) لغو باتوں سے بچنا۔

تیسری قسم: باقی بدن کے اعمال ہیں یہ کل چالیس ہیں جو تین حصوں پر منقسم ہیں۔

پہلا حصہ: اپنی ذاتوں سے تعلق رکھتا ہے یہ سولہ شاخیں ہیں۔

(۱) پاکی حاصل کرنا جس میں بدن کی پاکی' کپڑے کی پاکی' مکان کی پاکی سب ہی داخل ہیں اور بدن کی پاکی میں وضو بھی داخل ہے اور حیض ونفاس اور جنابت کا غسل بھی

(۲) نماز کی پابندی کرنا اس کو قائم کرنا جس میں فرض نفل ادا قضا سب داخل ہے

(۳) صدقہ جس میں زکوٰۃ صدقہ فطر وغیرہ بھی داخل ہے اور بخشش کرنا' لوگوں کو کھانا کھلانا' مہمان کا اکرام کرنا اور غلاموں کا آزاد کرنا بھی داخل ہے

(۴) روزہ فرض ہو یا نفل

(۵) حج کرنا فرض ہو یا نفل اور اسی میں عمرہ بھی داخل ہے اور طواف بھی

(۶) اعتکاف کرنا جسمیں لیلۃ القدر کو تلاش کرنا بھی داخل ہے

(۷) دین کی حفاظت کے لئے گھر چھوڑنا جسمیں ہجرت بھی داخل ہے

(۸) نذر کا پورا کرنا (۹) قسموں کی نگہداشت رکھنا

(۱۰) کفاروں کا ادا کرنا

(۱۱) ستر کا نماز میں اور نماز کے علاوہ ڈھانکنا

(۱۲) قربانی کرنا اور قربانی کے جانوروں کی خبر گیری کرنا اور ان کا اہتمام کرنا

(۱۳) جنازہ کا اہتمام کرنا اسکے جملہ امور کا انتظام کرنا

(۱۴) قرض کا ادا کرنا (۱۵) معاملات کا درست کرنا سود سے بچنا

(۱۶) سچی بات کی گواہی دینا حق کو نہ چھپانا۔

دوسرا حصہ: کسی دوسرے کے ساتھ کے برتاؤ کا ہے اس کی چھ شاخیں ہیں

(۱) نکاح کے ذریعہ سے حرام کاری سے بچنا

(۲) اہل وعیال کے حقوق کی رعایت کرنا اور انکا ادا کرنا' اسمیں نوکروں اور خادموں کے حقوق بھی داخل ہیں

(۳) والدین کیساتھ سلوک کرنا' نرمی برتنا' فرمانبرداری کرنا
(۴) اولاد کی اچھی تربیت کرنا (۵) صلہ رحمی کرنا
(۶) بڑوں کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا۔

تیسرا حصہ: حقوق عامہ کا ہے جو اٹھارہ شعبوں پر منقسم ہے۔
(۱) عدل کے ساتھ حکومت کرنا
(۲) حقانی جماعت کا ساتھ دینا
(۳) حکام کی اطاعت کرنا (بشرطیکہ خلاف شرع حکم نہ ہو)
(۴) آپس کے معاملات کی اصلاح کرنا جسمیں مفسدوں کو سزا دینا' باغیوں سے جہاد کرنا بھی داخل ہے
(۵) نیک کاموں میں دوسروں کی مدد کرنا
(۶) نیک کاموں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا جسمیں وعظ و تبلیغ بھی داخل ہے
(۷) حدود کا قائم کرنا
(۸) جہاد کرنا جسمیں مورچوں کی حفاظت بھی داخل ہے
(۹) امانت کا ادا کرنا جسمیں خمس جو غنیمت کے مالوں میں ہوتا ہے وہ بھی داخل ہے
(۱۰) قرض کا دینا اور ادا کرنا
(۱۱) پڑوسیوں کا حق ادا کرنا' انکا اکرام کرنا
(۱۲) معاملہ اچھا کرنا جس میں جائز طریقہ سے مال کا جمع کرنا بھی داخل ہے
(۱۳) مال کا اپنے محل (موقع) پر خرچ کرنا اسراف اور بخل سے بچنا بھی اسمیں داخل ہے
(۱۴) سلام کرنا اور سلام کا جواب دینا
(۱۵) چھینکنے والے کو یرحمک اللہ کہنا
(۱۶) دنیا کو اپنے نقصان سے اپنی تکلیف سے بچانا
(۱۷) لہو و لعب سے بچنا
(۱۸) راستہ سے تکلیف دہ چیز کا دور کرنا۔

مختلف روایات میں تطبیق:

یہ ستتر شاخیں ہوئیں ان میں بعض کو ایک دوسرے میں منضم بھی کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اچھے معاملہ میں مال کا جمع کرنا اور خرچ کرنا دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔ اس طرح سے غور سے اور بھی اعداد کو کم کیا جا سکتا ہے اور اس لحاظ سے ستر والی روایت یا ترسٹھ والی روایت کے تحت میں بھی یہ تفصیل آ سکتی ہے۔ اس تفصیل میں بندہ نے علامہ عینیؒ کے کلام کو جو بخاری شریف کی شرح میں ہے اصل قرار دیا ہے کہ انہوں نے نمبر وار ان چیزوں کو ذکر فرمایا ہے اور حافظ ابن حجر کی فتح الباری اور علامہ قاریؒ کی مرقات سے توضیح و اضافہ کیا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ ایمان کے سارے شعبے مجملاً یہ ہیں جو مذکور ہوئے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان میں غور و فکر کرے جو اوصاف اسمیں ان میں سے پائے جاتے ہوں ان پر اللہ جل شانہ کا شکر ادا کرے کہ اسی کی توفیق و لطف سے ہر بھلائی حاصل ہو سکتی ہے اور جن اوصاف میں کمی ہو انکے حاصل کرنے کی سعی کرے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے حصول کی توفیق مانگتا رہے۔ وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ.

ان احادیث کے بیان میں جن میں ان کلمات کی فضیلت اور ترغیب ذکر فرمائی گئی ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

6

دو محبوب کلمے

عن ابی ہریرۃؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلمتان خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حبیبتان الی الرحمن سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دو کلمے ایسے ہیں کہ زبان پر بہت ہلکے اور ترازو میں بہت وزنی اور اللہ کے نزدیک بہت محبوب ہیں وہ سبحان اللہ وبحمدہ اور سبحان اللہ العظیم ہیں۔

زبان پر ہلکے اور ترازو میں وزنی

تشریح: زبان پر ہلکے کا مطلب یہ ہے کہ پڑھنے میں نہ وقت خرچ ہو کہ بہت مختصر ہیں نہ یاد کرنے میں کوئی دقت یا دیر لگے اور اس کے باوجود جب اعمال کے تولنے کا وقت آئیگا تو ترازو میں ان کلموں کی کثرت کیوجہ سے بہت زیادہ وزن ہو جائیگا اور اگر کوئی بھی فائدہ نہ ہوتا تو بھی اس سے بڑھ کر کیا چیز تھی کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ دو کلمے سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری کو ان ہی دو کلموں پر ختم فرمایا اور یہی حدیث کتاب کے ختم پر ذکر فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے کہ کوئی شخص تم میں سے اس بات کو نہ چھوڑے کہ ہزار نیکیاں روزانہ کر لیا کرے۔ **سبحان اللہ و بحمدہ** سو مرتبہ پڑھ لیا کرے ہزار نیکیاں ہو جائینگی۔ اتنے گناہ تو ان شاء اللہ روزانہ کے ہوں گے بھی نہیں۔ اور اس تسبیح کے علاوہ جتنے نیک کام کئے ہوں گے ان کا ثواب علیحدہ نفع میں رہا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص صبح و شام ایک ایک تسبیح **سبحان اللہ وبحمدہ** کی پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ خواہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر** سے گناہ ایسے جھڑتے ہیں جیسے (سردی میں) درخت سے پتے جھڑتے ہیں۔

سب سے پسندیدہ کلام

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے بتاؤں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کلام کیا ہے میں نے عرض کیا ضرور بتاویں ارشاد فرمایا **سبحان اللہ وبحمدہ** دوسری حدیث میں ہے **سبحان ربی وبحمدہ**

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ اللہ نے جس چیز کو اپنے فرشتوں کیلئے اختیار فرمایا وہی افضل ترین ہے اور وہ سبحان اللہ وبحمدہ ہے۔

فرشتوں کا مشغلہ

پہلی فصل میں کئی آیتوں میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ ملائکہ جو عرش کے قریب ہیں اور ان کے علاوہ سب اللہ جل شانہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہتے ہیں ان کا مشغلہ یہی ہے کہ وہ اللہ کی پاکی بیان کرنے میں اور حمد کرنے میں مشغول رہیں۔ اسی وجہ سے جب آدم علیہ السلام کو پیدا فرمانے کا وقت ہوا تو انہوں نے یہی بارگاہ الٰہی میں ذکر کیا کہ **نحن نسبح بحمدک و نقدس لک** جیسا کہ اس سے پہلی فصل کی پہلی آیت میں گزر چکا ہے۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آسمان (عظمت الٰہی کے بوجھ سے) بولتا ہے۔ (چرچراتا ہے جیسا کہ چارپائی وغیرہ وزن سے بولنے لگتی ہے) اور آسمان کیلئے حق ہے کہ وہ بولے (کہ ہیبت کا بوجھ سخت ہوتا ہے) قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ آسمان میں ایک بالشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ سجدہ کی حالت میں اللہ کی تسبیح و تحمید میں مشغول نہ ہو۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جنت واجب کرنے والے کلمات

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله و بحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواه الحاکم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سومرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہوسکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

قیامت میں نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا

تشریح: اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں دب جانے اور کالعدم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ قیامت میں جہاں نیکیاں اور برائیاں تولی جائیں گی وہاں اس چیز کا بھی مطالبہ اور محاسبہ ہوگا کہ اللہ جل جلالہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی تھیں ان کا کیا حق ادا کیا۔ اور کیا شکر ادا کیا۔ بندہ کے پاس ہر چیز اللہ ہی کی عطا کی ہوئی ہے۔ ہر ایک چیز کا ایک حق ہے اس حق کی ادائیگی کا مطالبہ ہونا ہے۔ چنانچہ حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ **یصبح علی کل سلامی من احدکم صدقة الحدیث (فی المشکوة بروایة المسلم قلت ورواه ابوداؤد ابن ماجة)** جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر صبح کو ہر آدمی کے ہر جوڑ اور ہر ہڈی پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ آدمی میں تین سو ساٹھ جوڑ ہیں اسکے ذمہ ضروری ہے کہ ہر جوڑ کی طرف سے ایک صدقہ کرے یعنی اس بات کے شکر میں کہ حق تعالیٰ شانہ نے سونے کے بعد جو مرنے کے مشابہ حالت تھی پھر از سر نو زندگی بخشی اور ہر عضو صحیح سالم رہا۔ صحابہؓ نے عرض کیا اتنے صدقے روزانہ کرنیکی طاقت کون رکھتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ہر تسبیح صدقہ ہے ہر تکبیر صدقہ ہے۔ لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ۔ اللہ اکبر کہنا صدقہ ہے۔ راستہ میں کسی تکلیف دینے والی چیز کا ہٹا دینا صدقہ ہے۔ غرض بہت سے صدقات شمار کرائے۔ اس قسم کی اور بھی احادیث ہیں جن سے آدمی کی اپنی ذات میں جو اللہ کی نعمتیں ہیں ان کا بیان ہے۔ اس کے علاوہ کھانے پینے راحت و آرام کے متعلق جتنی اللہ کی نعمتیں ہر وقت میسر ہوتی ہیں۔ وہ مزید برآں

کون کون سی نعمتوں کا سوال ہوگا

قرآن پاک میں سورہ الھکم التکاثر میں بھی اس کا ذکر ہے کہ قیامت میں اللہ کی نعمتوں سے بھی سوال ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ بدن کی صحت، کانوں کی صحت، آنکھوں کی صحت سے سوال ہوگا کہ اللہ نے یہ نعمتیں اپنے لطف سے عطا فرمائیں انکو اللہ کے کس کام میں خرچ کیا (یا چوپاؤں کی طرح صرف پیٹ پالنے میں خرچ کیا) چنانچہ دوسری جگہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا (کان، آنکھ دل ہر شخص سے ان سب کی قیامت کے دن پوچھ ہوگی کہ ان چیزوں

کا استعمال کہاں کیا) حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں بیفکری جو اللہ کی بڑی دولت ہے اور صحت بدن بھی ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ دنیا کی ہر لذت نعمتوں میں داخل ہے جن سے سوال ہوگا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس میں عافیت بھی داخل ہے ایک شخص نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ (پھر اس دن نعمتوں سے بھی سوال کئے جاؤ گے) کا مطلب کیا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ گیہوں کی روٹی اور ٹھنڈا پانی مراد ہے کہ اس سے بھی سوال ہوگا اور رہنے کے لئے مکان سے بھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کن نعمتوں کا سوال ہوگا۔ آدھی بھوک روٹی ملتی ہے اور وہ بھی جو کی (پیٹ بھرائی روٹی بھی میسر نہیں) وحی نازل ہوئی۔ کیا پاؤں میں جوتا نہیں پہنتے' کیا ٹھنڈا پانی نہیں پیتے یہ بھی تو اللہ کی نعمتیں ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بعض صحابہؓ نے اس آیت شریفہ کے نازل ہونے پر عرض کیا یارسول اللہ کن نعمتوں سے سوال ہوگا۔ کھجور اور پانی صرف یہ دو چیزیں کھانے پینے کو ملتی ہیں اور ہماری تلواریں (جہاد کے لئے) ہر وقت کندھوں پر رہتی ہیں اور دشمن (کافر کوئی نہ کوئی) مقابل (جس کی وجہ سے وہ دو چیزیں بھی اطمینان اور بیکفری سے نصیب نہیں ہوتیں) حضورؐ نے فرمایا کہ عنقریب نعمتیں میسر ہونیوالی ہیں۔ ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت میں جن نعمتوں سے سوال ہوگا ان میں سب سے اول یہ ہوگا کہ ہم نے تیرے بدن کو تندرستی عطا فرمائی (یعنی اس تندرستی کا کیا حق ادا کیا اور اسمیں اللہ کی رضا کی کیا خدمت ادا کی) اور ہم نے ٹھنڈے پانی سے تجھ کو سیراب کیا (درحقیقت اللہ کی بڑی نعمت ہے جہاں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہوتا ان سے کوئی اسکی قدر پوچھے یہ اللہ کی اتنی بڑی نعمت ہے کہ حد نہیں مگر ہم لوگوں کو اس کے نعمتِ عظیمہ ہونے کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا چہ جائیکہ اس کا شکر اور اس کی ادائیگی حق) ایک حدیث میں وارد ہے کہ جن نعمتوں سے سوال ہوگا یہ ہیں وہ روٹی کا ٹکڑا جس سے پیٹ بھرا جاتا ہے۔ وہ پانی جس سے پیاس بجھائی جاتی ہے۔ وہ کپڑا جس سے بدن ڈھانکا جاتا ہے۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

نعمتوں میں اضافہ اور کمی کے اصول وضوابط: اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اگر تم شکر ادا کرو گے تو ہم اپنی نعمتوں کو تم پر اور زیادہ کر دیں گے۔ تو ہم جتنا اللہ رب العزت کا شکر ادا کریں گے اتنا ہی رب کریم کی نعمتیں اور زیادہ ہوں گی۔ اور آگے فرمایا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ اور اگر تم کفران نعمت کرو گے تو یاد رکھو کہ پھر میری پکڑ بھی بڑی سخت ہے۔

لسانی اور جسمانی شکر: اب شکر ادا کرنے کے دو طریقے ہیں ایک تو انسان اپنی زبان سے الحمدللہ کہے' سبحان اللہ کہے' یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے اور ایک اپنے جسم سے پروردگار کے حکموں کی پابندی کرے' گویا یہ بھی اللہ رب العزت کا شکر ادا کر رہا ہے۔ لسانی شکر بھی ادا کرے اور اپنے جسم سے بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو یہ گویا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بندہ ہے۔ اگر اس میں کمی کوتاہی ہوگئی تو پھر اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنی نعمتوں کو واپس لے لیتے ہیں اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا واقعہ

عن اسحق بن عبدالله بن ابی طلحة عن ابیه عن جده قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من قال لا اله لا الله دخل الجنة او وجبت له الجنة و من قال سبحان الله وبحمده مائة مرة کتب الله له مائة الف حسنة و اربعًا و عشرین الف حسنة (رواہ الحاکم)

ترجمہ: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہے اس کے لئے جنت واجب ہو جائیگی اور جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سو مرتبہ پڑھے گا اس کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیاں لکھی جائینگی صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسی حالت میں تو کوئی بھی (قیامت میں) ہلاک نہیں ہو سکتا (کہ نیکیاں غالب ہی رہیں گی) حضورؐ نے فرمایا (بعض لوگ پھر بھی ہلاک ہوں گے اور کیوں نہ ہوں) بعض آدمی اتنی نیکیاں لے کر آئینگے کہ اگر پہاڑ پر رکھ دی جائیں تو وہ دب جائے لیکن اللہ کی نعمتوں کے مقابلہ میں وہ کالعدم ہو جائیں گی۔ البتہ اللہ جل شانہ پھر اپنی رحمت اور فضل سے دستگیری فرمائیں گے۔

تشریح: ایک مرتبہ دوپہر کے وقت سخت دھوپ میں حضرت ابوبکرؓ پریشان ہو کر گھر سے چلے مسجد میں پہنچے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ بھی اسی حالت میں تشریف لے آئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بیٹھا ہوا دیکھ کر دریافت کیا کہ تم اس وقت یہاں کہاں۔ فرمایا کہ بھوک کی بے تابی نے پریشان کیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا واللہ اسی چیز نے مجھے بھی مجبور کیا کہ کہیں جاؤں۔ یہ دونوں حضرات یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ سردار دو عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھ کر دریافت فرمایا کہ تم اس وقت کہاں؟ عرض کیا یا رسول اللہ بھوک نے پریشان کیا جس سے مضطرب ہو کر نکل پڑے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اسی مجبوری سے میں بھی آیا ہوں۔ تینوں حضرات اکٹھے ہو کر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے مکان پر پہنچے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ بیوی نے بڑی مسرت و افتخار سے ان حضرات کو بٹھایا۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا ابو ایوبؓ کہاں گئے ہیں۔ عرض کیا ابھی حاضر ہوتے ہیں کسی ضرورت سے گئے ہوئے ہیں۔ اتنے میں ابو ایوبؓ بھی حاضر خدمت ہو گئے اور فرطِ خوشی میں کھجور کا ایک بڑا سا خوشہ توڑ لائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ سارا خوشہ کیوں توڑا اس میں کچی اور آدھ کچری بھی ٹوٹ گئیں چھانٹ کر پکی ہوئی توڑ لیتے۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس خیال سے توڑا کہ ہر قسم کی سامنے ہوں جو پسند ہو وہ نوش فرماویں (کہ بعض مرتبہ پکی ہوئی سے آدھ کچری زیادہ پسند ہوتی ہیں) خوشہ سامنے رکھ کر جلدی سے گئے اور ایک بکری کا بچہ ذبح کیا اور جلدی جلدی کچھ تو ویسے ہی بھون لیا کچھ سالن تیار کر لیا۔ حضورؐ نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر ابو ایوبؓ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہنچا دو۔ اس کو بھی کئی دن سے کچھ نہیں مل سکا۔ وہ فوراً پہنچا کر آئے۔ ان حضرات نے بھی سیر ہو کر نوش فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو یہ اللہ کی نعمتیں ہیں۔ روٹی ہے گوشت ہے ہر قسم کی کچی اور پکی کھجوریں ہیں۔ یہ فرما کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور ارشاد فرمایا۔ اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے یہی وہ نعمتیں ہیں جن سے قیامت میں سوال ہوگا) جن حالات کے تحت میں اس وقت یہ چیزیں میسر ہوئی تھیں ان کے لحاظ سے) صحابہؓ کو بڑی گرانی اور فکر پیدا ہو گیا (کہ ایسی مجبوری اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں میسر آئیں اور ان پر

بھی سوال وحساب ہوگا) حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کا شکر ادا کرنا تو ضروری ہے ہی۔ جب اس قسم کی چیزوں پر ہاتھ ڈالو تو اول **بسم اللہ** پڑھو اور جب کھا چکو تو کہو **الحمدللہ الذی ھو اشبعنا و انعم علینا و افضل** (تمام تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے ہم کو پیٹ بھر کر کھلایا اور ہم پر انعام فرمایا اور بہت زیادہ عطا فرمایا) اس دعا کا پڑھنا شکر ادا کرنے میں کافی ہے۔ اس قسم کے واقعات کئی مرتبہ پیش آئے جو متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے سے ذکر کئے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ الوالہیثمؓ مالک بن تیہان کے مکان پر تشریف لے جانے کی نوبت آئی۔ اسی قسم کا ایک واقعہ ایک اور صاحب کے ساتھ پیش آیا جن کو واقفی کہا جاتا تھا۔

ایک کوڑھی کا واقعہ:

حضرت عمرؓ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو کوڑھی بھی تھا اور اندھا' بہرا اور گونگا بھی تھا۔ آپ نے ساتھیوں سے دریافت فرمایا کہ تم لوگ اللہ کی کچھ نعمتیں اس شخص پر بھی دیکھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس کے پاس کونسی نعمت ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا پیشاب سہولت سے نہیں کر سکتا جتنا ہو سکے شکر ادا کرو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قیامت میں تین دربار ہیں۔ ایک دربار میں نیکیوں کا حساب ہے' دوسرے میں اللہ کی نعمتوں کا حساب ہے۔ تیسرے میں گناہوں کا مطالبہ ہے۔ نیکیاں نعمتوں کے مقابلہ میں ہو جائیں گی اور برائیاں باقی رہ جائیں گی جو اللہ کے فضل کے تحت میں ہونگی ان سب کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ کی جس قدر نعمتیں ہر آن اور ہر دم آدمی پر ہوتی ہیں ان کا شکر کرنا' ان کا حق ادا کرنا بھی آدمی کے ذمہ ہے اس لئے جتنی مقدار بھی نیکیوں کی پیدا ہو سکے ان کو حاصل کرنے میں کمی نہ کرے اور کسی مقدار کو بھی زیادہ نہ سمجھے کہ وہاں پہنچ کر معلوم ہوگا کتنے کتنے گناہ ہم نے اپنی آنکھ' ناک' کان اور دوسرے بدن کے حصوں سے ایسے کئے ہیں جن کو ہم گناہ بھی نہ سمجھے۔ حضور کا ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس کی قیامت میں اللہ کے یہاں پیشی نہ ہو کہ اس وقت نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہوگا نہ ترجمان (وکیل وغیرہ)۔ دائیں طرف دیکھے گا تو اپنے اعمال کا انبار ہوگا' بائیں طرف دیکھے گا تب بھی یہی منظر ہوگا جس قسم کے بھی اچھے یا برے اعمال کئے ہیں وہ سب ساتھ ہونگے جہنم کی آگ سامنے ہوگی اس لئے جہاں تک ممکن ہو صدقہ سے جہنم کی آگ کو دفع کرو خواہ کھجور کا ٹکڑا ہی کیوں نہ ہو۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ قیامت میں سب سے اول یہ سوال ہوگا کہ ہم نے تجھے بدن کی صحت عطا کی اور ٹھنڈا پانی پینے کو دیا (یعنی ان چیزوں کا کیا حق ادا کیا) دوسری حدیث میں ہے کہ اس وقت تک آدمی حساب کے میدان سے نہ ہٹے گا جب تک پانچ چیزوں کا سوال نہ ہو جائے۔ عمر کس کام میں خرچ کی؟ جوانی (کی قوت) کس مشغلہ میں صرف کی؟ مال کس طریقہ سے کمایا اور کس طریقہ سے خرچ کیا (یعنی کمائی کے اور خرچ کے طریقے جائز تھے یا ناجائز) جو کچھ علم حاصل کیا (خواہ کسی درجہ کا ہو) اس میں کیا عمل کیا (یعنی جو مسائل معلوم تھے ان پر عمل کیا یا نہیں)

دعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جنت کے درخت

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقیت ابراھیم لیلۃ اسری بی فقال یا محمد اقرأ امتک منی السلام واخبرھم ان الجنۃ طیبۃ التربۃ عذبۃ الماء و انھا قیعان و ان غراسھا سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شب معراج میں جب میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی امت کو میرا سلام کہہ دینا اور یہ کہنا کہ جنت کی نہایت عمدہ پاکیزہ مٹی ہے اور بہترین پانی لیکن وہ بالکل چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے درخت **سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر** ہیں (جتنے کسی کا دل چاہے درخت لگالے) ایک حدیث میں اس کے بعد لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھی ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ ان کلموں میں سے ہر کلمہ کے بدلے ایک درخت جنت میں لگایا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امت محمد کی طرف سلام بھیجنا

تشریح: ایک حدیث میں ہے جو کہ شخص سبحان اللہ العظیم وبحمدہ پڑھے گا ایک درخت جنت میں لگایا جاویگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لیجارہے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کو دیکھا کہ ایک پودا لگا رہے ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے عرض کیا درخت لگا رہا ہوں۔ ارشاد فرمایا میں بتاؤں بہترین پودے جو لگائے جاویں۔ سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر ہر کلمہ سے ایک درخت جنت میں لگتا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضرت خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے سلام بھیجا ہے اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ جس شخص کے پاس یہ حدیث پہنچے اس کو چاہیے کہ حضرت خلیل اللہ کے سلام کے جواب میں وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہے۔

جنت کی بہترین مٹی اور میٹھا پانی:

اسکے بعد ارشاد ہے کہ جنت کی مٹی بہترین ہے اور پانی میٹھا۔ اس کے دو مطلب ہیں اول یہ کہ صرف اس جگہ کی حالت کا بیان کرنا ہے کہ بہترین جگہ ہے۔ جس کی مٹی کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ مشک وزعفران کی ہے اور پانی نہایت لذیذ ایسی جگہ ہر شخص اپنا مسکن بنانا چاہتا ہے اور تفریح وراحت کے لئے باغ وغیرہ لگانے کے اسباب مہیا ہوں تو کون چھوڑ سکتا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ زمین بہتر اور پانی بہتر ہو وہاں پیداوار بہت اچھی ہوتی ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ ایک مرتبہ **سبحان اللہ** کہہ دینے سے ایک درخت وہاں قائم ہو جاویگا اور پھر وہ جگہ اور پانی کی عمدگی کی وجہ سے خود ہی نشو ونما پاتا رہیگا۔ صرف ایک مرتبہ بیج ڈال دینا ہے۔ باقی سب کچھ خود ہی ہو جائے گا۔ اس حدیث میں جنت کو چٹیل میدان فرمایا ہے اور جن احادیث میں جنت کا حال بیان کیا گیا ہے ان میں جنت میں ہر قسم کے میوے باغ درختوں وغیرہ کا موجود ہونا بتایا گیا ہے بلکہ جنت کے معنی ہی باغ کے ہیں اس لئے ظاہراً اشکال واقع ہوتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ اصل کے اعتبار سے وہ میدان ہے لیکن جس حالت پر وہ نیک عمل لوگوں کو دی جائے گی ان کے اعمال کے موافق اس میں باغ اور درخت وغیرہ موجود ہوں گے۔ دوسری توجیہ بعض علماء نے یہ دریافت فرمائی ہے کہ

جنت کے وہ باغ وغیرہ ان اعمال کے موافق ملیں گے۔ جب ان اعمال کی وجہ سے اور ان کے برابر ملے تو گویا یہ اعمال ہی درختوں کا سبب ہوئے۔ تیسری توجیہ یہ فرمائی گئی ہے کہ کم سے کم مقدار جو ہر شخص کے حصہ میں ہے وہ ساری دنیا سے کہیں زائد ہے اس میں بہت سے حصہ میں خود اپنے اصلی باغ موجود ہیں اور بہت سا حصہ خالی پڑا ہے جتنا کوئی ذکر تسبیح وغیرہ کریگا اتنے ہی درخت اور لگ جائیں گے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ارشاد جو کوکب دری میں نقل کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس کے سارے درخت خیر کی طرح سے ایک جگہ مجتمع ہیں۔ ہر شخص جس قدر اعمال خیر کرتا رہتا ہے اتنا ہی اس کے حصہ کی زمین میں لگتے رہتے ہیں اور نشو ونما پاتے رہتے ہیں۔

پہاڑ سے زیادہ سونا خرچ کرنے سے زیادہ محبوب کلام

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رات کو مشقت جھیلنے سے ڈرتا ہو (کہ راتوں کو جاگنے اور عبادت میں مشغول رہنے سے قاصر ہو) یا بخل کی وجہ سے مال خرچ کرنا دشوار ہو یا بزدلی کی وجہ سے جہاد کی ہمت نہ پڑتی ہو اس کو چاہیے کہ سبحان اللہ وبحمدہ کثرت سے پڑھا کرے۔ اللہ کے نزدیک یہ کلام پہاڑ کی بقدر سونا خرچ کرنے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔

فائدہ: کس قدر اللہ کا فضل ہے کہ ہر قسم کی مشقت سے بچنے والوں کے لئے بھی فضائل اور درجات کا دروازہ بند نہیں فرمایا۔ راتوں کو نہیں جاگا جاتا' کنجوسی سے پیسہ خرچ نہیں ہوتا' بزدلی اور کم ہمتی سے جہاد جیسا مبارک عمل نہیں ہوتا اس کے بعد بھی اگر دین کی قدر ہے آخرت کی فکر ہے تو اس کے لئے راستہ کھلا ہوا ہے پھر بھی کچھ کما نہ سکے تو کم نصیبی کے سوا اور کیا ہے۔ پہلے یہ مضمون ذرا تفصیل سے گزر چکا ہے۔

سب سے زیادہ محبوب چار کلمے:

حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب کلام چار کلمے ہیں۔ سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ان میں سے جس کو چاہے پہلے پڑھے اور جس کو چاہے بعد میں (کوئی خاص ترتیب نہیں) ایک حدیث میں ہے کہ یہ کلمے قرآن پاک میں بھی موجود ہیں۔

فائدہ: یعنی قرآن پاک کے الفاظ میں بھی یہ کلمے کثرت سے وارد ہوئے ہیں اور قرآن پاک میں ان کا حکم ان کی ترغیب وارد ہوئی ہے چنانچہ پہلی فصل میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عیدوں کو ان کلموں کے ساتھ مزین کیا کرو یعنی عید کی زینت یہ ہے کہ ان کلموں کا کثرت سے ورد کیا جائے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

غریبوں کے لئے بہترین عمل

عن ابی هریره رضی الله عنه قال ان الفقراء المهاجرین اتوارسول الله صلی الله علیه وسلم فقالو اقد ذهب اهل الدثور بالدرجات العلیٰ و النعیم المقیم فقال ماذاک قالوا یصلون کما نصلی و یصومون کما نصوم ویتصدقون ولا نتصدق ویعتقون ولا نعتق (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک مرتبہ فقرأ مہاجرین جمع ہو کر حاضر ہوئے اور عرض کیا' یارسول اللہ یہ مالدار سارے بلند درجے لے اڑے اور ہمیشہ کی رہنے والی نعمت انہیں کے حصہ میں آ گئی۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں۔ عرض کیا کہ نماز روزہ میں تو یہ ہمارے شریک کہ ہم بھی کرتے ہیں یہ بھی مالدار ہونے کی وجہ سے یہ لوگ صدقہ کرتے ہیں غلام آزاد کرتے ہیں اور ہم ان چیزوں سے عاجز ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں کہ تم اس پر عمل کر کے اپنے سے پہلوں کو پکڑ لو اور بعد والوں سے بھی آگے بڑھے رہو اور کوئی شخص تم سے اس وقت تک افضل نہ ہو جب تک ان ہی اعمال کو نہ کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور بتا دیجئے ارشاد فرمایا کہ ہر نماز کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھ لیا کرو (ان حضرات نے شروع کر دیا مگر اس زمانہ کے مالدار بھی اس نمونہ کے تھے انہوں نے بھی معلوم ہونے پر شروع کر دیا) تو فقرأ دوبارہ حاضر ہوئے کہ یارسول اللہ ہمارے مالدار بھائیوں نے بھی سن لیا اور وہ بھی یہی کرنے لگے۔ حضورؐ نے فرمایا یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہے عطا فرمائے اس کو کون روک سکتا ہے۔ ایک دوسری حدیث میں بھی اسی طرح یہ قصہ ذکر کیا گیا اسمیں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ تمہارے لئے بھی اللہ نے صدقہ کا قائم مقام بنا رکھا ہے۔ سبحان اللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے الحمدللہ ایک مرتبہ کہنا صدقہ ہے۔ بیوی سے صحبت کرنا صدقہ ہے۔ صحابہؓ نے تعجب سے عرض کیا یارسول اللہ بیوی سے ہمبستری میں اپنی شہوت پوری کرے اور یہ صدقہ ہو جائے حضورؐ نے فرمایا اگر حرام میں مبتلا ہو گیا تو گناہ ہوگا یا نہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا ضرور ہوگا۔ ارشاد فرمایا اسی طرح حلال میں صدقہ اور اجر ہے۔

بیوی سے صحبت کرنا صدقہ کیسے ہے؟

تشریح: مطلب یہ ہے کہ اس نیت سے صحبت کرنا کہ حرام کاری سے بچے ثواب اور اجر کا سبب ہے اسی قصہ کی دوسری حدیث میں اس اشکال کے جواب میں کہ بیوی سے ہمبستری اپنی شہوت کو پورا کرنا ہے۔ حضورؐ کا جواب نقل کیا گیا۔ بتاؤ اگر بچہ پیدا ہو جائے پھر وہ جوان ہونے لگے اور تم اسکی خوبیوں کی امید باندھنے لگو پھر وہ مر جائے۔ کیا تم ثواب کی امید رکھتے ہو۔ عرض کیا گیا کہ بیشک امید ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیوں تم نے اس کو پیدا کیا' تم نے اسکو ہدایت کی تھی' تم نے اسکو روزی دی تھی بلکہ اللہ ہی نے پیدا کیا تھا اسی نے ہدایت دی تھی وہی روزی عطا کرتا ہے اس طرح صحبت سے تم نطفہ کو حلال جگہ رکھتے ہو پھر اللہ کے قبضہ میں ہے کہ چاہے اسکو زندہ کرے کہ اس سے اولاد پیدا کر دے یا مردہ کرے اولاد پیدا نہ ہو۔ اس حدیث کا مقتضیٰ یہ ہے کہ یہ اجر و ثواب بچہ کے پیدا ہونے کا سبب ہونے کی وجہ سے ہے۔

سمندر کی جھاگ کے برابر گناہوں کی معافی

حضور اقدس کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر نماز کے بعد سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علیٰ کل شیء قدیر پڑھے اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ خواہ اتنی کثرت سے ہوں جتنے سمندر کے جاگ۔

فائدہ: خطایا کی مغفرت کے بارہ میں پہلے کئی حدیثوں کے تحت میں بحث گزر چکی ہے کہ ان خطایا سے مراد علماء کے نزدیک صغیرہ گناہ ہیں۔ اس حدیث میں تین کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور لا الہ الا اللہ ایک مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اس سے اگلی حدیث میں دو کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ آرہا ہے۔ حضرت زیدؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ ہم کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ہر ایک کو ۳۳ مرتبہ ہر نماز کے بعد پڑھنے کا حکم فرمایا تھا۔ ایک انصاریؓ نے خواب میں دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ ہر ایک کلمہ کو پچیس مرتبہ کرلو ان کے ساتھ لاالہ الااللہ ۲۵ مرتبہ کا اضافہ کرلو۔ حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا حضورؐ نے قبول فرمالی اور اس کی اجازت فرمادی کہ ایسا ہی کرلیا جائے ایک حدیث میں سبحان اللہ' الحمد اللہ' اللہ اکبر ہر کلمہ کو ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ کا حکم ہے اور ایک حدیث میں ۱۰' ۱۰ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ایک حدیث میں لاالہ الا اللہ ۱۰ مرتبہ باقی تینوں کلمے ہر ایک ۳۳ مرتبہ۔ ایک حدیث میں ہر نماز کے بعد چاروں کلمے ۱۰۰' ۱۰۰ مرتبہ وارد ہوئے ہیں جیسا کہ حصن حصین میں ان روایات کو ذکر کیا گیا ہے یہ اختلاف بظاہر ہر حالات کے اختلاف کی وجہ سے ہے کہ آدمی فراغت اور مشاغل کے اعتبار سے مختلف ہیں جو لوگ دوسری ضروری کاموں میں مشغول ہیں ان کے لئے کم مقدار تجویز فرمائی اور جو لوگ' فارغ ہیں ان کے لئے زیادہ مقدار لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ جو عدد احادیث میں مذکور ہیں ان کی رعایت ضروری ہے کہ جو چیز دوا کے طور پر استعمال کیجاتی ہے اسمیں مقدار کی رعایت بھی اہم ہے۔

ایسے کلمات جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ چند پیچھے آنے والے (کلمات) ایسے ہیں جن کا کہنے والا نامراد نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ' ۳۳ مرتبہ الحمداللہ' ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔

فائدہ: ان کلمات کو پیچھے آنے والے یا تو اس وجہ سے فرمایا کہ یہ نمازوں کے بعد پڑھے جاتے ہیں' یا اس وجہ سے کہ گناہوں کے بعد پڑھنے سے انکو دھونے اور مٹادینے والے ہیں یا اس وجہ سے یہ کلمات ایک دوسرے کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں نمازوں کے بعد سبحان اللہ الحمدللہ ۳۳' ۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنادیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین ودنیا اور اہل وعیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرمادیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

روزانہ احد پہاڑ کے برابر عمل

عن عمران بن حصين رضی الله عنه رفعه اما يستطيع احدكم ان يعمل كل يوم مثل احد عملاً قالو يارسول الله و من يستطيع قال كلكم يستطيع قالوا يارسول الله ماذا قال سبحانّ الله اعظم من احد و لااله الا الله اعظم من احد والحمد لله اعظم من احد والله اكبر اعظم من احد (جمع الفوائد)

ترجمہ: حضور اقدس نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کیا تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ روزانہ احد (جو مدینہ منورہ کے ایک پہاڑ کا نام ہے) کے برابر عمل کرلیا کرے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی کون طاقت رکھتا ہے (کہ اتنے بڑے پہاڑ کے برابر عمل کرے) حضور نے ارشاد فرمایا ہر شخص طاقت رکھتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا اس کی کیا صورت ہے ارشاد فرمایا کہ سبحان اللہ کا ثواب احد سے زیادہ ہے لا الہ الا اللہ کا احد سے زیادہ ہے الحمد للہ کا احد سے زیادہ ہے اللہ اکبر کا احد سے زیادہ ہے۔

تشریح: یعنی ان کلموں میں سے ہر ایک کلمہ ایسا ہے جس کا ثواب اُحد پہاڑ سے زیادہ ہے اور ایک پہاڑ کیا نامعلوم کتنے ایسے پہاڑوں سے زیادہ ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان الله، الحمدلله** سارے آسمانوں اور زمینوں کو ثواب سے بھر دیتے ہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ **سبحان الله** کا ثواب آدھی ترازو ہے اور **الحمدالله** اس کو پُر کر دیتی ہے اور **الله اكبر** آسمان زمین کے درمیان کو پُر کر دیتی ہے۔ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ **سبحان الله الحمدلله لااله الا الله الله اكبر** مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر آفتاب نکلے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ ساری ہی دنیا اللہ کے واسطے خرچ کر دوں تو اس سے بھی یہ زیادہ محبوب ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہوائی تخت پر تشریف لے جارہے تھے پرندے آپ پر سایہ کئے ہوئے تھے اور جن و انس وغیرہ لشکر در قطار ایک عابد پر گزر رہا جس پر حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس وسعت ملکی اور عموم سلطنت کی تعریف کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کے اعمالنامہ میں ایک تسبیح سلیمان بن داؤد کے سارے ملک سے اچھی ہے کہ یہ ملک فنا ہو جائیگا اور تسبیح باقی رہنے والی چیز ہے۔

پانچ چیزیں جو ترازو میں بہت وزنی ہیں:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واہ واہ پانچ چیزیں (اعمالنامہ تلنے کی) ترازو میں کتنی زیادتی وزنی ہیں لا الہ الا اللہ اللہ اکبر سبحان اللہ الحمد للہ اور وہ بچہ جو مرجائے اور باپ (اسی طرح ماں بھی) اس پر صبر کرے۔

یہ مضمون کئی صحابہؓ سے متعدد احادیث میں نقل کیا گیا ہے۔ بَخ بَخ بڑے سرور اور فرحت کا کلمہ ہے جس چیز کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس خوشی اور مسرت سے ارشاد فرمارہے ہوں عطا فرما رہے ہوں کیا محبت کا دعویٰ کرنے والوں کے ذمہ نہیں ہے کہ ان کلموں پر مرمٹیں کہ حضور کی اس خوشی کی قدردانی اور اس کا استقبال یہی ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اور اس خیال سے کہ بھول نہ جاؤ نہایت مختصر کہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے روکتا ہوں جن دو کاموں کے کرنے کی وصیت کرتا ہوں وہ دونوں ایسے ہیں کہ اللہ جل جلالہ ان سے نہایت خوش ہوتے ہیں اور اللہ کی نیک مخلوق ان سے خوش ہوتی ہے۔ ان دونوں کاموں کی اللہ کے یہاں رسائی (اور مقبولیت) بھی بہت زیادہ ہے ان دو میں سے ایک لا الہ الا اللہ ہے کہ اگر تمام آسمان اور زمین کو ایک حلقہ ہو

جائیں تو بھی یہ پاک کلمہ ان کو توڑ کر آسمان پر جائے بغیر نہ رہے اور اگر تمام آسمان اور زمین ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور دوسرے میں یہ پاک کلمہ ہو تب بھی وہی پلڑا جھک جائے گا اور دوسرا کام جو کرنا ہے وہ سبحان اللہ وبحمدہ کا پڑھنا ہے کہ یہ کلمہ ساری مخلوق کی عبادت ہے اور اسی کی برکت سے ساری مخلوق کو روزی دی جاتی ہے کوئی بھی چیز مخلوق میں ایسی نہیں جو اللہ کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کا کلام سمجھتے نہیں ہو اور جن دو چیزوں سے منع کرتا ہوں وہ شرک اور تکبر ہے کہ ان دونوں کی وجہ سے اللہ سے حجاب ہو جاتا ہے اور اللہ کی نیک مخلوق سے حجاب ہو جاتا ہے۔

انسانوں، جنوں اور فرشتوں کے علاوہ مخلوقات کی تسبیح

لا الٰہ الا اللہ کے بیان میں بھی اس حدیث کا مضمون گزر چکا ہے تسبیح کے متعلق جو ارشاد اس حدیث میں ہے قرآن پاک کی آیات میں بھی گزر چکا ہے۔ **وان من شیء الا یسبح بحمدہ** قرآن پاک کی آیت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ شب معراج میں آسمانوں کی تسبیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود سنی۔ ایک مرتبہ حضورؐ کا ایسی جماعت پر گزر ہوا جو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر کھڑی ہوئی تھی حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جانوروں کی ممبر اور کرسیاں نہ بناؤ بہت سے جانور سواروں سے بہتر اور ان سے زیادہ اللہ کا ذکر کرنیوالے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ کھیتی بھی تسبیح کرتی ہے اور کھیتی والے کو اس کا ثواب ملتا ہے۔

پیالے کی تسبیح: ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں ثرید تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح کر رہا ہے کسی نے عرض کیا آپؐ اسکی تسبیح سمجھتے ہیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہاں سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک شخص سے فرمایا کہ اس کو فلاں شخص کے قریب کر دو۔ پیالہ ان کے قریب کیا گیا تو انہوں نے بھی تسبیح سنی۔ اس کے بعد پھر ایک تیسرے صاحب کے قریب اس طرح کیا گیا انہوں نے بھی سنا۔ کسی نے درخواست کی کہ مجمع کے سب ہی لوگوں کو سنوایا جائے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر کسی کو ان میں سے سنائی نہ دے تو لوگ سمجھیں گے کہ یہ گناہگار ہے۔

اس چیز کا تعلق کشف سے ہے۔ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تو یہ چیزیں بدرجہ اتم حاصل تھی اور ہونا چاہیے تھی حضرات صحابہؓ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بسا اوقات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور انوار قرب کی بدولت یہ چیز حاصل ہو جاتی تھی۔ سینکڑوں واقعات اس کے شاہد ہیں۔ صوفیہ کو بھی اکثر یہ چیز مجاہدوں کی کثرت سے حاصل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ جمادات اور حیوانات کی تسبیح، ان کا کلام ان کی گفتگو سمجھ لیتے ہیں لیکن محققین مشائخ کے نزدیک چونکہ یہ چیز نہ دلیل کمال ہے نہ موجب قرب کہ جو بھی اس قسم کے مجاہدے کرتا ہے وہ حاصل کر لیتا ہے خواہ اس کو حق تعالیٰ شانہ کے یہاں قرب حاصل ہو یا نہ ہو۔ اس لئے محققین اسکو غیر اہم سمجھتے ہیں بلکہ اس لحاظ سے مضر سمجھتے ہیں کہ جب مبتدی اسمیں لگ جاتا ہے تو دنیا کی سیر کا ایک شوق پیدا ہو کر ترقی کے لئے مانع بن جاتا ہے مجھے اپنے حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ کے بعض خدام کے متعلق معلوم ہے کہ جب ان کو یہ صورت کشف پیدا ہونے لگی تو حضرت نے چند روز کے لئے اہتمام نے سب ذکر شغل چھڑا دیا تھا کہ مبادا یہ حالت ترقی پکڑ جائے۔ اس کے علاوہ حضرات اس لئے بھی بچتے ہیں کہ اس صورت میں دوسروں کے گناہوں کا اظہار ہوتا ہے جو ان حضرات کیلئے تکدر کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ شعرانیؒ نے میزان الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ جب کسی شخص کو وضو کرتے ہوئے دیکھتے تو اس پانی میں جو گناہ دھلتا ہوا نظر آتا اس کو معلوم کر لیتے۔ یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ کبیرہ گناہ ہے یا صغیرہ مکروہ فعل ہے یا خلاف اولیٰ، جیسا کہ حسی چیزیں نظر آیا کرتی ہیں اسی طرح یہ بھی معلوم ہو جاتا تھا چنانچہ ایک دفعہ کوفہ کی جامع مسجد کے وضو خانہ میں تشریف فرما تھے ایک جوان وضو کر رہا تھا اسکے

وضو کا پانی گرتے ہوئے آپؒ نے دیکھا اس کو چپکے سے نصیحت فرمائی کہ بیٹا والدین کی نافرمانی سے توبہ کر لے۔ اس نے توبہ کی۔ ایک دوسرے شخص کو دیکھا تو اس کو نصیحت فرمائی کہ بھائی زنا نہ کیا کر بہت برا عیب ہے۔ اس وقت اس نے بھی زنا سے توبہ کی۔ ایک اور شخص کو دیکھا کہ شراب خوری اور لہو ولعب کا پانی گر رہا ہے اس کو بھی نصیحت فرمائی اس نے بھی توبہ کی۔ الغرض اس کے بعد امام صاحبؒ نے اللہ جل جلالہ سے دعا کی کہ اے اللہ اس چیز کو مجھ سے دور فرما دے کہ میں لوگوں کی برائیوں پر مطلع ہونا نہیں چاہتا۔ حق تعالیٰ شانہ نے دعا قبول فرمائی اور یہ چیز زائل ہوگئی۔

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ میں امام صاحبؒ نے مستعمل پانی کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دیا تھا کیونکہ جب وہ پانی گندہ اور متعفن نظر آتا تھا تو کیسے اس کو پاک فرماتے مگر جب یہ چیز زائل ہوگئی تو اس کو ناپاک فرمانا بھی چھوڑ دیا۔ حضرت مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحبؒ رائپوری نور اللہ مرقدہ کے خدام میں ایک صاحب تھے جو کئی کئی روز اس وجہ سے استنجے نہیں جا سکتے تھے کہ ہر جگہ انوار نظر آتے تھے اور بھی سینکڑوں ہزاروں واقعات اس قسم کے ہیں جن میں کسی قسم کے تردد کی گنجائش نہیں کہ جن لوگوں کو کشف سے کوئی حصہ ملتا ہے وہ اس حصہ کے بقدر احوال کو معلوم کر لیتے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نو منٹ میں نو قرآن پاک اور ایک ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب

سورۃ فاتحہ: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب دو مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (تفسیر مظہری)

آیت الکرسی: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک مرتبہ قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ الزلزال: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ القدر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مسند احمد)

سورۃ العادیات: دو مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (مواہب)

سورۃ التکاثر: ایک مرتبہ پڑھنے کا ثواب ہزار آیتوں کے پڑھنے کے برابر ہے۔ (مشکوٰۃ)

سورۃ الکافرون: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ النصر: چار مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سورۃ الاخلاص: تین مرتبہ پڑھنے کا ثواب ایک قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔ (بخاری)

نوٹ

کوئی بھی نفل فرض کا بدل نہیں ہو سکتا اس لئے تمام فرائض کا بہت اہتمام رکھنا چاہئے اور ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہوں سے بچنا چاہئے۔

رمضان المبارک میں ہر نیکی پر 70 گنا ثواب ملتا ہے اس حساب سے ان سورتوں کی تلاوت پر 630 قرآن پاک اور ستر ہزار آیات کی تلاوت کا ثواب صرف نو منٹ میں حاصل کیا جا سکتا ہے۔

بوڑھوں کے لئے بہترین عمل

عن ام هانیء رضی الله عنها قالت مربی رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت یا رسول الله قد کبرت وضعفت او کما قالت فمرنی بعمل اعمله و انا جالسة قال سبحی الله مائة تسبیحة فانه تعدل لک مائته رتبة تعتقینها (رواه احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمد للہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر کہ دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کردی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کردی۔

تشریح: ضعفا اور بوڑھوں کے لئے بالخصوص عورتوں کے لئے کس قدر سہل اور مختصر چیز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز فرمادی ہے۔ دیکھئے ایسی مختصر چیزوں پر جن میں نہ زیادہ مشقت ہے نہ چلنا پھرنا ہے کتنے بڑے بڑے ثوابوں کا وعدہ ہے۔ کتنی کم نصیبی ہوگی اگر ان کو وصول نہ کیا جائے۔ حضرت اُمِ سلیمؓ کہتی ہیں میں نے حضورؐ سے عرض کیا کوئی چیز مجھے تعلیم فرما دیجئے جس کے ذریعہ سے نماز میں دعا کیا کروں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ **سبحان الله الحمدلله الله اکبر** دس دس مرتبہ پڑھ لیا کرو اور جو چاہے اسکے بعد دعا کیا کرو۔ دوسری حدیث میں اس کے بعد یہ ارشاد ہے کہ جو چاہے دعا کیا کروحق تعالیٰ شانہ اس دعا پر فرماتے ہیں ہاں ہاں (میں نے قبول کی) کتنے سہل اور معمولی الفاظ ہیں جن کو نہ یاد کرنا پڑتا ہے نہ ان میں کوئی محنت اٹھانی پڑتی ہے۔ دن بھر ہم لوگ بکواس میں گزار دیتے ہیں تجارت کے ساتھ دکان پر بیٹھے بیٹھے یا کھیتی زمین کے انتظامات میں مشغول رہتے ہیں اگر زبان سے ان تسبیحوں کو پڑھتے رہیں تو دنیا کی کمائی کے ساتھ ہی آخرت کی کتنی بڑی دولت ہاتھ آجائے۔

ذاکرین کو ڈھونڈنے والی فرشتوں کی جماعت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو راستوں وغیرہ میں گشت کرتی رہتی ہے اور

جہاں کہیں ان کو اللہ کا ذکر کرنیوالے ملتے ہیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو بلا کر سب جمع ہو جاتے ہیں اور ذکر کرنیوالوں کے گرد آسمان تک جمع ہوتے رہتے ہیں جب وہ مجلس ختم ہو جاتی ہے تو وہ آسمان پر جاتے ہیں اللہ جل جلالہ باوجودیکہ ہر چیز کو جانتے ہیں پھر بھی دریافت فرماتے ہیں کہ تم کہاں سے آئے ہو وہ عرض کرتے ہیں کہ تیرے بندوں کی فلاں جماعت کے پاس سے آئے ہیں جو تیری تسبیح اور تکبیر اور تحمید (بڑائی بیان کرنے اور تعریف کرنے) میں مشغول تھے ارشاد ہوتا ہے کیا ان لوگوں نے مجھے دیکھا ہے عرض کرتے ہیں یا اللہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کیا حال ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اور بھی زیادہ عبادت میں مشغول ہوتے اور اس سے بھی زیادہ تیری تعریف اور تسبیح میں منہمک ہوتے ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کیا چاہتے ہیں عرض کرتے ہیں کہ وہ جنت چاہتے ہیں ارشاد ہوتا ہے کہ انہوں نے جنت کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر دیکھ لیتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ شوق اور تمنا اور اسکی طلب میں لگ جاتے پھر ارشاد ہوتا ہے کہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے عرض کرتے ہیں کہ جہنم سے پناہ مانگ رہے تھے ارشاد ہوتا ہے کہ کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا ہے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا تو ہے نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے اگر دیکھتے تو کیا ہوتا عرض کرتے ہیں اور بھی زیادہ اس سے بھاگتے اور بچنے کی کوشش کرتے۔ ارشاد ہوتا اچھا تم گواہ رہو کہ میں نے اس مجلس والوں کو سب کو بخش دیا۔ ایک فرشتہ عرض کرتا ہے یا اللہ فلاں شخص اس مجلس میں اتفاقاً اپنی کسی ضرورت سے آیا تھا وہ اس مجلس کا شریک نہیں تھا ارشاد ہوتا ہے کہ یہ جماعت ایسی مبارک ہے کہ انکا پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں ہوتا (لہٰذا اس کو بھی بخش دیا)

ذکر والوں پر اللہ تعالیٰ کا فخر

اس قسم کا مضمون متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت ذکر کی مجالس اور ذکر کرنیوالی جماعتوں اور افراد کی تلاش میں رہتی ہے اور جہاں مل جاتی ہے ان کے پاس یہ جماعت بیٹھتی ہے ان کا ذکر سنتی ہے فرشتہ کا یہ عرض کرنا ایک شخص مجلس میں ایسا بھی تھا کہ جو اپنی ضرورت سے آیا تھا واقعہ کا اظہار ہے کہ اس وقت یہ حضرات بمنزلہ گواہوں کے ہیں اور ان لوگوں کی عبادت اور ذکر اللہ میں مشغولی کی گواہی دے رہے ہیں اسی وجہ سے اس کے اظہار کی ضرورت پیش آئی کہ مبادا اعتراض ہو جائے لیکن یہ اللہ کا لطف ہے کہ ذاکرین کی برکت سے ان کے پاس اپنی ضرورت سے بیٹھنے والے کو بھی محروم نہ فرمایا۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ کا محبّ کون ہے؟

عن ام ھانیء رضی اللہ عنہا قالت مربی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقلت یا رسول اللہ قد کبرت وضعفت اوکما قالت فمرنی بعمل اعملہ و انا جالسۃ قال سبحی اللہ مائۃ تسبیحۃ فانہ تعدل لک مائتہ رتبۃ تعتقینھا (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت اُمّ ھانیؓ فرماتی ہیں کہ جب ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور ضعیف ہوں کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ بیٹھے بیٹھے کرتی رہا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا سبحان اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو غلام عرب آزاد کئے اور الحمدللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب ایسا ہے گویا تم نے سو گھوڑے مع سامان لگام وغیرہ جہاد میں سواری کے لئے دیدیئے اور اللہ اکبر سو مرتبہ پڑھا کرو یہ ایسا ہے گویا تم نے سو اونٹ قربانی میں ذبح کئے اور وہ قبول ہوگئے اور لا الہ الا اللہ سو مرتبہ پڑھا کرو اس کا ثواب تو تمام آسمان زمین کے درمیان کو بھر دیتا ہے اس سے بڑھ کر کسی کا کوئی عمل نہیں جو مقبول ہو۔ حضرت ابو رافعؓ کی بیوی حضرت سلمیٰؓ نے بھی حضورؐ سے عرض کیا کہ مجھے کوئی وظیفہ مختصر سا بتا دیجئے زیادہ لمبا نہ ہو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا اللہ اکبر دس مرتبہ پڑھا کرو اللہ جل شانہ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر سبحان اللہ دس مرتبہ کہا کرو اللہ تعالیٰ پھر یہی فرماتے ہیں کہ یہ میرے لئے ہے پھر **اللھم اغفرلی** دس مرتبہ پڑھا کرو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں کہ ہاں میں نے مغفرت کر دی۔ دس مرتبہ تم **اللھم اغفرلی** کہو (دس مرتبہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں کہ میں نے مغفرت کر دی۔

تشریح: شیخ ابوبکر کتانیؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں چند صوفیہ کا اجتماع تھا جن میں سب سے کم عمر حضرت جنید بغدادیؒ تھے۔ اس مجمع میں محبت الٰہی پر بحث شروع ہوئی کہ محب کون ہے۔ مختلف حضرات مختلف ارشادات فرماتے رہے۔ حضرت جنیدؒ چپ رہے۔ ان حضرات نے ان سے فرمایا کہ تم بھی کچھ کہو۔ اس پر انہوں نے سر جھکا کر روتے ہوئے فرمایا کہ عاشق وہ ہے جو اپنی خودی سے جاتا رہے، خدا کے ذکر کے ساتھ وابستہ ہوگیا ہو اور اس کا حق ادا کرتا ہو دل سے اللہ کی طرف دیکھتا ہو اس کے دل کو انوار ہیبت نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے خدا کا ذکر شراب کا پیالہ ہو، اگر کلام کرتا ہو تو اللہ ہی کا کلام ہو۔ گویا حق تعالیٰ شانہ اسکی زبان سے کلام فرماتا ہے اگر حرکت کرتا ہو تو اللہ ہی کے حکم سے اگر تسکین پاتا ہو تو اللہ ہی کے ساتھ اور جب یہ حالت ہو جاتی ہے تو پھر کھانا پینا، سونا جاگنا سب کاروبار اللہ ہی کی رضا کے واسطے ہو جاتے ہیں۔ نہ دنیا کا رسم و رواج قابل التفات رہتا ہے نہ لوگوں کی طعن تشنیع قابل وقعت۔

حضرت سعید بن المسیبؒ کی صاحبزادی کا نکاح:

حضرت سعید بن المسیبؒ مشہور تابعی ہیں۔ بڑے محدثین میں شمار ہیں۔ ان کی خدمت میں ایک شخص عبداللہ بن ابیؒ وداعہ کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ چند روز حاضر نہ ہو سکے۔ کئی روز کے بعد جب حاضر ہوئے تو حضرت سعیدؒ نے دریافت فرمایا کہاں تھے عرض کیا کہ میری بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اس کی وجہ سے مشاغل میں پھنسا رہا۔ فرمایا ہم کو خبر نہ کی ہم

بھی جنازہ میں شریک ہوتے ۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اٹھ کر آنے لگا فرمایا دوسرا نکاح کر لیا میں نے عرض کیا حضرت مجھ سے کون نکاح کرے گا۔ دو تین آنے کی میری حیثیت ہے۔ آپ نے فرمایا ہم کر دیں گے اور یہ کہہ کر خطبہ پڑھا اور اپنی بیٹی کا نکاح نہایت معمولی مہر آٹھ دس آنہ پر مجھ سے کر دیا (اتنی مقدار مہر کی انکے نزدیک جائز ہوگی جیسا کہ بعض اماموں کا مذہب ہے حنفیہ کے نزدیک ڈھائی روپے سے کم جائز نہیں) نکاح کے بعد میں اٹھا اور اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مجھے کس قدر مسرت تھی خوشی میں سوچ رہا تھا کہ رخصتی کے انتظام کے لئے کس سے قرض مانگوں' کیا کروں۔ اسی فکر میں شام ہوگئی۔ میرا روزہ تھا۔ مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ نماز کے بعد گھر آیا۔ چراغ جلایا۔ روٹی اور زیتون کا تیل موجود تھا۔ اس کو کھانے لگا کہ کسی شخص نے دروازہ کھٹکھٹایا میں نے پوچھا کون ہے؟ کہا سعید ہے میں سوچنے لگا کہ کون سعید ہے۔ حضرت کی طرف میرا خیال بھی نہ گیا کہ چالیس برس سے اپنے گھر یا مسجد کے سوا کہیں آنا جانا تھا ہی نہیں ۔ باہر آکر دیکھا کہ سعید بن المسیبؒ ہیں میں نے عرض کیا۔ آپ نے مجھے نہ بلالیا۔ فرمایا میرا ہی آنا مناسب تھا۔ میں نے عرض کیا کیا ارشاد ہے۔ فرمایا مجھے یہ خیال آیا کہ اب تمہارا نکاح ہو چکا ہے تنہا رات کو سونا مناسب نہیں اس لئے تمہاری بیوی کو لایا ہوں۔ یہ فرما کر اپنی لڑکی کو دروازہ کے اندر کر دیا اور دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ وہ لڑکی شرم کی وجہ سے گر گئی۔ میں نے اندر سے کواڑ بند کئے اور وہ روٹی اور تیل جو چراغ کے سامنے رکھا تھا وہاں سے ہٹا دیا کہ اس کی نظر نہ پڑے اور مکان کی چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی۔ لوگ جمع ہو گئے تو میں نے کہا کہ حضرت سعیدؒ نے اپنی لڑکی سے میرا نکاح کر دیا ہے اور اس وقت وہ اس کو خود ہی پہنچا گئے ہیں۔ سب کو بڑا تعجب ہوا کہنے لگے واقعی وہ تمہارے گھر میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس کا چرچا ہوا۔ میری والدہ کو خبر ہوئی وہ بھی اسی وقت آ گئیں اور کہنے لگیں اگر تین دن تک تو نے اسکو چھیڑا تو تیرا منہ نہ دیکھوں گی۔ ہم تین دن میں اس کی تیاری کر لیں۔ تین دن کے بعد جب میں اس لڑکی سے ملا تو دیکھا نہایت خوبصورت' قرآن شریف کی بھی حافظہ اور سنت رسولؐ سے بھی بہت زیادہ واقف۔ شوہر کے حقوق سے بھی بہت زیادہ باخبر۔ ایک مہینہ تک نہ تو حضرت سعیدؒ میرے پاس آئے نہ میں ان کی خدمت میں گیا۔ ایک ماہ کے بعد میں حاضر ہوا تو وہاں مجمع تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ جب سب چلے گئے تو فرمایا اس آدمی کو کیسا پایا۔ میں نے عرض کیا نہایت بہتر ہے کہ دوست دیکھ کر خوش ہوں' دشمن جلیں۔ فرمایا اگر کوئی بات ناگوار ہو تو لکڑی خبر لینا۔ میں واپس آ گیا تو ایک آدمی کو بھیجا جو بیس ہزار درہم (تقریباً پانچ ہزار روپے) مجھے دے گیا۔ اس لڑکی کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اپنے بیٹے ولید کے لئے جو ولی عہد بھی تھا مانگا تھا مگر حضرت سعیدؒ نے عذر کر دیا تھا جس کی وجہ سے عبدالملک ناراض بھی ہوا اور ایک حیلہ سے حضرت سعیدؒ کے سو کوڑے سخت سردی میں لگوائے اور پانی کا گھڑا ان پر گروایا۔

ہر حرف کے بدلہ دس نیکیاں:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص سبحان اللہ الحمدللہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر پڑھے ہر حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور جو شخص کسی جھگڑے میں ناحق کی حمایت کرتا ہے وہ اللہ کے غصے میں رہتا ہے جب تک کہ اس سے توبہ نہ کرے اور جو اللہ کی کسی سزا میں سفارش کرے (اور شرعی سزا کے ملنے میں حارج ہو) وہ اللہ کا مقابلہ کرتا ہے اور جو شخص کسی مومن مرد یا عورت پر بہتان باندھے وہ قیامت کے دن ردغۃ الخبال میں قید کیا جائیگا یہاں تک کہ اس بہتان سے نکلے اور کس طرح اس سے نکل سکتا ہے۔

ناحق کی حمایت

ناحق کی حمایت آجکل ہماری طبیعت بن گئی ہے۔ ایک چیز کو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم غلطی پر ہیں مگر رشتہ داروں کی طرف داری ہے۔ پارٹی کا سوال ہے۔ لاکھ اللہ کے غصہ میں داخل ہوں اللہ کی ناراضگی ہو۔ اسکا عتاب ہو مگر کنبہ برادری کی بات کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ ہم اس ناحق کرنیوالے کو ٹوک نہ سکیں اور سکوت کریں یہ بھی نہیں بلکہ ہر طرح سے اس کی حمایت کرینگے۔ اگر اس پر کوئی دوسرا مطالبہ کرنے والا کھڑا ہو تو اس کا مقابلہ کریں گے۔ کسی دوست نے چوری کی ظلم کیا عیاشی کی اس کے حوصلے بلند کریں گے اس کی ہر طرح مدد کریں گے کیا یہی ہے ہمارے ایمان کا مقتضا یہی ہے دین داری؟ اسی پر اسلام کے ساتھ ہم فخر کرتے ہیں یا اپنے اسلام کو دوسروں کی نگاہ میں بھی بدنام کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں خود بھی ذلیل ہوتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص عصبیت پر کسی کو بلائے یا عصبیت پر لڑے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ عصبیت سے یہ مراد ہے کہ ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے۔

بہتان باندھنے کی سزا:

ردغۃ الخبال وہ کیچڑ ہے جو جہنمی لوگوں کے لہو پیپ وغیرہ سے جمع ہو جائے کس قدر گندی اور اذیت دینے والی جگہ ہے جس میں ایسے لوگوں کو قید کر دیا جائے گا جو مسلمانوں پر بہتان باندھتے ہوں۔ آج دنیا میں بہت سرسری معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص کے متعلق جو چاہا منہ بھر کر کہہ دیا۔ کل جب زبان سے کہی ہوئی ہر بات کو ثابت کرنا پڑے گا اور ثبوت بھی وہی جو شرعاً معتبر ہو دنیا کی طرح نہیں کہ چرب لسانی اور جھوٹی باتیں ملا کر دوسرے کو چپ کر دیا جائے۔ اس وقت آنکھیں کھلیں گی۔ ہم نے کیا کہا تھا اور کیا نکلا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آدمی بعض کلام زبان سے ایسا نکالتا ہے جس کی پرواہ بھی نہیں کرتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں پھینک دیا جاتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آدمی بعضی بات صرف اس وجہ سے کہتا ہے کہ لوگ ذرا ہنس پڑیں گے لیکن اس کی وجہ سے اتنی دور (جہنم میں) پھینک دیا جاتا ہے جتنی دور آسمان سے زمین ہے پھر ارشاد فرمایا کہ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ سخت ہے ایک حدیث میں ہے جو شخص کسی کو کسی گناہ سے عار دلا دے وہ خود مرنے سے پہلے اس گناہ میں مبتلا ہوتا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ گناہ مراد ہے جس سے گناہ گار توبہ کر چکا ہو۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر کھینچتے تھے کہ تیری بدولت ہم ہلاکتوں میں پڑتے ہیں۔ ابن المنکدرؒ مشہور محدثین میں ہیں اور تابعی ہیں انتقال کے وقت رونے لگے۔ کسی نے پوچھا کیا بات ہے فرمانے لگے مجھے کوئی گناہ تو ایسا معلوم نہیں جو میں نے کیا ہو اس پر روتا ہوں کہ کوئی بات ایسی ہو گئی ہو جس کو میں نے سرسری سمجھا ہو اور وہ اللہ کے نزدیک سخت ہو۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللّٰھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور گا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: حضرت عائشہؓ سے بھی نقل کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم ربی وبحمدک لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھتے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ اس دعا کو بڑی کثرت سے پڑھتے ہیں ارشاد فرمایا کہ جو شخص مجلس کے ختم پر اسکو پڑھ لیا کرے تو اس مجلس میں جو لغزشیں اس سے ہوئی ہوں وہ سب معاف ہو جائیں گی۔ مجالس میں عموماً فضول باتیں بیکار تذکرے ہو ہی جاتے ہیں کتنی مختصر دعا ہے۔ اگر کوئی شخص ان دعاؤں میں سے کوئی سی ایک دعا پڑھ لے تو مجلس کے وبال سے خلاصی پا سکتا ہے۔ حق تعالیٰ شانہ نے کیسی کیسی سہولتیں مرحمت فرمائی ہیں۔

تسبیح کرنے والوں کا عرش کے پاس تذکرہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں یعنی سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر لا الہ الا اللہ پڑھتے ہیں تو یہ کلمات عرش کے چاروں طرف گشت لگاتے ہیں کہ ان کے لئے ہلکی سی آواز (بھنبھناہٹ) ہوتی ہے اور اپنے پڑھنے والے کا تذکرہ کرتے ہیں کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ کوئی تمہارا تذکرہ کرنے والا اللہ کے پاس موجود ہو جو تمہارا ذکر خیر کرتا رہے۔

لوگ جوگ حکام رس ہیں کرسی نشین کہلاتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ بادشاہ نہیں وزیر نہیں، وائسرائے کو بھی چھوڑ دیجئے، کسی گورنر کے یہاں ان کی تعریف ہو جائے ان کا ذکر خیر آ جائے پھولے نہیں سماتے۔ دماغ آسمان پر پہنچ جاتا ہے حالانکہ اس تذکرہ سے نہ تو دین کا نفع نہ دنیا کا۔ دین کا نفع نہ ہونا تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے اور دنیا کا نفع نہ ہونا اس وجہ سے کہ شاید جتنا نفع اس قسم کے تذکروں سے ہوتا ہو اس سے زیادہ نقصان اس نوع کے مرتبے اور تذکرے حاصل کرنے میں پہنچ جاتا ہے۔ جائیدادیں فروخت کر کے سودی قرض لے کر ایسے مرتبے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، مفت کی عداوتیں مول لیجاتی ہیں اور ہر قسم کی ذلتیں برداشت کی جاتی ہیں۔ الیکشنوں کے منظر سب کے سامنے ہیں کہ کیا کیا کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بالمقابل اللہ جل جلالہ کے عرش پر تذکرہ مالک الملک کے حضور

میں تذکرہ اس پاک ذات کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں دین و دنیا اور سارے جہانوں کی ہر چیز ہے۔ اس قدرت والے کے یہاں تذکرہ جس کے قبضہ میں بادشاہوں کے دل ہیں۔ حاکموں کے اختیارات اس کے اختیار میں ہیں۔ نفع اور نقصان کا واحد مالک وہی ہے۔ سارے جہان کے تمام آدمی حاکم ومحکوم بادشاہ و رعایا کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں اور وہ مالک الملک نہ چاہے تو کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا۔ ساری مخلوق کسی کو نفع پہنچانا چاہے اور اس کی رضا نہ ہو تو ایک قطرہ پانی کا نہیں پلاسکتی۔ ایسی پاک ذات کے یہاں اپنا ذکر خیر ہو کوئی دولت دنیا کی اس کا مقابلہ کرسکتی ہے کوئی عزت دنیا کی خواہ کتنی ہی بڑی ہوجائے اس کی برابری کرسکتی ہے نہیں ہرگز نہیں اور اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی عزت کو اگر وقیع سمجھا جائے تو کیا اپنے اوپر ظلم نہیں۔

انگلیوں پر تسبیحات پڑھنا:

حضرت یسیرہؓ جو ہجرت کرنے والی صحابیات میں سے ہیں فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اپنے اوپر تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور تہلیل (لا الہ الا اللہ پڑھنا) اور تقدیس (اللہ کی پاکی بیان کرنا مثلاً **سبحان الملک القدوس** پڑھنا) یا **سبوح قدوس و رب الملئکة والروح** کہنا) لازم کرلو اور انگلیوں پر گنا کرو اس لئے کہ انگلیوں سے قیامت میں سوال کیا جاویگا (اور ان سے جواب طلب کیا جائیگا کہ کیا عمل کئے اور جواب میں) گویائی دی جائے گی اور اللہ کے ذکر سے غفلت نہ کرنا (اگر ایسا کروگی تو اللہ کی) رحمت سے محروم کردی جاؤ گی۔

اعضاء کی گواہی: قیامت میں آدمی کے بدن سے اس کے ہاتھ پاؤں سے بھی سوال ہوگا کہ ہر ہر حصہ بدن نے کیا کیا نیک کام کئے اور کیا کیا ناجائز اور برے کام کئے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ اس کا ذکر ہے ایک جگہ ارشاد ہے۔ **يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ الاية** (سورۂ نور رکوع ۳) جس روز ان کے خلاف گواہی دینگی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور پاؤں ان کاموں کی (یعنی گناہوں کی) جنکو یہ کرتے تھے دوسری جگہ ارشاد ہے۔ **وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ الايات** (سورہ حم سجدہ رکوع ۳) اس جگہ کئی آیتوں میں اس کا ذکر ہے جن کا ترجمہ یہ ہے کہ جس دن (حشر میں) اللہ کے دشمن جہنم کی طرف جمع کئے جائیں گے پھر ان کو ایک جگہ روک دیا جاویگا پھر سب کے سب اس جہنم کے قریب آجائینگے تو ان کے کان ان کی آنکھیں ان کی کھالیں ان پر گواہیاں دینگے (اور بتائیں گی کہ ہمارے ذریعہ سے اس شخص نے کیا کیا گناہ کئے اس وقت وہ لوگ (تعجب سے) ان سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہاری ہی لذت اور راحت کے واسطے گناہ کرتے تھے) وہ جواب دینگے کہ ہم کو اس پاک اللہ نے گویائی عطا کی جس نے سب چیزوں کو گویائی عطا فرمائی اسی نے تم کو بھی اول پیدا کیا اور اسی کے پاس اب تم لوٹائے گئے ہو۔ احادیث میں اس گواہی کے متعدد واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔

دعا کیجئے: اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح وشام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ **وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ**

اختتام مجلس کا ذکر

عن ابی برزة الاسلمی رضی الله عنه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول باخره اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللهم وبحمدک اشهد ان لا اله الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول الله انک لتقول قولاً ماکنت تقوله فیما مضیٰ قال کفارة لما یکون فی المجلس. (رواه ابن ابی شیبه)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے **سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک** پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: ایک حدیث میں وارد ہے کہ قیامت کے دن کافر باوجودیکہ اپنی بداعمالیوں کو جانتا ہوگا پھر بھی انکار کریگا کہ میں نے گناہ نہیں کئے اس سے کہا جائیگا کہ یہ تیرے پڑوسی تجھ پر گواہی دیتے ہیں وہ کہے گا کہ یہ لوگ دشمنی سے جھوٹ بولتے ہیں، پھر کہا جائیگا کہ تیرے عزیز واقارب گواہی دیتے ہیں وہ ان کو بھی جھٹلائے گا تو اس کے اعضاء کو گواہ بنایا جائیگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ سب سے پہلے ران گواہی دیگی کہ کیا کیا بداعمالیاں اس سے کرائی گئی تھیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ پل صراط سے آخری گزرنے والا اس طرح گرتا پڑتا گزرے گا جیسے کہ بچہ جب اس کو باپ مار رہا ہو کہ وہ کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر۔ فرشتے اس سے کہیں گے کہ اچھا اگر تو سیدھا چل کر پل صراط سے گزر جائے تو اپنے سب اعمال بتادے گا وہ اس کا وعدہ کریگا کہ میں سچ سچ سب بتادونگا اور اللہ کی عزت کی قسم کھا کر کہے گا کہ کچھ نہیں چھپاؤں گا۔ وہ کہیں گے کہ اچھا سیدھا کھڑا ہوجا اور چل، وہ سہولت سے پل صراط پر گزر جائیگا اور پار ہوجانے کے بعد اس سے پوچھا جائیگا کہ اچھا اب بتا۔ وہ سوچے گا کہ اگر میں نے اقرار کرلیا تو ایسا نہ ہو کہ مجھ کو واپس کردیا جائے۔ اس لئے صاف انکار کردے گا کہ میں نے کوئی برا عمل نہیں کیا۔ فرشتے کہیں گے کہ اچھا اگر ہم نے گواہ پیش کردیئے تو وہ ادھر ادھر دیکھے گا کہ کوئی آدمی آس پاس نہیں اس کو خیال ہوگا کہ اب گواہ کہاں سے آئیں گے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچ گئے ہیں اس لئے کہے گا کہ اچھا لاؤ گواہ، تو اس کے اعضاء کو حکم کیا جائے گا اور وہ کہنا شروع کردینگے تو مجبوراً اس کو اقرار کرنا پڑے گا اور کہے گا کہ بیشک ابھی اور بھی بہت سے مہلک گناہ بیان کرنا باقی ہیں تو ارشاد ہوگا کہ اچھا ہم نے مغفرت کردی غرض ان وجوہ سے ضرورت ہے کہ آدمی کے اعضاء سے نیک کام بھی بکثرت ہوں تاکہ گواہ دونوں قسم کے مل سکیں۔ اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث بالا میں انگلیوں پر شمار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے دوسری احادیث میں مسجد میں کثرت سے آنے جانے کا حکم ہے کہ نشانات قدم بھی گواہ دیں گے اور ان کا ثواب لکھا جاتا ہے کس قدر خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے لئے برائی کا گواہ کوئی بھی نہ ہو کہ گناہ کئے ہی نہیں یا توبہ وغیرہ سے معاف ہوگئے اور بھلائی اور نیکی کے گواہ سینکڑوں ہزاروں ہوں جسکی سہل ترین صورت یہ ہے کہ جب کوئی گناہ صادر ہوجائے فوراً توبہ سے اس کو محو کرڈالیں کہ پھر وہ کالعدم ہوجاتے ہیں اور نیکیاں اعمالناموں میں باقی رہیں جس کے گواہ بھی موجود ہوں اور جن جن اعضاء سے یہ نیک اعمال کئے ہیں وہ سب گواہی دیں۔ متعدد احادیث میں خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگلیوں پر گننا مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (انگلیوں پر) تسبیح گنتے تھے۔

غفلت والے رحمت الٰہیہ سے محروم ہیں

عن ابی برزۃ الاسلمی رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول باخرہ اذا اراد ان یقوم من المجلس سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا انت استغفرک و اتوب الیک فقال رجل یارسول اللہ انک لتقول قولاً ماکنت تقولہ فیما مضیٰ قال کفارۃ لما یکون فی المجلس. (رواہ ابن ابی شیبہ)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اخیر زمانۂ عمر شریف میں یہ تھا کہ جب مجلس سے اٹھتے سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لاالہ الا انت استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے۔ کسی نے عرض کیا کہ آج کل ایک دعا کا معمول حضور کا ہے پہلے تو یہ معمول نہیں تھا۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجلس کا کفارہ ہے۔ دوسری روایت میں بھی یہ قصہ مذکور ہے اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ یہ کلمات مجلس کا کفارہ ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے مجھے بتائے ہیں۔

تشریح: اس کے بعد حدیث بالا میں اللہ کے ذکر سے غفلت پر رحمت الٰہیہ سے محروم کئے جانے کی وعید ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے محروم رہتے ہیں وہ اللہ کی رحمت سے بھی محروم رہتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے کہ تم مجھے یاد کرو میں (رحمت کے ساتھ) تمہارا ذکر کرونگا۔ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی یاد کو بندہ کی یاد پر مرتب فرمایا۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

(سورۂ زخرف رکوع ۴) اور جو شخص اللہ کے ذکر سے (خواہ کسی قسم کا ہو قرآن پاک ہو یا کسی اور قسم کا جان بوجھ کر) اندھا بن جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ شیطان اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر سب کے سب ان لوگوں کو (جو اللہ کے ذکر سے اندھے بن گئے ہیں سیدھے) راستہ سے ہٹاتے رہتے ہیں اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔

حدیث میں ہے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان مقرر ہے۔ کافر کے ساتھ تو وہ ہر وقت شریک حال رہتا ہے۔ کھانے میں بھی پینے میں بھی سونے میں بھی۔ لیکن مومن سے ذرا دور رہتا ہے اور ہر وقت منتظر رہتا ہے۔ جب اس کو ذرا غافل پاتا ہے فوراً اس پر حملہ کر دیتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ الیٰ آخر السورۃ (سورہ منافقون رکوع ۲)

اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (اور اسی طرح دوسری چیزیں) اللہ کی یاد سے غافل نہ کر دیں اور جو لوگ ایسا کریں گے وہی خسارے والے ہیں اور ہم نے جو کچھ (مال و دولت عطا کر رکھا ہے اس میں سے (اللہ کے راستہ میں) اس سے پہلے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ جائے اور پھر (حسرت و افسوس سے) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھے کچھ دنوں اور مہلت کیوں نہ دی تاکہ میں خیرات کر لیتا اور نیک بندوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ جل جلالہ کسی شخص کو بھی موت کا وقت آ جانے کے بعد مہلت نہیں دیتے اور اللہ کو تمہارے سارے اعمال کی پوری پوری خبر ہے (جیسا کرو گے بھلا یا برا ویسا ہی پاؤ گے)

اللہ کے ایسے بندے جو کسی لمحہ غافل نہیں ہیں:

اللہ جل شانہ کے ایسے بھی بندے ہیں جن کو کسی وقت بھی

غفلت نہیں ہوتی ۔ حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنوں شخص ہے لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں ۔ میں نے ان کو دھمکایا ۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں ۔ میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا ۔ میں نے غور سے سنا تو وہ کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا ۔ میں نے کہا کہ یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں کہنے لگا کیا کہتے ہیں ۔ میں نے کہا یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو ۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور یہ کہا شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھ کو بھٹکا رکھا ہے اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے (یعنی حضوری حاصل نہ رہے) تو میں دردِ فراق سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاؤں ۔

یہ کہہ کر وہ مجھ سے منہ موڑ کر یہ شعر پڑھتا ہوا بھاگ گیا

خیالک فی عینی و ذکرک فی فمی

ومثواک فی قلبی فاین تغیب

تیری صورت میری نگاہ میں جمی رہتی ہے اور تیرا ذکر میری زبان پر ہر وقت رہتا ہے ۔ تیرا ٹھکانا میرا دل ہے پس تو کہاں غائب ہو سکتا ہے ۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا جب انتقال ہونے لگا تو کسی نے کلمہ لاالہ الا اللّٰہ تلقین کیا فرمانے لگے میں کسی وقت بھی اس کو نہیں بھولا (یعنی یاد تو اس کو دلاؤ جس کو کسی وقت بھی غفلت ہوئی ہو) حضرت ممشاد دینوریؒ مشہور بزرگ ہیں جس وقت ان کا انتقال ہونے لگا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے دعا کی' حق تعالیٰ شانہ آپ کو (جنت کی) فلاں فلاں دولت عطا فرمائیں تو ہنس پڑے فرمانے لگے تیس برس سے جنت اپنے سارے ساز و سامان کے ساتھ میرے سامنے ظاہر ہوتی رہی ہے ۔ ایک دفعہ بھی تو (اللہ جل شانہ کی طرف سے توجہ ہٹا کر) ادھر توجہ نہیں کی ۔ حضرت رویمؒ کو انتقال کے وقت کسی نے کلمہ تلقین کیا تو فرمانے لگے میں اس کے غیر کو اچھی طرح جانتا ہی نہیں ۔ احمد بن خضرویہؒ کے انتقال کا وقت تھا کسی شخص نے کوئی بات پوچھی' آنکھوں میں آنسو نکل پڑے ۔ کہنے لگے پچانویں برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے' مجھے معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ' مجھے اس وقت بات کی فرصت کہاں ۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں ۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں ۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں ۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے ۔ اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے ۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے ۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے ۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

چار کلمات

وعن جويرية رضى الله عنه ان النبى صلى الله عليه وسلم خرج من عند هابكرة حبن صلى الصبح وهى فى مسجد ها ثم رجع بعد ان اضحىٰ و هى جالسة قال مازلت على الحال التى فارقتک عليها قالت نعم قال النبى صلى الله عليه وسلم لقد قلت بعدک اربع كلمات ثلث مرات لو وزنت بماقلت منذ اليوم لوزنتهن سبحان الله وبحمده عدد خلقه ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته. (رواه مسلم)

ترجمہ: ام المومنین حضرت جویریہ فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کے وقت ان کے پاس سے نماز کے لئے تشریف لے گئے اور یہ اپنے مصلے پر بیٹھی ہوئی (تسبیح میں مشغول تھیں) حضورؐ چاشت کی نماز کے بعد (دوپہر کے قریب) تشریف لائے تو یہ اسی حال میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم اسی حال پر ہو جس میں میں نے چھوڑا تھا عرض کیا جی ہاں! حضورؐ نے فرمایا میں نے تم سے (جدا ہونے کے) بعد چار کلمے تین مرتبہ پڑھے اگر ان کو اس سب کے مقابلہ میں تولا جائے جو تم نے صبح سے پڑھا ہے تو وہ غالب ہو جائیں۔ وہ کلمے یہ ہیں۔ **سبحان الله وبحمده عدد خلقة ورضا نفسه وزنة عرشه ومداد كلماته** (اللہ کی تسبیح کرتا ہوں اور اس کی تعریف کرتا ہوں بقدر اسکی مخلوقات کے عدد کے اور بقدر اس کی مرضی اور خوشنودی کے اور بقدر وزن اس کے عرش کے اور اس کے کلمات کی مقدار کے موافق)

افضل اور آسان تسبیح

تشریح: دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت سعدؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابیؓ عورت کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کے سامنے کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رکھی ہوئی تھیں جن پر وہ تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ حضورؐ نے فرمایا میں تجھے ایسی چیز بتاؤں جو اس سے سہل ہو (یعنی کنکریوں پر گننے سے سہل ہو) یا (یہ ارشاد فرمایا کہ) اس سے افضل ہو **سبحان الله عددما خلق** اخیر تک۔ اللہ کی تعریف کرتی ہوں بقدر اس مخلوق کے جو آسمان میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو زمین میں پیدا کی اور بقدر اس مخلوق کے جو ان دونوں کے درمیان ہے یعنی آسمان زمین کے درمیان ہے اور اللہ کی پاکی بیان کرتی ہوں بقدر اسکے جس کو وہ پیدا کرنے والا ہے اور اس سب کے برابر **الله اکبر** اور اس کے برابر ہی **الحمدلله** اور اسی کے مانند **لااله الا الله**.

افضیلت کا مطلب

ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ ان کیفیات کے ساتھ تسبیح کے افضل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان الفاظ کے ذکر کرنے سے ان کیفیات اور صفات کی طرف ذہن متوجہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ جتنا بھی تدبر اور غور و فکر سے زیادہ ہوگا اتنا ہی ذکر افضل ہوگا اس لئے قرآن پاک جو تدبر سے پڑھا جائے وہ تھوڑا سا بھی اس تلاوت سے بہت زیادہ افضل ہے جو بلا تردد کے ہو اور بعض علماء نے کہا ہے کہ افضلیت اس حیثیت سے ہے کہ اس میں اللہ

جل جلالہ کی حدوثنا کے شمار سے عجز کا اظہار ہے جو کمال ہے عبدیت کا۔ اس وجہ سے بعض صوفیہ سے نقل کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ گناہ تو بلاحساب اور بیشمار ہوتے ہیں اور اللہ کے پاک نام کو شمار سے اور گن کر کہتے ہو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ شمار نہ کرنا چاہیے اگر ایسا ہوتا تو پھر احادیث میں کثرت سے خاص خاص اوقات میں شمار کیوں بتائی جاتی حالانکہ بہت سی احادیث میں خاص خاص مقداروں پر خاص خاص وعدے فرمائے گئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ صرف شمار پر قناعت نہ کرنا چاہیے بلکہ جو اوراد مخصوص اوقات میں متعین ہیں ان کو پورا کرنے کے علاوہ خالی اوقات میں بھی جتنا ممکن ہو بیشمار اللہ کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیے کہ یہ ایسی بڑی دولت ہے جو شمار کی پابندیوں اور اس کے حدود سے بالاتر ہے۔

دانوں والی تسبیح کو بدعت کہنا غلط ہے:

ان احادیث سے تسبیح متعارف یعنی دھاگہ میں پروئے ہوئے دانوں کا جواز ثابت ہوتا ہے بعض لوگوں نے اس کو بدعت کہہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے جب اس کی اصل ثابت ہے حضورؐ نے کنکریوں اور گٹھلیوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا تو پھر اصل ثابت ہوگی دھاگہ میں پرو دینے میں اور نہ پرونے میں کوئی فرق نہیں۔ اس وجہ سے جملہ مشائخ اور فقہاء اس کا استعمال فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحئیؒ صاحب نے ایک مستقل رسالہ "نزہۃ الفکر" اس بارے میں تصنیف فرمایا ہے۔ ملا علی قاریؒ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح دلیل ہے۔ تسبیح متعارف کے جواز کی اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان گٹھلیوں یا کنکریوں پر گنتے ہوئے دیکھا اور اس پر انکار نہیں فرمایا جو شرعی دلیل ہے اور کھلے ہوئے دانے یا پروئے ہوئے میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے جو لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں ان کا قول قابل اعتماد نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ صوفیہ کی اصطلاح میں اس کو شیطان کا کوڑا کہا جاتا ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ کے ہاتھ میں کسی نے ایسے وقت میں بھی تسبیح دیکھی جب وہ منتہائے کمال پر پہنچ چکے تھے تو ان سے اس بارے میں سوال کیا۔ فرمایا جس چیز کے ذریعہ ہم اللہ تک پہنچے ہیں اس کو کیسے چھوڑ دیں۔ بہت سے صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس کھجور کی گٹھیاں یا کنکریاں رہتی تھیں اور وہ ان پر گن کر تسبیح پڑھا کرتے تھے چنانچہ حضرت ابوصفیہ صحابی سے نقل کیا گیا ہے کہ وہ کنکریوں پر گنا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے گٹھلیاں اور کنکریاں دونوں نقل کی گئی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے بھی کنکریوں پر پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ مرقات میں لکھا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک دھاگہ رہتا تھا جس میں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر شمار فرمایا کرتے تھے اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے پاس ایک تھیلی تھی جس میں کھجور کی گٹھلیاں یا کنکریاں بھری رہتی۔ ان پر تسبیح پڑھا کرتے اور جب وہ تھیلی خالی ہو جاتی تو ایک باندی تھی جو ان سب کو پھر اس میں بھر دیتی اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس رکھ دیتی۔ خالی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ تھیلی میں سے نکالتے رہتے اور باہر ڈالتے رہتے تھے اور جب وہ خالی ہو جاتی تو سارے دانے سمیٹ کر وہ باندی پھر اس تھیلی میں بھر دیتی۔ حضرت ابودرداءؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے کہ ان کے پاس ایک تھیلی میں عجوہ کھجور کی گٹھلیاں جمع رہتیں صبح کی نماز پڑھ کر اس تھیلی کو لے کر بیٹھتے اور جب تک وہ خالی ہوتی بیٹھے پڑھتے رہتے۔ حضرت ابوصفیہؓ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے ان کے سامنے ایک چمڑہ بچھا رہتا اس پر کنکریاں پڑی رہتیں اور صبح سے زوال کے وقت تک ان کو پڑھتے رہتے جب زوال کا وقت ہوتا تو وہ چمڑا اٹھالیا جاتا۔ وہ اپنی ضروریات میں مشغول

ہو جاتے۔ ظہر کی نماز کے بعد پھر وہ بچھا دیا جاتا اور شام تک ان کو پڑھتے رہتے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے پوتے نقل کرتے ہیں کہ دادے ابا کے پاس ایک دھاگہ تھا جس میں دو ہزار گرہیں لگی ہوئی تھیں اس وقت تک نہیں سوتے تھے جب تک ایک مرتبہ اُن پر تسبیح نہ پڑھ لیتے۔ حضرت امام حسینؓ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے بھی یہ نقل کیا گیا ہے ان کے پاس ایک دھاگہ تھا جسمیں گرہیں لگی ہوئی تھیں ان پر تسبیح پڑھا کرتی تھیں۔ صوفیہ کی اصطلاح میں تسبیح کا نام مذکرہ (یاد دلانے والی) بھی ہے اس وجہ سے کہ جب یہ ہاتھ میں ہوتی ہے تو خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے اس لئے گویا اللہ کے نام کو یاد دلانے والی ہے اس بارے میں ایک حدیث بھی نقل کی جاتی ہے جو حضرت علیؓ سے نقل کی گئی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تسبیح کیا ہی اچھی مذکرہ (یعنی یاد دلانے والی چیز) ہے۔

ایک مسلسل حدیث:

اس باب میں ایک مسلسل حدیث مولانا عبدالحیؒ صاحب نے نقل فرمائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مولانا سے لے کر اوپر تک ہر استاد نے اپنے شاگرد کو ایک تسبیح عطا فرمائی اور اس کے پڑھنے کی اجازت بھی دی۔ اخیر میں حضرت جنید بغدادیؒ کے شاگرد تک یہ سلسلہ پہنچتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت جنیدؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو میں نے ان سے کہا کہ آپ اس علو مرتبہ پر بھی تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ سری سقطیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو ان سے یہی سوال کیا تھا جو تم نے کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی اپنے استاد حضرت معروف کرخیؒ کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاد حضرت بشیرؒ حافی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت عمرؒ مکی کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو یہی سوال کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے استاذ حضرت حسن بصریؒ (جو سارے مشائخ چشتیہ کے سرگروہ ہیں) کے ہاتھ میں تسبیح دیکھی تھی تو عرض کیا تھا کہ آپ کی اس رفعت شان اور علو مرتبہ کے باوجود بھی اب تک تسبیح آپ کے ہاتھ میں ہے تو انہوں نے فرمایا تھا کہ ہم نے تصوف کی ابتدا میں اس سے کام لیا تھا اور اس کے ذریعہ سے ترقی حاصل کی تھی تو گوارا نہیں کہ اب اخیر میں اسکو چھوڑ دیں میں چاہتا ہوں کہ اپنے دل سے زبان سے ہاتھ سے ہر طرح اللہ کا ذکر کروں۔ محدثانہ حیثیت سے ان میں کلام بھی کیا گیا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تسبیحات فاطمہ

عن ابن اعبد قال قال علی رضی اللہ عنہ الا احدثک عنی وعن فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و کانت من احب اھلہ الیہ قلت بلی قال انھا جرت بالرحی حتی اثر فی یدھا واستقت بالقربۃ حتی اثر فی نحرھا و کنست البیت حتی اغبرت ثیابھا (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت علیؓ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا کہ میں تمہیں اپنا اور اپنی بیوی فاطمہؓ کا جو حضورؐ کی صاحبزادی اور سب گھر والوں میں زیادہ لاڈلی تھیں قصہ نہ سناؤں؟ انہوں نے عرض کیا ضرور سنائیں۔ فرمایا کہ وہ خود چکی پیستی تھیں جس سے ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے تھے اور خود ہی مشک بھر کر لاتی تھیں جس سے سینہ پر رسی کے نشان پڑ گئے تھے خود ہی جھاڑو دیتی تھیں جس کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ لونڈی غلام آئے میں نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ تم اگر اپنے والد صاحب کی خدمت میں جا کر ایک خادم مانگ لاؤ تو اچھا ہے سہولت رہے گی وہ گئیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کا مجمع تھا اس لئے واپس چلی آئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے روز خود ہی مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کل کس کام کو آئی تھیں وہ چپ ہو گئیں (شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکیں) میں نے عرض کیا حضورؐ چکی سے ہاتھ میں نشان پڑ گئے، مشکیزہ بھرنے کی وجہ سے سینہ پر بھی نشان پڑ گیا ہے، جھاڑو دینے کی وجہ سے کپڑے میلے رہتے ہیں کل آپ کے پاس کچھ لونڈی غلام آئے تھے اس لئے میں نے ان سے کہا تھا کہ ایک خادم اگر مانگ لائیں تو ان مشقتوں میں سہولت ہو جائے۔ حضورؐ نے فرمایا فاطمہ اللہ سے ڈرتی رہو اور اسکے فرض ادا کرتی رہو اور گھر کے کاروبار کرتی رہو اور جب سونے کے لئے لیٹو تو سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھ لیا کرو۔ یہ خادم سے بہتر ہے۔ انہوں نے عرض کیا میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسول (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ دوسری حدیث میں حضورؐ کی چچا زاد بہنوں کا قصہ بھی اسی قسم کا آیا ہے وہ کہتی ہیں کہ ہم دو بہنیں اور حضورؐ کی بیٹی فاطمہؓ تینوں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنی مشقت اور دقتیں ذکر کر کے ایک خادم کی طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ خادم دینے میں تو بدر کے یتیم تم سے مقدم ہیں میں تمہیں خادم سے بھی بہتر چیز بتاؤں ہر نماز کے بعد ہر تینوں کلمے یعنی سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر ۳۳، ۳۳، ۳۳ مرتبہ اور ایک مرتبہ لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر پڑھ لیا کرو یہ خادم سے بہتر ہے۔

تسبیحاتِ فاطمہ کی اہمیت وافادیت

تشریح: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں اور عزیزوں کو خاص طور پر ان تسبیحات کا حکم فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کو یہ حکم فرمایا کرتے تھے کہ جب وہ سونے کا ارادہ کریں تو سبحان اللہ الحمدللہ' اللہ اکبر ہر ایک ۳۳ مرتبہ پڑھیں۔ حدیث بالا میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیوی مشقتوں اور تکلیفوں کے مقابلہ میں ان تسبیحات کو تلقین فرمایا۔ اس کی ظاہری وجہ تو ظاہر ہے کہ مسلمان کے لئے دنیوی مشقت اور تکلیف قابل التفات نہیں ہے اس کو ہر وقت آخرت اور مرنے کے بعد کی راحت و آرام کی فکر ضروری ہے اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چندروزہ زندگی کی مشقت اور تکلیف کی طرف سے توجہ ہٹا کر آخرت کی راحت کے سامان بڑھانے کی طرف متوجہ فرمایا اور ان تسبیحات کا آخرت میں زیادہ سے زیادہ نافع ہونا ان روایات سے جو اس باب میں ذکر کی گئیں ظاہر ہے۔ اس کے علاوہ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ان تسبیحات کو حق تعالیٰ شانہ نے جہاں دینی منافع اور ثمرات سے شرف بخشا ہے دنیوی منافع بھی ان میں رکھے ہیں۔ اللہ کے پاک کلام میں اس کے رسول کے پاک کلام میں بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں آخرت کے ساتھ ساتھ دنیاوی منافع بھی حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے زمانہ میں مومنوں کی غذا فرشتوں کی غذا ہوگی یعنی تسبیح وتقدیس (سبحان اللہ وغیرہ الفاظ کا پڑھنا) کہ جس شخص کا کلام ان چیزوں کا پڑھنا ہوگا حق تعالیٰ شانہ اس سے بھوک کی مشقت کو زائل کردیں گے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دنیا میں بغیر کھائے پئے صرف اللہ کے ذکر پر گزارہ ممکن ہوسکتا ہے اور دجال کے زمانہ میں عام مومنین کو یہ دولت حاصل ہوگی تو اس زمانہ میں خواص کو اس حالت کا میسر ہوجانا کچھ مشکل نہیں۔ اس لئے جن لوگوں سے اس قسم کے واقعات بکثرت منقول ہیں کہ معمولی غذا پر یا غذا کے وہ کئی کئی دن گزار دیتے تھے ان میں کوئی وجہ انکار یا تکذیب کی نہیں۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کہیں آگ لگ جائے تو تکبیر (یعنی اللہ اکبر کثرت سے) پڑھا کرو یہ اس کو بجھا دیتی ہے۔ حصن حصین میں نقل کیا ہے کہ جب کسی شخص کو کسی کام میں تعب اور مشقت معلوم ہو یا قوت کی زیادتی مطلوب ہو تو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ ۳۳ مرتبہ اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھے یا تینوں کلمے ۳۳' ۳۳ مرتبہ پڑھے یا کوئی سا ایک ۳۴ مرتبہ پڑھ لے (چونکہ مختلف احادیث میں مختلف عدد آئے ہیں اس لئے سب ہی کو نقل کردیا ہے) حافظ ابن تیمیہؒ نے بھی ان احادیث میں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کو خادم کے بدلے یہ تسبیحات تعلیم فرمائیں یہ استنباط کیا ہے کہ جو شخص ان پر مداومت کرے اس کو مشقت کے کاموں میں تکان اور تعب نہیں ہوگا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اگر معمولی تعب ہوا بھی تب بھی مضرت نہ ہوگی۔ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ یہ عمل مجرب ہے یعنی تجربہ سے بھی یہ ثابت ہوئی ہے کہ ان تسبیحوں کا سوتے وقت پڑھنا ازالہ تکان اور زیادتی قوت کا سبب ہوتا ہے۔ علامہ سیوطیؒ نے مرقاۃ الصعود میں لکھا ہے کہ ان تسبیحوں کا خادم سے بہتر ہونا آخرت کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ آخرت میں یہ تسبیحیں جتنی مفید' کارآمد اور نافع ہوں گی' دنیا میں خادم اتنا کارآمد اور نافع نہیں ہو سکتا اور دنیا کے اعتبار سے بھی ہوسکتا ہے کہ ان تسبیحوں کی وجہ

سے کام پر جس قدر قوت اور ہمت ہوسکتی ہے خادم سے اتنا کام نہیں ہوسکتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جوان پر عمل کرے وہ جنت میں داخل ہو اور وہ دونوں بہت سہل ہیں لیکن ان پر عمل کرنے والے بہت کم ہیں ایک یہ کہ ان تسبیحوں کو ہر نماز کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں تو ایک سو پچاس ہوئیں لیکن اعمال کی ترازو میں پندرہ سو ہونگی۔ دوسرے یہ کہ سوتے وقت **سبحان الله الحمدلله** ۳۳'۳۳ مرتبہ پڑھے اور **الله اکبر** ۳۴ مرتبہ پڑھے کہ یہ پڑھنے میں سو مرتبہ ہوئیں اور ثواب کے اعتبار سے ایک ہزار ہوئیں۔ کسی نے پوچھا یارسول اللہ یہ کیا بات ہے کہ ان پر عمل کرنیوالے بہت تھوڑے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ نماز کے وقت شیطان آتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں ضرورت ہے اور فلاں کام ہے اور جب سونے کا وقت ہوتا ہے وہ ادھر ادھر کی ضرورتیں یاد دلاتا ہے جس سے پڑھنا رہ جاتا ہے۔

امور خانہ داری کی انجام دہی:

ان احادیث میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار اور دو جہاں کے سردار کی بیٹی اپنے ہاتھ سے آٹا پیستیں حتیٰ کہ ہاتھوں میں گٹے پڑ گئے۔ خود ہی پانی بھر کر لاتیں حتیٰ کہ سینہ پر مشک کی رسی کے نشان ہو گئے' خود ہی گھر کی جھاڑو وغیرہ سارا کام کرتیں جس سے ہر وقت کپڑے میلے رہتے۔ آٹا گوندھنا' روٹی پکانا غرض سب ہی کام اپنے ہاتھوں سے کرتی تھیں۔ کیا ہماری بیبیاں یہ سارے کام تو کیا ان میں سے آدھے بھی اپنے ہاتھ سے کرتی ہیں اور اگر نہیں کرتیں تو کتنی غیرت کی بات ہے کہ جن کے آقاؤں کی یہ زندگی ہو' ان کے نام لیوا ان کے نام پر فخر کرنیوالوں کی زندگی اس کے آس پاس بھی نہ ہو؟ چاہیے تو یہ تھا کہ خادموں کا عمل ان کی مشقت آقاؤں سے کچھ آگے ہوتی مگر افسوس کہ یہاں اس کے آس پاس بھی نہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمایئے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمایئے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کردیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

صلوٰۃ التسبیح ایک بہترین عمل

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال للعباسؓ بن عبدالمطلب یا عباس یاعماہ الاعطیک الاامنحک الا اخبرک الا افعل بک عشر خصال اذا انت فعلت ذلک غفر اللہ لک ذنبک اولہ واخرہ قدیمہ و حدیثہ خطأہ وحمدہ صغیرہ و کبیرہ سرہ وعلانیتہ ان تصلی اربع رکعات تقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة (رواہ ابو داؤد)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا اے عباس اے میرے چچا کیا میں تمہیں ایک عطیہ کروں۔ ایک بخشش کروں ایک چیز بتاؤں تمہیں دس چیزوں کا مالک بناؤں جب تم اس کام کو کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ تمہارے سب گناہ پہلے اور پچھلے پرانے اور نئے غلطی سے کئے ہوئے اور جان بوجھ کر کئے ہوئے چھوٹے اور بڑے چھپ کر کئے ہوئے اور کھلم کھلا کئے ہوئے سب ہی معاف فرما دیں گے وہ کام یہ ہے کہ چار رکعت نفل (صلوٰۃ تسبیح کی نیت باندھ کر) پڑھو اور ہر رکعت میں جب الحمد اور سورت پڑھ چکو تو رکوع سے پہلے سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الااللہ واللہ اکبر پندرہ مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب رکوع کرو تو دس مرتبہ اسمیں پڑھو پھر جب رکوع سے کھڑے ہو تو دس مرتبہ پڑھو پھر سجدہ کرو تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر سجدے سے اٹھ کر بیٹھو تو دس مرتبہ پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ میں جاؤ تو دس مرتبہ اس میں پڑھو پھر جب دوسرے سجدہ سے اٹھو تو (دوسری رکعت میں) کھڑے ہونے سے پہلے بیٹھ کر دس مرتبہ پڑھو۔ ان سب کی میزان پچھتر ہوئی۔ اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر دفعہ ہوگا اگر ممکن ہو سکے تو روزانہ ایک مرتبہ اس نماز کو پڑھ لیا کرو یہ نہ ہو سکے تو ہر جمعہ کو ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو ہر مہینہ میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے ہر سال میں ایک مرتبہ پڑھ لیا کرو یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر بھر میں ایک مرتبہ تو پڑھ ہی لو۔

تشریح: ایک صحابیؓ کہتے ہیں مجھ سے حضورؐ نے فرمایا کل صبح کو آنا تم کو ایک بخشش کرونگا۔ ایک چیز دونگا۔ ایک عطیہ کرونگا۔ وہ صحابیؓ کہتے ہیں میں ان الفاظ سے یہ سمجھا کہ کوئی (مال) عطا فرمائینگے (جب میں حاضر ہوا) تو فرمایا کہ جب دوپہر کو آفتاب ڈھل چکے تو چار رکعت نماز پڑھو اسی طریقہ سے بتایا جو پہلی حدیث میں گزرا ہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ساری دنیا کے لوگوں سے زیادہ گنہگار ہو گے تو تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت میں کسی وجہ سے نہ پڑھ سکوں تو ارشاد فرمایا کہ جس وقت ہو سکے دن میں یا رات میں پڑھ لیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر کو حبشہ بھیج دیا تھا۔ جب وہ وہاں سے واپس مدینہ طیبہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو گلے لگا لیا اور پیشانی پر بوسہ دیا پھر فرمایا میں تجھے ایک چیز دوں، ایک خوشخبری سناؤں، ایک بخشش کروں، ایک تحفہ دوں۔ انہوں نے عرض کیا ضرور۔ حضورؐ نے فرمایا چار رکعت نماز پڑھ۔ پھر اسی طریقہ سے بتائی جو اوپر گذرا، اس حدیث میں ان چار کلموں کے ساتھ **لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** بھی آیا ہے۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مجھ سے حضور نے فرمایا کہ میں تمہیں بخشش کروں، ایک عطیہ دوں، ایک چیز عطا کروں، وہ کہتے ہیں میں یہ سمجھا کہ کوئی دنیا کی ایسی چیز دینے کا ارادہ ہے جو کسی کو نہیں دی (اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ بخشش عطا وغیرہ کو بار بار فرماتے ہیں) پھر آپ نے چار رکعت نماز سکھائی جو اوپر گزری۔ اسمیں یہ بھی فرمایا کہ جب التحیات کیلئے بیٹھو تو پہلے ان تسبیحوں کو پڑھو پھر التحیات پڑھنا۔

صلوۃ التسبیح پڑھنے کا طریقہ

قال الترمذی و قدروی ابن المبارک وغیر واحد من اهل العلم صلوة التسبیح و ذکروا الفضل فیه حدثنا احمد بن عبدة انا ابو وهب سالت عبدالله بن المبارک عن الصلوة التی یسبح فیها قال یکبرُ ثم یقول سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک و تعالیٰ جدلک ولااله غیرک

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک اور بہت سے علماء سے اس نماز کی فضیلت نقل کی گئی ہے اور اس کا یہ طریقہ نقل کیا گیا ہے کہ **سبحانک اللهم** پڑھنے کے بعد **الحمد** شریف پڑھنے سے پہلے پندرہ دفعہ ان کلموں کو پڑھے پھر **اعوذ** اور **بسم الله** پڑھ کر **الحمد** شریف اور پھر کوئی سورت پڑھے، سورت کے بعد رکوع سے پہلے دس مرتبہ پڑھے پھر رکوع میں دس مرتبہ پھر رکوع سے اٹھ کر، پھر دونوں سجدوں میں، اور دونوں سجدوں کے درمیان میں بیٹھ کر دس دس مرتبہ پڑھے یہ پچھتر پوری ہوگئی (لہٰذا دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھ کر پڑھنے کی ضرورت نہیں رہی) رکوع میں پہلے سبحان ربی **العظیم** اور سجدہ میں پہلے **سبحان ربی الاعلیٰ** پڑھے، پھر ان کلموں کو پڑھے (حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس طریقہ سے نقل کیا گیا ہے)

صحابہ کرامؓ تابعین اور اولیاءؒ کے ہاں صلوۃ التسبیح کا اہتمام

تشریح: صلوۃ التسبیح بڑی اہم نماز ہے جس کا اندازہ کچھ احادیث بالا سے ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر شفقت اور اہتمام سے اس کو تعلیم فرمایا ہے۔ علمائے امت، محدثین، فقہاء صوفیہ ہر زمانہ میں اس کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔ امام حدیث حاکمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے صحیح ہونے پر یہ بھی دلیل ہے کہ تبع تابعین کے زمانے سے ہمارے زمانہ تک مقتداء حضرات اس پر مداومت کرتے اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں جن میں عبداللہ بن مبارک بھی ہیں۔ یہ عبداللہ بن مبارکؒ امام بخاریؒ کے استادوں کے استاد ہیں۔ بیہقیؒ کہتے ہیں کہ ابن مبارکؒ سے پہلے ابوالجوزاءؒ جو معتمد تابعی ہیں اس کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ روزانہ جب ظہر کی اذان ہوتی تو مسجد میں جاتے اور جماعت کے وقت تک اس کو پڑھ لیا کرتے۔ عبدالعزیز بن ابی روادؒ جو ابن مبارک کے بھی استاد ہیں بڑے عابد اور زاہد متقی لوگوں میں ہیں کہتے ہیں کہ جو جنت کا ارادہ کرے اس کو ضروری ہے کہ صلوٰۃ التسبیح کو مضبوط پکڑے۔ ابوعثمانؒ حیری جو بڑے زاہد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے مصیبتوں اور غموں کے ازالہ کے لئے صلوٰۃ التسبیح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی۔ علامہ تقی سبکیؒ فرماتے ہیں یہ نماز بڑی اہم ہے بعض لوگوں کے انکار کی وجہ سے دھوکا میں نہ پڑنا چاہئے۔ جو شخص اس نماز کے ثواب کو سن کر بھی غفلت کرے وہ دین کے بارے میں سستی کرنیوالا ہے۔ صلحاء کے کاموں سے دور ہے اس کو پکا آدمی نہ سمجھنا چاہیے۔ مرقاۃ میں لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ہر جمعہ کو پڑھا کرتے تھے۔

بعض علماء کا شبہ

بعض علماء نے اس وجہ سے اس حدیث کا انکار کیا ہے کہ اتنا زیادہ ثواب صرف چار رکعت پر مشکل ہے بالخصوص کبیرہ گناہوں کا معاف ہونا لیکن جب روایت بہت سے صحابہؓ سے منقول ہے تو انکار مشکل ہے البتہ دوسری آیات واحادیث کی وجہ سے کبیرہ گناہوں کی معافی کے لئے توبہ کی شرط ہوگی۔

صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کے دو طریقے

احادیث بالا میں اس نماز کے دو طریقے بتائے گئے ہیں اول یہ کہ کھڑے ہوکر الحمد شریف اور سورہ کے بعد پندرہ مرتبہ چاروں کلمے سبحان الله' الحمد الله' لا اله الا الله' الله اکبر پڑھے۔ پھر رکوع میں سبحان ربی العظیم کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر رکوع سے کھڑے ہوکر سمع الله لمن حمده' ربنالک الحمد کے بعد دس مرتبہ پڑھے۔ پھر دونوں سجدوں میں سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد دس دس مرتبہ پڑھے اور دونوں سجدوں کے درمیان جب بیٹھے دس مرتبہ پڑھے اور جب دوسرے سجدہ سے اٹھے تو الله اکبر کہتا ہوا اٹھے اور بجائے کھڑے ہونے کے بیٹھ جائے اور دس مرتبہ پڑھ کر بغیر الله اکبر کے کہنے کے کھڑا ہو جائے اور دو رکعت کے بعد اس طرح چوتھی رکعت کے بعد پہلے ان کلموں کو دس دس مرتبہ پڑھے پھر التحیات پڑھے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے سبحانک اللهم کے بعد الحمد سے پہلے پندرہ مرتبہ پڑھے اور پھر الحمد اور سورۃ کے بعد دس مرتبہ پڑھے اور باقی سب طریقے بدستور۔ البتہ اس صورت میں نہ تو دوسرے سجدہ کے بعد بیٹھنے کی ضرورت ہے اور نہ التحیات کے ساتھ پڑھنے کی۔ علماً نے لکھا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ کبھی اس طرح پڑھ لیا کرے کبھی اس طرح۔

صلوٰۃ التسبیح سے متعلقہ مسائل

چونکہ یہ نماز عام طور سے رائج نہیں ہے اس لئے اس کے متعلق چند مسائل لکھے جاتے ہیں تاکہ پڑھنے والوں کو سہولت ہو۔

مسئلہ ۱: اس نماز کیلئے کوئی سورۃ قرآن کی متعین نہیں جونسی سورت دل چاہے پڑھے لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۃ حدید' سورہ حشر' سورہ صف' سورہ جمعہ' سورہ تغابن میں سے چار سورتیں پڑھے بعض حدیثوں میں بیس آیتوں کی بقدر آیا ہے اس لئے ایسی سورتیں پڑھے جو بیس آیتوں کے قریب قریب ہوں۔ بعض نے اذا زلزلت' والعادیات' تکاثر' والعصر' کافرون' نصر' اخلاص لکھا ہے کہ ان ہی میں سے پڑھ لیا کرے۔

مسئلہ ۲: ان تسبیحوں کو زبان سے ہرگز نہ گنے کہ زبان سے گننے سے نماز ٹوٹ جائیگی۔ انگلیوں کو بند کر کے گننا اور تسبیح ہاتھ میں لیکر اس پر گننا جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ انگلیاں جس طرح اپنی جگہ پر رکھی ہیں۔ ویسی ہی رہیں اور ہر کلمہ پر ایک ایک انگلی کو اسی جگہ دباتا رہے۔

مسئلہ ۳: اگر کسی جگہ تسبیح پڑھنا بھول جائے تو دوسرے رکن میں اسکو پورا کرے البتہ بھولے ہوئے کی قضا رکوع سے اٹھ کر اور دو سجدوں کے درمیان نہ کرے۔ اس طرح پہلی اور تیسری رکعت کے بعد اگر بیٹھے' تو ان میں بھی بھولے ہوئے کی قضا نہ کرے بلکہ صرف ان کی ہی تسبیح پڑھے اور ان کے بعد جو رکن ہو اس میں بھولی ہوئی بھی پڑھ لے مثلاً اگر رکوع میں پڑھنا بھول گیا تو ان کو پہلے سجدہ میں پڑھ لے اس طرح پہلے سجدہ کی دوسرے سجدہ میں اور دوسرے سجدہ کی دوسری رکعت میں کھڑا ہو کر پڑھ لے اور اگر وہ رہ جائے تو آخری قعدہ میں التحیات سے پہلے پڑھ لے۔

مسئلہ ۴: اگر سجدہ سہو کسی وجہ سے پیش آ جائے تو اس میں تسبیح نہیں پڑھنا چاہیے اس لئے کہ مقدار تین سو ہے وہ پوری ہو چکی، ہاں اگر کسی وجہ سے اس مقدار میں کمی رہی ہو تو سجدہ سہو میں پڑھ لے۔

مسئلہ ۵: بعض احادیث میں آیا ہے کہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے یہ دعا پڑھے۔

اے اللہ میں آپ سے ہدایت والوں کی سی توفیق مانگتا ہوں اور یقین والوں کے عمل اور توبہ والوں کا خلوص مانگتا ہوں اور صابرین کی پختگی اور آپ سے ڈرنے والوں کی سی کوشش (یا احتیاط) مانگتا ہوں اور رغبت والوں کی سی طلب اور پرہیز گاروں کی سی عبادت اور علماء کی سی معرفت تاکہ میں آپ سے ڈرنے لگوں اے اللہ ایسا ڈر جو مجھے آپ کی نافرمانی سے روک دے اور تاکہ میں آپ کی اطاعت سے ایسے عمل کرنے لگوں جن کی وجہ سے آپ کی رضا اور خوشنودی کا مستحق بن جاؤں اور تاکہ خلوص کی توبہ آپ کے ڈر سے کرنے لگوں اور تاکہ سچا اخلاص آپ کی محبت کی وجہ سے کرنے لگوں۔ اور تاکہ آپ کے ساتھ حسن ظن کی وجہ آپ پر توکل کرنے لگوں، اے نور کے پیدا کرنے والے! تیری ذات پاک ہے اے ہمارے رب ہمیں کامل نور عطا فرما اور تو ہماری مغفرت فرما بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ اے ارحم الراحمین اپنی رحمت سے درخواست کو قبول فرما۔

مسئلہ ۶: اس نماز کا اوقات مکروہ کے علاوہ باقی دن رات کے تمام اوقات میں پڑھنا جائز ہے۔ البتہ زوال کے بعد پڑھنا زیادہ بہتر ہے پھر دن میں کسی وقت پھر رات کو۔

مسئلہ ۷: بعض حدیثوں میں سوم کلمہ کے ساتھ لاحول کو بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر تیسری حدیث میں گذرا۔ اس لئے اگر کبھی کبھی اس کو بڑھا لے تو اچھا ہے۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

8

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

حافظ ابنِ قیمؒ رحمہ اللہ کی کتاب "الوابل الصیب" میں سے نمبروار اناسی ۷۹ فوائد کو مختصراً اس جگہ ترتیب وار نقل کیا جاتا ہے۔ اور چونکہ بہت سے فوائد ان میں ایسے ہیں جو کئی کئی فائدوں کو شامل ہیں اس لحاظ سے یہ سو ۱۰۰ سے زیادہ کو مشتمل ہیں۔

یہاں چار اسباق کی شکل میں یہ فوائد دیے جاتے ہیں۔

(١) ذکر شیطان کو دفع کرتا ہے اور اس کی قوت کو توڑتا ہے۔

(٢) اللہ جل جلالہٗ کی خوشنودی کا سبب ہے۔

(٣) دل سے فکر وغم کو دور کرتا ہے۔

(٤) دل میں فرحت سرور اور انبساط پیدا کرتا ہے۔

(٥) بدن کو اور دل کو قوت بخشتا ہے۔

(٦) چہرہ اور دل کو منور کرتا ہے۔

(٧) رزق کو کھینچتا ہے۔

(٨) ذکر کرنے والے کو ہیبت اور حلاوت کا لباس پہناتا ہے یعنی اسکے دیکھنے سے رُعب پڑتا ہے اور دیکھنے والوں کو حلاوت نصیب ہوتی ہے۔

(٩) اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرتا ہے اور محبت ہی اسلام کی روح اور دین کا مرکز ہے اور سعادت اور نجات کا مدار ہے جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ کی محبت تک اس کی رسائی ہو۔ اس کو چاہیے کہ اس کے ذکر کی کثرت کرے جیسا کہ پڑھنا اور تکرار کرنا علم کا دروازہ ہے اسی طرح اللہ کا ذکر اس کی محبت کا دروازہ ہے۔

(١٠) ذکر سے مراقبہ نصیب ہوتا ہے جو مرتبہ احسان تک پہنچا دیتا ہے۔ یہی مرتبہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی نصیب ہوتی ہے گویا اللہ جل شانہٗ کو دیکھ رہا ہے (یہی مرتبہ صوفیہ کا منتہائے مقصد ہوتا ہے۔

(١١) اللہ کی طرف رجوع پیدا کرتا ہے جس سے رفتہ رفتہ یہ نوبت آجاتی ہے کہ ہر چیز میں حق تعالیٰ شانہٗ اس کی جائے پناہ اور ماویٰ و ملجا بن جاتے ہیں اور ہر مصیبت میں اسی کی طرف توجہ ہو جاتی ہے۔

(١٢) اللہ کا قرب پیدا کرتا ہے اور جتنا ذکر میں اضافہ ہوتا ہے اتنا ہی قرب میں اضافہ ہوتا ہے اور جتنی ذکر سے غفلت ہوتی ہے اتنی ہی اللہ سے دُوری ہوتی ہے۔

(١٣) اللہ کی معرفت کا دروازہ کھولتا ہے۔

(١٤) اللہ جل شانہٗ کی ہیبت اور اس کی بڑائی دل میں پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ کیساتھ حضوری پیدا کرتا ہے۔

(١٥) اللہ جل شانہٗ کی بارگاہ میں ذکر کا سبب ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہے فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ اور حدیث میں وارد ہے **من ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی الحدیث** اگر ذکر میں اس کے سوا اور کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تب بھی شرافت اور کرامت کے اعتبار سے یہی ایک فضیلت کافی تھی چہ جائیکہ اس میں اور بھی بہت سی فضیلتیں ہیں۔

(١٦) دل کو زندہ کرتا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہؒ کہتے ہیں کہ اللہ کا ذکر دل کے لئے ایسا ہے جیسا مچھلی کے لئے پانی۔ خود غور کرلو کہ بغیر پانی کے مچھلی کا کیا حال ہوتا ہے۔

(١٧) دل اور روح کی روزی ہے اور ان دونوں کو اپنی روزی نہ ملے تو ایسا ہے جیسا بدن کو اس کی روزی (یعنی کھانا) نہ ملے۔

(١٨) دل کو زنگ سے صاف کرتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی وارد ہوا ہے ہر چیز پر اس کے مناسب زنگ اور میل کچیل ہوتا ہے دل کا مَیل اور زنگ خواہشات اور غفلت ہیں یہ اس کے لئے صفائی کا کام دیتا ہے۔

(۱۹) لغزشوں اور خطاؤں کو دُور کرتا ہے۔

(۲۰) بندہ کو اللہ جل شانہٗ سے جو وحشت ہو جاتی ہے اُس کو دُور کرتا ہے کہ غافل کے دل پر اللہ کی طرف سے ایک وحشت رہتی ہے جو ذکر ہی سے دور ہوتی ہے۔

(۲۱) جو اذکار بندہ کرتا ہے وہ عرش کے چاروں طرف بندہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (باب نمبر ۳ فصل نمبر۲ حدیث نمبر ۱۷)

(۲۲) جو شخص راحت میں اللہ جل شانہٗ کا ذکر کرتا ہے۔ اللہ جل جلالہٗ مصیبت کیوقت اس کو یاد کرتا ہے۔

(۲۳) اللہ کے عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے۔

(۲۴) سکینہ اور رحمت کے اُترنے کا سبب ہے اور فرشتے ذکر کرنے والے کو گھیر لیتے ہیں (سکینہ کے معنی باب ہٰذا کی فصل نمبر۲ حدیث نمبر ۸ میں گذر چکے ہیں)

(۲۶) اس کی برکت سے زبان غیبت، چغلخوری، جھوٹ، بدگوئی، لغوگوئی سے محفوظ رہتی ہے چنانچہ تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ جس شخص کی زبان اللہ کے ذکر کی عادی ہو جاتی ہے وہ ان اشیاء سے عموماً محفوظ رہتا ہے اور جس کی زبان عادی نہیں ہوتی ہر نوع کی لغویات میں مبتلا رہتا ہے۔

(۲۷) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں اور لغویات اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں اب آدمی کو اختیار ہے جس قسم کی مجلسوں کو چاہے پسند کرلے اور ہر شخص اسی کو پسند کرتا ہے جس سے مناسبت رکھتا ہے۔

(۲۸) ذکر کی وجہ سے ذکر کرنے والا بھی سعید (نیک بخت) ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی اور غفلت یا لغویات میں مبتلا ہونے والا خود بھی بد بخت ہوتا ہے اور اس کے پاس بیٹھنے والا بھی۔

(۲۹) قیامت کے دن حسرت سے محفوظ رہتا ہے اسلئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ہر وہ مجلس جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو قیامت کے دن حسرت اور نقصان کا سبب ہے۔

(۳۰) ذکر کیساتھ اگر تنہائی کا رونا بھی نصیب ہو جائے تو قیامت کے دن کی تپش اور گرمی میں جبکہ ہر شخص میدان حشر میں بلبلا رہا ہوگا۔ یہ عرش کے سایہ میں ہوگا۔

(۳۱) ذکر میں مشغول رہنے والوں کو ان سب چیزوں سے زیادہ ملتا ہے۔ جو دعائیں مانگنے والوں کو ملتی ہیں حدیث میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جس شخص کو میرے ذکر نے دعا سے روک دیا اس کو میں دعائیں مانگنے والوں سے افضل عطا کرونگا۔

(۳۲) باوجود سہل ترین عبادت ہونے کے تمام عبادتوں سے افضل ہے اسلیئے کہ زبان کو حرکت دینا بدن کے اور تمام اعضا کو حرکت دینے سے سہل ہے۔

(۳۳) اللہ کا ذکر جنت کے پودے ہیں (چنانچہ باب ۳ فصل نمبر۲ حدیث ۴ میں مفصّل آرہا ہے) جسقدر بخشش اور انعام کا وعدہ اس پر ہے اتنا کسی اور عمل پر نہیں ہے چنانچہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص **لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمدوھو علی شیء قدیر**۔ سو ۱۰۰ مرتبہ کسی دن پڑھے تو اس کے لئے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ہوتا ہے اور سو ۱۰۰ نیکیاں اس کے لئے لکھی جاتی ہیں اور سو ۱۰۰ برائیاں اس سے معاف کردی جاتی ہیں اور شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور دوسرا کوئی شخص اس سے افضل نہیں ہوتا مگر وہ شخص کہ اس سے زیادہ عمل کرے۔ اسی طرح اور بہت سی احادیث ہیں جن سے ذکر کا افضل اعمال ہونا معلوم ہوتا ہے (اور بہت سی اُن میں سے اس رسالہ میں مذکور ہیں)

(مزید فوائد اگلے درس میں ملاحظہ فرمائیں)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

(۳۴) دوامِ ذکر کی بدولت اپنے نفس کو بھولنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔ جو سبب ہے دارین کی شقاوت کا اس لئے کہ اللہ کی یاد کو بھلا دینا سبب ہوتا ہے۔ خود اپنے نفس کے بھلا دینے کا اور اپنے تمام مصالح کے بھلا دینے کا۔ چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰهُمْ أَنْفُسَهُمْ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ۝ (سورہ حشر رکوع ۳)۔

تم اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے اللہ سے بے پروائی کی پس اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے بے پروا کر دیا۔ یعنی اُن کی عقل ایسی ماری گئی کہ اپنے حقیقی نفع کو نہ سمجھا) اور جب آدمی اپنے نفس کو بھلا دیتا ہے تو اس کی مصالح سے غافل ہو جاتا ہے اور یہ سبب ہلاکت کا بن جاتا ہے جیسا کہ کسی شخص کی کھیتی یا باغ ہو اور اُس کو بھول جائے اس کی خبر گیری نہ کرے تو لامحالہ وہ ضائع ہوگا۔ اور اس سے امن جب ہی مل سکتا ہے جب اللہ کے ذکر سے زبان کو ہر وقت تر و تازہ رکھے اور ذکر اس کو ایسا محبوب ہو جائے جیسا کہ پیاس کی شدت کیوقت پانی اور بھوک کے وقت کھانا اور سخت گرمی اور سخت سردی کیوقت مکان اور لباس، بلکہ اللہ کا ذکر اس سے زیادہ کا مستحق ہے اسلئے کہ ان اشیاء کے نہ ہونے سے بدن کی ہلاکت ہے جو رُوح کی اور دل کی ہلاکت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہے۔

(۳۵) ذکر ادمی کی ترقی کرتا رہتا ہے بستر ہ پر بھی اور بازار میں بھی، صحت میں بھی اور بیماری میں بھی، نعمتوں اور لذتوں کیساتھ مشغولی میں بھی، اور کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو ہر وقت ترقی کا سبب بنتی ہو حتیٰ کہ جس کا دل نورِ ذکر سے منور ہو جاتا ہے وہ سوتا ہوا بھی غافل شب بیداروں سے بڑھ جاتا ہے۔

(۳۶) ذکر کا نور دُنیا میں بھی ساتھ رہتا ہے اور قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے اور آخرت میں پُل صراط پر آگے آگے چلتا ہے حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے۔

أَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا

(سورہ انعام رکوع ۱۵)

ایسا شخص جو پہلے مُردہ یعنی گمراہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ یعنی مسلمان بنا دیا اور اس کو ایسا نور دیدیا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے یعنی وہ نور ہر وقت اس کیساتھ رہتا ہے کیا ایسا شخص بدحالی میں اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو گمراہیوں کی تاریکیوں میں گھرا ہو کہ اُن سے نکلنے ہی نہیں پاتا) پس اوّل شخص مومن ہے جو اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور اسکی محبت اور اسکی معرفت اور اسکے ذکر سے منور ہے اور دوسرا شخص ان چیزوں سے خالی ہے حقیقت یہ ہے کہ یہ نور نہایت مہتم بالشان چیز ہے اور اسی میں پوری کامیابی ہے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طلب اور دُعا میں مبالغہ فرمایا کرتے تھے اور اپنے ہر ہر جزو میں نور کو طلب فرماتے تھے چنانچہ احادیث میں متعدد دعائیں ایسی ہیں جن میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دُعا فرمائی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کے گوشت میں، ہڈیوں میں، پٹھوں میں، بال میں، کھال میں، کان میں، آنکھ میں اُوپر نیچے دائیں بائیں، آگے پیچھے نور ہی نور کر دے حتیٰ کہ یہ بھی دُعا کی کہ خود مجھی کو سرتا پا نور بنا دے کہ آپ کی ذات ہی نور بن جائے اسی نُور کی بقدر اعمال میں نور ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں کے نیک عمل ایسی حالت میں آسمان پر جاتے ہیں کہ اُن پر آفتاب جیسا نور ہوتا ہے اور ایسا ہی نور اُن کے چہروں پر قیامت کے دن ہوگا۔

(۳۷) ذکر تصوّف کا اصل اصول ہے اور تمام صوفیہ کے

سب طریقوں میں رائج ہے جس شخص کے لئے ذکر کا دروازہ کھل گیا ہے اس کے لئے اللہ جل شانہٗ تک پہنچنے کا دروازہ کھل گیا۔ اور جو اللہ جل شانہٗ تک پہنچ گیا وہ جو چاہتا ہے پاتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے پاس کسی چیز کی بھی کمی نہیں ہے۔

(۳۸) آدمی کے دل میں ایک گوشہ ہے جو اللہ کے ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی پُر نہیں ہوتا اور جب ذکر دل پر مسلّط ہو جاتا ہے تو وہ نہ صرف اس گوشہ کو پُر کرتا ہے بلکہ ذکر کرنے والے کو بغیر مال کے غنی کر دیتا ہے اور بغیر کنبہ اور جماعت کے لوگوں کے دلوں میں عزت والا بنا دیتا ہے اور بغیر سلطنت کے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جو شخص ذکر سے غافل ہوتا ہے وہ باوجود مال و دولت، کنبہ اور حکومت کے ذلیل ہوتا ہے۔

(۳۹) ذکر پراگندہ کو مجتمع کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرتا ہے۔ دور کو قریب کرتا ہے اور قریب کو دُور کرتا ہے۔ پراگندہ کو مجتمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے دل پر جو متفرق ہموم غموم تفکرات پریشانیاں ہوتی ہیں اُن کو دور کر کے جمعیت خاطر پیدا کرتا ہے اور مجتمع کو پراگندہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی پر جو تفکرات مجتمع ہیں اُن کو متفرق کر دیتا ہے اور آدمی کی جو لغزشیں اور گناہ جمع ہو گئے ہیں ان کو پراگندہ کر دیتا ہے اور جو شیطان کے لشکر آدمی پر مسلط ہیں اُن کو پراگندہ کر دیتا ہے اور آخرت کو جو دُور ہے قریب کر دیتا ہے اور دنیا کو جو قریب ہے دُور کر دیتا ہے۔

(۴۰) ذکر آدمی کے دل کو نیند سے جگاتا ہے غفلت سے چوکنّا کرتا ہے اور دل جب تک سوتا رہتا ہے اپنے سارے ہی منافع کھوتا رہتا ہے۔

(۴۱) ذکر ایک درخت ہے جس پر معارف کے پھل لگتے ہیں۔ صوفیہ کی اصلاح میں احوال اور واقعات کے پھل لگتے ہیں اور جتنی بھی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی اس درخت کی جڑ مضبوط ہوگی اور جتنی جڑ مضبوط ہوگی اُتنے ہی زیادہ پھل اس پر آئینگے۔

(۴۲) ذکر اس پاک ذات کے قریب کر دیتا ہے جس کا ذکر کر رہا ہے حتیٰ کہ اس کیساتھ معیت نصیب ہو جاتی ہے چنانچہ قرآن پاک میں ہے **ان اللہ مع الذین اتقوا** (اللہ جل شانہٗ متّقیوں کیساتھ ہے) اور حدیث میں وارد ہے **انا مع عبدی ما ذکرنی** (میں اپنے بندے کیساتھ رہتا ہوں جب تک وہ میرا ذکر کرتا رہے) ایک حدیث میں ہے کہ میرا ذکر کرنے والے میرے آدمی ہیں میں ان کو اپنی رحمت سے دُور نہیں کرتا اگر وہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہیں تو میں اُن کا حبیب ہوں اور اگر وہ توبہ نہ کریں تو میں اُن کا طبیب ہوں کہ انکو پریشانیوں میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اُن کو گناہوں سے پاک کروں۔ نیز ذکر کی وجہ سے جو اللہ جل شانہٗ کی معیت نصیب ہوتی ہے وہ ایسی معیت ہے جس کی برابر کوئی دوسری معیت نہیں ہے نہ وہ زبان سے تعبیر ہو سکتی ہے نہ تحریر میں آ سکتی ہے اس کی لذت وہی جان سکتا ہے جس کو یہ نصیب ہو جاتی ہے (**اللھم ارزقنی منه شیئا**)

(۴۳) ذکر غلاموں کے آزاد کرنے کے برابر ہے، مالوں کے خرچ کرنے کے برابر ہے، اللہ کے راستے میں جہاد کی برابر ہے (بہت سی روایات میں اس قسم کے مضامین گذر بھی چکے ہیں اور آئندہ بھی آنے والے ہیں)

(۴۴) ذکر شکر کی جڑ ہے جو اللہ کا ذکر نہیں کرتا وہ شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ جل جلالہٗ سے عرض کیا آپ نے مجھ پر بہت احسانات کئے ہیں مجھے طریقہ بتا دیجئے کہ میں آپ کا بہت شکر ادا کروں۔ اللہ جل جلالہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جتنا بھی تم میرا ذکر کرو گے اتنا ہی شکر ادا ہوگا۔ دوسری حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ درخواست ذکر کی گئی ہے کہ یا اللہ تیری شان کے مناسب شکر کس طرح ادا ہو۔ اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا کہ تمہاری زبان ہر وقت ذکر کیساتھ تر و تازہ رہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

ذکر کی فضیلت، فضائل وفوائد

(۴۵) اللہ کے نزدیک پرہیز گار لوگوں میں زیادہ معزز وہ لوگ ہیں جو ذکر میں ہر وقت مشغول رہتے ہوں اسلئے کہ تقویٰ کا منتہا جنت ہے اور ذکر کا منتہا اللہ کی معیّت ہے۔

(۴۶) دل میں ایک خاص قسم کی قسوت (سختی) ہے جو ذکر کے علاوہ کسی چیز سے بھی نرم نہیں ہوتی۔

(۴۷) ذکر دل کی بیماریوں کا علاج ہے۔

(۴۸) ذکر اللہ کیساتھ دوستی کی جڑ ہے اور ذکر سے غفلت اس کیساتھ دشمنی کی جڑ ہے۔

(۴۹) اللہ کے ذکر کی برابر کوئی چیز نعمتوں کی کھینچنے والی اور اللہ کے عذاب کو ہٹانے والی نہیں ہے۔

(۵۰) ذکر کرنے والے پر اللہ کی صلوٰۃ (رحمت) اور فرشتوں کی صلوٰۃ (دعا) ہوتی ہے۔

(۵۱) جو شخص یہ چاہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے بھی جنت کے باغوں میں رہے وہ ذکر کی مجالسِ میں بیٹھے کیونکہ یہ مجالسِ جنت کے باغ ہیں۔

(۵۲) ذکر کی مجلسیں فرشتوں کی مجلسیں ہیں (احادیث مذکورہ میں یہ مضمون مفصّل گذر چکا ہے)

(۵۳) اللہ جل شانہٗ ذکر کرنے والوں پر فرشتوں کے سامنے فخر کرتے ہیں۔

(۵۴) ذکر پر مداومت کرنیوالا جنت میں ہنستا ہوا داخل ہوگا۔

(۵۵) تمام اعمال اللہ کے ذکر ہی کیواسطے مقرر کئے گئے ہیں۔

(۵۶) تمام اعمال میں وہی عمل افضل ہے جس میں ذکر کثرت سے کیا جائے۔ روزوں میں وہ روزہ افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ حج میں وہ حج افضل ہے جس میں ذکر کی کثرت ہو۔ اسی طرح اور اعمال جہاد وغیرہ کا حکم ہے۔

(۵۷) یہ نوافل اور دوسری نفل عبادات کے قائم مقام ہے۔ چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ فقراء نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ یہ مالدار لوگ بڑے بڑے درجے حاصل کرتے ہیں یہ روزے نماز میں ہمارے شریک ہیں اور اپنے مالوں کی وجہ سے حج، عمرہ، جہاد میں ہم سے سبقت لیجاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں ایسی چیز بتاؤں جس سے کوئی شخص تم تک نہ پہنچ سکے مگر وہ شخص جو یہ عمل کرے۔ اسکے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد **سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر** پڑھنے کو فرمایا (جیسا کہ باب ۳، فصل ۲ حدیث ۷ میں آ رہا ہے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج، عمرہ، جہاد وغیرہ ہر عبادت کا بدل ذکر کو قرار دیا ہے۔

(۵۸) ذکر دوسری عبادات کیلئے بڑا معین و مددگار ہے کہ اسکی کثرت سے ہر عبادت محبوب بن جاتی ہے۔ اور عبادات میں لذت آنے لگتی ہے اور کسی عبادت میں بھی مشقت اور بار نہیں رہتا۔

(۵۹) ذکر کی وجہ سے ہر مشقت آسان بن جاتی ہے اور ہر دشوار چیز سَہَل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کے بوجھ میں خفت ہو جاتی ہے اور ہر مصیبت زائل ہو جاتی ہے۔

(۶۰) ذکر کی وجہ سے دل سے خوف و ہراس دُور ہو جاتا ہے ڈر کے مقام پر اطمینان پیدا کرنے اور خوف کے زائل کرنے میں اللہ کے ذکر کو خصوصی دخل ہے اور اس کی یہ خاص تاثیر ہے جتنی ہی ذکر کی کثرت ہوگی اتنا ہی اطمینان نصیب ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔

(۶۱) ذکر کیوجہ سے آدمی میں ایک خاص قوت پیدا ہوتی ہے جس کیوجہ سے ایسے کام اُس سے صادر ہونے لگتے ہیں جو

دشوار نظر آتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو جب انہوں نے چکّی کی مشقت اور کاروبار کی دشواری کیوجہ سے ایک خادم طلب کیا تو سوتے وقت سبحان اللہ الحمد للّٰہ ۳۳٬۳۳ مرتبہ اور اللہ اکبر ۳۴ مرتبہ پڑھنے کا حکم فرمایا تھا اور یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ خادم سے بہتر ہے۔

(۶۲) آخرت کے لئے کام کرنے والے سب دوڑ رہے ہیں اور اس دوڑ میں ذاکرین کی جماعت سب سے آگے ہے۔ عمرہ مولی غفرۃؒ سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت میں جب لوگوں کو اعمال کا ثواب ملیگا تو بہت سے لوگ اسوقت حسرت کریں گے کہ ہم نے ذکر کا اہتمام کیوں نہ کیا کہ سب سے زیادہ سہل عمل تھا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ مفرِّد لوگ آگے بڑھ گئے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد لوگ کون ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر پر مرمٹنے والے کہ ذکر انکے بوجھوں کو ہلکا کر دیتا ہے۔

(۶۳) ذکر کرنیوالے کی اللہ تعالیٰ شانہٗ تصدیق کرتے ہیں اور اس کو سچا بتاتے ہیں اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ خود سچا بتائیں اُس کا حشر جھوٹوں کے ساتھ نہیں ہوسکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہتا ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں میرے بندہ نے سچ کہا۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں سب سے بڑا ہوں۔

(۶۴) ذکر سے جنت میں گھر تعمیر ہوتے ہیں۔ جب بندہ ذکر سے رُک جاتا ہے تو فرشتے تعمیر سے رُک جاتے ہیں۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ فلاں تعمیر تم نے کیوں روک دی تو وہ کہتے ہیں کہ اس تعمیر کا خرچ ابھی تک آیا نہیں ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم سات مرتبہ پڑھے ایک گنبد اس کے لئے جنت میں تعمیر ہو جاتا ہے۔

(۶۵) ذکر جہنم کے لئے آڑ ہے اگر کسی بدعملی کی وجہ سے جہنم کا مستحق ہو جائے تو ذکر درمیان میں آڑ بن جاتا ہے اور جتنی ذکر کی کثرت ہوگی اتنی ہی پختہ آڑ ہوگی۔

(۶۶) ذکر کرنیوالے کیلئے فرشتے استغفار کرتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاصؓ سے ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندہ سبحان اللہ وبحمدہ کہتا ہے یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کہتا ہے تو فرشتے دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ اس کی مغفرت فرما۔

(۶۷) جس پہاڑ پر یا میدان میں اللہ کا ذکر کیا جائے وہ فخر کرتے ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کو آواز دے کر پوچھتا ہے کہ کوئی ذکر کرنے والا تجھ پر آج گذرا ہے اگر وہ کہتا ہے کہ گذرا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے۔

(۶۸) ذکر کی کثرت نفاق سے بری ہونیکا اطمینان (اور سند) ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ نے منافقوں کی صفت یہ بیان کی ہے کہ لَایَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (نہیں ذکر کرتے اللہ کا مگر تھوڑا سا) کعبؓ احبار سے نقل کیا گیا ہے کہ جو کثرت سے اللہ کا ذکر کرے وہ نفاق سے بری ہے۔

(۶۹) تمام نیک اعمال کے مقابلہ میں ذکر کیلئے ایک خاص لذت ہے جو کسی عمل میں بھی نہیں پائی جاتی اگر ذِکر میں اس لذت کے سوا کوئی بھی فضیلت نہ ہوتی تو یہی چیز اس کی فضیلت کیلئے کافی تھی۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ لذت پانیوالے کسی چیز میں بھی ذکر کے برابر لذت نہیں پاتے۔

(۷۰) ذکر کرنیوالوں کے چہرہ پر دنیا میں رونق اور آخرت میں نور ہوگا۔

(۷۱) جو شخص راستوں میں اور گھروں میں، سفر میں اور حضر میں کثرت سے ذکر کرے قیامت میں اس کے گواہی دینے والے کثرت سے ہونگے۔ حق تعالیٰ شانہٗ قیامت کے دن کے بارے میں فرماتے ہیں یومئذ تحدث اخبارھا (اُس دن

زمین اپنی خبریں بیان کریگی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جانتے ہو اسکی خبریں کیا ہیں۔ صحابہؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس مرد و عورت نے جو کام زمین پر کیا ہے وہ بتائیگی کہ فلاں دن فلاں وقت مجھ پر یہ کام کیا ہے (نیک ہو یا برا) اسلیئے مختلف جگہوں میں کثرت سے ذکر کرنے والوں کے گواہ بھی بکثرت ہونگے۔

(۷۲) زبان جتنی دیر ذکر میں مشغول رہے گی' لغویات' جھوٹ' غیبت وغیرہ سے محفوظ رہے گی۔ اسلیئے کہ زبان چپ تو رہتی ہی نہیں یا ذکر اللہ میں مشغول ہوگی ورنہ لغویات میں۔ اسی طرح دل کا حال ہے کہ اگر وہ اللہ کی محبت میں مشغول نہ ہوگا تو مخلوق کی محبت میں مبتلا ہوگا۔

(۷۳) شیاطین آدمی کے کھلے دشمن ہیں اور ہر طرح سے اس کو وحشت میں ڈالتے رہتے ہیں اور ہر طرف سے اس کو گھیرے رہتے ہیں جس شخص کا یہ حال ہو کہ اسکے دشمن ہر وقت اس کا محاصرہ کیئے رہتے ہوں اس کا جو حال ہوگا ظاہر ہے اور دشمن بھی ایسے کہ ہر ایک ان میں سے یہ چاہے کہ جو تکلیف بھی پہنچا سکوں پہنچاؤں۔ ان لشکروں کو ہٹانے والی چیز ذکر کے سوا کوئی نہیں ہے۔ بہت سی احادیث میں بہت سی دعائیں آئی ہیں جن کے پڑھنے سے' شیطان قریب بھی نہیں آتا۔ اور سوتے وقت پڑھنے سے رات بھر حفاظت رہتی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ نے بھی ایسی دعائیں متعدد ذکر کی ہیں ان کے علاوہ مصنف نے چھ نمبروں میں انواعِ ذکر کا تفاضل اور ذکر کی بعض کُلّی فضیلتیں ذکر کی ہیں۔ اور اس کے بعد پچھتّر فصلیں خصوصی دعاؤں میں جو خاص خاص اوقات میں وارد ہوئی ہیں ذکر کی ہیں جن کو اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا ہے' کہ توفیق والے کے لئے جو ذکر کیا گیا ہے یہ بھی کافی سے زیادہ ہے اور جس کو توفیق نہیں ہے اُس کے لئے ہزارہا فضائل بھی بیکار ہیں۔

وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنے حقیقی ذکر یعنی ہمہ وقت آپ کے احکامات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں اپنی محبت نصیب فرمائیے اور مسنون اذکار و وظائف کو صبح و شام پڑھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم سب سے زیادہ آپ کا ذکر کرنے والے سب سے زیادہ آپ کو فرمانبرداری کرنے والے اور سب سے زیادہ آپ سے محبت کرنے والے بن جائیں۔ اے اللہ! ہمیں ایسا بنا دیجئے کہ ہم اپنے سارے دل کیساتھ آپ سے محبت کریں اور آپ کو راضی کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں۔ اے اللہ! ہم آپ سے دین و دنیا اور اہل و عیال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے اور ہمارے گھروں میں وسعت اور رزق میں برکت عطا فرما دیجئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

تم بحمد اللہ

سلسلہ درس حدیث - 7

جلد منظر عام پر

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

انتخاب از
فضائل دُرود شریف

از افادات:
شیخ الحدیث حضرت
مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ

زیر نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرِ نگرانی
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث-8

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

از افادات

عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان 061-540513-519240
Email: Taleefat@mul.wol.net.pk/Website: www.taleefat-e-ashrafia.co

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............... شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
ناشر........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت...................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ...ملتان — مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار.......راولپنڈی
ادارہ اسلامیات.........انار کلی.........لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی....خیبر بازار......پشاور
مکتبہ سید احمد شہید.........اردو بازار.......لاہور — ادارۃ الانور.........نیو ٹاؤن.........کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ.........اردو بازار.........لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دار الافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کار فرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب، اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت، غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ سات جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں۔ درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند وبے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمہ اللہ کی مقبول عام تصنیف ''خواتین کے شرعی احکام'' سے مرتب کی گئی ہے جو خاص طور پر خواتین کیلئے نافع ہے اور مرد حضرات بھی استفادہ کر کے اپنے گھر کو بابرکت اور خوشحال بنا سکتے ہیں۔ سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا ہے۔

بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی مزید جلدیں حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کے افادات سے منظر عام پر آ رہی ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: بعض جگہ دعائیہ کلمات ذکر نہیں کئے جا سکے قارئین سابقہ درس والے دعائیہ کلمات کو دہرا کر یومیہ درس ختم کر سکتے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

فہرست مضامین

ماں باپ کے ساتھ صلہ رحمی کرنے کا حکم

وَعَنْ اَسْمَاءَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ قَدِمَتْ عَلَيَّ اُمِّيْ وَهِيَ مُشْرِكَةٌ فِيْ عَهْدِ قُرَيْشٍ فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ اُمِّيْ قَدِمَتْ عَلَيَّ وَهِيَ رَاغِبَةٌ اَفَاَصِلُهَا قَالَ نَعَمْ صِلِيْهَا. (رواہ البخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان ہے کہ میری والدہ اس زمانہ میں مدینہ منورہ آئیں جب کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ سے معاہدہ کر رکھا تھا اس وقت تک وہ مسلمان نہ ہوئیں تھیں بلکہ مشرک تھیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ آئی ہیں جو مجھ سے ملنے کی امیدوار ہیں کیا میں ان سے صلہ رحمی کا برتاؤ کروں (اور ان کو حسب توفیق کچھ دے دوں) آپ نے فرمایا ہاں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔

تشریح: حضرت اسماء اور ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے، بلکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو بالغ مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں، لیکن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ اس وقت تک مسلمان نہ ہوئی تھیں جس وقت کا یہ قصہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کی ایذاؤں سے تنگ آ کر اپنے اصل وطن اور باپ دادوں کے دیس یعنی مکہ معظمہ کو چھوڑ کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے جس کو ہجرت کہتے ہیں، کافروں نے وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور لڑائیاں لڑتے رہے جس کے نتیجے میں جنگ بدر اور جنگ اُحد ہوئی۔ ان دونوں جنگوں کے قصے مشہور ہیں اور تاریخ اسلام میں ان کی بڑی اہمیت ہے۔

جب مسلمانوں نے کافروں کے مقابلے میں جوابی کارروائی کی تو کافروں کے دانت کھٹے کر دیئے اور ان کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ اگرچہ مسلمان اس زمانہ میں بہت ہی کم تھے اور کافروں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ مگر مسلمانوں کی ہمت بہت زیادہ اور ایمان مضبوط پکا تھا۔ اللہ کے لئے مرنے سے محبت کرتے تھے۔ اس لئے کافر لوگ ان کو نیچا نہ دکھا سکے اور خود مجبور ہو کر دس سال کے لئے خاص خاص شرطوں پر صلح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہ صلح ۷ ہجری میں ہوئی۔

ان شرطوں میں یہ بھی طے ہوا تھا کہ فریقین میں سے کوئی فریق ایک دوسرے پر حملہ نہ کرے گا۔ چونکہ یہ صلح مقام حدیبیہ میں ہوئی اس لئے صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہے۔ صلح ہو جانے کے بعد فریقین کو امن مل جانے کے باعث آپس میں ملنا جلنا اور ایک دوسرے کے پاس آنا جانا شروع ہوا مذہب کے لحاظ سے گو دشمنی تھی مگر فریقین کے آپس میں خونی رشتے تھے جن کی وجہ سے طبعی طور پر ملاقاتوں کو جی چاہتا تھا۔ حال یہ تھا کہ بیٹا کافر ہے تو باپ مسلمان اور باپ کافر ہے تو بیٹا مسلمان، ماں کافر بیٹی مومن، ایک بھائی دین حق پر دوسرا دین شرک پر ایک بتوں کا پجاری دوسرا مالک حقیقی کا پرستار جو مسلمان تھے سارا دھن دولت مکہ میں چھوڑ کر قرابت داری کے

تقاضوں کو پس پشت ڈال کر مدینہ منورہ میں آ کر بس گئے تھے کیونکہ ان کے دل میں اللہ بس گیا تھا۔

صلح حدیبیہ کے زمانے میں جب امن ہوا اور ملاقات کا موقعہ نکلا تو بعض لوگوں نے اپنے عزیزوں سے ملنے کا ارادہ کیا اسی زمانے میں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ مکہ سے مدینہ آئیں حدیث میں فی عہد قریش کا یہی مطلب ہے یہ اب تک مسلمان نہ ہوئی تھیں اور چونکہ ضرورت مند تھیں اس لئے ان کی خواہش تھی کہ بیٹی سے کچھ ملے لیکن بیٹی اب صرف بیٹی نہ تھی بلکہ حق کی متوالی اور اسلام کی رکھوالی تھی۔

سوچا کہ ماں اگر چہ ماں ہے مگر ہے تو مشرک اس پر خرچ کرنا اللہ کی رضا کے خلاف تو نہیں۔ دل میں کھٹک ہوئی۔ بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور عرض کیا یا رسول اللہ! میری والدہ آئی ہیں ان کی تمنا ہے کہ ان کی مالی امداد کروں۔ اس بارے میں جو کچھ ارشاد ہو عمل کروں۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی مدد کرو اور صلہ رحمی کا برتاؤ کرو۔

درحقیقت اسلام عدل و انصاف کا مذہب ہے کفر کی وجہ سے جو مذہبی دشمنی ہو اس کے ہوتے ہوئے ماں باپ کی خدمت اور مالی امداد کا بھی سبق دیتا ہے، ماں باپ کے کہنے سے کفر وشرک اختیار کرنا یا کوئی دوسرا بڑا گناہ کرنے کا تو اختیار نہیں ہے مگر ان کی خدمت کرنا اور ضرورت مند ہوں تو ان پر خرچ کرنا ضروری ہے۔ اگر چہ ماں باپ کافر ہوں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَاِنْ جَاهَدَاکَ عَلٰی اَنْ تُشْرِکَ بِیْ مَالَیْسَ لَکَ بِهٖ عِلْمٌ فَلاَ تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ.

اگر وہ دونوں (ماں باپ) تجھے مجبور کریں اس بات پر کہ تو میرے ساتھ ان چیزوں کو شریک کرے جن کا تجھے علم نہیں تو ان کی فرمانبرداری نہ کرنا اور ان کے ساتھ دنیا میں اچھے طریق سے گزارہ کرنا اور اس کی راہ پر چلنا جو میری طرف رخ کرے۔ (سورہ لقمان)

ماں باپ کا بڑا حق ہے مگر آج کل کے لڑکے اور لڑکیاں ایسے ہوگئے ہیں کہ شادی ہوتے ہی ماں باپ سے اس طرح قطع تعلق کر لیتے ہیں کہ جیسے جان پہچان ہی نہ تھی اللہ تعالیٰ ہدایت دے آمین

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اپنی اولاد پر خرچ کرنے کا ثواب

عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلِیْ اَجْرٌ اِنْ اُنْفِقُ عَلٰی بَنِیْ اَبِیْ سَلَمَةَ اِنَّمَا هُمْ بَنِیَّ فَقَالَ اَنْفِقِیْ عَلَیْهِمْ فَلَکِ اَجْرُمَا اَنْفَقْتِ عَلَیْهِمْ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھے ثواب ملے گا اگر (اپنے پہلے شوہر) ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کے بچوں پر خرچ کروں کہ وہ تو میری ہی اولاد ہے (کیا اپنی اولاد پر خرچ کرنے میں بھی اجر ثواب ملتا ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پر خرچ کرتی رہو، تم کو ان پر خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔

تشریح: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ ہیں ان کی روایت کی ہوئی سینکڑوں حدیثیں کتابوں میں ملتی ہیں انہوں نے بھی علم دین خوب پھیلایا، ان کا نام ہند تھا، ان کے پہلے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تھے، دونوں میاں بیوی ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ اسلام کی راہ میں دونوں نے بہت تکلیفیں اٹھائیں، پہلے دونوں نے اسلام کی خاطر حبشہ کو ہجرت کی بعد میں مدینہ منورہ کو ہجرت کی لیکن اس مرتبہ دونوں ایک ساتھ ہجرت نہ کر سکے۔ اس وقت مکہ معظمہ میں کافروں کا زور تھا۔

جب دونوں میاں بیوی ہجرت کے لئے نکلے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو میکہ والوں نے نہ جانے دیا۔ اس کے ایک سال بعد وہ ہجرت کر سکیں ان کا ایک بچہ سلمہ نامی تھا، اسی کی وجہ سے ان کو ام سلمہ (سلمہ کی ماں) اور بچے کے باپ کو ابوسلمہ (سلمہ کا باپ) کہتے تھے۔ عرب میں اس کا بہت دستور تھا اس کو کنیت کہتے ہیں بعض مرتبہ اصل نام بھول بھلیاں ہو جاتا تھا اور کنیت ہی سے آدمی کو جانتے تھے۔

۴ھ میں جب ان کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت گزر جانے کے بعد ان سے نکاح فرمالیا، جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدے میں آئیں تو پہلے شوہر کے بچے بھی ساتھ آ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پرورش فرمائی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بھی اپنے ذاتی مال میں سے ان بچوں پر خرچ کرتی تھیں ان کو خیال ہوا کہ میں جوان پر خرچ کرتی ہوں تو گویا حق اولاد ادا کرتی ہوں اس میں ثواب شاید نہ ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم خرچ کرتی رہو، ضرور ثواب ملے گا، کیونکہ اولاد پر خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں، حلال مال مسلمان مرد و عورت خواہ اپنے نفس پر خرچ کرے خواہ اولاد پر خواہ ماں باپ پر خواہ دوسرے عزیزوں پر خواہ دیگر ہمسایوں اور محتاجوں پر اس کے خرچ کرنے میں بڑا ثواب ملتا ہے اللہ اکبر! اپنوں ہی پر خرچ کرو اور ثواب بھی پاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا کرم ہے

فَمَنْ یُّؤْمِنْ ، بِرَبِّهٖ فَلَا یَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا.

دُعا کیجئے: اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک کھجور صدقہ میں دے دی

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ تْنِيْ اِمْرَاَةٌ وَمَعَهَا ابْنَتَانِ لَهَا تَسْئَلُنِيْ فَلَمْ تَجِدْ عِنْدِيْ غَيْرَ تَمْرَةٍ وَاحِدَةٍ فَاَعْطَيْتُهَا اِيَّاهَا فَقَسَمَتْهَا بَيْنَ اِبْنَتَيْهَا وَلَمْ تَاكُلْ مِنْهَا فَخَرَجَتْ فَدَخَلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُهُ فَقَالَ مَنِ ابْتُلِيَ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ (بخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک عورت میرے پاس آئی اس کے ساتھ اس کی دو بچیاں تھیں اس نے مجھ سے سوال کیا میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہ کھجور ہی اس کو دے دی اس نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود ذرا بھی کچھ نہ کھایا اس کے بعد جیسے ہی وہ نکلی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانے میں تشریف لے آئے میں نے آپ کو پورا قصہ سنایا' آپ نے فرمایا کہ جو شخص (مرد و عورت) لڑکیوں (کی دیکھ بھال اور پرورش و پرداخت) کے ساتھ مبتلا کیا گیا (یعنی ان کی خدمت اور پرورش اس کے ذمہ پڑ گئی) اور پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو یہ لڑکیاں آتش دوزخ سے بچانے کے لئے اس کے واسطے آڑ بن جائیں گی۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک عورت سوال کرنے آئی ایک کھجور کے سوا کچھ موجود نہ تھا انہوں نے ایک کھجور ہی دے دی کم وبیش کا خیال نہ کیا۔ درحقیقت اخلاص کیساتھ دیا جائے تو ایک کھجور اور ایک پیسہ بھی بہت ہے قرآن شریف میں فرمایا:

وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ. (البقرہ ۲۰:۱۱۰' المزمل ۸۳:۲۰)

جو کچھ بھی اپنے لئے پہلے سے بھیج دو گے اسے اللہ کے پاس پالو گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کھجور کے برابر بھی حلال کمائی سے جو شخص صدقہ دے دے تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑی قدر کے ساتھ قبول فرماتے ہیں پھر جس نے صدقہ دیا ہے اس کے لئے اس صدقہ کو بڑھاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ (بخاری ومسلم)

بندہ نے دیا کھجور کے برابر اور خدائے رحیم وکریم نے عنایت فرمایا پہاڑ کے برابر' ایسا داتا اللہ ہی ہے' صدقہ سے کبھی دریغ نہ کرو اس سے ضرورت مند کی حاجت بھی پوری ہوتی ہے اور صدقہ والے کو ثواب بھی ملتا ہے کتنا ثواب ملتا ہے کہ اس کا اندازہ ابھی معلوم ہوا۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں' دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل میں چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

پڑوسیوں کے حقوق اوران کے ساتھ حسن سلوک

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ. (رواہ احمد و البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء دیتی ہے' یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ دے دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں جانے والی ہے۔

تشریح: انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریباً روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پڑوسیوں کے احوال واخلاق مختلف ہوتے ہیں' ان کے بچے بھی گھر آجاتے ہیں' بچوں بچوں میں لڑائی بھی ہو جاتی ہے' پڑوس کی بکری اور مرغی بھی گھر میں چلی آتی ہے' ان چیزوں سے ناگواری ہو جاتی ہے اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض وکینہ وقطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے اور غیبتوں اور تہمتوں بلکہ مقدمہ بازیوں تک نوبت آجاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور عورت تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں' بغیر کسی وجہ کے اپنی بدزبانی سے لڑائی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں۔

عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پورا محلّہ ان سے بیزار رہتا ہے' اسی طرح کی ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بڑی نمازن ہے خوب صدقہ کرتی ہے' نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے لیکن اس سب کے باوجود اس میں ایک یہ بات ہے کہ اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے' دیکھو! پڑوسیوں کے ستانے کے سامنے نماز روزوں کی کثرت سے بھی کام نہ چلا' اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو فرض پڑھ لیتی تھی' فرض روزہ رکھ لیتی تھی' زکوٰۃ فرض ہوئی تو وہ بھی دے دی' نفلی نماز' روزہ اور صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی' لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے' جب اس کا تذکرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جنتی فرمایا۔

پڑوسیوں کے ساتھ اچھے اخلاق اور اچھے معاملات کے ساتھ زندگی گزارنے کی شریعت اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے' اس سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے اور اپنی طرف سے اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی مشکلات و مصائب میں کام آئے جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے' اس

کے گھر کے سامنے کوڑا کچرا نہ ڈالے' اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے' ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا اور سن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے' اگر کسی طرح کا کوئی اچھا سلوک کر سکے تو کم سے کم اتنا تو ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے' یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ آپ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری ومسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گزارے کہ اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' اللہ کی قسم وہ مومن نہیں' عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (مسلم)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنے بارے میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ وہ تیرے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ تو اچھے کام کرنے والا ہے تو تو اچھا ہے اور جب تو سنے کہ وہ تیرے بارے میں یہ کہہ رہے ہیں کہ تو برے کام کرنے والا ہے تو تو برا ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان کے اچھے برے اخلاق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پڑوسیوں کے سامنے آتے ہیں اور ان کی گواہی اس لئے زیادہ معتبر ہے کہ ان کو بار بار دیکھنے کا تجربہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں اس کے بعد ان کی آنکھ لگ گئی' اس اثناء میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی' آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے پیچھے دوڑیں' یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ ہمسایہ کو اس کی بکری کے بارے میں نہ ستاؤ۔ (الادب المفرد باب لایؤذی جارہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ شخص مومن نہیں جو پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی اس کی بغل میں بھوکا ہو۔ (بیہقی)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مدعی اور مدعا علیہ دو پڑوسی ہوں گے۔ (رواہ احمد)

اب سب احادیث سے معلوم ہوا کہ پڑوسی پر کسی طرح سے کوئی ظلم و زیادتی تو بالکل ہی نہ کرے اور جہاں تک ممکن ہو اس کی خدمت' دلداری اور معاونت کرے۔

دُعا کیجئے: **یا اللہ!** ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب و احکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

بیوی کے حقوق اور نان نفقہ کے احکام

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَاَنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ. (رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء دیتی ہے' یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ دے دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا نہیں دیتی' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں جانے والی ہے۔

تشریح: اس میں بھی متعدد مختلف غلطیاں اور کوتاہیاں ہوتی ہیں' غلطی سے مراد علمی اخلال (علمی خرابی) اور کوتاہی سے مراد عملی اخلال (عملی خرابی) ہے' دونوں مختلف طور پر مذکور ہوتی ہیں۔

بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے

ایک غلطی یہ ہے کہ بعضے لوگ بی بی کا نفقہ اس وقت واجب سمجھتے ہیں کہ وہ نادار ہو اور اگر وہ مالدار ہو تو اس صورت میں اس کا نفقہ واجب نہیں سمجھتے' سو یہ بالکل غلط ہے' بیوی کا نفقہ دونوں مذکورہ حالتوں میں واجب ہوتا ہے' صرف اتنی شرط ہے کہ بی بی کی طرف سے تسلیم نفس میں بلا عذر کوتاہی نہ ہو اور اگر عذر سے ایسا ہو' جیسے مہر معجل کے لینے کیلئے اپنے نفس کو تسلیم نہ کرے' اس میں نفقہ واجب رہے گا۔

کمسن عورت کو اگر شوہر اپنے گھر میں رکھے تو اس کا نفقہ بھی واجب ہے

البتہ اگر براہِ سرکشی شوہر کے گھر سے چلی گئی اس صورت میں نفقہ واجب نہ ہوگا۔ جب تک کہ واپس نہ آ جائے۔ اسی طرح اگر بی بی بہت کمسن ہو کہ قابل ہمبستری کے نہ ہو لیکن اس قابل ہو کہ مرد کے پاس رہنے سے مرد کا جی بہلے' معمولی خدمت کر سکے تو تسلیم نفس کے بعد اس کا نفقہ بھی واجب ہے' البتہ اگر اس قابل بھی نہ ہو جسے بعض قوموں میں بہت ہی کم عمری میں شادی کر دیتے ہیں' اس کا نفقہ واجب نہ ہوگا۔ (کذا فی الدرالمختار)

لیکن جو قابل تمتع کے نہ ہو محض انس اور خدمت کے لائق ہو' خود شوہر اس کو اپنے گھر رکھنے پر مجبور نہیں ہے' اگر رکھے گا' نفقہ دے گا' اگر نہ رکھے گا نہ دے گا۔ (کذا فی الدرالمختار)

جوان عورت کا نکاح کمسن لڑکے سے ہو تب بھی اس کے ذمہ بیوی کا نفقہ واجب ہے

اور بعض قوموں میں یہ بھی عادت ہے جوان عورت کا کم

عمر لڑکے سے عقد کر دیتے ہیں' اس عورت کا نفقہ زوج کے مال سے اگر وہ صاحب جائیداد یا مالک نقد ہو واجب ہوگا۔ کیونکہ مانع تمتع مرد کی طرف سے ہے' عورت کی طرف سے نہیں۔

شوہر کی اجازت کے بغیر میکے چلے جانے سے شوہر کے ذمہ نفقہ واجب نہیں

ایک غلطی بعض عورتوں کی جانب سے یہ ہے کہ شوہر سے مخالفت کر کے اپنے میکے جا بیٹھتی ہے اور نفقہ کا مطالبہ کرتی ہے' سو ابھی مذکور ہوا ہے کہ اس صورت میں نفقہ واجب نہ ہوگا۔

ذی وسعت مرد کے ذمہ ماما کا خرچ بھی واجب ہے

ایک کوتاہی بعض مردوں کی طرف سے ہوتی ہے کہ باوجود فارغ البالی کے بی بی کے خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور اتنا کم دیتے ہیں کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے پکائے تو کافی ہوسکتا ہے' ورنہ ماما (نوکرانی) رکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی حالانکہ مرد اگر ذی وسعت ہو تو اس کے ذمہ ماما کا خرچ بھی واجب ہے۔

تنگدست شوہر ماما رکھنے پر مجبور نہیں

اور کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے یہ ہوتی ہے کہ باوجود شوہر کے تنگدست ہونے کے اس کو مجبور کرتی ہیں کہ ماما لا دے' حالانکہ شوہر کی تنگدستی کی صورت میں مرد اس پر مجبور نہیں ہے بلکہ دیکھا جائے گا کہ عورت اپنے کام پر قادر ہے یا نہیں' اگر قادر ہے تو اپنا کھانا بھی پکائے اور شوہر کا بھی پکائے اور اگر قادر نہیں خواہ کسی مرض کے سبب...... خواہ امیر کبیر ہونے کے سبب تو نہ شوہر ماما لانے پر مجبور ہے اور عورت کھانا پکانے پر' بلکہ شوہر کو کہا جائے گا کہ تیار شدہ کھانا عورت کو لا کر دے' خواہ بازار سے یا کہیں اور سے پکوا کر۔ (کذا فی الدر المختار)

تنگدستی کی حالت میں عورت کو تفریق کا مطالبہ کرنا جائز نہیں

ایک کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے ہوتی ہے کہ جہاں ذرا نفقہ میں تنگی ہوئی انہوں نے تفریق کی درخواست شروع کی' سو سمجھ لینا چاہئے کہ سخت تنگی کی حالت میں گو بعض ائمہ کے نزدیک قاضی کو تفریق جائز ہے لیکن اول تو یہاں شرعی قاضی نہیں اور بددین قاضی شرعی کے کسی کے نزدیک بھی تفریق صحیح نہیں' دوسرے ہمارے مذہب حنفی میں خود قاضی کے ہوتے ہوئے بھی اس خاص وجہ سے تفریق جائز نہیں بلکہ قاضی عورت کو حکم دے گا کہ تو قرض لے لے کر خرچ کرتی رہ اور وہ قرض بذمہ شوہر ہوگا۔

روشن خیال حضرات کو حقیقی ہمدردی کی نشاندہی

بعضے روشن خیال حضرات ایسی صورتوں میں بزعم خود علماء پر اور درحقیقت شریعت پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ تفریق کا جائز نہ ہونا عورت کے حقوق کا تلف کرنا ہے کیونکہ ہمارے دیار میں شرعی قاضی تو ہے نہیں تو خود عورت کو ایسی مجبوری میں تفریق کے اختیارات ہونے چاہئیں' ورنہ اگر اس کو قرض بھی نہ ملے تو پھر کہاں سے کھائے؟

میں کہتا ہوں کہ آپ صاحبوں کو تو یہ آسان ہے کہ عورت کی ہمدردی میں شریعت پر اعتراض کر کے اپنا دین برباد کرنے لگے' اس سے زیادہ آسان تو یہ تھا کہ اس کی ہمدردی میں اپنا کچھ مال صرف کرتے اور ایسے ستم دیدہ غم رسیدہ کی مدد کرتے اور خیال کرنا چاہئے کہ آپ کی اس رائے میں عورت کی ہمدردی ہوگئی' لیکن کیا ایسا مجبور مرد قابل ہمدردی کے نہیں...... کیا اس کی یہی ہمدردی ہے کہ اس کی بی بی جو اس کے لئے کسی قدر مایہ انس و تسلی تھی اس سے جدا کر دیا جائے اور جو طریقہ ہمدردی کا ہم نے بتلایا ہے اس میں دونوں کی امداد ہے' مرد کی بھی عورت کی بھی اور دونوں اپنے گھر پر آباد رہیں

گئے انصاف کیجئے ہمدردی کہنے کے لائق کونسی صورت ہے۔

قہوہ، حقہ اور موسمی پھل شوہر کے ذمہ واجب نہیں

ایک کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے یہ ہے کہ شوہر کے مال کو بے دریغ اڑاتی ہیں اور سب فضول اخراجات اور تمامی تنعّمات کا خرچ بذمہ شوہر سمجھتی ہیں، خصوص پان، چھالیہ یا بعض چائے وکافی میں اس قدر زیادتی کرتی ہیں کہ خود بھی کھاتی پیتی ہیں اور آنے جانے والیوں کو تقسیم کرتی ہیں اور یہ شوہر کے ذمہ جرمانہ سمجھتی ہیں۔ حالانکہ فقہاء نے یہاں تک تصریح کردی ہے کہ قہوہ اور حقہ اور موسمی پھل بھی شوہر کے ذمہ نہیں، اگرچہ قہوہ اور حقہ کی عادت بھی ہو کہ اس کے چھوڑنے سے تکلیف ہو تب بھی شوہر کے مال میں یہ صرف نہ ڈالا جائے۔

شوہر ان مصارف میں سے جتنے کا متحمل ہو جائے اس کا احسان ہے اور شوہر کی شان کے لائق بھی یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ وسعت دے تو بی بی کو اس کے لئے سرمایۂ راحت ہے...... راحت پہنچانے میں دریغ نہ کرے، مگر عورت کو بھی مناسب نہیں کہ اس راحت پہنچانے کا یہ صلہ کرے کہ اس کو کلفت پہنچائے۔

مردوں کے رشوت لینے کی زیادہ تر ذمہ دار عورتیں ہیں

واقعی ان عورتوں کی فضول خرچیوں کی بدولت بالخصوص پان اور لباس وآرائش اور رسوم وتقریبات میں مسلمان پنپنے نہیں پاتے اور ان کے گھر کو، جائیداد کو، تجارت کو گھن سا لگ رہا ہے کہ آہستہ آہستہ بالکل خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ ان اخراجات کی بدولت دنیا کے ساتھ ان کا دین تک برباد ہوتا ہے، ملازم مردوں کی رشوت کے زیادہ حصہ کی ذمہ داری یہی فضول خرچیاں ہیں، ورنہ اکثر گھروں میں دنیا کی بھی رونق رہے اور مردوں کا تقویٰ بھی محفوظ رہے۔

عورتیں چاہیں تو مرد کو متقی بنا سکتی ہیں

بلکہ اگر ذرا عورت مضبوطی اختیار کرلے تو مرد کو بمجبوری متقی بننا پڑے، بہت نظائر ایسے موجود ہیں کہ عورتوں نے مردوں پر زور دیا کہ اور اگر تم رشوت نہ چھوڑو گے تو ہم تمہاری کمائی کا کھائیں پئیں گے نہیں، ادھر مرد عورت کا تعلق، ادھر اس خلوص کی برکت، مجموعہ کا اثر یہ ہوا کہ مردوں کو رشوت سے توبہ کرنا پڑی۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرکے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنادیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطاوعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کردیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچالیجئے۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

شوہر کے ذمہ نیا جوڑا بنانا واجب نہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَجُلٌ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ كَثْرَةِ صَلَاتِهَا وَصِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا غَیْرَ اَنَّهَا تُؤْذِیْ جِیْرَانَهَا بِلِسَانِهَا هِیَ فِی النَّارِ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ فُلَانَةَ تُذْكَرُ مِنْ قِلَّةِ صِیَامِهَا وَصَدَقَتِهَا وَصَلٰوتِهَا وَاِنَّهَا تَصَدَّقُ بِالْاَثْوَارِ مِنَ الْاَقِطِ وَلَا تُؤْذِیْ بِلِسَانِهَا جِیْرَانَهَا قَالَ هِیَ فِی الْجَنَّةِ. (رواه احمد والبیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء دیتی ہے' یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں میں یہ تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ دے دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی' یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں جانے والی ہے۔

ایک کوتاہی بعض عورتوں کی طرف سے یہ ہے کہ بری کے جوڑے انبار کا انبار ان کے صندوقوں میں ذخیرہ رہتا ہے' پھر بھی روزانہ شوہر سے جوڑے بنوانے کی فرمائش کی جاتی ہے۔ سو سمجھ لینا چاہئے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود رہیں اس وقت تک شوہر کے ذمہ نیا جوڑا بنانا واجب نہیں...... اور یوں وہ بنادے اس کا احسان ہے۔

خاوند کے مال کو ضائع کرنے کی قیامت کے روز باز پرس ہوگی

اسی طرح اکثر عورتوں کو بیکار چیزوں کی بے حد حرص ہے اور دھاند ہے کہ خواہ ضرورت بھی نہ ہو بس پسند آنے کی دیر ہے کہ فوراً ہی خرید لیتی ہیں اور ذخیرہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ پھر لطف یہ کہ نہ وہ کام میں آتی ہیں نہ ان کی حفاظت کرتی ہیں' یوں ہی ضائع ہو جاتی ہیں تو اس طرح سے خاوند کے مال کو اڑانا قیامت میں موجب باز پرس ہے۔ حدیث:

اَلْمَرْأَةُ رَاعِیَةٌ فِیْ بَیْتِ زَوْجِهَا... الخ

میں اس کی تصریح ہے۔

عید' بقر عید اور شادیوں پر مستقل جوڑا بنانا شوہر کیلئے ضروری نہیں

علیٰ ہذا عید بقر عید کے لئے یا شادیوں میں شرکت کے لئے مستقل جوڑا بنانا شوہر کے ذمہ نہیں تو اس کے مال میں سے بلا اس کی رضا کے بنانا بھی عورت کے لئے جائز نہ ہوگا۔ یہ تو دنیوی مصارف ہیں ان میں تو بلا رضائے شوہر اس کا مال صرف کرنا کہاں جائز ہوتا۔

شوہر کی اجازت کے بغیر دینی مصارف میں بھی چندہ دینا جائز نہیں

دینی مصارف میں بھی مثلاً کسی سائل کو دینا یا کسی مدرسہ وغیرہ

کے چندہ میں دینا یا کسی عالم یا واعظ یا یتیم و مسکین و بیوہ محتاج کی خدمت کرنا بھی بلا رضائے شوہر اس کے مال میں سے جائز نہیں، نہ ایسا دیا ہوا چندہ خدا تعالیٰ کے یہاں قبول ہے، حدیث میں ہے:

اِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ اِلَّا الطَّيِّبَ

یعنی اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک چیز کو ہی قبول فرماتا۔

عورتوں کو اخراجات کے لئے مال دینے کے بارے میں مردوں کو ایک مشورہ

چونکہ ایسے مصارف دینیہ و دنیویہ کی اکثر حاجت واقع ہوتی ہے اور اکثر عورتوں کے پاس جداگانہ مال نہیں ہوتا، اس لئے مردوں کو مناسب ہے کہ نفقہ واجبہ کے علاوہ حسب وسعت کچھ خرچ ایسے مواقع کے لئے جداگانہ بھی دے دیا کریں۔ پھر اس کا حساب نہ لیا کریں تا کہ وہ اپنی مرضی کے موافق آزادی کے ساتھ بے تکلف ایسے مصارف میں صرف کر سکیں۔

شوہر کے ذمہ عورت کا صدقہ فطر قربانی اور اسکے اپنے زیور کی زکوٰۃ واجب نہیں

نیز شوہر کے ذمہ عورت کے مملوکہ زیور کی زکوٰۃ یا اس کی طرف سے صدقہ، فطر یا قربانی واجب نہیں۔ سو اگر ایسی رقم ان کو مل جایا کرے گی تو ان واجبات کی ادائیگی میں ان کی سہولت ہوگی لیکن چونکہ شوہر پر واجب تو ہے نہیں، اگر شوہر نے نہ دیا تو عورت اپنا زیور بیچ کر یہ سب حقوق اس سے ادا کرے، شوہر کے مال سے بلا اس کی رضا کے ان عبادات میں صرف کرنا جائز نہ ہوگا، خوب سمجھ لینا چاہئے، عورتیں اس میں سخت بے احتیاطی کرتی ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کا ناجائز ہونے کا ان کو وسوسہ تک بھی نہیں آتا، گویا شوہر کے مال کا اپنے کو بالکل مالک سمجھتی ہیں، سو یہ بناء ہی باطل ہے۔

شوہر اور بیوی کی ملک جدا جدا ہے

ان دونوں کی ملک جدا جدا ہے، یہ شوہر کے لئے بھی ظلم ہوگا کہ اگر عورت کے مال میں بلا اس کی رضا کے تصرف کرے اور عورت کے لئے بھی خیانت ہوگی اگر مرد کے مال میں بلا اس کی رضا کے تصرف کرے۔

رضا کا مفہوم و مطلب

اور رضا سے مراد سکوت کرنا یا ناراضی کا اظہار نہ کرنا یا پوچھنے پر رضا ظاہر کرنا نہیں۔ تجربہ سے ثابت ہے کہ اکثر اوقات باوجود گرانی اور کراہت کے لحاظ و شرم و مروت کے سبب بھی ایسا کیا جاتا ہے۔ رضا وہ ہے کہ قرائن قویہ غیر مشتبہ سے مالک کا طیب خاطر جزم و یقینی طور پر دلی رضامندی کے ساتھ معلوم ہو جائے۔ قرآن و حدیث میں اسی مادہ کا استعمال شرف جواز مال میں کیا گیا ہے۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالىٰ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْئًا مَّرِيْئًا.

فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہاں اگر وہ بیبیاں خوشدلی سے چھوڑ دیں تم کو اس مہر کا کوئی جزو تو تم اس کو کھاؤ مزہ دار و خوشگوار سمجھ کر۔

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اَلَا لَا يَحِلُّ مَالُ امْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِطِيْبِ نَفْسٍ مِّنْهُ.

اور فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبردار! کہ مسلمان کا مال بغیر اس کی رضامندی کے حلال نہیں۔

شوہر پر اپنی بی بی کو رہنے کے لئے جداگانہ گھر یا کمرہ دینا واجب ہے

اور نفقہ ہی کا ایک جزو بی بی کو رہنے کے لئے گھر دینا ہے..... اس کے متعلق ایک عام غلطی میں اکثر مرد مبتلا ہیں کہ جداگانہ گھر دینا اپنے اوپر واجب نہیں سمجھتے بس اپنے عزیزوں میں عورت کو لا ڈالتے

ہیں۔ سو اس میں حکم یہ ہے کہ اگر شامل رہنے پر عورت بخوشی راضی ہو تب تو خیر ورنہ اگر وہ سب سے جدا رہنا چاہے تو مرد پر اس کا انتظام واجب ہے اور یہاں بھی راضی ہونے کے وہی معنی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ یعنی طیب خاطر سے راضی ہو حتیٰ کہ اگر مرد کو قرائن قویہ سے معلوم ہو جائے کہ وہ جدا رہنا چاہتی ہے مگر زبان سے اس کی درخواست نہ کر سکے تب بھی مرد کو شامل رکھنا جائز نہیں۔ البتہ اتنی گنجائش ہے کہ اگر پورا گھر جدا نہ دے سکے تو بڑے گھر میں سے ایک کوٹھڑی یا کمرہ ایسا دینا کہ اس کی ضروریات کو کافی ہو سکے اور اس میں اپنا مال و اسباب مقفل کر کے (تالا وغیرہ لگا کر) رکھ سکے اور آزادی کے ساتھ اپنے میاں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھ اُٹھ سکے' بات چیت کر سکے' یہ واجب کے ادا کرنے کے لئے کافی ہوگا۔

عورت کو اپنے عزیزوں سے جدا رکھنے ہی میں سلامتی ہے

اور آج کل کے طبائع و واقعات کا مقتضاء تو یہ ہے کہ اگر عورت شامل رہنے پر راضی بھی ہو اور جدا رہنے سے سب اعزہ (رشتہ دار) ناخوش بھی ہوں تب بھی مصلحت یہی ہے کہ جدا ہی رکھے' اس میں ہزاروں مفاسد کا انسداد (ہزاروں خرابیوں کی روک تھام) ہے اور گو اس میں چند روز کیلئے عزیزوں کا ناک منہ چڑھے گا۔ مگر اس کی مصلحتیں جب مشاہد ہوں گی۔ سب خوش ہو جائیں گے۔ خصوص چولہا تو ضرور یہ علیحدہ ہونا چاہئے' زیادہ تر آگ چولہے سے ہی بھڑکتی ہے۔ فقہاء نے یہاں تک فرمایا کہ مرد کی اگر پہلی بی بی سے کچھ اولاد ہو دوسری بی بی کو اس کے ساتھ بھی شامل رہنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور آج کل واقعات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بالخصوص دوسری اولاد کے ساتھ شامل رہنا بڑے بڑے فسادوں کی جڑ ہے کہ دوسرے عزیزوں کے ساتھ اتنا فساد نہیں ہوتا۔

ساس کی خدمت کرنا فرض نہیں

بعضے آدمی اس کو بڑی سعادت مندی سمجھتے ہیں کہ بی بی کو اپنی ماں کا محکوم و مغلوب بنا کر رکھیں اور اس کی بدولت بیبیوں پر بڑے بڑے ظلم ہوتے ہیں' سو سمجھ لینا چاہئے یہ بی بی پر فرض نہیں کہ ساس کی خدمت کیا کرے' تم سعادت مند ہو' خود خدمت کرو' خدمت کے لئے نوکر لاؤ۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے' ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔ تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے' غیرت پیدا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائیے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

لڑکا ہو یا لڑکی بالغ ہوتے ہی اس کی شادی کردی جائے

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْیُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدِّبْهُ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَ وِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰی اَبِیْهِ. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے کوئی اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردے اگر اولاد بالغ ہوئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے کوئی گناہ کرلیا تو باپ پر اس کا گناہ ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ توراۃ شریف میں یہ مضمون لکھا ہوا ہے کہ جس شخص کی بیٹی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس نے (موقع مناسب ہوتے ہوئے) اس کا نکاح نہ کیا اس نے کوئی گناہ کرلیا تو اس کا گناہ اسی شخص پر یعنی اس کے باپ پر ہوگا۔

تشریح: ان دونوں حدیثوں میں بہت اہم نصیحتیں ہیں۔

اچھا نام رکھنے کا حکم

اولاً تو یہ فرمایا کہ جب کسی کو اولاد ہو تو اس کا نام اچھا رکھے بچوں کا اچھا نام رکھنا بھی ماں باپ کی اہم ذمہ داری ہے اور بچوں کا یہ حق ہے کہ ان کا اچھا نام رکھا جائے، ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ قیامت کے روز تم اپنے ناموں اور اپنے باپوں کے ناموں سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا تم اپنے نام اچھے رکھو۔ (ابوداؤد شریف)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ فرشتے مومن کی روح لیکر آسمان کی طرف جاتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں ہر جماعت یہ پوچھتی ہے کہ یہ کون پاکیزہ روح ہے اس روح کو لے جانیوالے فرشتے اس کا وہ اچھے سے اچھا نام لے کر جواب دیتے ہیں، جسکے ذریعہ دنیا میں بلایا جاتا تھا کہ فلاں ابن فلاں ہے اور جب کافر کی روح کو اوپر لے کر چڑھتے ہیں تو فرشتوں کی جس جماعت پر گزرتے ہیں ہر جماعت پوچھتی ہے کہ یہ کون خبیث روح ہے تو روح کو لے جانے والے فرشتے اس کا وہ برے سے برا نام لیکر جسکے ذریعہ دنیا میں پکارا جاتا تھا جواب دیتے ہیں کہ فلاں ابن فلاں ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ (مشکوٰۃ)

برا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا:

ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم کان یغیر الاسم القبیح

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم برے نام کو بدل دیا کرتے تھے۔ (ترمذی)

ماں باپ پر لازم ہے کہ بچوں کے نام اچھے رکھیں اور اچھے نام وہ ہیں جن سے اللہ کا بندہ ہونا معلوم ہوتا ہے، اسلام اور ایمان کی صفات ظاہر ہوتی ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نبیوں کے ناموں پر نام رکھو اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نام عبداللہ اور عبدالرحمٰن ہے اور سب سے برا نام حرب اور مرۃ ہے۔ (مشکوٰۃ)

حرب لڑائی کو اور مُرّۃ کڑوے کو کہتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں ناموں کو بدترین نام فرمایا۔ انسان انس اور ہمدردی کے لئے پیدا ہوا ہے۔ دین اسلام سراسر صلح اور سلامتی سکھاتا ہے، پھر کسی کا نام "حرب" یعنی جنگ رکھنا کیسے پسندیدہ ہوسکتا ہے اور مومن خوش اخلاق پاکیزہ صفات، محبت کا پیکر اور الفت کا مجسمہ ہوتا ہے بھلا وہ کڑوا کیوں ہونے لگا ،حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ، عبدالرحمٰن نام رکھنے کو بہت پسند فرمایا اور انبیاءؑ کے ناموں پر نام رکھنے کی ترغیب دی ہے۔ زمانہ ہائے گزشتہ میں ماں باپ اسلامی نام رکھتے تھے۔ عبداللہ، عبدالرحمٰن، عبدالرحیم، عبدالکریم وغیرہ جن سے بندگی ٹپکتی تھی اور مالک و خالق سے خاص تعلق کا اظہار ہوتا تھا حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں پر بھی نام رکھتے تھے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان جلیل القدر ہستیوں کے ناموں سے اور ناموں کے ذریعہ ان کے کاموں سے ذہن مانوس رہتا تھا، چند لوگ آج بھی ایسے ہیں جو بچوں کے نام رکھنے میں احادیث شریفہ کے بتائے ہوئے اصولوں کی پابندی کرتے ہیں لیکن اکثر لوگوں میں نئے نئے نام رواج پا گئے ہیں اب تو پروین اور پرویز ،غزالہ اور شاہین نے بہت رواج پالیا ہے۔ حالانکہ پرویز فارس کے اس بادشاہ کا نام تھا جس نے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب گرامی چاک کر دیا تھا جو آپ نے تبلیغ کے لئے لکھا تھا، ایسے دشمن کے نام پر نام رکھنا بڑی ناسمجھی کی بات ہے۔ شاہین باز کو کہتے ہیں، غزالہ ہرن کو کہتے ہیں، کیا نام نکالے ہیں اچھے نام چھوڑ کر جانوروں کے نام اختیار کر لئے اس سلسلہ میں ہم نے ایک رسالہ لکھا ہے جو اسلامی نام کے عنوان سے چھپا ہوا ہے، اس کا مطالعہ کیا جائے۔

بُندا، گھسیٹا، چھجو (برصغیر میں پیار سے کم پڑھے لکھے گھرانوں میں اس طرح کے نام رکھے جاتے تھے، یہاں ان کا ذکر ہے) بعض عورتیں ٹوٹکہ، ٹونہ کرتی ہیں اور بچوں کے نام اسی عنوان سے رکھ دیتی ہیں، مثلاً کسی بچے کے کان میں ٹوٹکے کے لئے بندہ ڈالا تو وہ بندہ ہوگیا اور کسی کو چھاج میں رکھ کر گھسیٹ گیا تو وہ گھسیٹا یا چھجو ہوگیا اور اسی طرح بہت سی حرکتیں کر کے نام رکھتی ہیں یہ سب شرک ہے بہت سے خراب نام احقر نے خود سنے ہیں اور ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ ایک شخص کا نام کوڑا تھا بعض لوگوں نے بتایا کہ اس طرح کا نام عورتیں یہ سمجھ کر رکھتی ہیں کہ ایسا نام رکھنے سے بچہ زندہ رہے گا۔ یہ بھی شرک ہے اور اب ایک مصیبت اور چلی ہے وہ یہ کہ بچوں کے انگریزی نام رکھے جاتے ہیں۔ اور بچوں کو سکھایا جاتا ہے کہ باپ کو ابا کے بجائے ڈیڈی کہا جائے۔ اور نام رکھنے کا ایک اصول یہ بنا رکھا ہے کہ جو نالائق، بے شرم، بے حیا، بے دین مرد اور عورت سینما کی فلموں میں کام کرتے ہیں، ان کے ناموں پر بچوں کے نام رکھے جاتے ہیں۔ اعمال صالحہ اور اخلاق حسنہ والے بزرگوں کی یادگار باقی رکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بے حیا بے شرم لوگوں کے ناموں کو زندہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

بچوں کو دینی زندگی پر ڈالنے کا حکم

دوسری نصیحت اولاد کو ادب سکھانے کے بارے فرمائی، پسندیدہ اعمال اور بلند اخلاق یہ سب ادب کے ذیل میں آ جاتے ہیں۔ فرائض کا اہتمام کرنا اور ممنوعات سے بچنا آداب عبودیت میں سے ہے اور انسانوں کے ساتھ اس طریقہ سے پیش آنا کہ کسی کو تکلیف نہ ہو یہ آداب معاشرت میں سے ہے آج کل لوگ اپنی اولاد کو نہ اللہ کی راہ پر لگاتے ہیں نہ یہ آداب عبودیت سکھاتے ہیں اور نہ اسلامی معاشرت کے آداب البتہ یورپ اور امریکہ کی بے حیا قوموں کے طرز زندگی کو اپناتے ہیں اور بچوں کو انہیں کے طور طریق سکھاتے ہیں۔

ایک چھوٹا سا بچہ کلمہ طیبہ اور سبحانک اللھم نہیں سنا سکتا، لیکن پتلون پہننے اور ٹائی لگانے کے آداب سے واقف ہوتا ہے آہ! ماں باپ اپنی اولاد کا کیسے کیسے خون کر رہے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بھی مدعی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ طور پر طریق، سج دھج رنگ ڈھنگ، رفتار گفتار اور دوسرے شعبہ ہائے زندگی میں بے شرم انگریزوں کے مقتدی اور متبع بنے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو سمجھ دے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے،

نکاحوں میں تاخیر کرنے کے اسباب

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَّ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم مَنْ وُّلِدَ لَهٗ وَلَدٌ فَلْیُحْسِنِ اسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰی اَبِیْهِ. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کے کوئی اولاد ہو تو اس کا اچھا نام رکھے اور اسے ادب سکھائے پھر جب بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردے اگر اولاد بالغ ہوئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے اس نے کوئی گناہ کرلیا تو باپ پر اس کا گناہ ہوگا۔

تیسری نصیحت حدیث بالا میں یہ فرمائی کہ جب اولاد بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کردیا جائے، آج کل اس نصیحت سے بہت غفلت ہو رہی ہے انگریزی پڑھنے اور امتحان دینے کی جو مصیبت سوار ہوگئی ہے اس نے اس نصیحت کو پس پشت ڈلوادیا ہے۔ تیس پینتیس سال کی لڑکیاں ہو جاتی ہیں ان کی شادی نہیں ہوتی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ لڑکیاں بھی ڈگریوں کی دوڑ دھوپ میں لڑکوں کے ساتھ شریک ہیں، شادی کریں تو کالج اور یونیورسٹی کیسے جائیں۔ شادی شدہ ہو کر تو گھر لے کر بیٹھنا پڑتا ہے۔

دوسرے جب ڈگریاں حاصل کر لیتی ہیں تو اپنی برابر کا جوڑ (جسے اسی طرح کی ڈگریاں حاصل ہوں) نہیں ملتا، اگر ملتا ہے تو وہ یورپ اور امریکہ کی لیڈی پر نظر ڈالتا ہے، مشرق کی عورت کو پوچھتا ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ ڈگریاں لینے سے نفس امارہ نہیں مر جاتا، شرعی نکاح ہوتا نہیں اور فلمیں دیکھ دیکھ کر خواہشات کو ابھار ہوتا رہتا ہے، پھر ان خواہشات کے پورا کرنے کے لئے حلال نہ ہونے پر حرام ہی کو اختیار کیا جاتا ہے اور غیر شادی شدہ عورتیں مائیں بن جاتی ہیں اور بے باپ کی اولاد سڑکوں پر پڑی ملتی ہے۔

اس گناہ کا وبال کرنے والوں پر تو ہے ہی، ماں باپ بھی اس گناہ میں شریک ہوتے ہیں کیونکہ وہ نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی شادی مؤخر کرتے ہیں۔ باپ شادی کرنا چاہتے ہیں اور لڑکا لڑکی شادی پر راضی نہیں اور گناہ کرتے ہیں تو ماں باپ گناہ سے بچ جاتے ہیں، وہی تنہا گناہ کے ذمہ دار ہوں گے۔

عورتوں کو بی اے، ایم اے، پی ایچ ڈی اور ڈاکٹر بننے کی کوئی ضرورت نہیں، اسلام نے بیوی کا خرچ مرد پر رکھ دیا ہے، بالغ ہونے پر شادی کرے، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں گھومنے کی کوئی ضرورت نہیں، گھر میں پردہ کے ساتھ قرآن مجید، دینی تعلیم اور حساب و کتاب بقدر ضرورت پڑھ لینا کافی ہے۔

حدیث گزشتہ میں ارشاد فرمایا کہ جس کی لڑکی بارہ سال کو پہنچ گئی اور اس کا نکاح نہ کیا جس کی وجہ سے وہ گناہ کر بیٹھی تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا بارہ سال کی عمر میں چونکہ لڑکیاں عموماً بالغ ہو جاتی ہیں اس لئے اس عمر کا ذکر کر دیا گیا، اگر دیندار خوش خلق جوڑا ملنے میں کچھ دیر لگ جائے تو اور بات ہے ورنہ بالغ ہونے پر جلد از جلد نکاح کر دینا لازم ہے۔

دور حاضر کے گمراہ لوگوں کو ہماری باتیں ناگوار تو معلوم ہوتی ہوں گی اور یہ پرانی بات ہے کہ حق کڑوا ہوتا ہے پس جیسے مریض کو کڑوی دوا پینی پڑتی ہے اور آپریشن کرانا پڑتا ہے اسی طرح جو حق پر عمل پیرا نہ ہوا سے حق سن کر کان دبا لینے چاہئے اور کڑوی دوا کا گھونٹ سمجھ کر حق کو حلق سے نیچے اتار لے تاکہ دنیا وآخرت میں کامیاب ہو۔

موقع کا رشتہ نہ ملنے کا عذر بالکل صحیح نہیں

اور بعضے لوگ دیر میں یہ عذر کرتے ہیں کہ کیا کریں کہیں سے موقع کا رشتہ ہاتھ ہی نہیں آتا تو کیا کسی کے ہاتھ ...... پکڑا دیں؟ یہ عذر اگر واقعی ہوتا تو صحیح تھا، یعنی سچ مچ اگر موقع کا رشتہ نہ آتا تو واقعی یہ شخص معذور تھا لیکن خود اسی میں کلام ہے کہ جو رشتے آتے ہیں آیا وہ سب ہی بے موقع ہیں، بات یہ ہے کہ بے موقع کا مفہوم خود انہوں نے اپنے ذہن میں تصنیف کر رکھا ہے جس کے اجزاء یہ ہیں۔

لائق داماد کی ذہنی تراشیدہ صفات

۱۔ حسب نسب حضرات حسنین رضی اللہ عنہما جیسا ہو۔

۲۔ اور اخلاق میں جنیدؒ جیسا ہو۔

۳۔ اور علم میں اگر وہ دینی ہے تو ابو حنیفہؒ کے برابر ہو۔ اگر دنیوی ہے تو بوعلی سینا کا مثل ہو۔

۴۔ حسن میں یوسف علیہ السلام کا ثانی ہو۔

۵۔ اور ثروت وریاست میں قارون وفرعون کے ہم پلہ ہو۔

بس اس کا لقب کہیں لائق داماد ہوگا۔ ان صفات کے لحاظ کا مضائقہ نہیں بلکہ منجملہ حقوق اولاد کے ہے، لیکن اس کے ساتھ ہی دو امر اور بھی لحاظ کے قابل ہیں۔

غلوّ ہر امر میں مذموم ہے

ایک یہ کہ ہر امر میں استدلال مدِ نظر رکھنا چاہئے، غلو ہر امر میں مذموم ہے۔ دوسرے یہ کہ ایک شخص میں تمام صفات کا مجتمع ہونا بھی شاذ ونادر ہے، پس اگر صفات مذکورہ بقدر ضرورت کسی میں مجتمع ہوں مگر ان میں جو اہم ہیں وہ موجود ہیں اور وہ تین امر ہیں۔

نکاح کرتے وقت لڑکے میں تین امر کا دیکھنا ضروری ہے

ایک قوتِ اکتساب (کمانے کی قوت)، دوسرے کفاءت (برابری) میں زیادہ تفاوت نہیں، تیسرے دینداری، ان دونوں صورتوں میں زیادہ کاوش (کھوج) چھوڑ دے ورنہ وہی بات پیش آئے گی جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ جب خلق ودین میں کفاءت ہو تو نکاح کر دیا کرو ورنہ زمین میں فساد کبیر ہوگا، یہ تو حقیقی جواب ہے۔ ان لوگوں کی غلط فہمی کا۔

موقع کا رشتہ نہ ملنے کے عذر کے تین الزامی جوابات

اور تین جواب الزامی میں بھی ان کے جواب میں قابل احتجاج ہیں۔ ایک یہ کہ جن صفات کو جس درجہ میں تم دوسروں میں ڈھونڈتے ہو۔ تم کو جس شخص نے لڑکی دی تھی جس کی بدولت آج اپنی لڑکی کے باپ بن کر یہ جولانیاں دکھا رہے ہو کیا اس شخص نے بھی تمہارے لئے ایسی ہی تفتیش وکاوش (تحقیق وجستجو) کی تھی، اگر وہ ایسا کرتا تو تم کو عورت ہی میسر نہ ہوتی اور ان باتوں کے بنانے کا موقع ہی نہ ملتا۔ غرض اس نے ایسا نہیں کیا، تو اس نے جب ایسا نہ کیا تو تم نے یا تمہارے باپ نے دوسرے بھائی مسلمانوں کی بدخواہی کیوں کی؟ کہ باوجود تمہارے اندر ان اوصاف کے علیٰ سبیل الکمال (مکمل طور پر) مجتمع نہ ہونے کے اس کی لڑکی پر نکاحی قبضہ کر لیا۔ آنچہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند (جو چیز تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے کیوں پسند کرتے ہو) پر عمل کیوں نہیں کیا؟

دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ جب تم اپنی دختر کے لئے ان صفات کا شوہر تلاش کرتے ہو، انصاف کرو تم جب اپنے

فرزند کے لئے کسی کی لڑکی کی درخواست کی تھی یا کرنے کا خیال ہے کیا اپنے صاحبزادہ میں بھی یہ صفات اسی درجہ کی دیکھ لی ہیں یا دیکھنے کا ارادہ ہے، افسوس! آنچہ برخودنہ پسندی بردیگراں مپسند کے مقولہ کا یہاں بھی خون کیا!

تیسرا جواب یہ ہے کہ جس طرح لڑکوں میں بے شمار خوبیاں ڈھونڈھی جاتی ہیں اگر دوسرا شخص تمہاری لڑکیوں میں اس سے عشر (دسواں حصہ) خوبیاں اور ہنر بھی دیکھنے لگے تو میں یقین کرتا ہوں کہ تمام عمر ایک لڑکی بھی بیاہی نہ جائے، یہاں بھی وہی آنچہ برخودنہ پسندی بردیگراں مپسند کا اہمال (چھوڑ دینا) لازم آتا ہے۔

غرض یہ عذر کہ رشتہ موقع کا نہیں آتا اکثر احوال میں بے موقع ہے، یہ تو بیان تھا عورتوں کے حق میں شادی کے باب میں عملاً تنگی کرنے کا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ان کی اعانت ونصرت فرمایئے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش ومنکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے' ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے' غیرت پیدا فرما دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمایئے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

یا اللہ! جو جو دشواریاں' بیماریاں' پریشانیاں جس میں ہم مبتلا ہیں اور آنے والے خدشات آفات ہیں ان سب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

دیندار عورت سے نکاح کرو

وَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِھَا وَلِحَسْبِھَا وَلِجَمَا لِھَا وَلِدِیْنِھَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ. (راوہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔(۱)....اسکے مال کی وجہ سے (۲)....اسکی حیثیت کی وجہ سے (۳)....اسکی خوبصورتی کیوجہ سے (۴)....اسکی دینداری کی وجہ سے پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لاکر کامیاب ہوجا تیرا بھلا ہو۔(مشکوٰۃ)

نیک عورت دنیا کی بہترین شئے ہے

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا نفع حاصل کرنے کی چیز ہے اور دنیا کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز جس سے نفع حاصل کیا جائے نیک عورت ہے۔(مشکوٰۃ)

تشریح: دیکھنے میں سب انسان گوشت پوست کے بنے ہوئے ہیں۔عموماً سب کے اعضاء و جوارح یکساں ہیں۔البتہ ایمان اور اخلاق حسنہ و اعمال صالحہ کی وجہ سے اس کو دوسرے پر فضیلت حاصل ہے۔کالا گورا ہونا یا کسی خاص ملک کا باشندہ ہونا موٹا تازہ ہونا یہ کوئی فضیلت کی بات نہیں۔اگر آدمی حسن و جمال میں بڑھ کر ہو، رنگ روپ کے اعتبار سے بہتر ہو لیکن اس میں کسی کی ہمدردی نہ ہو، تو اس کی خوبصورتی اسے انسانیت کے شرف سے متصف نہیں کرسکتی، اسی طرح کسی شخص کو اگر دنیوی حیثیت سے کوئی بڑائی حاصل ہے، عہدہ دار ہے یا کسی منصب پر فائز ہے مگر اخلاق کے اعتبار سے پھاڑ کھانے والا بھیڑیا یا لوٹ لینے والا غنڈہ ہے تو اسے عہدہ یا منصب کی وجہ سے کوئی پسندیدہ انسان نہیں کہہ سکتا۔اسی طرح اگر کسی کے پاس دولت بہت ہے مگر بداخلاق ہے، حریص اور کنجوس ہے تو محض مال کی وجہ سے اسے کوئی تفوق اور امتیازی شان حاصل نہیں، ہاں اگر کوئی شخص (مرد یا عورت) دیندار ہے یعنی صاحب خلق عظیم خاتم النبیین، تاجدار دو عالم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع ہے آپ کے اخلاق کا پیرو ہے تو وہ باکمال انسان ہے وہ انسانیت کی شرف سے مالا مال ہے اس کا نفس مہذب ہے۔وہ انس والفت کا مجسمہ ہے اور محبت و اخوت کا پتلا ہے، دوسروں کی خاطر تکلیف برداشت کرسکتا ہے۔احباب و اصحاب سے نباہ کرنے کا خوگر ہے۔اس سے جو قریب ہوگا خوش رہے گا اس کی الفت ومحبت سفر کے ساتھیوں کو اور گھر کے پڑوسیوں کو گرویدہ کرلے گی، اگر ایسے شخص سے کسی عورت کا نکاح ہوگیا تو وہ عورت اس کے اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی وجہ سے زندگی بھر خوش رہے گی۔اگر اس کا خیال نہ رکھا گیا تو دنیاوی زندگی سراپا مصیبت بن جائے گی۔اسی لئے تو سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے

جس کے اخلاق اور دینداری سے تم خوش ہو تو اس کا پیغام رد نہ کرو بلکہ جس عورت نے نکاح کرنے کا پیغام دیا ہے اس سے نکاح کردو۔ اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ وفساد ہوگا۔ ایک پیغام دینے والے مرد میں دینداری اور حسن خلقی نہ دیکھی بلکہ صرف مال یا حسن و جمال یا دنیوی منصب و مرتبہ دیکھ لیا اور ان چیزوں کے پیش نظر کسی عورت کا نکاح کر دیا تو اس عورت کی دینداری تو تباہ ہو ہی جائے گی جس کی وجہ سے آخرت برباد ہوگی مگر اس کی دنیا بھی آرام سے نہ گزرے گی۔ جو خدا کو جانتا ہے چونکہ وہ احکام شریعت کو سمجھتا ہے اس لئے وہ مخلوق کے حقوق بھی ادا کرے گا اور ایذاء وتکلیف سے باز رہے گا۔ جو خدا کا نہیں وہ کسی کا نہیں، جس نے اپنے خالق و مالک کے احکام کی پرواہ نہ کی وہ اپنی ماتحت مخلوق کے حقوق ادا کرنے اور آرام پہنچانے کے لئے کیونکر فکر مند ہوسکتا ہے۔

آج کل دین کو نہیں دیکھتے، دوسری چیزیں دیکھ کر لڑکی بیاہ دیتے ہیں، کوئی دنیوی تعلیم دیکھ کر اور کوئی مال دیکھ کر رشتہ کر دیتا ہے اور کوئی دنیوی عہدہ وملازمت دیکھ کر لڑکی دے دیتا ہے۔ پھر اس کے نتیجے بھگتتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ مسائل نہ جاننے کی وجہ سے تین طلاق دے کر بھی عورت کو رکھے رہتے ہیں۔ اور ان میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو سال دو سال تعلقات ٹھیک رکھ کر عورت کو ادھر ہی چھوڑ دیتے ہیں، نہ اسے طلاق دیتے ہیں نہ خرچہ پانی دیتے ہیں اور بعض بداخلاق لوگ بے جا مار پیٹ کر کے عورت کا ڈھیر کر دیتے ہیں۔ اب لڑکی کے اولیاء مفتی کے پاس آتے ہیں کہ بڑے ظالم سے پالا پڑا، وہ تو ایسا ہے ویسا ہے، کوئی چھٹکارا کا راستہ نکالئے، حالانکہ جب اس سے نکاح کیا تھا، وہ اس وقت بھی ایسا ہی تھا، جو لوگ خدا ترس دیندار ہیں، ان کی داڑھیوں سے ڈرتے ہیں، اگر ان کو لڑکی دے دیں گے تو گویا لڑکی داڑھی کے دو تولہ بوجھ میں دب جائے گی اور گویا لڑکی کے ماں باپ معاشرہ میں بے عزت ہو جائیں گے۔ **انا لله و انا اليه راجعون**

جب دیندار ناپسند ہے تو لامحالہ بے دینوں اور ٹیڈیوں نیز ہپیوں کو لڑکیاں دیتے ہیں۔ پھر یہ لوگ مندرجہ بالا طریقوں سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ دیندار لڑکی بھی بے دین کے پلے باندھ دیتے ہیں جو اس بے چاری کو نہ نماز پڑھنے دے نہ روزہ رکھنے دے، بے پردہ ہونے پر مجبور کرتا ہے اور سینما ساتھ لے جانے کے لئے ضد کرتا ہے۔ یہ وہی فتنہ وفساد ہے جس کا حدیث شریف میں ذکر فرمایا ہے کہ اگر ایسے شخص سے لڑکی کا نکاح نہ کروگے جس کی دینداری اور خوش خلقی سے اطمینان ہو تو زمین میں بڑا فتنہ اور (لمبا) چوڑا فساد ہوگا۔ البتہ بعض ظاہری دینداروں سے بھی تکلیف پہنچ جاتی ہے مگر یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو حقیقی دیندار نہیں ہوتے۔ باطن کی اصلاح نہ ہونے کی وجہ سے مصیبت بنتے ہیں۔ دیندار وہ ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ سے آراستہ ہوں۔

جس طرح سے شوہر دیندار خدا ترس تلاش کرنے کی ضرورت ہے، اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ عورت دیندار تلاش کی جائے جو اعمال صالح کی خوگر ہو، مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پہلی حدیث میں فرمایا کہ عورت کی دینداری دیکھ کر نکاح کرلو۔ اس کا مال و جمال نیز مرتبہ وحیثیت نہ دیکھو۔ اگر عورت دیندار نہ ہوگی تو نہ شوہر کے حقوق ادا کرے گی نہ اولاد کو دیندار بنائے گی۔ شوہر کا مال بے جا اڑائے گی، نامحرموں کے سامنے بے پردہ ہوکر آئے گی اور اس کو طرح طرح کی تکلیفیں پہنچیں گی اسی لئے تو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **خیر متاع الدنيا المرأة الصالحة۔**

یعنی دنیا میں نفع حاصل کرنے کی جو چیزیں ہیں ان میں

سب سے بہتر نیک عورت ہے۔

بہت سے لوگ خوبصورت عورت پر ریجھ جاتے ہیں اس کی سفید کھال تو دیکھ لیتے ہیں لیکن سیاہ قلب کو نہیں دیکھتے۔ وہ ہے تو خوبصورت لیکن نہ روزہ رکھتی ہے نہ نماز پڑھتی ہے دن بھر غیبتوں میں مبتلا اور ساس نندوں سے لڑنے میں مشغول رہتی ہے۔ شوہر کی پوری آمدنی پر قبضہ کر لیتی ہے اگر شوہر والدہ کو کوئی پیسہ دے دے تو ناراض والد کی خدمت کرے تو غصہ، بہنوں کو کچھ دے دے تو خفگی، پہلی بیوی کی اولاد پر خرچ کر دے تو لڑتے لڑتے جان تباہ کر دے، رات دن لڑائی اور شوہر کے لئے ایک عذاب، خوبصورتی دیکھ کر شادی کرنے سے ایسی آفتیں آجاتی ہیں۔

دیندار عورت کا شوہر اگر اپنے ماں باپ پر خرچ نہ بھی کرے گا تب بھی وہ صلح رحمی کی ترغیب دے گی اور نیکی پر آمادہ کرے گی۔ سب کے حقوق خود بھی پہچانے گی اور شوہر کو بھی حق شناسی پر ابھارے گی

بس آج کل شوہر ایکٹرس بیوی سے اور عورتیں فلم کار اور موسیقار شوہر سے شادی کرنے کو کمال سمجھتی ہیں۔ کہاں کی دینداری اور کیسی شرافت سب کو بالائے طاق رکھ چکے ہیں، دینداری، خدا ترسی عیب بن چکی ہے اور اس سب کے باوجود دامان محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی وابستگی کے دعوے دار ہیں، کیا یہ حماقت اور جہالت نہیں ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ آج کل پڑھی لکھی لڑکیاں بھی معاشرہ میں مصیبت بن گئی ہیں، لڑکیوں کو میٹرک ہی نہیں بلکہ بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی تک کراتے ہیں اب ان کے لئے جوڑا ڈھونڈتے ہیں تو ایسا شخص چاہتے ہیں جو تعلیم میں ان کے برابر یا ان سے زیادہ ہو، ایسا شخص نہیں ملتا، یا ملتا ہے تو اس کی اپنی شرطیں لڑکی والے پوری نہیں کر پاتے لامحالہ تیس تیس سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر تک لڑکیاں یوں ہی بیٹھی رہتی ہیں۔ جس عورت کا کالج میں آنا جانا رہا، یونیورسٹی میں آئے گئی اس کے دیندار اور پردہ دار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دیندار مرد اسے پسند نہیں کرتے اور وہ دیندار کو پسند نہیں کرتے اور مطلب کا جوڑا ملتا نہیں، لہٰذا یا تو بیٹھی رہ جاتی ہیں یا بے دین کے پلے پڑتی ہیں۔ پھر دونوں سے مل کر پیدا ہونے والے بچوں کو خالص یورپین بنادیتے ہیں۔ غرض کہ فتنے ہی فتنے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ.

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب و احکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

منکوحہ کے مال پر نظر رکھنا بڑی بے غیرتی ہے

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم تُنْکَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ. (راوه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔(۱)..... اسکے مال کی وجہ سے (۲)..... اسکی حیثیت کی وجہ سے (۳)..... اسکی خوبصورتی کی وجہ سے (۴)..... اسکی دینداری کی وجہ سے پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لا کر کامیاب ہو جا تیرا بھلا ہو۔ (مشکوٰۃ)

تشریح: ایک کوتاہی ناکحین (نکاح کرنے والوں) میں یہ ہے کہ منکوحہ (جس سے نکاح کرنا مطلوب ہے) کے مال کو دیکھتے ہیں اور درحقیقت یہ اس سے بھی بدتر ہے کہ منکوحہ یا اس کے اولیاء مرد کے مال کو دیکھیں کیونکہ یہ تو کسی درجہ میں اگر اس میں غلو نہ ہو امر معقول ہے کیونکہ مرد پر نفقہ و مہر عورت کا واجب ہوتا ہے تو اس پر استطاعت رکھنے کو دیکھنا مضائقہ نہیں بلکہ ایک قسم کی ضروری مصلحت ہے البتہ اس میں ایک قسم کا غلو ہو جانا کہ اس کو اور ضروری اوصاف پر ترجیح دی جائے یا مذموم ہے لیکن عورت کے مالدار ہونے پر نظر کرنا محض اس غرض سے کہ ہم اس سے منتفع (فائدہ اٹھانے والے) ہوں گے یا ہم پر نفقات وغیرہ کا بار کم پڑے گا بڑی بے غیرتی اور بے حمیتی ہے۔

چوں باز باش کہ صدی کنی وہ لقمہ دہی
طفیل خوردہ مشو چوں کلاغ بے پر و بال

اس کے علاوہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ مالدار عورت نادار مرد کو کبھی خاطر میں نہیں لاتی، اس کو حقیر اور خادم سمجھتی ہے اور ناکح کے والدین کا اس پر نظر کرنا کہ ایسی بہو بیاہ کر لائیں کہ جہیز بہت سالائے وہ بھی احمق ہیں، ان کی بھی وہی مثل ہے کہ ع

چو موش بر سر دکانِ روستا خورسند

اول تو وہ جہیز ملک بہو کا، کسی کو اس سے کیا؟ لیکن اگر یہ بھی سمجھا جائے کہ گھر میں رہے گا تو ہمارے بھی کام آئے گا (اس سے) اول تو وہی بے حمیتی (بے غیرتی) دوسرے اگر اس کو گوارہ بھی کر لیا جائے تو اس خیال کے ناکح کو تو کسی درجہ میں گنجائش ہے مگر ساس سسر کا کیا واسطہ، آج صاحبزادہ صاحب اپنی رائے سے یا بیوی کے کہنے سے جدا ہو جائیں بس ساری امیدوں پر پانی پھر جائے گا۔

اپنے برابر والوں سے تعلق نکاح کرنے سے ہر قسم کے مصالح محفوظ رہتے ہیں

البتہ اگر منکوحہ کے زیادہ مفلس نہ ہونے پر ایک مصلحت کی تحصیل کے لئے مناسب ہے وہ منفعت تو یہی ہے کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ مفلس محض میں دو امر کی کمی ہوتی ہے، ایک سلیقہ کی دوسری سیر چشمی کی، پس سلیقہ کی کمی سے اس میں خدمت کی لیاقت نہیں ہوتی اور اس سے کلفت ہوتی ہے اور سیر چشمی کی کمی

سے بعض اوقات ضروری خرچوں میں تنگی کرتی ہے جس سے بعض اہل حقوق کے حقوق بھی ضائع ہوتے ہیں اور بعض مقامات پر شرمندگی بھی ہوتی ہے، کسی مہمان کو روٹی کم دے دی، کسی سائل حاجتمند کو محروم کر دیا اور اگر وہ بچپن سے کھانے پینے، دینے، دلانے، کھلانے پکانے میں رہی ہوگی تو راحت اور انتظام کی زیادہ امید ہے اور وہ مضرت (نقصان) یہ ہے کہ بعض کو دیکھا گیا ہے کہ دفعتاً مال و دولت کو دیکھ کر آنکھیں پھٹ جاتی ہیں اور اچھلنے لگتی ہیں اور سلیقہ ہوتا نہیں پس بے تمیزی سے اس کو اڑانا شروع کر دیتی ہے، چنانچہ اکثر نو دولتیوں کو یا بخل کی بلا میں مبتلا پایا یا اسراف کی، ان میں اعتدال کم ہوتا ہے، کیونکہ عادت نہیں اموال سے منتفع ہونے کی جو اعتدال سیکھتی، اور اکثر دیکھا گیا ہے کہ خاوند کے گھر سے اس کو محبت نہیں ہوتی، نقد الگ، جنس الگ، کبھی ظاہر میں کبھی خفیہ میں (چھپا کر) جس طرح بن پڑتا ہے اپنے میکے والوں کو بھرنا شروع کر دیتی ہے اور عمر بھر یہی نزلہ بہتا رہتا ہے اور اس سے گھر میں بے حد بے برکتی ہوتی ہے، مرد کماتا کماتا تھک جائے مگر وہ اڑانے سے نہیں تھکتی، اس لئے مناسب یہ ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے برابر والوں میں تعلق نکاح کا کرے تاکہ سب مصالح محفوظ رہیں اور یوں کسی کی طبیعت ہی خاص رنگ کی ہو اس کا ذکر نہیں۔

شوہر کی خواہش وغیرہ کے بغیر عورت اگر خلوصِ کامل سے اس کی کوئی مالی خدمت کرے تو اس کا مضائقہ نہیں البتہ اگر خلوصِ کامل سے شوہر کی کچھ خدمت کی جائے بدون اس کے کہ شوہر کو اس کی خواہش یا اس پر نظر یا اس کی نگرانی وانتظار ہو تو مضائقہ نہیں۔ وہو معنی قولہ تعالیٰ:

وَوَجَدَکَ عَآئِلاً فَاَغْنٰی۔

اور تنگ دست پایا تو غنی کر دیا (سورۃ الضحیٰ)

واشتراط عدم التطلع والتشرف بقولہ علیہ السلام ما اتاک من غیر اشرافٍ فخذوہ ومالا فلا تتبعہ نفسک او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کچھ تمہارے پاس ہے بغیر اشراف نفس (بغیر انتظار کے) کے آ جائے اسے لے لو اور جو تمہارے پاس نہیں آتا نفس کو اس کے پیچھے مت لے جاؤ۔

عورت صرف سلیقہ سے اپنے شوہر کی خدمت نہیں کر سکتی بلکہ اس میں خدمت گزاری وغیرہ کا مادہ ہونا ضروری ہے

اور اگر یہ مقصود ہے کہ ایسی عورت سلیقہ دار ہوگی ہم کو راحت زیادہ پہنچائے گی، سو خوب سمجھ لو، راحت رسانی کے لئے صرف سلیقہ کافی نہیں بلکہ اطاعت وخلوص وخدمت گزاری کے مادہ (جذبہ) کی اس سے زیادہ ضرورت ہے اور سلیقہ میں کچھ کمی بھی ہو تو اس کو برداشت کر لیا جاتا ہے اور اگر نرا سلیقہ ہو اور وہ اوصاف نہ ہوں تو اول تو وہ خدمت ہی کیوں کرے گی؟

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

عورتوں کوانگریزی تعلیم سے ان میں اخلاق ذمیمہ پیدا ہوجاتے ہیں

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِيْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّيْنِ تَرِبَتْ يَدَاكَ. (راوہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔(۱)....اسکے مال کی وجہ سے (۲)....اسکی حیثیت کی وجہ سے (۳)....اسکی خوبصورتی کیوجہ سے (۴)....اسکی دینداری کی وجہ سے پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لاکر کامیاب ہو جا تیرا بھلا ہو۔ (مشکوۃ)

تجربہ سے اس تعلیم جدید کا اثر خاص کر عورتوں کو یہ تعلیم دی جائے کہ وہ فطرۃً ہی ضعیف العقل وضعیف القلب (کم عقل اور کمزور دل) ہوتی ہے جس کے لئے زیادہ زیادت تأثر (اثر قبول کرنا) لازم ہے، یہ ثابت ہوا ہے کہ اس سے تکبر و خودغرضی و خود رائی و بے باکی اور آزادی و بے حیائی و چالاکی و نفاق وغیرہ اخلاق ذمیمہ (برے اخلاق) جو تمام اخلاق ذمیمہ کی جڑ ہیں، پیدا ہوتے ہیں، پس جب ان کا دماغ تکبر ونخوت سے پر ہے تو وہ تمہاری خدمت ہی کیوں کرے گی؟ جس سے تم کو راحت پہنچے۔

تو تعلیم یافتہ عورت بجائے شوہر کی خدمت کرنے کے اس سے خدمت لینے کی طالب ہوگی

بلکہ برعکس بوجہ خودغرضی کے وہ خود تم سے اپنے حقوق کا اعلیٰ پیمانہ پر مطالبہ کرے گی جس سے تمہاری عافیت (سلامتی) تنگ ہو جائے گی۔ غرض وہ خود تم ہی سے اپنی خدمت چاہے گی اور تم ان سے وہ خدمتیں چاہو گے بھی جو ایک شریف سادہ طبیعت کی عورت اس کا اپنا فکر سمجھتی ہے تو وہ تم کو ضابطہ کا جواب دیں گی کہ یہ کام ہمارے ذمہ نہیں بلکہ جو ان کے ذمہ بھی قاعدہ سے ہوگا اس میں بھی خلاف تہذیب ہونے کا مخل صحت (صحت خراب کرنے) کا عذر کر کے ٹکا سا جواب دیں گی اور اپنے حقوق تم سے پورے وصول کریں گی۔ تنخواہ تم سے کل رکھوالیں گی اور تین پانچ، ٹال مٹول کرو گے تو عدالت پہنچیں گی اور اگر کہو کہ یہ بہت کم ہوتا ہے تو جواب میں عرض کروں گا کہ پھر وہ تعلیم یافتہ نہیں ہے اور اگر کہو کہ ہم ایسی تعلیم یافتہ نہیں چاہتے تو خیر وہ اس قدر خطرناک نہیں ہوگی، لیکن آزادی، بے حیائی مکروفریب، چالاکی اور نفاق تو تمغۂ مشترکہ (سب کا مشترکہ اعزازی نشان) ہے جو پوری اور ادھوری تعلیم سب میں ہے تو اس کے خطرات بھی ایک شریف اور غیور آدمی کے لئے کچھ کم نہیں ہوں گے۔

اگر عورت میں سب ہنر ہوں اور حیا نہ ہوتو وہ صحیح معنوں میں عورت نہیں

میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر عورت میں کوئی ہنر نہ ہو لیکن حیا ہو تو وہ اور کچھ نہیں مگر عورت تو ہے، اگر سب ہنر ہوں لیکن حیا نہ ہو تو وہ سب کچھ ہے مگر عورت نہیں اور نکاح کے مصالح کے لئے چاہئے عورت، جب وہ حکما عورت ہی نہیں تو پھر اس سے مصالح نکاح کیسے حاصل ہوں گے پھر نکاح سے کیا فائدہ؟ بالائی مصالح کے لئے چار مہذب نوکر رکھ لو اور آب ریزی (شہوت کی ہوس پوری

کرنے) کے لئے اہل فرانس نے بہت سے طریقے ایجاد کردیئے، ان پر کفالت کرلو۔ رہی اولاد سو وہ اختیار ہی سے خارج ہے، اس کی فکر ہی کیا؟ پھر وہ ہر بدہنر عورت سے بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ اس کے لئے اتنی کد وکاوش (جستجو اور تلاش) بیکار ہے اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ سب مصالح ایک ہی شخص سے حاصل ہوں، غرض نکاح میں مصالح نکاح کی رعایت سب سے مقدم ہے جو عورت کی بے حیائی کے ہوتے ہوئے سب گرد ہے۔

عورتوں میں دینی تعلیم کا ڈھونڈنا ضروری ہے

البتہ اگر عورتوں میں دینی تعلیم ڈھونڈی جائے تو وہ علوم دینیہ کی تعلیم ہے جو انسان کو مہذب کامل بنادیتی ہے جبکہ اس پر عمل کرے اور غالب یہ ہے کہ جب علم دین حاصل ہوتا ہے تو کبھی نہ کبھی عمل کی بھی توفیق ہو ہی جاتی ہے، سو اگر بے عملی سے فرضاً (فرض کرو) کچھ کلفت بھی ہوئی تو وہ دائمی نہ ہوگی۔ عارضی ہوگی جو ایک منٹ میں ختم ہوسکتی ہے۔ غرض اصل تعلیم قابل اہتمام تعلیم دینی ہے۔

دینی تعلیم سب تہذیبوں کی جڑ ہے

اور اس کے اساس التہذیب (تہذیبوں کی جڑ) ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے خداتعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے اور جس کے قلب میں خدا کا خوف ہوگا وہ اس قدر چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھے گا کہ اس سے احتمال ہی نہیں ہوگا کہ وہ کسی کا ذرا حق ضائع کرے یا کسی کو اس سے تکلیف پہنچے یا وہ اپنی غرض کو دوسرے کے حق پر مقدم کرے یا کسی کی بدخواہی کرے یا کسی کو دھوکا دے اور اس سے بڑھ کر کونسی تہذیب ہوگی؟

آج کل کی تہذیب تو تعذیب ہے

اور جس کا نام آج کل تہذیب رکھا گیا ہے، جس کا حاصل تصنع وتلبیس وخداع ونفاق (بناوٹ، اپنا عیب چھپانا، دھوکہ دہی اور منافقت) ہے وہ سراسر تعذیب (عذاب دینا) ہے، جس کا پایا جانا عورت میں اس کو اس شعر کا مصداق بناتا ہے۔

زنِ بد در سرائے مرد نکو ہم دریں عالم است دوزخ او

بری عورت نیک مرد کے گھر میں بعینہٖ اس عالم میں اس کے لئے دوزخ ہے۔

اس تقریر کے بعض اجزائے تعلیم نسواں کے متعلق بھی حل ہوگئے اور مکمل بحث اس کی ایک مستقل تقریر میں بندہ نے لکھی ہے جو القاسم شوال ۱۳۳۱ھ کے پرچے میں شائع بھی ہوچکی ہے۔

عورتوں کو علم دین گھر پر ہی پڑھانا چاہئے

جسکی روح دو امر ہیں ایک یہ کہ انکو صرف علم دین پڑھایا جائے دوسرے یہ کہ یہ تعلیم خاص طرز سے متفرق طور پر گھروں میں ہونا چاہئے، مدارس کے طرز پر مجتمع طور پر نہ ہونا چاہئے کہ شریعت نے بلا ضرورت شدیدہ ان کے اجتماع وخروج عن البیوت (گھروں سے نکلنے) کو پسند نہیں کیا اور واقعات نے بھی اس کے مفاسد ایسے دکھلا دیئے کہ بجز متعامی (خود اندھا بننے والے) کے اعمیٰ (اندھے) نے بھی ان کو دیکھ لیا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس اجتماع کو جس درجہ کی نگرانی کی ضرورت ہے وہ عورتوں سے بن نہیں پڑتی کہ وہ خود مستتر (پردے میں رہنے والی) ہیں اور مردوں کے دخل میں وہ نگرانی پھر کہاں رہی؟ کہ اس نگرانی کا حاصل یہی عدم اختلاط بالرجال (مردوں سے میل جول نہ رکھنا) تو تھا ہی، تو نگرانی تو کم اور خروج عن البیوت کے بعد مواقع فساد میں وسعت ہوگئی، دور سے معلّمہ اگر شریف ومتدین وشفیق وذی اثر وباوجاہت وبارعب ہو تو اس کا نوکر رکھنے کے لئے میسر ہونا قریب بہ محال اور جو نوکر رکھنے کے لئے مل سکتی ہے وہ ان اوصاف سے معریٰ (خالی) جس کی صحبت مردوں سے زیادہ خطرناک، خیر یہ جملۂ معترضہ استطراداً (برسبیل تذکرہ) آ گیا، اصل بحث یہ ہے کہ منکوحہ میں تعلیم پر نظر کرنا کیسا ہے؟

تو تعلیم یافتہ ہونے سے عورت کا بے علم ہونا اچھا ہے

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم تُنْکَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ. (راوه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔(۱)....اسکے مال کی وجہ سے (۲)....اسکی حیثیت کی وجہ سے (۳)....اسکی خوبصورتی کیوجہ سے (۴)....اسکی دینداری کی وجہ سے پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لا کر کامیاب ہو جا تیرا بھلا ہو۔(مشکوٰۃ)

اصل بات یہ ہے کہ اگر اس میں علم دین ہو تو نور علیٰ نور ہے اور اگر علم دین نہ ہو تو اس کا بے علم ہونا یقیناً اس کے نئے علوم کے عالم ہونے سے اسلم (محفوظ ترین) اور بے خطر ہے، کیونکہ بے علم میں اگر اخلاق حمیدہ نہ ہوں گے تو وہ اخلاق رذیلہ جو جڑ ہیں تمام اخلاق رذیلہ اور افعال ذلیلہ کی وہ بھی تو نہ ہوں گے، تو اس مصرعہ کا مضمون ہاتھ آئے گا۔ ع

"میرا بخیر امید نیست و بد مرساں"

یعنی مجھے آپ سے بھلائی کی توقع اور امید تو نہیں ہے لیکن بدی بھی تو نہ پہنچاؤ۔

نکاح کیلئے اخبارات میں ناکح اور منکوح کی اشتہار بازی مذموم ہے

آجکل تو یہ طوفان ہو گیا کہ اشتہاری دواؤں کی طرح ناکح و منکوح کے اشتہارات بھی اخباروں میں چھپنے لگے ...... کبھی ناکح صاحب جب اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس یہ جائیداد، یہ نوکری، یہ کمالات ہیں اور ہم کو ان اوصاف کی منکوحہ چاہئے، جس کو منظور ہو ہم سے خط و کتابت کرے، پھر اس کے جواب میں کوئی بی بی صاحبہ اخبار میں یا خاص طور پر جواب لکھتی ہیں اور اپنا جامع اوصاف اور حسین ہونا اپنے بے شرم قلم سے لکھتی ہیں اور کچھ شرطیں کرتی ہیں، بس اسی طرح خط و کتابت ہو کر کبھی سودا بن جاتا ہے کبھی نہیں بنتا، کبھی نکاح سے پہلے ہی دو چار ملاقاتیں ہو جاتی ہیں تاکہ تجربہ اور بصیرت کے بعد نکاح ہو...... انا لله و انا الیه راجعون۔ کیسی آفتیں نازل ہو رہی ہیں!!!

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْفِتَنِ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ.

اے اللہ! ہم آپ سے فتنوں سے پناہ مانگتے ہیں جو ان میں سے ظاہر ہیں اور جو پوشیدہ ہیں

عاقلہ بالغہ کا بلاضرورت ازخود نکاح کرنا مذموم ہے

اس میں کلام نہیں کہ عاقلہ بالغہ خود اپنے نکاح کی بات چیت ٹھہرا لے اور ایجاب و قبول کر لے تو ایسا نکاح منعقد ہو جائے گا لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا بلاضرورت و بلا مصلحت معتد بہا ایسا کرنا کیسا ہے؟ سو یہ امر نہ شرعاً محمود (پسندیدہ) ہے نہ عقلاً، شرعاً تو اسلئے کہ تخریج زیلعی میں دارقطنی و بیہقی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد روایت کیا ہے:

لَاتَنْکِحُوا النِّسَآءَ اِلَّا مِنَ الْاَکْفَآءِ وَلَا یُزَوِّجُهُنَّ اِلَّا الْاَوْلِیَآءَ وَلَا مَهْرَ اَقَلَّ

مِنْ عَشْرَةِ دَرَاهِمَ (دارقطنی و بیهقی)
یعنی عورتوں کا نکاح نہ کرو مگر ان کے کفو میں اور ان کی شادی نہ کرو مگر انکے ولی کی موجودگی میں اور انکا مہر دس درہم سے کم مقرر نہ کرو۔

گو بوجہ دوسری حدیث کے:

اَلْاَیِّمُ اَحَقُّ بِنَفْسِهَا مِنْ وَلِیِّهَا. (رواہ مسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی ومالک فی المؤطا لا یزوجهن)

یعنی بالغ عورت (اپنے نکاح کے معاملہ میں) اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے۔

کو نہی کہیں گے نفی نہ کہیں گے جو کہ مستلزم ہو عدم صحت کو لیکن نہی بھی تو عمل ہی کے واسطے ہے اور کوئی باطنی راز ہے جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے توسط اولیاء کا تجویز فرمایا ہے، اگر چہ ہم کو اس کی لِم بھی معلوم نہ ہو۔

بزرگوں کے تجویز کردہ نکاح میں آثار برکت ہوتے ہیں

مگر ہمارے پاس اِنّی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بات اس میں ضرور ہے اور وہ دلیل اِنّی یہ ہے کہ ہم نے جو آثار برکت کے بزرگوں کے تجویز کئے ہیں نکاح میں دیکھے ہیں وہ اس نکاح میں نہیں دیکھے جو براہ راست خود زوجین کر لیتے ہیں باقی خاص خاص مواقع ضرور مستثنیٰ ہوا ہی کرتے ہیں اور عقلاً اس لئے محمود نہیں کہ ظاہر ہے کہ بلاضرورت شدیدہ خود نکاح کی بات چیت یا خط وکتابت کرنا دلیل اس کی وقاحت (بے حیائی) کی ضرور ہے:

وَاِذَا فَاتَکَ الْحَیَاءُ فَافْعَلْ مَاشِئْتَ

یعنی جب تم میں حیاء کا مادہ نہ رہا تو بس جو چاہو کرو۔

ع ''بے حیاء باش و ہرچہ خواہی کن''

کے موافق قلیل الحیاء آدمی سے جو اخلاق رذیلہ بھی صادر ہو جائے بعید نہیں، عاقل آدمی کو ایسی عورت سے بچنے کے لئے یہی علامت کافی ہے کہ وہ بے حیا ہے۔

نکاح کا مقصد اعظم زوجین میں باہم محبت ومودت اور توافق ہے

اور وجہ بھی اس کی ظاہر ہے کیونکہ نکاح جن مصالح کے لئے موضوع اور مشروع ہے وہ زیادہ تر سب موقوف ہیں توافق (باہمی موافقت) و دوستی و توادد (آپس میں محبت) پر والیہ الاشارة فی قوله علیه السلام۔

تَزَوَّجُوا الْوُلُودَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّی اُبَاهِیْ بِکُمُ الْاُمَمَ

یعنی ایسی عورت سے نکاح کرو جو زیادہ بچے جننے والی اور زیادہ محبت کرنے والی ہو کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔

حتیٰ کہ توالد جو کہ غرض اعظم ہے نکاح سے، جہاں سے اس کیلئے صحت بدن وسلامت مزاج وغیرہ احوال طبعیہ شرط ہیں وہاں بھی یہی توادد (محبت) ہے کہ بمنزلۂ جزو اخیر علت تامہ کے ہے توالد کیلئے کیونکہ وہ موقوف ہے احبال (حمل ہونے) پر اور احبال طباً (حکمت کی رو سے) موقوف ہے توافق انزالین (دونوں کے ایک ساتھ انزال ہونے) پر اور ظاہر ہے کہ وہ محبت ومودت پر موقوف ہے، غرض بڑا مدار مصالح کا نکاح میں توادد ٹھہرا۔

محبت ومودّت میں بڑا دخل دین کو ہے

اور یقینی بات ہے کہ توادد میں جس قدر دین کو دخل ہے اتنا کسی چیز کو نہیں، سب علائق (تعلقات) قطع ہو جاتے ہیں بجز دین کے، حتیٰ کہ قیامت میں جو کہ وقت ہے تمام تعلقات کے قطع ہو جانے کا:

فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ (المؤمنون: ۱۰۱)

اوران میں جو رشتے ناطے تھے اس روز نہ رہیں گے۔

وقال اللّٰہ تعالیٰ: وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ

وقال اللّٰہ تعالیٰ: مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ز (العنكبوت:۲۵)

(اور (ابراہیم نے) کہا کہ تم جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو لے بیٹھے ہو) تو دنیا کی زندگی میں باہم دوستی کیلئے (مگر) پھر قیامت کے دن ایک دوسرے (کی دوستی) سے انکار کردو گے اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجو گے۔

یہ علاقۂ دینیہ اس وقت بھی ختم نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ م بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ.

(جو آپس میں) دوست (ہیں) اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے، مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔ (سورۃ الزخرف)

دین کیساتھ اگر مال و جمال بھی ہے تو نورٌ علیٰ نور ہے

ہاں اگر دین کے ساتھ یہ بھی ہو تو نورٌ علیٰ نور چنانچہ حدیث میں ہے ''اَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوْكٌ۔ یعنی جہاں تک معاویہ کا تعلق ہے وہ مسکین ہے اور ''اِنِ استطعت اَنْ تَنْظُرَ اِلَيْهَا فَانْظُرْ'' اوکما قال اگر ہو سکے تو نکاح سے پہلے اس عورت کو دیکھ لینا مشیر بھی ہے۔

اور ایک درجہ میں مال و جمال کی رعایت کی طرف لیکن غلو اس میں بھی بے شک مذموم ہے جیسا کہ اوپر حدیث سے ثابت ہے۔

نکاح سے قبل داماد کے مسلمان ہونے کی تحقیق ضرور کرنی چاہئے

اسی مضمون پر تفریع کے طور پر ایک یہ امر بھی قابل تنبیہ ہے کہ آج کل نو تعلیم یافتہ طبقہ میں بعض لوگ ایسے آزاد اور بیباک پائے جاتے ہیں جو بلا تکلف بدولت تقلید ملاحدہ یا بطفیل ہوا پرستی و خود رائی قطعیات (یقینی عقائد و احکام) میں مخالفانہ کلام کرتے ہیں، کسی کو رسالت میں کلام ہے، کسی کو نماز و روزہ کے احکام پر نکتہ چینی ہے، کسی کو واقعات یقینیہ معاد و قیامت کے یقینی واقعات) پر شبہات ہیں سو خوب سمجھ لو کہ:

مِثْلُ ذٰلِكَ الرَّجُلِ كَافِرٌ وَاِنْ زَعَمَ اَنَّهُ مُسْلِمٌ.

ایسا آدمی کافر ہے خواہ وہ اپنے آپ کو مسلمان ہی سمجھتا ہو۔ اور مسلمہ کا نکاح کافر مرد سے نہیں ہوتا، یا اگر مسلمان ہونے کے بعد کوئی ان امور سے کسی کا مرتکب ہوا تو کافر ہو جاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور عمر بھر حرام کاری ہوتی رہتی ہے، پس بے حد ضرورت ہے کہ نکاح سے قبل داماد صاحب کے داڑھی اور فیشن کو اگر نہ دیکھو تو اس کے مسلمان ہونے کی تحقیق تو کرلیا کرو اور بعد نکاح ایسا امر پیش آئے تو توبہ کرا کر تجدید نکاح کرادیا کرو، بہت مہتم بالشان (انتہائی اہمیت والا) امر ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل و عیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل میں چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

تقویٰ کے بعد سب سے زیادہ بہتر چیز نیک عورت ہے

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰہِ خَیْرًا لَّہٗ مِنْ زَوْجَۃٍ صَالِحَۃٍ اِنْ اَمَرَھَا اَطَاعَتْہُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْھَا سَرَّتْہُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْھَا اَبَرَّتْہُ وَاِنْ غَابَ عَنْھَا نَصَحَتْہُ فِیْ نَفْسِھَا وَمَالِہٖ. (رواہ ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو اس کے حق میں نیک بیوی سے بڑھ کر ہو (پھر نیک بیوی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا) اگر شوہر اسے حکم کرے (جو خلاف شرع نہ ہو) تو اس کا کہا مانے اور شوہر اس کی طرف دیکھے تو شوہر کو خوش کرے اور اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم کھا بیٹھے کہ ضرور تم ایسا کروگی (اور وہ کام شرعاً جائز ہو) تو اس کی قسم سچی کردے اور اگر وہ کہیں چلا جائے اور یہ اس کے پیچھے گھر میں رہ جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اس کی خیرخواہی کرے۔

تشریح: اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے کہ تقویٰ کی نعمت بہت بڑی نعمت ہے اگر کسی کو یہ نعمت میسر ہو جائے تو وہ بہت مبارک ہے کیونکہ اصل دینداری تقویٰ ہی کا نام ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تقویٰ فرائض و واجبات کے ادا کرنے اور حرام و ممنوع کاموں سے پرہیز کرنے کا نام ہے۔ اس صفت کی وجہ سے بندہ خدائے پاک کا محبوب بن جاتا ہے۔

تقویٰ کے علاوہ اور بھی بے شمار نعمتیں ہیں جن کا درجہ گو تقویٰ کی نعمت سے کم ہے مگر انسان کی زندگی کے لئے وہ بھی بہت ضروری اور انمول ہیں۔ ان نعمتوں میں سب سے بڑھ کر کیا ہے؟ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تقویٰ کے بعد سب سے بڑی نعمت نیک بیوی ہے۔ پھر نیک بیوی کی صفات بتائیں۔

نیک عورت کی صفات

اول: یہ کہ شوہر کی فرمانبردار ہو، شوہر جو فرمائش کرے اسے پوری کرے اور نافرمانی کرکے اس کا دل نہ دکھائے، بشرطیکہ شوہر نے خلاف شرع کسی کام کا حکم نہ کیا ہو، خلاف شرع کاموں میں کسی کی بھی فرمانبرداری نہیں کیونکہ اس سے خالق و مالک جل مجدہ کی نافرمانی ہوتی ہے جو احکم الحاکمین ہے۔

دوم: یہ فرمایا کہ اگر شوہر اس کی طرف دیکھے تو اسے خوش کرے یعنی اپنا رنگ ڈھنگ شوہر کی مرضی کے مطابق رکھے۔ جب بیوی پر نظر پڑے تو اسے دیکھ کر اس کا دل خوش ہو بعض عورتیں اینٹھتی رہتی ہیں بات بات میں منہ پھلانا اور مرض ظاہر کرنے کے لئے خواہ مخواہ کراہنا اپنی عادت بنالیتی ہیں اور بعض عورتیں میلی کچیلی پھوہڑ بنی رہتی ہیں۔ ان باتوں سے شوہر کو قلبی اذیت ہوتی ہے۔ شوہر صورت دیکھنے کا ارادہ بھی نہیں بلکہ گھر میں جانے کو بھی اپنے لئے مصیبت سمجھتا ہے۔ ان میں بعض عورتیں وہ بھی ہوتی ہیں جو نماز روزہ کی پابند ہونے کی وجہ سے اپنے کو دیندار اور نیک سمجھتی ہیں۔ حالانکہ عورت کے اوصاف

میں یہ بات بھی شامل کر دی گئی ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے اور اس حال میں رہے کہ شوہر اس پر نظر ڈالے تو بے چارہ خوش ہو سکے، البتہ خلاف شرع خواہش پوری نہ کرے۔

سوم: یہ فرمایا کہ اگر شوہر کسی ایسی بات پر قسم کھالے جس کا انجام دینا بیوی سے متعلق ہو، مثلاً یہ کہ آج تم ضرور میری والدہ کے پاس چلو گی یا فلاں بچے کو نہلاؤ دھلاؤ گی، یا مثلاً تہجد پڑھو گی، تو اس کی بیوی قسم میں اس کو سچا کر دکھائے یعنی وہ عمل کرے جس پر شوہر نے قسم کھائی ہے بشرطیکہ وہ عمل شرعاً درست ہو۔ یہ قسم کھالینا کہ تم ضرور یہ کام کرو گی بہت زیادہ محبت والفت اور ناز کی وجہ سے ہوتا ہے جس سے تعلق خاص ہے اور جس پر ناز ہے اسی سے کہا جاتا ہے کہ ایسا کرو۔ اور ایسے مواقع میں کبھی اسے قسم دے دیتے ہیں اور کبھی خود قسم کھا لیتے ہیں۔ جن عورتوں کو شوہروں سے اصلی اور قلبی تعلق ہوتا ہے وہ شوہر کو راضی رکھنے کا خاص خیال رکھتی ہیں۔ اس تیسری صفت میں (جو صالح عورت کی تعریف میں ذکر کی گئی ہے) اس خاص الفت اور چاؤ کا ذکر فرمایا ہے جو شوہر و بیوی کے درمیان ہونا چاہئے۔

چہارم: یہ فرمایا کہ اگر شوہر کہیں چلا جائے اور بیوی کو گھر چھوڑ جائے جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو بیوی کا فریضہ ہے کہ اپنی جان اور شوہر کے مال کے بارے میں وہی رویہ اختیار کرے جو اسکے سامنے رکھتی تھی۔ غیرت مند شوہر کو یہ پسند نہیں کہ اسکی بیوی کسی غیر مرد کی طرف دیکھے یا غیر مرد کے سامنے آئے یا اس سے آنکھ ملائے یا دل لگائے۔ جب شوہر گھر ہوتا ہے تو عورت خالص اس کی بیوی بن کر رہتی ہے۔ اسی طرح جب وہ کہیں چلا جائے تب بھی اسی کو شوہر جانے اور اسی کی بیوی بنی رہے۔ جب کسی مرد سے نکاح ہو گیا تو عفت و عصمت کی حفاظت اس مرد سے وابستہ ہو گئی۔ اب اپنے جذبات کی تسکین کا مرکز صرف اسی کو بنائے رکھے۔ شوہر کے آگے اور پیچھے اپنا تعلق اسی سے رکھے اور شوہر کے پیچھے اس کے مال کی حفاظت کرے، ایسا نہ کرے کہ پیٹھ پیچھے اس کا مال لٹا دے اور بے جا خرچ کر ڈالے یا اپنے میکہ پہنچا دے اور اپنے عزیزوں کے اخراجات میں لگا دے۔ اگر شوہر کے پیچھے اپنی جان اور اس کے مال میں اس کی مرضی کے خلاف کچھ کیا تو یہ اس کی خیانت ہوگی جیسا کہ ایک حدیث میں فرمایا:

لا تبغیه خونا فی نفسها و لا ماله۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب و احکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

ایک سوال اوراس کا جواب

وَعَنْ اَبِیْ اُمَامَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُ مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَی اللّٰهِ خَیْرًا لَّهٗ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ اِنْ اَمَرَهَا اَطَاعَتْهُ وَاِنْ نَظَرَ اِلَیْهَا سَرَّتْهُ وَاِنْ اَقْسَمَ عَلَیْهَا اَبَرَّتْهُ وَاِنْ غَابَ عَنْهَا نَصَحَتْهُ فِیْ نَفْسِهَا وَمَالِهٖ. (رواه ابن ماجه)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن بندہ نے تقویٰ کی نعمت کے بعد کوئی ایسی بھلائی حاصل نہیں کی جو اس کے حق میں نیک بیوی سے بڑھ کر ہو (پھر نیک بیوی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا) اگر شوہر اسے حکم کرے (جو خلاف شرع نہ ہو) تو اس کا کہا مانے اور شوہر اس کی طرف دیکھے تو شوہر کو خوش کرے اور اگر شوہر کسی کام کے بارے میں قسم کھا بیٹھے کہ ضرور تم ایسا کرو گی (اور وہ کام شرعاً جائز ہو) تو اس کی قسم سچی کر دے اور اگر وہ کہیں چلا جائے اور یہ اس کے پیچھے گھر میں رہ جائے تو اپنی جان اور اس کے مال کے بارے میں اس کی خیر خواہی کرے۔

تشریح: اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بعض مرد اپنی بیوی کو غیر مردوں کے سامنے لے جاتے ہیں بلکہ ان سے مصافحہ کراتے ہیں حتیٰ کہ غیر مردوں کے ساتھ اپنی بیویوں کو نچواتے ہیں، تو ان کی بیوی اگر شوہر کے پیچھے یا آگے غیر مرد سے کوئی تعلق رکھے جو شوہر کی مرضی کے مطابق ہو تو وہ جائز ہونا چاہئے اور اس میں شوہر کی خیانت بھی نہیں کیونکہ وہ خود چاہتا ہے کہ غیروں سے ملے جلے بلکہ بہت سے شوہر جو اپنی بیوی کو ماڈرن دیکھنا چاہتے ہیں وہ تو اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اس کے فرینڈز (احباب) بہت ہوں اور یہ ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ حدیث میں مسلمانوں مرد وعورت کا حال بیان فرمایا ہے۔ کوئی مسلمان کبھی بھی بے غیرت نہیں ہوسکتا اور ہرگز یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی بیوی پر کسی غیر مرد کی نظر پڑے یا ہاتھ لگے اور نہ ہی مسلمان عورت یہ پسند کرسکتی ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی کے ساتھ نفس ونظر والا تعلق رکھے جو لوگ اپنی بیوی کو موجودہ معاشرہ کے مطابق ماڈرن دیکھنا چاہتے ہیں اور اسے احباب کا کھلونا بنانا پسند کرتے ہیں۔ سراسر یہود ونصاریٰ کے طرز پر زندگی گزار رہے ہیں۔ ان میں کتنا ایمان ہے، ان کو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا تعلق ہے، انہیں قرآن وحدیث سے کتنا شغف ہے؟ اس کا پتہ چلائیں گے تو یہ لوگ ان اوصاف سے خالی نکلیں گے ایسے لوگ صحیح مسلمان تو کیا ہوتے ٹھیک طرح سے انسان بھی نہیں ہیں۔ حدیث میں ایسے بدکردار اور بے غیرت بدنفس لوگوں کا ذکر نہیں ہے بلکہ مسلمان باعزت اور باغیرت مرد وعورت کا ذکر ہو رہا ہے۔ جو لوگ اپنی بیوی کے حق میں بے غیرتی برداشت کرتے ہیں اور ان کی عصمت وعفت داغدار دیکھنے میں باک محسوس نہیں کرتے ان کے بارے میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

دیوث کیلئے وعید

ثَلٰثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَنَّةَ مُدْمِنُ الْخَمْرِ وَالْعَاقُّ وَالدَّیُّوْثُ الَّذِیْ یُقِرُّ فِیْ

اَهْلِهِ الْخُبْثَ. (رواه احمد ونسائی)

یعنی تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی۔

(۱) جو شراب پیتا رہتا ہے۔

(۲) جو ماں باپ کو تکلیف دیتا ہے۔

(۳) جو اپنے گھر والوں میں ناپاک کام (زنا اور اس کی طرف بلانے والی چیزوں مثلاً بے پردگی، غیر مردوں سے میل جول وغیرہ) کو برقرار رکھتا ہے۔

پہلے واضح کیا جا چکا ہے، شوہر کی فرمانبرداری موافق شرع کاموں میں ہے خلاف شرع کاموں میں کسی کی اطاعت اور فرمانبرداری کی اجازت نہیں ہے۔ اگر شوہر بے پردہ ہونے کے لئے کہے تب بھی بے پردہ ہونا جائز نہیں ہے۔

عورت کا ایک خاص وصف کہ ایمان پر شوہر کی مدد کرے

اس حدیث میں اچھی بیوی کے چند اوصاف ذکر فرمائے ہیں۔ دوسری حدیث میں ایک مزید وصف بتایا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اگر ہمیں معلوم ہو جاتا کہ کون سا مال بہتر ہے جسے ہم حاصل کریں تو اچھا ہوتا تو اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اَفْضَلُهُ لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِيْنُهُ عَلٰى اِيْمَانِهٖ. (رواه احمد و الترمذی و ابن ماجه)

یعنی سب سے بہتر مال ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل ہے اور وہ مومن بیوی ہے جو شوہر کی مدد کرے اس کے ایمان پر۔ (مشکوٰۃ ص ۱۹۸)

جس سے کام نکلے اور ضرورت پوری ہو وہ مال ہے۔ لوگ چاندی سونا درہم و دینار روپیہ پیسہ اور مکان دوکان مویشی وغیرہ ہی کو مال سمجھتے ہیں حالانکہ بموجب حدیث شریف بہترین مال یہ چیزیں ہیں جو ابھی اوپر بیان ہوئی ان سے بہت زیادہ نفع حاصل ہوتا ہے اور خوب زیادہ بندہ کے کام آتی ہیں۔ ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل سب سے بڑی دولت ہے اور بیوی بھی بڑی دولت ہے جس کی صفت یہ ہے کہ تعینه علی ایمانه یعنی ایسی بیوی ہو جو شوہر کی مدد کرتی ہو اس کے ایمان پر، ایمان پر مدد کرنے کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاریؒ نے مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے:

اَیْ عَلٰی دِیْنِهٖ بِاَنْ تُذَكِّرَهُ الصَّلٰوةَ وَالصَّوْمَ وَغَيْرَ هَامِنَ الْعِبَادَاتِ وَتَمْنَعَهُ مِنَ الزِّنَا وَسَائِرِ الْمُحَرَّمَاتِ.

یعنی ایمان پر مدد کرنے کا مطلب ہے کہ شوہر کی دینداری کی فکر کرے اور اوقات مقررہ میں اسے نماز و روزہ یاد دلاتی ہو اور دیگر عبادات پر آمادہ کرتی ہو اور زنا سے ہر قسم کے تمام گناہوں سے باز رکھتی ہو۔

درحقیقت ہمارے بدلتے ہوئے ماحول اور بگڑے ہوئے معاشرہ کو ایسی ہی خواتین کی ضرورت ہے جو دین پر کاربند ہوں اور شوہر اور اولاد کو بھی دیندار بنانے کی فکر رکھتی ہوں۔ لیکن اس کے برخلاف اب تو معاشرہ کا یہ حال بنا ہوا ہے کہ کوئی مرد نماز روزہ اور دینداری کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو جہاں دوسرے لوگ آڑے آنے کی کوشش کرتے ہیں اور دین پر چلنے سے باز رکھتے ہیں، وہاں بیوی بھی دیندار بننے سے روکتی ہے، طرح طرح کے فقرے کستی ہے، ملا ہونے کا طعنہ دیتی ہے، داڑھی رکھنے سے منع کرتی ہے، کرتا پاجامہ پہنے تو باؤلا بتاتی ہے اور رشوت سے بچتا ہے تو الٹی سیدھی باتیں سناتی ہے۔ اے اللہ ہمیں مومن بیویوں کی ضرورت ہے۔ مرد و عورت سب کے اندر ایمان کے جذبات پیدا فرما آمین!

دُعا کیجئے: اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائیے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔
اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

بہترین عورت کے دو خاص اوصاف

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم خَیْرُ نِسَاءٍ رَكِبْنَ الْاِبِلَ صَالِحُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ اَحْنَاهُ عَلٰی وَلَدٍ فِیْ صِغْرِهٖ وَاَرْعَاهُ عَلٰی زَوْجٍ فِیْ ذَاتِ يَدِهٖ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوئیں (عربی عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں جو بچپن میں اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال کی سب عورتوں سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں۔

تشریح: عرب میں مرد و عورت چونکہ سب ہی اونٹوں پر سوار ہوتے تھے اس لئے عرب عورتوں کے تذکرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں پر سوار ہونے کا ذکر فرمایا۔ اس حدیث پاک میں عورتوں کی قابل تعریف دو باتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ اول بچوں کو شفقت کے ساتھ پالنا، دوم شوہر کے مال کی حفاظت کرنا یہ دونوں خصلتیں بہت اہم اور ضروری ہیں۔ اگرچہ اپنی اولاد کو محبت اور شفقت کے ساتھ پرورش کرنا ہے اور عورت کی یہ طبعی اور فطری عادت ہوتی ہے لیکن صاحب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعریف کر کے اسے بھی دینداری میں شامل فرمادیا۔

بچوں پر شفقت کرنا عورت کا ایمانی تقاضا ہے

مومن و کافر سب ہی اپنے بچوں کو شفقت سے پالتے ہیں لیکن اگر مسلمان عورت اس کو دین بنالے اور اس عمل میں اللہ کی رضا کی نیت کرلے کہ اولاد کی پرورش میری دینی ذمہ داری ہے اور ان کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنا میرا ایمانی تقاضا ہے، میں ان کی پرورش کرنے میں ایمانی تقاضے کو پورا کر رہی ہوں تو اس کو اس شفقت و پیار پر ثواب بھی ملے گا۔ پھر اگر جسمانی تربیت کے ساتھ ایمانی تربیت بھی کی اور بچوں کو دین کے راستہ پر ڈالا اور نماز روزہ کا پابند بنایا تو اس کا ثواب علیحدہ ملے گا۔ اس کے بعد یہ اولاد دینی ذہن رکھنے کی وجہ سے اپنی اولاد کو دین کی راہ پر لگائے گی تو اولاد کی اولاد کی دینداری کا ثواب بھی اس دادی اور پردادی اور نانی اور پرنانی کو ملیگا۔ جس نے اپنی اولاد کو دین کے راستہ پر ڈالا تھا۔ محبت اور شفقت کے تقاضوں کی وجہ سے بچوں کے نان نفقہ اور خوراک و پوشاک نیز مرض اور علاج معالجہ کا اہتمام تو کیا ہی جاتا ہے اور اس میں بھی بہت بڑا ثواب ہے لیکن اصلی اور سچی شفقت و محبت کا تقاضا یہ ہے کہ بچوں کو دینی زندگی پر ڈالا جائے اور وہ اس کی یہ ہے کہ دینداری آخرت کے عذاب سے بچانے والی چیز ہے۔ اس کے ذریعہ قبر اور آخرت کی غیر فانی زندگی میں آرام ملتا ہے اور کھلانے پلانے کے ذریعہ جو پرورش ہوتی ہے اس کا فائدہ دنیائے فانی تک محدود ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ کے ذمہ ہے کہ بچوں کو شفقت سے پالیں ان کی جسمانی اور ایمانی دونوں طرح کی تربیت کریں، بہت سے لوگ بچوں کے روٹی کپڑے کا فکر کر لیتے ہیں اور طرح طرح سے ان کی دلداری کرتے ہیں مگر دیندار بنانے

کی فکر نہیں کرتے یہ بہت بڑی بھول ہے۔ اگر بچوں کی دنیا آرام سے گزرے اور آخرت خراب ہو تو یہ کون سی سمجھداری کی بات ہے؟ اور وہ لوگ بھی قابل تنبیہ ہیں جو اولاد کو دیندار بنانے کے لئے تو ڈانٹتے ڈپٹتے رہتے ہیں مگر پیسہ ہونے کے باوجود کنجوسی کے ساتھ ان کی ضروریات کا خیال نہیں رکھتے حالانکہ میانہ روی کے ساتھ اولاد پر مال خرچ کرنا بھی ثواب ہے۔ حدیث شریف میں جو یہ الفاظ ہیں کہ:

احناه علی ولد فی صغره

ان میں لفظ ولد نکرہ ہے جس میں مطلق اولاد کا ذکر ہے اگر لفظ ولدھا ہوتا تو حدیث میں شفقت سے پالنے کی فضیلت صرف عورت کی اپنی اولاد تک محدود رہ جاتی، اپنی اولاد کے علاوہ دوسرے بچوں پر شفقت کرنے کی فضیلت بتانے کے لئے حدیث میں مطلقاً لفظ ولد لاکر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جو بچہ بھی عورت کی پرورش میں آجائے اپنا ہو یا دوسری عورت کا اسے شفقت سے پالنا خیر وخوبی اور فضیلت اور ثواب کی بات ہے۔

شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو تکلیف دینا ظلم ہے

بہت سی عورتیں ایسے شوہر سے نکاح کر لیتی ہیں جس کی پہلی بیوی سے بچے ہوتے ہیں، ان بچوں کی پرورش اس نئی بیوی کو کرنی پڑتی ہے مگر بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو پیار ومحبت سے پرورش کرتی ہوں، ایسے بچے اکثر اپنی مادر کے مظلوم ہی ہوتے ہیں۔ بعض عورتیں تو یہ کرتی ہیں کہ شوہر کا مال اپنے ان بچوں پر دل کھول کر خرچ کرتی ہیں جو پہلے شوہر کے بچے ہیں اور انہیں ساتھ لے کر نئے شوہر کے یہاں تشریف لائی ہیں اور اس نئے شوہر کی اولاد کو جو دوسری بیوی سے ہے خرچ اخراجات کی تکلیف میں رکھتی ہیں حالانکہ یہ بچے اس مال سے اخراجات پورے کرنے کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہ ان کے اپنے باپ کا مال ہے، یہ نئی عورت جو بچے ساتھ لائی ہے یہ تو اس نئے شوہر کی اولاد بھی نہیں، ان پر خوب دھڑلے سے خرچ ہو اور اس کی اصل اولاد تنگ رہے یہ سراسر ظلم ہے، اپنے شوہر کے وہ بچے جو دوسری عورت سے ہوں (خواہ اس کی اس بیوی سے ہوں جو وفات پا چکی یا طلاق لے چکی یا اس بیوی سے ہوں جو اس وقت بھی اس کے نکاح میں موجود ہوں) ان بچوں کو محبت و شفقت سے پالنا ان کی خوراک و پوشاک کا خیال رکھنا اور ان کو دیندار بنانا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔

جیٹھ، دیور اور نند کی اولاد کی پرورش

اس طرح اگر بھائی، بہن یا نند اور جیٹھ، دیور کی اولاد کی پرورش کرنے کا موقع ہاتھ آجائے تو ثواب کے لئے غنیمت جانے اور سچے دل سے ان کی پرورش کرے اور پوری شفقت کے ساتھ ان کی ضرورتوں کی دیکھ بھال رکھے۔ بعض مرتبہ یہ بچے یتیم ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان کی شفقت بھری پرورش اور پرداخت کا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے، اگر نسوانیت اور نفسانیت کے جذبات مذکورہ بچوں کی خدمت سے روکیں تب بھی ایمانی جذبات کے پیش نظر ان کی خدمت کرے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

شوہر کو کمانے کا اور بیوی کو خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِذَا اَنْفَقَتِ الْمَرْءَ ةُ مِنْ طَعَامِ بَیْتِهَا غَیْرَ مُفْسِدَةٍ کَانَ لَهَا اَجْرُهَا بِمَا اَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا اَجْرُهٗ بِمَا کَسَبَ وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذٰلِکَ لَا یَنْقُصُ بَعْضُهُمْ اَجْرَ بَعْضٍ شَیْئًا. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت اپنے (شوہر) کے کھانے میں سے خرچ کرے اور بگاڑ کا طریقہ اختیار کرنیوالی نہ ہو تو اس کو خرچ کرنے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور شوہر کو کمانے کی وجہ سے ثواب ملے گا اور جو خزانچی ہے۔ جس کے پاس رقم یا مال محفوظ رہتا ہے اگر چہ وہ مالک نہیں ہے مگر اس مال میں سے مالک کے حکم کے مطابق جب اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا تو) اس کو بھی اسی طرح سے ثواب ملتا ہے (جیسے مالک کو ملا، غرض ایک مال سے تین شخصوں کو ثواب مل گیا کمانے والا، اس کی بیوی جس نے صدقہ کیا، اس کا خزانچی اور کیشیئر جس نے مال نکال کر دیا) اور ایک کی وجہ سے دوسرے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی یعنی ثواب بٹ کر نہیں ملے گا بلکہ ہر ایک کو اپنے عمل کا پورا ثواب دیا جائے گا۔

تشریح: جو شخص کما کر لایا ہے اسکے مال سے صدقہ دیا جائے تو اس کو ثواب ہوگا لیکن اسکی بیوی جو اسکے مال میں سے صدقہ دے گی، وہ بھی ثواب پائے گی بہت سی عورتیں طبیعت کی کنجوس ہوتی ہیں اگر شوہر کسی غریب کو دینا چاہتا ہے تو برا مانتی ہیں اور منہ بناتی ہیں۔ اگر انکے پاس کچھ رکھا ہو اور شوہر کسی کو دینے کیلئے کہے تو برے دل سے نکال کر دیتی ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ جیسے روپیہ کے ساتھ کلیجہ نکلا آ رہا ہے۔ بھلا ایسا کر کے اپنا ثواب کھونے سے کیا فائدہ؟ بعض نیک بخت لوگ کسی ضرورت مند کا کھانا مقرر کرنا چاہتے ہیں مگر بیوی آڑے آ جاتی ہے اگر شوہر نے مقرر کر ہی دیا تو ہر روز کھانا نکالتے وقت جھک جھک کرتی ہیں، جس سے شوہر بھی آزردہ ہو جاتا ہے اور کھانا لینے والے کا بھی دل دکھتا ہے اور اپنا ثواب بھی کھوتی ہیں۔

حدیث شریف میں شوہر کے مال سے عورت کے صدقہ خیرات کرنے کا ثواب بتاتے ہوئے **غیر مفسدۃ** کا لفظ بڑھایا ہے یعنی بگاڑ کی راہ پر چلنے والی نہ ہو۔ اس لفظ کا مطلب بہت عام ہے جو بہت سی باتوں کو شامل ہے، مثلاً یہ کہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے مال میں سے خرچ کرتی ہو، اجازت کے لئے صاف زبانی اجازت ہونا ضروری نہیں ہے اگر یہ معلوم ہے کہ شوہر خرچ کرنے پر دل سے راضی ہے تو یہ بھی اجازت کے درجہ میں ہے اور یہ بھی بگاڑ کی راہ ہے کہ اپنے عزیزوں کو نوازتی ہو اور شوہر کے عزیز قریب ماں باپ اور اہل اولاد (خصوصاً پہلی بیوی کے بچوں کو) خرچ سے پریشان رکھتا ہو مثلاً ثواب سمجھ کر بدعتوں

پر خرچ کرتی ہو یا وہ چیز خرچ کرتی ہو جو مالیت کے اعتبار سے زیادہ ہے اس کا خرچ کرنا شوہر کو کھل جاتا ہو۔

زیادہ مال کے خرچ میں صاف اجازت کی ضرورت ہے۔ بہت سی عورتوں کو صدقہ کا جوش ہوتا ہے مگر مرد کی اجازت کا دھیان نہیں کرتی ہیں یہ غلطی ہے۔ ہاں اپنا ذاتی مال ہو تو شوہر کی اجازت کی پابند نہیں مشورہ لینا اس صورت میں بھی مفید ہے کیونکہ مردوں کو سمجھ زیادہ ہوتی ہے۔ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے باپوں اور بیٹوں اور شوہروں کے مالوں میں سے کیا کچھ خرچ کرنا (یعنی صدقہ کرنا اور ہدیہ لینا دینا) ہمارے لئے حلال ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: **الرطب تاکلنه و تهدینه**

یعنی ہری گیلی چیز (ان کی صاف اجازت کے بغیر بھی) کھالیا کرو اور ہدیہ دے دیا کرو۔

کیونکہ عموماً ایسی چیزوں سے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ ہاں اگر صاف منع کر دیں تو رک جانا۔ ہری گیلی چیز سے وہ چیزیں مراد ہیں جن کے رکھے رہ جانے سے خراب ہونے کا اندیشہ ہو جیسے شوربہ، سبزی بعض پھل وغیرہ۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجے۔ آمین

شوہر کی بات نہ ماننے پر فرشتوں کی لعنت

وَعَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اِذَا دَعَی الرَّجُلُ اِمْرَأَتَهُ اِلٰی فِرَاشِهٖ فَاَبَتْ فَبَاتَ غَضْبَانَ لَعَنَتْهَا الْمَلٰئِكَةُ حَتّٰی تُصْبِحَ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ (شرعی عذر کے بغیر) اس کے بستر پر جانے سے انکار کردے جس کی وجہ سے شوہر ناراضگی میں رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہیں گے۔

تشریح: اس حدیث میں جس اہم بات کی طرف اشارہ کیا ہے اس کی تشریح کی چنداں حاجت نہیں ہے۔ عقل مندوں کو اشارہ کافی ہوتا ہے جو عورتیں اس کی خلاف ورزی کرتی ہیں وہ نصیحت حاصل کریں۔ اس حدیث پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے عورتیں اپنے شوہروں کو دوسری بیوی کرنے پر آمادہ کردیتی ہیں یا وہ اپنی عفت کھو بیٹھتا ہے اور پاکدامن نہیں رہتا، میاں بیوی کا جو رشتہ ہے وہ عجیب رشتہ ہے، آپس میں ایک دوسرے سے ان کی جو خواہش پوری ہوتی ہے وہ دوسرے کسی فرد سے پوری نہیں ہوسکتی، لہٰذا ایک دوسرے کی دلداری کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے، آپس میں ایک دوسرے کے بشری تقاضوں کو پورا کرنے کا خیال نہ کریں تو ایک دوسرے پر بڑی زیادتی ہوگی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انسان کے انسانی تقاضے کو پہچانتے تھے۔ آپ نے ان تقاضوں کو جان کر اور سمجھ کر ہدایات دی ہیں، ان ہدایات کی خلاف ورزی کرنے سے بدمزگی پیدا ہوتی ہے اور حالات خراب ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ یہ جو فرمایا کہ جب شوہر اپنے بستر پر بلائے تو انکار نہ کرے، عذر شرعی نہ ہو تو بات مان لے یہ بستر پر بلانا اور رات کا ذکر فرمانا بطور مثال ہے ورنہ اس میں رات دن کی کوئی قید نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بوقت حاجت صاحب حاجت کی حاجت پوری ہوجائے اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ:

اذا دعی الرجل زوجته لحاجته فلتاته وان كانت علی التنور. (ترمذی)

یعنی شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی حاجت کے لئے بلائے تو آجائے اگرچہ تنور گرم کررہی ہو۔

شوہر کو ستانے والی کیلئے حوروں کی بددعا

وَعَنْ مُعَاذٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ لَاتُؤْذِیْ امْرَأَةٌ زَوْجَهَا فِی الدُّنْیَا اِلَّا قَالَتْ زَوْجَتُهٗ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ لَاتُؤْذِیْهِ قَاتَلَكِ اللّٰهُ فَاِنَّمَا هُوَ عِنْدَكِ دَخِیْلٌ یُوْشِكُ اَنْ یُّفَارِقَكِ اِلَیْنَا.

(رواه الترمذی و ابن ماجه وقال الترمذی هذا حدیث غریب)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے (مسلمان) شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہے تو حورعین میں سے جو اس کی بیوی ہے وہ کہتی ہے (اری دنیا والی عورت) اسے تکلیف نہ دے خدا تیرا برا کرے، یہ تو تیرے پاس چند روزہ مقیم ہے، عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس پہنچ جائے گا۔ (مشکوٰۃ)

تشریح: مومن بندوں کے لئے اللہ پاک نے جنت بنائی ہے۔ اس جنت میں دنیا والی مومن عورتیں بھی ان کو ملیں گی اور انسانوں سے علیحدہ ایک مخلوق اور ہے جو اللہ جل شانہ، نے جنت میں پیدا فرمائی ہے جسے قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں حورعین فرمایا گیا ہے۔ یہ حوریں بھی مومنین کی بیویاں بنیں گی۔ حور جمع ہے حوراء کی جس کا معنی ہے سفید رنگ والی عورت اور عین جمع ہے عیناء کی جس کا معنی ہے بڑی آنکھ والی عورت، یہ عورتیں حسن و جمال میں بہت زیادہ بڑھ چڑھ کر ہوں گی مگر دنیا والی جو عورتیں جنت میں داخل ہوں گی وہ ان سے زیادہ حسین و جمیل ہوں گی، حوریں اور جنتی عورتیں مردوں کو ملیں گی جنتی مرد بھی بہت زیادہ حسین و جمیل ہوں گے۔ آپس میں ان مردوں اور ان دونوں قسم کی بیویوں کے درمیان بے انتہا محبت ہوگی، کسی کے دل پر کسی کی طرف سے ذرا سا میل بھی نہ آئے گا۔ یہ جنتی حوریں منتظر ہیں کہ اپنے پیارے شوہروں سے ملیں جوان کے لئے مقرر ہیں لیکن جب تک یہ شوہر دنیا میں ہیں اس وقت تک ان سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔ مرنے کے بعد قبر کی زندگی گزار کر جب میدان حشر سے گزر کر جنت میں جائیں گے تو یہ حوریں انہیں مل جائیں گی، ان حوروں کو اپنے شوہروں سے اب بھی ایسا تعلق ہے کہ دنیا والی بیوی جب جنتی مرد کو ستاتی ہے تو جنت میں ملنے والی حوریں کہتی ہیں کہ اسے نہ ستا یہ تیرے پاس چند دن ہے عنقریب تجھے چھوڑ کر ہمارے پاس آجائے گا۔ اس کی قدر ہم کریں گی۔ ہمارے ساتھ ہمیشہ رہنے والے شوہر کو تو تکلیف نہ دے، حوروں کی اس بات کی آواز دنیا کی عورتوں کے کان میں تو نہیں آتی مگر خداوند قدوس کے سچے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات امت کی عورتوں تک پہنچا دی ہے، جو لوگ نیک عمل کرتے ہیں، حرام کام سے بچتے ہیں، روزہ نماز کے پابند ہوتے ہیں ایسے لوگوں کو بیویاں زیادہ ستاتی ہیں، ان کی ایذارسانی سے متاثر ہو کر جنتی حوریں ان کو بددعا دیتی ہیں کہ تمہارا برا ہو اس چند روزہ دنیا کے مسافر کو نہ ستاؤ تم سے جدا ہو کر ہمارے پاس آنے والا ہے۔ عورتوں پر لازم ہے کہ حورعین کی بددعا سے بچیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

جس عورت سے اس کا شوہر راضی ہو وہ جنتی ہے

وَعَنْ اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اَیُّمَا امْرَاَةٍ مَاتَتْ وَزَوْجُهَا رَاضٍ دَخَلَتِ الْجَنَّةَ. (رواہ الترمذی)

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت اس حال میں وفات پا گئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

شوہر کا کتنا بڑا حق ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم لَوْ کُنْتُ اٰمُرُ اَحَدًا اَنْ یَّسْجُدَ لِاَحَدٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَةَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِهَا. (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں (اللہ تعالیٰ کے علاوہ) کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

تشریح: اللہ جل شانہ نے جیسے والدین کا بہت مرتبہ رکھا ہے اور ان کا حکم ماننے کا حکم دیا ہے، اسی طرح شوہروں کا بھی بڑا رتبہ رکھا ہے، عورت گھر کا کام سنبھالتی ہے اور مرد محنت و کوشش کر کے گھر کے اخراجات پورے کرتا ہے، گھر کے اخراجات میں بیوی کے اخراجات بھی شامل ہیں۔ بیوی کے جو واقعی اور شرعی حقوق ہیں ان سے بڑھ کر عورت کے تقاضوں کے مطابق اس پر مرد مال خرچ کرتا ہے مردوں کو قرآن حکیم میں قوام (نگرانی کرنے والا سردار) بتایا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ وللرجال علیھن درجة یعنی مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہے قرآن کی اس بات کو بہت سی قومیں نہیں مانتی ہیں، ان قوموں کا یہ طریقہ فطرت کے خلاف ہے، اس کی خرابیاں ان لوگوں کے سامنے آتی رہتی ہیں۔ مرد قوام ہے گھر کا نگران ہے، محنت کر کے پیسے لاتا ہے عورت کو اس کا شکر گزار اور اس کا فرمانبردار ہونا لازم ہے، بشرطیکہ اس کا کوئی حکم یا مشورہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ حدیث میں اسی کی طرف رہبری فرمائی ہے۔ عورت شریعت کے مطابق چلے، اسلام کے فرائض ادا کرتے ہوئے اور گناہوں سے بچتے ہوئے شوہر کی دلداری کا خاص خیال رکھے اور اسے آرام پہنچائے تکلیف نہ دے اور اس کی نافرمانی نہ کرے۔ اگر اسی حال میں مرگئی تو جنت میں داخل ہوگی۔ کیونکہ جب اللہ جل شانہ کے حقوق ادا کر دیئے اور بندوں کے حقوق بھی پورے کر دیئے (جن میں شوہر کے حقوق بھی ہیں) تو اب جنت سے روکنے والی کوئی چیز نہیں رہی۔

وہ نکاح سب سے زیادہ بابرکت ہے جس میں اخراجات کم سے کم ہوں

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ اَعْظَمَ النِّکَاحِ بَرَکَةً اَیْسَرُهُ مَؤُنَةً. (رواہ البیهقی فی شعب الایمان)

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ برکت کے اعتبار سے سب سے بڑا نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم اخراجات ہوئے ہوں۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نکاح اور بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کرنا چاہئے۔ نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے وہ نکاح اس قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ اس کے منافع جانبین کو ہمیشہ پہنچتے رہیں گے اور یہ نکاح دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہوگا۔

ہمارے پیارے رسول سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں بھی کیں اور اپنی لڑکیاں بھی بیاہیں، یہ شادیاں نہایت سادگی کے ساتھ انجام پاگئیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چہیتی بیوی حضرت عائشہ تھیں، جو صدیق اکبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، ان سے نکاح تو مکہ معظمہ ہی میں ہوگیا تھا، پھر ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں رخصتی ہوئی اور کس شان سے رخصتی ہوئی؟ یاد رکھنے کے قابل ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

حضرت عائشہؓ پڑوس کے ایک گھر میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں، ان کی والدہ نے آواز دے کر بلایا اور کچھ عورتوں سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سنگھار کرا دیا اور ایک کمرے میں چھوڑ کر چلی گئیں۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے۔ لیجئے رخصتی ہوگئی، نہ دلہن پالکی میں بیٹھی، نہ دولہا گھوڑے پر چڑھا نہ کسی طرح کے اخراجات ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ حضرت زینبؓ، حضرت ام کلثومؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت فاطمہؓ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چاروں کی شادیاں کیں اور نہایت سادگی کے ساتھ سب کے نکاح اور رخصتیاں ہوگئیں۔

خاتون جنت کی رخصتی

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھیں۔ ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے۔ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی عورتوں کی سردار بتایا۔ سب کو معلوم ہے کہ ان کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوا تھا۔ جس وقت شادی ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی مکان بھی نہ تھا۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے مکان لے کر رخصتی کردی گئی اور رخصتی کس شان سے ہوئی۔ حضرت ام ایمنؓ کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی گئیں۔ دولہا خود لینے نہیں آیا تھا اور دلہن کسی سواری میں بھی نہیں بیٹھی۔

اب جہیز کی بات بھی سن لیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتون جنتؓ کے جہیز میں ایک چادر اور ایک تکیہ اور دو چکیاں اور دو مشکیزے دیئے۔ تکیہ کا غلاف چمڑے کا تھا۔ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔ (الاصابۃ)

اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک پلنگ ایک پیالہ، چاندی کے دو بازو بند دینے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

دُعا کیجئے

یااللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یااللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں اور بیٹیوں کا مہر

وَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَا لِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ. (راوہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورت سے چار چیزیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے۔ (۱)..... اسکے مال کی وجہ سے (۲)..... اسکی حیثیت کی وجہ سے (۳)..... اسکی خوبصورتی کیوجہ سے (۴)..... اسکی دینداری کی وجہ سے پس اے مخاطب تو دیندار عورت کو اپنے نکاح میں لاکر کامیاب ہوجا تیرا بھلا ہو۔ (مشکوۃ)

رہا مہر کا معاملہ تو اس کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۲ اوقیہ سے زیادہ اپنی کسی بیوی یا اپنی کسی بیٹی کا مہر مقرر کیا ہو۔ (مشکوۃ)

ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، ۱/۲ ۱۲ اوقیہ کے ۵۰۰ درہم ہوتے ہیں۔ ایک درہم ۳ ماشہ ایک رتی اور ۱/۵ رتی چاندی کا ہوتا ہے۔ اس حساب سے ۵۰۰ درہم کی چاندی ۱۳۱ تولہ سے کچھ زیادہ ہوتی ہے۔ چاندی کی یہ مقدار (جب کبھی مہر مقرر کرنا ہو تو سناروں سے معلوم کرلیا کریں کیونکہ چاندی کی قیمت کم وبیش ہوتی رہتی ہے۔)

موجودہ نرخ کے اعتبار سے ہزار روپے کے قریب ہوتی ہے اور اس مہنگائی کے دور میں اتنی قیمت ہوگئی۔ ورنہ پچاس سال پہلے بہت ہی کم قیمت تھی۔ آج کل ہزاروں روپے مہر مقرر کرتے ہیں، مجلس نکاح میں تو نام ہوہی جاتا ہے مگر زندگی بھر ادا نہیں کرپاتے اور بیوی کے قرضدار ہوکر مرتے ہیں۔

لوگوں کی حالت زار

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شادیاں کیں اور اپنی صاحبزادیوں کو بھی سادہ طریقہ پر بیاہ دیا۔ دونوں جہاں کے سردار تھے، اگر چاہتے تو دھوم دھام سے شادیاں کرتے لیکن آپ نے اپنے عمل سے سادگی اختیار کرکے دکھائی اور مستقل طریقہ پر یہ فرمادیا کہ نکاح میں جس قدر اخراجات کم ہوں گے اسی قدر بڑی برکتوں والا ہوگا۔ ہم نے بیاہ شادی کو مصیبت بنا رکھا ہے۔ غیر مسلموں کی دیکھا دیکھی بری بری رسمیں جاری کر رکھی ہیں اور یہ رسمیں غرور اور شہرت کے لئے اختیار کی جاتی ہیں۔ سودی قرض لے لے کر شادیاں کرتے ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ سود کا لینا دینا باعث لعنت ہے دکھاوے کے لئے جہیز دیئے جاتے ہیں، سینکڑوں روپے دعوت نامہ کے کارڈ پر خرچ ہوتے ہیں۔ ان اخراجات کی وجہ سے بعض مرتبہ جوان لڑکیاں برسوں بیٹھی رہتی ہیں ولیمے ہوتے ہیں جن میں سراپا ریاکاری ہوتی ہے۔ نام سنت کا اور کام دکھاوے کا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سفر میں نکاح اور ولیمہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ سفر میں نکاح کیا اور وہیں رخصتی ہوئی اور وہیں ولیمہ ہوا۔ نہ بکری ذبح ہوئی نہ قورمہ پکا نہ اور کسی کا اہتمام ہوا بلکہ دسترخوان بچھا دیئے گئے ان پر کچھ گھی، کچھ

کھجوریں، کچھ پنیر کے ٹکڑے ڈال دیئے گئے۔ حاضرین نے اس میں سے کھالیا۔ یہ حضرت صفیہؓ کے نکاح کا واقعہ ہے۔

ہمارے لئے اسوۂ حسنہ

ہم لوگ بھی اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے کا ارادہ کرلیں تو کسی طرح کی کوئی رسم اختیار نہ کرنی پڑے۔ سادگی کے ساتھ ایک مرد وعورت کا رشتہ شرعی ایجاب وقبول کے ذریعہ جوڑ دینا کافی ہے، اتنے سے کام میں کوئی مصیبت اور بکھیڑا نہیں، جو پابندیاں خود اپنے سر لگائی ہیں ان کی وجہ سے مصیبتوں میں گرفتار ہیں۔ منگنی کی رسموں سے شادی کے دن اور اس کے بعد کھانے پلانے، آنے جانے کی رسموں تک ہزاروں روپے خرچ ہوتے ہیں اور سینکڑوں ناجائز کام کئے جاتے ہیں۔ یہ رسمیں تفصیل کے ساتھ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور حصہ ششم میں لکھ دی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان کی شرعی مذمت سے بھی آگاہ فرمادیا ہے۔

بیاہ شادی کے متعلق عورتوں کی جاہلانہ رسمیں

عورتوں نے شادی بیاہ کی خود ساختہ رسموں کو شرعی فرائض کا درجہ دے رکھا ہے۔ نماز نہیں پڑھتیں جو سب سے زیادہ فرض چیز ہے لیکن شادی بیاہ کی رسموں کو فرض واجب سے بڑھ کر انجام دیتی ہیں اور ان رسموں کو جو نہ برتے اسے برے لفظوں میں یاد کرتی ہیں۔

گانے بجانے کا گناہ

شادیوں میں سینکڑوں روپے گانے بجانے اور رنڈیاں نچوانے اور ڈومنیاں گوانے پر خرچ کئے جاتے ہیں، جس کی شادی میں گانا بجانا نہ ہو، گراموفون نہ بجے، باجے والے نہ آئیں اسے پھیکا اور بے مزہ سمجھا جاتا ہے حالانکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصُّلُبِ وَاَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ.

یعنی مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں گانے بجانے کے سامان مٹادوں اور بتوں اور (عیسائیوں کی) صلیب (سولی) کو اور جاہلیت کی چیزوں کو ختم کردوں۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کے مٹانے کو اپنی بعثت کے مقصد میں شامل فرمایا افسوس ہے کہ اسلام کے مدعی ان چیزوں سے اپنی شادیوں کو سجاتے ہیں اور مصیبت بالائے مصیبت یہ ہے کہ مسجدوں میں نمازیں ہوتی رہتی ہیں اور مائیک سے گانے نشر ہوتے رہتے ہیں اور سارے محلے میں گانوں کی ایک مصیبت کھڑی ہوجاتی ہے، شور شار میں مریض بھی عافیت سے آرام نہیں کرسکتا۔

ایک زمانہ تھا جب مسلمان ہندوؤں سے بھڑ جاتے تھے اور مسجد کے سامنے باجا بجانے پر جان دیئے اور جان لینے کیلئے تیار ہوجاتے تھے۔ آج مسلمان خود ہی مسجد کے سامنے باجا بجاتا ہے اور عین نماز کے وقت گانے کی آوازیں نمازیوں کے کانوں میں ٹھونستا ہے۔

لڑکے یا لڑکی پر رقم لینا حرام ہے اور رشوت ہے

بعض لوگ کئی کئی ہزار روپے لے کر لڑکی دیتے ہیں اور اس کے برعکس بعض علاقوں میں اس شرط پر لڑکی لیتے ہیں کہ لڑکی کے ساتھ اتنی رقم اور اتنا سامان دیں، ان رقموں اور مالوں کا لینا دینا رشوت ہونے کی وجہ سے حرام ہے اور ساتھ ہی حدیث بالا کے بھی خلاف ہے۔ رقموں کے لین دین کی بری رسم کی وجہ سے بیاہ شادی میں کم سے کم اخراجات کیسے ہوسکتے ہیں۔ رقم اور سامان کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے بعض مرتبہ تیس چالیس سال کی عمر ہونے تک کہیں جوڑ نہیں بیٹھتا۔ خدا تعالیٰ اتباع سنت کی توفیق دے۔

بالغ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَا تُنْكَحُ الْاَیِّمُ حَتّٰی تُسْتَامَرَ وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتّٰی تُسْتَاذَنَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَكَیْفَ اِذْنُهَا قَالَ اَنْ تَسْكُتَ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا ایک بار نکاح ہو چکا ہو (اور پھر شوہر کی موت یا طلاق مل جانے کی وجہ سے عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح کرنا ہو) تو اس کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے وضاحت کے ساتھ زبان سے اجازت نہ لے لی جائے اور جس (بالغ) لڑکی کا نکاح پہلے نہیں ہوا ہے اس کا نکاح اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس سے اجازت نہ لے لی جائے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی اجازت کیسے ہوگی (وہ تو شرم کی وجہ سے بول بھی نہ سکے گی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی جانب سے یہی اجازت سمجھی جائے گی کہ جب اس سے اجازت لی جائے تو خاموش رہ جائے۔

تشریح: نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح اس کا ولی اپنے اختیار سے کرسکتا ہے۔ نابالغ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں بلکہ اگر وہ انکار کرے اور ولی نکاح پڑھا دے تب بھی نکاح ہو جائے گا اور ولی کو شریعت نے یہ اختیار اس لئے دیا ہے کہ بعض اوقات اچھے خاندان میں مناسب رشتہ مل جاتا ہے اور بلوغ کا انتظار کرنے میں اس رشتہ کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ لڑکے اور لڑکی کی بھلائی اور بہتری کے لئے اگر نابالغی میں ان کا نکاح کر دیا جائے جو اصول شریعت کے مطابق ہو تو درست ہے۔ ہاں اگر لڑکی کا فائدہ ملحوظ نہ ہو بلکہ ولی (خواہ باپ دادا ہی ہو) اپنی ذاتی مصلحت یا دنیاوی منفعت کے لئے نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح کر دے تو یہ درست نہیں ہے۔ بعض حالات میں یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتا اور بعض حالات میں منعقد تو ہو جاتا ہے مگر لڑکے اور لڑکی کو مسلم حاکم کے یہاں درخواست دے کر نکاح فسخ کرانے کا اختیار رہتا ہے۔

اس سلسلہ میں عوام و خواص بڑی افراط و تفریط میں مبتلا ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ قانون بنا رکھا ہے کہ نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ قانون بالکل خلاف شرع ہے جب شریعت نے نابالغ لڑکے اور لڑکی کے نکاح کو ولی کے ایجاب و قبول سے جائز رکھا تو اب اس جائز کو بدل کر ناجائز قرار دینے والا کون ہے؟ یہ تو دین میں مداخلت ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود اپنے عمل سے جائز قرار دیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس وقت نکاح فرمایا جب ان کی عمر چھ سال کی تھی، گو رخصتی بعد میں ہوئی۔ اس شرعی جائز کے خلاف قانون بنانا شریعت سے باغی ہونا ہے گو نابالغی میں نکاح کر دینا کوئی فرض و واجب بھی نہیں ہے۔ چھوٹے بچوں کا نکاح کر دینے سے بعض مرتبہ بعد میں بہت سی مشکلات سامنے آجاتی ہیں۔ اس لئے اس میں بھی بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔ اس

سلسلہ میں مزید توضیح انشاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔ اس حدیث کی تشریح کے سلسلے میں بطور تمہید یہ تفصیل زیر قلم آ گئی۔

کنواری سے جب باپ نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی ہی اجازت ہوگی

حدیث بالا سے معلوم ہوا ہے کہ بالغ لڑکی جس کا نکاح پہلے کسی سے نہ ہوا ہو اس کا نکاح اس سے اجازت لے کر کیا جائے، اسے بتادیں کہ فلاں لڑکا فلاں خاندان کا اور فلاں پیشہ والا ہے اور اس کی مالی حیثیت ایسی ہے، اس سے تیرا نکاح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، تیری اجازت ہے تو اس سے نکاح کر دیں۔ جب اس سے یہ بات کہہ دی گئی اور اس نے خاموشی اختیار کرلی تو یہ اس کی اجازت سمجھی جائے گی۔ اور اگر زبان سے صاف طور پر اجازت دے دے تب تو یہ اجازت بطریق اولی معتبر ہوگی۔ اگر اس نے انکار کر دیا تو اس کا نکاح کر دینا درست نہیں۔ بالغ لڑکی کا انکار ہوتے ہوئے کسی ولی نے نکاح کر دیا تو نکاح منعقد نہ ہوگا۔ بعض لوگوں پر ایسی جہالت سوار ہوتی ہے کہ بالغ لڑکی کے انکار کے باوجود اپنا وعدہ نباہنے کے لئے اس کا نکاح کر دیتے ہیں اور لڑکی کو مار کوٹ کر اور گھر سے دھکیل کر نام نہاد شوہر کے ساتھ چلتی کر دیتے ہیں۔ یہ بدترین ظلم ہے اور سخت حرام ہے۔ چونکہ لڑکی نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی اس لئے نکاح ہی نہیں ہوا۔ میاں بیوی والے تعلقات بھی زنا ہوں گے۔ یہ کیا چودھراہٹ ہے کہ باپ کی ناک اونچی ہو جائے، لڑکی خواہ زندگی بھر زنا میں مبتلا رہے، جہالت بری بلا ہے۔

کنواری کا اجازت لینے کے وقت مسکرانا اور رونا بھی اجازت میں شمار ہے

یہ جو کہا کہ جس بالغ لڑکی کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو اس کا ولی جب نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی اجازت سمجھی جائے گی اس کیساتھ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ ہنس پڑی یا مسکرا کر رہ گئی یا رو پڑی اور انکار نہ کیا تو یہ بھی اجازت شمار ہوگی۔ بشرطیکہ یہ ہنسنا اور رونا انکار کے انداز کا نہ ہو۔

والمعول اعتبار قرائن الاحوال فی البکاء والضحک فان تعارضت او اشکل احتیط. (الشامی عن الفتح)

زبان سے صاف طور پر کس لڑکی سے اجازت لینا ضروری ہے؟

اور جس لڑکی کا نکاح ایک بار پہلے ہو چکا ہو اور اب (شوہر کی موت یا وقوع طلاق کے بعد عدت گزار کر) دوسرا نکاح کرنا چاہئے تو اس کا ولی جب لڑکے کی صفات اور حالات بیان کر کے اجازت لے تو اس کا خاموش رہ جانا اجازت میں شمار نہ ہوگا بلکہ جب تک زبان سے صاف لفظوں میں اجازت نہ دے اجازت نہ سمجھی جائے اور بالغہ کنواری کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ اس کی خاموشی بھی اجازت میں شمار ہوگی یہ اسوقت ہے جب کہ وہ ولی اجازت طلب کرے جو قریب تر ہے۔ اگر قریب تر ولی کے علاوہ کوئی دوسرا ولی اجازت لے تو بالغہ کنواری لڑکی کی اجازت بھی وہی معتبر ہوگی جو زبان سے ہو اور صاف لفظوں میں ہو۔ اس تفصیل کو خوب سمجھ لیں۔

شریعت کا اعتدال

شریعت نے کیسے اعتدال سے کام لیا۔ ایک طرف تو بالغ لڑکی کو اپنی ذات کا اختیار دے دیا ہے جب تک وہ اجازت نہ دے اس کا نکاح نہیں ہو سکتا، دوسری طرف اس کی شرم کا لحاظ رکھا اور ولی کی اجازت لینے پر اس کی خاموشی یعنی انکار نہ

کرنے کو اجازت شمار کرلیا، اگر وہ انکار کرے تو ولی اس کا نکاح نہیں کرسکتا اور جس بالغ لڑکی کا پہلے نکاح ہو چکا ہے اس کے دوسرے نکاح کے لئے اس کی زبانی اجازت لازم قرار دی گئی۔ جس کی وجہ سے جس عورت کا نکاح ایک بار ہو چکا ہے اس کی شرم ٹوٹ چکی ہے۔ اس کی خاموشی کو اجازت قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں اور قریب تر ولی کے علاوہ اگر کوئی دوسرا ولی اجازت لے تو بالغہ کنواری کی خاموشی بھی معتبر نہیں کیونکہ اندیشہ یہ ہے کہ غیر اقرب جہاں نکاح کرنا چاہتا ہے اس میں پوری ہمدردی کی رعایت نہ رکھی ہو۔ لہٰذا لڑکی جب صاف لفظوں میں اجازت دے تب معتبر ہوگی۔

نابالغ کا نکاح

بعض خاندانوں اور علاقوں میں یہ مستقل طریقہ بنا رکھا ہے کہ نابالغی میں لڑکے اور لڑکی کا نکاح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں، حالانکہ نابالغ کا نکاح کر دینا ایک جائز امر ہے۔ کوئی فرض و واجب نہیں ہے۔ خواہ مخواہ نابالغی میں بچوں کا نکاح کر دینا کوئی ضروری کام نہیں ہے، بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نابالغی میں نکاح کر دینے کے بعد لڑکا اور لڑکی بالغ ہو کر منکر ہو جاتے ہیں اور اس شادی کو پسند نہیں کرتے۔ انکا انکار اور والدین کا اسی جگہ رخصتی کرنے پر اصرار مصیبت بن جاتا ہے۔ دور حاضر کی اولاد کی خودرائی کے پیش نظر اگر بات پہلے سے پکی کر کے رکھیں اور آخری فیصلہ اور نکاح لڑکا لڑکی کے بالغ ہونے پر ان کی اجازت لے کر کریں تو مذکورہ پریشانی کا سامنا نہ ہو۔ نیز بعض مرتبہ لڑکا نابالغ ہو کر شریر بدمعاش نکل جاتا ہے۔ رخصتی کریں تو لڑکی کی جان مصیبت میں پھنسے اور لڑکے سے طلاق کو کہیں تو طلاق نہیں دیتا۔ یہ پریشانیاں پیش آتی رہتی ہیں، ان سے بچنے کا یہی علاج ہے جو اوپر بیان کیا گیا۔ البتہ ایسا قانون بھی خلاف شریعت ہے کہ نابالغ کا نکاح ہو ہی نہ سکے۔ جو از شرعی پر عمل کریں تو لڑکا لڑکی کا فائدہ دیکھ لیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ، ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

یا اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

کون کون سے رشتے حرام ہیں

وَعَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لَّکَ فِیْ بِنْتِ عَمِّکَ حَمْزَۃَ فَاِنَّھَا اَجْمَلُ فَتَاۃٍ فِیْ قُرَیْشٍ فَقَالَ لَہٗ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَۃَ اَخِیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ وَاَنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَۃِ مَاحَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ. (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کی رغبت ہے۔ (رغبت ہو تو بات چلائی جائے) کیونکہ قریش کی عورتوں میں وہ سب سے زیادہ حسین لڑکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (میرا نکاح اس سے کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی لڑکی ہے) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔ اور اللہ جل شانہ نے نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام قرار دیئے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام قرار دیئے ہیں (حمزہ رضی اللہ عنہ گو چچا ہیں اور چچا کی لڑکی سے درست ہے لیکن چچا کے ہوتے ہوئے چونکہ وہ دودھ شریک بھائی بھی ہیں اس لئے ان کی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

وَعَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھَا قَالَتْ جَاءَ عَمِّیْ مِنَ الرَّضَاعَۃِ فَاسْتَاْذَنَ عَلَیَّ فَاَبَیْتُ اَنْ آذَنَ لَہٗ حَتّٰی اَسْاَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَسَاَلْتُہٗ فَقَالَ اِنَّہٗ عَمُّکِ فَاْذِنِیْ لَہٗ قَالَتْ فَقُلْتُ لَہٗ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّمَا اَرْضَعَتْنِیَ الْمَرْءَ ۃُ وَلَمْ یُرْضِعْنِی الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّہٗ عَمُّکِ فَلْیَلِجْ عَلَیْکِ وَذٰلِکَ بَعْدَمَا ضُرِبَ عَلَیْنَا الْحِجَابُ. (رواہ البخاری ومسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا واقعہ بیان فرمایا کہ میرے رضاعی چچا (افلح نامی) نے پردہ کے احکام نازل ہونے کے بعد میرے پاس اندر آنے کی اجازت چاہی (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ابوالقعیس کی بیوی کا دودھ پیا تھا جس کی وجہ سے ابوالقعیس ان کے دودھ کے رشتہ سے والد ہوگئے اور ان کے بھائی افلح اسی رشتہ سے چچا ہوگئے) جب انہوں نے اجازت چاہی تو میں نے اندر آنے کی اجازت نہ دی اور کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کئے بغیر اجازت نہ دوں گی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانہ میں تشریف لائے تو میں نے دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا (ہاں) وہ تمہارا دودھ کے رشتہ کا چچا ہے اسے اندر آنے کی اجازت دے دو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو عورت نے دودھ پلایا ہے (اس کی بہن خالہ بن جائے تو یہ سمجھ میں آتا ہے) مجھے مرد نے تو دودھ نہیں پلایا (اس عورت کے شوہر نے) مجھے دودھ پلایا ہوتا تو اس کا بھائی میرا چچا بن جاتا) آپ نے فرمایا بلاشبہ وہ تمہارا چچا ہے وہ تمہارے پاس اندر گھر میں آسکتا ہے (کیونکہ جس مرد کی

وجہ سے دودھ اترا وہ باپ ہو گیا اور اس کا بھائی دودھ پینے والے بچہ کا چچا ہو گیا) (مشکوٰۃ ص ۲۷۳ عن البخاری ومسلم)

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم نَهٰی اَنْ تُنْكَحَ الْمَرْءَةُ عَلٰی عَمَّتِهَا اَوِالعَمَّةُ عَلٰی بِنْتِ اَخِیْهَا وَالْمَرْءَةُ عَلٰی خَالَتِهَا اَوِالْخَالَةُ عَلٰی بِنْتِ اُخْتِهَا لاَ تُنْكَحُ الصُّغْرٰی عَلَی الْكُبْرٰی وَلا الْكُبْرٰی عَلَی الصُّغْرٰی.

(رواه الترمذی و ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح ایسے مرد سے نہ کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے اس عورت کی پھوپھی ہو اور اس سے بھی منع فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح ایسے مرد سے کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے اس عورت کے بھائی کی لڑکی ہو (اسی طرح) اس سے بھی منع فرمایا کہ کسی عورت کا نکاح ایسے مرد سے کیا جائے جسکے نکاح میں پہلے اس عورت کی خالہ ہو اور اس سے بھی منع فرمایا کہ ایسے مرد سے کسی عورت کا نکاح کیا جائے جس کے نکاح میں پہلے سے بھی اس عورت کی بہن کی لڑکی ہو۔ کسی مرد کے نکاح میں بڑی (یعنی پھوپھی یا خالہ) کے ہوتے ہوئے چھوٹی (یعنی بھتیجی اور بھانجی) کا نکاح اس مرد سے نہ کیا جائے کسی مرد کے نکاح میں چھوٹی (یعنی بھتیجی یا بھانجی) کے ہوتے ہوئے بڑی (یعنی پھوپھی اور خالہ) کا نکاح اس مرد سے نہ کیا جائے۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۷۴ بحوالہ ترمذی وابوداؤد)

تشریح: شریعت مطہرہ نے نکاح کے بارے میں بہت سے احکام بتائے ہیں ان احکام میں یہ تفصیلات بھی ہیں کہ کون سی عورت کس مرد کے لئے حلال ہے اور کون سا مرد کس عورت کے لئے حلال ہے۔ ہر مسلمان کو ان تفصیلات کا جاننا ضروری ہے۔ قرآن مجید میں سورہ نساء کے چوتھے رکوع میں یہ احکام مذکور ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان احکامات کی تشریح کی ہے اور تفصیلات بتائی ہیں۔ شریعت نے انسان کو حلال وحرام کا پابند بنایا ہے۔ جیسے کھانے پینے میں ہر چیز کھانے پینے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ ایسے ہی شادی کرنے میں آزادی نہیں بلکہ اس کے بارے میں حلال وحرام کی تفصیلات سے آگاہ فرمایا اور قوانین کا پابند بنایا بعض لوگوں کو یہ قوانین ناگوار معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن وہ یہ نہیں سمجھتے کہ روک ٹوک شرافت کی دلیل ہے۔ جانور غیر مکلّف ہیں بے عقل ہیں، جہاں چاہتے ہیں منہ مارتے ہیں جیسے چاہیں خواہش پوری کر لیتے ہیں۔ اگر انسان کو بھی کھلی چھٹی مل جائے تو وہ انسان کہاں رہے گا۔ وہ تو جانور بلکہ جانور سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

کونسی عورت کس کے لئے حرام ہے اس کے تفصیلی قوانین کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے۔ (۱)۔ نسبی قرابت (۲)۔ دودھ کا رشتہ (۳)۔ سسرالی رشتہ (اس رشتے کی وجہ سے جو حرمت ہوتی ہے اسے حرمت مصاہرت کہتے ہیں) (۴)۔ کسی عورت کا دوسرے مرد کے نکاح یا اس کی عدت میں مشغول ہونا۔ (۵)۔ کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا۔ (۶) تعداد مقررہ سے زیادہ نکاح کرنا۔ ان باتوں کی تفصیلات قدرے ذکر کی جاتی ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

نسبتی قرابت کے رشتے

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هَلْ لَّكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَاحَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کی رغبت ہے۔ (رغبت ہو تو بات چلائی جائے) کیونکہ قریش کی عورتوں میں وہ سب سے زیادہ حسین لڑکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (میرا نکاح اس سے کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی لڑکی ہے) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔ اور اللہ جل شانہ نے نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام قرار دیئے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام قرار دیئے ہیں (حمزہ رضی اللہ عنہ گو چچا ہیں اور چچا کی لڑکی سے درست ہے لیکن چچا کے ہوتے ہوئے چونکہ وہ دودھ شریک بھائی بھی ہیں اس لئے ان کی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سے اور ماں باپ، دادا، دادی یا نانا، نانی سے نکاح کرنا درست نہیں اور بہن بھائی کا بھی آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا، خواہ حقیقی بہن بھائی ہوں خواہ باپ شریک ہوں، خواہ ماں شریک۔ چچا بھتیجی کا اور ماموں بھانجی کا بھی آپس میں نہیں ہوسکتا، نیز پھوپھی بھتیجے اور خالہ بھانجے کا بھی آپس میں نکاح درست نہیں۔

دودھ کے رشتے

دودھ کے رشتے کی وجہ سے بھی آپس میں نکاح حرام ہو جاتا ہے خالہ زاد بھائی سے اور چچا اور پھوپھی کے لڑکے سے نکاح درست ہے۔ لیکن اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے دودھ پینے کے زمانہ میں (یعنی دو سال کی عمر کے اندر) کسی اور عورت کا دودھ پی لیا تو یہ دونوں آپس میں دودھ شریک بہن بھائی ہو گئے۔ اب آپس میں ان کا نکاح نہیں ہوسکتا جب لڑکے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے وہ اس عورت کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا اگرچہ ایک ساتھ دودھ نہ پیا ہو۔ نیز دودھ پینے والا اس عورت کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا۔ جس کا دودھ پیا ہو کیونکہ وہ اس کی خالہ ہوگئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ جو نکاح نسبتی قرابت کی وجہ سے حرام ہے دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔ اس سے چند صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ جو فقہ کی کتابوں میں لکھی گئی ہیں۔

پیچھے ایک حدیث میں بھی یہی مضمون بتایا گیا ہے کہ جس طرح نسبتی قرابت کے رشتے سے نسبی ماں بیٹا اور بہن بھائی اور خالہ بھانجہ اور ماموں بھانجی اور چچا بھتیجی اور پھوپھی اور بھتیجا آپس میں محرم قرار دیئے گئے ہیں (کہ ایک دوسرے کے ساتھ سفر میں جاسکتے ہیں) اسی طرح دودھ کے رشتے کی وجہ سے دودھ پلانے والی عورت اور اس کی اولاد اس کی بہن اور اس کا بھائی اور اس کے ماں باپ دودھ پینے والے بچے کے لئے

(لڑکا ہو یا لڑکی) محرم بن جاتے ہیں حتیٰ کہ جس کی بیوی کا دودھ پیا ہے اس کا بھائی دودھ پینے والے بچہ کا چچا ہو کر محرم بن جاتا ہے۔ محرم وہ ہے جس سے کبھی نکاح درست نہیں۔ عورت کا داماد اور عورت کے شوہر کا باپ بھی محرم ہو جاتا ہے کیونکہ اس سے بھی نکاح درست نہیں ہے۔ محرم بن جانے کی وجہ سے ایک ساتھ سفر میں جانا اور بلا پردہ آمنے سامنے آ جانا جائز ہو جاتا ہے۔

جس محرم سے اطمینان نہ ہو اس کیساتھ سفر اور خلوت درست نہیں

ہاں اگر کوئی محرم فاسق و فاجر ہے اس کی جانب سے اطمینان نہیں ہے بلکہ شرارت نفس کا اندیشہ (جیسا کہ آج کل واقعات ہوتے رہتے ہیں) تو ایسے محرم سے احتیاط لازم ہے' اس کے ساتھ سفر کرنا یا تنہائی میں رہنا جائز نہیں اور ۴۸ میل کا سفر کرنا بلا محرم کے درست نہیں ہے خواہ سفر دینی ضرورت سے ہو (مثلاً سفر حج) یا دنیاوی ضرورت سے (جیسے میکہ جانا یا سسرال پہنچنا) یہ ممانعت بہر حال ہے پیدل سفر کرے یا ہوائی جہاز سے یا ریل سے یا موٹر کار سے' جس محرم کے ساتھ سفر میں جائے اس کا صالح ہونا ضروری ہے جس سے اطمینان ہو کہ کوئی خراب عمل نہ کرے گا اور خراب خیال سے نہ چھوئے گا اگر ایسا محرم ہو تو اس کے ساتھ سفر کرنا درست ہے۔

نامحرم کے ساتھ سفر اور خلوت گناہ ہے

بہت سی عورتیں بغیر محرم کے سفر حج یا عمرہ کے لئے روانہ ہو جاتی ہیں جو گناہگار ہوتی ہیں' نامحرم کیسا ہی متقی اور پرہیزگار ہو اس کے ساتھ حج و عمرہ کے لئے جانا گناہ ہے' مسلمان آدمی کو طبیعت پر نہیں شریعت پر چلنا لازم ہے۔ بہت سی عورتیں خالہ زاد' ماموں زاد' چچا زاد' پھوپھی زاد کے ساتھ سفر میں چلی جاتی ہیں اور ان سے پردہ بھی نہیں کرتی ہیں اور ان کے ساتھ تنہائی میں وقت گزارتی ہیں یہ سخت گناہ ہے۔

حرمت مصاہرت

کسی مرد کا کسی عورت سے یا کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہو جانے کی وجہ سے جو حرمت ہو جاتی ہے اسے حرمت مصاہرت کہا جاتا ہے۔ مثلاً جب کوئی مرد کسی عورت سے نکاح کر لے تو اب اس عورت کی والدہ سے نکاح نہیں کر سکتا۔ اسی طرح یہ عورت اس مرد کے کسی بھی لڑکے سے نکاح نہیں کر سکتی' کسی عورت کا اس کے شوہر کے باپ سے نکاح نہیں ہو سکتا' پہلے شوہر کی لڑکیاں اگر کوئی عورت ساتھ لے آئی تو اس کا نیا شوہر ان لڑکیوں میں سے کسی سے بھی نکاح نہیں کر سکتا۔ بشرطیکہ ان لڑکیوں کی والدہ اور نئے شوہر کے درمیان شوہر اور بیوی والا کام ہو چکا ہو اور اگر ان کی والدہ کو صرف نکاح کر کے طلاق دے دی تو ان میں سے کسی بھی لڑکی سے نکاح ہو سکتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ .... وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ.

میں نے یہی مسائل بتائے ہیں۔ اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کر لے تو اس سے بھی حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے۔ جس عورت سے زنا کرے اب اس عورت کی والدہ سے اور اس کی لڑکی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں' دنیا میں اور اہل و عیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

حرمت مصاہرت سے متعلق چند کوتاہیاں

وَعَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم هَلْ لَّكَ فِيْ بِنْتِ عَمِّكَ حَمْزَةَ فَاِنَّهَا اَجْمَلُ فَتَاةٍ فِيْ قُرَيْشٍ فَقَالَ لَهٗ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ حَمْزَةَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَاَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ مِنَ الرَّضَاعَةِ مَاحَرَّمَ مِنَ النَّسَبِ. (رواه مسلم)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا آپ کو اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی لڑکی سے نکاح کرنے کی رغبت ہے۔ (رغبت ہو تو بات چلائی جائے) کیونکہ قریش کی عورتوں میں وہ سب سے زیادہ حسین لڑکی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ (میرا نکاح اس سے کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ میرے دودھ شریک بھائی کی لڑکی ہے) کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حمزہ میرے دودھ شریک بھائی ہیں۔ اور اللہ جل شانہ نے نسب کی وجہ سے جو رشتے حرام قرار دیئے ہیں وہ رضاعت کی وجہ سے بھی حرام قرار دیئے ہیں (حمزہ رضی اللہ عنہ گو چچا ہیں اور چچا کی لڑکی سے درست ہے لیکن چچا کے ہوتے ہوئے چونکہ وہ دودھ شریک بھائی بھی ہیں اس لئے ان کی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

حرمت مصاہرت (رشتۂ دامادی) کے متعلق بعض واقعات میں بعضے لوگ ایک عورت سے ایک مدت تک ناجائز تعلق رکھتے ہیں، جب وہ دل سے اتر جاتی ہے اور اس درمیان اس کی کوئی لڑکی سیانی ہو جاتی ہے اس کی طرف میلان ہوتا ہے اور اپنے نزدیک گناہ سے بچتے ہیں کہ اس لڑکی سے نکاح کر لیتے ہیں حالانکہ حرمت مصاہرت کے قاعدے سے اس شخص پر اطلاق مدلول:

وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ. (النساء: ۲۳)

اور تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں ان بیویوں سے کہ جن کے ساتھ تم نے صحبت کی ہو۔

میں داخل ہونے سے حرام ہے اور بعضے دونوں ماں بیٹی کو استعمال میں رکھتے ہیں حالانکہ بیٹی سے منقطع (علیحدہ) ہونے کے بعد اس کی ماں سے نکاح حرام ہو گیا، اور بلا نکاح تو دو حرمتیں جمع ہوگئیں، ایک وطی بلا نکاح (بغیر نکاح کے ہم بستری) دوسری "امھات نساء کم" سے انتفاع۔

بیوی کی ماں یا بیٹی پر شہوت سے ہاتھ پڑ جانے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے

بعضے عمداً تو اسباب حرمت کے مرتکب نہیں ہوتے مگر احیاناً غلطی سے بیوی کے دھوکہ میں اس بیوی کی ماں پر اس بیوی کی بیٹی پر شہوت سے ہاتھ پڑ جاتا اور بعد تنبہ کے فوراً دست کش ہو جاتا ہے کہ عمداً (جان بوجھ کر) تو اس فعل کا ارتکاب نہیں کیا گیا۔

مذکورہ حرمت کا مدار سزا نہیں بلکہ اس فعل کا خاصہ ہے

سو یہ کلام کرنا غلطی ہے، اس حرمت کا مدار سزا نہیں ہے جو یہ سوال کیا جائے، جس طرح بعض اعیان (چیزوں) میں بعض خواص ایسے ہوتے ہیں کہ بلاقصد (بغیر ارادہ) کے بھی ان کے

تناول سے وہ خواص ظاہر ہوتے ہیں، جیسے سنکھیا کھانے سے ہلاک ہو جانا اور اس کو اطباء اور کبھی بعض عوام بھی جانتے ہیں اسی طرح بعض افعال میں بھی بعض خواص ایسے ہوتے ہیں کہ بلا قصد ان کے صدور سے وہ خواص واقع ہوتے ہیں اور اس کو شارع علیہ السلام اور ماہران شریعت بارشاد جانتے ہیں' پس ان اسباب حرمت مصاہرت میں یہ خاص اسی قبیل (قسم) کا ہے' البتہ جو مضار (نقصانات) بعض افعال کے واقع ہوں گے وہ سزا ہیں' وہ قصد وعمد (جان بوجھ کر اور ارادہ کے ساتھ کرنے) پر موقوف ہیں۔

بہو پر براہ شرارت ہاتھ ڈالنے سے وہ اپنے بیٹے پر بھی حرام ہو جائے گی

اسی طرح بعض ایسے ہی دھوکہ میں یا براہ شرارت کوئی شخص اپنے بیٹے کی بیوی پر ہاتھ ڈال دیتا ہے تو یہ بیوی اپنے شوہر پر یعنی اس شخص کے بیٹے پر حرام ہو جاتی ہے' اس میں عوام کو پہلے ہی سے زیادہ کلام ہوتا ہے کہ پہلی صورت میں تو جس شخص پر حرمت ہو جاتی ہے اس کی اتنی کوتاہی تو تھی کہ اس نے تحقیق کرنے میں بے احتیاطی کی' مگر یہاں جس شخص پر حرمت ہوئی ہے اس بیچارے کی کیا خطا اور اس کا کیا دخل جو اس پر سختی کی گئی' اس کا جواب بھی اوپر کی تقریر سے ہو چکا ہے کہ یہ سزا نہیں' اس فعل کے خاصہ کا ظہور ہے اور خاصہ ہونا دلیل شرعی سے ثابت ہے اور گو یہ مسئلہ حرمت مصاہرت بدون النکاح کا مجتہدین میں مختلف فیہ ہے۔

کسی مسئلہ میں محض نفس پرستی کیلئے کسی دوسرے امام کی تقلید دین سے مذاق ہے

مگر جو شخص ایسے مجتہد کی تقلید کا التزام کئے ہوئے ہو جو حرمت کے قائل ہوں اس شخص کا محض اتباع ہوی (صرف نفسانی خواہش کی پیروی) سے اس حرمت پر عمل نہ کرنا نفس پرستی ولعب فی الدین (دین کو کھیل بنانا) ہے اور اس مسئلہ میں کچھ شرائط وتفاصیل بھی ہیں جن کا محل کتب فقہ ہیں ان سے یا علماء سے وقوع حوادث کے وقت تحقیق کرنا ضروری ہے تا کہ حرمت کی جگہ حلت اور حلت کی جگہ حرمت نہ سمجھا جائے کہ اول میں حقوق شرع کا اتلاف (ضیاع) اور دوسری میں حقوق زوجہ کا اتلاف ہے۔

بلا قصد بھی حرمت مصاہرت ہو جاتی ہے

اور چونکہ یہ مسئلہ بہت نازک ہے اور بعض صورتوں میں بلا قصد بھی حرمت ہو جاتی ہے۔

بیوی سے مباشرت سے قبل سخت احتیاط کی ضرورت ہے

اس لئے اس کی احتیاط کا بہت ہی اہتمام رکھے۔ یعنی اول تو جہاں بیوی سوتی ہو اس کی ماں یا بیٹی وہاں نہ ہونا چاہئے۔ اسی طرح وہاں اپنے بیٹے کی بیوی یا باپ کی بیوی نہ ہونا چاہئے اور اگر کسی ضرورت سے ایسا ہو تو جب تک بیوی کو پکار کر اس کی آواز نہ سن لے اور خوب پہچان نہ لے اس کو ہاتھ نہ لگائے۔

اسی طرح ان مذکورہ عورتوں کے ہاتھ سے اگر کوئی چیز لے تو اس کا بہت خیال رکھے کہ اس کے ہاتھ کو ان کا ہاتھ نہ لگ جائے' نفس کا کیا اعتبار' اگر ہاتھ لگنے کے وقت مرد کے دل میں یا عورت کے دل میں شہوت کا اثر ہو گیا تو حرمت مصاہرت کا طوق (پٹہ) پڑ گیا۔ پھر بعض اوقات تو ایک کو دوسرے کی کیا خبر کہ اس وقت اس کے نفس میں کیا کیفیت تھی؟ جب خبر ہی نہیں تو حرمت پر عمل کیسے کرے گا؟ اور اگر اپنے نفس کی خبر بھی ہو گئی تو دنیا کے شرم یا خوف سے زبان سے نکالنا مشکل' تو تمام عمر ارتکاب حرام' یا یہ شخص مباشر یا مسبب (یعنی خود کرنے والا یا

سبب بننے والا ہو گیا) کتنی مصائب جمع ہو گئیں۔

۴۔عدت والی عورت کے نکاح کا حکم

کسی عورت کا کسی مرد کے نکاح یا اس کی عدت میں مشغول ہونا بھی حرمت نکاح کا باعث بن جاتا ہے۔ایک مرد کے نکاح میں دو یا تین یا چار عورتیں تو رہ سکتی ہے مگر ایک عورت دو مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ جب ایک عورت سے کسی نے نکاح کر لیا تو اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس مرد کے نکاح سے بالکل نہ نکل جائے۔لفظ بالکل اس لئے استعمال کیا کہ شوہر کے مر جانے یا طلاق بائن یا طلاق مغلظ دے دینے سے گو رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے مگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت عورت کو جب ہوتی ہے جب عدت گزر جائے' عدت کے احکام آگے بیان ہوں گے انشاء اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں والمحصنت من النساء۔فرما کر یہی بات بتائی ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس کا نکاح دوسرے مرد سے نہیں ہوسکتا۔

نکاح میں کون سی عورتیں جمع نہیں ہوسکتیں

کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا بھی بعض دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کے لئے مانع ہو جاتا ہے' مثلاً کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا تو اب جب تک یہ عورت اس کے نکاح میں رہے بلکہ اگر اس نے طلاق دے دی تو طلاق کے بعد جب تک عدت کے اندر رہے گی اس عورت کی بہن سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا' اگر نکاح کر لیا تو شرعاً اس نکاح کا کوئی اعتبار نہیں قرآن مجید میں (وان تجمعوا بین الاختین) فرما کر یہی مسئلہ بتایا گیا ہے۔جس طرح دو بہنیں آپس میں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں اسی طرح پھوپھی' بھتیجی اور خالہ بھانجی بھی ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ہیں۔اگر کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں ہو تو جب تک یہ اس مرد کے نکاح میں رہے گی اس کی بہن اور اس کی خالہ سے اور بھانجی سے پھوپھی سے اور بھتیجی سے اس مرد کا نکاح درست نہیں ہوگا' اگر نکاح کر لیا تو شرعاً معتبر نہ ہوگا، نیز ان میں سے اگر ایک کو طلاق دے دی تو دوسری سے نکاح اس وقت تک درست نہ ہوگا جب تک کہ طلاق پانے والی عورت کی عدت نہ گزر جائے۔

مرد کیلئے مقررہ تعداد سے زائد نکاح درست نہیں

مرد کے لئے شریعت نے بیویوں کی تعداد مقرر کی ہے' بیک وقت چار عورتوں سے ایک مرد کو نکاح کرنا درست ہے مگر اس کی اجازت اس وقت ہے جب کہ ہر بیوی کے حقوق شریعت کے مطابق برابری کے ساتھ ادا کرے۔ بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کوئی مرد نکاح نہیں کر سکتا حتیٰ کہ اگر چار میں سے چوتھی کو طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت نہ گزر جائے اس کے بدلہ پانچویں عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔غیلان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں قبول اسلام سے پہلے دس بیویاں تھیں جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو سب بیویاں بھی مسلمان ہو گئیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ چار کو رکھ لو باقی چھوڑ دو۔(مشکوۃ)

یہ سب نکاح چونکہ زمانہ جاہلیت میں ہوئے تھے اس لئے ایسا فیصلہ صادر فرمایا مسلمان ہوتے ہوئے کوئی شخص اگر چار عورتیں نکاح میں ہوتے ہوئے پانچویں سے نکاح کر لے تو پانچواں نکاح منعقد ہی نہ ہوگا۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں' دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

دودھ کا رشتہ دوسال کی عمر میں دودھ پینے سے ثابت ہے

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اَنَّ النَّبِيَّ صلی اللّٰه علیه وسلم دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا رَجُلٌ فَكَاَنَّهُ كَرِهَ ذٰلِكَ فَقَالَتْ اِنَّهُ اَخِيْ فَقَالَ انْظُرْ نَ مِنْ اِخْوَانِكُنَّ فَاِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ. (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانہ میں تشریف لائے اس وقت میرے پاس ایک آدمی تھا، میں نے ایسا محسوس کیا کہ اس کا گھر میں ہونا آپ کو ناگوار ہوا میں نے (دل کا خلجان دور کرنے کے لئے) عرض کیا کہ یہ شخص میرا (دودھ شریک) بھائی ہے (اس لئے اندر بلالیا ہے) یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ اچھی طرح خیال کرلو کہ تمہارے دودھ شریک بھائی کون لوگ ہیں کیونکہ شرعی رضاعت (دودھ سے آجانے والی حرمت) اس وقت مؤثر ہوتی ہے جب کہ بھوک کی وجہ سے ہو۔

تشریح: مطلب یہ ہے کہ شرعاً دودھ پلانے کا زمانہ مقرر ہے یعنی دوسال کی عمر کے اندر اندر بچہ اور بچی کو دودھ پلایا جاسکتا ہے، اس عمر میں جس نے دودھ پیا اس کا دودھ پینا حرمت رضاعت کا سبب ہے اس کے بعد دودھ پلانا ہی حرام ہے اور اگر کسی نے اس عمر کے بعد کسی عورت کا دودھ پی لیا ہے تو اس سے وہ کسی کا نہ محرم بنے گا نہ اس عورت کی ماں بہن اور اولاد سے اس کا نکاح حرام ہوگا۔ چونکہ دودھ سے حرمت ثابت ہوتی ہے، اس لئے عورتوں پر بہت احتیاط لازم ہے۔ اپنی اولاد کے سوا بلا ضرورت دوسروں کے بچوں کو دودھ نہ پلائیں۔

فائدہ: بچہ یا بچی کی عمر چاند کے حساب سے دو سال پورے ہونے کے اندر اندر جو کسی عورت کا دودھ پلا دیا جائے تو سب اماموں کے نزدیک حرمت رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ یعنی اس کی وجہ سے وہ سب رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو دودھ کی وجہ سے حرام ہیں، البتہ حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اڑھائی سال کے اندر اندر دودھ پلانے سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہوجاتی ہے۔ احتیاط کا تقاضا ہے کہ امام صاحب کے قول پر عمل کیا جائے دوسال پورے ہو جائیں تو کسی بچہ یا بچی کو دودھ ہرگز نہ پلائیں لیکن اگر کسی نے پلانے کی غلطی کردی تو اڑھائی سال کے اندر جو دودھ پلایا ہو اس کی حرمت رضاع میں مؤثر مانا جائے۔ البتہ اس کے بعد جو دودھ دیا ہو حرمت رضاع میں اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا اور اس کی وجہ سے رشتے حرام نہ ہوں گے۔

کسی مرد سے نکاح کرنے کے لئے اسکی پہلی بیوی کو طلاق نہ دلائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنی بہن کو طلاق کا سوال نہ کرے تاکہ اس کے پیالہ کو خالی کردے اور چاہئے کہ اپنا نکاح (کسی دوسرے مسلمان مرد سے) کرلے۔ کیونکہ جو اس کی

تقدیر میں ہے وہ ضرور اس کو ملے گا۔ (مشکوۃ المصابیح)

تشریح: اس حدیث میں بھی اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ کوئی کسی کا برانہ چاہے' جب کوئی کسی کو نکاح کا پیغام دے تو اسے اپنی صوابدید کے مطابق ہاں یا نہ کا جواب دے دینا چاہئے۔ اگر اس مرد کے نکاح میں پہلے سے کوئی عورت ہو تو اپنا نکاح کرنے کے لئے پہلی بیوی کو طلاق دینے کی شرط نہ لگائے تا کہ شوہر سے جو کچھ اس کو ملتا ہے اس سے اس کا پیالہ خالی کردے یعنی اسے محروم کر کے خود اس منفعت کو اپنے لئے مخصوص کر لے بعض علماء نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بتایا ہے کہ جب دو عورتیں کسی مرد کے نکاح میں ہوں تو کوئی سوتن شوہر سے اپنی سوتن کو طلاق کا سوال نہ کرے تا کہ اسے طلاق ہو جائے تو وہ دوسری جگہ نکاح کر لے اور طلاق کا تقاضا کرنے والی تنہا شوہر پر قبضہ کر کے بیٹھ جائے اور شوہر سے جو منافع حاصل ہوتے ہیں ان سب سے دوسری کو محروم کر کے اپنے لئے مخصوص کر لے۔ حدیث کے الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش ہے۔
بہر حال یہ دونوں باتیں شریعت اسلامیہ کے خلاف ہیں یعنی جس مرد سے نکاح کرنا ہو اس کی پہلی بیوی کو طلاق دلانے کا تقاضا کرنا اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے نکاح میں پہلے سے ہو یا بعد میں آ جائے اس کی طلاق کا سوال کرنا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تو بہن فرما کر رحمت اور شفقت کی طرف توجہ دلائی کہ جس عورت کی طلاق کا سوال کرو گی وہ بھی تو مسلمان ہوگی۔ اپنی اس مسلمان بہن کو اسکے شوہر کی شفقت سے کیوں محروم کرتی ہو' جبکہ تم اپنے لئے ایسا پسند نہیں کرسکتی ہو۔ مسلمان کی ایمانی ذمہ داریوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ جو کچھ اپنے لئے پسند کرے وہ دوسرے مسلمان کیلئے بھی پسند کرے اور جو کچھ اپنے لئے ناپسند کرے وہ دوسرے مسلمان کیلئے بھی ناپسند کرے۔

کسی عورت کو اس کے شوہر سے الگ کرا کر اس کے شوہر سے نکاح کرنے کی کوشش جہاں اس کی ایذاء کا باعث ہے وہاں تقدیر سے آگے بڑھنے کے بھی مترادف ہے۔ ہر مرد عورت کے لئے مال اور رزق اور دیگر منافع مقدر ہیں۔ جو عورت چاہتی ہے کہ کسی عورت کو طلاق دلا کر اس کے شوہر سے نکاح کر لے اسے چاہئے کہ اس کے شوہر پر قبضہ کرنے کے بجائے کسی دوسرے مرد سے اپنا نکاح کر لے' ہزاروں مسلمان مرد موجود ہیں جو تقدیر میں ہیں وہ اس کے پاس بھی ملے گا اور اس کے پاس بھی۔

آج کل عورتوں میں یہ مرض بہت زیادہ ہے ایسے ایسے واقعات سنے ہیں کہ بہن نے بہنوئی سے نکاح کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اپنی حقیقی بہن کو طلاق دینے پر بہنوئی کو آمادہ کر کے طلاق دلا دی اور اسے خود اپنا شوہر بنا کر بیٹھ گئی۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اکسانا گناہ ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم لَیْسَ مِنَّا مَنْ خَبَّبَ امْرَاَةً عَلٰی زَوْجِهَا اَوْعَبْدًا عَلٰی سَیِّدِهٖ۔ (مشکوة المصابیح ص ۲۸۲ بحواله ابو داؤد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے (یعنی جماعت مسلمین میں سے) نہیں ہے جو کسی عورت کو فریب دے کر شوہر کی مخالف بنا دے یا کسی غلام کو دھوکہ دے کر اسے آقا کا مخالف بنا دے۔

تشریح: اس حدیث میں اس بات کی نصیحت فرمائی ہے کہ کوئی مرد و عورت کسی عورت کو ورغلا کر اور سمجھا بجھا کر اس کے شوہر کی مخالفت پر آمادہ نہ کر دے اگر کوئی ایسی حرکت کرے گا تو وہ ایسا سخت مجرم ہوگا کہ اس کے بارے میں رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہماری امت سے نہیں ہے۔ بہت سے مرد و عورت اس میں مزہ لیتے ہیں کہ کسی کا گھر بگاڑ دیں۔ شوہر کو بیوی میں کوئی رنجش ہوگئی اور کسی نے شوہر کو چڑھایا کسی نے بیوی کو اکسایا اور دونوں میں صلح کرانے کے بجائے معمولی سی رنجش کا ناقابل عبور سمندر بنا دیا تو ایسے لوگوں کی حرکت بد سے میاں بیوی قریب تر آنے کے بجائے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ ایسی حرکت کرنے والی اجنبی ہی نہیں ہوتے بلکہ فریقین کے رشتہ دار ہی ایسا کام زیادہ کرتے ہیں۔ بہت سے ماں باپ یا بہن بھائی یا مرد کو اس کی بیوی کے خلاف ابھار دیتے ہیں۔ عورت کی ماں بہن یا محلّہ کی عورتیں عورت کو شوہر کے خلاف ابھارتی ہیں۔ دیکھ تجھے ایسا ایسا کہا ہے، تو کوئی گرے پڑے گھر کی تھوڑی ہی ہے جو ایسی باتیں سنے گی۔ تیرا زیور بھی بیچ کھایا اور تجھے زیور کی ایک کیل بھی بنا کر نہیں دی۔ کپڑے بھی وہیں تیرے ماں باپ کے گھر کے چل رہے ہیں، کیسے شوہر کے پلے بندھی ہے، ان باتوں سے اس کا دل کھٹا ہو جاتا ہے، شوہر سے لڑتی رہتی ہے وہ بھی بری طرح پیش آتا ہے اور بدمزگی بڑھتے بڑھتے طلاق تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

جب طلاق ہو جاتی ہے تو اب شوہر بھی دوسری شادی کے لئے پریشان ہے مگر کسی جگہ شادی کا موقع نہیں لگتا اور بیوی کے اقربا و اولیاء بھی چاہتے ہیں کہ کہیں رشتہ ہو جائے مگر لوگ اس کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ اسے طلاق ہو چکی ہے عادت و خصلت خراب ہوگی تب ہی تو ایسا ہوا۔ بہرحال جن کا گھر بگڑا وہ مصیبت جھیلتے ہیں اور یہ بھڑکانے والے اور اکسانے والے تماشہ دیکھتے ہیں۔ شیطان اپنی حرکتیں انسانوں سے بھی کرا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کے کاموں سے سب کو بچائے۔ آمین۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے آمین

بلا مجبوری کے طلاق کا سوال اٹھانے والی پر جنت حرام ہے

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَیُّمَا امْرَأَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا مِّنْ غَیْرِ مَابَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَآئِحَۃُ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ احمد والترمذی وابو داؤد وابن ماجۃ والدارمی)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شوہروں سے علیحدگی چاہنے والی اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۲۸۲ بحوالہ نسائی)

تشریح: اللہ جل شانہ نے مردوں کو عورتوں کی طرف اور عورتوں کو مردوں کی طرف محتاج بنایا ہے۔ فطری طور پر بیاہ شادی کرنے پر مجبور ہیں۔ شریعت مطہرہ نے انسان کے فطری تقاضوں کو پامال نہیں کیا بلکہ ان کی رعایت رکھی ہے۔ اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا ہے اس لئے نکاح کرنا شرعاً محمود اور مستحسن ہی نہیں بلکہ بعض حالات میں واجب ہے' کس عورت کا کس مرد سے نکاح ہوسکتا ہے اور کس سے نہیں ہوسکتا ہے شریعت نے اس کی تفصیل بتلادی ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

نکاح زندگی بھر نباہنے کے لئے ہوتا ہے

ان تفصیلات کو سامنے رکھ کر جب کسی مسلمان مرد کا کسی عورت سے نکاح ہو جائے تو اس کے بعد زندگی بھر ایک دوسرے کو چاہنے اور نباہنے کی کوشش کرنی چاہئے' کبھی کبھار فریقین میں سے کسی کو طبعی طور پر ایک دوسرے کی جانب سے کچھ ناگواری ہو جائے تو نفس کو سمجھا بجھا کر درگزر کر دینا نباہنے کے لئے ایک امر ضروری ہے۔ مردوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی طرح سے سمجھایا ہے اور نباہنے کا حکم دیا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

کوئی مرد کسی مؤمن عورت سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اسکی کوئی خصلت ناگوار ہوگی تو دوسری خصلت پسند آ جائے گی۔ (رواہ مسلم)

اور عورتوں کو تعلیم دی ہے کہ طلاق کا سوال نہ اٹھائیں نباہنے کی کوشش کریں جب کہیں دو چار برتن ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹکتے ضرور ہیں ایسے ہی جب دو آدمی ایک ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کچھ نہ کچھ ناگواری کی صورت سامنے آ ہی جاتی ہے' اگر صبر نہ کیا جائے اور ناگواری کے سہنے کا مزاج نہ بنایا جائے تو آپس میں نباہ نہیں ہوسکتا اور آئے دن چھوٹ چھٹاؤ کا سوال ہوتا رہے گا' پھر طلاق کے بعد بچے ویران ہوں گے' ہر ایک کو اپنے لئے الگ الگ جوڑا تلاش کرنا ہوگا' بچے ماں سے یا باپ سے یا دونوں سے علیحدہ ہوں گے لہٰذا جہاں تک ممکن ہو زندگی بھر نباہ کرتے ہوئے چلتے رہنا چاہئے۔

بہت سی عورتیں مزاج کی تیز ہوتی ہیں، بات بات میں مرد سے لڑ پڑتی ہیں جو حقوق واجب نہیں ان کا شوہر سے مطالبہ کرتی ہیں وہ پورا نہیں کرتا تو منہ پھلاتی ہیں اور اکڑ کر بیٹھ جاتی ہیں، شوہر کی ناشکری کرتی رہتی ہیں، شوہر کوئی بات کہے تو طلاق کی بات سامنے لے آتی ہیں، عورتوں کے اسی مزاج کے پیش نظر شریعت نے عورت کو طلاق دینے کا اختیار نہیں دیا ورنہ ایک ایک دن کئی بار طلاق دیا کرتیں، نکاح طلاق دینے کے لئے نہیں ہوتا زندگی بھر نباہنے کے لئے ہوتا ہے مرد اگر طلاق دے دے تو طلاق ہو جاتی ہے لیکن طلاق دینا اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔

طلاق ناپسندیدہ چیز ہے

اسی لئے ایک حدیث میں آیا ہے کہ:

ابغض الحلال الی اللّٰہ الطلاق. (ابوداؤد)

حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ بغض اور نفرت کی چیز طلاق ہے۔

جب نباہنا اسلام کا مزاج ٹھہرا تو عورت کی جانب سے طلاق کا سوال اٹھانا سراسر غیر اسلامی فعل ہوگا۔ اس لئے یہ ارشاد فرمایا کہ طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں منافق ہیں۔

اسلام کے تقاضوں پر نہ چلنا اور اسلام کا مدعی ہونا یہ دوغلے پن کی بات ہے۔ منافق دوغلا ہوتا ہے اندر کچھ ظاہر کچھ اور سب سے بڑا منافق وہ ہے جو دل سے منافق ہو اور زبان سے اسلام کا مدعی ہو، لیکن جو شخص اسلام کا دعویدار ہے اور دل سے بھی دین اسلام کے حق ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے لیکن عمل میں ایمانی تقاضوں پر پورا نہیں اترتا اسے عمل کے اعتبار سے منافق کہا گیا ہے۔ حدیث شریف میں بہت سی خصلتوں کو منافقت کی خصلت بتایا ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جس میں چار خصلتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا اور جس میں ان سے ایک خصلت ہو گی تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ اس میں منافق کی ایک خصلت ہے جب تک اسے چھوڑ نہ دے وہ چار خصلتیں یہ ہیں۔

۱۔ جب اسکے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔

۲۔ جب بات کرے تو جھوٹ بولے۔

۳۔ جب عہد کرے تو غدر کرے۔

۴۔ جب جھگڑا کرے تو گالیاں دے۔ (بخاری ومسلم)

چونکہ یہ شخص عمل کے اعتبار سے ایمانی تقاضوں کو پامال کرتا ہے اور اس کا عمل ایمانی مطالبات کے خلاف ہے اس لئے اسے منافق کہا گیا، اسی طرح ایمان کا دعویٰ کرتے ہوئے عورت کی جانب سے طلاق کے سوال کو منافقت بتایا کیونکہ یہ بھی عمل کے اعتبار سے منافقت ہے۔

البتہ بعض مرتبہ ایسی مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں کہ نباہ کے راستے ہی ختم ہو جاتے ہیں گوایسا کم ہوتا ہے لیکن اسلام نے اسکی بھی رعایت رکھی ہے، ایسے حالات میں مرد اگر طلاق دے دے یا عورت مانگے تو یہ وعیدیں شامل نہیں، اسلئے حدیث میں فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے طلاق کا سوال کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے، مجبوری کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً یہ کہ شوہر دین پر چلنے نہیں دیتا، گناہوں پر مجبور کرتا ہے، بے جا مار کٹائی کرتا ہے یا ازدواجی حقوق ادا کرنے سے بالکل ہی معذور ہے اور اس کے درست ہونے کی کوئی امید نہیں، ان حالات میں شوہر سے طلاق لینے یا خلع کرنے یا بعض صورتوں میں مسلمان حاکم سے نکاح فسخ کرانے کی گنجائش ہے۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

بعض عورتیں ضد کر کے طلاق لیتی ہیں

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَیُّمَا اِمْرَأَۃٍ سَأَلَتْ زَوْجَھَا طَلَاقًا مِّنْ غَیْرِ مَابَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْھَا رَآئِحَۃُ الْجَنَّۃِ۔ (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

آج کل عورتیں شوہر کے ساتھ نباہ کرنے کا مزاج گویا ختم کر چکی ہیں، جہاں تھوڑی سی ان بن ہوئی شوہر سے کہا کہ اگر تو اصل ماں باپ کا جنا ہے تو مجھے ابھی طلاق دے دے حالانکہ عورت کا کام یہ تھا کہ شوہر کے بدلے ہوئے تیور دیکھتی ہوئی ہٹ جاتی، زبان بند کر لیتی تاکہ وہ غصہ میں آ کر طلاق کا لفظ منہ سے نہ نکالتا۔ جب شوہر عورت کے مطالبہ پر طلاق کے الفاظ نکال دیتا ہے تو جہالت کی وجہ سے وہ بھی طلاق کی مشین گن چالو کر دیتا ہے تین سے کم پر تو خاموش ہوتا ہی نہیں۔

طلاق زبان سے نکلتے ہی واقع ہو جاتی ہے

طلاق کے بعد جب فریقین کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے تو پچھتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے طلاق کی نیت سے طلاق نہیں دی اور بہت زیادہ غصہ میں تھا یا عورت حمل سے تھی یا اس کی ناپاکی کا زمانہ تھا اور یہ بات اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک غصہ یا حالت حمل وحیض میں طلاق نہیں ہوتی، حالانکہ طلاق کا تعلق زبان سے ہے، جب زبان سے طلاق نکلے گی واقع ہو جائے گی، شوہر غصہ میں ہو یا رضامندی میں اور عورت حمل سے ہو یا ناپاکی کے ایام میں ہو، بہر حال طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

مذاق میں بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

طلاق وہ چیز ہے کہ جو شوہر کی زبان سے مذاقاً نکل جانے سے بھی اثر کر جاتی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: تین چیزیں ایسی ہیں جن میں اصلی نیت اور مذاق دونوں برابر ہیں یعنی بلا نیت کے مذاقاً زبان سے نکالنے سے بھی کام کر جاتی ہیں۔

(۱) نکاح (۲) طلاق (۳) رجوع کر لینا (طلاق رجعی کے بعد) (ابوداؤد)

جب طلاق دے بیٹھتے ہیں اور عورتیں شوہر کو غصہ دلا کر طلاق لے چھوڑتی ہیں تو مفتی کے پاس سوال لے کر آتے ہیں اور مفتی کو موم کرنے کے لئے کہتے ہیں میاں بیوی ایک دوسرے پر عاشق ہیں، بیوی خودکشی کر لے گی اگر اسی شوہر کے پاس رہنے کا راستہ نہ نکلا تو بچے ویران ہوں گے اور یہ تکلیف ہوگی اور وہ مصیبت آئے گی، دیکھئے مولوی صاحب کوئی راستہ نکالئے، بھلا مولوی کیا راستہ نکال سکتا ہے، علماء ومفتیان کرام دین اسلام کا قانون بتانے والے ہیں قانون بنانے والے نہیں، قانون اللہ پاک کا ہے۔

رجعی طلاق

آپس کے نباہ کا کوئی راستہ نہ رہا ہو اور طلاق دینی ہی ہو تو ایسا کرے کہ جس زمانہ میں عورت پاک ہو یعنی حیض سے نہ ہو

اس زمانے میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دے دے' اس طرح سے ایک رجعی طلاق ہو جائے گی' جس کا معنی یہ ہے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کرنے یعنی لوٹا لینے کا حق رہتا ہے' ایک طلاق رجعی دینے کے بعد پھر چاہے تو رجوع کر لے اور رجوع کے لئے عورت کی رضامندی بھی ضروری نہیں ہے' عورت چاہے نہ چاہے مرد رجوع کر سکتا ہے۔ زبان سے صرف یہ کہہ دینے سے کہ میں نے اپنی بیوی کو لوٹا لیا' اس سے رجوع صحیح ہو جاتا ہے۔ اگر دو گواہوں کے سامنے ایسا کہے تو بہتر ہے تاکہ رجوع کرنے نہ کرنے کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو گواہوں کے ذریعے رجوع کا ثبوت دیا جا سکے۔ اگر کسی نے طلاق رجعی کے بعد عدت کے اندر کوئی ایسا کام کر لیا جو میاں بیوی کے درمیان ہوتا ہے تو اس طرح بھی رجوع ہو جائے گا' اس کو رجوع بالفعل کہتے ہیں اور زبان سے لوٹا لینے کو رجوع بالقول کہتے ہیں۔

عدت کے بعد رجعی طلاق بائن ہو جاتی ہے

اگر کسی نے طلاق رجعی دینے کے بعد عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہی رجعی طلاق بائن طلاق ہو جائے گی' بائن طلاق میں رجوع کا حق نہیں رہتا ہاں اگر دونوں پھر میاں بیوی بننا چاہیں تو آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں' چاہئے تو یہی کہ عند الضرورت صرف ایک طلاق سے کام چلا لیا جائے۔ اگر طلاق کے بعد پچھتاوا ہو تو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق باقی ہونے کی وجہ سے شوہر رجوع کر سکے گا اور اگر جلدی ہوش نہ آیا اور عدت گزر گئی تو آپس میں دوبارہ نکاح ہو سکے گا۔

شریعت کی آسانی

شریعت نے کتنی آسانی رکھی ہے۔ اول تو طلاق دینے ہی سے منع فرمایا' پھر اگر کوئی طلاق دینا ضروری ہی سمجھے تو اسے بتایا کہ ایک طلاق عورت کو پاکی کے زمانے میں دے دے' اس میں غصہ ٹھنڈا ہونے اور سوچ بچار کرنے کا خوب اچھی طرح موقع مل جاتا ہے۔ اگر کسی نے صاف لفظوں میں ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو بھی رجعی ہوں گی اور اگر غیر حاملہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دی اور رجوع نہ کیا اور اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ آئے اس میں ایک طلاق دے دی تو طلاق مغلظہ ہو گی' عدت طلاق تین حیض ہے اور حیض نہ آتا ہو (بچپن یا بڑھاپے کی وجہ سے) تو عدت تین ماہ ہے اور حاملہ ہو تو حمل ختم ہونے پر عدت ختم ہو گی' عدت کے اندر اندر جو طلاقیں شوہر دے گا واقع ہوتی رہیں گی۔

بیک وقت تین طلاق

لوگ اپنی جان پر زیادتی کرتے ہیں کہ ایک ساتھ طلاق کی تینوں گولیاں چھوڑ دیتے ہیں' شریعت طلاق ہی کی مخالف ہے پھر وہ ایک ساتھ تینوں طلاق دینے کی کیسے اجازت دے سکتی ہے تاہم اگر کوئی شخص ایک ساتھ تین طلاق دے ہی دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' اسی طرح اگر کوئی شخص عدت گزرنے سے پہلے مختلف اوقات میں تین طلاقیں دے دے یا ہر پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دیا کرے تو اس طرح سے تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں' تین طلاقوں کے بعد رجوع کا حق نہیں رہتا بلکہ آپس کی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہو سکتا۔ تین طلاق پانے والی عورت اس طلاق دینے والے شوہر کے نکاح میں دوبارہ اسی صورت جا سکتی ہے کہ عدت گزار کر کسی دوسرے مسلمان سے اس کا نکاح ہو۔ پھر وہ اس سے میاں بیوی والا کام کرنے کے بعد طلاق دے دے یا مر جائے اس کے بعد عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے' اس کو ''حلالہ'' کہتے ہیں۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ آئندہ آئے گی۔

تین طلاقوں کے بارے میں چاروں اماموں کا مذہب

وَعَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اَیُّمَا امْرَاَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا طَلاقًا مِّنْ غَیْرِ مَابَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَیْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ. (رواہ احمد)

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

تشریح: بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے ایک ہی طلاق مانی جاتی ہے، اور رجوع کا حق باقی رہتا ہے اور اسے حضرت امام شافعیؒ کا مذہب بتاتے ہیں یہ بالکل غلط ہے، چاروں اماموں کا مذہب یہ ہے کہ ایک مجلس میں تین طلاق دے یا الگ الگ کر کے ہر پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق دے، بہرحال تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اور رجوع کا حق ختم ہوجاتا ہے اور اس کے بعد بغیر حلالہ کے میاں بیوی دونوں کا نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔

فائدہ: ایک یا دو رجعی طلاق دے کر اگر عدت کے اندر رجوع کرلیا تو اس طرح سے بیوی بنا کر رکھنا جائز ہوجائے گا مگر طلاق ختم نہ ہوگی کیونکہ اگر کبھی ایک کے بعد دو طلاقیں دے دیں یا دو کے بعد ایک طلاق اور دے دی تو پہلی طلاق حساب میں لگ کر تینوں طلاقیں مل کر مغلظہ طلاق ہوجائیں گی اور جو تین طلاقوں کا حکم ہے وہی عائد ہوجائے گا، خوب سمجھ لیں۔ واللہ اعلم۔

تین طلاق کے بعد نکاح کی صورت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی کی (سابقہ) بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا میں (پہلے) رفاعہ کے پاس تھی (یعنی اس کے نکاح میں تھی) انہوں نے مجھے پکی طلاق دے دی (یعنی تین طلاق دے کر جدا کردیا ان کی عدت گزارنے کے بعد) میں نے عبدالرحمٰن بن الزبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔ (ان کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ پایا، ان کے پاس ایسی چیز ہے جیسے کپڑے کا پلو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خاتون کی بات سن کر سوال فرمایا کیا تم یہ چاہتی ہو کہ (اس سے طلاق لے کر عدت گزارنے کے بعد رفاعہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نکاح کرلو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں میں یہی چاہتی ہوں آپ نے فرمایا نہیں! (ایسا نہیں ہوسکتا، رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ جانے کا کوئی راستہ نہیں) جب تک کہ تم اس دوسرے شوہر سے تھوڑی لذت حاصل نہ کرلو اور وہ تم سے تھوڑی لذت حاصل نہ کرلے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے، لیکن تین طلاقیں دینا بہتر نہیں ہے، اگر کوئی ایسی صورت بن جائے کہ نباہ کا کوئی راستہ ہی نہ رہے تو عورت کے پاکی کے زمانے میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دے اگر پچھتاوا ہو تو عدت کے اندر رجوع کرلے، اگر عدت کے اندر رجوع نہ کیا تو یہ رجعی طلاق بائن ہوجائے گی اس کے بعد ہوش آجائے تو آپس میں باہمی رضامندی سے دوبارہ نئے مہر پر نکاح کرلیں یہ ایسی بات ہے کہ جس پر عمل کرنے سے دقت اور مصیبت پیش نہیں آئے گی، لیکن اس کے برخلاف لوگ یہ کرتے ہیں بیک وقت یہ زبان میں اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دے ڈالتے ہیں، ایسا کرنے سے شرعاً تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں اور رجوع کا راستہ بالکل ختم ہوجاتا ہے، تین طلاقوں

کے بعد آپس میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا لہٰذا مرد کو چاہئے کہ اور کسی مسلمان عورت سے نکاح کرلے جس سے نباہ ہو سکے اور عورت کسی دوسرے مسلمان سے نکاح کرلے جس کے ساتھ گزارہ کی صورت بن سکے۔ جب تین طلاق ملنے والی عورت نے عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرلیا اور اس شوہر نے میاں بیوی والا کام بھی کرلیا پھر طلاق دے دی یا وفات پا گیا تو عدت گزار کر پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا ہے:

پھر اگر شوہر (دو طلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہوگی۔ (سورہ بقرہ)

یعنی اگر دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہو جائے اور نکاح کرکے طلاق دے دے یا مر جائے تو پہلے شوہر کے لئے حلال نہ ہوگی تین طلاقوں کے بعد پہلے شوہر کے لئے حلال ہونے کی یہ شرط ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے میاں بیوی والا خاص کام بھی کرلے، اس کے بعد طلاق دے دے یا وفات پا جائے اور عدت بھی گزر جائے۔ اسی شرط کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں بیان کیا گیا ہے جس میں حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کا قصہ مذکور ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت یا مرد کو یہ ترغیب دی جارہی ہے کہ کسی مسلمان سے خواہی نہ خواہی ضرور اس عورت کا نکاح کیا جائے پھر اس سے طلاق لی جائے بلکہ یہ بتایا گیا ہے کہ دوسرے مرد سے نکاح ہوکر میاں بیوی والا کام ہوجانے کے بعد طلاق ہوجائے یا وہ مرجائے تو آپس کی رضامندی سے پہلے شوہر سے دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر دوبارہ نکاح کی صورت نہیں، چونکہ مرد نے تین طلاق دے کر قانون شریعت کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے اسی عورت کے دوبارہ حاصل ہونے کے لئے بطور سزا یہ شرط عائد کی ہے۔ اس شرط میں جو ترکیب اور تفصیل مذکور ہے اس کو "حلالہ" کہتے ہیں۔

عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص تین طلاقیں دے کر پچھتاتا ہے اور مفتی سے معلوم کرنے پر پتہ چلتا ہے کہ دوبارہ نکاح کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں رہا، الا یہ کہ کسی دوسرے مرد سے اس عورت کا نکاح ہو اور حلالہ کی سب شرطیں پوری ہوں تو عورت سے ضد کرتا ہے کہ تو فلاں مرد سے نکاح کرلے حالانکہ وہ اب پہلے شوہر کی پابند نہیں رہی جس مسلمان مرد سے چاہے نکاح کرلے اور جتنے مہر پر کرے اسے اختیار ہے بلکہ اگر اس نے کسی مرد سے نکاح کرلیا اور اس نے طلاق دے دی یا مر گیا تب بھی عورت کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ پہلے شوہر سے نکاح کرلے۔

بالفرض اگر عورت اس بات پر راضی ہوجائے کہ عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے نکاح کرلے پھر حلالہ کی شرطیں پوری کرنے کے بعد شوہر اول سے نکاح کرنے پر رضامندی کا اظہار کردے تب بھی یہ جائز نہیں ہے کہ کسی شخص سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ تم اس عورت سے نکاح کرلو اور حلالہ کی شرط پوری کرکے چھوڑ دینا تاکہ شوہر اول سے نکاح ہوسکے ایسا معاملہ اور معاہدہ شرعاً ممنوع ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ **لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل له** یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی محلل پر اور محلل لہ پر۔ (مشکوٰۃ شریف)

مُحَلِّل وہ ہے جو حلال کرکے دے یعنی جو اس شرط کو منظور کرکے نکاح کرلے کہ وہ حلالہ کی شرط پوری کرکے چھوڑ دے گا اور محلل لہ وہ ہے جس نے تین طلاقیں دی تھیں یعنی شوہر اول جو یہ شرط لگا کر کسی سے اپنی طلاق دی ہوئی بیوی کا نکاح کرتا ہے کہ تم اس کو ایک دو رات رکھ کر چھوڑ دینا۔ دیکھئے دونوں پر لعنت فرمائی اس لئے حلالہ کی شرط پر نکاح کرنا اور کرانا گناہ ہے۔ لیکن اس طرح شرط لگا کر کسی نے نکاح کرادیا اور حلالہ کی شرط لگا کر کسی نے نکاح کرادیا اور حلالہ کی شرطیں پوری ہوگئیں تو شوہر اول کے لئے حلال ہوجائے گی یعنی وہ اس سے نکاح کرسکے گا جو عورت کی مرضی سے ہوگا۔ بات کو خوب سمجھ لیں۔

خلع کا طریقہ اور اسکے مسائل

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهما اَنَّ امْرَأَةَ ثَابِتِ بْنِ قَيْسٍ اَتَتِ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَتْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ثَابِتُ بْنُ قَيْسٍ مَاَاعْتِبُ عَلَيْهِ فِيْ خُلُقٍ وَّلَا دِيْنٍ وَلٰكِنِّي اَكْرَهُ الْكُفْرَ فِي الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اَتَرُدِّيْنَ عَلَيْهِ حَدِيْقَتَهٗ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم اِقْبَلِ الْحَدِيْقَةَ وَطَلِّقْهَا تَطْلِيْقَةً. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ یا جبیبہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ثابت بن قیس جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت وخصلت اور دینداری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے (کیونکہ وہ دیندار بھی ہیں اور اخلاق کے بھی اچھے ہیں اس سب کے باوجود میری طبیعت کا ان سے جوڑ نہیں کھاتا اور ان کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس صورت میں اگر میں ان کے ساتھ رہوں تو ان کے حقوق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے ایک اچھے آدمی کے ساتھ رہوں اور وہ اخراجات برداشت کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو یا ناشکری کی بات ہے) لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تم اس کا باغیچہ واپس کردو گی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہاں واپس کردوں گی، آپ نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم باغیچہ قبول کرلو (اور اس کے عوض) اس کو طلاق دے دو۔

تشریح: اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کے لئے ہو اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی کبھی نوبت ہی نہ آئے کیونکہ جدائی کا اثر فریقین ہی پر نہیں پڑتا بلکہ اس کی وجہ سے نسل واولاد کی تباہی و بربادی ہوتی ہے اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت آجاتی ہے اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس معاملہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں اسلامی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔ شوہر اور بیوی کی جو ہدایتیں قرآن وسنت میں دی گئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ رشتہ ازدواج ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے اور ٹوٹنے نہ پائے، ناموافقت کی صورت میں اول افہام وتفہیم کی پھر زجر وتنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں اور اگر بات بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو دونوں خاندانوں کے افراد کو حکم اور ثالث بنا کر معاملہ طے کرنے کی تعلیم دی۔ سورہ نساء کی آیت:

فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا. (النساء)

میں خاندان کے افراد کو ثالث بنانے کا حکم دیا ہے جو بہت حکیمانہ ہے کیونکہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جائے

گی اوردلوں میں زیادہ بعد پیدا ہوجانے کا خطرہ ہوجائے گا۔

لیکن بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آتی ہیں کہ اصلاح حال کی تمام کوششیں ناکام ہو جاتی ہیں اور نکاح سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے فریقین کا آپس میں مل کر رہنا عذاب بن جاتا ہے ایسی حالت میں تعلق کا ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہو جاتا ہے اس لئے شریعت اسلام نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کیا کہ رشتہ ازدواج ہر حال ناقابل فسخ ہی رہے بلکہ طلاق اور فسخ نکاح کا قانون بنایا، طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا جس میں عادۃً فکر و تدبر اور تحمل کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے۔ عورت کے ہاتھوں میں یہ اختیار نہیں دیا، تا کہ وقتی تاثرات سے مغلوب ہو کر (جو عورت میں بہ نسبت مرد کے زیادہ ہے) طلاق نہ دے ڈالے لیکن عورت کو بھی بالکل اس حق سے محروم نہیں رکھا کہ وہ شوہر کے ظلم وستم سہنے پر مجبور ہی ہو بلکہ اس کو یہ حق دیا کہ اگر اپنے شوہر کو کسی وجہ سے اتنا ناپسند کرتی ہو کہ اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ کرنا ممکن ہی نہ رہا ہو تو اس کا بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بجھا کر طلاق دینے پر آمادہ کر لے ایسی صورت میں شوہر کو بھی چاہئے کہ جب وہ نکاح کے رشتہ کو خوشگواری کے ساتھ نبھتا نہ دیکھے اور محسوس کرلے کہ اب یہ رشتہ دونوں کے لئے ناقابل برداشت بوجھ کے سوا کچھ نہیں رہا تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے تا کہ عدت گزرنے کے بعد وہ جہاں چاہے نکاح کر سکے۔

لیکن اگر شوہر اس بات پر راضی نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مالی معاوضہ پیش کر کے اس سے طلاق حاصل کرلے۔ عموماً اس غرض کے لئے عورت مہر معاف کر دیتی ہے اور شوہر اسے قبول کر کے عورت کو آزاد کر دیتا ہے اس کے لئے اسلامی شریعت میں جو خاص طریق کار مقرر ہے اس فقہ کی اصطلاح میں خلع کہا جاتا ہے۔ نکاح اور دوسرے شرعی معاملات کی طرح خلع بھی ایجاب وقبول کے ذریعہ انجام پاتا ہے لیکن اگر زیادتی مرد کی طرف سے ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر کے لئے معاوضہ لینا جائز نہیں اسے چاہئے کہ معاوضہ کے بغیر عورت کو طلاق دے دے ایسی صورت میں اگر مرد معاوضہ لے گا تو مرتکب گناہ ہوگا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کا جو واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا اس میں ہی یہ بات ہے کہ شوہر بیوی سے خوش تھا اور بیوی اس کی خوش خلقی اور دینداری کا اقرار کر رہی تھی لیکن شوہر سے اس کا دل نہیں لگتا تھا اور اس سے طبیعت مانوس نہ ہوتی جس کی وجہ سے چھٹکارا چاہتی تھی چونکہ مذکورہ واقعہ میں شوہر کا کوئی قصور نہ تھا اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کو باغ واپس دینے کی ہدایت فرمائی۔ اس صورت میں طلاق کے عوض شوہر کو وہ باغ بلا کراہت واپس لے لینا درست ہوگیا اگر کوئی عورت مال کے بدلے طلاق مانگے تو شوہر پر واجب نہیں ہے کہ اس کی بات قبول کر لے اسی لئے حدیث کی شرح لکھنے والے علماء نے بتایا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ طلاق دے دو درجہ وجوب میں نہ تھا بلکہ یہ امر استحبابی تھا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما کو باغ قبول کر کے ایک طلاق دینے کو فرمایا، مال کے بدلہ جو طلاق دی جائے وہ بائن ہوتی ہے اگرچہ ایک یا دو طلاق ہو اور صریح لفظوں میں ہو بائن طلاق کے بعد اگر پھر آپس میں مصالحت ہو جائے اور دونوں نرم گرم سہنے پر آمادہ ہو جائیں تو آپس میں دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔ تین طلاق دینے کے بعد حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لئے تین طلاق سے منع فرمایا اور مال لے کر طلاق دی

جائے تو وہ رجعی اس لئے نہیں ہوتی کہ اگر شوہر رجوع کر لے گا تو عورت کی جان نہ چھوٹے گی اور اس کا مال ضائع ہو جائے گا۔

یہاں یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ جب حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہما کی بیوی نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ناگواری کے پیش نظر نکاح فسخ نہیں فرما دیا بلکہ شوہر کو مہر میں دیا ہوا باغیچہ واپس دلا کر طلاق دلائی۔

مسئلہ: جب عورت نے شوہر سے کہا کہ جو میرا مہر واجب ہے اس کے بدلہ میری جان چھوڑ دے یا اس قدر روپے کے عوض مجھے چھوڑ دے پھر اس کے جواب میں مرد نے اسی مجلس میں کہہ دیا کہ "میں نے چھوڑ دی" تو اس سے ایک بائن طلاق واقع ہو گئی اور مرد کو رجوع کا حق نہیں رہا۔ مرد و عورت کا سوال و جواب دونوں ایک ہی مجلس میں ہونے چاہئیں اگر عورت نے اپنی بات کہی اور مرد کے جواب دینے سے پہلے دونوں میں سے کوئی وہاں سے اٹھ گیا تو بات ختم ہو گئی۔ اب اگر مرد کہے کہ طلاق دیتا ہوں تو طلاق ہو جائے گی۔ مگر عورت پر کچھ واجب نہ ہو گا اور قانون طلاق کے مطابق صاف لفظوں میں ایک یا دو طلاق دے گا تو رجعی ہو گی اور تین طلاقیں دے گا تو مغلظہ طلاق ہو جائے گی۔ یہ تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ عورت نے پہلے پیشکش کی ہو۔

مسئلہ: اور اگر مرد نے بات کہنے میں پیش قدمی کی اور اس نے کہا کہ میں تجھ سے اتنی رقم پر یا مہر کے عوض خلع کیا اور عورت نے کہا کہ میں نے قبول کیا تو خلع ہو گیا جو طلاق بائن کے حکم میں ہو گا' اگر عورت نے اسی جگہ جواب نہ دیا اور وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی اس کے بعد منظوری دی یا قبول ہی نہیں کیا مثلاً بالکل خاموش رہ گئی یا مرد کی پیش کش کو رد کر دیا تو اس سے کوئی طلاق نہیں ہو گی اور اگر مرد کی پیشکش کے بعد عورت اپنی جگہ بیٹھی رہی اور مرد اپنی بات کہہ کر چلتا بنا اور عورت نے اس کے اٹھ جانے کے بعد قبول کیا تب بھی خلع ہو گیا۔

مسئلہ: جب مرد نے کہا کہ میں نے تجھ سے خلع کیا' عورت نے کہا میں نے قبول کیا' روپیہ پیسہ کا یا مہر کی واپسی کا یا بقیہ مہر کو عوض لگانے کا کوئی ذکر نہ ہوا تب بھی جو مالی حق مرد کا عورت پر ہے یا عورت کا مالی حق مرد پر ہو سب معاف ہو گیا اگر مرد کے ذمہ مہر باقی ہو پورا یا کچھ کم یا آدھا تہائی وہ بھی معاف ہو گیا البتہ اگر عورت پورا مہر پا چکی ہے تو اس صورت میں اس کا واپس کرنا واجب نہیں البتہ عدت ختم ہونے تک نان نفقہ اور رہنے کا مکان عورت کے لئے دینا شوہر پر لازم ہو گا' ہاں اگر عورت نے اس پر سخاوت سے کام لیا کہ جان چھڑانے کے لئے یہ بھی کہہ دیا کہ مجھ سے خلع کر لے' روٹی کپڑا بھی ایام عدت میں تجھ سے نہ لوں گی تو وہ بھی معاف ہو گیا۔

مسئلہ: اگر مخصوص رقم کے عوض خلع کیا مثلاً یوں کہا کہ ہزار روپے کے عوض خلع کرتا ہوں اور عورت نے قبول کیا تو یہ ہزار روپے عورت پر واجب ہو گئے خواہ اس سے قبل اپنا مہر لے چکی ہو یا ابھی وصول کرنا باقی ہو' اگر ابھی مہر نہ لیا ہو تو نہ وہ ملے گا کیونکہ خلع کی وجہ سے معاف ہو گیا اور عورت پر لازم ہو گا کہ شوہر کو طے شدہ ہزار روپے ادا کرے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

خلع یعنی طلاق بالمال

وَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھما اَنَّ امْرَأَۃَ ثَابِتِ بْنِ قَیْسٍ اَتَتِ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ....... اِقْبَلُ الْحَدِیْقَۃَ وَطَلِّقْھَا تَطْلِیْقَۃً. (رواہ البخاری)

مذکورہ تفصیل اس وقت ہے کہ جب کہ لفظ خلع استعمال کیا ہو یا یوں کہا کہ اتنے روپے کے عوض یا میرے مہر کے عوض میری جان چھوڑ دے اور اگر یوں کہا کہ ہزار روپے کے عوض مجھے طلاق دے دے تو ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی اور چونکہ یہ صورت خلع کی نہیں ہے اس لئے اسے فقہاء کرام طلاق بالمال کہتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جس مال پر آپس میں طلاق کا دینا طے ہوا ہے اس کے مطابق اگر مرد طلاق دے دے تو عورت پر اس قدر مال دینا لازم ہوگا لیکن آپس میں جو ایک دوسرے کو کوئی مالی حق ہے وہ معاف نہ ہوگا۔ اگر عورت کا کل یا بعض مہر باقی ہے تو وہ دعویدار ہو کر لے سکتی ہے، طلاق بالمال بھی ایک معاملہ ہے جو دونوں فریق کی منظوری سے ہو سکتا ہے۔

مسئلہ: عورت نے کہا کہ مجھے طلاق دے، مرد نے جواب میں کہا تو اپنا مہر وغیرہ سب حق معاف کر دے تو طلاق دے دوں اس پر عورت نے کہا اچھا معاف کیا یا لکھ کر دے دیا پھر شوہر نے طلاق نہ دی تو کچھ معاف نہیں ہوا، اگر شوہر اسی مجلس میں طلاق دے دے تو عورت کا معاف کرنا معتبر ہوگا ورنہ وہ اپنا حق وصول کر سکے گی۔

مسئلہ: اگر مرد نے زبردستی کر کے مار پیٹ کر عورت کو خلع کرنے پر مجبور کر دیا اور اس کی زبان سے خلع کرنے کا لفظ کہلوا لیا یا لکھے ہوئے خلع نامہ پر انگوٹھا لگوا لیا یا دستخط کروا لیا اور کہا کہ خلع کرتا ہوں تو اس سے طلاق واقع ہو جائے گی لیکن عورت پر مال واجب نہ ہوگا نہ اس کا کوئی حق معاف ہوگا۔ اگر مہر باقی ہے تو شوہر پر اس کا ادا کرنا واجب رہے گا۔

مسئلہ: اگر کسی شوہر نے عورت کی جانب سے کاغذ لکھ لیا کہ میں نے مہر یا اپنے دیگر حقوق کے عوض طلاق لینا منظور کر لیا اور اسے دکھائے بغیر کچھ اور بات سمجھا کر دستخط کرا لیا یا انگوٹھا لگوا لیا تو کچھ معاف نہ ہوگا، البتہ اگر شوہر نے کہا کہ میں نے طلاق دی ہے یا خلع کیا ہے تو طلاق واقع ہو جائے گی، اگر شوہر نے کورٹ میں کاغذ پیش کر کے دنیا والے حاکموں کے یہاں معافی کا فیصلہ کرا لیا تو وہ معتبر نہ ہوگا اور قاضی روز جزاء کے حضور میں جب پیشی ہوگی تو اس مال کے عوض نیکیاں دینی ہوں گی یا عورت کے گناہ اپنے سر پر لینے ہوں گے۔

یہ سب تفصیل ہم نے یہ بتانے کے لئے لکھی ہے کہ خلع دونوں کے درمیان طے ہونے والا معاملہ ہے کوئی ایک فریق خود سے فیصلہ نہیں کر سکتا۔

دور حاضر کا غیر شرعی طریقہ کار

آج کل کے حکام نے جو یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں عورت نے استغاثہ کیا نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ دے دیا اور اس کا نام خلع رکھ دیا یہ سراسر غیر شرعی طریقہ ہے، بعض مرتبہ شوہر تک سمن پہنچتا بھی نہیں یا وہ حاضر عدالت ہوتا ہے اور بیوی کو

بیوی کی طرح ادائیگی حقوق کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے پھر بھی بعض حکام نکاح فسخ کر دیتے ہیں اور عورت کی ناپسندیدگی ہی کو حق خلع استعمال کرنے کی دلیل بنا کر جدائی کا فیصلہ کر دیتے ہیں۔ یہ طریق کار یورپ کے قوانین سے توڑ جوڑ کھاتا ہے مگر شریعت کے بالکل خلاف ہے یہ نہ تو شرعی خلع ہے (کیونکہ فیصلہ مرد کی مرضی کے بغیر کر دیا جاتا ہے) اور نہ اس طرح فسخ کر دینے سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور ایسے فیصلے کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں ہوتا۔

بعض حالات میں حاکم مسلم کو نکاح فسخ کر دینے کا حق ہے مگر مخصوص اسباب اور مخصوص طریق کار کے بغیر فسخ کر دینے سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا جن اسباب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ شوہر کا پاگل ہونا' ۲۔ متعنت ہونا (جو نان نفقہ نہ دے) ۳۔ نامرد ہونا' ۴۔ مفقود الخبر (گمشدہ ہونا' جس کی موت وحیات کا پتہ نہ ہو)۔

۵۔ غائب غیر مفقود ہونا جس کی زندگی کا علم تو ہو مگر پتہ نہیں کہ کہاں ہے' ان اسباب کی بنیاد پر مخصوص شرائط اور حدود وقیود کے ساتھ مسلم حاکم نکاح فسخ کر سکتا ہے جو کتاب ''الحیلۃ الناجزۃ'' میں لکھی ہیں۔ واضح رہے کہ کافر جج (قادیانی یا عیسائی وغیرہ) کے فسخ کرنے سے نکاح فسخ نہ ہوگا اگرچہ اسباب وشرائط کے لحاظ کرتے ہوئے فسخ کرے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

عدت طلاق اور عدت وفات کے مسائل

وَعَنِ الْمِسْوَرِ بْنِ مَخْرَمَةَ اَنَّ سُبَيْعَةَ الْاَ سْلَمِيَّةَ نُفِسَتْ بَعْدَ وَفَاةِ زَوجِهَا بِلَيَالٍ فَجَاءَ تِ النَّبِيّ صلى الله عليه وسلم وَاسْتَاْذَنَتْهُ اَنْ تَنْكِحَ فَاَذِنَ لَهَا فَنَكَحَتْ (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت مسورؓ سے روایت ہے کہ صحابیہ سبیعہؓ کے بطن سے ان کے شوہر کی وفات کے چند دن کے بعد بچہ تولد ہوگیا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور (چونکہ تولد ہو جانے کی وجہ سے عدت ختم ہو چکی تھی) اس لئے انہوں نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کی اجازت چاہی چنانچہ آپ نے اجازت دے دی اور انہوں نے نکاح کرلیا۔

تشریح: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو طلاق دے دے یا مرجائے تو عورت پر عدت گزارنا لازم ہوتا ہے یعنی شریعت کے اصول کے مطابق مخصوص و مقرر ایام گزر جانے تک اسے کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ بھی عدت کے دوران کچھ اور پابندیاں عائد ہو جاتی ہیں' حدیث بالا میں عدت سے متعلق ایک مسئلہ ذکر فرمایا ہے جس کی تشریح ابھی آتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالی

جب کسی عورت کو طلاق ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ یہ شوہر کے یہاں گئی ہے یا نہیں گئی ہے اگر شوہر کے یہاں نہیں گئی یعنی میاں بیوی میں یکجائی نہیں ہوئی اور صرف نکاح کے بعد طلاق ہوگئی تو ایسی عورت پر کوئی عدت لازم نہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَانَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً. (سورة الاحزاب)

اے ایمان والو! تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو' پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے طلاق دے دو تمہارے لئے ان پر کوئی عدت نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو تو ان کو کچھ متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کردو۔

اور اگر نکاح کے بعد میاں بیوی میں یکجائی ہو چکی ہے تو دیکھا جائے گا کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں' اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدت وضع حمل پر ختم ہوگی' یعنی جب تک ولادت نہ ہو جائے اس وقت تک عدت میں رہے گی' خواہ ایک دن بعد وضع حمل ہو جائے خواہ کئی مہینے لگ جائیں یا ڈیڑھ سال یا اس سے زیادہ لگ جائے (واضح رہے کہ شریعت میں حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے) اور اگر اسے حمل نہ ہو تو اس کی عدت یہ ہے کہ تین ماہواری گزر جائے۔ اس کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں ہے' جتنے دن میں تین حیض گزریں اتنے دن تک عدت میں رہنا ہوگا' عورتوں میں یہ مشہور ہے کہ تین مہینے تیرہ دن یا تین مہینے دس دن عدت ہے' شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں' عدت کا مدار حمل ہونے کی صورت میں وضع حمل پر اور حمل نہ ہونے کی صورت میں تین حیض گزر جانے پر ہے۔

مسئلہ: اگر کسی عورت کو ایسی حالت میں طلاق ہوئی کہ اسے اب تک حیض نہیں آیا یا زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے حیض آنا

بند ہوگیا ہوتو اس کی عدت تین ماہ ہے' یہ تین ماہ چاند کے حساب سے شمار ہوں گے' قرآن مجید نے ان مسائل کو سورہ بقرہ اور سورہ طلاق میں بیان فرمایا ہے۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ. (البقرہ)

یعنی جن عورتوں کو طلاق دے دی جائے وہ تین حیض تک اپنے کو نکاح سے روکے رکھیں اور سورہ طلاق میں فرمایا ہے کہ:

وَالّٰٓئِيْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِيْ لَمْ يَحِضْنَ. (سورة الطلاق)

یعنی جو عورتیں حیض سے ناامید ہو چکی ہیں (بڑھاپے کی وجہ سے) اگر تم کو (ان کی عدت مقرر کرنے میں) شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔ ایسے ہی ان عورتوں کی عدت تین ماہ ہے جن کو اب تک حیض نہیں آیا۔

اب رہی وہ عورت جس کا شوہر وفات پا چکا ہو اس کی عدت میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ حمل سے ہے تو جب بھی وضع حمل ہو جائے اس وقت اس کی عدت ختم ہو جائے گی' اگرچہ شوہر کی وفات کو دو چار ہی روز گزرے ہوں' یا اس سے بھی کم وقت گزرا ہو۔ حدیث بالا میں یہی مسئلہ بتایا ہے اور اگر حمل کی مدت بڑھ جائے تو اس کے بقدر عدت کے ایام بڑھ جائیں گے' اور اگر یہ عورت حمل سے نہیں ہے تو اس کی عدت چاند کے اعتبار سے چار مہینہ دس دن ہے حیض آتا ہو یا نہ آتا ہو' قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا. (البقرة)

اور جو لوگ تم میں وفات پا جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ بیبیاں اپنے آپ کو روکے رکھیں چار مہینے اور دس دن۔

مسئلہ: اگر شوہر کا انتقال چاند کی پہلی تاریخ کو ہوا اور عورت کو حمل نہیں ہے تو چاند کے حساب سے چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے اور اگر پہلی تاریخ کے علاوہ کسی اور تاریخ میں انتقال ہوا ہو تو ہر مہینہ تیس تیس دن کا حساب لگا کر چار مہینے دس دن پورے کرنا ہوں گے اور جس وقت وفات ہوئی جب یہ مدت گزر کر وہی وقت آئے گا عدت ختم ہو جائے گی۔

مسئلہ: جس عورت کا نکاح اصول شریعت کے مطابق کسی مسلمان حاکم نے فسخ کیا ہو اس پر بھی عدت لازم ہے اور اسے عدت طلاق پوری کرنی ہوگی۔

مسئلہ: جس عورت نے شوہر سے خلع کرلیا ہو اسے بھی عدت طلاق گزارنی ہوگی۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق دے دی گئی ہو اس کے عدت کے زمانہ کا نان نفقہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر ہی کے ذمہ ہے' بشرطیکہ عورت شوہر کے دیئے ہوئے اس گھر میں عدت گزارے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی' اگر ماں باپ کے یہاں سے چلی جائے تو شوہر پر ایام عدت کا نان نفقہ واجب نہ ہوگا' واضح رہے کہ ایام عدت شوہر ہی کے گھر پر گزارنا لازم ہے۔ جہاں رہتے ہوئے طلاق ہوئی اور طلاق بائن یا مغلظہ ہو تو شوہر سے پردہ کر کے رہے۔

مسئلہ: اگر عورت ایام عدت کا نان نفقہ معاف کردے تو معاف ہو جائے گا۔

مسئلہ: جس عورت کا شوہر وفات پا جائے اس عورت کے لئے شوہر کے مال میں میراث تو ہے لیکن عدت کا نان نفقہ نہیں ہے اور اگر مہر وصول نہ کیا ہو اور معاف بھی نہ کیا ہو' تو حصہ میراث سے پہلے مہر وصول کرے گی۔

مسئلہ: اگر کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کیا تھا کہ مہر نہ ملے گا یا نکاح کے وقت مہر کا کوئی تذکرہ نہ ہوا ہو اور پھر میاں

بیوی والی یکجائی ہونے سے پہلے طلاق دے دی تو شوہر پر لازم ہے کہ اس عورت کو چار کپڑوں کا ایک جوڑا اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ کپڑے یہ ہیں۔ ایک کرتہ' ایک پاجامہ' ایک دوپٹہ اور ایک بڑی چادر جس میں سر سے پاؤں تک لپٹ سکے اور اگر مہر مقرر کئے بغیر نکاح کرنے کے بعد شوہر کو میاں بیوی والی تنہائی بھی حاصل ہوگئی یا وہ مر گیا تو مہر مثل دینا ہوگا۔

یعنی اتنا مہر دینا ہوگا جتنا اس عورت کے میکے کی اس جیسی عورتوں کا مہر ہوا کرتا ہے۔ اس جیسی حسن و جمال اور عمر اور دینداری اور سلیقہ مندی وغیرہ میں دیکھی جائے گی' یہ مسئلہ مہر کے باب سے متعلق ہے لیکن ہم نے نان نفقہ کے ذیل میں اس لئے لکھ دیا ہے کہ کپڑے کا جوڑا جس صورت میں دینا پڑتا ہے وہ سامنے آ جائے اور جس صورت میں کپڑوں کے علاوہ اور کچھ واجب ہوتا ہے اور اس کا بھی علم ہو جائے۔

مسئلہ: حیض کے زمانہ میں طلاق دینا جائز نہیں ہے۔ اگر کسی نے شریعت کا خیال نہ کیا اور حیض کے زمانہ میں طلاق دے دی تو واقع ہو جائے گی اور اس کی عدت بھی تین حیض ہوگی اور یہ تین حیض اس حیض کے علاوہ ہوں گے جس میں اس نے طلاق دی ہے یعنی جس حیض میں طلاق دی گئی ہے وہ حیض عدت میں شمار نہ ہوگا۔

مسئلہ: کسی نے اپنی بیماری کے زمانہ میں طلاق کی عدت ابھی پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ وہ مر گیا تو دیکھا جائے گا کہ طلاق کی عدت کی مدت زیادہ ہے یا موت عدت کی مدت زیادہ ہے جس عدت میں زیادہ دن لگیں گے وہ عدت پوری کرے اور اگر بیماری میں طلاق رجعی دی ہے اور ابھی عدت طلاق کی نہ گزری تھی کہ شوہر مر گیا تو اس عورت پر وفات کی عدت لازم ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

عدت کے ایام میں سوگ کرنا بھی واجب ہے

وَعَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم قَالَ الْمُتَوَفّٰی عَنْهَا زَوْجُهَا لَا تَلْبَسُ الْمُعَصْفَرَ مِنَ الثِّیَابِ وَلَا الْمُمْشَقَةَ وَلَا الْحُلِیَّ وَلَا تَخْتَضِبُ وَلَا تَكْتَحِلُ. (رواہ ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس عورت کا شوہر وفات پا گیا وہ (عدت گزرنے تک) عصفر سے رنگا ہوا کپڑا نہ پہنے اور مٹی سے رنگا ہوا اور زیور بھی نہ پہنے اور خضاب بھی نہ لگائے۔

تشریح: جب عورت کو طلاق ہو جائے یا اس کا شوہر وفات پا جائے تو عدت ختم ہونے تک اس کو اسی گھر میں رہنا ضروری ہے جس میں شوہر کے نکاح میں ہوتے ہوئے آخر وقت تک رہا کرتی تھی' اس گھر کو چھوڑ کر دوسرے گھر میں جانا جائز نہیں ہے۔ بہت سی عورتیں شوہر کی موت ہوتے ہی یا طلاق ہوتے ہی میکہ چلی جاتی ہیں۔ یہ خلاف شرع ہے اور گناہ ہے نہ اس کو جانا جائز ہے نہ سسرال والوں کا اس کو نکالنا درست ہے قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّا اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ.

البتہ جو عورت بیوہ ہوگئی ہو اور اس کے نان نفقہ کا کچھ انتظام نہ ہو تو کسی جگہ کام کاج کر کے روزی حاصل کرنے کے لئے گھر سے باہر جا سکتی ہے لیکن سورج چھپنے سے پہلے پہلے اس گھر میں آ جائے جس میں شوہر کے ساتھ رہتی تھی' عدت کے دوران گھر میں رہتے ہوئے کسی ایک ہی کوٹھڑی یا کمرے میں بیٹھے رہنا ضروری نہیں ہے' نہ یہ کوئی مسئلہ ہے جیسا کہ عورتیں سمجھتی (بلکہ گھر میں رہتے ہوئے پورے گھر میں چلے پھرے اس پر کچھ پابندی نہیں)

جس عورت کو رجعی طلاق ملی ہو' عدت کے ایام میں اس کو بھی گھر سے نکلنا درست نہیں ہے' وہ بھی شوہر کے گھر میں عدت گزارے' جو عورت عدت میں ہو گھر سے نکلنے کی پابندی کے ساتھ اس پر شرعاً سوگ کی پابندی بھی عائد کی گئی ہے۔ زیب و زینت اور بناؤ سنگھار ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں۔ حدیث بالا میں سوگ کے بعض مسائل بتائے گئے ہیں۔ سوگ کے احکام جہاں ایسی عورت پر عائد ہوتے ہیں جس کا شوہر وفات پا گیا ہو' اس عورت کو بھی اس کی ہدایت کی گئی ہے' جس کو طلاق بائن دی گئی ہو یا طلاق مغلظہ مل گئی ہو خلاصہ یہ ہے کہ جس عورت کا شوہر وفات پا گیا ہو اور جسے ایسی طلاق ملی ہو جس کے بعد رجوع نہیں ہو سکتا اس پر عدت کے دوران سوگ کرنا بھی لازم ہے۔ جب عدت ختم ہو جائے سوگ ختم کر دے۔ چونکہ عدت کے زمانہ میں کسی دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں اور بناؤ سنگھار کی ضرورت شوہر کے لئے ہوتی ہے۔

اس لئے زمانہ عدت میں سوگ کرنے کا حکم دیا گیا' سوگ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عورت ایسا لباس اور ایسا رنگ ڈھنگ اختیار نہ کرے جس سے اس کی طرف مردوں کی طبیعت راغب ہو لہٰذا عدت گزارنے والی کے لئے (جس پر سوگ واجب ہو) یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ بھڑک دار کپڑے نہ پہنے'

خوشبو نہ لگائے' خوشبو میں رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنے' زیور استعمال نہ کرے' باریک دانتوں کی کنگھی سے بال نہ سلجھائے اور سر میں تیل نہ ڈالے اور سرمہ لگانا درست ہے لیکن رات کو لگائے اور دن کو پونچھ ڈالے' سر دھونا اور غسل کرنا درست ہے لیکن خوشبو دار صابن وغیرہ استعمال نہ کرے۔ اگر سر میں درد ہونے کی وجہ سے تیل ڈالنے کی ضرورت پڑے تو بے خوشبو کا تیل ڈال دے لیکن مانگ پٹی نہ نکالے۔

جس عورت پر سوگ کرنا واجب ہے اسے پان کھا کر منہ لال کرنا اور دانتوں پر مسی ملنا' پھول پہننا' مہندی لگانا' ہونٹ اور ناخن پر سرخی لگانا درست نہیں۔

مسئلہ: سوگ کرنا حکم شرعی ہے' شوہر کے مرنے یا طلاق وخلع کے ذریعہ اس سے چھٹکارا حاصل ہونے سے۔ اگر عورت کو طبعی طور پر خوشی بھی ہوئی ہو تب بھی سوگ کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: اگر کورٹ کے ذریعہ نکاح فسخ کر دیا ہو (اور وہ شرعی اصول کے مطابق فسخ ہوگیا ہو) تو ایسی عورت پر بھی عدت اور سوگ واجب ہے۔

مسئلہ: اگر نابالغ لڑکی کو طلاق مل گئی یا اس کا شوہر مر گیا تو اس پر سوگ واجب نہیں ہے۔

مسئلہ: جس عورت کو طلاق بائن یا طلاق مغلظہ ملی ہو اس پر یہ بھی واجب ہے کہ زمانہ عدت میں طلاق دینے والے شوہر کے گھر رہتے ہوئے اس سے پردہ کرے اور جس کو طلاق رجعی ملی ہو وہ زیب زینت سے رہے سوگ نہ کرے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

زمانہ جاہلیت میں عدت

وَعَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا قَالَتْ جَاءَ تِ امْرَاَةٌ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللّٰه علیه وسلم فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ ابْنَتِیْ تُوُفِّیَ عَنْهَا زَوْجُهَا وَقَدِ اشْتَکَتْ عَیْنُهَا اَفَنَکْحُلُهَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم لَا مَرَّتَیْنِ اَوْثَلٰثًا کُلَّ ذٰلِکَ یَقُوْلُ لَا ثُمَّ قَالَ اِنَّمَا هِیَ اَرْبَعَةُ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا وَّ قَدْ کَانَتْ اِحْدٰکُنَّ فِی الْجَاهِلِیَّةِ تَرْمِیْ بِالْبَعْرَةِ عَلٰی رَاْسِ الْحَوْلِ. (رواہ البخاری و مسلم)

ترجمہ: حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے کہ ایک صحابی خاتون حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میری لڑکی کا شوہر فوت ہوگیا ہے اور اس کی آنکھوں میں تکلیف ہے کیا ہم اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں! دو یا تین بار یہی سوال و جواب ہوا آپ نے ہر بار یہی فرمایا کہ نہیں لگا سکتے ہیں۔ اس کے بعد رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (شریعت اسلام میں) یہ عدت اور سوگ کے چار ماہ اور دس دن ہیں (اس کی پابندی مشکل معلوم ہو رہی ہے) حالانکہ جاہلیت کے زمانہ میں جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تو پورے ایک سال تک عدت گزارتی تھی اور ایک سال ختم ہو کر جب دوسرا سال لگتا تھا تو (اونٹ وغیرہ کی) مینگنیاں پھینکتی تھی۔

تشریح: اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں مختلف علاقوں اور مختلف قوموں میں شوہر کے مر جانے پر اس کی بیوہ پر طرح طرح کے احکام عائد کئے جاتے تھے یہ احکام مذہبی بھی ہوتے تھے اور قومی و ملکی بھی، ہندوستان کے ہندوؤں میں تو یہ قانون تھا کہ بیوہ کو اپنے مردہ شوہر کے ساتھ زندہ ہی جل جانا پڑتا تھا اس کو ستی ہونا کہتے تھے اور عرب میں یہ طریقہ تھا کہ جب عورت کا شوہر مر جاتا تو ایک سال اس کے لئے بڑا کٹھن ہوتا تھا جس کی تفصیل سنن ابوداؤد میں اس طرح مروی ہے کہ:

''جب کسی عورت کا شوہر مر جاتا تھا تو سال بھر کے لئے ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں داخل ہو جاتی تھی اور بدترین کپڑے پہن لیتی تھی اور سال گزرنے تک نہ خوشبو لگاتی نہ اور کوئی چیز (صفائی ستھرائی کی) اپنے بدن سے چھواتی تھی، جب سال ختم ہو جاتا تو کوئی چار پایہ گدھا، بکری یا پرندہ اس کے پاس لایا جاتا تھا جس سے وہ اپنی شرم کی جگہ کو رگڑتی تھی (یہ کام ٹوٹکے کے طور پر کرتی تھی اور اس کو مصیبت کے دفع ہونے کا ذریعہ سمجھتی تھی) چونکہ سال بھر تک بدحالی میں رہ کر اس کے بدن میں زہریلے اثرات پیدا ہو جاتے تھے اس لئے) جس جانور سے وہ اپنے جسم کا مخصوص حصہ رگڑتی تھی اکثر مر جاتا تھا اس کے بعد (کوٹھڑی سے) نکلتی اور اس کو اونٹ وغیرہ کی مینگنیاں دی جاتی تھیں وہ ان مینگنیوں کو آگے پیچھے پھینکتی تھی، اس سے لوگوں کو معلوم ہو جاتا تھا کہ اس کی عدت گزر گئی ہے اور اس سے یہ فال لینا بھی مقصود تھا کہ مصیبت پھینک دی جیسا کہ یہ مینگنیاں پھینکی جارہی ہیں، اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق خوشبو وغیرہ استعمال کرتی تھی۔ (سنن ابی داؤد)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی یہ پابندی یاد دلائی اور فرمایا کہ اسلام نے صرف چار ماہ دس دن کی عدت اور سوگ رکھا ہے، جاہلیت کی کیسی کیسی مصیبتوں سے تمہاری جان چھڑائی ہے، پھر بھی تم

اسلام کے قانون کی پاسداری سے بچنے کا راستہ نکالنا چاہتی ہو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنکھ میں تکلیف ہونے کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عدت والی کو سوگ میں سرمہ لگانے کی اجازت نہ دی۔ حدیث کی شرح لکھنے والے عالموں نے بتایا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا علاج سرمہ کے بغیر ہوسکتا تھا اور سرمہ بطور زینت لگانا چاہتی تھی۔ اس لئے منع فرمایا کیونکہ حضرت ام سلمہؓ کا فتویٰ ہے (جو سوگ والی احادیث کی راوی ہیں) کہ سوگ والی عورت علاج کی مجبوری سے رات کو سرمہ لگاسکتی ہے۔

عورت بیوہ ہو جائے تو دوسرا نکاح کر لے اس کو عیب سمجھنا جہالت ہے

ہندوؤں میں یہ عیب سمجھا جاتا تھا کہ شوہر کی موت کے بعد عورت کسی دوسرے مرد سے شادی کرے، ہر وقت کا جلایا اور ساس نندوں کے طعنے اسے باعزت زندگی گزارنے نہ دیتے تھے۔ مذہبی قانون اور قومی رواج کے مطابق بے شوہر پوری زندگی گزارنا لازم تھی۔ اگرچہ تیرہ سال کی لڑکی بیوہ ہو جائے اور چونکہ شوہر کی ارتھی کے ساتھ جلنا مذہبی مسئلہ تھا اور سب نفرت و حقارت کا برتاؤ کرتے تھے اس لئے لامحالہ وہ شوہر کی ارتھی میں کود پڑتی تھی اور زندگی جل جانے کو نفرت کی زندگی پر ترجیح دیتی تھی۔ اس کے بالکل برعکس اسلام نے نہ صرف اجازت دی بلکہ ترغیب دی اور مستحب و مستحسن بلکہ بعض حالات میں واجب قرار دیا کہ عدت گزارنے کے بعد عورت دوسرے مرد سے نکاح کرلے وہ مرجائے تو تیسرا شوہر کرلے، وہ بھی مرجائے تو چوتھے مرد کی زوجیت میں آجائے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے دکھایا، آپ کی اکثر بیویاں بیوہ تھیں جن کے پہلے شوہر فوت ہو چکے تھے، ان میں بعض وہ تھیں جو آپ سے پہلے دو شوہروں کے نکاح میں رہ چکی تھیں۔

آج کل بھی بعض قوموں میں (جو مسلمان کہلاتی ہیں) بیوہ کی دوسری شادی کو عیب سمجھا جاتا ہے اور جو بیوہ ہو جائے زندگی بھر یوں ہی بلا شوہر بیٹھی رہتی ہے خدا کی پناہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کام کیا ہو اسے عیب سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے۔ اس سے ایمان سلب ہو جانے کا خطرہ ہے، جن لوگوں کے ایسے خیالات ہیں توبہ کریں۔

اسلام نے عورت کو بڑا مرتبہ دیا اور اس کو اعزاز و اکرام سے نوازا ہے، پستی سے نکال کر اس کو بلندی عطا کی ہے لیکن افسوس ہے کہ عورتیں اب بھی اسلام کے احکام کو چھوڑ کر (جو سراسر رحمت ہیں) جاہلیت کی طرف دوڑ رہی ہیں۔

بعض عورتوں کا نکاح ثانی کو عیب یا ذلت کا موجب سمجھنا سخت قابل گرفت غلطی ہے

ایسی عورتیں بکثرت ہیں جو نکاح ثانی کے ترک کو اس کے فعل پر ترجیح دیتی ہیں جس کا سبب بکثرت تو یہی ہے کہ وہ نکاح ثانی کو عیب سمجھتی ہیں اور بعض زبان سے بھی ایسی باتیں کہہ ڈالتی ہیں جن میں بعض باتیں تو حد کفر تک پہنچ جاتی ہیں اور بعض عیب بھی نہیں سمجھتی لیکن اس میں کچھ شک نہیں کہ عورتیں بھی بے نکاح بیٹھے رہنے کو زیادہ عزت کا سبب سمجھتی ہیں۔ اور یہ بھی حقیقت اک چھپا چور ہے، جس کا وطن اس سرحد کفر میں داخل نہیں مگر اس کے جوار (قرب) میں ضرور ہے ورنہ کامل مسلمان کیا وجہ کہ خلاف سنت زیادہ اعزاز کا سبب سمجھے۔ اور بعض غریب ایسی بھی ہیں جو نکاح کو ہر طرح مستحسن سمجھتی ہیں اس سے ذرا بھی انقباض (ناپسندیدگی نہیں مگر جانتی ہیں کہ بچے ضائع ہو جائیں گے یا کہ کوئی اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ یہ دونوں مغرور ہیں بلکہ پہلی تو ماجور (ثواب پانے والی) ہے۔

شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کا حکم

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ لَمَّا اَتٰى اُمَّ حَبِيْبَةَ نَعْىُ اَبِىْ سُفْيَانَ دَعَتْ فِى الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ عَنْ هٰذِهٖ غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا.

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے بیان فرمایا کہ جب ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنی بانہوں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں تین دن سے زائد سوگ کرنے والیوں میں شمار نہ ہو جاؤں میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔ (صحیح مسلم)

تشریح: جس کپڑے سے مردوں کو کشش ہوتی ہے اس کو نہ پہنے اور خوشبو سرمہ، مہندی اور زیب و زینت کی دوسری چیزیں ترک کرنے کو سوگ کہتے ہیں۔ اس کی تفصیل گزشتہ حدیث کے ذیل میں گزر چکی ہیں، جس عورت کا شوہر مر جائے اس کی عدت حمل نہ ہونے کی صورت میں چار مہینہ دس دن ہے اور حمل ہو تو وضع حمل پر اس کی عدت پوری ہوگی اور دونوں صورتوں میں جب تک عدت نہ گزرے اس پر سوگ کی حالت میں رہنا واجب ہے۔

کیا شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر سوگ کرنے کی گنجائش ہے؟ اگر گنجائش ہے تو کتنے دن سوگ کیا جا سکتا ہے۔ حدیث بالا میں اس سوال کا جواب دیا ہے کہ شوہر کے علاوہ دوسرے کسی عزیز قریب (بیٹا، باپ وغیرہ) کی موت پر بھی عورت کو سوگ کرنے کی اجازت ہے لیکن صرف تین دن تین رات تک سوگ کر سکتی ہے۔ اس سے زیادہ سوگ کرنا حلال نہیں ہے، جیسا کہ حدیث بالا سے بالکل واضح ہو رہا ہے۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں، ان کے والد حضرت سفیان رضی اللہ عنہ تھے جب ان کی وفات کی خبر سنی تو حضرت ام حبیبہؓ نے دو دن کوئی خوشبو نہ لگائی پھر تیسرے دن خوشبو منگا کر لگائی اور ارشاد فرمایا کہ مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی بالکل کوئی ضرورت نہ تھی لیکن حدیث کی وعید سے بچنے کے لئے خوشبو استعمال کی ہے ایسا نہ ہو کہ خوشبو نہ لگانا سوگ میں شامل ہو جائے اور یہ سوگ تین دن سے آگے بڑھ جائے اس لئے تین دن پورے ہونے سے پہلے ہی خوشبو لگالی تا کہ گناہ کا احتمال ہی نہ رہے، ایسا ہی واقعہ حضرت زینبؓ بنت جحش کو پیش آیا یہ بھی ازواج مطہرات میں سے تھیں، جب ان کے بھائی کی موت کی خبر آئی تو انہوں نے خوشبو منگا کر لگائی اور اسی

حدیث کی روایت کی جو حدیث حضرت اُمِ حبیبہؓ نے اپنے والد کی موت کے بعد (تیسرے دن) خوشبو لگا کر سنائی۔

جن حضرات نے حدیث کی تشریحات لکھی ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ حضرت اُمِ حبیبہؓ نے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل فرمایا ہے اس سے معلوم ہوا کہ شوہر کے علاوہ کسی دوسرے عزیز کی موت پر بھی سوگ کرنا جائز ہے، یعنی واجب تو نہیں ہے جس کے ترک سے گناہ ہو لیکن طبعی طور پر چونکہ عورت کو رنج زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے اجازت دی گئی کہ تین دن تک بناؤ سنگھار نہ کرے تو ایسا کر سکتی ہے البتہ تین دن کے بعد شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر سوگ کرے گی تو گنہگار ہوگی، یہ تین دن والی اجازت بھی عورت کے لئے ہے، مردوں کو سوگ کرنے کی اجازت کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

آج کل ایک بڑی مصیبت یہ ہے کہ عمل کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال کو سامنے نہیں رکھا جاتا بلکہ ازواج اور طبیعت کے تقاضوں پر چلتے ہیں۔ رنج و غم سوگ وغیرہ کے سلسلے میں بھی خدا اور رسول کی نافرمانیاں ہوتی ہیں۔ شوہر کی موت پر سوگ کے لئے کہا جاتا ہے تو اس کو برا مانتی ہیں بلکہ عدت کے زمانہ میں گھر میں رہنے کی شرعی پابندی کی بھی خلاف ورزی کرتی ہیں اور خود سے سوگ کرنے میں آئیں تو شوہر کے علاوہ کسی دوسرے کی موت پر ہفتوں سوگ کرلیں۔ دینی احکام کو پس پشت ڈالنے کا یہ مزاج بہت برا ہے، اس کی وجہ سے گناہوں میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے، اللہ جل شانہ ہم سب کو اسلام کے حکموں پر چلنے اور مر مٹنے کی توفیق دے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق و فجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورِدِ رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے،

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

شیعوں کا ماتم اور سیاہ کپڑے

وَعَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِىْ سَلَّمَةَ رَضِىَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَتْ لَمَّا اَتٰى اُمَّ حَبِيْبَةَ لَغِىُ اَبِىْ سُفْيَانَ دَعَتْ فِى الْيَوْمِ الثَّالِثِ بِصُفْرَةٍ فَمَسَحَتْ بِهٖ ذِرَاعَيْهَا وَعَارِضَيْهَا وَقَالَتْ كُنْتُ عَنْ هٰذِهٖ غَنِيَّةً سَمِعْتُ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ فَوْقَ ثَلٰثٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ فَاِنَّهَا تُحِدُّ عَلَيْهِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا.

ترجمہ: حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ نے بیان فرمایا کہ جب ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو (ان کے والد) حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر پہنچی تو انہوں نے تیسرے دن خوشبو منگائی جو زرد رنگ کی تھی اور اپنی بانہوں اور رخساروں پر ملی اور فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہ تھی (لیکن اس ڈر سے کہ کہیں تین دن سے زائد سوگ کرنے والیوں میں شمار نہ ہو جاؤں میں نے خوشبو لگالی) میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہو یہ حلال نہیں ہے کہ (کسی میت پر) تین دن تین رات سے زیادہ سوگ کرے سوائے شوہر کے کہ اس (کی موت ہو جانے) پر چار مہینہ دس دن سوگ کرے۔ (صحیح مسلم)

یہ سوگ کا سلسلہ محرم کے مہینے میں بڑا زور پکڑ لیتا ہے۔ شیعوں کی دیکھا دیکھی بہت سے سنی ہونے کے دعوے دار بھی محرم میں سوگوار بن جاتے ہیں۔ اس ماہ میں اور خصوصاً شروع کے دس دنوں میں میاں بیوی والی محبت ترک کر دیتے ہیں اور کالے کپڑے پہنتے ہیں بچوں کو بھی سیاہ کپڑے پہناتے ہیں۔ جس کی تفصیلات بہت زیادہ ہیں' یہ سب جہالت اور گمراہی کے طریقے ہیں۔ محرم کے مہینے میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تھی' اس شہادت کو یاد کر کے لوگ روتے ہیں' سینے پیٹتے ہیں' چاقو چھری سے گھائل ہو جاتے ہیں' جھوٹے واقعات بنا بنا کر شعر بناتے ہیں' مرثیے پڑھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ثواب کا کام کر رہے ہیں' حالانکہ ان چیزوں میں ہرگز ثواب نہیں ہے بلکہ یہ چیزیں سراسر گناہ ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کیوں ہے۔ اسی لئے تو ہے کہ وہ اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے ہیں۔ جب باعث حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے نانا جان کی ذات گرامی ہے (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونے کی وجہ سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے بھی محبت ہے) تو اس محبت کے اظہار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی کیوں خلاف ورزی کی جاتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا کہ کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ شوہر کے علاوہ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے اور یہ اجازت بھی صرف عورت کے لئے مرد کے لئے سوگ کرنے کی اجازت نہیں۔ پھر یہ چودہ سو سال گزر جانے کے بعد کیسا سوگ ہو رہا ہے؟ کیا حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے خلاف چلنے والوں سے خوش ہوں گے؟ کیا ایسے نافرمانوں کے لئے جنہوں نے دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی طرف سے احکام کا اضافہ کر دیا' حضرت شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حسین

رضی اللہ عنہ سفارش کریں گے؟ حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ جن لوگوں نے دین محمدی میں ادل بدل کردیا ان کو حوض کوثر سے ہٹا دیا جائے گا اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

سُحْقًا سُحْقًا لِّمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ. دور ہوں دور ہوں جنہوں نے میرے دین کو بدلا۔ (مشکوۃ المصابیح)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الموضوعات الکبیر میں لکھتے ہیں کہ:

اور رافضیوں میں بلاد عجم کے اندر مثلاً خراسان، عراق اور ماوراء النہر کے شہروں میں بڑے بڑے گناہوں کے کام رواج پائے ہوئے ہیں مثلاً کالے کپڑے پہنتے ہیں اور شہروں میں گھومتے ہیں اور اپنے سروں اور جسموں کو مختلف طریقوں سے زخمی کرتے ہیں اور اس کے مدعی ہوتے ہیں کہ یہ حضرات اہل بیت علیہم السلام سے محبت کرنے والے ہیں حالانکہ وہ ان سے بیزار ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

مرد کیلئے سوگ جائز نہیں

وَيُكْرَهُ لِلرَّجُلِ تَسْوِيْدَ الثِّيَابِ وَتَمْزِيْقَهَا لِلتَّعْزِيَةِ.
(فتاویٰ عالمگیری)

یعنی تسلی کے عنوان سے مردوں کو کالے کپڑے پہننا اور ان کو پھاڑنا جائز نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَابَرِئٌ مِمَّنْ حَلَقَ وَ صَلَقَ وَ خَرَقَ.

''میں اس سے بیزار ہوں جو (کسی کی وفات پر اظہار رنج کے لئے) سر منڈائے اور شور مچائے اور کپڑے پھاڑے''۔

کپڑے پھاڑنا مرد وعورت ہر ایک کے لئے حرام ہے۔

سب جانتے ہیں کہ خدائے پاک کے آخری رسول سرور عالم سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل دین دے کر دنیا سے تشریف لے گئے۔ اللہ جل جلالہ کا ارشاد ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا. (المائدہ)

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنا انعام پورا کردیا اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا۔

چونکہ اسلام دین کامل ہے اس لئے اس میں حرام حلال کی مکمل تفصیلات موجود ہیں اور ثواب و عذاب کے کاموں سے پوری طرح آگاہ فرمادیا گیا ہے اور زندگی گزارنے کے پورے طریقے بتادیئے ہیں اور زندگی کے ہر شعبے کے بارے میں ہدایات دے دی گئی ہیں، اب کسی کو یہ اختیار نہیں ہے کہ دین میں اضافہ کردے یا حلال کو حرام قرار دے دے یا حرام کو حلال کردے، خدا کی شریعت میں مردوں کے لئے سوگ نہیں اور عورتوں کے لئے شوہر کی وفات پر صرف چار ماہ دس دن سوگ کرنا واجب ہے اور کسی دوسرے عزیز کی موت پر صرف تین دن تک عورت کو سوگ کرنا جائز ہے۔ پھر حکم شرعی سے آگے بڑھ کر مردوں کو سوگ کرنا اور سوگ کے کپڑے پہننا یا عورت کو مندرجہ بالا تفصیل کے خلاف سوگ کرنا دین میں کہاں سے داخل ہوگیا، شریعت اسلامیہ نے محرم میں میاں بیوی کے ملاپ پر یا اچھے کپڑے پہننے یا مہندی لگانے یا کسی طرح کی زیب و زینت اختیار کرنے پر کوئی پابندی نہیں لگائی تو یہ پابندی اپنی طرف سے لگائی، اللہ پاک نے جو کچھ حلال قرار دیا اس کو کیوں حرام کیا؟ قرآن وحدیث کی ہدایت چھوڑ کر گمراہی میں کیوں لگے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حصہ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا آپ پوچھئے کہ کیا تم کو خدا نے حکم دیا ہے یا اللہ پر افتراء کرتے ہو۔ اس آیت میں اس کی مذمت کی گئی ہے کہ اپنی جانب سے حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرلیا جائے۔

الحمد للہ جلد ۸ مکمل ہوئی

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۹-۱۰

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

از افادات

اُستاد المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت.............. شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
ناشر..........................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت......................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ....چوک فوارہ....ملتان
مکتبہ رشیدیہ........راجہ بازار........راولپنڈی
ادارہ اسلامیات........انارکلی........لاہور
یونیورسٹی بک ایجنسی....خیبر بازار........پشاور
مکتبہ سید احمد شہید........اردو بازار....لاہور
ادارۃ الانور........نیو ٹاؤن........کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ........اُردو بازار........لاہور
مکتبہ المنظور الاسلامیہ....جامعہ حسینیہ....علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD
BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تا قیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تا کہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کر سکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب، اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت، غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیر دست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عند اللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا وآخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ



عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ آٹھ جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا فرمائیں اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے

استاد الحدیث مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی مقبول عام تصنیف ''شرح ریاض الصالحین'' میں سے سابقہ جلدوں کی طرح سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

اس جلد میں معاشرت اور اخلاقیات کے تمام مضامین بالترتیب لئے گئے ہیں صرف دوران سبق آنے والی احادیث کا عربی متن نہیں دیا گیا تاکہ عوام الناس بسہولت مختصر وقت میں درس مکمل کرسکیں۔ شروع سبق میں حدیث مبارکہ کا مختصر عربی متن تبرکاً نقل گیا ہے۔

بلا شبہ گھروں، مساجد، اسکولوں و مکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔

ان شاء اللہ اس مبارک سلسلہ احادیث کی مزید جلدیں شرح ریاض الصالحین سے مرتب کر کے جلد منظر عام پر آرہی ہیں۔ **وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب**

نوٹ: بعض جگہ دعائیہ کلمات ذکر نہیں کئے جاسکے قارئین سابقہ درس والے دعائیہ کلمات کو دہرا کر یومیہ درس ختم کرسکتے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام

محمد اسحٰق عفی عنہ

شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

فہرست مضامین

عمل کا مدار نیت پر ہے

عن امیر المؤمنین ابی حفص عمر بن الخطاب قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: "انما الاعمال بالنیات، وانما لکل امریء ما نویٰ: فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله، ومن کانت هجرته لدنیا یصیبها، او امراة ینکحها فهجرته الی ما هاجر الیه" متفق علیٰ صحته.

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ اس کے سوانہیں کہ عمل کا مدار تو صرف نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو اس نے نیت کی ہوگی چنانچہ (مثلاً) جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لئے ہجرت کی ہوگی (گھر بار چھوڑا ہوگا) اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگی (دنیا اور آخرت دونوں میں اس کا پھل ملے گا) اور جس شخص نے دنیا کمانے یا کسی عورت سے بیاہ کرنے کے لئے ہجرت کی ہوگی (اور اس کے لئے وطن چھوڑا ہوگا) اس کی ہجرت اسی چیز (دنیا یا عورت) کی طرف ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی ہے (ملے یا نہ ملے یہ اس کی قسمت ہے باقی اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ ملے گا)۔

نیت کا بیان

نیت کے معنی اگرچہ قصد وارادہ کے ہیں مگر نیت دراصل اس غرض وغایت کا نام ہے جس کے حاصل کرنے کے لئے انسان کوئی کام بالقصد والارادہ کرتا ہے خواہ وہ غرض وغایت اچھی ہو خواہ بری جیسا کہ حدیث میں اچھی اور بری دونوں قسم کی نیتوں کا ذکر ہے یہی معنی حدیث میں مراد ہیں چونکہ انسان بعض اوقات بے خیالی میں بغیر کسی خاص نیت وقصد وارادہ کے بھی کوئی نیک کام یا عبادت کر لیتا ہے اور اللہ کے ہاں ایسا نیک کام یا عبادت مقبول نہیں اور نہ اس پر کوئی اجر وثواب ملتا ہے اللہ کے ہاں تو وہی عبادت مقبول ومطلوب ہے جو دل کی پوری توجہ کے ساتھ ہو اور صرف اللہ کے لئے ہو اور کسی دوسری غرض کے لئے نہ ہو اس لئے ہر عمل خیر اور عبادت وطاعت کے وقت دل کا پوری طرح اللہ اور اس کی عبادت وطاعت کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے یہی معنی احضار نیت (نیت موجود ہونے) کے ہیں اور اسی معنی میں نیت کا لفظ عموماً استعمال ہوتا ہے۔

زبان سے نیت کرنا ضروری ہے یا نہیں

نیت کا زبان سے کہنا ضروری نہیں بلکہ دل کا اللہ اور اس کی عبادت کی طرف پوری طرح متوجہ ہونا ضروری ہے اگر زبان سے بھی کہہ لے تو کچھ حرج نہیں خواہ عربی میں کہے خواہ اردو میں یا کسی دوسری زبان میں۔

اس حدیث کا ماخذ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی یعنی حدیث انما الاعمال بالنیات' اللہ تعالیٰ کے فرمان ولکن ینالہ التقویٰ منکم سے ماخوذ اور اسی کا اقتباس ہے آیت کریمہ میں اسی اصول کو قربانی کی مثال میں بیان کیا گیا ہے اور حدیث میں ہجرت کی مثال میں سمجھایا گیا ہے اصول عام ہے کوئی بھی عمل خیر اور عبادت وطاعت ہو اس کا مدار نیت پر ہے جیسی نیت ویسا پھل۔ واللہ اعلم بالصواب

حشر کے دن لوگ اپنی اپنی نیتوں پر اٹھیں گے

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (قیامت کے قریب) ایک لشکر اللہ کے گھر (کعبہ) پر چڑھائی کرنے کے لئے نکلے گا جب وہ زمین کے کھلے میدان میں پہنچے گا تو اس لشکر کے اگلے پچھلے سب لوگوں کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا (اور ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ بچے گا) حضرت عائشہ نے عرض کیا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اگلے پچھلے سب لوگوں کو کیسے (اور کیوں) دھنسا دیا جائے گا؟ ان میں (سب ہی لڑنے والے تو نہ ہوں گے' سودا سلف بیچنے والے) دکاندار بھی ہونگے اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ان حملہ آوروں میں سے نہ ہوں گے (نوکری چاکری کے لئے چلے آئے ہوں گے ایسے لوگ بلاقصور کیسے اور کیونکر ہلاک کردیئے جائیں گے؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اس وقت تو) اگلے پچھلے سب ہی لوگ (ان مجرموں کے ساتھ ہونے کی وجہ سے) دھنسا دیئے جائیں گے پھر (حشر کے دن) اپنی اپنی نیت پر اٹھائے جائیں گے (جو کعبہ پر چڑھائی کرنے آئے تھے وہ تو مجرموں کے زمرہ میں الگ اور جو اس نیت سے نہیں آئے تھے وہ الگ کھڑے کئے جائیں گے)

بدکاروں اور مجرموں سے دور رہنا چاہئے

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مجرموں' بدکاروں اور گنہگاروں کے محض ساتھ رہنا بھی عذاب الٰہی اور قہر خداوندی میں گرفتار ہو جانے کا سبب بن جاتا ہے اگرچہ حشر کے دن آخرت کے عذاب سے کوئی اپنی نیک نیتی کی وجہ سے بچ بھی جائے اس لئے ایسے مجرموں' بدکاروں اور گنہگاروں سے زیادہ سے زیادہ علیحدہ اور دور ہی دور رہنا چاہئے۔

اس حدیث کا ماخذ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ اور اسی کا اقتباس ہے۔

واتقوا فتنة لاتصيبن الذين ظلموا منكم خآصة (انفال:۲۵)

اورتم اس فتنہ (عذاب) سے ڈرتے اور بچتے رہو جو خاص ظلم کرنے والے لوگوں (مجرموں) پر ہی نہیں آئے گا (بلکہ سب پر عام ہوگا)

دُعا کیجئے

یااللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرکے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یااللہ! اس ماہ کا ایک ایک لحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنادیجئے۔

یااللہ! ہمیں ہر خطاو عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یااللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچالیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

جہاد اور نیت

وعن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبی صلی الله علیه وسلم: لا هجرةَ بعد الفتح، ولكن جهادٌ ونيةٌ واذا استنفرتم فانفروا." متفقٌ عليه. ومعناه لا هجرة من مكة لانها صارت دار اسلام (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد ارشاد فرمایا فتح (مکہ) کے بعد ہجرت تو (باقی) نہیں رہی (اس لئے کہ مکہ اب دارالاسلام اسلامی شہر بن گیا) لیکن جہاد اور نیت (اب بھی) باقی ہیں (اور قیامت تک باقی رہیں گے لہٰذا) جب بھی تم کو جہاد کے لئے روانہ ہونے کی دعوت دی جائے تو فوراً روانہ ہو جاؤ۔

ہجرت

مکہ معظمہ کے فتح ہونے سے پہلے مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا اس قدر اہم اور ضروری فرض تھا کہ اگر مکہ کا رہنے والا قدرت کے باوجود مکہ سے مدینہ ہجرت نہیں کرتا تھا تو اس کا ایمان و اسلام بھی معتبر نہ ہوتا تھا جب تک کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ نہ آئے لیکن مکہ کے فتح ہو جانے اور دارالاسلام اسلامی ملک' بن جانے کے بعد یہ خاص ہجرت یا ہجرت کی یہ اہمیت باقی نہیں رہی۔

موجودہ زمانہ میں ہجرت کا حکم

چنانچہ اب اگر کافروں کے ملک میں کوئی شخص مسلمان ہو اور وہ کفار اس کو اسلامی عبادات و احکام پر عمل کرنے سے نہ روکیں تو اس مسلمان پر اس دارالکفر سے ہجرت کر کے کسی اسلامی ملک میں جا کر آباد ہونا فرض نہیں ہے اسی طرح مسلمان اگر کسی کافروں کے ملک میں آباد ہوں اور وہ کفار ان کو مذہبی آزادی دینے کے لئے تیار ہوں تو وہاں مستقل طور پر سکونت اختیار کر سکتے ہیں اگرچہ بہتر اور افضل اب بھی یہی ہے کہ جو شخص کسی کفار کے ملک میں اسلام لائے وہ اس دارالکفر کو چھوڑ کر کسی اسلامی ملک میں جا کر آباد ہو جائے اسی طرح عام حالات میں مسلمانوں کو کفار کے ملک میں مستقل طور پر وہاں کا شہری بن کر نہ رہنا چاہئے یہی دینی اور دنیوی مصلحتوں کا تقاضہ ہے تجربہ بھی اس کا شاہد ہے تاہم اب یہ ترک وطن (ہجرت) فرض بہر حال نہیں ہے یہی مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا ہے کہ فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں رہی'' (ہجرت کے تفصیلی احکام کتب فقہ سے معلوم کیجئے)

جہاد

لیکن اسلام اور کفر کا مقابلہ اور مسلمانوں کی کافروں سے لڑائی اور اس کی تیاریاں رہتی دنیا تک باقی رہیں گی حدیث شریف میں آیا ہے ''جہاد قیامت تک جاری رہے گا'' اس لئے جہاد اور اس میں نیک نیتی کا اعتبار اور اسی پر اجر و ثواب کا دارومدار ہمیشہ ہمیشہ باقی رہے گا اسی لئے جب بھی کوئی اسلامی ملک کا مسلمان فرمان روا اللہ کی راہ میں کافروں سے جنگ کرنے کے لئے میدان جنگ میں جانے (فوج میں بھرتی ہونے) اور لڑنے کی دعوت دے تو حسب استطاعت ہر مسلمان کا' خواہ وہ اس ملک کا باشندہ ہو خواہ کسی دوسرے اسلامی ملک

کا فرض ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لئے کفار سے جنگ کرے بجز ان معذور لوگوں کے جن کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی رحمت سے مجبور و معذور قرار دے دیا ہے (جہاد کے فرض ہونے کے شرائط اور تفصیلی احکام کتب فقہ سے معلوم کیجئے)

جہاد اسلام کی سب سے بڑی عبادت ہے

فتح مکہ سے پہلے ہجرت اور جہاد اور اس کے بعد صرف جہاد اسلام کی سب سے زیادہ اہم اور موجب اجر و ثواب عبادتیں ہیں مگر ان دونوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت اور اجر و ثواب ملنے کا مدار صرف اخلاص اور نیت پر ہے اگر رضائے الٰہی کے علاوہ کسی بھی اور نیت سے کرے گا تو یہ عبادتیں بھی مردود ہیں اگر اللہ تعالیٰ کے لئے کرے گا تو دنیا اور آخرت دونوں میں اجر عظیم پائے گا یہی اس حدیث کی اصل روح ہے۔

یہ حدیث شریف بھی قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیت سے مقتبس اور ماخوذ ہے۔

یجاهدون فی سبیل الله ولایخافون لومة لائم (مائدہ: ۵۴)

جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہونگے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔

اخلاص کے ساتھ عمل کا ثواب ملتا ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ (جنگ) میں گئے ہوئے تھے (راستہ میں ایک دن) آپ نے صحابہ کرام سے خطاب کرکے فرمایا: مدینہ میں کچھ ایسے لوگ رہ گئے ہیں) کہ (جو اگرچہ اس وقت تمہارے ساتھ نہیں ہیں مگر) تم نے جو بھی مسافت طے کی ہے اور جس وادی (کھلے میدان) سے تم گزرے ہو وہ تمہارے ساتھ (اور شریک سفر) رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو صرف دکھ بیماری نے (اس سفر جہاد سے) روک دیا ہے (ورنہ ان کے دل جہاد میں شرکت کے لئے تڑپ رہے ہیں) ایک روایت میں "تمہارے ساتھ ہیں" کے بجائے "وہ اجر میں تمہارے شریک ہیں" آیا ہے یہ تو صحیح مسلم کی روایت ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

اولاد پر خرچ کرنے پر بھی اجر وثواب

وعن ابی یزید معن بن یزید بن الاخنس رضی الله عنهم، وهو وابوه وجده صحابیون، قال: كان ابی یزید اخرج دنانیر یتصدق بها فوضعها عند رجلٍ فی المسجد فجئت فاخذتها فأتیته بها. (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابویزید معن بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: (ایک مرتبہ) میرے والد یزید نے صدقہ کرنے کے لئے کچھ دینار (اشرفیاں) نکالے اور مسجد میں ایک آدمی کے پاس رکھ دیئے (کہ جو ضرورت مند آئے اس کو دے دینا) (اتفاق سے میں مسجد میں آیا تو اس آدمی نے مجھے ضرورت مند دیکھ کر وہ دینار دے دیئے) میں نے لے لئے اور ان کو لے کر (گھر) آیا اور والد صاحب کو بتلایا تو انہوں نے فرمایا: بخدا میں نے تجھے دینے کی نیت تو نہیں کی تھی (میں نے تو اور محتاجوں مسکینوں کو دینے کے لئے رکھے تھے) تو میرے اور ان کے درمیان بحث ہونے لگی (میں کہتا تھا کہ میں سب سے زیادہ ضرورت مند اور محتاج ہوں پہلے میرا حق ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے تو صدقہ کی نیت سے یہ دینار نکالے ہیں تو تو میری اولاد ہے تیری کفالت تو میرا فرض ہے اولاد کو صدقہ نہیں پہنچتا آخر کار ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں فیصلہ کے لئے حاضر ہوئے تو آپ نے (ہم دونوں کے بیان سن کر) فرمایا اے یزید تم نے جو صدقہ کی نیت سے یہ دینار نکالے ہیں اس کا ثواب تم کو ضرور ملے گا اور (مجھ سے) فرمایا: اے معن! تم نے جو لیا وہ تمہارے لئے (حلال) ہے (جاؤ اپنی ضرورتوں میں خرچ کرو)

اہل وعیال پر صدقہ کا حکم

زکوٰۃ اور صدقات واجبہ مثلاً صدقہ فطر، صدقہ نذر وغیرہ تو اولاد کو دینے سے نہیں ادا ہوتے ہاں نفل صدقات اگر صدقہ کی نیت سے ضرورت مند اور محتاج اولاد کو دیئے جائیں تو ادا ہو جاتے ہیں بلکہ اس میں دوگونہ ثواب ملتا ہے صدقہ کا بھی اور صلہ رحمی کا بھی۔ حضرت یزیدؓ کو غالباً یہ مسئلہ معلوم نہ تھا اس لئے وہ یہ سمجھ کر معترض ہوئے کہ میں صدقہ کے ثواب سے محروم ہو گیا حالانکہ میری نیت یہی تھی حضرت معنؓ کا کہنا یہ تھا کہ میں ضرورت مند بھی ہوں اور آپ کی اولاد بھی اس لئے میں بنسبت اور فقراء ومساکین کے آپ کی اعانت اور صلہ کا زیادہ مستحق ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ بتلا کر حضرت یزیدؓ کو مطمئن کر دیا کہ تمہاری صدقہ کی نیت کا ثواب تمہیں ضرور ملے گا۔

نیت کا پھل اور اللہ تعالیٰ کی شان کرم

دیکھئے اللہ تعالیٰ کی شان کریمی! بظاہر حضرت یزید کے وہ دینار گھر کے گھر ہی میں رہے مگر اللہ تعالیٰ نے محض ان کی نیت کی بنا پر ان کو صدقہ کے اجر وثواب سے سرفراز فرما دیا۔ سبحان اللہ! سچ فرمایا ہے: دین میں ذرہ برابر تنگی نہیں کوئی عمل کر کے تو دیکھے۔

ہر مسلمان کو نفل صدقات، صدقہ ہی کی نیت سے سب سے پہلے اپنے محتاج اور ضرورت مند متعلقین اور قرابتداروں کو دینے چاہئیں تا کہ صدقہ اور صلہ رحمی دونوں کا ثواب ملے اور دو عبادتیں ادا ہوں ایک اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کرنا دوسرے صلہ رحمی کرنا۔

یہ حدیث مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے ماخوذ و مقتبس ہے۔

وآتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتامیٰ والمساکین الآیۃ (البقرۃ: ۱۷۷)

اور مال کی محبت کے باوجود اس کو قرابت داروں یتیموں اور مسکینوں کو دے دیا۔ دیکھئے اس آیت کریمہ میں قرابت داروں کا حق سب سے پہلے رکھا ہے۔

صحیح بخاری میں یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ تبوک (تبوک کی لڑائی) سے واپس آ رہے تھے کہ آپ نے فرمایا بے شک بہت سے وہ لوگ جن کو ہم مدینہ میں چھوڑ آئے ہیں جس گھاٹی سے ہم گزر رہے ہیں اور جس وادی کو ہم نے طے کیا ہے وہ لوگ اس میں ہمارے ساتھ رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کو مجبوری ومعذوری نے بے بس کر دیا ہے۔

نیت کی اہمیت

حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ جو مجبور ومعذور لوگ کسی کار خیر مثلاً حج جہاد صدقات وخیرات وغیرہ کا جذبہ صادق اور پختہ ارادہ ونیت دل میں رکھتے ہیں مگر مجبوری ومعذوری کی وجہ سے اس کار خیر کو کر نہیں سکتے ان کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس نیک نیتی اور اخلاص کی بناء پر اس کار خیر کا ثواب عطا فرما دیتے ہیں سبحان اللہ کتنی مفید چیز ہے خلوص اور نیک نیتی! چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دل سے کسی نیک کام کی نیت کرتا ہے تو ایک نیکی کا ثواب تو اسی وقت اس کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور جب اس پر عمل کر لیتا ہے تو دس نیکیوں کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے درحقیقت نیک نیتی خود ایک مستقل عبادت 'عبدیت (بندگی) کا تقاضا اور تعلق مع اللہ (اللہ سے تعلق) کی دلیل ہے اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ "آدمی کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے" لہٰذا انسان کا فرض ہے کہ وہ نیک کام جو اللہ تعالیٰ کی رضا، خوشنودی اور قرب کا موجب ہیں اگرچہ ظاہری اسباب ووسائل کی بناء پر اس کی قدرت سے باہر بھی ہوں تب بھی ان پر عمل کرنے کی پختہ نیت، جذبہ صادق اور شوق کامل اپنے دل میں ضرور رکھے تاکہ ان کاموں پر عمل کرنے کی سعادت اگر میسر نہ بھی آئے تو کسی نہ کسی درجہ میں ان کے اجر وثواب سے تو محروم نہ رہے خصوصاً جہاد کہ اس کے متعلق تو حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مسلمان کے دل نے کبھی اس کو جہاد کے لئے کہا بھی نہیں (یعنی کبھی اس کے دل میں خیال بھی نہیں آیا) اور اسی حالت میں وہ مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا (العیاذ باللہ) اور ظاہر ہے کہ اس نیت، جذبہ اور شوق سے تو بجز بدبختی اور شومی قسمت کے اور کوئی چیز مانع ہو ہی نہیں سکتی مفت کا اجر وثواب ہاتھ آتا ہے۔

ہماری حالت

مگر وائے محرومی وشومی کہ ہمارے دلوں کو دنیوی اغراض وخواہشات نے ایسا مردہ بنا دیا ہے کہ بقول شاعر" کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا" یہ سب کچھ ایمان یعنی تعلق مع اللہ کے ضعف کا نتیجہ ہے ہمارا ایمان واسلام تو اب برائے نام رہ گیا ہے اس لئے ہمیں جلد از جلد اور پہلی فرصت میں اللہ تعالیٰ سے اپنا رشتہ از سر نو جوڑنا چاہئے اور اس کو زیادہ سے زیادہ پختہ کرنا چاہئے تاکہ اللہ تعالیٰ اس نیک نیتی اور نیک عملی کی سعادت حاصل کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائیں۔ آمین۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

خرچ کرنے پر اجروثواب

وعن ابی اسحاق سعد بن ابی وقاص مالک ابن اهیب ابن عبد مناف ابن زهرة بن کلاب بن مرة بن کعب بن لوی القریشی الزهری رضی الله عنه احد العشرة المشهود لهم بالجنة رضی الله عنهم

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جوان دس صحابیوں میں سے ایک ہیں جن کو جیتے جی دنیا میں ہی جنتی ہونے کی بشارت دے دی گئی ہے سے روایت ہے کہ ۱۰ھ میں حجۃ الوداع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری حج) کے سال (میں مکہ میں جا کر شدید مرض میں مبتلا ہو گیا تو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "فداہ ابی وامی" (آپ پر میرے ماں باپ قربان) میری عیادت (مزاج پرسی) کیلئے میرے پاس تشریف لائے۔ میری بیماری انتہائی شدت اختیار کر چکی تھی (اور حالت نازک ہو گئی تھی) تو میں نے (یہ سمجھ کر یہ میرا آخری وقت ہے) عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ میری بیماری خطرناک حد کو پہنچ گئی ہے اور میں کافی مالدار ہوں اور (میری صلبی وارث) صرف میری ایک لڑکی ہے (اس کے لئے تہائی مال بہت ہے) تو کیا میں دو تہائی مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ (فقراء و مساکین کے لئے وصیت) نکر دوں؟ آپ نے فرمایا: "نہیں" میں نے عرض کیا (اچھا) آدھا مال یا رسول اللہ آپ نے فرمایا "نہیں" تو میں نے عرض کیا: (اچھا) ایک تہائی مال آپ نے فرمایا "نہیں" تہائی مال (میں حرج نہیں) اور تہائی بھی بہت ہے" یا (فرمایا) "بڑا حصہ ہے" (اس کے بعد آپ نے زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال کا صدقہ کرنے اور باقی کو محفوظ رکھنے کی حکمت بیان کی) اور فرمایا: یاد رکھو! (اگر تم اس بیماری میں وفات پا جاتے ہو تو) بے شک تم اپنے وارثوں کو (اپنے مرنے کے بعد) غنی اور مالدار چھوڑو یہ اس سے (بدرجہا) بہتر ہے کہ تم ان کو (مال میراث سے محروم کر کے) محتاج و مفلس چھوڑو کہ وہ ایک ایک کے سامنے ہاتھ پھیلاتے (اور بھیک مانگتے) پھریں (اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ تم زیادہ سے زیادہ تہائی مال کی وصیت کرو باقی ورثاء کے لئے رہنے دو) اور (اگر تم زندہ رہتے ہو تو) بیشک تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے جو مال بھی خرچ کرو گے تمہیں ضرور اس کا اجر ملے گا یہاں تک کہ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی نیت سے) اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ بھی دو (تو وہ بھی عبادت ہے اور اس کا بھی تم کو اجر ملے گا اور اللہ تعالیٰ کے لئے یہ انفاق (خرچ کرنا) اسی صورت میں ممکن ہے کہ تمہارے پاس مال ہو اس لئے ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت نہ کرو اور باقی مال رہنے دو) اس پر سعد بن وقاص نے عرض کیا: تو کیا یا رسول اللہ! میں اپنے ساتھیوں سے پیچھے رہ جاؤں گا؟ (اور آپ کے ساتھ مکہ سے مدینہ واپس نہ جاسکوں گا؟) آپ نے فرمایا: تم پیچھے رہ بھی گئے تو جو بھی نیک کام تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کرو گے یقیناً اس کی وجہ سے تمہارا درجہ زیادہ (سے زیادہ) اور بلند (سے بلندتر) ہوگا اور غالب تو یہی ہے کہ تم (اس بیماری کے) پیچھے (زندہ) رہو گے اور تمہاری ذات سے بہت سے لوگوں (مسلمانوں) کو نفع پہنچے گا اور بہت سے لوگوں (کفار) کو ضرر پہنچے گا (مسلمان تمہاری زیر قیادت اموال غنیمت اور اجر وثواب جہاد سے مالا مال ہوں گے اور کفار کو تمہاری جنگ اور تاخت و تاراج سے بے پایاں جانی مالی اور ملکی نقصان اٹھانا پڑے گا چنانچہ عراق کی لڑائیوں میں ایسا ہی ہوا اس کے بعد حضرت سعد نے جس خطرہ کا اظہار کیا تھا کہ کیا میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ سے مدینہ واپس نہ جاسکوں

گا اس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ہیں) اے اللہ تو میرے صحابہؓ کی مکہ سے مدینہ ہجرت کو برقرار رکھیو اور ان کو پچھلی حالت پر نہ لوٹائیو (یعنی پھر مکہ کی سکونت پر انہیں مجبور نہ کیجیو) لیکن قابل رحم تو ہی بیچارہ سعد بن خولہ (کہ حج کے لئے مکہ آیا اور وہیں اس کی وفات ہوگئی) راوی کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس کلمہ سے سعد بن خولہ کی حالت پر تاسف وترحم کا اظہار ہے کہ ان کی وفات (آپ کی اس دعا سے پہلے ہی) مکہ میں ہوگئی اور وہ آپ کی دعا سے فائدہ نہ اٹھا سکے)۔

مال کی دینی اہمیت

تمام تر مالی عبادات اور حقوق العباد ادا کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کا واحد ذریعہ "مال" ہے اور اسی لحاظ سے مال اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے اس لئے کہ انسان نیک نیتی اور اخلاص کے ساتھ مالی عبادتوں میں اور اللہ کے مقرر کردہ بندوں کے حقوق ادا کرنے میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا مال خرچ کر کے ہی اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کر سکتا ہے اور یہی خرچ کرنا اس نعمت کا شکریہ اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بموجب دنیا میں مال کی زیادتی، فراوانی اور برکت کا موجب اور آخرت میں درجات کی بلندی کا باعث ہے ایک مفلس اور تہی دست آدمی محض مال نہ ہونے کی وجہ سے ان تمام سعادتوں سے محروم رہتا ہے اسی لئے حدیث میں "مال کو بہترین مددگار بتلایا ہے"۔

مال دیکھ بھال کر خرچ کرنا چاہئے

لہٰذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اسے سارا کا سارا مال ایک ہی دفعہ صدقہ خیرات ہی میں کیوں نہ ہو خرچ نہ کر دینا چاہئے بلکہ تھوڑا تھوڑا اور بقدر ضرورت اپنی اپنے اہل وعیال کی، قرابتداروں کی، پڑوسیوں کی ان کے علاوہ اور حاجتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے اور حقوق العباد ادا کرنے میں صرف کرنا بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور یہی اس کی رضا اور خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے حتیٰ کہ اگر بیمار ہو جائے اور زندگی کی کچھ زیادہ توقع نہ رہے تب بھی سارا کا سارا مال فقراء اور مساکین کو صدقہ نہ کر دینا چاہئے کہ اس میں وفات پا جانے کی صورت میں ورثاء کی حق تلفی ہوگی اور زندہ رہنے کی صورت میں خود خالی ہاتھ رہ جائے گا نہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکے گا نہ دوسروں کی اور اس حق تلفی یا حاجت روائی سے محرومی کا سبب یہی بے اعتدالی ہوگی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ارشاد ہے۔

ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسوراً بنی اسرائیل: ۲۹

تم اپنا ہاتھ بالکل ہی نہ کھول دو (سارا کا سارا مال ایک دفعہ ہی نہ خرچ کر دو) کہ تمہیں قابل ملامت اور بے دست و پا ہو کر بیٹھنا پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا حدیث میں سعد بن ابی وقاصؓ کو اور ان کے بعد آنے والی نسلوں کو سارا کا سارا مال ایک دفعہ ہی صدقہ کر دینے سے منع کرنے کی یہی مصلحت سمجھائی ہے اسی پر ہر مسلمان کو جسے اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے نوازا اور مالدار بنایا ہو عمل کرنا چاہئے۔

دُعا کیجئے:

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے، ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔ تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے، غیرت پیدا فرما دیجئے۔

یا اللہ! جو جو دشواریاں، بیماریاں، پریشانیاں جس میں ہم مبتلا ہیں اور آنے والے خدشات آفات ہیں ان سب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

بیوی پر خرچ کرنے میں اجر وثواب

وعن ابی اسحاق سعد بن ابی وقاصٍ مالک ابن اهیب ابن عبد مناف ابن زهرة بن کلاب بن مرة بن کعب بن لویٍ القریشی الزهری رضی الله عنه احد العشرة المشهود لهم بالجنة رضی الله عنهم

اس حدیث میں کار خیر کے ذیل میں بیوی کے منہ میں نوالہ دینے کا ذکر مثال کے طور پر آیا ہے اس لئے کہ انسان اپنی نادانی کی وجہ سے بیوی بچوں کی دلجوئی کو اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے کو ایک ''طبعی'' بلکہ ''نفسانی'' تقاضہ سمجھ کر پورا کرتا ہے اور اجر عظیم سے محروم رہتا ہے جیسے اس سے پہلی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجت مند اولاد کی حاجت روائی پر صدقہ کے ثواب کا اعلان فرما کر اس کے عبادت اور موجب ثواب ہونے سے آگاہ فرمایا ہے ایسے ہی اس حدیث میں بیوی کی دلجوئی اور اس کے حقوق کی ادائیگی کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ اور اجر وثواب کا موجب قرار دے کر اس کے عبادت وطاعت ہونے سے آگاہ فرمایا ہے ایک ایسے ہی موقع پر ایک صحابی نے از راہ تعجب عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص اپنی بیوی کا بوسہ لیتا ہے یہ بھی صدقہ ہے؟ (یہ تو سراسر نفسانی خواہش کا تقاضہ ہے) رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: اگر یہی بوسہ وہ کسی اجنبی عورت کا لے تو اس پر گناہ ہوگا یا نہیں؟ صحابی نے عرض کیا ''ضرور گناہ ہوگا'' اس پر آپ نے فرمایا'' (تو جب اس نے جائز محل میں' اور حلال طریق پر' اپنی خواہش کو پورا کیا ہے) تو اس پر ضرور ثواب ملنا چاہئے''۔

ہماری نادانی اور ناواقفیت کا نقصان عظیم

بہر صورت یہ ہماری بڑی محرومی اور قابل صد افسوس نادانی اور غفلت ہے کہ ہم رات دن تمام جائز طبعی تقاضوں اور خواہشوں کو پورا کرتے ہیں اور ان میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کے حصول کا قطعاً خیال اور نیت نہیں کرتے اور سمجھتے ہیں کہ ''یہ تو دنیوی کام ہے انہیں دین سے کیا تعلق اور ان میں عبادت وطاعت کا کیا دخل'' اور غلط فہمی بلکہ کج فہمی کی وجہ سے گونا گوں اجر وثواب سے محروم رہتے ہیں یہی نہیں بلکہ یہ طبعی تقاضے اور عادت کے تحت کئے جانے والے تمام جائز کام اور ان میں مشغولیت وانہماک اس کج بینی اور کج فہمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے غافل اور دور سے دور تر ہونے کا سبب بنتے ہیں اس کی وجہ صرف ہماری جہالت یا بے توجہی ہے۔

ہماری ساری زندگی عبادت بن سکتی ہے

کمی اور قصور صرف نیت اور ارادہ کا ہے اگر ہم اپنے ان تمام تر طبعی تقاضوں' خواہشوں اور عادی امور کو پورا کرنے کے وقت دل میں یہ نیت اور ارادہ رکھیں کہ ''ہم یہ تمام کام صرف اس لئے کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان کو ہمارے لئے حلال اور جائز کیا ہے تو ہماری ساری زندگی عبادت اور ہر عادت وطاعت اور تمام دنیا دین بن جائے اور ہماری زندگی کے تمام لیل ونہار اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں گزریں۔

سبحان اللہ کتنا آسان ہے اللہ تعالیٰ کے راستہ پر چلنا اور کتنا سہل ہے دین پر عمل کرنا مگر وائے محرومی! کہ ہم اپنی بے حسی اور بے توجہی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہتے ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث قدسیہ اور کلمات طیبہ کے پڑھنے سے ہمارے دلوں سے غفلت اور بے حسی کے پردے ہٹادے اور ہمیں نیک نیتی اور نیک عملی کی توفیق عطا فرمادے۔

مہاجرین کے لئے دعا

اسلام کے ابتدائی عہد میں یعنی فتح مکہ سے پہلے تک، مکہ سے مدینہ ہجرت کرنا سب سے بڑی عبادت اور سب سے بڑی فضیلت اور عنداللہ قبولیت کا موجب تھا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آنے والے تمام مہاجرین صحابہ اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس ہجرت کو کسی بھی صورت میں فسخ کرنے یعنی فتح مکہ کے بعد مکہ میں جا کر آباد ہونے کو گوارا نہیں کرتے تھے نہ ہی ان کے لئے جان بوجھ کر ایسا کرنا جائز تھا ان کو ڈر صرف اس امر کا رہتا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم مکہ جائیں حج یا عمرہ کی نیت سے اور کسی ناگہانی بیماری یا آفت سے وہیں وفات پا جائیں اور انجام کار ہم اس ہجرت کی فضیلت سے محروم ہو جائیں جیسا کہ سعد بن خولہ کے ساتھ پیش آیا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اظہار افسوس فرمایا ہے۔ یہی ڈر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو تھا جس کا اظہار انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا چونکہ موت زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے بھی مہاجرین کی ہجرت کو آخرت وقت تک باقی رکھنے کی دعا فرمائی تب حضرت سعدؓ کو اطمینان ہوا۔

شرعاً مرتے وقت کا صدقہ وصیت ہوتا ہے

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ مرتے وقت کا صدقہ وصیت ہوتا ہے اور وصیت زیادہ سے زیادہ ایک تہائی مال میں ہو سکتی ہے اگر مرنے والا اس سے زیادہ کی وصیت کرے تو اس کا اعتبار نہیں اور ادائے قرض کے بعد، اگر قرض ہو بقیہ مال کا دو تہائی بہرصورت وارثوں کو ملے گا۔

مذکورہ بالا حدیث کے احکام مندرجہ ذیل آیتوں سے ماخوذ و مقتبس ہیں۔

بیوی کی دلجوئی اور اس کے ساتھ اچھا سلوک آیت کریمہ **وعاشروهن بالمعروف** سے ثابت ہے اور بیوی کی ضروریات کی کفالت! آیت کریمہ **الرجال قوامون على النسآء بمافضل الله بعضهم على بعض وبمآانفقوا** سے ثابت ہے اور اولاد کی ضروریات کی کفالت! **وعلى المولود له رزقهن و كسوتهن بالمعروف** سے ثابت ہے

دُعا کیجئے

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمایئے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمایئے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہو گئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں

وعن ابی هريرة عبدالرحمٰن بن صخرٍ رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "ان الله لا ينظر الىٰ اجسامكم، ولا الىٰ صوركم، ولكن ينظر الىٰ قلوبكم" رواه مسلم.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نہ تمہارے جسموں کو دیکھتے ہیں نہ تمہاری صورتوں کو' لیکن وہ تو تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں (یعنی صرف ظاہری شکل وصورت اور محض ظاہری دینداری کو دیکھنے کے بجائے تمہارے دلوں میں چھپی ہوئی نیتوں کو دیکھتے ہیں)

حدیث کا مطلب اور ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس حدیث شریف کا مطلب بھی وہی نکلتا ہے جو سب سے پہلی حدیث کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تمام عبادات وطاعات کی قبولیت کا مدار نیتوں پر ہے' صرف اعمال پر نہیں' حدیث کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسلمانوں اور دینداروں کی سی شکل وصورت اور ظاہری احکام واعمال کی پابندی اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلوب نہیں ہے جیسا کہ بعض بے دین لوگ اپنی کافروں کی سی شکل وصورت' وضع قطع' تہذیب ومعاشرت اور بے دینی کا جواز ثابت کرنے اور ظاہری احکام کی اہمیت کم کرنے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں: میاں! اللہ تعالیٰ شکل وصورت اور ظاہری اعمال کو نہیں دیکھتے وہ تو دلوں کو دیکھتے ہیں ہمارے دل ایمان کے نور اور خداپرستی کی روشنی سے معمور ہیں؟ یہ کھلا ہوا شیطانی دھوکا اور فریب ہے قصداً عبادات واحکام الٰہیہ کو ترک کرنے والے اور غیر مسلموں کی شکل وصورت رکھنے والے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا وہ تو کھلے ہوئے نافرمان اور بے دین ہیں اگر توبہ نہ کریں گے تو اپنے کئے کی سزا ضرور بھگتیں گے مسلمانوں اور دینداروں کی سی شکل وصورت' وضع قطع اور اسلامی معاشرت اختیار کرنا' کافروں اور بے دینوں کی مشابہت اور نقال سے احتراز کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جو اس کی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ قطعاً نافرمان اور گنہگار ہیں حدیث کا مطلب قطعاً یہ ہے کہ احکام الٰہیہ کی پابندی اور عبادت گزاری اسی وقت کارآمد اور موجب نجات ہوسکتی ہے جبکہ اس کے ساتھ اخلاص اور نیک نیتی بھی ہو ورنہ دکھلاوے یا شہرت یا کسی بھی اور غرض کے لئے کی ہوئی عبادت وطاعت مردود ہے۔

حدیث کا ماخذ

یہ حدیث آیت کریمہ **لن ينال الله لحومها ولا دمآء وها ولكن يناله التقوىٰ منكم** سے ماخوذ اور مقتبس ہے۔

دُعا کیجئے

یااللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنالیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنادیجئے'

یااللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یااللہ! یااللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

کون سا جہاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے

وعن ابی موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری رضی اللہ عنه قال: سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن الرجل یقاتل شجاعةً، ویقاتل حمیةً ویقاتل ریاءً ای ذٰلک فی سبیل اللہ.

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بعض لوگ بہادری (دکھانے) کیلئے جنگ کرتے ہیں بعض لوگ قومی حمیت وغیرت (کے جذبہ) کی وجہ سے اور بعض لوگ محض دکھلاوے کے لئے جہاد کرتے ہیں ان میں سے کون سا جہاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے؟ آپ نے ارشادفرمایا: جولوگ اس لئے جنگ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بات اونچی رہے وہ جہاد اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد ہے (ان تینوں جنگوں میں سے ایک بھی جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہے)

قومی غیرت وحمیت

شجاعت اور بہادری، قومی غیرت وحمیت پسندیدہ جذبات ہیں بشرطیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دین کوسربلند کرنے یا سربلند رکھنے کے لئے کارفرما ہوں محض بہادری دکھانے یا ملک وقوم میں نکو بننے سے بچنے کیلئے لڑنے کو یقیناً اللہ تعالیٰ کے لئے لڑنا نہیں کہا جاتا اور نہ ہی وہ عنداللہ پسندیدہ اخلاق وفضائل میں شمار ہوتا ہے اسی طرح وطن ملک اورقوم کی حفاظت اوران سے دفاع فرض ہے مگر اسی وقت جبکہ اس کا اصل مقصود ومطلب ''اللہ تعالیٰ کے دین'' کوسربلند رکھنا ہو یہی وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے جس میں آخرت کے اجروثواب کے ساتھ ساتھ تمام مادی اور دنیوی منافع بھی ضرور حاصل ہوں گے مگر یہ مادی اور دنیوی منافع مسلمانوں اور خدا پرستوں کے اصلی مقاصد اوراغراض نہ ہونے چاہئیں جان تو جان دینے والے ہی کی راہ میں دی جاسکتی ہے اوراسی کے حکم پر قربان کی جاسکتی ہے اوراسی صورت میں شہادت کی زندگی جاوید حاصل ہوسکتی ہے۔

جہاد اور جنگ میں فرق

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی جو جنگ محض وطن قوم اورحکومت یا کسی بھی اور دنیوی غرض کے لئے ہو وہ جنگ ہے جہاد نہیں اس لئے ان اغراض ومقاصد کے لئے تو کفار بھی جنگ کیا کرتے ہیں پھر کافروں اور خدا پرستوں کی لڑائی میں فرق کیا رہا دیکھئے کتنی بدقسمتی ہے ان مسلمانوں کی جو اللہ تعالیٰ کے دین کوسربلند کرنے یا رکھنے کی نیت اورقصد کے بجائے محض ملک، قوم، وطن یا صرف اپنی آزادی اور حکمرانی کو برقرار رکھنے کی خاطر جنگ کرتے ہیں حالانکہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق صرف اللہ تعالیٰ کے دین کو بلند کرنے کے لئے جنگ کریں تو ملک وقوم ووطن کی آزادی سربلندی اور تمام دنیوی مفادات آپ سے حاصل ہو جائیں اور دین ودنیا دونوں کی کامرانیاں اور سرخروئی نصیب ہو۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لئے جہاد کرنے والے کو ''مجاہدین اسلام'' کے بجائے ''مجاہدین قوم'' یا ''مجاہدین وطن'' کہنا بھی کھلی ہوئی جہالت اوران مجاہدین کی سخت توہین ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہالت سے بچائے۔

حدیث کا ماخذ

یہ حدیث آیت کریمہ **و کلمة اللہ ھی العلیا (توبہ)** سے ماخذ مقتبس ہے۔

کسی جرم اور گناہ کے درپے ہونے کی سزا

وعن ابی بکرة نفیع بن الحارث الثقفی رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: " اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول فی النار. (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جب دو مسلمان تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے مقابلہ پر آ جائیں (اور لڑنے لگیں) تو (اس لڑائی میں) قتل کرنے والا (قاتل) اور قتل ہونے والا (مقتول) دونوں جہنمی ہیں" صحابہ نے عرض کیا: قاتل بیشک جہنمی ہے (کہ اس نے ایک کلمہ گو مومن کو قتل کیا) مگر مقتول کا کیا قصور ہے (وہ جہنمی کیوں ہے وہ تو شہید ہونا چاہئے)؟ آپ نے فرمایا: وہ بھی تو اپنے مدمقابل (مسلمان) کو قتل کرنے کے درپے تھا (اتفاق ہے کہ اس کا وار خالی گیا اور کارگر نہ ہوا اور خود قتل ہو گیا)

اعمال وافعال میں نیت کا دخل

دیکھئے انسان کی نیت اس کے اعمال وافعال میں کس قدر موثر اور کارفرما ہے کہ "مقتول مسلمان" نے حالانکہ مسلمان کو قتل نہیں کیا مگر پھر بھی جہنمی ہوا صرف اس لئے کہ وہ ایک مسلمان کے قتل کرنے کے درپے تھا اگر اس کا وار خالی نہ جاتا تو وہ یقیناً اس کو قتل کر دیتا اسی بناء پر جہنمی ہوا۔

سزا میں فرق

مقتول قاتل کی طرح جہنمی تو ضرور ہوگا مگر دونوں کے جرم اور سزا میں فرق ہے قاتل ایک مسلمان کو عمداً قتل کرنے کا مرتکب ہوا ہے اس کی سزا ہے مخلدفی النار ہونا (زمانہ دراز تک جہنم میں جلنا) ہے مقتول کا جرم ہے ایک مسلمان کو قتل کرنے کے درپے ہونا جو مستقل گناہ ہے خواہ قتل کر پائے یا نہ کر پائے اس کی سزا بھی جہنم ہے مگر مخلد نہ ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کے ساتھ (مسجد میں) انسان کی نماز گھر یا بازار میں نماز (پڑھنے) کے مقابلہ پر چند اور بیس (پچیس یا ستائیس) درجہ افضل ہے اور یہ اس لئے کہ جب ایک شخص (مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے کی نیت سے) وضو کرتا ہے پھر مسجد آتا ہے اس طرح کہ بجز نماز ادا کرنے کے اور کوئی غرض اس کے اٹھنے اور چلنے کا سبب نہیں ہوتی تو (اس اخلاص اور نیت کے ساتھ) جو بھی قدم وہ زمین پر رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کا ایک درجہ بلند کر دیتے ہیں اور ایک خطا معاف فرما دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ مسجد میں داخل ہوتا ہے تو جب سے وہ مسجد میں داخل ہوا اسی وقت سے نماز میں (شمار) ہوتا ہے جب تک کہ نماز کی وجہ سے مسجد میں ٹھہرتا ہے اور (یاد رکھو) جب تک تم میں سے کوئی شخص مسجد میں نماز کی جگہ بیٹھا (اللہ اللہ ذکر اللہ یا اور کوئی عبادت کرتا رہتا ہے فرشتے برابر اس کے لئے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں اور کہتے رہتے ہیں "الٰہی! تو اس (نمازی) پر رحمت فرما الٰہی! تو اس کی بخشش کر دے الٰہی تو اس کی توبہ قبول فرما" جب تک کہ وہ (اہل مسجد کو) ایذا نہ پہنچائے یعنی وضو نہ توڑے۔

نیت کے برکات وثمرات

یہ حدیث پاک نیت کے عظیم ترین ثمرات وبرکات کو ثابت کرتی ہے ظاہر ہے کہ اگر بغیر نیت اور قصد ثواب کے کوئی شخص گھر سے وضو کر کے مسجد میں آ جائے تو یہ خطاؤں کا کفارہ نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر کسی بھی دوسری غرض سے گھنٹوں

مسجد میں رہے مگر قصداً اجروثواب نہ ہو تو وہ فرشتوں کی مفید ترین اور معصوم دعاؤں کا مستحق نہیں ہوسکتا۔

نیت نیک اور نیت بد کا فرق

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار بزرگ و برتر سے روایت کرتے ہیں کہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام نیکیاں (نیک کام) اور تمام بدیاں (برے کام) سب لکھ دیئے (اور مقرر فرمادیئے) ہیں پھر ان کو (نبیوں اور آسمانی کتابوں کے ذریعہ) بیان بھی فرمادیا ہے (کہ یہ نیکیاں ہیں اور یہ بدیاں ہیں) اب جو شخص کسی نیکی (نیک کام کرنے) کا ارادہ کرتا ہے مگر (اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے) اس پر عمل نہیں کرپاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (اس کے نامۂ اعمال میں) کامل ایک نیکی (ثواب پھر بھی) لکھ دیتے ہیں اور اگر ارادہ بھی کیا اور اس پر عمل بھی کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے (کم از کم) دس گنا نیکیوں کا (اور زیادہ سے زیادہ) سات سو گنا نیکیوں تک کا اور اس سے بھی زیادہ چند در چند (یعنی بے شمار نیکیوں کا ثواب) لکھ دیتے ہیں اور اگر کسی بدی (برے کام) کا ارادہ کرتا ہے مگر (خدا کے خوف سے) اس پر عمل نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اپنے ہاں (اس برے کام کے نہ کرنے پر) ایک نیکی (کا ثواب) اس کے لئے لکھ دیتے ہیں اور اگر بدی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل بھی کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ (اس کے نامۂ اعمال میں ایک ہی بدی لکھتے ہیں (زیادہ نہیں لکھتے)

اچھی نیت خود ایک نیکی ہے

اجروثواب کی نیت سے کسی نیک کام کا قصد وارادہ بھی قلب کا ایک فعل ہے اور ہر فعل وعمل خیر اللہ کے وعدہ کے بموجب اجروثواب کا باعث ہے اس لئے ہاتھ پاؤں سے عمل نہ کرنے کے باوجود بھی اس فعل قلب پر ثواب ملتا ہے اور اگر اس پر عمل بھی کرلیا جائے تو چونکہ اسی عمل میں بدن کے اور اعضاوجوارح بھی شریک ہوتے ہیں اس لئے وہ ایک عمل ان کی نسبت سے متعدد اعمال خیر کی صورت اختیار کرلیتا ہے اس کی تفصیل اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے ہر نیکی کے عمل کا ثواب کم از کم دس گنا اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ بے حد وحساب کس مصلحت سے رکھا ہے۔ علماء محققین کی رائے ہے کہ تکثیر وتضعیف اجروثواب (ثواب کے چند در چند اور زیادہ کرنے) کا مدار خلوص اور توجہ الی اللہ کے مراتب ودرجات پر ہے جس قدر بلند درجہ کا خلوص ہوگا اسی قدر ثواب زیادہ ہوگا لہٰذا استحضار نیت اور اخلاص کے درجات کی بلندی ہی برکات وثمرات کا باعث ہوئی اسی لئے امام نووی اس حدیث کو اس باب میں لائے ہیں اسی طرح کسی برے کام کا قصد وارادہ کرنے کے باوجود محض خدا کے خوف سے اس کام کو نہ کرنا بھی قلب کا فعل ہے اس لئے اس پر بھی ایک نیکی کا ثواب ملنا چاہئے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہوجائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنالیجئے۔

اخلاص اور نیک نیتی کے کرشمے اور اعمال صالحہ کے فائدے

وعن ابی عبدالرحمٰن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: انطلق ثلاثة نفرٌ ممن کان قبلکم حتیٰ آواھم المبیت الیٰ غارٍ فدخلوہ .... (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: میں نے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرما رہے تھے: تم سے پہلے کسی امت کے تین آدمی سفر کو روانہ ہوئے (راستہ میں) رات گزارنے کے لئے ان کو ایک غار ملا وہ اسی کے اندر داخل ہو (کر سو) گئے تو (اتفاق سے) پہاڑ کی ایک چٹان پھسلی اور غار (کے منہ پر آ گئی اور باہر نکلنے کا راستہ بالکل) بند کر دیا (صبح کو بیدار ہو کر جب انہوں نے اس خوفناک مصیبت کو دیکھا) تو انہوں نے (آپس میں) کہا: اس چٹان (کی آفت) سے تم کو بجز اس کے اور کوئی چیز نجات نہیں دے سکتی کہ تم (سب اپنی اپنی زندگی کے سب سے زیادہ اچھے اور) نیک عمل کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو (وہی اس کو ہٹا سکتا ہے) تو ان میں سے ایک (مسافر) نے کہا: اے اللہ (تو جانتا ہے کہ) میرے بہت بوڑھے عمر رسیدہ ماں باپ تھے اور میں (روزانہ) ان سے پہلے اپنے کسی بھی بیوی بچے لونڈی غلام کو شام کا دودھ پینے کے لئے نہیں دیا کرتا تھا (پہلے ان کو پلاتا پھر اوروں کو) اتفاق سے ایک دن میں چارہ کی تلاش میں (ریوڑ کو ساتھ لئے) بہت دور نکل گیا اور اتنی رات گئے (گھر) واپس آیا کہ وہ (انتظار دیکھتے دیکھتے بھوکے) سو گئے میں (حسب عادت فوراً) ان کے لئے (بکریوں) کا دودھ نکال کر لایا تو ان کو (گہری نیند میں) سوتا ہوا پایا تو میں نے (ان کے آرام کے خیال سے) نہ ان کو جگانا پسند کیا اور نہ ان سے پہلے بیوی بچوں وغیرہ کو دودھ پلانا گوارا کیا اور رات بھر ان کے سرہانے دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا اور ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور بچے رات بھر میرے قدموں میں پڑے بھوک سے بلکتے رہے بہرحال جب وہ بیدار ہو گئے اور انہوں نے اپنے حصہ کا دودھ پی لیا (تب ہم سب نے پیا) اے اللہ اگر میں نے ماں باپ کا یہ احترام اور خدمت تیری رضا کے لئے کی ہو تو (میرے اس عمل خیر کے طفیل) تو ہم سب سے اس چٹان کی مصیبت کو جس میں ہم گرفتار ہیں دور کر دے تو (اس دعا کے بعد) وہ چٹان تھوڑی سی ہٹ گئی مگر اس سے وہ نکل نہ سکتے تھے دوسرے (مسافر) نے کہا: اے اللہ (تو جانتا ہے کہ) میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھی' دوسری روایت میں ہے' مجھے اس لڑکی سے اس سے بھی زیادہ شدید محبت تھی جتنی کسی بھی مرد کو کسی عورت سے ہوتی ہے چنانچہ میں نے (اس کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کے لئے) اس پر کافی ڈورے ڈالے مگر اس نے صاف انکار کر دیا یہاں تک کہ (اتفاق سے) وہ (مع اپنے خاندان کے) شدید ترین قحط میں مبتلا ہو گئی تو (فقر وافلاس سے مجبور ہو کر) وہ میرے پاس (مدد مانگنے) آئی تو میں نے اس کو ایک سو بیس دینار (سونے کے سکے) اس شرط پر دینا کئے کہ وہ مجھے (تنہائی میں) اپنے نفس پر قدرت دے دے وہ (مجبوراً اس پر) آمادہ ہو گئی یہاں تک کہ جب میں نے اس پر پورا

قابو پالیا' دوسری روایت میں ہے جب میں اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان بیٹھ گیا تو اس نے (بڑی عاجزی سے) کہا اے خدا کے بندے! اللہ سے ڈر بغیر "حق" کے مہر کومت توڑ (اس امانت کو ہاتھ مت لگا) (الٰہی! صرف تیرا واسطہ دینے اور خوف کی وجہ سے) میں فوراً ہٹ گیا حالانکہ مجھے اس سے بے انتہا محبت تھی (اور وہ اپنے نفس کو میرے حوالہ کر چکی تھی اور میں جو چاہتا اس کے ساتھ کر سکتا تھا) اور وہ سونے کے سکے بھی جو میں نے اس کو دیئے تھے اسی کے پاس چھوڑ دیئے خدایا اگر میں نے یہ نیک کام صرف تیری رضا کے لئے کیا ہو تو اس مصیبت کو جس میں ہم سب گرفتار ہیں دور کر دے تو (اس دعا کے بعد) چٹان اور تھوڑی سی ہٹ گئی مگر پھر بھی وہ غار میں سے نہیں نکل سکتے تھے تو تیسرے (مسافر) نے کہا: اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے (ایک مرتبہ) چند مزدوروں سے اجرت پر کام کرایا تھا اور (کام ختم ہو جانے کے بعد) میں نے ان سب کی مزدوری بھی دے دی تھی بجز ایک مزدور کے کہ اس نے (کسی وجہ سے) اپنی مزدوری نہ لی اور چلا گیا تو میں نے اس کی مزدوری کی رقم کو کاروبار میں لگا دیا یہاں تک کہ وہ رقم (بڑھتے بڑھتے) بہت زیادہ مال بن گئی تب (ایک دن) وہ مزدور آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے بندے! میری مزدوری تو دے دے میں نے کہا: یہ اونٹ گائیں بکریاں اور لونڈی غلام سب تیری مزدوری (کی پیداوار) ہیں (آؤ اور شوق سے لے جاؤ) تو اس مزدور نے کہا: اللہ کے بندے میرے ساتھ دل لگی نہ کر (مجھے بیوقوف مت بنا) میں نے کہا: میں تمہارے ساتھ مطلق دل لگی نہیں کر رہا (درحقیقت یہ تمام مویشی اور لونڈی غلام تمہاری مزدوری کی پیداوار ہیں اور تمہارے ہیں تم شوق سے لے جاؤ) تو اس نے وہ سب مویشی اور لونڈی غلام مجھ سے لے لئے اور سب کو ہنکا کر لے گیا اور کچھ نہیں چھوڑا اے اللہ اگر یہ کار خیر میں نے صرف تیرے لئے کیا ہے تو (اس کے طفیل) تو اس مصیبت کو جس میں ہم گرفتار ہیں ہم سے دور کر دے چنانچہ چٹان غار کے منہ سے بالکل ہٹ گئی اور وہ (اطمینان سے) چل کر باہر نکل آئے۔

تشریح! اعمال صالحہ کا وسیلہ

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اخلاص اور نیک نیتی سے کئے ہوئے اعمال صالحہ انسان کو کیسی کیسی آفتوں اور مصیبتوں سے بچاتے اور نجات دلاتے ہیں نیز یہ کہ ایسے اعمال صالحہ کے "وسیلہ" سے مانگی ہوئی دعا اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرماتے ہیں علماء نے اسی حدیث کی بناء پر ایسے اعمال صالحہ کو دعا کا "وسیلہ" بنانے کو آداب دعا میں شمار کیا ہے۔

ان اعمال صالحہ کا تجزیہ اور اہمیت

اس قصہ میں تین اعمال صالحہ کا ذکر آیا ہے (۱) پہلے مسافر کے واقعہ میں "خدمت والدین" کا اعلیٰ ترین معیار پیش کیا گیا ہے کہ ایسی ہونی چاہئے ماں باپ کی خدمت کسی نہ کسی درجہ میں سب ہی کرتے ہیں مگر اس درجہ کی ماں باپ کی خدمت واقعی مشکل کام ہے اور پھر ہو بھی محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے "حقوق العباد" بندوں کے حقوق میں سب سے مقدم اور اہم حق ماں باپ کا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد دوسرا فرض بر والدین (ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک) قرار دیا ہے یہاں تک کہ ماں باپ کو شرعاً اس کی بھی اجازت ہے کہ وہ اولاد سے دریافت کئے بغیر اپنی ضروریات اس کے مال میں سے پوری کر سکتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

اولاد کو مخاطب کر کے فرمایا ہے: تم اور تمہارا مال تمہارے باپ کا ہے'' اور ماں باپ کی جھجک کو دور کرنے کے لئے ارشاد ہے ''تمہاری اولاد بھی تو تمہاری کمائی ہے'' (۲) دوسرے مسافر کے واقعہ میں ''عفت'' اور پاک دامنی کا بلند ترین معیار پیش کیا گیا ہے درحقیقت صحیح معنی میں ''عفت'' وہی ہے جہاں گناہ کے تمام ذرائع اور وسائل موجود ہوں اور کوئی مانع' بلکہ ذرا سی بھی رکاوٹ نہ ہو اس کے باوجود اتق اللہ (اللہ سے ڈر) سنتے ہی اور خدا کے خوف کا نام آتے ہی عین موقع پر گناہ سے باز آ جائے' پاک دامن لوگ بکثرت ہوتے ہیں مگر عموماً ان کی پاکدامنی کا باعث مواقع کا میسر نہ آنا یا نتائج بد کا خوف ہوتا ہے حقیقی پاکدامنی وہی ہے جس میں مواقع بھی میسر ہوں اور نتائج بد کا اندیشہ بھی نہ ہو اور پھر انسان محض خدا کے خوف کی وجہ سے عین گناہ کے موقع سے ہٹ جائے بڑی بہادری کا کام ہے اور کردار کی بہت بڑی بلندی کا ثبوت ہے (۳) تیسرے مسافر کے واقعہ میں انسانی ''ہمدردی'' وخیر خواہی اور ''امانت و دیانت'' کی بلند ترین مثال پیش کی گئی ہے یہ شخص بلا تکلف اس مزدور کی طے شدہ مزدوری دے کر تمام مال بچا سکتا تھا اس لئے کہ شرعاً اور قانوناً وہ اسی مزدوری کا حقدار تھا جو طے ہوئی تھی اور یہی اس کا مطالبہ بھی تھا مگر اس شخص نے اس کی مزدوری کی رقم کاروبار میں لگا کر اصل رقم اور اس کا پورا پورا تجارتی منافع اس کو دے کر امانت و دیانت کا بھی اعلیٰ ترین ثبوت دیا اور ہمدردی و خیر خواہی کی بھی قابل تقلید مثال قائم کی اور صرف اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی دوسری غرض مطلق نہیں بڑا مشکل کام ہے۔

اس واقعہ کے بیان فرمانے کا مقصد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی اس قصہ کو سنانے سے اپنی امت کو بطور مثال ''اعمال صالحہ'' کے بلند ترین معیار اور اعلیٰ ترین مثال سے آگاہ فرمانا اور ایسے ہی اعلیٰ اعمال صالحہ اور بلند ترین کردار کی ترغیب دینا ہے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس حدیث کی روشنی میں اپنے اعمال واخلاق کا جائزہ لے اور محاسبہ کرے اور تمام خامیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرے وباللہ التوفیق۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے'

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب و احکام سیکھے ہیں ان پر دل و جان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

توبہ اور استغفار کی کثرت

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: والله انی لاستغفر الله واتوب الیه فی الیوم اکثر من سبعین مرةً" رواه البخاری

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں دن میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

گناہ اور توبہ کی قسمیں اور شرطیں

علماء دین نے فرمایا ہے: ہر گناہ سے توبہ فرض ہے گناہ کی دو قسمیں ہیں اسی لحاظ سے توبہ کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اگر وہ گناہ جس سے توبہ کرتا ہے کوئی ایسی نافرمانی (معصیت) ہے جس کا تعلق کسی بندہ کے حق سے بالکل نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ سے اس گناہ کا تعلق ہو تو اس گناہ سے توبہ کے صحیح اور معتبر ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

اول یہ کہ اس گناہ اور نافرمانی سے کلی طور پر باز آ جائے یعنی بالکل چھوڑ دے۔

دوسرے یہ کہ اس گناہ پر دل سے نادم اور شرمندہ ہو۔

تیسرے یہ کہ دوبارہ اس گناہ کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ اور عزم ہو۔ ان تینوں شرطوں میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جائے گی تو توبہ صحیح نہ ہوگی۔

توبہ کے لفظی اور شرعی معنی

توبہ کے لفظی معنی ہیں "لوٹنا" اسی اعتبار سے شریعت کی اصطلاح میں توبہ کرنے کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی (معصیت) سے فرمانبرداری (طاعت) کی طرف لوٹنا اسی لئے توبہ کی شرط یہ ہے کہ جو گناہ اور نافرمانیاں کر رہا ہوا نہیں فوراً اور قطعاً چھوڑ دے اور دوبارہ ان کے نہ کرنے کا عزم اور عہد کر لے اس لئے کہ اگر اس گناہ کو نہیں چھوڑتا تو گناہ اور نافرمانی سے لوٹنا نہ پایا جائے گا اور اگر اس گناہ کو آئندہ نہ کرنے کا عزم اور عہد نہیں کرتا تو فرمانبرداری (طاعت) کی طرف لوٹنا نہ پایا جائے گا اور دونوں صورتوں میں توبہ درحقیقت توبہ نہ ہوگی۔

حقوق العباد سے متعلق گناہ

ہر گناہ کرنا اللہ کی نافرمانی اور معصیت ہے اگر اس کے ساتھ ہی ساتھ اس میں کسی انسان کی حق تلفی بھی ہو تو وہ گناہ حقوق العباد سے متعلق ہوگا اور بندوں کے تلف شدہ حق کو ادا کرنا یا ان سے معاف کرانا بھی توبہ کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہوگا مثلاً اگر نماز نہیں پڑھی تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کا گناہ ہے مذکورہ بالا تینوں شرطوں کے ساتھ توبہ کر لینا اس گناہ کے معاف ہونے کے لئے کافی ہے اور اگر کسی کا مال دھوکا دے کر لے لیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی ہے اور بندوں کی حق تلفی بھی' اس لئے صرف اللہ تعالیٰ سے توبہ کر لینا اس گناہ کے معاف ہونے کے لئے کافی نہ ہوگا بلکہ اس شخص کا حق ادا کرنا یا اس سے معاف کرانا بھی ضروری ہوگا لہٰذا ایسے گناہوں سے توبہ کرنا جو حقوق العباد سے متعلق ہوں بہت زیادہ ضروری ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی اور عفو و رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ بغیر توبہ کے بھی اپنے حق سے متعلق گناہ بخش دیں مگر کسی بندہ کا حق اگر ادا نہ کیا یا اس سے دنیا میں معاف نہ کرایا تو آخرت میں اس کے معاف ہونے کا کوئی امکان نہیں اس لئے

کہ لینا دینا معاف کرنا کرانا اسی دنیا میں ہوسکتا ہے کہ یہ دار عمل ہے اور آخرت تو دار جزا ہے نہ وہاں کوئی کسی کو کچھ دے لے سکتا ہے اور نہ معاف ہی کر' کرا سکتا ہے علاوہ ازیں اگر اللہ تعالیٰ از خود ایسے گناہ معاف فرمادیں تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی جن کے حقوق ہیں اور اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ناانصافی ہرگز نہیں کرسکتے رہے خود وہ لوگ تو دنیا میں تو وہ ضرورت مند ہونے کے باوجود معاف بھی کرسکتے تھے اس لئے کہ دنیا دار عمل ہے لیکن آخرت تو دار جزا ہے وہاں تو ہر انسان محتاج ہی محتاج ہوگا اس لئے وہ اپنے حقوق کے عوض میں حق تلفی کرنے والے کی نیکیاں ہرگز نہ چھوڑے گا یا ان کے عوض میں اپنی بدکرداریوں کا بوجھ حق تلفی کرنے والے پر ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

جس شخص کے ذمہ اپنے مسلمان بھائی کا مال یا آبرو سے متعلق کوئی حق ہو اسے آج ہی سبکدوشی حاصل کرلینی چاہئے (ادا کرکے یا معاف کراکے) اس سے پہلے کہ وہ وقت (حساب آخرت اور جزا وسزا کا) آئے جبکہ اس کے پاس نہ دینار (سونے کا سکہ) ہوگا نہ درہم (چاندی کا سکہ) تو اگر اس کے پاس نیک عمل ہونگے تو (مظلوم کی) حق تلفی کے بقدر اس (ظالم) سے لے لئے جائیں گے (اور مظلوم کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر ان نیکیوں سے (مظلوم) کا حق پورا نہ ہوا تو مظلوم کی برائیاں اس (حق تلفی کرنے والے ظالم) پر ڈال دی جائیں گی۔

اعاذنا اللہ منہ خدا ہمیں بچائے اس حق تلفی سے۔

اس لئے حقوق العباد سے متعلق گناہوں سے توبہ کرنا اور ان کے حقوق ادا کرنا یا معاف کرانا از بس ضروری اور لابدی ہے۔

دوسری قسم: ......اور اگر وہ گناہ جس سے توبہ کرتا ہے کوئی ایسی نافرمانی ہو جس کا تعلق کسی انسان کی حق تلفی سے بھی ہو تو اس گناہ سے توبہ کے صحیح ہونے کی چار شرطیں ہیں تین تو وہی ہیں جن کا ذکر اوپر آیا ہے اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس شخص کے حق سے سبکدوشی ضرور حاصل کرلے اور اگر وہ حق مال وغیرہ کی قسم سے ہو یعنی کسی کا مال مار لیا ہو تو اس کو واپس کرے یعنی ادا کردے اور اگر ''حد قذف'' (ہتک عزت کی شرعی سزا) وغیرہ کی قسم سے ہو تو (اس جرم کا اقرار کرکے اپنے آپ کو سزا کیلئے (عدالت میں پیش کردے یا اس شخص سے مل کر معاف کرالے اور اگر غیبت (پس پشت بدگوئی وغیرہ کی قسم سے ہو تو اس سے صفائی کرلے یعنی اس پر ظاہر کرکے معافی چاہ لے۔

توبہ کا حکم: ......تمام گناہوں اور نافرمانیوں سے توبہ کرنا واجب ہے (خواہ کسی بھی قسم کے گناہ ہوں) اگر کسی خاص گناہ سے توبہ کرلے (باقی اور گناہوں سے توبہ نہ کرے) تو اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ تب بھی اس گناہ سے توبہ صحیح ہوجائے گی اور باقی گناہ اس کے ذمہ رہیں گے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہوجائے۔

توبہ، مغفرۃ اور عفو کے شرعی معنی اور ان میں فرق

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: والله انی لاستغفر الله واتوب الیه فی الیوم اکثر من سبعین مرةً" (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں دن میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں توبہ کے لغوی اور لفظی معنی ہیں ''لوٹنا'' اس لفظ کا استعمال قرآن وحدیث میں دو طرح ہوا ہے (۱) ایک یہ کہ اس توبہ 'لوٹنے' کی نسبت بندہ کی طرف ہو یعنی لوٹنے والا بندہ ہو اس صورت میں بندہ کے توبہ کرنے کے معنی ہیں'' خدا کی نافرمانی سے فرمانبرداری کی طرف لوٹنا'' اسی کو اردو محاورہ میں ''توبہ کرنا'' کہتے ہیں عربی میں اس کے لئے فعل استعمال ہوتا ہے تاب الیه' اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا' یعنی اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کی (۲) دوسرا استعمال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کی نافرمانی سے ناراض ہو جاتے ہیں یعنی اپنی رحمت خاصہ سے ان کو محروم کر دیتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف جب توبہ کی نسبت کی جائے یعنی لوٹنے والے اللہ ہوں تو توبہ 'لوٹنے' کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ناراضگی سے رضا مندی کی طرف لوٹے ''یعنی'' مہربان ہو گئے'' چونکہ اللہ تعالیٰ کے ناراض ہو کر پھر رضامند ہو جانے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت عظمیٰ کارفرما ہوتی ہے جس کے متعلق ''حدیث قدسی'' میں ارشاد ہے سبقت رحمتی علی غضبی میرے غصہ پر میری رحمت غالب ہے۔ اس لئے اس توبہ 'لوٹنے' میں رحمت کے معنی شامل ہوتے ہیں اس لئے عربی میں اس دوسرے استعمال کے تحت فعل اس طرح استعمال ہوتا ہے تاب الله علیه اس کا اردو میں ترجمہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہو گیا یا اس نے معاف کر دیا چونکہ بندہ کو توبہ کرنے کی توفیق دینا بھی اس کی رحمت ہی کا تقاضہ ہے اس لئے تاب الله علیه کا حاصل ترجمہ ''اللہ تعالیٰ نے بندے کو توبہ کی توفیق دے دی'' یہی صحیح ہے اور چونکہ بندے کی توبہ یعنی آئندہ نافرمانی کی طرف نہ لوٹنے کا عہد' قبول کر لینا بھی اس کی رحمت ہی کا تقاضہ ہے اس لئے تاب الله علیه کا یہ ترجمہ بھی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کی توبہ قبول کر لی یا معاف کر دیا مختصر لفظوں میں یوں سمجھئے (۱) کہ جب توبہ کی نسبت حضرت حق تعالیٰ کی طرف ہوگی تو تاب الله علیه کے معنی ہوں گے اللہ تعالیٰ بندے پر مہربان ہو گیا یا معاف کر دیا اگر گناہ سے توبہ کرنے کے بعد کی حالت ہو تو معنی ہوں گے ''اللہ تعالیٰ نے بندے کی توبہ قبول کر لی'' اور اگر گناہ سے توبہ کرنے سے پہلے کی حالت ہو تو معنی ہونگے ''اللہ تعالیٰ نے بندے کو توبہ کی توفیق دے دی'' پہلا ترجمہ ''مہربان ہو گیا'' یا ''معاف کر دیا'' دونوں حالتوں میں صحیح ہے (۲) اور جب توبہ کی نسبت بندے کی طرف ہوگی تو تاب الی الله کے بامحاورہ معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کی یعنی گذشتہ گناہ ترک کر کے آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کیا اس باب میں قرآن عظیم کی آیات اور احادیث کے ترجمہ میں یہ فرق پیش نظر رکھنا ضروری ہے اس فرق کو مزید ذہن نشین کرنے کی غرض سے ''غزوہ تبوک'' سے متعلق سورۃ براءت کی دو آیتیں نقل کی جاتی ہیں ارشاد ہے۔

(۱) بیشک اللہ تعالیٰ مہربان ہوا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مہاجرین وانصار پر جنہوں نے تنگدستی کے (کٹھن) وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی (شرکت جہاد میں) پیروی کی اس کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل بھٹک جائیں (اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں نہ جائیں) پھر اللہ تعالیٰ ان پر (بھی) مہربان ہوگیا (اور ان کی توبہ قبول کرلی) بیشک اللہ تعالیٰ بڑا ہی مہربان رحم کرنے والا ہے ان پر۔

(۲) پھر ان (تینوں شرکت جہاد سے گریز کرنے والوں) پر مہربان ہوگیا (توبہ کی توفیق دے دی) تاکہ وہ توبہ کرلیں۔

دیکھئے ان دونوں آیتوں میں تاب الله کا لفظ تین قسم کے لوگوں کیلئے دوسرے استعمال کے تحت (جب اللہ کی طرف نسبت ہو) آیا ہے۔ (۱) تاب الله علی النبی الآیه اس کے معنی محض ''مہربان ہونا'' ہے اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مہاجرین وانصار سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا تھا (۲) ثم تاب علیهم اس کے معنی ہیں توبہ قبول کرلی اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے پہلوتہی کا ارادہ کیا تھا مگر اس ارادہ سے باز آ گئے یعنی توبہ کرلی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کرلی (۳) دوسری آیت میں ثم تاب علیهم کے معنی ہیں توبہ کرنے کی توفیق دے دی اس لئے کہ یہ وہ تین آدمی ہیں جو اس جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو سچ بولنے کی وجہ سے توبہ کی توفیق دے دی اسی طرح اسی آیت میں پہلے استعمال کے تحت لیتوبوا آیا ہے جس کے معنی ہیں وہ (گریز کرنے والے) توبہ کرلیں دیکھئے ان دو آیتوں میں ہر دو استعمال کے تحت توبہ کے تمام مذکورہ بالا معنی آ گئے۔

مغفرة کا لفظ غفر سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ''ڈھانپ لینا'' اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کی مغفرت فرمانے کے معنی ہیں ''ان کے گناہوں کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لینا'' چھپا دینا'' یعنی بخش دینا خواہ ان سے توبہ کرنے کے بعد خواہ بغیر توبہ کئے محض اپنی شان کریمی اور بے نیازی کی بناء پر۔

عفو کے لفظی معنی ہیں مٹا دینا اللہ تعالیٰ کے عفو کے معنی ہیں اپنے بندوں کے گناہوں کو اپنی رحمت سے معاف کر دینا ان کے نامۂ اعمال سے مٹا دینا خواہ توبہ واستغفار کے بعد خواہ اس کے بغیر ہی محض اپنی صفت ربوبیت اور رحمت کی بنا پر۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لحہٗ ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

توبہ، مغفرۃ اور عفو میں فرق

وعن ابی هريرة رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول: والله انی لاستغفر الله واتوب اليه فی اليوم اكثر من سبعين مرةً" (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں دن میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اور اس کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔

بندوں کا اپنے رب رؤف رحیم کے سامنے توبہ کرنا یعنی پچھلے گناہوں کی معافی چاہنا اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد کرنا پہلا مرحلہ ہے اللہ تعالیٰ کا اپنی رحمت کا پردہ ان کے گذشتہ گناہوں پر ڈال دینا اور آئندہ کے لئے عہد کو قبول کر لینا یعنی بخش دینا یہ مغفرت ہے اور دوسرا مرحلہ ہے اللہ تعالیٰ کا مزید رحم وکرم کی بنا پر ان گناہوں کو بالکل معاف کر دینا اور نامہ اعمال میں سے مٹا دینا یہ عفو ہے اور تیسرا مرحلہ ہے اصل معنی کے لحاظ سے ترتیب یہی ہے باقی یہ تینوں لفظ ایک دوسرے کی جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں اس لئے ان تینوں کا سرچشمہ رحمت الٰہیہ ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ توبہ صرف گذشتہ گناہوں سے ہوتی ہے اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا عہد ہوتا ہے مغفرت اگلے اور پچھلے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہوں اور خطاؤں کی ہوسکتی ہے نیز مغفرت کے لئے توبہ کرنا بھی ضروری نہیں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت دیتے ہیں۔

(یہ فتح مبین اس لئے عطا کی ہے) تا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے پہلے کئے ہوئے اور پچھلے کئے ہوئے گناہ معاف کر دے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ادعیہ مسنونہ میں اپنی امت کو دعاء مغفرت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اللهم اغفرلی ذنوبی جميعاً ما قلمت وما اخرت وما اعلنت وما اسررت وما اسرفت وما انت اعلم به منی انک انت الغفور الرحيم

اے اللہ تو معاف کر دے میرے سب گناہ جو میں نے پہلے کئے اور جو پیچھے کئے اور جو علانیہ کئے اور جو چھپا کر کئے اور جو میں نے بے اعتدالی کی اور جن گناہوں کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے بیشک تو بڑا معاف کرنے والا مہربان ہے۔

آپ بھی ہر وقت چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے یہی مسنون دعاء مغفرت مانگا کیجئے بہت جامع دعاء مغفرت ہے۔

اس آیت کریمہ اور حدیث کی دعا سے معلوم ہوا کہ مغفرت عام ہے اگلے پچھلے سب گناہوں سے ہوسکتی ہے اور توبہ بھی اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔

عفو معاف کر دینے کے لئے توبہ کی طرح گناہوں یا خطاؤں کا وجود ضروری ہے لیکن توبہ کرنا ضروری نہیں۔ سورہ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"اور جو بھی مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کئے اعمال کی وجہ سے آتی ہے اور بہت سی بداعمالیوں کو تو وہ (خود ہی) معاف کر دیتا ہے۔"

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عفوٗ معاف کرنے کیلئے توبہ ضروری نہیں ہے۔ یہی فرق ان تینوں لفظوں میں آپ مذکورہ بالا آیات اور آنے والی احادیث میں پائیں گے اسی لئے یہ طویل تشریح ضروری سمجھی گئی نیز اس سے توبہ کا مرتبہ اور اہمیت بھی واضح ہوگئی۔

ہر وقت توبہ واستغفار کی ضرورت

وعن الاغر بن یسار المزنی رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''یآیھا الناس توبوا الی اللہ واستغفروہ فانی اتوب فی الیوم مائة مرة'' رواہ مسلم

ترجمہ: حضرت اغر بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو اللہ تعالیٰ کے آگے توبہ کیا کرو اور مغفرت چاہا کرو (دیکھو) میں (بھی) دن میں سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

پہلی حدیث میں ستر اور دوسری حدیث میں سو سے تعداد کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ توبہ واستغفار کی کثرت کا بیان کرنا مقصود ہے عربی زبان کے محاورات میں سو اور ستر کا لفظ کثرت کو ظاہر کرنے کے لئے بھی بولا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کا مقصد

دوسری حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی توبہ واستغفار کا تذکرہ لوگوں کو اس فرض' توبہ واستغفار کو ادا کرنے کی ترغیب دلانے کیلئے کیا ہے کہ جب میں خود اتنی کثرت سے توبہ واستغفار کرتا ہوں حالانکہ میں نبی معصوم ہوں مجھ سے جان بوجھ کر کوئی گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتا علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے قرآن کریم میں میری تمام اگلی پچھلی کوتاہیوں کو معاف کردینے کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ تو تمہیں تو اپنے گناہوں اور نافرمانیوں سے بہت زیادہ ڈرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرتے رہنا چاہئے۔

کثرت سے توبہ واستغفار کی ضرورت

اس لئے کہ انسان اس گناہ آلود دنیوی زندگی میں چاروں طرف سے گناہ اور معصیت کی طرف بلانے اور کھینچنے والی خواہشات میں اور گناہ پر آمادہ کرنے والے اندرونی اور بیرونی محرکات میں گھرا ہوا ہے' اندرونی دشمن تو خود اپنا نفس امارہ ہے جو پہلو میں چھپا ہوا ہر وقت گناہ اور معصیت پر اکساتا رہتا ہے اور بیرونی دشمن وہ شیاطین جن وانس ہیں جو ہر وقت انسان کو گمراہ کرنے اور اس سے گناہ کرانے کی گھات میں لگتے رہتے ہیں اس لئے انسان انتہائی پھونک پھونک کر قدم رکھنے کے باوجود بھی دن بھر میں دانستہ یا نادانستہ طور پر نہ معلوم کتنے گناہ کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ اور کوئی بھی انسان خواہ بڑے سے بڑا ''ولی اللہ'' ہی کیوں نہ ہو گناہوں سے معصوم نہیں ہوسکتا اس لئے ہمارے لئے ان گناہوں اور نافرمانیوں کے وبال اور عذاب سے بچنے کی اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہیں کہ ہم اپنے دانستہ یا نادانستہ سرزد ہونے والے گناہوں پر زیادہ سے زیادہ توبہ واستغفار کرتے رہا کریں تاکہ جو گناہ سرزد ہوتے رہیں وہ اس توبہ واستغفار سے معاف بھی ہوتے رہیں علاوہ ازیں اس زندگی میں اس قدر گوناگوں اور قسم قسم کے گناہ ہیں کہ ہر وقت ان کو پیش نظر رکھنا اور ان سے بچتے رہنا اس مصروف زندگی میں بیحد دشوار ہے اس لئے بھی عافیت اور سلامتی اسی میں ہے کہ زیادہ سے زیادہ نہ سہی تو کم از کم سو مرتبہ روزانہ ایک وقت میں یا مختلف اوقات میں' توبہ اور استغفار ضرور کر لیا کریں تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ثواب بھی میسر آجائے اور گناہ بھی معاف ہوجائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور توبہ واستغفار

رہا یہ شبہ کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے

بالکل معصوم اور محفوظ ہیں تو آپ سے گناہ سرزد ہو ہی نہیں سکتے پھر توبہ واستغفار کا کیا مطلب؟ اور اللہ تعالیٰ کے آپ کے گناہوں کو معاف کردینے کا اعلان کرنے کے کیا معنی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک گناہ اور معصیت تو آپ سے سرزد نہیں ہوسکتی لیکن بتقاضاء بشریت منشاء الٰہی کو اعلیٰ مرتبہ پر پورا کرنے میں غفلت یا کوتاہی یا خلاف اولیٰ مگر جائز امور کا ارتکاب ہوسکتا ہے جس پر عام انسانوں سے تو باز پرس نہیں ہوتی مگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی جلالت شان اور تعلق مع اللہ' اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کی بناپر ان سے ان غفلتوں کوتاہیوں اور اجتہادی غلطیوں پر بھی باز پرس ہوتی ہے اس لئے ان گناہوں سے یہی غفلتیں کوتاہیاں' خلاف اولیٰ امور' اجتہادی غلطیاں مراد ہیں۔

دوسرا جواب

علاوہ ازیں خود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا گیا کہ: جب اللہ تعالیٰ نے آپکے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف فرمادیئے تو آپ اتنی کثرت سے توبہ واستغفار کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں یعنی اللہ تعالیٰ کا اپنی شان کریمی سے میری تمام اگلی پچھلی کوتاہیوں اور دانستہ یا نادانستہ خطاؤں کو معاف فرمادینا بہت بڑا انعام واحسان ہے اس کا شکر نعمت اسی طرح ادا ہوسکتا ہے کہ میں اس معاف کر دینے کے باوجود کثرت سے توبہ واستغفار کرتا ہوں یہی میری ''عبدیت'' بندگی کا تقاضا ہے۔ سبحان اللہ۔

عبدیت کا تقاضا

انسان کی بندگی کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ وہ بہرحال خود کو خطا کار اور قصور وار سمجھتا اور توبہ واستغفار کرتا رہے اسی میں اسی کی نجات اور فلاح مضمر ہے جیسا کہ قرآن کریم کی پہلی آیت کریمہ کے آخری جملہ لعلکم تفلحون (تا کہ تم فلاح پاجاؤ) سے ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر خطاوعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچالیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کردیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچالیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرمادیجئے۔ ان کی اعانت ونصرت فرمایئے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش ومنکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے کتنا خوش ہوتے ہیں

وعن انس بن مالک الانصاری خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: " اللہ افرح بتوبۃ عبدہٖ من احدکم سقط علیٰ بعیرہٖ وقد اضلہٗ فی ارض فلاۃٍ" متفق علیہ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ اپنے بندہ کی توبہ سے (جبکہ وہ اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے) اس سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جتنی خوشی تم میں سے کسی مسافر کو اپنے اس (سواری کے) اونٹ کے مل جانے سے ہوتی ہے جس پر وہ چٹیل بیابان میں سفر کر رہا ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بندھا ہو اور (اتفاق سے) وہ اونٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ جائے اور وہ (اس کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے) مایوس ہو جائے اور اسی مایوسی کے عالم میں (تھکا ہارا بھوکا پیاسا) کسی درخت کے سایہ کے نیچے لیٹ جائے اور اسی حالت میں (اس کی آنکھ لگ جائے اور جب آنکھ کھلے تو) اچانک اس اونٹ کو اپنے پاس کھڑا ہوا پائے اور (جلدی سے) اس کی مہار پکڑ لے اور پھر خوشی کے جوش میں (زبان اس کے قابو میں نہ رہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کی غرض سے) کہنے لگے: اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں (اور خوشی کے مارے اسے پتہ بھی نہ چلے کہ میں کیا کہہ گیا)

بندہ کی توبہ سے اللہ تعالیٰ کی یہ بے انتہا خوشی بھی اس کی شان ربوبیت اور رافت ورحمت کا تقاضا ہے کہ اس کا ایک بھٹکا ہوا بندہ' جس کو اس نے نہ صرف پیدا کیا تھا بلکہ پیدائش کے وقت سے ہوش سنبھالنے تک اس کی پوری پرورش ہی اس نے کی تھی اپنی نادانی سے ازلی دشمن' نفس امارہ اور شیطان کے فریب میں آ کر اس کی عبادت وطاعت کی راہ سے بھٹک گیا تھا راہ راست پر آ گیا ورنہ تو (العیاذ باللہ) بندہ کی توبہ واستغفار سے اس کی معبودیت کو چار چاند نہیں لگ جاتے اس لئے کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر تمہارے اگلے اور پچھلے' زندہ اور مرے ہوئے ، برے اور بھلے تمام انسان بھی میرے سب سے بڑے متقی اور پرہیزگار بندے کے سے دل کے مالک بن جائیں (اور سب مل کر شب وروز میری عبادت کریں) تو اس عبادت سے ایک مچھر کے پر کی برابر بھی میری خدائی میں اضافہ نہ ہوگا اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے' زندہ اور مرے ہوئے' برے اور بھلے تمام انسان میرے ایک نافرمان ترین سرکش بندے کے سے دل کے مالک بن جائیں (اور سب مل کر شب وروز میری نافرمانی کرنے لگیں) تو اس سے ایک مچھر کے پر کی برابر بھی میری خدائی میں کمی نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ کی شان

یعنی اللہ تعالیٰ کی شان ''الوہیت'' و''معبودیت'' تمام اولاد آدم کی عبادت وطاعت سے بے نیاز اور بالاتر ہے اسی طرح ان کی نافرمانی وسرکشی سے بھی بے نیاز اور برتر ہے بندوں کی عبادت وطاعت' توبہ واستغفار کا نفع بھی انہی کو پہنچتا ہے اور سرکشی ونافرمانی اور کفر وانکار کی مضرت ونقصان بھی انہی کو پہنچتا ہے خدا سب سے بے نیاز اور غنی مطلق ہے۔

توبہ کا دروازہ کب بند ہوگا

وعن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: ان اللہ تعالیٰ یبسط یدہٗ باللیل لیتوب مسیء النہار ویبسط یدہٗ بالنہار لیتوب مسیء اللیل حتیٰ تطلع الشمس من مغربہا'' (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ رات میں اپنی رحمت کا ہاتھ دراز فرماتے ہیں تا کہ دن میں گناہ کرنے والا گنہگار بندہ رات کو اس پر توبہ کرلے۔ اسی طرح دن میں اپنی شفقت کا ہاتھ دراز فرماتے ہیں تا کہ رات میں گناہ کرنے والا گنہگار بندہ دن میں اس پر توبہ کرلے (یہ بندہ نوازی کا سلسلہ قیامت آنے تک جاری رہے گا اور یہ رحمت کا دروازہ کھلا رہے گا) یہاں تک کہ سورج (مشرق کے بجائے) مغرب سے نکلے (اور قیامت آجائے)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے سورج کے (مشرق کے بجائے) مغرب سے نکلنے سے پہلے توبہ کرلی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالیں گے۔

قبولیت کے اوقات

آفتاب کو مشرق کے بجائے مغرب سے نکلتا ہوا۔

یہ مسلم و مشاہد ہے کہ دنیا کا موجودہ نظام شمسی کے ساتھ وابستہ اور قائم ہے' آفتاب کے مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنے سے مراد اس نظام شمسی اور اس کے ساتھ وابستہ نظام عالم اور تمام کائنات کا درہم برہم اور تباہ و برباد ہو جانا اسی کا نام قرآن وحدیث کی اصطلاح میں ''قیامت آنا'' ہے۔ قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو اس کے ماننے میں ذرا برابر تردد نہ ہونا چاہئے۔ مترجم

یعنی نظام عالم درہم برہم ہوتا ہوا دیکھ لینے کے بعد اس آباد دنیا کے فنا ہونے اور قیامت آجانے کا یقین اور اقرار کرنے پر ہر متنفس غیر اختیاری طور پر مجبور ہو جائے گا مگر اس وقت قیامت کے برحق ہونے کا یہ یقین اور اقرار کچھ مفید نہ ہوگا اس لئے کہ انسان کے ایمان و اقرار اور اعمال و افعال پر جزا اور سزا اسی وقت مرتب ہوتی ہے جبکہ اس کو ایمان لانے نہ لانے' ماننے نہ ماننے دونوں پر اختیار اور قدرت حاصل ہو اس لئے سورج کے مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنے کے وقت کا نہ ایمان معتبر ہے نہ توبہ واستغفار یا کوئی اور نیک کام' لہٰذا توبہ کا دروازہ جو آغاز آفرینش سے کھلا ہوا تھا اس وقت بند ہو جائے گا اور عمل کے بجائے ''مکافات عمل'' کا وقت آجائے گا۔

گنہگار کب تک اپنے گناہ سے توبہ کرسکتا ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: حبیب رب العالمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بیشک اللہ بزرگ و برتر اپنے بندہ کی توبہ اس وقت تک بھی قبول فرمالیتے ہیں جب تک کہ وہ نزع کی حالت کو نہ پہنچا ہو۔

نزع کے وقت کی توبہ معتبر نہ ہونے کی وجہ

جس طرح ''عالم کبیر'' (تمام دنیا) کی حالت نزع یعنی آفتاب کے مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنے کے وقت کا ایمان اور کوئی بھی عمل خیر' مثلاً توبہ واستغفار معتبر نہیں اسی طرح

ہر انسان، جو ایک ''عالم صغیر'' ہے کی حالت نزع کا ایمان عمل خیر، توبہ واستغفار بھی معتبر نہیں اس لئے کہ نزع کے وقت ہر مرنے والے کا ایمان واقرار قطعاً غیر اختیاری ہوتا ہے اس کا بھی عمل کا وقت ختم اور مکافات عمل کا وقت شروع ہو جاتا ہے لہٰذا اس حالت کی توبہ بے سود ہے۔

توبہ کے متعلق قرآن وحدیث میں تطبیق

اگر چہ قرآن کریم کی آیت کریمہ:

انماالتوبة علی الله للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب الله علیهم (النساء)

اس کے سوانہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذمہ (وعدہ) توبہ (قبول) کرنے کا انہی لوگوں کیلئے ہے جو نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں پس وہی لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔ سے تو متبادر یہ ہے کہ توبہ نادانی سے کئے ہوئے گناہ پر ہونی چاہئے اور گناہ کر لینے کے فوراً بعد توبہ کر لینی چاہئے مگر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ دانستہ کئے ہوئے گناہ کی توبہ بھی قبول فرما لیتے ہیں نیز مرنے سے پہلے تک بھی اگر کوئی گنہگار بقائمی ہوش وحواس وقدرت واختیار توبہ کر لے تو اپنی شان کریمی سے اس کی توبہ بھی قبول فرما لیتے ہیں اس لئے کسی بھی گنہگار کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہئے اور جب بھی گناہ آلود زندگی سے ہوش میں آئے فوراً توبہ کر لینی چاہئے توبہ میں تاخیر بہر حال نہ کرنی چاہئے کیا پتہ ہے کب اور کس حالت میں موت آ جائے؟ توبہ کی مہلت ملے یا نہ ملے؟ اس کے علاوہ بھی توبہ میں تاخیر کرنا قہر وغضب الٰہی سے بے پروائی کی دلیل ہے جو بجائے خود اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے بہر حال بندہ کی ''عبدیت'' کا تقاضا یہ ہے کہ اول تو جان بوجھ کر اپنے معبود کی نافرمانی اور گناہ ہرگز نہ کرے اور اگر کوئی گناہ سرزد بھی ہو جائے تو خدا کے قہر وغضب سے ڈرے اور فوراً توبہ کر لے۔

توبہ کا اعلیٰ مرتبہ اور ادنیٰ مرتبہ

بالفاظ دیگر آیت کریمہ میں توبہ کے اعلیٰ مرتبہ کا بیان ہے اور حدیث شریف میں توبہ کے ادنیٰ درجہ کا بیان ہے مذکورہ بالا حدیث کا مطلب توبہ میں ڈھیل دینا ہرگز نہیں ہے بلکہ ساری زندگی گناہوں میں بسر کرنے والے گنہگاروں کو بھی خدا کی رحمت اور قبول توبہ کی بشارت دینا ہے۔

دُعا کیجئے

یااللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے، ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔ تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے، غیرت پیدا فرما دیجئے۔

یااللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یااللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائیے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

توبہ کے دروازے کی وسعت

وعن زر بن حبیشٍ رضی الله تعالیٰ عنه قال: اتیت صفوان بن عسالٍ رضی الله عنه اسالهٗ عن المسح علی الخفین فقال: ما جآء بک یازر .... (رواه الترمذی)

حضرت زر بن حبیش فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مسح علی الخفین (چرمی موزوں پر مسح) کے متعلق مسئلہ دریافت کرنے کے لئے گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: میاں زرا کہو کیسے آئے؟ میں نے عرض کیا "آپ سے علم حاصل کرنے کی غرض سے آیا ہوں" تو فرمانے لگے: علم حاصل کرنے والے کے قدموں کے نیچے تو فرشتے بھی اس کے طالب علم کے جذبہ سے خوش ہو کر اپنے پر بچھاتے ہیں (چہ جائیکہ انسان' کہو کیا دریافت کرنا چاہتے ہو) میں نے عرض کیا: پاخانے پیشاب سے فارغ ہونے کے بعد وضو میں چرمی موزوں پر مسح کرنے کے بارے میں ایک عرصہ سے خلجان ہے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اس لئے میں آپ کے پاس یہ دریافت کرنے آیا ہوں کہ آپ نے اس مسئلہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا ہے؟ فرمایا: ہاں ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سفر کی حالت میں تین رات دن تک پیشاب پاخانے یا سو جانے کی وجہ سے وضو میں چرمی موزے نہ اتارنے (اور انہی پر مسح کرنے) کا حکم دیا کرتے تھے بجز جنابت (غسل ناپاکی) کے (کہ ناپاکی کے غسل میں موزے اتارنے ضروری ہیں' مسح کافی نہیں ہے) اس کے بعد میں نے (ایک اور بات پوچھی اور) عرض کیا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (کسی گروہ سے) محبت کرنے کے بارے میں بھی کچھ سنا ہے؟ فرمایا ہاں ایک مرتبہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر کر رہے تھے اثناء سفر میں ہم ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ اچانک ایک اعرابی (دیہاتی) نے اپنی کرخت آواز میں آپ کا نام لے کر آپ کو پکارا: او محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے بھی اسی کے سے کرخت لہجہ میں جواب دیا: ہاں او دیہاتی کیا ہے؟ اس پر میں نے اس دیہاتی سے کہا: تیرا بھلا ہو ذرا تو اپنی آواز کو پست کر (اور نرم لب ولہجہ میں بات کر) اس لئے کہ تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہے اور تمہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرح بے ادبانہ خطاب کرنے سے منع کیا گیا ہے" تو وہ دیہاتی کہنے لگا بخدا میں تو اپنی آواز پست (اور لہجہ کو نرم) نہیں کروں گا (بہر حال) اس دیہاتی نے دریافت کیا ایک آدمی ایک گروہ سے محبت کرتا ہے مگر (عمل کے اعتبار سے) وہ ان سے میل نہیں کھاتا (اور ان جیسا نہیں ہے اس کا خدا کے ہاں کچھ درجہ ہے یا نہیں؟) رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی جن لوگوں سے محبت کرتا ہے قیامت کے دن انہی کے ساتھ ہوگا" اس کے بعد آپ ہم سے (اس سلسلہ میں) گفتگو فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ نے مغرب کی جانب ایک ایسے (عریض وطویل' چوڑے چکلے) دروازہ کا ذکر فرمایا جس کے عرض میں چالیس سال تک ایک سوار برابر چلتا رہے یا فرمایا ستر سال تک چلتا رہے (تب بھی وہ مسافت طے نہ ہو اور جب عرض' چوڑائی' کا یہ حال ہے تو لمبائی کا حال تو خدا ہی جانتا ہے) اس حدیث کے ایک راوی سفیان نے اپنی روایت میں (مغرب کی جانب کے بجائے) شام کی جانب کا ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جس دن سے آسمان وزمین پیدا فرمائے ہیں اسی دن سے اس دروازہ کو توبہ کے لئے کھلا پیدا فرمایا ہے یہ بند نہ ہوگا یہاں تک کہ (قیامت آنے کے وقت مشرق کے بجائے) اسی دروازے سے سورج نکلے گا (تب بند ہو جائے گا اور قیامت آجائے گی)۔

زندگی اہم تین تعلیمات

اس حدیث شریف کے تین حصے ہیں (۱) ایک مسح علی الخفین (چرمی موزوں پر مسح) کا مسئلہ ہے زر بن حبیش کے دل میں بول وبراز جیسی غلیظ نجاستوں کے خارج ہونے کے بعد وضو میں موزے اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کرنے میں تردد تھا صفوان بن عسالؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سن کر وہ خلجان دور ہو گیا اور سمجھ میں آ گیا کہ وضو کو واجب کرنے والی تمام چیزوں کا حکم ایک ہے اور موزے اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر مسح کر لینا کافی ہے ہاں غسل کو واجب کرنے والی چیزوں میں مسح کافی نہیں ہے موزے اتار کر پاؤں دھونے ضروری ہیں گویا پاؤں دھونے کے بجائے موزوں پر ہی مسح کر لینا شریعت کی جانب سے ایک تخفیف اور سہولت ہے جو وضو کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کہ وضو بار بار کرنا پڑتا ہے ہر مرتبہ چرمی موزے اتارنا دشواری کا موجب ہے اس لئے اس میں تخفیف اور سہولت کی ضرورت ہے اس کے برعکس غسل کی ضرورت بہت کم اور شاذ و نادر پیش آتی ہے اس میں تخفیف کی چنداں ضرورت نہیں علاوہ ازیں جنابت (موجب غسل ناپاکی) نجاست غلیظہ ہے اس میں تمام جسم کا دھونا اور غسل کرنا ضروری ہے حدیث شریف میں آتا ہے تحت کل شعرة جنابة (ہر بال کے نیچے جنابت کا اثر ہے) اسی لئے غسل جنابت (ناپاکی کے غسل) میں بالوں کی جڑوں تک میں پانی پہنچانا ضروری ہے۔

سبق آموز باتیں

اس حدیث میں دیکھنے اور سبق لینے کی بات یہ ہے کہ قرون اولی (پہلی صدیوں) کے مسلمانوں کے ایمان خدا اور اس کے رسول کی تعلیمات پر اتنے قوی ہوتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا سن لینا ان کے ہر طرح کے خلجان اور تردد کو دور کرنے کیلئے کافی ہوتا تھا اس کے برعکس ہم آج قرآن وحدیث میں منصوص اور صریح احکام سنتے ہیں مگر ہمارے دل مطمئن نہیں ہوتے طرح طرح کے شکوک وشبہات اور احتمالات وتاویلات ہمارے ذہنوں پر مسلط رہتے ہیں اور اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا یہ ہمارے ضعف ایمان کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں کامل اور پختہ ایمان نصیب فرمائیں۔ آمین

حقیقی حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ

(۲) حدیث کا دوسرا حصہ کسی جماعت یا گروہ سے محبت کرنے سے متعلق ہے اول تو زر بن حبیش کا سوال ہی ان کی تمنا اور آرزو کی غمازی کر رہا ہے کہ ان کا منتہائے آرزو یہ ہے کہ کسی طرح آخرت میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رفاقت نصیب ہو جائے مگر اعمال کے اعتبار سے اپنی پستی اور کمتری کو دیکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں پھر محبت کا جذبہ سر ابھارتا ہے پھر اپنی کمتری کو دیکھ کر مایوس ہو جاتے ہیں اسی کشمکش سے نجات پانے کے لئے حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے سوال کرتے ہیں اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا محبت نواز جواب بلکہ خوشخبری سن کر مطمئن ہو جاتے ہیں یہ سب کچھ اس حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کرشمہ ہے جس کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تم میں سے کوئی کامل مومن نہ ہوگا یہاں تک کہ میں اس کے لئے اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

یعنی جب تک محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی مسلمان کے لئے احب خلق اللہ (خدا کی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب) نہ بن جائے اس وقت تک اس کا ایمان ہی کامل نہیں ہوتا۔

کسی سے محبت کا تقاضا

وعن زر بن حبیشٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: اتیت صفوان بن عسالٍ رضی اللہ عنہ اسالہٗ عن المسح علی الخفین فقال: ما جآء بک یازر ....(رواہ الترمذی)

یاد رکھئے! کسی قوم یا گروہ یا فرد سے واقعی محبت کا فطری تقاضا یہ ہوتا ہے کہ انسان اپنی استطاعت کے بقدر اعمال واخلاق میں گفتار وکردار میں صورت وسیرت میں معیشت ومعاشرت میں غرض ہر چیز میں اپنی ہستی کو محبوب کی سیرت کے سانچہ میں ڈھال لیتا ہے اور اس کے ہر قول وفعل پر عمل کرنے میں غایت درجہ لطف ولذت اور سرور وانبساط محسوس کرتا ہے اسی لئے یہ محبت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کامل (مکمل پیروی) کا وسیلہ بن جاتی ہے جس پر خالق کائنات کی محبت ومغفرت کا مدار ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سورہ آل عمران میں ارشاد فرماتے ہیں:

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کہہ دو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔

لہٰذا اس مبنی بر محبت اتباع کے بعد آخرت میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میسر آنے میں کوئی تردد ہو ہی نہیں سکتا اسی لئے آپ نے ارشاد فرمایا ہے: المرء مع من احب یوم القیامۃ (آدمی جس سے محبت کرے گا قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا)

اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وپیروی کرنے والوں کو اس ''رفاقت'' کی خوشخبری اس آیت کریمہ میں سنائی ہے۔

ومن یطع اللہ ورسولہ فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہدآء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً (النساء)

اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے وہی لوگ ان کے ہمراہ ہونگے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے انبیاء کے اولیاء کے شہداء کے اور نیکوکاروں کے اور یہی (چاروں گروہ سب سے) اچھے رفیق ہیں (دنیا اور آخرت کی زندگی کے ساتھی ہو سکتے ہیں)۔

کس کا حشر کس کے ساتھ ہوگا؟

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وحی ترجمان سے نکلے ہوئے اس چند کلمات پر مشتمل چھوٹے سے فقرہ میں صرف عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رفاقت محبوب کی خوشخبری ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک فطری اور طبعی معیار اور کسوٹی بھی ہے جس پر پرکھ کر ہر فرد اور قوم کے متعلق بآسانی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ قیامت کے دن اس کا حشر کن لوگوں کے ساتھ ہوگا؟ اس لئے کہ انسان فطری طور پر اعمال واخلاق' گفتار وکردار' صورت وسیرت' لباس وہیئت' معیشت ومعاشرت غرض اپنی پوری زندگی میں غیر شعوری یا شعوری طور پر انہی لوگوں کے نقش قدم پر چلنے بلکہ ہو بہو ان کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا ہے جن سے وہ محبت کرتا ہے جن کو دل سے اچھا سمجھتا ہے اس محبت وپسندیدگی کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر چیز میں انہی کا اتباع اور پیروی کرتا ہے اور

پھر مرنے کے بعد انہی کے ساتھ اس کا حشر ہوتا ہے یہی مطلب ہے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا۔

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے کسی قوم سے مشابہت اختیار کی وہ اسی قوم میں سے ہوتا ہے اور اس خطرہ کے پیش نظر سرتاپا رافت ورحمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو متنبہ فرماتے ہیں۔

المرء على دين خليله فلينظر احدكم من يخالهٗ

آدمی اپنے جگری دوست کے دین پر ہوا کرتا ہے اس لئے تم میں سے ہر شخص کو خوب اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس (فرد یا قوم) سے دلی محبت کرتا ہے۔

ہماری زندگی اور اس کا نتیجہ

اس معیار کی روشنی میں جب ہم اپنی زندگی اور معیشت ومعاشرت کا جائزہ لیتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہم زندگی کے ہر شعبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کی اور انبیاء واولیاء صحابہ وتابعین اور صلحا واتقیاء امت کی پیروی کرنے کے بجائے شعوری یا غیر شعوری طور پر فرنگیوں کے نقش قدم پر چلنے بلکہ گفتار وکردار اور معیشت ومعاشرت میں ان کی مکمل نقل اتارنے میں سرگرداں ہیں خاص کر ہماری نئی اور تعلیم یافتہ نسل تو اسلام کو بھی ''ماڈرن'' بنانے میں مصروف ہے اس کا نتیجہ خاکم بدہن اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہمارا حشر قیامت کے دن فرنگیوں اور یورپین اقوام کے ساتھ ہوگا۔ العیاذ باللہ

ایک غلط فہمی کا ازالہ

یاد رکھئے اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ آپ اب سے ڈیڑھ ہزار سال پہلے کی زندگی کو اختیار کریں اور موجودہ زمانے کی ترقیات، ایجادات اور مصنوعات سے فائدہ نہ اٹھائیں آپ ہر چیز کو استعمال کیجئے اس سے فائدہ اٹھائیے وہ اللہ کی نعمت ہے مگر اپنی معاشرت میں غیر مسلموں کی خصوصیات اور غیر اسلامی شعار (امتیازات) کو یک قلم ترک کر دیجئے کسی بھی قوم کی نقالی اور ریس نہ کیجئے یہی آپ کی قومی خودداری کا تقاضا بھی ہے۔

ہمارا فرض

اس لئے ہمارا فرض ہے کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عبرت آموز فرمان **المرء مع من احب يوم القيامة** سے سبق حاصل کر کے جلد از جلد اپنی معیشت ومعاشرت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے اور صلحا واتقیاء امت کی زندگی کے سانچہ میں ڈھال لیں اور اپنے اسلاف کی اسلامی معاشرت کو اختیار کریں اور غیر مسلموں، خصوصاً فرنگیوں کی تمام خصوصیات اور غیر اسلامی شعار یکسر ترک کر دیں۔

ایک فائدہ

حدیث کا تیسرا حصہ توبہ کے دروازہ کی انسانی تصور سے بالاتر وسعت وفراخی کے بیان سے متعلق ہے اسی کے ساتھ آفتاب کے مشرق کے بجائے مغرب سے نکلنے اور توبہ کا دروازہ بند ہونے کے باہمی ربط وتعلق کو بھی ظاہر کرتا ہے کہ گناہ اور توبہ انسانی خلقت کے لوازمات میں سے ہیں جب تک یہ عالم اور اس میں انسان رہیں گے گناہ اور توبہ کا سلسلہ بھی باقی رہے گا اور جب یہ عالم اور اس میں آباد انسان فنا ہو جائیں گے یعنی قیامت آجائے گی تو نہ گناہ کا وجود ہوگا نہ توبہ کا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! جو جو دشواریاں، بیماریاں، پریشانیاں جس میں ہم مبتلا ہیں اور آنے والے خدشات آفات ہیں ان سب سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

ایک عجیب واقعہ

وعن ابی سعیدٍ سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی اللہ عنہ ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: کانَ فیمن کان قبلکم رجلٌ قتل تسعةً وتسعین نفسًا فسأل عن اعلم اهل الارض فدل علٰی راهبٍ .... (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی رحمت حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سے پہلی ایک امت میں ایک آدمی تھا جو ۹۹ آدمیوں کو قتل کر چکا تب اس نے (لوگوں سے) روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا تو (لوگوں نے) اس کو ایک (عیسائی) ''راہب'' کا پتہ بتلایا یہ شخص اس راہب کے پاس آیا اور کہا: میں ننانوے آدمیوں کو قتل کر چکا ہوں کیا اب بھی میرے لئے توبہ (کا امکان) ہے؟ راہب نے کہا: نہیں تو اس نے راہب کو بھی قتل کر ڈالا اور اس طرح سو قتل پورے کر دیئے اور پھر (لوگوں سے) روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا پتہ دریافت کیا تو (لوگوں نے) اس کو ایک اور عالم کا پتہ بتلایا یہ (ایک سو بندگان خدا کا قاتل) اس کے پاس گیا اور کہا میں سو آدمیوں کو قتل کر چکا ہوں اب بھی میرے لئے توبہ (کا امکان) ہے؟ اس نے کہا ''ہاں ضرور ہے اور بھلا اللہ کے بندے اور توبہ کے درمیان کوئی امر حائل (اور مانع) ہو سکتا ہے؟ تم فلاں فلاں بستی میں جاؤ وہاں اللہ کے کچھ عبادت گزار و مقبول بندے شب و روز اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہیں تم ان کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جاؤ اور ہاں دیکھنا! اپنی اس گناہ کی سرزمین (بستی) کی طرف پھر واپس آنے کا نام تک نہ لینا یہ بہت بری سرزمین ہے'' وہ شخص اس بستی کی جانب چل دیا آدھا راستہ طے کیا تھا کہ موت آ گئی تو اس کی روح کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص (اپنے گناہوں سے) تائب ہو کر دل سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف متوجہ ہو چکا (لہٰذا اس کی روح کو ہم علیین میں لے جائیں گے) عذاب کے فرشتوں نے کہا (یہ تو صحیح ہے لیکن) اس نے کوئی نیک کام مطلق نہیں کیا (پھر یہ رحمت کا مستحق کیسے ہوگا) تو (اللہ کے حکم سے) ایک فرشتہ انسانی صورت میں ان کے سامنے آیا دونوں فریق نے اس کو اپنا (جھگڑا طے کرنے کے لئے) حکم (ثالث) بنالیا تو اس (انسان نما فرشتہ) نے کہا ''بھئی (جھگڑا کیوں کرتے ہو) دونوں سرزمینوں (گناہ کی بستی اور عبادت و طاعت کی بستی) کی پیمائش کر لو جس علاقہ سے یہ قریب تر ہو اسی علاقہ کے لوگوں میں شامل کر دو'' چنانچہ انہوں نے پیمائش کی اس علاقہ سے قریب تر پایا جس میں عبادت الٰہی کے ارادے سے وہ جا رہا تھا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تو اس روایت کے الفاظ یہی ہیں لیکن ایک اور صحیح روایت میں اتنا اضافہ ہے کہ نیکوکاری کے علاقہ کی جانب صرف ایک بالشت مسافت زیادہ تھی اسی لئے اس بستی والوں میں شمار کیا گیا ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے بدکاری کی سرزمین کو حکم دیا کہ: تو دور ہو جا'' اور نیکوکاری کی سرزمین کو حکم دیا کہ تو قریب ہو جا'' اور (اس کے بعد) اس فرشتہ نے کہا: اب دونوں علاقوں کی مسافت ناپ لو'' تو نیکی کی سرزمین سے ایک بالشت قریب تر نکلا اور اس کی مغفرت کر دی گئی ایک اور روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ (مرتے وقت) اس نے اپنا سینہ (رخ) نیکوکاری کی سرزمین کی طرف کیا ہوا تھا۔

قرآن وحدیث سے تائید

یہ واقعہ اگرچہ کسی پہلی امت کا ہے مگر صادق مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس کوامت کے سامنے بیان کرنا اس کے سچے اور صحیح ہونے کی دلیل ہے چنانچہ قرآن وحدیث کی تصریحات کی رو سے بھی کتنے ہی شدید اور کثیر گناہوں کا کوئی شخص مرتکب کیوں نہ ہو چکا ہو توبہ کا دروازہ پھر بھی اس کے لئے کھلا ہے صدق دل سے کی ہوئی توبہ زیادہ سے زیادہ اور سخت سے سخت گناہوں کی مغفرت کیلئے بھی کافی ہے ارحم الراحمین کا ارشاد ہے۔

یاعبادی الذین اسرفواعلی انفسهم لاتقنطوامن رحمة الله' ان الله یغفر الذنوب جمیعاً (الزمر آیت ۵۳)

اے میرے وہ بندو جو اپنی جانوں پر حد سے زیادہ ظلم کر چکے ہو (ساری عمر بڑے بڑے گناہوں میں گزاری ہے) تم (اب بھی) اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو بیشک اللہ سارے گناہوں کو بخش دے گا۔

اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں آتا ہے کہ بعض کفار ومشرکین نے عرض کیا آپ کا دین بہت اچھا ہے اور ہم اس کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ ہمیں اپنے کثرت سے کئے ہوئے سابقہ گناہوں کفر وشرک، قتل وزنا وغیرہ کے کفارہ کا یقین اور ان کے معاف ہونے کا اطمینان ہو جائے'' تو اس پر مذکورہ بالا آیت کریمہ اور آیت کریمہ ذیل نازل ہوئی۔

والذین لایدعون مع الله (الی)الامن تاب وامن وعمل عملاً صالحاً فاولئک یبدل الله سیأتهم حسنات' وکان الله غفوراً رحیماً (الفرقان:۷۰)

اور وہ لوگ جونہیں پکارتے (ترجمہ والے قرآن سے پوری آیت پڑھئے اور سمجھئے) بجز ان لوگوں کے جنہوں نے توبہ کرلی اور ایمان لے آئے اور نیک کام کئے تو اللہ ان کی بدکرداریوں کو نیکوکاریوں سے بدل دے گا (ایمان کے بعد نیکوکاریوں کو ایمان سے پہلے کی بدکاریوں کا کفارہ بنا دے گا) اور اللہ تو بڑا ہی مغفرت کرنے والا مہربان ہے۔

نیز رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الاسلام یهدم ماکان قبله

اسلام مٹاڈالتا ہے اسلام سے پہلے کے جو بھی گناہ ہوتے ہیں ان کو۔

مگر شرط یہی ہے کہ صدق دل سے کی ہوئی توبہ ہو اور توبۃ نصوحا (گناہوں سے باز رکھنے والی سچے دل سے توبہ) کا مصداق ہو ادعیہ ماثورہ میں آتا ہے۔

واسئلک توبة نصوحاً اور میں تجھ سے سوال کرتا ہوں (گناہوں سے) باز رکھنے والی توبہ کا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

عظیم توبہ

وعن ابی نجیدٍ عمران بن الحصین الخزاعی رضی اللہ عنهما ان امرأةً من جهينة اتت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وهی حبلی من الزنا .(رواہ المسلم)

ترجمہ: حضرت ابونجید عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: قبیلہ جہینہ کی ایک عورت جو ناجائز طور پر (زنا سے) حاملہ تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: میں نے قابل سزا جرم (زنا) کا ارتکاب کیا ہے آپ مجھ پر حد (زنا) جاری کیجئے آپ نے اس کے سرپرست کو بلایا اور فرمایا: (دیکھو یہ عورت حاملہ ہے اس حالت میں اس پر کوئی حد نہیں لگائی جاسکتی) تم اس کو اچھی طرح اپنے پاس رکھو جب بچہ پیدا ہو جائے (اور ایام زچگی گزر جائیں) تو اس کو میرے پاس لانا' چنانچہ اس سرپرست نے ایسا ہی کیا (اور ایام نفاس (زچگی) گزر جانے کے بعد اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے جسم پر کپڑے اچھی طرح باندھ دو (تا کہ پتھروں کی چوٹ سے کپڑے پھٹ کر جسم سے الگ نہ ہوں) چنانچہ اس کے کپڑے خوب کس کر رسی سے باندھ دیئے گئے اس کے بعد آپ نے اس کو سنگسار کرنے (پتھر مار کر ہلاک کرنے) کا حکم دیا (چنانچہ سینے تک گہرا گڑھا زمین میں کھود کر اس کو گڑھے کے اندر کھڑا کر دیا گیا اور) پتھروں سے مار کر اسے ہلاک کر دیا گیا (اس کے بعد اس کی تجہیز وتکفین کی گئی اور) آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اس پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عورت نے تو زنا کیا تھا اور آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے عمر) خدا کی قسم اس عورت نے ایسی (عظیم) توبہ کی ہے کہ اگر مدینہ کے ستر گنہگاروں پر بھی تقسیم کر دی جائے تو سب کی مغفرت کے لئے کافی ہے اور کیا تمہارے خیال میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی توبہ ہوسکتی ہے کہ اس عورت نے محض اللہ تعالیٰ کے (قہر وغضب سے بچنے کے) لئے (برضا ورغبت) جان دے دی (اگر وہ نہ بتلاتی یا اقرار نہ کرتی تو اگرچہ دنیا میں تو اس کی جان بچ جاتی مگر خدا کے قہر وغضب اور جہنم کے عذاب سے تو نہ بچتی)۔

اس عورت کی توبہ کے عظیم ہونے کی وجہ

اس عورت پر بھی خوف وخشیت الٰہی شدت کے ساتھ طاری تھا ورنہ توبہ کا دروازہ اس کے لئے کھلا تھا لیکن اول تو اس توبہ کے قطعی طور پر قابل قبول ہونے کے یقینی علم کی کوئی سبیل نہ تھی علاوہ ازیں حمل اس عورت کی پیشانی پر ایک ایسا کلنک کا ٹیکہ تھا جو کسی طرح مٹ ہی نہ سکتا تھا اس لئے دنیا کی رسوائی سے تو کسی طرح بچ ہی نہ سکتی تھی پھر شادی شدہ عورت ہونے کی وجہ سے زندگی اور بھی اجیرن ہو جاتی اس لئے اس عورت کے واسطے دنیا اور آخرت دونوں کی رسوائی اور خدا کے قہر وغضب اور آخرت کے عذاب سے بچنے کی اس کے سوا اور کوئی صورت ہی نہ تھی کہ اس نے خود کو خدائی سزا یعنی حد کے لئے پیش کر دیا اور جان دے دی دنیا میں بھی پردہ ڈھک گیا اور آخرت میں مغفرت کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دے دی اس کے علاوہ خدا کے

عدل وانصاف سے قطعی بعید ہے کہ وہ ایک جرم کی سزا دنیا میں بھی دے اور آخرت میں بھی اس عورت نے اگر چہ زبان سے توبہ نہیں کی مگر اس کا خود کو گناہ کی سزا بھگتنے کے لئے پیش کر دینا اور خدا کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی سب سے بڑی توبہ ہے اگر یہ عورت خود کو اس طرح حکم خداوندی کے لئے پیش کرنے کے بجائے خودؔ خود کشی کر لیتی تو مغفرت تو در کنار دو گناہوں کی مرتکب اور دو جرموں کی مجرم بن جاتی ایک زنا اور ایک خود کشی اور آخرت میں دو گناہوں کے عذاب میں گرفتار ہوتی۔

گناہوں کی جڑ اور اس سے توبہ

حضرت ابن عباس اور انس بن مالک رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ابن آدم (انسان) کے پاس سونے (چاندی) کی ایک وادی بھی ہو (یعنی زر وسیم سے بھری ہوئی ایک وادی بھی ہو) تب بھی چاہے گا کہ اس کے پاس (سونے چاندی کی ایک کے بجائے) دو وادیاں ہوں اس کی ہوس کا منہ تو قبر کی مٹی (موت) کے سوا اور کوئی نہیں بھر سکتا اور اللہ تعالیٰ اسی پر مہربان ہوتا (اور اس ہوس مال وزر سے بچاتا) ہے جو توبہ کرتا ہے۔

مال ودولت کی ہوس

مال وزر کی ہوس انسان کو اندھا بنا دیتی ہے ساری عمر حرام وحلال کا فرق، ناجائز وجائز کی تمیز اور گناہ وثواب کی پرواہ کیے بغیر ہمہ وقت مال جمع کرنے میں منہمک اور سو کے بعد دو سو، ہزار کے بعد دو ہزار لاکھ کے بعد دو لاکھ اور کروڑ کے بعد دو کروڑ کے چکر میں پھنسا رہتا ہے اور جہنم کی طرح هل من مزید کا نعرہ اس کی زبان پر رہتا ہے۔ یہی ہوس زر اندوزی اس سے بے شمار گناہ کراتی ہے اور بے حساب مصیبتوں کا مرتکب بناتی ہے اور ساری عمر اسی گناہ آلود زندگی میں گزر جاتی ہے اور اسی حالت پر مر جاتا ہے اور دوزخ کا کندہ بنتا ہے بجز اس شخص کے جس کو اللہ تعالیٰ اس ہوس زر سے توبہ کرنے اور حلال مال پر قناعت کرنے کی توفیق عطا فرما دیں وہی اس ہوس کے چکر سے نکل سکتا ہے اور گناہوں سے بچ سکتا ہے اسی لئے ادعیہ ماثورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسب ذیل دعاؤں کی تعلیم دیتے ہیں۔

(۱) رب قنعنی بمارزقتنی وبارک لی فیما اعطیتنی

(۱) اے میرے پروردگار! جو روزی تو نے مجھے دی ہے اس پر مجھے قانع بنا دے اور جو (مال ومنال) مجھے تو نے عطا فرمایا ہے اس میں برکت عطا فرما (کہ ضروریات پوری ہو جائیں)

(۲) اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک وبطاعتک عن معصیتک واغننی بفضلک عمن سواک

اے اللہ تو مجھے حلال (روزی) کے ذریعہ حرام (روزی) سے اور اپنی فرمانبرداری کے ذریعہ اپنی نافرمانی سے کفایت دے (بچا لے) اور اپنے فضل واحسان کے ذریعہ اپنے ماسوا سے بے نیاز فرما دے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

توبہ کا کرشمہ

وعن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "يضحک الله سبحانهٗ وتعالىٰ الىٰ رجلين يقتل احدهما الأخر يدخلان الجنة يقاتل هٰذا فى سبيل الله فيقتل ثم يتوب الله على القاتل فيسلم فيستشهد" متفق عليه.

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ (اپنی بے نیازی اور شان کریمی پر) ان دو آدمیوں (کے انجام) کے بارے میں تبسم فرماتے ہیں جن میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے اور قاتل ومقتول دونوں جنت میں جاتے ہیں اور اس طرح کہ ایک مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتا ہوا دوسرے کافر کے ہاتھ سے شہید ہوتا ہے (جنت میں جاتا ہے) اس قاتل کو اللہ تعالیٰ کفر وشرک سے توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے وہ کفر وشرک سے توبہ کرتا ہے مسلمان ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتا ہوا شہید ہوتا ہے (اور جنت میں جاتا ہے)

قاتل اور مقتول دونوں جنت میں

ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ توبہ کا کرشمہ ہے یہ قاتل کفر وشرک سے توبہ کرنے اور پھر بطور کفارہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں کافروں سے جنگ کرنے کی بدولت ہی شہید اور جنت کا مستحق ہوتا ہے ورنہ ایک مسلمان کو قتل کرنے کے جرم میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنم میں جاتا۔

اس لئے توبہ کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے توبہ کرنے میں ذرہ برابر تساہل اور تاخیر نہ کرنی چاہئے خواہ کفر وشرک سے ہو خواہ اور گناہوں سے اسی لئے امام نووی اس حدیث کو توبہ کرنے کے باب میں لائے ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو صدق دل سے توبہ واستغفار کی توفیق فرمائیں۔

صبر کے لغوی اور شرعی معنی

عربی زبان میں لفظ صبر تین طریق پر اور تین معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ (۱) کسی چیز کو برداشت کرنا۔

(۲) کسی چیز سے بچنا اور باز رہنا۔

(۳) کسی چیز (حالت) میں جزع وفزع (رونا پیٹنا) اور شکوہ وشکایت نہ کرنا۔

صبر کی تین قسمیں

اسی طرح شریعت میں بھی صبر کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) اللہ کی عبادت وطاعت میں نفس پر گراں گزرنے اور ناگوار محسوس ہونے والے تمام امور (اعمال وافعال) کو بخندہ پیشانی برداشت کرنا اور خدا کی عبادت وطاعت میں مصروف رہنا اسی صبر کو اردو زبان میں ثابت قدمی اور استقلال سے اور شریعت میں استقامت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

(۲) جن امور۔ چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اگرچہ وہ نفس کو کتنی ہی مرغوب کیوں نہ ہوں اور کتنا ہی ان کے لئے دل کیوں نہ مچلے ان سے کلی طور پر باز رہنا اور بچنا۔

(۳) جو مصیبتیں انسان پر آئیں یا جانی ومالی نقصان اور صدمے اٹھانے پڑیں خواہ انسانوں کا اس میں دخل ہو یا نہ ہو ان کو منجانب اللہ سمجھ کر برداشت کرنا اور راضی برضائے مولا رہنا۔

مذکورۂ بالا آیات میں:

آیت نمبر (۱) و (۲) صبر کی قسم اول **الصبر علی طاعة الله** کے تحت داخل ہیں۔

آیت نمبر (۲) و (۴) صبر کی قسم سوم الصبر فیما نزل من المصائب کے تحت داخل ہیں۔

• آیت نمبر (۳) و (۵) جملہ اقسام صبر کو شامل ہیں۔

آیات کی مزید تشریح احادیث کی شرح کے ذیل میں آتی ہے۔

صبر ایک عظیم روشنی ہے۔

ابو مالک حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (۱) طہور۔ ظاہری اور باطنی طہارت۔ نصف ایمان ہے۔ (۲) الحمد للہ (اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا) اعمال کی ترازو کو بھر دیتی ہے (۳) اور سبحان اللہ والحمدللہ' اللہ تعالیٰ کی تسبیح (تنزیہ) اور حمد وثنا دونوں تو آسمان وزمین کے درمیان (کی فضا) کو بھر دیتے ہیں (۴) اور نماز ایک (عظیم الشان) نور ہے (۵) اور صدقہ وخیرات (حب مال نہ ہونے کی) ایک قطعی دلیل ہے (۶) اور صبر ایک (عظیم) روشنی ہے۔

(یاد رکھو) ہر شخص جو صبح سویرے نکلتا (اور عملی زندگی میں قدم رکھتا) ہے تو وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے پس (یا) اس کو (خدا کی اطاعت کر کے آخرت کی پکڑ سے) آزاد کرا لیتا ہے یا (اس کی نافرمانی کر کے) ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

اس مختصری حدیث میں جوامع الکلم (ہمہ گیر کلام) کے مالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات عظیم حقائق شرعیہ پر ایمان افروز روشنی ڈالی ہے اور آخر میں انسان کی عملی زندگی کا تجزیہ فرمایا ہے ارشاد ہے۔

(۱) کامل طہارت آدھا ایمان ہے۔ اس لئے کہ ایمان عقائد واعمال کے مجموعہ کا نام ہے اور طہارت پر۔ خواہ جسمانی اور ظاہری نجاستوں اور گندگیوں سے طہارت ہو' خواہ روحانی اور باطنی غلاظتوں یعنی کفر وشرک' اخلاق رذیلہ' منہیات شرعیہ (شرعاً حرام اور ممنوع کام) اور خواہشات نفس سے طہارت ہو۔ تمام اعمال۔ عبادات وطاعات۔ کی قبولیت کا مدار ہے اور عبادات وطاعات یعنی اعمال نصف ایمان ہیں لہٰذا ''طہارت'' بھی نصف ایمان'' ہوئی۔

یا یوں کہئے کہ ایمان کے معنی ہیں: شرک وکفر اور ریا وسمعہ (دکھلاوا اور شہرت طلبی) وغیرہ عقائد باطلہ اور رزائل باطنیہ سے قلب وروح کا پاک وصاف ہونا اور طہور کے معنی ہیں جسمانی حسی اور شرعی نجاستوں سے بدن' لباس وغیرہ کا پاک وصاف ہونا اول کا نام ''طہارت باطن'' یعنی ایمان ہے دوم کا نام ''طہارت ظاہر'' یعنی طہور ہے اور دین میں دونوں قسم کی طہارتیں مطلوب ہیں اس لحاظ سے طہور ایمان کا نصف ثانی ہے۔

(۲) ''تمام تر تعریف اللہ کی ہے'' یہ کہنا عمل کی ترازو کو بھر دیتا ہے۔ اس لئے کہ تمام تر کمالات اور تعریفیں خواہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی تعریفیں ہوں یا اور اس کی کسی مخلوق کی' کیونکہ مصنوع (بنی ہوئی چیز) کی تعریف دراصل اس کے صانع (بنانے والے) کی تعریف ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہونے کا دل سے اقرار کرنا اور زبان سے اس کا اظہار کرنا اگر ریاکاری اور شہرت طلبی کی آلودگی سے پاک ہو اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول' تو بندہ کی عمل کی ترازو کو بھر دینے کے لئے بہت کافی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں ہم نے جو اسلامی آداب واحکام سیکھے ہیں ان پر دل وجان سے عمل کر کے اپنی رضا والی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

صبر ایک عظیم روشنی ہے

وعن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "يضحك الله سبحانهٗ وتعالىٰ الىٰ رجلين يقتل احدهما الأخر يدخلان الجنة يقاتل هٰذا فى سبيل الله (رياض الصالحين)

(۳) اللہ پاک ومبرا ہے اور تمام تر تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں دونوں کلمے آسمان وزمین کے درمیان (کی فضا) کو بھر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام عیوب اور کمزوریوں سے مبرا اور پاک ہونے اور تمام تر کمالات کے تنہا مالک ہونے کا خلوص قلب سے اقرار اور زبان سے اعلان، حاصل آفرینش ہے اور صرف زمین وآسمان بلکہ خلاصۂ کائنات ہے اور ریاکاری وشہرت طلبی سے پاک دل اور زبان سے ایک مومن بندہ کا یہ اقرار واعلان زمین وآسمان کو اجر وثواب سے بھر دینے کے لئے کافی ووافی ہے۔

(۴) نماز (عظیم الشان) نور ہے۔ اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک مخلص نماز پڑھنے والا جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات (راز ونیاز کی باتیں) کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اسی لئے نماز کو معراج المؤمنین (ایمان والوں کی معراج) کہا گیا ہے۔ لہٰذا ایسی عاشقانہ اور والہانہ نماز دنیا میں بھی نور علی نور۔ نور ہی نور۔ ہے جو قلب مومن کی تمام ظلمتوں کو دور کرنے کے لئے "صیقل" کا کام دیتی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (بے شک نماز فحش اور برے اعمال واخلاق سے روکتی ہے) اور اسی لئے حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: (میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے) نیز آخرت میں یہی آیت کریمہ (ان کی (مخصوص) نشانی ان کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان ہیں) کے تحت نمازیوں کی پیشانیوں کا یہ نور ہی آیت کریمہ (ان کا نور ان کے آگے آگے دوڑتا ہوگا) کے مطابق وہ نور ہوگا جو قیامت کے دن جنت کی طرف ان کی رہنمائی کرے گا بہر صورت حضور قلب کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز دنیا وآخرت دونوں جہان میں نور ہی نور ہے۔

(۵) صدقہ (کرنا) قطعی دلیل ہے۔ اس لئے کہ خدا پرستی اور عبادت وطاعت الٰہی کی راہ میں "سنگ گراں" (بھاری پتھر) حب مال۔ مال کی محبت ہے ایک مخلص مومن بطیب خاطر اپنی حلال کمائی میں سے مرغوب ترین اور بہترین چیز خالصاً لوجہ اللہ جب اپنے محبوب پروردگار کی راہ میں قربان اور صدقہ کرتا ہے تو اس کے قلب کے حب مال سے پاک ہونے کی قطعی اور واضح دلیل ہے۔

(۶) صبر ایک عظیم روشنی ہے اس لئے کہ خدا پرستی اور احکام الٰہیہ کی پابندی کی راہ میں جو بھی سختیاں، دشواریاں یا آفات ومصائب پیش آئیں یا جانی ومالی نقصانات اٹھانے پڑیں خواہشات نفس کی مقاومت کرنی پڑے بخندہ پیشانی ان سب کو برداشت کرنا اور صبر کرنا ایک کبھی نہ بجھنے والی عظیم روشنی ہے جو "رضا وتسلیم" کے مقام تک انسان کی رہنمائی کرتی ہے اور آیت کریمہ ان اللہ مع الصابرین (بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) کے تحت معیت الٰہیہ کی سعادت کے حصول کا ذریعہ ہے۔

نیز انسان کا سب سے بڑا مار آستین دشمن نفس امارہ اس کے پہلو میں بیٹھا ہر وقت شہوانی جذبات کو مادی لذائذ پر برانگیختہ کرنے میں لگا رہتا ہے اس کی سرکوبی کرنے اور خواہشات نفسانی کو قابو میں رکھنے اور انوار وتجلیات الٰہیہ سے روح کو روشن کرنے

والی "عظیم روشنی"، یعنی صبر کا مظہر کامل روزہ ہے چنانچہ بہت سے مفسرین آیت کریمہ: واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ میں صبر کی تفسیر روزہ سے کرتے ہیں بہرصورت صبر ایک آفتاب ہے جس کی ضیاء انسان کے ظاہر و باطن کو سرتاپا روشن رکھتی ہے اسی لئے حدیث میں آیا ہے۔ الصبر نصف الایمان (صبر نصف ایمان ہے)

(۷) قرآن حجت (دلیل) ہے تیرے حق میں یا تیرے خلاف۔ اس لئے کہ قرآن عظیم اللہ کا کلام ہے اس کی تلاوت کرنا اس کی تعلیمات پر بقدر طاقت بشری عمل کرنا آخرت کی پکڑ سے بچنے کی ایک حجت (دلیل) ہے اور قرآن کو جزودان میں لپیٹ کر طاق نسیاں پر رکھ دینے اور اسکی تعلیمات کو پس پشت ڈال دینے والوں کے خلاف، یہی قرآن مستحق قہر خداوندی ہونے کی ایک حجت (دلیل) ہے چنانچہ قیامت کے دن قرآن دونوں گروہوں کے حق میں موافق اور مخالف گواہی دے گا جیسا کہ احادیث میں آتا ہے۔

انسانی زندگی کا تجزیہ

ہر آدمی صبح سویرے نکلتا ہے اپنی جان کا سودا کرتا ہے پس یا اس کو آزاد کرالیتا ہے یا ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔ یہ ایک انسانی نجات یا ہلاکت کا معاملہ ہے جو شب و روز ہر قدم پر انسان کے سامنے رہتا ہے اسی حقیقت کو اس موجز (مختصر) جملہ میں افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا ہے کہ ہر شخص صبح ہوتے ہی نکلتا، یعنی عملی زندگی میں قدم رکھتا ہے تو وہ درحقیقت اپنے نفس (جان) کا سودا کرتا ہے جس شخص نے صبح سے شام تک ہر کام میں اطاعت خداوندی کو سامنے رکھا اس نے اپنے آپ کو آخرت کی پکڑ سے بچالیا اور عذاب الٰہی سے آزاد کرالیا اور جس شخص نے نفسانی خواہشات اور دنیاوی اغراض کو سامنے رکھا اور خدا کی اطاعت کو پس پشت ڈال دیا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت۔ عذاب الٰہی۔ میں ڈال دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ' (توبہ:۱۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کے جان و مال کو جنت کے عوض خرید لیا ہے

اللہ تعالیٰ خریدار" ہیں بندہ "سوداگر" ہے اور" جان و مال" وہ متاع عزیز ہے جس کو جنت کے عوض بندہ بیچتا اور اللہ تعالیٰ خریدتے ہیں اور دنیا و آخرت دونوں میں سرخروئی حاصل کرتا ہے یا اس متاع عزیز کو اغراض دنیوی اور خواہشات نفسانی کے عوض انسان بیچتا اور شیطان خریدتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں میں ذلیل و خوار ہوتا ہے اور عذاب الٰہی میں اپنی جان کو ہلاک کر ڈالتا ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

صبر سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں

وعن ابی سعیدٍ سعد بن مالک بن سنان الخدری رضی الله عنهما ان اناسًا من الانصار سألوا رسول الله صلی الله علیه وسلم فاعطاهم، ثم سالوه فاعطاهم...... (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: انصار میں سے بعض (ضرورت مند) لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے (مالی امداد کا) سوال کیا آپ نے (بقدر ضرورت) ان کو دے دیا پھر (کچھ دن بعد) انہوں نے آپ سے (اسی طرح مالی امداد کا) سوال کیا تو آپ نے پھر (جو مناسب سمجھا) ان کو دے دیا یہاں تک کہ جو (بیت المال کا مال) آپ کے پاس تھا سب ختم ہوگیا چنانچہ جب آپ نے جو کچھ (مال ومتاع) آپ کے پاس تھا سب (اسی طرح ضرورت مند مسلمانوں پر) خرچ کر ڈالا تو ان سے فرمایا: جو بھی مال ومتاع میرے پاس ہوگا میں اس کو تم سے بچا کر ہرگز نہیں رکھوں گا لیکن (تم یاد رکھو کہ یہ مانگنے کی عادت بری ہے) جو شخص مانگنے سے بچنا چاہے گا اللہ تعالیٰ (اس کی ضرورت کو خود پورا فرمادیں گے اور) اس کو مانگنے سے بچادیں گے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے غنا (مخلوق سے بے نیازی) کا سوال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو (اپنے فضل وانعام سے) غنی بنادیں گے اور جو کوئی صبر (وضبط) سے کام لے گا اللہ تعالیٰ اس کو صبر (کی توفیق) عطا فرمادیں گے اور (یاد رکھو) صبر (کی دولت) سے بڑھ کر اور وسیع تر کوئی خیر و برکت (کسی کو) عطا نہیں کی گئی۔

صبر سے مراد

اس حدیث شریف میں صبر سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے دیا اس پر اکتفا کرنا اور زیادہ کی حرص وطمع سے بچنا ہے۔ جس کو علم اخلاق اور شریعت کی اصطلاح میں قناعت کہتے ہیں اور ''ادعیہ ماثورہ'' میں اس کی دعا ذیل کے الفاظ میں مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔

رب قنعنی بمارزقتنی وبارک لی فیما اعطیتنی

رب جو تو نے مجھے روزی دی اس پر تو مجھے قناعت دے اور جو تو نے مجھے عطا فرمایا اس میں برکت دے دے۔

ایک اہم سوال کا جواب

اس دعا میں اس سوال کا جواب بھی آ گیا جو اللہ تعالیٰ نے دیا اگر اس میں ضروریات پوری نہ ہوں تو کیا کریں؟ فرمایا: اللہ سے دعا کرو وہ اسی میں اتنی برکت عطا فرمادیں گے کہ ضروریات پوری ہو جائیں گی'' خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر صدق دل سے ایمان رکھنے والے جانتے ہیں کہ ''برکت آسمان سے اترتی ہے'' اس کے ہوتے مقدار رزق کو ضروریات کے پیمانے سے ناپنے کا خیال شیطانی وسوسہ اور نفس کا فریب ہے اس سلسلہ میں بکثرت واقعات احادیث میں مذکور ہیں کتب حدیث کی مراجعت کیجئے اور دل سے حرص وطمع کی بیخ کنی کرنے اور جو خدا نے دیا ہے اس پر سچے دل سے قناعت کرنے کے بعد برکت کے کرشمے مشاہدہ کیجئے۔

اس حدیث میں غنا کا بھی ذکر آیا ہے حدیث شریف میں آتا ہے۔ بہترین غنی نفس کا غنی ہوتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسان کا نفس ''ماسوا اللہ'' سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو اگرچہ اس کا ہاتھ خالی ہو اس کا دل غنی ہوتا ہے اور اسے صرف اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم پر اعتماد

ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی شخص یا مال ومنال پر بھروسہ کرتا ہی نہیں اللہ تعالیٰ اپنے خزانۂ غیب سے جو وہ مانگتا ہے حسبِ ضرورت ومصلحت عطا فرماتے ہیں اسی لئے حضرات صوفیا کا مقولہ ہے غنی ہے ہی وہ جو صرف اللہ تعالیٰ کا محتاج ہو۔

عفت کا بیان

اس حدیث میں عفت کا بھی ذکر آیا ہے اس کے معنی ہیں حتی الامکان اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے مانگنے اور غیر اللہ کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے بچنا علم اخلاق کی رو سے بھی عفت اخلاق فاضلہ میں سے ہے شرعاً بھی اگرچہ بحالت اضطرار۔ انتہائی مجبوری کی حالت میں۔ کسی سے سوال کرنے اور مانگنے کی اجازت ہے مگر مجبوری کے بغیر سوال کرنے سے بڑی تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے چنانچہ ممانعت سوال سے متعلق احادیث بکثرت کتب حدیث میں مذکور ہیں غنی مطلق اللہ ع[illegible]روت مندوں کو ایسے ہی عفت پسند ضرورت مندوں کی ضروریات پورا کرنے کی ترغیب اور اس کی اہمیت وفضیلت سے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

ناواقف آدمی ان (ضرورت مندوں) کو غنی گمان کرتا ہے ان کے سوال نہ کرنے کی وجہ سے حالانکہ تم ان کے چہرہ بشرہ سے ان کو پہچان لوگے (کہ یہ ضرورت مند ہیں) وہ لوگوں سے [illegible]نگتے ہیں نہ پیچھے پڑتے ہیں۔

صبر کے بڑی دولت ہونے کی وجہ

صبر، غنی اور عفت کی اس تشریح کے بعد آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ سب سے بڑی اور سب سے وسیع (ہمہ گیر) فضیلت صبر ہے اس دولت کے میسر آجانے کے بعد کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے اور مانگنے کی نوبت ہی نہیں آتی اللہ تعالیٰ بغیر مانگے سب کچھ دے دیتے ہیں آپ شب وروز کی زندگی میں صدق دل سے اس صبر وقناعت اور غنی وعفت کو اپنا کر دیکھئے پھر حدیث کی حقانیت اور زندگی کی اعلیٰ اقدار کا پتہ چلے گا۔

یہ صبر، صبر کی تیسری قسم صبر عن الشئی کے تحت داخل ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرمادیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

صبر وشکر سرتاسر خیر ہی خیر ہیں

وعن ابی یحییٰ صهیب بن سنان رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "عجبًا لامر المؤمنِ ان امرهُ کلهُ لهُ خیرٌ ولیس ذٰلک لاحدٍ الا للمؤمن، ان اصابته سراء شکر، فکان خیرًا لهُ، وان اصابتهُ ضرآء صبر، فکان خیرًا لهُ" رواه مسلم

ترجمہ: حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی کتنا عجیب ہے؟ بیشک مومن کا معاملہ (ہر حالت اور ہر صورت میں) خیر ہی خیر ہے اور یہ سعادت مومن کے سوا اور کسی کو میسر ہی نہیں (وہ معاملہ یہ ہے کہ) اگر مومن کو خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو اس پر وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے تو وہ خوشحالی اس کے لئے باعث خیر بن جاتی ہے (اس لئے کہ اس کا شکر ادا کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خوشحالی اور مال واولاد اور دوسری نعمتوں میں مزید اضافہ فرماتے ہیں) اور اگر مومن بدحالی (اور تنگدستی) میں گرفتار ہوتا ہے تو اس پر صبر کرتا ہے (اور رضا الٰہی پر راضی رہتا ہے) تو وہ بدحالی اس کے لئے باعث خیر بن جاتی ہے (اور رضا وتسلیم کا بلند ترین مقام میسر آ جاتا ہے۔

صبر وشکر کے خیر بننے کی وجہ

شکر موجب خیر اس لئے بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ: بخدا اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں یقیناً تم کو اور زیادہ دوں گا صبر موجب خیر اس لئے بنتا ہے کہ صبر سے رضا وتسلیم کا مرتبہ میسر آتا ہے جو اولوالعزم انبیاء ورسل کا مقام ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرماتے ہیں: پس اے نبی تم صبر وکرو جیسے اولوالعزم انبیاء ورسل نے صبر کیا ہے۔

صبر کی آزمائش کا سب سے سخت مقام

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: جب (مرض الموت میں) محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض زیادہ شدت اختیار کر گیا اور (تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد) آپ پر کرب اور بے چینی کے دورے پڑنے لگے تو (آپ کی اس غیر معمولی تکلیف کو دیکھ کر) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکلا: "ہائے میرے پیارے باپ کی بے چینی" تو اس پر آپ نے ان کی تسلی کے لئے فرمایا: آج کے بعد تمہارے باپ پر (کبھی) کوئی بے چینی نہ ہوگی" (ساری بے چینیاں آج کے بعد ختم ہو جائیں گی) پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا تو (شدت غم سے) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکلا: ہائے میرے باپ! ان کے پروردگار نے جب ان کو بلایا تو انہوں نے فوراً اس بلاوے پر "لبیک" کہا (اور اپنے رب سے جا ملے) ہائے میرے باپ! اب جنت الفردوس جن کا مسکن ہے ہائے میرے باپ! جبریل امین ہی کو ہم ان کی خبر مرگ سناتے ہیں" (اور غم واندوہ کا اظہار کرتے ہیں) پھر جب صحابہ کرام فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تو حضرت فاطمہؓ نے ان سے کہا: تمہارے دلوں نے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو زیر زمین دفن کرنا اور ان پر مٹی ڈالنا گوارا کر لیا؟

حضرت فاطمہ رضؓ کے بے ساختہ کلمات

سیدۃ نساء اھل الجنۃ (جنتی عورتوں کی سردار)

حضرت فاطمۃ الزہراء بتقاضائے بشریت اپنے اس عزیز اور محبوب باپ کی جانکنی کی شدت پر۔ جس نے حسب ذیل الفاظ میں فاطمہ سے اپنے غیر معمولی تعلق خاطر کا اظہار فرمایا تھا۔

فاطمہ میرے جگر کا ایک ٹکڑا ہیں جس نے ان کو ستایا بیشک اس نے مجھے ستایا۔ تلملا اٹھتی ہیں اور بے ساختہ زبان سے واکرب ابتاہ. ہائے میرے پیارے باپ کی بے چینی۔ نکلتا ہے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغرض تسلی ودلاسا فرماتے ہیں: اسی طرح وفات اور تجہیز و تکفین کے بعد کے بے ساختہ حزنیہ کلمات' یہ سب کمال رافت ورحمت کا تقاضا ہیں اور عنداللہ مطلوب ہیں اگر عزیز ترین ہستی کی وفات پر یہ فطری تاثر اور ان حزنیہ کلمات کا اظہار نہ ہو تو یہ "قسوۃ قلبی" اور سنگدلی کی دلیل ہے جو ہرگز بشریت کا تقاضا نہیں ہو سکتی اور عنداللہ رحمت الٰہی سے محرومی کا موجب ہے۔

بے ساختہ آنسو صبر کے منافی نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب بن حبیب (محبوب کے محبوب) آزاد کردہ غلام حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (حضرت زینب رضی اللہ عنہا) نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ میرا بچہ نزع کی حالت میں ہے' ذرا آپ تشریف لے آئیں (ہم لوگوں کو تسلی ہو جائے گی) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس اندوہناک منظر اور ان کی تکلیف کو بچشم خود دیکھنے سے بچنے کی غرض سے) پیغام بھیجا: رسول اللہ سلام فرماتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں (دختر عزیز!) بیشک جو اللہ تعالیٰ نے لے لیا وہ بھی اسی کا ہے اور جو دیا تھا وہ بھی اسی کا تھا اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے تم صبر کرو اور اس صبر پر اللہ سے) اجر کی امید رکھو" (مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ) اس پر انہوں نے پھر پیغام بھیجا: اور بقسم درخواست کی کہ آپ اس وقت ہمارے پاس ضرور ضرور تشریف لائیں" تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سعد بن عبادۃ' معاذ بن جبل' ابی بن کعب' زید بن ثابت اور چند سربرآوردہ انصاری صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ اٹھ کر چلے اور صاحبزادی صاحبہ کے مکان پر پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بچہ کو پیش کیا گیا آپ نے اس کو گود میں لے لیا بچہ کا گھونگرو بول رہا تھا (اور سانس رک رک کر آ رہا تھا) یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی مقدس آنکھوں سے بے ساختہ آنسو بہہ پڑے تو اس پر حضرت سعد بولے: یہ کیا یا رسول اللہ (یہ آنسو کیسے)؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: یہ جذبہ' ترحم ہے (اے سعد!) جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمایا ہے" اور ایک روایت میں ہے: "اپنے جن بندوں کے دلوں میں چاہا ودیعت فرما دیا ہے" اور (یاد رکھو) رحم کرنے والوں ہی پر اللہ تعالیٰ بھی رحم فرماتے ہیں۔

حضرت سعد کا جواب

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

رحم کرنے والوں ہی پر رحمٰن بھی رحم فرماتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو تو تم پر آسمان والا بھی رحم کرے گا۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آنکھوں سے آنسو نکلنے اور بغیر آواز کے رونے' کو بھی صبر کے خلاف خصوصاً آپ کی جلالت شان کے منافی سمجھ کر سوال کیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غلط فہمی کو دور فرماتے ہیں کہ رحم اور ترحم تو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی خوش آئند نعمت ہے رحمت اور اسم جلالت الرحمٰن (بہت بڑا رحم کرنے والا) کا مظہر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظہر کمالات' مقدس ذات گرامی' عالم بشریت میں اسماء وصفات الٰہیہ کا مظہر اتم (کامل ترین مظہر ہے) اس لئے یہ رنج وغم اور صدمہ اور اس پر بے ساختہ نکلنے والے آنسو' نہ صبر کے منافی ہیں اور نہ آپ کی شان کے' صبر کے منافی چیخنا چلانا' دھاڑیں مار کر رونا' بین کرنا' کپڑے پھاڑنا' بال نوچنا' منہ یا سینہ پیٹنا وغیرہ جاہلانہ رسوم ہیں جو نہ صرف شرعاً ممنوع اور حرام ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور غصہ کا موجب بھی ہیں۔

صبر کی ایک اہم شرط

عن انس رضی الله عنه قال مر النبی صلی الله علیه وسلم بامرأة تبکی عند قبر فقال: واتقی الله واصبری ....(بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک عورت کے پاس سے گزرے جو ایک قبر پر (جاہلیت کی رسم کے مطابق) رو رہی تھی (اور بین کر رہی تھی) تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نیک بخت عورت!) خدا سے ڈر اور صبر کر" تو اس (نادان) عورت نے کہا: ہٹ پرے نہ تجھ پر میری جیسی مصیبت پڑی ہے نہ تو اس سے واقف ہے (جب ہی تو مجھے نصیحت کر رہا ہے) اس عورت نے (شدت غم واندوہ میں) آپ کو نہ پہچانا تو لوگوں نے اس سے کہا: (بیوقوف عورت!) یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو وہ عورت (سٹپٹا گئی اور) آپ کے دروازہ پر (دوڑی) آئی مگر وہاں اس نے نہ کوئی دربان پایا نہ پاسبان (تو وہ حیران رہ گئی اس نے سمجھا تھا کہ بادشاہوں اور حکمرانوں کی طرح آپ کے دروازے پر جتنے کتنے دربان و پاسبان ہوں گے بہر حال) اس عورت نے عرض کیا: حضور! میں نے آپ کو پہچانا نہ تھا (آپ میری گستاخی معاف کر دیجئے) تو آپ نے فرمایا! صبر تو صرف وہی ہے جو صدمہ پڑتے ہی کیا جائے (اب کیا ہوتا ہے) صحیح مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ اس عورت کا بچہ مر گیا تھا (اس پر) وہ رو رہی تھی (اور بین کر رہی تھی)

صبر کی اس اہم شرط کی وجہ

اس حدیث پاک میں رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی ایک اہم شرط اور انسانی فطرت کی ایک اہم خصوصیت کی طرف رہنمائی فرمائی ہے اور وہ یہ ہے کہ بڑے سے بڑے ناقابل برداشت صدمہ اور غم کو بھی انسان وقت گزرنے پر بھول جایا کرتا ہے مرور وقت کو صدمہ اور غم کے بہلا دینے یا قابل برداشت بنا دینے میں بڑا دخل ہے صدمہ پڑنے کے بعد جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے صدمہ اور غم کا ناقابل برداشت بوجھ ہلکا اور قابل برداشت ہوتا جاتا ہے اور پھر یا بالکل بھول جاتا ہے یا معمولی سی بات بن کر رہ جاتا ہے لہٰذا وہ صبر جس پر اللہ تعالیٰ نے بیکراں اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور جو اولوالعزم انبیاء ورسل کا "شعار" ہے وہ صرف وہی ہے جو صدمہ پڑتے ہی کیا جائے اور شدید ترین احساس غم واندوہ کے باوجود محض اللہ مالک ملک کی رضا اور خوشنودی کے لئے کیا جائے۔

صبر کا ایک اہم مقام اور اس کی جزا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں اپنے جس مومن بندے کی دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہستی (مثلاً اکلوتے بیٹے) کو جب اس سے چھین لوں اور وہ اس پر (بنیت اجر وثواب) صبر اختیار کرے تو اس (سراپا تسلیم) مومن بندے کے لئے میرے پاس جنت کے سوا اور کوئی جزائے خیر نہیں ہے۔

صبر کی حقیقت کا ایک پہلو

حدیث میں لفظ ثم احتسبہ آیا ہے عربی میں احتساب کا لفظ "حسبان" سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں سمجھنا' گمان کرنا' لہٰذا کلام نبوت علی صاحبہ الصلوٰۃ والتسلیم میں احتساب کے معنی ہیں کسی دشوار اور بامشقت کام کو اجر وثواب کا موجب سمجھ کر اختیار کرنا یہی صبر کی عند اللہ مطلوب حقیقت ہے۔

صبر کا ایک اور اہم مرتبہ اور اس کی جزاء عظیم

وعن عائشة رضی الله عنها انها سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الطاعون فاخبرها انهٗ کان عذابًا یبعثه الله تعالیٰ علیٰ من یشآء فجعله الله تعالیٰ رحمةً للمؤمنین (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: انہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''طاعون'' کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے بتلایا: یہ (طاعون میری امت سے پہلے) اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب تھا جس (سرکش و نافرمان) قوم پر اللہ تعالیٰ چاہتا تھا اس کو مسلط فرما دیتا تھا۔

اس امت کی خصوصیت

لیکن میری امت کے اہل ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسی طاعون کو ایک رحمت کا ذریعہ بنا دیا چنانچہ جو بھی اللہ تعالیٰ کا مومن بندہ طاعون کی وبا میں گھر جائے اور صبر وضبط کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے) بنیت اجر وثواب اپنی (طاعون زدہ) بستی میں مقیم رہے اس یقین کے ساتھ کہ مجھ پر وہی مصیبت آ سکتی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دی ہے (اگر میرا اس مرض میں مبتلا ہونا مقدر نہیں ہے تو میں ہرگز ہرگز بیمار نہ ہوں گا اور اگر مقدر ہے تو ہرگز نہیں بچ سکتا چاہے اس بستی میں رہوں چاہے نہ رہوں پھر یہاں سے بھاگنے سے کیا فائدہ) تو اس (صبر وضبط اور یقین وایمان پر اس) کا اجر وثواب شہید کے اجر کی مانند ہوگا (اور اس طرح یہ طاعون اس کے لئے باعث رحمت بن جائے گا)۔

تشریح! اجر عظیم کی وجہ اور شریعت کا حکم

شریعت کا حکم بھی یہی ہے کہ جس بستی میں طاعون پھیلا ہوا ہو کوئی مسلمان طاعون کے ڈر سے اس بستی سے ہرگز نہ بھاگے اگرچہ اسی کیساتھ یہ بھی حکم ہے کہ جس بستی میں طاعون یا اور کوئی وبائی بیماری پھیلی ہوئی ہو بغیر کسی شدید ضرورت یا مجبوری کے وہاں نہ جانا چاہئے اصل یہ ہے کہ نہ صرف دنیا کی ان قوموں میں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں رکھتیں بلکہ ضعیف الایمان مسلمانوں میں بھی بیمار سے چھوت چھات اور ایک کی بیماری دوسرے کو لگ جانے کا عقیدہ راسخ ہو چکا ہے۔

اسلام میں چھوت چھات کی کوئی حقیقت نہیں

اسلام نے بڑی شدت کے ساتھ اس بیماری کے لگنے کی تردید کی ہے قرآن عظیم کی تعلیم یہ ہے کہ:

ہرگز ہرگز نہیں آئے گی ہم پر کوئی مصیبت بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے اور اللہ پر ہی بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

نہ اسلام میں بیماری لگنے کی کوئی حقیقت ہے نہ بدشگونی کی۔

لہٰذا ایک خدا پر پختہ ایمان لانے والے مسلمان سے قطعاً بعید ہے کہ وہ کسی طاعون زدہ بستی سے بھاگے یا طاعون کے مریض کی عیادت کو نہ جائے۔

وبا پھیلی ہوئی میں نہ جانے کے حکم کی وجہ

باقی دوسرے حکم کا مقصد صرف مسلمان کے عقیدہ کو خراب ہونے سے بچانا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی طاعون زدہ بستی میں چلا گیا اور وہاں چلے جانے کی وجہ سے نہیں بلکہ قضاء الٰہی سے بیمار ہو گیا تو خدانکردہ وہ یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ اس بستی میں آنے کیوجہ سے میں بیمار ہوا نہ یہاں آتا نہ بیمار ہوتا حالانکہ جب اس کے

مقدر میں تھا کہ وہ اس مرض میں گرفتار ہوگا تو چاہے یہاں آتا یا نہ آتا ضرور بیمار ہوتا جیسا کہ مذکورہ بالا آیت کریمہ سے ظاہر ہے بہرحال طبعی طور پر طاعون زدہ بستی سے نہ بھاگنا بڑے دل جگرے کا کام ہے اور صبر واستقلال اور ایمان کی پختگی کی دلیل ہے اسی لئے اس کا اجر وثواب شہید کے برابر ہے۔

شہید کے برابر ثواب ملنے کی وجہ

اس لئے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والا موت کی پرواہ کئے بغیر میدان جنگ یعنی "موت کے منہ" میں چلا جاتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی موت کی پرواہ کئے بغیر اس طاعون زدہ بستی میں مقیم رہتا ہے اور بیماروں کی تیمارداری یا عیادت کرکے گونا گوں اجر وثواب سمیٹتا ہے باقی موت تو جب آنی ہوگی آکر رہے گی، کہیں بھی ہو وہ کسی طرح نہیں ٹل سکتی پھر اجر وثواب سے خود کو محروم کرنا سراسر حماقت اور ضعف ایمان کا نتیجہ ہے۔

اس زمانہ کی جہالت

اس ترقی یافتہ دور میں خصوصاً تعلیم یافتہ طبقہ میں "بیماری لگنے" یا کہئے "بیماری کے جراثیم" لگ جانے کا ہوا بری طرح دماغوں پر مسلط ہے بیمار کا تو ذکر ہی کیا تندرست لوگ بھی ایک دوسرے کے گلاس تک میں پانی نہیں پیتے حد یہ ہے کہ بعض خردماغ لوگ تو ہسپتال کے پاس سے گزرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ سانس کے ذریعہ مریضوں کے جراثیم منہ اور ناک میں گھس جائیں گے یہ کیفیت نہ صرف ایمان باللہ کے ضعف کی، بلکہ اعلیٰ درجہ کی حماقت اور جہالت کی دلیل ہے حالانکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مومن کے جھوٹے کو "شفا" بتلایا ہے برا ہو جہالت کا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

صبر کا ایک اور اہم مقام اور اس کا اجر عظیم

وعن انسٍ رضی اللہ عنہٗ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ان اللہ عزوجل قال: اذا بتلیت عبدی بحبیبتیہ فصبر عوضتہٗ منھما الجنۃ، یرید عینیہ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرما رہے تھے: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جب میں اپنے کسی بندے کی دونوں محبوب ترین چیزیں یعنی آنکھیں (اس کے صبر وضبط کی آزمائش کیلئے) لے لیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے (اور راضی برضا مولیٰ زندگی بسر کر دیتا ہے) تو میں اس کو ان کے عوض جنت ہی دیتا ہوں۔

تشریح! اس اجر عظیم کی وجہ اور ہماری حالت

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک صابر وشاکر نابینا بندے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کتنی قدر ومنزلت ہے مگر برا ہو ہماری اس نخوت پرستی کا کہ ہم عام طور پر ایک نابینا مسلمان کو حقیر وخوار انسان سمجھتے ہیں اس کا احترام تو کجا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا' کھانا پینا شادی بیاہ بھی گوارا نہیں کرتے اگر اس کی کسی طرح کی امداد کرتے ہیں تو اپنے سے حقیر اور کمتر سمجھ کر حالانکہ اس حدیث کی روشنی میں وہ بڑی عزت واحترام کا مستحق ہے آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ ایک مومن نابینا عبداللہ بن ام مکتومؓ) سے بے اعتنائی' برتنے پر۔ حالانکہ وہ ایک خالص دینی مصلحت کے تحت تھی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتنا عتاب فرمایا کہ پوری سورت عبس نازل فرمادی چنانچہ اس کے بعد جب بھی آپ کی خدمت میں وہ آتے تو آپ عاتبنی فیہ ربی. یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا۔ فرما کر "خوش آمدید" کہا کرتے تھے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

جنتی عورت

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ: (ایک دن) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کیا تم جنتی عورت کو دیکھنا پسند نہ کرو گے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں؟ کہنے لگے: دیکھو یہ سیاہ فام عورت جنتی ہے یہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر مرگی کے دورے پڑتے ہیں اور اس دورہ کی حالت میں میرا بدن کھل جاتا ہے (مجھے برہنگی کے گناہ میں پکڑے جانے کا ڈر ہے) آپ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس موذی مرض سے نجات دے دے آپ نے فرمایا تو چاہے تو اس (لاعلاج) بیماری پر صبر کر' اور اس صبر کے صلہ میں جنت لے لے اور تو چاہے تو میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کروں کہ تجھے اس مرض سے نجات دے دے' اس عورت نے عرض کیا میں (بخوشی) صبر کرتی ہوں پھر عرض کیا تو اسکے لئے تو دعا فرما دیجئے کہ میرا بدن (دورہ کے وقت) نہ کھلے تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمادی۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

صبر کا ایک اور اہم مقام اور ایک سبق آموز واقعہ

ترجمہ: اس سیاہ فام جنتی عورت کا خوف وخشیت دیکھنے اور سبق لینے کے قابل ہے مرگی جیسے موذی اور روح فرسا مرض کی اذیت اور تکلیف سے بچنے کی غرض سے اچھا ہونے کی دعا نہیں کرانا چاہتی بلکہ برہنگی کے گناہ اور معصیت سے بچنے کی غرض سے تندرست ہونے کی دعا کرانا چاہتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اسی جذبہ کو محسوس فرما کر اسے اختیار دیا کہئے صبر کرنے کی تلقین فرمائی چنانچہ اس نے دنیا کی چندروزہ تکلیف برداشت کرنے اور اس کے عوض جنت یعنی ابدی مقام قرب ورضا الٰہی میسر آنے کو تندرست ہونے پر ترجیح دی اور پھر برہنگی کے گناہ اور عار سے بچنے کی غرض سے صرف دورہ کے وقت بدن نہ کھلنے کی دعا کرائی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس خوف کو دور کرنے کے لئے بدن نہ کھلنے کی دعا فرمادی جو یقیناً مقبول ہوئی ہوگی تاکہ وہ مطمئن ہو جائے ورنہ تو ایسی بے ہوشی کی حالت میں بے اختیار بدن کھل جانا نہ گنا ہے نہ معصیت۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں ایسا ہی خوف وخشیت پیدا فرمادیں۔

صبر کا ایک اور اہم مقام اور ایک سبق آموز واقعہ

اس سیاہ فام جنتی عورت کا خوف وخشیت دیکھنے اور سبق لینے کے قابل ہے مرگی جیسے موذی اور روح فرسا مرض کی اذیت اور تکلیف سے بچنے کی غرض سے اچھا ہونے کی دعا نہیں کرانا چاہتی بلکہ برہنگی کے گناہ اور معصیت سے بچنے کی غرض سے تندرست ہونے کی دعا کرانا چاہتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اسی جذبہ کو محسوس فرما کر اسے اختیار دیا کہئے صبر کرنے کی تلقین فرمائی چنانچہ اس نے دنیا کی چندروزہ تکلیف برداشت کرنے اور اس کے عوض جنت یعنی ابدی مقام قرب ورضا الٰہی میسر آنے کو تندرست ہونے پر ترجیح دی اور پھر برہنگی کے گناہ اور عار سے بچنے کی غرض سے صرف دورہ کے وقت بدن نہ کھلنے کی دعا کرائی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اس خوف کو دور کرنے کے لئے بدن نہ کھلنے کی دعا فرمادی جو یقیناً مقبول ہوئی ہوگی تاکہ وہ مطمئن ہو جائے ورنہ تو ایسی بے ہوشی کی حالت میں بے اختیار بدن کھل جانا نہ گنا ہے نہ معصیت۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں ایسا ہی خوف وخشیت پیدا فرمادیں۔

انبیاء علیہم السلام کے صبر کا امتحان

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: میری آنکھوں کے سامنے ہے وہ منظر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرمار ہے تھے کہ اس (رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم) نبی کو اس کی قوم نے مارتے مارتے لہولہان کردیا اور وہ (اولوالعزم) نبی اپنے چہرہ سے خون پونچھتا جارہا تھا اور کہہ رہا تھا: اے اللہ! تو میری قوم کے اس گناہ کو معاف کردے یہ نادان" ہیں جانتے نہیں (کسی خلاصۂ کائنات ہستی پر دست درازی کررہے ہیں)

یہ اولوالعزم نبی کون ہیں

یہ نبی خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ واقعہ جو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل فراخ حوصلگی بلند ہمتی اور صبر کی روشن دلیل ہے طائف میں اس وقت پیش آیا جب آپ مکہ سے اہل طائف کو اسلام کی دعوت دینے کی غرض سے تشریف لے گئے تھے تفصیلات "سیرت" کی کتابوں میں ضرور پڑھیئے ایمان تازہ ہوگا۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

معمولی تکلیف پرصبر کرنا بھی خطاؤں کا کفارہ

وعن ابی سعیدٍ وابی هريرة رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ما یصیب المسلم من نصبٍ ولا وصبٍ ولا همٍ ولا حزنٍ ولا اذًی ولا غمٍ حتی الشوکة یشاکها الا کفر الله بها من خطایاه. متفق علیه

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ نے فرمایا: مسلمان کسی بھی مشقت وتعب میں، دکھ بیماری، فکرو پریشانی میں، غم واندوہ میں یا تکلیف واذیت میں گرفتار ہو یہاں تک کہ کوئی کانٹا بھی لگ جائے اور وہ اس پرصبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس (تکلیف یا مصیبت) کو اس کی خطاؤں کا کفارہ بنادیتے ہیں۔

معمولی معمولی چیزوں پر صبر کرنے کا فائدہ

اس حدیث پاک کے تحت ہر معمولی سے معمولی مصیبت یا تکلیف بھی ثواب کی نیت سے اس پرصبر وضبط اختیار کرنے کی صورت میں مسلمان کے لئے رحمت بن جاتی ہے یعنی خطاؤں کا کفارہ بن جاتی ہے اور صبر کرنے کا مستقل ملکہ اور عادت پیدا ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اس حدیث پاک میں اسی بناء پر معمولی سے معمولی دکھ تکلیف یا مصیبت پر صبر کی ترغیب دی گئی ہے اس لئے انسان کا فرض ہے کہ ہر چھوٹی بڑی مصیبت یا تکلیف جونہی پیش آئے قرآن کریم کی تعلیم کے تحت فوراً اس پر انا لله وانا الیه راجعون پڑھے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے اور صبر وضبط کے ساتھ جائز تدابیر اختیار کرے انشاء اللہ بہت جلد رستگاری نصیب ہوگی اور گناہوں کے کفارہ میں تو کوئی شک ہی نہیں۔

صبر کرنے سے خطائیں اور گناہ معاف

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: میں (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی مزاج پرسی کیلئے) حجرۂ مبارک میں داخل ہوا آپ کو بڑے زور کا بخار چڑھا ہوا تھا میں نے (جسم مبارک پر ہاتھ لگا کر بخار کی شدت کو محسوس کیا تو) عرض کیا یارسول اللہ! آپ کو تو بڑی شدت کا بخار چڑھا ہوا ہے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تو بخار بھی تم میں کے دو آدمیوں کے برابر زور کا چڑھتا ہے'' میں نے عرض کیا: جی ہاں اسی لئے تو آپ کا اجر بھی دگنا ہے آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے (اس کے بعد) آپ نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی بھی تکلیف میں مبتلا ہو چاہے کانٹا یا اس سے بھی کمتر کوئی چیز چبھ جائے (اور وہ بنیت اجر وثواب اس پرصبر کرے) تو اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو اس کی خطاؤں کا کفارہ بنا دیتے ہیں اور اس کے گناہ اس طرح جھڑ جاتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں) درخت کے پتے گر جایا کرتے ہیں۔

صبر کا امتحان رتبہ کے اعتبار سے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض اور دکھ بیماریوں کی یہ دوچند سہ چند شدت آپ کے غایت قرب الٰہی اور عنداللہ بلند ترین مرتبہ پر فائز ہونے پرمبنی ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ سخت آزمائش کس کی

ہوتی ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اشدالناس بلآء الانبیآء ثم الامثل فالامثل یبتلی الرجل علی حسب دینه فان کان فی دینه صلباً اشتدبلآء ه وان کان فی دینه رقیقاً هون علیه.

سب سے زیادہ سخت آزمائش نبیوں کی ہوتی ہے اس کے بعد جو ان سے ملتے جلتے ہوں پھر جو ان سے ملتے جلتے ہوں آدمی کی آزمائش اس کے دین کے اعتبار سے ہوتی ہے پس اگر وہ دین میں پختہ اور محکم ہوتا ہے تو اس کی آزمائش بھی سخت ہوتی ہے اور اگر وہ دین میں نرم اور کمزور ہوتا ہے تو اس پر آسانی کی جاتی ہے (اس لئے کہ یہ آزمائش اور مصیبتوں میں گرفتاری تو اس کے درجے بلند کرنے کے لئے ہوتی ہے)

موت کی شدت بھی صبر کا امتحان

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جب کسی کو آسانی سے مرتا دیکھتیں تو اس پر رشک کرتیں موت کی شدت اور سکرات موت کی تکلیفوں کو خدا کا عذاب سمجھتی تھیں اور موت کی سہولت اور آسانی کو اللہ تعالیٰ کی قابل رشک رحمت سمجھتی تھیں مگر جب انہوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سکرات موت کی شدت کا عالم بچشم خود دیکھا تو ان کو اپنی کوتاہ فہمی کا احساس ہوا اور اس کے بعد فرماتی ہیں۔

مآ اغبط احداً بهون موته بعد الذی رایت من شدة موت رسول الله صلی الله علیه وسلم.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدت موت کی کیفیت دیکھ لینے کے بعد اب میں کسی کی موت کی آسانی پر رشک نہیں کرتی۔

ایک شبہ کا ازالہ

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ موت کی سہولت اور آسانی اللہ کی ''رحمت'' نہیں ہے اس لئے کہ مسنون دعاؤں میں موت کی سختی سے پناہ مانگنے اور موت کی آسانی کی دعا مانگنے کا ذکر آتا ہے یہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر کی آخری آزمائش تھی باقی اور انبیاء اکرام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں سے حضرت ایوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صبر تو ضرب المثل ہے قرآن کریم میں ان کی بیماریوں مصیبتوں اور ان پر صبر کا حال تفصیل کے ساتھ مذکور ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

مصیبتیں مومن کیلئے باعث خیر ہیں

وعن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من یرد اللہ بہ خیرًا یصب منہ. (رواہ البخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ کوئی خیر پہنچانا چاہتے ہیں (یعنی بلند مرتبہ عطا فرمانا چاہتے ہیں) اسے کسی مصیبت میں گرفتار کر دیتے ہیں۔

مصیبتیں کن لوگوں کیلئے درجات کا باعث

یہ اللہ کے وہی نیکوکار بندے ہوتے ہیں جن کے مصیبت میں گرفتار ہونے کا بظاہر کوئی سبب گناہ وغیرہ نظر نہیں آتا انتہا درجہ کے نیکوکار اور پرہیز گار ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی نیکوکاری سے خوش ہو کر جنت میں جو اعلیٰ درجات ان کو دینا چاہتے ہیں ان کو حاصل کرنے کیلئے جہاں اور نیک کاموں کی ان کو توفیق دیتے ہیں وہیں مصیبت میں گرفتار کر کے صبر کرنے کی توفیق بھی دے دیتے ہیں تا کہ مرنے سے پہلے وہ ہر اعتبار سے ان درجات کے مستحق ہو جائیں سبحان اللہ کیا شان کریمی ہے رب العالمین کی پڑھیئے سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم۔

موت کی دعا ہرگز نہ مانگنی چاہیئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا ہرگز نہ کرے زیادہ سے زیادہ یہ دعا کیا کرے اے اللہ تو مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک کہ میرے لئے زندہ رہنا بہتر ہو اور جب مر جانا میرے لئے بہتر ہو تو اس وقت مجھے دنیا سے اٹھالے۔

موت کی دعا کیوں نہ مانگنی چاہیئے

عام طور پر لوگ بیماری کی شدت یا درازی سے گھبرا کر موت کی دعا مانگنے لگتے ہیں یہ بڑی نادانی کی بات ہے اس لئے کہ موت کا تو جو وقت مقرر ہے اسی وقت آئے گی موت کی تمنا یا دعا کر کے بلاوجہ اور بلا فائدہ خود کو اجر و ثواب سے محروم کر لیتے ہیں اس سے بڑھ کر خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے اسی لئے حدیث شریف میں موت کی تمنا سے سختی سے منع فرمایا ہے اسی کے ساتھ مذکورہ بالا دعا کرنے کی تلقین فرما کر اس طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ زندہ رکھیں سمجھنا چاہیئے کہ زندہ رہنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہے۔

پہلے ایمان والوں پر کیسی کیسی مصیبتیں

حضرت ابو عبد اللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک مرتبہ) ہم نے (قریش کے وحشیانہ مظالم سے عاجز آ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے فتح و نصرت طلب نہیں کرتے؟ (اس ظلم و جور سے رستگاری کی) ہمارے لئے دعا نہیں کرتے؟ آپ اس وقت کعبہ شریف کی دیوار کے سایہ میں اپنی چادر کا تکیہ لگائے (آرام سے) بیٹھے ہوئے تھے (یہ شکوہ سن کر سیدھے ہو بیٹھے اور) فرمایا: (تم ابھی سے تلملا اٹھے؟ ارے) تم سے پہلی امتوں میں تو (خدا پر) ایمان لانے والے شخص کو (ایمان کے جرم میں) گرفتار کیا جاتا پھر اس کے لئے زمین میں قد آدم) گڑھا کھودا جاتا پھر اس مومن کو اس میں کھڑا کیا جاتا تھا (اور مٹی بھر دی جاتی تھی) پھر آرا لایا جاتا پھر اس کے بیچ سر پر رکھا جاتا

اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور (یا) لوہے کے کنگھیوں سے اس کے بدن کا گوشت ہڈیوں تک کھرچ کر اتار دیا جاتا اور یہ (وحشیانہ مظالم) بھی اس کو اللہ تعالیٰ کے دین وایمان سے منحرف نہ کر پاتے۔

خدا کا وعدہ اور اس کے پورا ہونے کی خبر

خدا کی قسم اللہ تعالیٰ (کا وعدہ ہے کہ وہ) اس دین کو ضرور بالضرور تمام وکمال کی حد تک پہنچا کر (اور روئے زمین پر پھیلا کر) رہے گا یہاں تک کہ ایک سوار (تن تنہا) صنعا (یمن) سے چل کر حضر موت پہنچ جائے گا اور اس کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کا ڈر اور خوف نہ ہوگا یا (زیادہ سے زیادہ) بکریوں پر بھیڑیئے کا ڈر ہوگا ایک روایت میں حضرت خباب اس شکایت کا عذر پیش کرتے ہیں ہم قریش کے (بیر حمانہ) سختیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے"۔

اس امت اور پہلی امتوں کی آزمائش میں فرق

پہلی امتوں کے مومنین پر مظالم کا کچھ تذکرہ اجمالی طور پر قرآن کریم اور احادیث میں موجود ہے خندقوں والوں کا قصہ آپ اسی باب میں پڑھ چکے ہیں اور تاریخ خصوصا بنی اسرائیل کی تاریخ کی کتابیں تو ان قصوں سے بھری پڑی ہیں یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سرتاپا رحمت ذات گرامی کا فیض ہے کہ اس امت کے مومنین پر محض ایمان لانے کے جرم میں اس قسم کے لرزہ خیز وحشیانہ مظالم نہیں ہوئے بیشک ابتداء میں قریش نے کچھ وحشیانہ مظالم کئے مگر وہ اس طرح کے لرزہ خیز نہ تھے اور بہت تھوڑی مدت جاری رہے اور وہ بھی چند گنے چنے افراد پر' اور ہر مظلوم مسلمان کو جلد ہی کسی نہ کسی طرح نجات مل گئی الا ماشاء اللہ اسی لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شکوہ پر چیں بجبیں ہوئے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور نصیحت کیساتھ ساتھ صبر کرنے کی تلقین فرما دی بہر صورت مسلمانوں کی مکی زندگی کی تاریخ قریش کے ان مظالم اور مسلمانوں کے ان پر صبر کرنے کی شاہد ہے اس کو ضرور پڑھیئے تا کہ ایمان تازہ ہو۔

عظیم بشارت

حدیث کے آخری حصہ میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو بشارت دے رہے ہیں کہ عنقریب جزیرۃ العرب خدا' رسول اور مسلمانوں کے دشمنوں سے پاک وصاف ہو جائے گا اسلامی حکومت کے قیام اور اس کے نظام عدل وانصاف اور احکام جرم وسزا کے نفاذ کے بعد امن وامان اس قدر عام ہو جائے گا کہ نہ کفار اور دشمنان اسلام کا نام ونشان جزیرۃ العرب میں باقی رہے گا اور نہ کسی جرائم پیشہ چور ڈاکو کی ہمت ہوگی کہ کسی مسلمان کی جان ومال پر دست درازی کر سکے اس لئے کہ اسلام ہر مسلمان یا ذمی۔غیر مسلم رعایا۔ کی جان ومال کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے ہاں صرف جنگلوں بیابانوں میں درندے تو باقی رہ جائیں گے جن سے مسافروں کو بچنے کی فکر ہوگی انسان کے جان ومال کا دشمن انسان' کوئی باقی نہ رہے گا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے ہی جزیرۃ العرب کافر ومشرک کے وجود سے پاک ہو گیا تھا صرف کچھ یہودی اور نصرانی جزیہ (ٹیکس) ادا کر کے اسلامی حکومت کی رعایا کے طور پر رہ گئے تھے سو آپ نے وفات سے پہلے وصیت فرما دی تھی **اخرجوا الیھود والنصاریٰ من جزیرۃ العرب** (جزیرۃ العرب سے یہود ونصاریٰ کو ضرور نکال دینا) چنانچہ عہد فاروقی ہی میں یہ وصیت اس طرح پوری کی گئی کہ اس وقت سے اس وقت تک کوئی غیر مسلم جزیرۃ العرب میں مستقل سکونت اختیار نہ کر سکا آج بھی اسلامی حکومت کے اجازت نامے (ویزا) کے بغیر کوئی کافر حجاز میں داخل نہیں ہو سکتا مستقل سکونت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل صبر وضبط کا ایک واقعہ

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: لما كان يوم حنين اثر رسول الله صلى الله عليه وسلم ناسا فی القسمة فاعطى الاقرع بن حابس مائة من الابل، واعطى عيينة بن حصن مثل ذلک، واعطى ناساً من اشراف العرب، واثرهم يومئذ فی القسمة (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: جب (فتح مکہ کے بعد) جنگ حنین کا واقعہ پیش آیا اور اللہ تعالیٰ نے وقتی شکست کے بعد شاندار فتح نصیب فرمادی اور بے شمار مال غنیمت فاتحین کے ہاتھ آیا) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت کی تقسیم میں (شرعی مصلحت کے تحت) بعض لوگوں کو (جو فتح مکہ کے وقت ہی مسلمان ہوئے تھے اور ابھی مسلمان ہوئے ایک مہینہ بھی نہ گزرا تھا' تالیف قلوب کے طور پر) ترجیح دی چنانچہ (ایک نومسلم قبیلہ کے سردار) اقرع بن حابس کو سو اونٹ دیئے عیینہ بن حصن کو بھی اتنے ہی (سو اونٹ) دیئے اور ان دونوں (سرداران قبائل) کے علاوہ اور بھی عرب (قریش) سرداروں کو (اسی طرح گرانقدر مال غنیمت) دیا اور ان (د سرداران قبائل) کو اس تقسیم پر (پرانے مسلمان انصار ومہاجرین پر) ترجیح دی تو ایک (گستاخ) شخص بولا: خدا کی قسم نہ اس (مال غنیمت کی تقسیم) میں انصاف کیا گیا ہے اور نہ یہ تقسیم اللہ کے لئے کی گئی ہے (بلکہ اپنی قوم قریش کو خوش کرنے کے لئے یہ تقسیم کی گئی ہے) تو عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ میں نے اپنے دل میں کہا: بخدا میں اس (گمراہ کن پروپیگنڈے) کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور دوں گا چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور جو اس شخص نے کہا تھا آپ کو اس کی اطلاع دی (کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک (یہ سن کر ایک دم غصہ کے مارے کندن کی طرح) سرخ ہو گیا پھر (قدرے سکون کے بعد) فرمایا تو پھر اور کون انصاف کرے گا جب اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی انصاف نہ کریں گے (یعنی انصاف اور محل انصاف کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بڑھ کر کوئی نہیں سمجھ سکتا جب اس دریدہ دہن شخص کے بقول اس تقسیم میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے انصاف نہیں کیا تو اور دنیا میں کون انصاف کر سکتا ہے حقیقت صرف یہ ہے کہ اس شخص کو کچھ نہیں ملا اس لئے یہ بکواس کر رہا ہے اس کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہزاروں ہزار رحمت فرمائیں بیشک ان کو تو (ان کی امت کی جانب سے) اس سے بہت زیادہ ایذائیں پہنچائی گئی ہیں مگر انہوں نے ہمیشہ صبر وضبط سے کام لیا (اور کوئی انتقامی کارروائی نہیں کی اسی طرح ہمیں بھی صبر وضبط سے کام لینا چاہئے) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ آپ کی اس اذیت کو دیکھ کر اس اطلاع دینے پر بہت پچھتائے اور انہوں نے (دل میں) کہا کہ آئندہ میں ہرگز ہرگز کوئی تکلیف دہ بات آپ کی خدمت میں پیش نہ کروں گا۔

تشریح: حدیث کے ترجمہ میں ہم قوسین (بریکٹ) کے درمیان واضح کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نومسلم قبائل اور ان کے سرداروں کو مال غنیمت کی تقسیم میں قدیم ترین مہاجر و انصار غازیوں پر فوقیت اور ترجیح محض دینی مصلحت اور شرعی حکم تالیف القلوب (نومسلموں کی دلجوئی) کے تحت دی تھی چنانچہ قرآن کریم میں مولفۃ القلوب کی ایک مستقل قسم مذکور

ہے اس لئے آپ چاہتے تو رسول ثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف اس گمراہ کن پروپیگنڈہ کرنے والے کو سزا دے سکتے تھے مگر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم:

اور صبر کرو (اے نبی) جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے کے تحت صبر وضبط سے کام لیا اور حضرت موسیٰ کا واقعہ یاد کر کے اپنی اذیت اور غم وغصہ کو تسکین دی۔

قرآن کریم میں حضرت موسیٰ کی ایذا کا ذکر

اور حضرت موسیٰ کی ایذا رسانی خود ان کی زبانی قرآن کریم میں مذکور ہے ارشاد ہے۔

اور جب کہ (حضرت) موسیٰ نے اپنی (موذی) قوم سے کہا: تم یہ جانتے ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا تمہارا رسول ہوں، مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو؟

امت کو ایذاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بچنے کی تاکید

اسی لئے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا ہے۔

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح (موذی) مت بنو جنہوں نے موسیٰ کو ایذا پہنچائی اور ایذاء رسول کی شدید ترین سزا کا بھی اعلان کیا ہے۔ بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں۔

ایذاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں سزا

مگر اس کے باوجود بعض اشقیاء امت ایذاء رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہو کر ابدی ہلاکت میں گرفتار ہوئے ہیں یہ شقی ازلی وہی منافق ہے جس کی اولاد اور پیرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی پیشنگوئی کے مطابق عالم اسلام کے لئے ایک عظیم اور ہلاکت خیز داخلی فتنہ کے موجب بنے ہیں اور تاریخ میں خوارج کے نام سے مشہور ہوئے ہیں اور تقریباً تین صدی تک امت کے لئے جان لیوا مصیبت بنے رہے ہیں بے شمار مسلمانوں کا بے دریغ خون بہایا ہے مسلمانوں کا قتل وغارت ان کا خاص شیوہ رہا ہے خونریز لڑائیوں کے بعد خدا خدا کر کے امت ان کی بیخ کنی کرنے میں کامیاب ہوئی ہے اس شخص کا نام ذوالخویصرہ تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے رفیق جہاد غازیوں نے جنگ نہروان میں اسے قتل کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کو ایذاء پہنچانے کا حکم

یاد رکھئے ایذا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتکب شخص جیسے آپ کی حیات میں کافر اور واجب القتل تھا ایسے ہی آپ کی وفات کے بعد بھی، امت قطعی دلائل کی روشنی میں، ایسے شخص کے کفر اور قتل پر متفق ہے چنانچہ تقریباً ہر دور میں ایسے موذی اور شاتم رسول پیدا ہوتے رہے ہیں اور اسلامی حکومتیں یا غیرت ایمانی کے مالک مسلمان ان کو قتل کرتے اور کیفر کردار تک پہنچاتے رہے ہیں اس ترجمہ کے وقت بھی ایک غیور مسلمان نے ایک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے موذی کو حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبات سے مشتعل ہو کر قتل کر دیا ہے اور سندھ میں اس پر مقدمہ چل رہا ہے اور کابل میں امیر کابل کے شاتم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کی سزا دینے کا واقعہ تو مشہور ہی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے۔
ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں۔
ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

مومن زیادہ تر مصیبتوں میں کیوں گرفتار رہتے ہیں

وعن انس رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: اذا اراد الله بعبده الخیر عجل له العقوبة فی الدنیا، واذا اراد الله بعبده الشر امسک عنه بذنبه حتی یوافی به یوم القیامة، وقال النبی صلی الله علیه وسلم: ان عظم الجزآء مع عظم البلاء، (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی (نیکوکار) بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں تو (اسکی کوتاہیوں اور خطاؤں کی) جلدی سے دنیا میں ہی کسی مصیبت میں گرفتار کر کے سزا دے دیتے ہیں (اور آخرت کے دردناک ابدی عذاب سے بچالیتے ہیں) اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی (نافرمان وبدکار) بندے کا برا چاہتے ہیں تو اس کے گناہوں کی سزا دنیا میں نہیں دیتے تاکہ قیامت کے دن (اس کے اگلے پچھلے تمام گناہوں کی) پوری پوری سزا دیں۔

مصیبتوں کے وقت ایک مومن کو کیا کرنا چاہئے

یہ حدیث پاک ہر مسلمان کو سبق دیتی ہے کہ جب بھی وہ کسی آفت ومصیبت یا دکھ بیماری میں گرفتار ہو تو فوراً اس کو اپنے شب وروز کے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے اگر کوئی گناہ یا نافرمانی سرزد ہوئی ہو تو فوراً اس سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے اگر کسی کی حق تلفی ہوئی ہو تو جلد از جلد اس کی تلافی کرنی چاہئے اور اسی کے ساتھ صبر وشکر بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے دنیا میں ہی سزا دے کر آخرت کے عذاب سے بچالیا اور اگر بظاہر خدا کی ناراضگی کا کوئی سبب نظر نہ آئے تب بھی توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ بہت سے گناہوں کا ہمیں پتہ بھی نہیں چلتا۔ اور صبر وشکر بھی کہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے کفارہ سیئات اور رفع درجات کا سامان پیدا کر دیا بہر حال مصائب وآلام اور دکھ بیماری میں گرفتار ہونے کے وقت ایک مومن کا وظیفہ اور شعار بجائے شکوہ وشکایت اور جزع وفزع (رونے دھونے واویلا کرنے) کے توبہ واستغفار اور صبر وشکر ہونا چاہئے۔

ہماری حالت اور اس کی اصلاح کی تدبیر

اس زمانے میں ہماری خدا سے بے تعلقی کا یہ عالم ہے کہ ہم ان مصائب وآلام کو رفع کرنے اور دکھ بیماری کا علاج کرنے کے لئے ہر طرف دوڑتے ہیں دنیاوی تدابیر واسباب میں تو سرگرداں رہتے ہیں مگر خدا کی طرف بھول کر بھی متوجہ نہیں ہوتے خدا کا نام زبان پر آتا بھی ہے تو گستاخانہ شکوہ وشکایت اور اظہار ناراضگی کے لئے۔ اس سے خدا کی ناراضگی اور بھی بڑھتی ہے اور اس کے نتیجے میں مصیبتوں اور دکھ بیماری میں اور اضافہ ہوتا ہے حالانکہ مسبب الاسباب اور کارساز مطلق وہی ہے اس کے حکم کے بغیر نہ کوئی تدبیر کارگر ہو سکتی ہے نہ دوا علاج، اور نہ کوئی مددگار وہمدرد ہی کچھ کر سکتا ہے نہ طبیب وڈاکٹر ہی، کس قدر خسارہ اور تباہی کا موجب ہے ہماری یہ غفلت اور بے تعلقی خدا سے' نسوا الله فنسیهم' کے مطابق ہم نے خدا کو بھلا دیا خدا نے ہم کو بھلا دیا: خدا ہماری حالت پر رحم کرے اور ہمیں توبہ واستغفار، صبر وضبط اور شکر کی توفیق عطا کرے آمین۔

مومنوں کیلئے مصیبتیں ایک بشارت ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑی جزائے خیر بڑی

ہی مصیبت (برداشت کرنے) پرملتی ہے اور اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت فرماتے ہیں انہیں (مصیبتوں دکھ بیماریوں اور جانی ومالی نقصان میں گرفتار کرکے) آزماتے ہیں پس جو شخص (اللہ کی مرضی پر) راضی رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے راضی ہوتے ہیں اور جو شخص (ان مصیبتوں میں جزع وفزع اور واویلا کرتا ہے اور) اللہ تعالیٰ سے (شاکی اور) ناراض ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس سے ناراض ہوجاتے ہیں۔

تشریح! اس بشارت کی شرط صبر ہے

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والوں کے لئے یہ حدیث بہت بڑی بشارت ہے بشرطیکہ وہ صبر وضبط سے کام لے کر اللہ تعالیٰ کی مرضی پر دل سے راضی رہیں اللہ تعالیٰ ہمیں مصائب وآلام پر صبر وضبط کی اور اپنی مرضی پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرمائیں قرآن کریم بھی اس کی تاکید کرتا ہے رضی الله عنهم ورضوا عنه (اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرمادیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرمادیجے۔ آمین

صبر وضبط کا ایک بینظیر اور سبق آموز واقعہ

وعن انس رضی الله عنه قال: کان ابن لابی طلحة رضی الله عنه یشتکی فخرج ابو طلحة، فقبض الصبی، فلما رجع ابو طلحة قال: ما فعل ابنی؟ قالت ام سلیم. وهی ام الصبی: هو اسکن ما کان الخ. (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا بیمار تھا وہ (اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر) سفر میں چلے گئے تو (ان کے پیچھے) اس لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ جب ابوطلحہ (سفر سے) واپس آئے تو (آتے ہی) انہوں نے (اپنے بیٹے کا حال) دریافت کیا۔ میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ (ان کی اہلیہ اور بچے کی ماں ام سلیم نے کہا: اب تو اس کو پہلے کی نسبت بہت زیادہ سکون ہے (وہ یہ سن کر مطمئن ہوگئے) تو ام سلیم نے شام کا کھانا ان کے سامنے رکھا انہوں نے شکم سیر ہوکر کھانا کھایا پھر (رات کو) جماع بھی کیا جب وہ (سب کاموں سے) فارغ ہوگئے تو ام سلیم نے بتلایا کہ (تمہارے بیٹے کا تمہارے سفر میں جانے کے بعد انتقال ہوگیا تھا لوگوں نے اس کو دفن کردیا ہے (انہیں بیٹے کی وفات کے صدمہ کے علاوہ اپنی بیوی کی یہ حرکت بھی بہت ناگوار گزری تو صبح ہوتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (بطور شکایت) تمام واقعہ بیان کیا تو آپ نے (ام سلیم کے صبر وضبط سے خوش ہوکر) فرمایا: تو تم نے شب زفاف بھی منائی؟ ابوطلحہ نے عرض کیا: جی ہاں آپ نے ان دونوں کے لئے (اولاد صالح کی) دعا فرمائی اے اللہ تو ان دونوں کو برکت عطا فرما'' چنانچہ ام سلیم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو انسؓ کہتے ہیں مجھ سے ابوطلحہؓ نے کہا: اس بچہ کو گود میں اٹھاؤ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ چند کھجوریں بھی ساتھ بھیجیں (جب میں آپ کی خدمت میں بچے کو لیکر حاضر ہوا) تو آپ نے دریافت فرمایا: کچھ اس بچے کے ساتھ لائے بھی ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یہ چند کھجوریں ہیں آپ نے (ان میں سے) ایک کھجور اٹھائی اور دہن مبارک میں چبائی اور اپنے دہن سے نکال کر بچہ کے منہ میں رکھ دی اور پھر تحنیک کی (یعنی بچہ کے تالو سے لگا کر چٹادی) اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ مشہور محدث سفیان ابن عیینہ کہتے ہیں مجھ سے قبیلہ انصار کے ایک آدمی نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا برکت کا کرشمہ دیکھا کہ ابوطلحہ کے اس لڑکے کے (جس کا نام آپ نے عبداللہ رکھا تھا اور برکت کی دعا فرمائی تھی) نو لڑکے ہیں جو سب کے سب قرآن کے قاری (اور حافظ وعالم) ہیں'' صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں (یہی واقعہ زیادہ وضاحت کے ساتھ مذکور) ہے اس کے الفاظ یہ ہیں: ابوطلحہ کے ایک لڑکے کا جو ام سلیم کے بطن سے تھا (ان کی عدم موجودگی میں) انتقال ہوگیا تو ام سلیم نے اپنے تمام اقرباء سے کہا: تم میں سے کوئی بھی ابوطلحہ کو (سفر سے واپسی پر) اس کے بیٹے کی وفات کی خبر نہ دے (اور تعزیت نہ کرے) جب تک کہ میں خود ان کو اس کی اطلاع نہ دے دوں چنانچہ ابوطلحہ (سر شام) سفر سے واپس آئے تو ام سلیم نے (بڑے اطمینان سے) شام کا کھانا ان کے سامنے رکھا ابوطلحہ نے خوب شکم سیر ہوکر کھانا کھایا پھر اس کے بعد ام سلیم نے (بتکلف) اپنے سابقہ معمول سے بھی بہتر بناؤ سنگھار کیا (اور شب عروس کے سی تیاری کی) چنانچہ ابوطلحہ نے (پورے نشاط کے ساتھ) جماع کیا جب ام سلیم کو اطمینان ہوگیا کہ انہوں نے شکم سیر ہوکر کھانا بھی کھالیا

اور اپنی طبعی خواہش بھی پوری کر لی تو ام سلیم نے کہا: اے ابوطلحہ! ذرا یہ تو بتلایئے کہ اگر کسی نے کسی اہل خانہ کو کوئی چیز بطور عاریت دی ہو اور وہ اس عاریت کو واپس مانگے تو کیا صاحب خانہ کو واپس دینے سے انکار کرنے کا حق ہے؟ ابوطلحہ نے کہا: نہیں (ہرگز نہیں) تو ام سلیم نے کہا: تو آپ اپنے بیٹے (کی وفات) پر بھی بنیت اجر وثواب صبر کیجئے'' ابوطلحہ یہ سنتے ہی غصہ سے آگ بگولا) ہو گئے اور بولے: اری نیک بخت بیوی! اب جبکہ میں حیوانی خواہش (جماع) سے آلودہ ہو چکا اب تو مجھے میرے بیٹے کی وفات کی خبر دینے چلی ہے'' اور (صبح ہوتے ہی) گھر سے چل دیئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور (بڑے غم وغصہ کے ساتھ) پورا واقعہ بیان کیا تو آپ نے (ازراہ تحسین وتسلی) فرمایا: اللہ تعالیٰ تم دونوں میاں بیوی کو تمہاری اس شب (عروسی) میں برکت (یعنی اولاد صالح) عطا فرمائیں (چنانچہ اس دعا کے نتیجہ میں) ام سلیم کے ہاں (نو ماہ بعد) لڑکا پیدا ہوا اس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے اور ام سلیم بھی (اپنے شوہر ابوطلحہ کے ساتھ) اس سفر میں آپ کے ہمرکاب تھیں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ جب کسی سفر سے مدینہ طیبہ واپس تشریف لاتے تو رات کے وقت بستی میں داخل نہ ہوتے (اور شہر کے باہر منزل گاہ (پڑاؤ) پر رات گزار کر صبح کو بستی میں داخل ہوتے) چنانچہ جب یہ قافلہ مدینہ کے قریب پہنچا (اور رات کو منزل گاہ پر قیام کیا) تو ام سلیم کو دردزہ شروع ہو گیا (جس کی وجہ سے صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب مدینہ میں داخل ہونا دشوار نظر آنے لگا) چنانچہ ان کی وجہ سے ابوطلحہ کو بھی وہیں رکنا پڑا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے تو راوی کہتا ہے کہ: ابوطلحہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے محرومی پر انتہائی یاس کے عالم میں) کہنے لگے: اے میرے رب! تو جانتا ہے کہ میرا جی چاہتا ہے کہ (کسی بھی سفر میں) جب آپ مدینہ سے روانہ ہوں تب بھی میں آپ کے ہمراہ چلوں اور جب آپ (واپس) مدینہ میں داخل ہوں تب بھی میں آپ کے ہمراہ مدینہ میں داخل ہوں اور اس وقت تو دیکھتا ہے کہ مجھے ام سلیم کی وجہ سے یہاں رکنا پڑ رہا ہے تو ام سلیم بولیں: اے ابوطلحہ اب تو مجھے دردزہ کی تکلیف ذرا بھی محسوس نہیں ہو رہی (چلو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مدینہ چلیں) چنانچہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل پڑے اور مدینہ پہنچنے کے بعد دردزہ ہوا اور لڑکا پیدا ہوا حضرت انسؓ کہتے ہیں میری والدہ ام سلیم نے کہا: اے انس اس بچہ کو اس وقت تک کوئی دودھ نہیں پلائے گا جب تک کہ تم اس کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نہ لے جاؤ گے چنانچہ جب صبح ہوئی تو میں نے اس بچہ کو گود میں لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کیا اس کے بعد واقعہ وہی ہے جو اوپر والی روایت میں گزر چکا ہے۔

ایک مسلمان عورت کا عظیم الشان

صبر وضبط اور حوصلہ

اس حدیث پاک میں حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا کے صبر وتحمل اور شوہر کے ساتھ وفاشعاری کے جذبہ کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے اس لئے کہ اولاد کی فطری محبت خصوصاً نرینہ اولاد کی۔ اور اس حالت میں کہ ایک لڑکا جس کا نام عمیر تھا اس سے قبل فوت ہو چکا تھا۔ ماں کو جس قدر محبت ہوتی ہے باپ کو اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہوتی ماں کی گود کا خالی ہو جانا اس کے لئے ایک ہوش ربا سانحہ ہوتا ہے مگر چونکہ ام سلیم جانتی تھیں کہ ان کے شوہر کو بھی اس بچہ سے بے حد محبت تھی اگر سفر سے واپس آتے ہی ان کو اس سانحہ کی خبر دے دی گئی تو شدت غم واندوہ سے نہ معلوم کتنے دن تک کے لئے کھانے پینے اور آرام وراحت سے محروم ہو جائیں گے اس لئے خود اپنے کلیجہ

پرصبر وضبط کا پتھر رکھا اور شوہر کو سفر کی تکان دور کرنے کا موقع دیا نہ صرف یہ بلکہ بتکلف خود کو معمول سے زیادہ آراستہ وپیراستہ کر کے طبعی خواہش (جماع) کی ترغیب کا سامان بھی مہیا کیا اور فراغت کے بعد انتہائی حکیمانہ انداز میں بیٹے کی وفات کی خبر سنائی واقعی بڑے ہی سخت صبر وضبط عقل ہوش اور حوصلہ کا کام ہے اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تحسین ستائش اور دعا برکت فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نعم البدل عطا فرمایا ہمارے زمانہ کی خواتین اور ماؤں کے لئے یہ واقعہ انتہائی سبق آموز ہے۔

حضرت ام سلیمؓ مسلمان خواتین کیلئے قابل تقلید

حضرت ام سلیم انصاریہ رضی اللہ عنہا اپنی خداپرستی' دینداری اور خوبیوں کے اعتبار سے ایک قابل تقلید مسلمان خاتون ہیں خصوصاً مسلمان عورتوں کے لئے' ان کے پہلے شوہر حضرت انس کے والد کا نام مالک تھا جونہی اسلام مدینہ میں پہنچا یہ فوراً مسلمان ہوگئیں نہ صرف یہ بلکہ اپنے شوہر مالک کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی وہ شقی القلب کافر اس پر بے حد غضب ناک ہوا اور گھر سے نکل گیا اور ملک شام چلا گیا اور وہیں وفات پا گیا ابو طلحہ ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے عدت گزرنے کے بعد انہوں نے ام سلیم کو نکاح کا پیغام بھیجا ام سلیم نے اسلام قبول کر لینے کی شرط کے ساتھ اپنی آمادگی ظاہر کی چنانچہ ابو طلحہ مسلمان ہو گئے اور ام سلیم سے نکاح کر لیا اس لحاظ سے ابو طلحہ حضرت انس کے سوتیلے باپ ہیں۔

ام سلیمؓ کی خدمت گزاری کا صلہ

ام سلیم بے حد سمجھدار مدبر اور منتظم اور خدمت گزار خاتون تھیں اسی لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم امور خانہ داری اور ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن سے متعلق نسوانی انتظامات انہی کے سپرد فرمایا کرتے تھے انہوں نے اپنے بڑے بیٹے حضرت انسؓ کو دس سال کی عمر میں ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور خادم پیش کر دیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما لیا تھا اور دس سال تک شب و روز اندرون خانہ اور بیرون خانہ سفر میں ہوں یا حضر میں برابر خدمت میں مصروف رہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا اثر

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ام سلیم نے ایک دن انس کے لئے دعاء برکت کی درخواست کی آپ نے از راہ کمال شفقت انس کے لئے عمر میں درازی اور مال و اولاد میں برکت کی دعا فرمائی چنانچہ انسؓ نے سو سال سے زیادہ لمبی عمر پائی اور ان کی زندگی ہی میں ان کے بیٹوں پوتوں کی تعداد بھی سو سے اوپر پہنچ گئی تھی اور ان کا شمار ہمیشہ دولت مند صحابہؓ میں رہا اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کے دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں کہ یہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی خدمت اور محبت کی دلیل اور دنیا و آخرت میں کام آنے والا سرمایہ ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

بہادری زورآزمائی کا نام نہیں ہے

وعن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ليس الشديد بالصرعة، انما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑا بہادر وہ نہیں ہے جو (کشتی میں) سب کو پچھاڑ دے شہ زور بہادر تو درحقیقت صرف وہ شخص ہے جو غیض وغضب (کی حالت) میں خود کو اپنے قابو میں رکھے۔

شجاعت اور بہادری کا معیار

حدیث پاک کی تعلیم کا حاصل یہ ہے کہ جسمانی قوت وطاقت اور اس کے استعمال کرنے کی قدرت پر شجاعت کا مدار نہیں شجاعت کا مدار صرف قوت نفس پر ہے اور اس کا پتہ صرف اس وقت چلتا ہے جبکہ انسان انتہائی غیض وغضب اور اشتعال کی حالت میں بھی اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور وہی کرے جو عقل سلیم، کرم نفس اور قانون عدل وانصاف کا تقاضا ہو اگر عقل اور شریعت جسمانی طاقت سے کام لینے اور سزا دینے کو ضروری قرار دیں تو جسمانی طاقت استعمال کرے اور اسی حد تک جس حد تک ضروری ہو ورنہ نہیں خواہ نفس کتنا ہی طاقت استعمال کرنے اور انتقام لینے کا تقاضا کرے مگر اس کے تقاضہ پر عمل نہ کرے بلکہ صبر اور درگزر سے کام لے۔

امام نووی اس حدیث کو صبر کے باب میں کیوں لائے

اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو شجاعت کے بجائے صبر کے بیان میں نقل کیا ہے اس لئے کہ کامل صبر وضبط کے ملکہ کے بغیر اس حدیث پر عمل نہیں کیا جاسکتا گویا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں درحقیقت صبر وضبط کی تعلیم دے رہے ہیں چنانچہ خلق عظیم کے مالک افضل الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرہ طیبہ اور آپ کے اسوہ حسنہ کے رنگ میں رنگے ہوئے صحابۂ کرام خصوصاً حضرت علی مرتضیٰ اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کی سیرت میں اس شجاعت اور صبر وضبط کی مثالیں آپ کو بکثرت ملیں گی کہ آپ کو ناانصافی کا اتہام لگانے والے لوگ گستاخ شخص پر کتنا شدید غصہ آیا تھا آپ چاہتے تو اس کو توہین وایذاء رسول کے جرم میں قتل کرسکتے تھے مگر چونکہ آپ کا ذاتی معاملہ تھا اس لئے آپ نے صبر اور درگزر سے کام لیا یہی قرآن مجید کی تعلیم ہے ارشاد ہے۔

اور بخدا اگر تم درگزر کرو (اور انتقام نہ لو) تو یہ تو صبر کرنے والوں کے لئے بہت بہتر ہے

صبر اور درگزر کہاں نہیں کرنا چاہئے

باقی اگر اسی اور پر کوئی ظلم کرتا ہو یا کسی کی آبرو پر حملہ کرتا ہو تو آپ ہرگز درگزر نہیں فرماتے تھے اور قرار واقعی سزا دیتے تھے چنانچہ صلوٰت ماثورہ (مسنون درود) کے کلمات میں آپ کی شان یہ مذکور ہے۔

اے اللہ تو رحمت نازل فرما ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جس کی مجلسوں میں کسی کی بے آبروئی نہیں کی جاتی تھی اور جو ظلم کرنے والے سے چشم پوشی (اور درگزر) نہیں فرمایا کرتے تھے۔

انسان کے صبر وضبط کی آزمائش کا موقعہ

وعن سليمان بن صرد رضى الله عنه قال: كنت جالساً مع النبى صلى الله عليه وسلم ورجلان يستبان، وأحدهما قد احمز وجهه، وانتفخت اوداجه. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انى لا علم كلمة لو قالها لذهب عنه ما يجد، لو قال: اعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ذهب منه ما يجد، فقالوا له: ان النبى صلى الله عليه وسلم قال: تعوذ بالله من الشيطان الرجيم، متفق عليه

ترجمہ: حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ: میں (ایک دن) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اور دو آدمی آپس میں گالی گلوچ کر رہے تھے ان میں سے ایک کا (غصہ کے مارے برا حال تھا) چہرہ سرخ ہو رہا تھا گردن کی رگیں پھول رہی تھیں تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا: مجھے ایک کلمہ ایسا معلوم ہے کہ اگر یہ اس کلمہ کو پڑھ لے تو اس کا یہ سارا غصہ کافور ہو جائے گا اگر یہ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم پڑھ لے تو اس کا یہ سارا غصہ ختم ہو جائے'' تو لوگوں نے اس شخص سے کہا (ارے بے وقوف) نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو اعوذ بالله من الشيطان الرجيم کیوں نہیں پڑھ لیتا یعنی مردود شیطان سے اللہ کی پناہ کیوں نہیں لے لیتا۔

غصہ کو فرو کرنے اور صبر وضبط اختیار کرنے کی تدبیر

غصہ اور غیض وغضب خاص کر کسی شخص کی بے جا زیادتی پر ایک طبعی چیز اور فطری امر ہے اور انسان کا ازلی دشمن مردود شیطان اس طبعی اور فطری جذبہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عموماً انسان کو ظلم وجور اور باہمی جھگڑے فساد کا مرتکب بنا دیتا ہے اس حالت میں صبر وضبط سے کام لینا اور عقل وخرد کے تقاضے یا شریعت کی تعلیمات پر عمل کرنا اور مردود شیطان کے بچھائے ہوئے جال سے بچنا بڑا ہی مشکل کام ہے اسی لئے اس حدیث پاک میں غیض وغضب کو فرو کرنے کی تدبیر شیطان لعین سے اللہ کی پناہ لینا اور صبر وتحمل اختیار کرنا بتلائی ہے جیسا کہ اگلی حدیث نمبر ۲۴ میں اس صبر وضبط کے اجر عظیم کی بشارت دی گئی ہے۔

انتقام لینے کی قدرت کے باوجود صبر وضبط

حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنا غصہ اتارنے (اور بدلہ لینے) پر قادر ہو اور اس کے باوجود وہ اپنے غصہ کو دبائے (اور قابو میں رکھے) اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ وہ جنت کی آہو چشم حوروں میں سے جس کو چاہے لے لے۔

ان دونوں حدیثوں کو صبر کے باب میں لانے کی وجہ

آپ ہر دو حدیثوں کی مذکورہ بالا تشریح سے بخوبی سمجھ چکے ہیں کہ غیض وغضب اور غصہ، جو بقول حکماء جنون ساعۃ وقتی دیوانگی ہے۔ کے حملہ سے بچنے یا اس کے حملہ کے وقت اس کی مضرت سے بچنے کی واحد تدبیر صبر وضبط اور تحمل وبردباری کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا ہے اسی کی ان دونوں حدیثوں میں تعلیم دی گئی ہے اسی لئے امام نووی ان کو صبر کے باب میں لائے ہیں۔

غیض وغضب اور صبر وضبط

وعن ابی هريرة رضى الله عنه، ان رجلا قال للنبى صلى الله عليه وسلم: اوصنى، قال ولا تغضب، فردد مرارا، قال: لا تغضب (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیے (جس پر میں عمر بھر کاربند رہوں) آپ نے فرمایا: غصہ کبھی مت کرنا راوی کہتے ہیں: اس شخص نے (اپنی کوتاہ فہمی کی وجہ سے) بار بار یہی سوال لوٹایا: مجھے وصیت کیجئے'' آپ نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا: غصہ کبھی مت کرنا۔

غصہ بری بلا ہے اور اسکا علاج صبر وتحمل کا ملکہ ہے

حقیقت یہ ہے کہ اچھے سے اچھا سمجھدار انسان بھی شدید غصہ کی حالت میں عقل وخرد سے خارج اور بالکل پاگل ہو جاتا ہے نہ خدا رسول کی تعلیمات کا ہوش رہتا ہے نہ اخلاق وانسانیت کے تقاضوں کا' اسی لئے کہا گیا ہے **الغضب جنون ساعة** (غصہ تھوڑی دیر کی دیوانگی کا نام ہے) علماء اخلاق نے لکھا ہے کہ بعض مرتبہ شدت غیض وغضب سے انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے یا مستقل طور پر پاگل ہو جاتا ہے اور یہ تو بالکل عام بات ہے کہ غصہ فرو ہونے کے بعد انسان خود کو اپنے کئے پر ملامت کیا کرتا ہے اور بسا اوقات بڑے بڑے دور رس نقصانات اٹھانے پڑتے ہیں اور اس غصہ کے بھوت پر قابو پانا صبر وضبط کا ملکہ پیدا کئے بغیر اور برداشت وتحمل کی عادت ڈالے بغیر ممکن نہیں لہٰذا غصہ نہ کرنے کی وصیت کا منشا درحقیقت صبر وضبط کی عادت ڈالنے کی وصیت فرمانا ہے اور صبر وضبط کے دنیوی واخروی فوائد اور عنداللہ پسندیدہ اور موجب اجر وثواب ہونے کا حال آپ اس باب کی قرآن آیات میں پڑھ چکے ہیں اور احادیث میں پڑھ ہی رہے ہیں اسی لئے امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کو صبر کے باب میں لائے ہیں۔

صبر وشکر اختیار کرنے کا صلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ: مومن مردوں اور مومن عورتوں کے جان پر' اولاد پر' مال پر' (ناگہانی) بلائیں اور مصیبتیں برابر آتی رہتی ہیں (اور وہ برابر توبہ واستغفار اور صبر وشکر کرتے رہتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کی خطائیں معاف ہوتی رہتی ہیں) یہاں تک کہ وہ تمام گناہوں اور خطاؤں سے پاک وصاف اللہ سے جا ملتے ہیں۔

صبر وضبط کا عظیم فائدہ

کمال ایمان کا لازمی تقاضہ ہے' مصائب پر صبر وشکر اور توبہ واستغفار' اور ظاہر ہے کہ جب ایک مخلص مومن کا شب وروز کا وظیفہ توبہ واستغفار ہوگا تو گناہوں اور خطاؤں کے باقی رہنے کا سوال ہی نہیں باقی رہتا حدیث شریف میں آتا ہے **التآئب من الذنب كمن لاذنب له** (گناہ سے توبہ کر لینے والا اس شخص کی مانند ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو) ایسی صورت میں صبر وشکر کا رفع درجات اور قرب الٰہی کا موجب ہونا سابقہ احادیث کی روشنی میں یقینی ہے اور یہی ایک مومن کی انتہائی معراج ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حضرت عمرؓ کے صبر وتحمل کا ایک واقعہ

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قدم عيينة بن حصن فنزل على ابن اخيه احر بن قيس، وكان من النفر الذين يدنيهم عمر رضی الله عنه، وكان القراء اصحاب مجلس عمر رضی الله عن ومشاورته كهولا كانوا او شبازل فقال عيينة لابن اخيه (رياض الصالحين)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک عرب قبیلہ کا سردار) عیینہ بن حصن (مدینہ) آیا اور اپنے بھتیجے حر بن قیس کے پاس ٹھہرا یہ حر بن قیس اور لوگوں (یعنی ارا کین شوریٰ) میں سے تھے جن کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے سے قریب تر رکھتے تھے حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اہل مجلس (مقربین) اور ارباب شوریٰ (مشیر) حفاظ قرآن ہی ہوا کرتے تھے بڑے ہوں یا چھوٹے' سن رسیدہ ہوں یا نوعمر' تو عیینہ نے اپنے بھتیجے حر بن قیسؓ سے کہا: برادرزادے! تمہیں ان امیر المومنین سے قرب خاص حاصل ہے تو مجھے ملاقات کی اجازت لے دو چنانچہ حر بن قیسؓ نے ملاقات کی اجازت طلب کی حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی جب یہ دونوں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عیینہ نے کہا: اے خطاب کے بیٹے! وہ (شکایت جس کے پیش کرنے کے لئے میں آیا ہوں) یہ ہے کہ خدا کی قسم نہ تم ہمیں (ہمارے قبیلہ کو) عطا کثیر ہی دیتے ہو اور نہ ہمارے حق میں عدل وانصاف ہی کرتے ہو' فاروق اعظم (اس دریدہ ذہنی اور افترا پردازی پر) غصہ (سے آگ بگولا) ہو گئے یہاں تک کہ آپ نے قصد کیا کہ اس (گستاخ مفتری) کو قرار واقعی سزا دیں تو حر بن قیس فوراً بولے! امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاہلین۔ عفو کو اختیار کرو' بھلی بات کا حکم دو اور جاہلوں سے درگزر کرو۔ اور یہ (میرا چچا) یقیناً جاہلوں میں سے ہے (اور اسلامی اخلاق وآداب سے نابلد ہے) راوی حدیث ابن عباسؓ کہتے ہیں: خدا کی قسم جوں ہی حر بن قیسؓ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی حضرت عمر (کا غصہ بالکل سرد پڑ گیا اور انہوں) نے آیت کریمہ (کے حکم) سے سر مو تجاوز نہیں کیا حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں: فاروق اعظمؓ کتاب اللہ کے حکم کے سامنے ہمیشہ سر تسلیم خم کر دیا کرتے تھے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خصوصیت

فاروق اعظمؓ جیسے سخت مزاج انسان۔ جن کے متعلق سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یہ ہے **واشدهم فی امر الله عمر** (اللہ کے معاملہ میں تمام صحابہؓ سے زیادہ سخت عمر ہیں) کا عمر پر نہیں بلکہ خلیفہ رسول اللہ پر' ناانصافی کا الزام لگانے والے گستاخ شخص پر مشتعل اور غصہ سے آگ بگولا ہو جانا نہ صرف فطری بلکہ دینی تقاضہ تھا۔ مگر آیت کریمہ کو سنتے ہی غیض وغضب کا یکسر فرو ہو جانا انتہائی صبر وتحمل کی دلیل ہے درحقیقت انتہائی اشتعال اور محل غیض وغضب کی حالت میں صبر وتحمل اختیار کرنا بے حد کٹھن اور مشکل کام ہے اور صبر وضبط کی سب سے بڑی آزمائش ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق خاص کے بغیر اس کٹھن آزمائش میں پورا اترنا ممکن نہیں اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس صبر وتحمل کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشن گوئی

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد (غیر مستحق

لوگوں کو مستحقین پر) ترجیح (فوقیت) دی جائے گی اور ایسے امور پیش آئیں گے جن کو تم اوپر (غیر اسلامی) محسوس کرو گے (یعنی میری سنت اور سیرت کے خلاف محسوس کرو گے صحابہؓ نے عرض کیا: تو (ایسے وقت کے لئے) آپ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو تمہارے اوپر (حکمرانوں کی اطاعت کا) حق ہے اس کو تو پورا پورا ادا کرنا اور جو تمہارا حق ہو (اور وہ مارا جائے اس کو اللہ تعالیٰ سے مانگنا (حکمرانوں کے خلاف بغاوت ہرگز نہ کرنا جب تک کہ کھلے کفر کی نوبت نہ آجائے)

صبر کا ایک اہم مقام

علانیہ حق تلفی کو برداشت کرنے کے لئے بھی بڑے حوصلہ اور صبر وضبط کی ضرورت ہے اسلامی ملکوں میں امن وامان برقرار رکھنے کی نیت سے اس ظلم و جور کو برداشت کرنا بہت بڑی قومی اور اجتماعی نیکی اور عند اللہ اجر وثواب عظیم کا موجب ہے اس لئے کہ ان اللہ لایحب الفساد (بیشک اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا۔)

قومی اور جماعتی امن وامان کی تعلیم

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک انصاری رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا آپ مجھے عامل (زکوۃ وصدقات کا محصل) نہیں بنا دیتے؟ جیسے آپ نے فلاں شخص کو بنایا ہے؟" تو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (میں نے تو کسی غیر مستحق کو مستحق پر فوقیت نہیں دی ہاں تم میرے بعد عنقریب یہ ترجیح (اور حق تلفی) دیکھو گے پس اس وقت تم اس پر مرتے دم تک صبر کرنا (اور حق تلفیاں کرنے والوں کے خلاف کوئی باغیانہ قدم نہ اٹھانا) یہاں تک کہ (اس صبر وتحمل کے صلہ میں) تم مجھ سے حوض کوثر پر آملو۔

حاکم کی حق تلفی کے باوجود صبر وتحمل اختیار کی ہدایت

اسلام مذہب "امن وسلام" ہے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعلیمات قومی اور اجتماعی امن وسلامتی کو برقرار رکھنے راعی اور رعایا' حکومت اور اہل ملک' کے درمیان مخالفت اور خانہ جنگی کا سدباب کرنے پر مبنی ہیں عموماً حکمرانوں سے حق تلفیاں ہوتی ہیں نہ بھی ہوں تو بھی عوام محسوس کرتے ہیں کہ ہماری حق تلفی ہو رہی ہے درحقیقت کچھ حکومت اور حکمرانوں کی بھی مشکلات اور دشواریاں ہوتی ہیں جن کی بنا پر وہ اپنے رویہ میں حق بجانب ہوتے ہیں مگر عوام' یا ان سے صحیح معنی میں واقف نہیں ہوتے یا وہ اپنے حقوق کے مطالبہ میں اس قدر مغلوب ہو جاتے ہیں کہ انہیں وہ مشکلات اور دشواریاں نظر ہی نہیں آتیں اور حکمرانوں پر ظلم و جور اور حق تلفی کا الزام لگانے لگتے ہیں۔

ملک میں امن وامان قائم رکھنے کی اسلامی تدبیر

ایسی صورت میں ملک کے استحکام کو محفوظ رکھنے کی یہی تدبیر ہو سکتی ہے کہ ایک طرف حکمرانوں کو عدل وانصاف قائم کرنے اور بے رو رعایت عوام کے حقوق ادا کرنے کی سخت ترین تاکید کی جائے دوسری طرف لوگوں کو حق تلفیوں پر صبر وتحمل اور ایثار کی ترغیب دی جائے یہی اسلامی تعلیمات کی "روح" ہے اگر راعی اور رعایا حاکم اور محکوم نیک نیتی کے ساتھ ان تعلیمات پر قائم اور کاربند رہیں تو حکومت کی مخالفت اور بغاوت کی نوبت آ ہی نہیں سکتی اور ملکی استحکام کو نقصان پہنچ ہی نہیں سکتا اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے عوام اور حکمرانوں کو ان اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے: یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

میدان جہاد اور صبر و استقلال کی تعلیم

وعن ابی ابراهیم عبدالله بن ابی اوفی رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم فی بعض ایامه التی لقی فیها العدو، انتظر حتی اذا مالت الشمس قام فیهم (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض لڑائیوں میں دشمن پر حملہ کرنے میں (سورج ڈھلنے کا) انتظار فرمایا ہے۔

اسلامی جہاد کے آداب

یہاں تک کہ جب سورج ڈھل گیا ہے تو پہلے کھڑے ہوکر غازیوں سے خطاب فرمایا ہے: اے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والو! دشمن سے لڑائی کی آرزو مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت کی دعا مانگو پھر جب دشمن سے مقابلہ ہو ہی جائے تو صبر کرو (ثابت قدمی اور پائیداری سے کام لو) اور یقین کرلو کہ تلواروں کے سایہ کے نیچے جنت ہے (شہید ہوتے ہی سیدھے جنت میں جاؤ گے اور زندہ وجاوید ہوجاؤ گے) اس خطبہ کے بعد (ہاتھ اٹھا کر) دعا فرمائی ہے: اے اللہ تعالیٰ آسمان سے کتاب (قرآن) نازل کرنے والے بادلوں کو ادھر سے ادھر لے جانے والے اور باطل پرستوں کے گروہوں کو شکست دینے والے! تو ان دشمنوں کو پسپا کردے اور ان کے مقابلہ پر ہماری مدد فرما"۔

صبر و استقلال کی آزمائش کا سب سے بڑا مقام

ظاہر ہے کہ انسان کے صبر وضبط کی سب سے بڑی آزمائش کا مقام میدان جنگ ہے بڑے بڑے بہادروں کے قدم محاذ جنگ پر دشمنوں کی مسلح افواج کو دیکھ کر پھسل جاتے ہیں اسی لئے قرآن عظیم اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بڑا گناہ کبیرہ فرار من الزحف (محاذ جنگ سے فرار) کو قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہونے والوں کی موت کو اشرف الموت قتل الشهدآء (سب سے شریف موت شہیدوں کا قتل ہے) کے تحت سب سے زیادہ باعزت موت قرار دیا ہے تاہم دشمنوں سے لڑائی کی آرزو کرنے سے بھی منع فرمایا ہے جیسا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے اس میدان جنگ کے خطبہ سے ظاہر ہے یعنی دشمنوں سے خواہ مخواہ لڑائی مول بھی مت لو مگر جب جنگ ناگزیر ہوجائے تو صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ رکھو اور انتہائی پامردی کے ساتھ دشمنوں سے مرتے دم تک لڑو یہاں تک کہ اللہ کی راہ میں جان دے دو اور سیدھے جنت میں جاؤ۔

اسلام کے خلاف ایک پروپیگنڈے کی تردید

اس خطبہ سے دشمنانان اسلام کے اس پروپیگنڈے کی بھی زبردست تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اسلام تو صرف خونریزی اور غارتگری کی تعلیم دیتا ہے اسے امن وسلام سے کیا واسطہ اسلام اگر ایک طرف۔ جب دشمنانان اسلام سے جنگ کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہے تو انتہائی پامردی کے ساتھ لڑنے کی تعلیم دیتا ہے تو دوسری طرف دشمنوں سے باعزت صلح وآشتی کی بھی تعلیم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وان جنحوا للسلم فاجنح لها** (اے پیغمبر اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی صلح کی طرف مائل ہوجاؤ)

اسلامی جہاد کا مقصد

اسلام کی تمام تر قتال وجہاد کی تعلیمات کا واحد مقصد کلمۃ

اللہ۔ اللہ کے حکم کو۔ بلند کرنا اور اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنا ہے۔ جس کی زیر سایہ غیر مسلم بھی اسی طرح امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کر سکتے ہیں جیسے مسلمان۔ اسلام جس طرح ایک مسلمان کی جان ومال کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہے اسی طرح وہ ایک ذمی (غیر مسلم رعایا) کی جان ومال کی سلامتی کا بھی ضامن ہے تفصیل کے لئے قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی کی تعلیمات کی مراجعت کیجئے۔

صدق کے لغوی اور شرعی معنی

لغت کے اعتبار سے اگر چہ صدق کے معنی ''سچ بولنا'' اور واقعہ کے مطابق بات کہنا کئے جاتے ہیں اور اس لحاظ سے صدق انسان کی زبان اور قول کے ساتھ مخصوص ہوجاتا ہے مگر شریعت کی اصطلاح میں صدق کے تحت انسان کے قول کی طرح خود اس کا اپنا فعل بھی داخل ہے اور **صدق فی الفعل** کے معنی یہ ہیں کہ انسان جو زبان سے کہے اس پر عمل بھی کرے اس کو پورا بھی کرے اس لحاظ سے **صدق فی الفعل** کا تعلق اپنی ذات سے ہوجاتا ہے جیسا کہ **صدق فی القول** کا تعلق ''غیر'' سے ہوتا ہے یعنی کسی کے متعلق جو بات کہے بالکل سچی اور واقعہ کے مطابق کہے بالفاظ دیگر عربیت کی اصطلاح کے مطابق **صدق فی القول** ''خبر'' ہے اور **صدق فی الفعل** ''انشا'' ہے۔

صدق فی القول اور صدق فی الفعل کی خلاف ورزی

صدق فی القول کی خلاف ورزی یعنی جان بوجھ کر جھوٹ بولنا اور واقعہ کے خلاف بات کہنے پر تو قرآن کریم میں بے شمار وعیدیں آئی ہیں حتیٰ کہ **لعنة الله علی الکاذبین**۔ جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ تک کی تصریح ہے اسی طرح صدق فی الفعل کی خلاف ورزی۔ یعنی جو زبان سے کہنا اس پر عمل نہ کرنا۔ بھی شدید وعید آتی ہے ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! جو تم کرتے نہیں وہ زبان سے کیوں کہتے ہو۔ یعنی بڑی بری بات ہے بلکہ زبردست اخلاقی کمزوری ہے کہ جو زبان سے کہو اس پر عمل نہ کرو انسان کو اپنی زبان کا پاس ہونا چاہئے۔ چاہے کچھ بھی ہوجائے جو زبان سے کہا اسے پورا کرنا چاہئے گویا ایمان کے دعویٰ کے بالکل منافی ہے کہ جو تم زبان سے کہو اس پر عمل نہ کرو یا جو عہد کرو اس کو پورا نہ کرو۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ارشاد ہے۔

بہت بڑی ناراضگی کا موجب ہے اللہ کے نزدیک کہ تم جو کہو اس پر عمل نہ کرو۔ اس لئے ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ صادق القول یعنی ''راست گفتار'' بھی ہو اور صادق الفعل یعنی ''راست کردار'' بھی ہو تب ہی وہ کامل مومن ہوسکتا ہے خدا کی ناراضگی اور قہر وغضب سے بچ سکتا ہے اور اگر کبھی دانستہ یا نادانستہ طور پر قول یا فعل میں جھوٹ سرزد ہوجائے تو فوراً اس سے توبہ واستغفار کرے اور اگر وہ قول یا فعل کسی دوسرے شخص کے حق سے متعلق ہو تو اس کی تلافی کرنا یا اس سے معاف کرانا بھی از بس ضروری ہے جیسا کہ آپ توبہ کے شرائط میں پڑھ چکے ہیں۔

ہماری حالت اور اس کا نتیجہ

آج کل ہم مسلمانوں میں دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی جھوٹ۔ دونوں قسم کا۔ اس قدر عام ہوگیا ہے کہ نہ صرف یہ کہ اسے کوئی گناہ اور جرم نہیں سمجھتے بلکہ ''ہنر'' سمجھتے ہیں اسی لئے طرح طرح سے اللہ کا قہر وغضب ہم مسلمانوں پر نازل ہورہا ہے العیاذ باللہ

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرکے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

سچ کی عادت انجام نیک.....جھوٹ کی عادت انجام بد

فالاول عن ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الصدق یهدی الی البر وان البر یهدی الی الجنة، وان الرجل لیصدق حتی یکتب عند الله صدیقاً، وان الکذب یهدی الی الفجور، یهدی الی النار، وان الرجل لیکذب حتی یکتب عند الله کذاباً (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک سچ (انسان کو) نیکوکاری کا راستہ بتلاتا ہے اور نیکوکاری یقیناً (انسان کو) جنت میں پہنچا دیتی ہے اور بیشک آدمی سچ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں (اس کا نام) صدیقین میں لکھ دیا جاتا ہے (اس کے برعکس) جھوٹ (انسان کو) بدکاری کا راستہ بتلاتا ہے اور بدکاری یقیناً (انسان کو) جہنم میں پہنچا دیتی ہے اور بیشک آدمی جھوٹ بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں (اس کا نام) کذابین بڑے جھوٹوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

صادقین سے صدیقین تک، کاذبین سے کذابین تک

اس حدیث میں صدق سچ بولنے کے اس فائدہ کو واضح کیا ہے نیز اس کے برعکس کذب جھوٹ بولنے کی اس مضرت کو ظاہر فرمایا ہے جس کی بنا پر جھوٹا آدمی عذاب اور سزا کا مستحق ہوجاتا ہے نیز یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ قول اور فعل میں سچائی اختیار کرنے اور عادت ڈالنے کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان صادقین کے درجہ سے ترقی کر کے صدیقین کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے جن کا مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہے اس کے برعکس جھوٹ اور اس کی عادت کا اندازہ کیجئے کہ جھوٹ کی جرأت پیدا ہوجانے کے بعد بے شمار گناہوں اور جرموں کی راہ ہموار ہوجاتی ہے انسان بڑے سے بڑے گناہ اور جرم کا ارتکاب کرنے سے بھی نہیں جھجکتا محض اس بنیاد پر کہ اگر بات کھلی تو میں صاف انکار کردوں گا نتیجہ ظاہر ہے کہ دنیا میں بھی ذلیل وخوار اور رسوا ہوتا ہے اپنے کئے کی سزا بھگتنا ہے اور آخرت میں تو جہنم کا عذاب اس کے لئے ہے ہی اسی لئے اللہ تعالیٰ کے ہاں ایسے عادی جھوٹے کا نام کذابین میں لکھ دیا جاتا ہے اور اس کا مقام جہنم کا سب سے نچلا طبقہ منافقین کا خاص مقام ہوتا ہے۔ العیاذ باللہ

منافقین کی نشانیاں

اسی لئے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی علامت بتلائی ہے **اذاحدث کذب واذاوعداخلف واذا عاهد غدر**. جب بھی بات کرے جھوٹ بولے اور جب بھی وعدہ کرے اس کا خلاف کرے اور جب بھی کسی سے عہد کرے تو عہد شکنی کرے پہلی صفت سے صدق فی القول کے منافی اور کذب فی القول ہے دوسری اور تیسری صفت میں صدق فی الفعل کی ضد اور کذب فی الفعل ہے۔

صدق اور کذب کا خاصہ

یہ صدق اور کذب، سچ اور جھوٹ۔ کی دینی اور اخروی

منفعت اور مضرت ہوئی حدیث ذیل میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدق اور کذب کا ایک ایسا خاصہ (خاص وصف) بیان فرمایا ہے جو دنیا اور آخرت دونوں میں پایا جاتا ہے۔

الصدق ينجي والكذب يهلك: سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔

یعنی صدق نجات کا ذریعہ ہے اور کذب ہلاکت کا' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا کے واقعات اور تجربات شاہد ہیں کہ سچ بولنے کی عادت دنیوی زندگی میں بھی انسان کی قدر و منزلت اور عزت و سرخروئی کا سبب بنتی ہے اور آخرت کے اعتبار سے بھی صدیقین کے مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے اس کے برعکس جھوٹ بولنے کی عادت دنیا میں بھی ذلت و خواری اور رسوائی کا موجب ہوتی ہے اور آخرت میں تو جھوٹے منافقوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا ہی اگرچہ سچ بولنے کی وجہ سے دنیوی اور مادی اعتبار سے کچھ نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے اور جھوٹا آدمی جھوٹ بول کر دنیوی اعتبار سے کچھ منفعت ہی کیوں نہ حاصل کرلے حتیٰ کہ سچے آدمی کی تو ''موت'' بھی باعزت موت سمجھی جاتی ہے اور جھوٹے آدمی کی سلامتی اور زندگی بھی لعنت اور پھٹکار کی زندگی سمجھی جاتی ہے **لعنة الله على الكاذبين** جھوٹے آدمی کیلئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ایک قیمتی نصیحت

حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: مجھے اپنے نانا خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک قیمتی نصیحت خوب اچھی طرح یاد ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا: جس بات میں شک یا تردد ہو اس کو چھوڑ دو اور جس میں کوئی شک وشبہ یا تردد نہ ہو اس کو اختیار کرو (تاکہ جھوٹا بننے کا امکان نہ رہے) اس لئے کہ سچ قلبی اطمینان کا نام ہے اور جھوٹ بے اطمینانی اور تردد کا۔

کسی بات کے سچ یا جھوٹ ہونے کی پہچان

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ کی نہایت اہم پہچان بتلائی ہے وہ ہے ''اطمینان قلب'' جس کو اردو محاورے میں کہتے ہیں ''دل ٹھکنا''، یعنی جس بات پر دل ٹھکے اس کو سچ سمجھو اور جس پر دل مطمئن نہ ہو اس کے سچ مت سمجھو بسا اوقات کوئی بات بظاہر جھوٹی نہیں معلوم ہوتی مگر دل اس پر نہیں ٹھکتا تو احتیاط کا تقاضہ ہے کہ اس بات کو باور بھی نہ کرو اور جھٹلاؤ بھی مت' وقت گزرنے پر پتہ چل جاتا ہے کہ واقعہ کیا تھا۔

مومن کا دل

خاص کر ایک مومن کامل کے قلب کے متعلق تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله** ایک مومن کی فراست قلبی سے ہوشیار رہو اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔

شریعت کا حکم

شرعاً بھی کسی بات کو سن کر بلاتحقیق بیان کر دینا ممنوع ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

جس بات کا علم (یقین) نہ ہو اس کے پیچھے مت پڑو بیشک (انسان کے) کان' آنکھیں اور دل ان میں سے ہر ایک سے باز پرس ہونی چاہے۔

اسی لئے جو لوگ سچ بولنے کا اہتمام کرتے ہیں وہ کبھی اطمینان کئے بغیر بات نہیں کہتے اگر کہنا ہی پڑ جائے تو اپنی بے اطمینانی کا اظہار کر دیتے ہیں۔

صدق کا مرتبہ اور مقام

عن ابی سفیان صخر بن حرب، رضی الله عنه فی حدیثه الطویل فی قصة هرقل، قال هرقل: فماذا یامرکم. یعنی النبی صلی الله علیه وسلم. قال ابو سفیان: قلت: یقول: واعبدوا الله وحده لا تشرکوا به شیئا، واترکوا ما یقول اباؤکم، ویامرنا بالصلاة، والصدق، والعفاف، والصلة (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے پہلے زمانہ میں رومی بادشاہ ہرقل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی ملاقات اور گفتگو کا قصہ ایک طویل حدیث میں بیان کرتے ہیں کہ: ہرقل نے ابوسفیان سے دریافت کیا کہ: تمہیں وہ نبی کس بات کا حکم دیتا ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں: میں نے جواب دیا وہ نبی کہتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی بھی چیز کو اس کا شریک مت گردانو اور تمہارے باپ دادا جو (شرکیہ باتیں کرتے اور) کہتے چلے آئے ہیں ان سب کو بالکل چھوڑ دو اور وہ نبی ہمیں نماز (پڑھنے) کا حکم دیتا ہے اور سچ (بولنے) کا پاکدامنی (اختیار کرنے) کا اور صلہ رحمی (کرنے) کا حکم دیتا ہے۔

تشریح! سچ بولنا نبیوں کا شیوہ ہے

صدق درحقیقت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صفات عالیہ میں سے ہے اور تمام انبیاء سابقین کی تعلیمات میں صدق کو ایک متفق علیہ۔ مسلم اور مانی ہوئی۔ فضیلت کا مقام حاصل ہے رومی بادشاہ ہرقل اس حقیقت کو جانتا تھا اسی لئے وہ آپ کے امر بالصدق سچ بولنے کے حکم کو آپ کے نبی برحق ہونے کی دلیل قرار دیتا ہے: نہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام بلکہ دنیا کے تمام حکماء اور علماء اخلاق بھی صدق کو انسانی کمالات وفضائل میں سرفہرست اول نمبر پر شمار کرتے ہیں۔

سچے دل سے کسی بات کے کہنے یا دعا مانگنے کا ثمرہ

حضرت ابوثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچ مچ (صدق دل سے) شہادت کے درجہ کی دعا مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو شہیدوں کے مرتبہ پر پہنچادیتے ہیں اگرچہ بستر پر پڑ کر ہی اس کو موت آئے۔

صدق فعلی (عملی سچ) کا بیان

یہ صدق فعلی ہے جس کو اردو میں سچے دل سے دعا مانگنا یا کسی سے وعدہ کرنا کہتے ہیں جس کا دوسرا نام اخلاص ہے دیکھئے اللہ تعالیٰ کے ہاں اسکی کتنی قدر ہے کہ لڑائی کے میدان میں شہید ہوئے بغیر ہی محض صدق واخلاص کی بناء پر اتنا بلند مرتبہ عطا فرما دیتے ہیں اسی لئے مسنون دعاؤں میں ایک دعا ہے یہ دعا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اللھم ارزقنی موتاً فی بلدنبیک وشھادۃ فی سبیلک اے اللہ تو مجھے اپنے نبی کے شہر (مدینہ) میں موت عطا فرما اور اپنی راہ (جہاد) میں شہادت عطا فرما۔ آپ بھی صدق دل سے یہ دعا مانگا کیجئے۔

ایک نبی علیہ السلام کی امت کا واقعہ

عن ابی هريرة، رضى الله عنه، قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: غزا نبى من الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم فقال لقومه: لا يتبعنى رجل ملك بضع امرأة. وهو يريد ان يبنى بها ولما يبن بها، ولا احد بنى بيوتا لم يرفع سقوفها، ولا احد اشترى غنما او خلفات وهو ينتظر اولادها. (رياض الصالحين)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پہلے نبیوں میں سے ایک نبی نے صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی قوم (امت) میں اعلان کرایا کہ تم میں سے جس شخص نے شادی کی ہو مگر ابھی تک شب زفاف کی نوبت نہ آئی ہو بلکہ اس کی تیاری کر رہا ہو وہ اس جہاد میں شریک نہ ہو اور نہ کوئی ایسا شخص شریک ہو جو مکان تعمیر کر رہا ہو مگر ابھی تک اس کی چھتیں نہ پڑی ہوں اور نہ کوئی ایسا شخص میرے ساتھ اس جہاد میں جائے جس نے گابھن بھیڑ' بکریاں' اونٹنیاں خریدی ہوں مگر ان کے بچے ابھی پیدا نہ ہوئے ہوں بلکہ انتظار میں ہو چنانچہ وہ نبی علیہ السلام (ایسے فارغ البالی اور یکسوئی کے مالک مخلص غازیوں کے ہمراہ جن کے لئے طبعی اور فطری طور پر اخلاص میں رخنہ اندازی کرنے والا کوئی امر مانع نہ تھا) دشمنوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوئے تو دشمنوں کی ایک بستی پر عصر کی نماز کے وقت یا اس کے قریب قریب پہنچے تو انہوں نے سورج سے خطاب کر کے کہا (اے سورج) تو بھی (اپنے نظام حرکت کو جاری رکھنے پر) مامور ہے اور میں بھی (غروب سے پہلے اس بستی کو فتح کر لینے پر) مامور ہوں (اس کے بعد اللہ سے دعا کی) اے اللہ تو سورج کو روک دے (تاکہ میں تیرے حکم کی تعمیل کر سکوں) چنانچہ سورج کو روک دیا گیا یہاں تک کہ اللہ نے اس بستی کو (سورج ڈوبنے سے پہلے) فتح کرا دیا۔

پہلی امتوں میں مال غنیمت کا حکم

تو نبی علیہ السلام نے (نماز کے بعد) تمام مال غنیمت (دشمنوں کا مال ایک اونچے مقام پر) جمع کر دیا تو (حسب معمول) اس مال غنیمت کو کھا جانے (جلا کر راکھ کر دینے) کے لئے (آسمان سے) آگ آئی مگر اس نے اس مال کو نہ کھایا (اور چھوڑ کر واپس چلی گئی) تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: یقیناً تم لوگوں میں سے کسی نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے لہٰذا تم میں سے ہر قبیلہ کا ایک آدمی (سردار یا نمائندہ) آ کر میرے ہاتھ پر بیعت کرے چنانچہ ایک قبیلہ کے آدمی (نمائندے) کا ہاتھ ان کے ہاتھ سے چپک گیا تو انہوں نے فرمایا: تمہارے قبیلہ میں خیانت ہے لہٰذا تمہارے قبیلہ کا ہر آدمی فرداً فرداً مجھ سے آ کر بیعت کرے" چنانچہ ایک آدمی یا دو تین آدمیوں کے ہاتھ چپک گئے (اور چور پکڑا گیا) تب وہ گائے کے سر کے برابر سونے کا سر (ڈلا) لائے تو اس سونے کو (مال غنیمت کے اوپر) رکھا تب آگ آئی اور سب مال کھا گئی (جلا ڈالا)

اس امت کی خصوصیت

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ہم سے پہلے کسی امت کے لئے مال غنیمت حلال نہیں ہوا اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے ہماری کمزوری اور عاجزی کی بنا پر ہمارے

(امت محمدیہ کے) لئے اموال غنیمت حلال کردیئے ہیں۔

جھوٹ بولنے کی عبرتناک سزا

دیکھئے جھوٹ بولنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح رسوا کیا عموماً ایسا ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جلد یا بدیر جھوٹ بولنے والوں کا جھوٹ کسی نہ کسی طرح کھول دیتے ہیں اور رسوا کردیتے ہیں۔

یہ نبی کون تھے

اس حدیث میں ان اسرائیل نبی علیہ السلام اور اس بستی کا نام مذکور نہیں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نبی غالباً حضرت یوشع علیہ السلام ہی ہیں اور یہ بستی بیت المقدس ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج جب سے یوشع بن نون علیہ السلام کے لئے روکا گیا ہے پھر اور کسی کے لئے نہیں روکا گیا جب وہ بیت المقدس کی طرف (جہاد کے لئے) گئے تھے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت اور برکت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پہلی امتوں میں زکوٰۃ وصدقات کی طرح اموال غنیمت بھی کسی کے لئے حلال نہ تھے بلکہ آگ آتی تھی اور ان کو جلاڈالتی تھی یہ صرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت 'بہترین امت' کی خصوصیت ہے کہ زکوٰۃ وصدقات (فقراء اور محتاجوں کے لئے اور اموال غنیمت غازیوں اور دوسرے ضرورت مندوں کے لئے یا مصارف خیر میں خرچ کرنے کے لئے) حلال کردیئے گئے کتنی بڑی رحمت اور نعمت ہے۔

کن لوگوں کو جہاد میں نہیں لے جانا چاہئے

حضرت یوشع علیہ السلام نے مذکورہ بالا تینوں قسم کے لوگوں کو اپنے ساتھ جہاد میں چلنے سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ ان تینوں قسم کے لوگوں کے لئے ایک جائز امر اور وقتی عذر سفر کرنے سے مانع موجود تھا اگر وہ جہاد میں جاتے بھی تب بھی ان کو فطری طور پر وہ طمانیت اور یکسوئی یعنی اخلاص اور توجہ الی اللہ میسر نہ آتا جس کی جہاد میں اشد ضرورت ہے فتح ونصرت اللہ تعالیٰ کی جانب سے مخلصین ہی کے لئے آتی ہے مجاہدین کے لشکر میں دو چار یا دس پانچ ایسے لوگوں کا وجود بھی مضر ہے جو خلوص اور توجہ الی اللہ سے محروم ہوں۔

ہماری امت کے لئے حکم

شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں امیر المسلمین کی طرف سے اعلان جہاد کی دوصورتیں ہیں (۱) ایک نفیر عام۔ جہاد میں چلنے کا عام حکم۔ اس صورت میں بجز ان دائمی اور مستقل معذور لوگوں کے جولڑائی میں کام آ ہی نہیں سکتے۔ جیسے اپاہج' نابینا وغیرہ اور ہر بالغ اور توانا وتندرست مرد کے لئے بلا استثناء جہاد میں شرکت ضروری ہے (۲) دوسرے نفیر خاص۔ جہاد کا خاص حکم۔ اس صورت میں امیر المسلمین اپنی صوابدید اور اختیار سے ضرورت سے زائد بالغ اور توانا وتندرست لوگوں کو بھی جہاد میں شرکت نہ کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ تفصیل کے لئے قرآن وحدیث اور کتب فقہ کی مراجعت کیجئے۔

سورج کا رک جانا

ایک قادر مطلق خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے نزدیک سورج کا زمین کے گرد یا زمین کا سورج کے گرد گھومنا اور حرکت کرنا یعنی "وقت کی رفتار" محض اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہے وہ اس کو مستقل طور پر یا وقتی طور پر جب چاہے روک سکتا ہے اس لئے کہ اس مدبر کائنات اللہ تعالیٰ کے جس امر تکوینی کے تحت یہ نظام شمسی حرکت کررہا ہے اس کی شان

یہ ہے ارشاد ہے: اس کے سوانہیں کہ ہمارا امر (حکم) کسی چیز کے (وجود میں آنے کے) لئے جب ہم اس کا ارادہ کرلیں تو (صرف یہ (ہوتا) ہے کہ ہم اس کو کہہ دیں "ہوجا" وہ فوراً ہوجاتی ہے۔

یہ لفظ کن کہنا بھی انسانوں کو سمجھانے کے لئے ہے ورنہ "کن کہنے" کی بھی گنجائش نہیں صرف آنکھ کا اشارہ ہی کافی ہوتا ہے ارشاد ہے۔

اور ہمارا امر (حکم) تو (بس) ایک (اشارہ) ہوتا ہے جیسے نگاہ اٹھا کر دیکھ لینا۔ لہٰذا اس نظام شمسی کی حرکت کو وقتی طور پر یا مستقل طور پر روک دینے کے لئے خالق کائنات کا اشارہ کافی ہے۔ اور صادق مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ وحی ترجمان زبان مبارک 'یوشع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سورج کے رک جانے کی خبر دے رہی ہے جو بغیر وحی الٰہی کے ہلتی ہی نہیں ارشاد ہے۔

اور وہ (تمہارے نبی) اپنی طرف سے مطلق نہیں بولتے وہ (جو کچھ بولتے اور کہتے ہیں وہ) تو وحی ہوتی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔

لہٰذا خالق کائنات کی عقل انسانی کی رسائی سے خارج قدرت پر اور اس کے معصوم القول (جس کی بات جھوٹ اور غلطی سے پاک ہو) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر سچے دل سے ایمان رکھنے والے "خدا پرستوں" کے لئے اس نظام شمسی کی حرکت یعنی وقت کی رفتار کے رک جانے کو تسلیم کرنے میں ذرہ برابر شک وشبہ یا تردد نہیں ہوسکتا جو اس میں شک یا تردد کرے وہ خدا کا پرستار نہیں بلکہ عقل کا پرستار ہے اس سے ہمیں واسطہ نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر خطاو عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کردیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

دنیوی معاملات خرید وفروخت وغیرہ میں بھی سچ بولنا ضروری ہے

عن ابی خالد حکیم بن حزام، رضی اللہ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: البیعان بالخیار مال یتفرقا، فان صدقا وبینا بورک لھما فی بیعھما، وان کتما وکذبا محقت برکۃ بیعھما (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوخالد حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قاعدہ مقرر) فرمایا ہے کہ: بائع اور مشتری (بیچنے والا اور خریدنے والا) دونوں کو (بیچنے نہ بیچنے' خریدنے نہ خریدنے کا) اختیار رہتا ہے جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں پس اگر ان دونوں نے سچ بولا (اور مال کے عیب دار یا بے عیب ہونے کو ظاہر کر دیا) اور بتلا دیا (کہ یہ مال ایسا ہے) تو ان کے اس سودے میں دونوں کے لئے برکت عطا فرما دی جائے گی اور اگر (عیب کو) چھپایا (اور جھوٹ بولا) تو ان دونوں کے سودے کی برکت مٹا دی جائے گی۔

تشریح! دنیوی معاملات میں جھوٹ بولنا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس طرح دینی امور میں سچ بولنا ضروری ہے اسی طرح دنیوی امور اور معاملات میں بھی سچ بولنا ضروری ہے بلکہ دنیوی امور اور معاملات میں لین دین میں' خرید وفروخت وغیرہ میں جھوٹ تو صرف جھوٹ ہی نہیں بلکہ دھوکہ دہی اور ضرر رسانی بھی ہے اور حقوق اللہ سے متعلق نہیں کہ توبہ واستغفار سے معاف ہو جائے بلکہ حقوق العباد سے تعلق رکھتا ہے اس لئے جب تک متعلقہ شخص یا اشخاص کا حق ادا نہ کیا جائے اور نقصان کی تلافی نہ کی جائے یا معاف نہ کرایا جائے اس وقت تک اس کی سزا سے بچنا ممکن نہیں۔

ہمارے معاشرہ کی حالت

ہمارے موجودہ معاشرہ میں ویسے تو تمام ہی دنیاوی امور خصوصاً لین دین خرید وفروخت وغیرہ سرتاسر جھوٹ دھوکے اور فریب پر چل رہے ہیں مگر بدقسمتی سے جو لوگ روزہ نماز کے پابند ہیں اور دیانتدار و پرہیزگار کہلاتے ہیں وہ بھی ان معاملات میں جھوٹ بولنے کو جھوٹ ہی نہیں سمجھتے۔ چیز دکان پر ہوگی اور کہہ دیں گے نہیں ہے نقلی چیز ہوگی بلا تکلف اس کو اصلی بتلا دیں گے علی ہذا القیاس۔

اس حدیث سے کیا سبق لینا چاہئے

اس حدیث سے ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں اور عہد کر لینا چاہئے کہ کسی بھی معاملہ میں کسی بھی صورت میں جھوٹ ہرگز نہ بولیں گے چاہے سچ بولنے میں کتنا ہی نقصان ہو دشواریاں پیش آئیں نقصان اٹھانے پڑیں' ناراضگیاں مول لینی پڑیں اگر ہم صدق دل سے یہ عہد کریں گے اور اس پر قائم رہیں گے تو اللہ تعالیٰ ضرور ہماری مدد فرمائیں گے یا نقصانات سے بالکل ہی بچا دیں گے یا ان کی تلافی فرما دیں گے یہی مطلب ہے حدیث کے فقرہ بورک لھمافیہ کا۔

مراقبہ کے معنی اور اس کی تشریح

مراقبہ کے لفظی معنی ہیں "نگرانی کرنا" یعنی کسی کے ہر نیک وبد اچھے برے' قول وفعل اور نقل وحرکت سے پوری طرح باخبر رہنا اور ان کو محفوظ رکھنا تاکہ اچھے اور نیک کاموں کا صلہ اور جزائے خیر دی جا سکے اور برے اور بدکاموں کی سزا دی جا سکے اس نگرانی کے مؤثر اور نتیجہ خیز ہونے کے لئے نگرانی کرنے والے میں تین وصف پائے جانے ضروری ہیں (۱) اول اس شخص پر نگرانی کرنے والے کا کامل استحقاق ہو' جس کی وہ نگرانی کرتا ہے (۲) دوسرے اس شخص

کے ہر ہر قول و فعل اور نقل و حرکت کا اس نگران کو ایسا پختہ اور یقینی علم ہو اور وہ ایسا باخبر ہو کہ کتنا ہی چوری چھپے تنہائیوں، پردوں اور تہہ خانوں میں چھپ کر بھی کچھ کیا جائے اس یقین کے ساتھ کہ یہاں نہ کوئی دیکھنے والا ہے نہ ہی کسی کو اس حرکت کی کسی طرح خبر ہو سکتی ہے تب بھی اس نگرانی کرنے والے کو اس کا پورا پورا علم ہو جائے اور اس سے چھپا نہ رہ سکے (۳) تیسرے نگرانی کرنے والے کو ہر اچھے برے نیک و بد کام اور فرمانبرداری و نافرمانی کی جزا اور سزا دینے کی کامل قدرت اور مکمل اختیار حاصل ہو اس قدرت و اختیار کا جتنا پختہ علم اور یقین ہوگا اسی قدر اس نگران کا خوف اس شخص پر غالب اور مسلط ہوگا اسی قدر بدی اور بدکاری اور اس نگران کی نافرمانی و ناراضگی سے ڈرے گا ہر وقت اور ہر کام میں پوری احتیاط رکھے گا کہ کوئی قول و فعل اور نقل و حرکت نگران کے منشا اور حکم کے خلاف سرزد نہ ہو جائے۔

خدائے قدوس کی ذات و صفات پر اعتقاد و ایمان رکھنے والے ہر مسلمان کا عقیدہ اور ایمان ہے کہ یہ تینوں وصف اللہ تعالیٰ کی ذات سے بڑھ کر کسی اور ہستی میں تصور بھی نہیں کئے جا سکتے وہ نہ صرف انسانوں کا بلکہ تمام کائنات کا خالق و مالک مالک الملک رب العالمین ہے فعال لمایرید (جو بھی ارادہ کرے فوراً کر گزرے) اس کی شان ہے وہ نہ صرف انسانوں کے قول و فعل، بلکہ دل میں چھپے ہوئے خیالات، نیتوں اور ارادوں سے بھی رتی رتی واقف اور باخبر ہے اس کو دنیا اور آخرت دونوں میں جزا اور سزا دینے کی ایسی کامل قدرت حاصل ہے کہ اس کے دائرہ اختیار اور حدود قدرت سے کوئی بھی انسان، کسی بھی صورت میں باہر نہیں ہو سکتا اس کے قہر و غضب سے نہ زمین میں پناہ مل سکتی ہے نہ آسمان میں نہ ہی کوئی کسی کو اس کے قہر و غضب سے بچا سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہی تینوں اوصاف مندرجہ ذیل آیات و احادیث میں مذکور ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ کے مقدس ناموں میں ایک نام رقیب بھی ہے، جس کے معنی ہیں "نگران" یا نگرانی کرنے والا" قرآن کریم کی متعدد آیات میں یہ نام آیا ہے۔

دنیوی امور میں محاسبہ کا عظیم فائدہ

یہ محاسبہ جس طرح اللہ کی عبادت و طاعت اور دینی فرائض کے انجام دینے میں اور ان کے ذریعہ قرب خداوندی حاصل کرنے میں بے حد نافع اور مفید ہے اسی طرح دنیوی معاملات اور کاروباری امور مثلاً تجارت، زراعت، ملازمت وغیرہ کو کامیاب طریق پر انجام دے کر دنیاوی منافع حاصل کرنے اور نقصانات سے بچنے یا ان کی تلافی کرنے کے بارے میں بھی غایت درجہ مفید ہے۔

روزانہ محاسبہ کا طریقہ

روزانہ سونے سے پہلے بستر پر لیٹ کر آنکھیں بند کر کے اپنے دن بھر کے کئے ہوئے دینی اور دنیوی کاموں کا جائزہ لے کر اور دوسرے دن اس جائزہ کی روشنی میں کام کر کے دیکھئے انشاء اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت دونوں کے اعتبار سے اس "عمل" کو انتہا درجہ مفید پائیں گے۔

صوفیا کے ہاں مراقبہ

حضرات صوفیا اور ارباب باطن کے ہاں چونکہ دل میں غیر اللہ کا خیال اور تصور بھی مانع قرب الٰہی ہے اس لئے تصوف کی اصطلاح میں قلب کو غیر اللہ۔ اللہ کے ماسوا۔ سے فارغ اور پاک کرنے کی غرض سے مراقبہ ایک اہم ترین ریاضت و عبادت ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

ایمان، اسلام، احسان اور علامات قیامت کا بیان

عن عمر بن الخطاب، رضی الله عنه، قال: بینما نحن جلوس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم، ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر، لا یری علیه اثر السفر، ولا یعرفه منا احد، حتی جلس الی النبی صلی الله علیه وسلم... (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہم ایک دن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اسی اثناء میں ایک سفید براق لباس اور کالے سیاہ بالوں والا شخص نمودار ہوا نہ اس پر سفر (اور مسافر ہونے) کے آثار ظاہر تھے (کہ ہم سمجھتے اجنبی مسافر ہے) نہ ہی ہم میں سے کوئی اس کو پہچانتا تھا (کہ اس کا مقامی آدمی اور شہری ہونا ظاہر ہوتا) یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس طرح دوزانو بیٹھا کہ اس نے اپنے گھٹنے آپ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ لئے (جیسے کوئی مرید بیعت ہونے کے لئے پیر کے سامنے بیٹھتا ہے) اور کہا: اے محمد! آپ مجھے بتلایئے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم (زبان سے) لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کی شہادت (گواہی) دو، نماز کو قائم کرو (پابندی کے ساتھ پنجوقتہ باجماعت نماز ادا کرو) زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو بیت اللہ کا حج کرو۔ اس نو وارد نے اس پر کہا آپ نے سچ فرمایا'' تو اس پر ہمیں بڑا تعجب ہوا (کہ ایسے عقیدت مندانہ انداز میں) سوال بھی کرتا ہے اور تصدیق وتصویب بھی کرتا ہے (گویا آپ کا امتحان لے رہا ہے) پھر کہا: تو آپ مجھے بتلائیں کہ ایمان کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تم اللہ (اور اس کی صفات) پر اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر اور یوم آخر (قیامت اور آخرت) پر ایمان لے آؤ (دل سے مان لو) اور اچھی بری تقدیر پر (بھی) ایمان لے آؤ (دل سے مان لو) اس پر بھی اس نے کہا (درست ہے) آپ نے سچ فرمایا''۔ تو اب آپ یہ بتلایئے کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، احسان (حسن عمل) یہ ہے کہ تم اللہ کی اس طرح عبادت کرو جیسے تم اسے دیکھ رہے ہو (اور وہ تمہیں دیکھ رہا ہے) اور اگر تم اس کو نہ دیکھ پاؤ (یعنی اگر تم کو یہ مشاہدہ کا مرتبہ میسر نہ آئے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو) تو (کم از کم اتنا تو دل سے) یقین رکھو کہ وہ تمہیں ضرور دیکھ رہا ہے (اور تمہاری نگرانی کر رہا ہے) پھر اس نو وارد نے کہا: تو اب آپ مجھے قیامت کے بارے میں بتایئے (کہ وہ کب آئے گی؟) اس پر آپ نے ارشاد فرمایا: اس کا تو جواب دینے والے کو بھی سوال کرنے والے سے زیادہ علم نہیں ہے (یعنی نہ تم جانتے ہو نہ میں کہ قیامت کب آئے گی؟ اس کو تو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا) اس پر اس نے کہا: تو آپ کچھ قرب قیامت کی علامتیں تو بتلا دیجئے آپ نے ارشاد فرمایا قرب قیامت کی علامت یہ ہے کہ کنیزیں اپنے آقاؤں کو جننے لگیں گی (یعنی خانگی روابط وتعلقات میں ایسا انقلاب آ جائے گا اور ماں باپ کی نافرمانی اس قدر بڑھ جائے گی کہ اولاد ماں باپ کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے گی کہ مائیں اپنی لڑکیوں کے سامنے ان کی لونڈیاں معلوم ہوں گی اور باپ اپنے لڑکوں کے سامنے ان کے غلام محسوس ہوں گے) اور یہ کہ تم ننگے پاؤں، ننگے بدن بکریاں چرانے والے گڈریوں کو دیکھو گے کہ وہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر شاندار عمارتیں (کوٹھی، بنگلے) بنانے لگیں گے (یعنی ایسا انقلاب آ جائے گا کہ ننگے بھوکے اور نان شبینہ تک کے محتاج لوگ اس

قدر دولت منداور مالدار بن جائیں گے کہ جہالت کی وجہ سے مال ودولت کا مصرف ان کے ہاں اس کے سوا نہ رہے گا کہ وہ ایک دوسرے پر اپنی بڑائی جتلانے اور شیخی بگھارنے کی غرض سے شاندار عمارتیں بنوانے ہی میں دولت صرف کریں گے نہ ان کو مخلوق خدا کی حاجت برآری سے مطلب ہوگا نہ قومی اور اجتماعی زندگی کی ضروریات اور رفاہ عام کے کاموں سے) پھر وہ نو وارد سائل اٹھ کر چلا گیا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کچھ دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہوسکا تو (ایک دن جب میں حاضر ہوا تو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر تمہیں معلوم ہے کہ (وہ نو وارد عجیب وغریب حلیہ اور انداز والا) سائل کون تھا؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی جانیں (مجھے تو معلوم نہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے' تم کو دین کی تعلیم دینے کی غرض سے آئے تھے (اور دین کے اہم ترین بنیادی اصول واحکام کے سوالات کئے تھے تاکہ میں جواب دوں وہ تصدیق وتائید کریں اور تم سنو اور یاد رکھو۔ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے: تم تو مجھ سے سوال کرتے نہیں (ڈرتے ہو) اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سائل بن کر آئے تھے دین (کے بنیادی امور) کی تعلیم کی غرض سے (کہ ایسے اہم امور کے متعلق سوال کرنے چاہئیں اور ایسے ادب کے ساتھ' اس میں کچھ حرج نہیں)

تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ کے معنی

تصوف کی اصطلاح میں مراقبہ کے معنی یہ ہیں کہ: زیادہ سے زیادہ یکسوئی کے وقت' تنہائی میں آنکھیں بند کرکے ہمہ تن وہمہ شعور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوکر اس طرح بیٹھنا کہ پورے یقین کے ساتھ یہ باور کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں بیٹھا ہوں اور وہ مجھے اور میرے دل کو دیکھ رہے ہیں اور میرا دل اللہ اللہ کہہ رہا ہے اسی کا نام ذکر قلبی ہے یہ قلبی اور روحانی ریاضت یعنی یہ مراقبہ جس قدر اور جتنی دیر میسر اور ممکن ہو روزانہ کرنا چاہئے۔

مشاہدہ

اس مراقبہ کی مواظبت اور روزانہ پابندی سے رفتہ رفتہ ترقی کرکے سالک مقام شہود پر پہنچ جاتا ہے یعنی ہر ہر عبادت خصوصاً مراقبہ کے وقت پورے یقین کے ساتھ یہ محسوس کرتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں اور وہ میرے سامنے ہے پہلے مرتبہ کا نام مراقبہ ہے اور دوسرے مرتبہ کا نام مشاہدہ ہے احادیث کے بیان میں آپ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی حدیث کے ذیل میں ان دونوں مرتبوں کا ذکر پڑھیں گے ظاہر ہے کہ یہ عبادت میں اخلاص کا آخری اور انتہائی مقام ہے جس کو حدیث جبریل میں احسان کے عنوان سے تعبیر کیا ہے۔

طریقت اور شریعت

واضح ہو کہ تصوف اور طریقت' شریعت سے کوئی علیحدہ اور جدا چیز نہیں ہے بلکہ شریعت کے آخری اور مطلوب مقام اخلاص تک پہنچنے کے طریقوں اور ریاضتوں کا نام تصوف یا طریقت ہے یہ جملہ معترضہ تھا اب ہم مراقبہ کے مضمون اور آیات قرآن عظیم سے اس کے ربط وتعلق پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

قیامت کے متعلق امام نووی علیہ الرحمۃ کی تشریح

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لونڈیاں اپنے ماؤں کو جننے لگیں گی'' اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کے قریب لوگوں میں اپنی لونڈیوں کو ''داشتہ'' کے طور پر استعمال کرنے کا رواج عام ہو جائے گا تو ان داشتہ کنیزوں سے جو اولاد ہوگی وہ اپنے باپ کی طرح آزاد بھی ہوگی اور اپنی ماؤں کی مالک بھی ہوگی فرماتے ہیں اس کے علاوہ بھی علماء حدیث نے اس فقرہ کے معنی بیان کئے ہیں۔

دین کے معنی اور اس کے بنیادی ارکان

دین عقائد و اعمال کے مجموعے کا نام ہے عقائد کا تعلق قلب سے ہے اور اعمال کا تعلق جوارح۔ اعضا ہاتھ، پاؤں، آنکھ کان زبان وغیرہ۔ سے ہے اور کتاب کے پہلے باب میں آپ تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ اخلاص خالص عبادت کی نیت۔ کے بغیر کوئی بھی عبادت وطاعت حتیٰ کہ ایمان بھی۔ اللہ کے ہاں مقبول ومعتبر اور ذریعۂ نجات نہیں بن سکتی اس لئے شریعت کی اصطلاح میں ''مجموعہ عقائد'' اللہ کی ذات وصفات پر، اس کے فرشتوں پر، کتابوں پر، رسولوں پر، یوم آخر (آخرت) پر اچھی بری تقدیر کے برحق ہونے پر سچے دل سے اعتقاد رکھنے اور ماننے۔ کا نام ایمان ہے اور مجموعہ اعمال۔ زبان سے شہادتیں (توحید ورسالت کی گواہی) کا اقرار کرنا، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ادا کرنے کا نام اسلام ہے اور اخلاص نیک نیتی کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرنے کا نام احسان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر یقین کر کے صرف اسی کے لئے عبادت کرنا۔

دین کے بنیادی ارکان

لہٰذا دین کے اساسی ارکان اور جوہری اصول تین ہیں (۱) ایک ایمان (۲) دوسرا اسلام (۳) اور تیسرا احسان

پورے دین کا نام بھی اسلام ہے

یاد رکھئے اسلام کے مذکورہ بالا معنی اس صورت میں ہیں جبکہ اسلام کا لفظ ایمان کے مقابلہ پر استعمال ہو ورنہ ''پورے دین'' یعنی مجموعہ عقائد واعمال واخلاص کا نام بھی اسلام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بیشک اللہ کے نزدیک (پسندیدہ) دین اسلام ہے

احسان کا تعلق مراقبہ سے

سادہ لفظوں میں حدیث جبرائیل علیہ السلام کی روشنی میں۔ احسان کا معنی ہیں پورے یقین کے ساتھ اللہ کو حاضر وناظر اور بندوں کے اعمال کا نگران جان کر، پورے خلوص کے ساتھ اس کی عبادت کرنا، اس احسان کے دو مرتبے ہیں (۱) ایک اعلیٰ مرتبہ مشاہدہ ہے جو حدیث جبرئیل میں کانک تراہ۔ گویا

(اردو میں ''گویا'' اور عربی میں کان کا لفظ اس لئے لایا گیا ہے کہ اس مادی دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا انسانی قدرت سے قطعاً باہر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ اس کا قطعی ثبوت ہے اسی طرح مشاہدہ کا مطلب بھی اس کے انوار وتجلیات کا مشاہدہ ہے)

گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے کے عنوان سے مذکور ہے یہ مرتبہ سالہا سال کی عبادتوں اور ریاضتوں کے بعد بھی خال خال عارفین کو میسر آتا ہے (۲) دوسرا مرتبہ مراقبہ ہے جو حدیث جبرئیل میں فانہ یراک پس بیشک وہ تجھ کو ضرور دیکھ رہا ہے کے عنوان سے مذکور ہے اس مرتبہ کا حصول صرف کامل توجہ الی اللہ پر موقوف ہے جو ہر اس مومن مسلمان کو میسر آ سکتا ہے جو عبادت کے وقت نفس اور شیطان کی مزاحمتوں خیالات اور وسوسوں سے خود کو محفوظ کر لے یعنی عبادت کے وقت اپنے خیال کو ادھر ادھر نہ بھٹکنے دے اور اس یقین کے ساتھ عبادت کرے کہ میں اللہ کے سامنے ہوں اور وہ مجھے دیکھ رہا ہے جیسا کہ آپ قرآن کریم کی آیت کریمہ نمبر (۱) و (۲) و (۴) کے تحت پڑھ چکے ہیں یہی اس حدیث کا مراقبہ سے تعلق ہے اور اسی غرض سے امام نووی اس حدیث کو باب مراقبہ کے تحت لائے ہیں۔

مراقبہ کا یہ درجہ حاصل کرنے کی تدبیر

کم از کم احسان کا یہ مرتبہ جس کا نام مراقبہ ہے حاصل کرنے

کی ہر مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے اس کے حصول کے لئے علاوہ روزانہ جس قدر بھی ممکن ہو اس طریق پر مراقبہ میں بیٹھنے کے جس کا ذکر آپ مراقبہ کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں یہ تدبیر بھی نہایت کارگر ہے کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے ذکر میں خواہ زبان سے ہو یا دل سے مصروف رہے اپنی زبان سے پورا کلمہ طیبہ یا صرف اللہ اللہ یا کوئی اور ذکر' سبحان اللہ یا الحمد للہ وغیرہ کرتا ہے اور خاموشی کے وقت دل سے اللہ اللہ کرتا رہے بہت مؤثر تدبیر ہے آپ بھی چندروز تجربہ کرکے دیکھئے۔

حدیث کی جامعیت اور حضرت جبرئیل کے آنے کی وجہ

اس تفصیل کے بعد آپ بآسانی سمجھ سکیں گے جبرئیل علیہ السلام کی یہ حدیث نہ صرف دین کے انہی تینوں بنیادی اصول وارکان پر مشتمل اور جامع ترین حدیث ہے بلکہ مراقبہ اور مشاہدہ اور ان کے باہمی فرق سے متعلق واحد حدیث ہے۔ حضرت جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے بھیج کر ان تینوں ارکان کے سوالات کرنے اور جوابات کی تصدیق وتصویب کرنے کی ہدایت اس لئے فرمائی کہ اول تو صحابہ کرامؓ آپ سے سوالات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اللہ تعالیٰ نے کثرت سوالات سے منع فرمادیا تھا۔ علاوہ ازیں شاید وہ اس قدر جامع ومانع سوالات نہ کرسکتے اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے ذریعہ جوابات دیئے اور آخر میں فرمادیا: تم تو سوال کرتے نہیں تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو تمہیں دین کے بنیادی ارکان کی تعلیم دینے کے لئے بھیجا تھا تاکہ صحابہ کرام اور امت اس حدیث کی اہمیت کو سمجھیں اور یاد رکھیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچالیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کردیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچالیجئے۔

قرب قیامت کی علامات

عن عمر بن الخطاب، رضی اللہ عنہ، قال: بینما نحن جلوس عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر، لا یری علیہ اثر السفر، ولا یعرفہ منا احد، حتی جلس الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم... (ریاض الصالحین)

تشریح: اس حدیث میں قرب قیامت کی علامات کے سلسلے میں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دو اہم ترین چیزیں بیان فرمائی ہیں (۱) ایک یہ کہ عقوق ۔ ماں باپ کی نافرمانی ۔ اس درجہ بڑھ جائے گی کہ لڑکے تو لڑکے لڑکیوں کے سامنے بھی ماں لونڈی بن کر رہ جائے گی ان کی نقل وحرکت' آمد ورفت' میل جول اور چال چلن کی نگرانی اور روک ٹوک تو کیا کرتی اپنی آبرو کے ڈر سے لونڈیوں کی طرح ان کی ہاں میں ہاں ملانے پر مجبور ہو جائے گی اسی طرح لڑکوں کے سامنے باپ کی حیثیت خانہ زار غلام یا نوکر کی ہو جائے گی اس لحاظ سے آخر زمانہ میں گویا مائیں اولاد جننے کے بجائے اپنے آقاؤں کو جنم دینے لگیں گی چنانچہ علامات قیامت کی اور احادیث میں ویکثر العقوق اور ماں باپ کی نافرمانی بہت زیادہ عام ہو جائے گی کی تصریح موجود ہے۔

امام نووی علیہ الرحمۃ کی تشریح پر کلام

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے امۃ اور ربۃ کے الفاظ ان کے حقیقی معنی ۔لونڈی اور مالکن میں رکھ کر اس فقرہ کے معنی یہ بیان کئے کہ لوگ اپنی زرخرید لونڈی کو "داشتہ" کے طور پر استعمال کرنے لگیں گے عربی میں سریہ اس زرخرید لونڈی کو کہتے ہیں جسے مالک ہمبستری کے لئے مخصوص کر لے اس فقرہ کے اس معنی پر گوناگوں اشکال وارد ہوتے ہیں اور تمام اشکالات کے علاوہ جن کی تفصیل شروح حدیث میں موجود ہے سب سے بڑا اشکال یہ ہے کہ قیامت تو ابھی معلوم نہیں کب آئے گی زرخرید لونڈیوں اور غلاموں کا وجود اب سے صدیوں پہلے مفقود ہو چکا قیامت کی علامت تو ایسی عالمگیر چیز ہونی چاہئے کہ جوں جوں قیامت قریب آتی جائے وہ برابر بڑھتی رہے عقوق والدین کی نافرمانی' بیشک عالمگیر اور روز افزوں ہے جس کا ہم شب و روز مشاہدہ کر رہے ہیں اپنے ملک میں بھی اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی ۔(۲) دوسری علامت کا حاصل یہ ہے کہ آخر زمانہ میں دولت سمٹ کر ایسے بھوکے ننگے اور نااہل لوگوں کے پاس چلی جائیگی جو دولت کو اس کے صحیح مصرف اور حقیقی محل' مخلوق خدا کی حاجت روائی اور قومی وملکی ضروریات' میں خرچ کرنے کے بجائے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر صرف شیخی اور خودنمائی کے کاموں میں صرف کریں گے اس کا مشاہدہ بھی روز افزوں ہے آج کل کے کروڑ پتیوں کے ماضی اور حال کا جائزہ لے کر دیکھئے حقیقت کھل جائے گی۔

چند ہاتھوں میں دولت کے آجانیکا نقصان

دولت وثروت کے ان نااہلوں کے ہاتھ میں سمٹ کر آجانے کا نقصان صرف اتنا ہی نہیں کہ وہ بے محل اور بے مصرف خرچ ہونے لگتی ہے بلکہ ایک طرف یہ نااہل نو دولتئے اس دولت کے زور سے ملک وقوم کے تمام وسائل معاش اور ذرائع آمدنی پر قابض ہو کر یا خود اقتدار اعلی اور حکومت پر قبضہ کر لیتے ہیں یا ارباب اقتدار اور حکمران ان کے اشاروں پر چلنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اس طرح بلاواسطہ یا بالواسطہ اقتدار اعلیٰ انہی چند کروڑ پتیوں اور ارب پتیوں کے ہاتھ آ جاتا ہے مخبر صادق صلی

اللہ علیہ وسلم علامات قیامت کے سلسلہ میں اسی خطرہ سے آگاہ فرماتے ہیں ارشاد ہے: جب کام نااہلوں کے سپرد کردیئے جائیں تو اس وقت تم قیامت کا انتظار کرنے لگنا۔

دوسری طرف یہ مسلم اور آزمودہ حقیقت ہے کہ دولت وثروت کی فراوانی اور ریل پیل لازمی طور پر زبردستی نفس پرستی عیاشی' بے لگام شہوت رانی کو اپنے ساتھ لاتی ہے چنانچہ یہ نااہل نودولتیے حرام وحلال کے فرق وامتیاز اور شرم وحیا کو بالائے طاق رکھ کر' شراب خوری' حرام کاری' رقص وسرور اور عیاشی کی ہمت افزائی کرنے لگتے ہیں سودخوری' قمار بازی وغیرہ محرمات شرعیہ کو اپنا قابل فخر کارنامہ سمجھنے لگتے ہیں ملک اور قوم کے افلاس زدہ عوام میں اول اول تو ان کی نفسانی خواہشات حرام کاریوں اور بدمستیوں کو بادل نخواستہ پورا کرنے اور ان کا ساتھ دینے پر مجبور ہوتے ہیں بعدازاں رفتہ رفتہ انہی حرام کاریوں اور عیاشیوں کے خود بھی عادی ہوجاتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پورا معاشرہ تباہ اور پوری قوم روحانی اور اخلاقی اعتبار سے ہلاک ہوجاتی ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت کو نصیحت

مخبر صادق فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے متعلق اسی تباہ کاری اور ہلاکت کے خطرہ کا اظہار خیال کے الفاظ میں فرمایا ہے۔

مجھے تمہارے متعلق فقر اور تنگدستی (سے ہلاکت) کا خطرہ نہیں بلکہ مجھے تمہارے متعلق دنیا (کی دولت وثروت) سے ڈر لگتا ہے جبکہ وہ سمٹ آئے تمہارے پاس پھر تم ایک دوسرے سے (زراندوزی میں) بڑھنے کی دھن میں لگ جاؤ جیسے تم سے پہلی قوموں نے کیا اور پھر وہ دنیا (کی دولت وثروت) تم کو ہلاک کر ڈالے جیسے تم سے پہلوں کو ہلاک کر ڈالا۔

یہ تمام تر ہلاکت اور تباہ کاری اسی نااہلوں کے ہاتھ میں دولت وثروت سمٹ آنے کا نتیجہ ہے جس کو حدیث جبرئیل علیہ السلام میں قرب قیامت کی علامت قرار دیا ہے یہ وہ حقیقتیں ہیں جن کا ہم آج علانیہ مشاہدہ کر رہے ہیں کاش کم از کم مسلمان قوموں ہی کی آنکھیں کھل جائیں اور وہ اپنے رؤف ورحیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور شفقت آمیز تعلیمات سے سبق حاصل کرلیں اور خود کو اس آخر زمانہ کی ہلاکت اور تباہی سے بچالیں وفقنا اللہ وایاکم بالخیر امید ہے کہ اس حدیث جبرئیل علیہ السلام کی اہمیت کی بنا پر اس تشریح کی طوالت میں معذور سمجھیں گے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کردیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچالیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرمادیجئے۔ ان کی اعانت ونصرت فرمایئے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش ومنکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں خوش اخلاقی بہت بڑی نیکی ہے

عن ابی ذر جندب بن جنادة معاذ بن جبل رضی الله عنهما، عن رسول الله صلی الله علیه وسلم، قال: واتق الله حیثما کنت، واتبع السیئة الحسنة تمحها، وخالق الناس بخلق حسن، (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوذر اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو جہاں بھی تم ہو (اس لئے کہ وہ ہر جگہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے اور تم ہر وقت اس کے سامنے ہوتے ہو) اور ہر برائی (اور بدکاری) کے بعد فوراً کوئی نیکی (اور نیک کام) کرلیا کرو تو یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور مخلوق کے ساتھ ہمیشہ خوش اخلاقی سے پیش آیا کرو (کہ یہ خوش اخلاقی بہت بڑی نیکی ہے خدا بھی اس سے خوش ہوتا ہے مخلوق بھی دعائیں دیتی ہے اس لئے یہ نیکی تمہاری بہت سی برائیوں کو مٹاتی رہے گی)

حدیث کا مراقبہ اور محاسبہ سے تعلق

یہ حدیث بھی ہر جگہ اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے اور بندے کے ہر وقت اور ہر حالت میں اس کے زیر نگرانی ہونے کو ثابت کرتی ہے اور آیت نمبر (۲) سے ماخوذ ہے نیز یہ حدیث بھی آیت کریمہ نمبر (۱۴) کی طرح اپنے اعمال کا جائزہ لیتے رہنے کی طرف اشارہ کرتی ہے اس لئے کہ اپنی بدکاریوں اور کوتاہیوں کے احساس کے بعد ہی ان کے ازالہ کے لئے نیکوکاری خصوصاً خوش اخلاقی' اختیار کرنے کا جذبہ پیدا یا تیز تر ہوتا ہے قرآن کریم کی آیت کریمہ ان الحسنات یذھبن السیئات آپ پڑھ ہی چکے ہیں یہی اس حدیث کا مراقبہ کے مضمون سے تعلق ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز وصیت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں ایک دن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (پیچھے چل رہا) تھا تو آپ نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا اے لڑکے! میں تمہیں چند (ضروری) باتیں بتلاتا ہوں (انہیں ہمیشہ یاد رکھنا)

(۱) تم اللہ کی (عبادت وطاعت کی) حفاظت کرو تو اللہ (دینی اور دنیوی آفتوں سے) تمہاری حفاظت کرے گا۔

(۲) تم اللہ (کے حاضر و ناظر ہونے کے یقین) کی حفاظت کرو تو تم اللہ تعالیٰ کو (ہر وقت) اپنے سامنے پاؤ گے (اور مراقبہ کے مرتبہ سے ترقی کر کے مشاہدہ کے مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے)

(۳) اور جب بھی سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرنا (وہی تمہارے سوال کو پورا کرتا ہے کوئی دوسرا اگر کرتا بھی ہے تو وہ بھی اسی کے حکم سے پورا کرتا ہے)

(۴) اور جب بھی مدد مانگو تو اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگنا اللہ تعالیٰ ضرور تمہاری مدد کرے گا (یا اپنے کسی بندے سے کرادے گا)

(۵) یاد رکھو! تمام مخلوق بھی اگر تم کو کوئی نفع پہنچانے پر متفق ومتحد ہو جائے تو وہ تمہیں اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے (تمہارے مقدر میں) لکھ دیا ہے۔

(۶) اور اگر تمام مخلوق بھی تم کو کوئی نقصان پہنچانے پر متفق ومتحد ہو جائے تو وہ تمہیں اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ

تعالیٰ نے (تمہارے مقدر میں) لکھ دیا ہے (اس لئے نوشتہ تقدیر پر ہی یقین وایمان رکھو اور قناعت کرو مخلوق کی نفع رسانی یا نقصان رسانی کی طرف قطعاً التفات نہ کرو اور کسی کو مورد الزام نہ ٹھہراؤ)

(۷) یاد رکھو! تقدیر کے قلم (جو لکھنا تھا) لکھ چکے اور نوشتہ ہائے تقدیر خشک ہو چکے (اب نہ اس میں کسی تغیر وتبدل کا امکان ہے اور نہ مٹنے مٹانے کا) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ جامع ترمذی کی روایت ہے امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح اور حسن کہا ہے ترمذی کے علاوہ اور کتب حدیث میں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

(۱) تم اللہ تعالیٰ کو ہر وقت یاد رکھو تو اس کو ہر وقت اپنے سامنے پاؤ گے (وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے)

(۲) تم فراخی اور خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو پہچانو (کہ یہ فراخی وخوشحالی محض اس کا انعام واحسان ہے) تو اللہ تعالیٰ سختی اور تنگدستی میں تمہیں پہچانے گا (کہ یہ میرا وہی شکر گزار بندہ ہے جس نے فراخی وخوشحالی میں مجھے یاد رکھا تھا اور تمہاری سختی اور تنگدستی کو دور کر دے گا)

(۳) یاد رکھو! جس مصیبت سے تم بچ گئے وہ (دراصل) تم پر آ ہی نہیں سکتی تھی اور جو مصیبت تم پر آئی اس سے تم (کسی طرح) بچ ہی نہیں سکتے تھے (یعنی جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہتا ہے اور جو نہیں ہے وہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا)

وصیتوں کا تجزیہ کونسی وصیت کس باب سے متعلق ہے

اس حدیث کی پہلی روایت میں سات وصیتیں مذکور ہیں ان میں سے

۱- میں تقویٰ کی تعلیم ہے جس کا تفصیلی بیان اگلے باب میں آتا ہے۔

۲- مراقبہ اور اللہ کی نگرانی سے متعلق ہے اسی جزو کی وجہ سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو مراقبہ کے باب میں لائے ہیں

۳و۴- کا تعلق استعانت باللہ۔ اللہ ہی سے مدد مانگنے سے ہے۔ جو توکل کے تحت داخل ہے اور باب الیقین والتوکل کے ذیل میں اس کا بیان آتا ہے اس استعانت باللہ کا ماخذ سورۃ فاتحہ کی آیت کریمہ ایاک نعبدو ایاک نستعین ہے۔ تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے ہم مدد مانگتے ہیں۔

۵و۶و۷- کا تعلق ایمان بالقدر سے ہے جس کا ذکر آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

دوسری روایت میں چار وصیتیں مذکور ہیں ان میں سے (۱) کا تعلق مراقبہ سے ہے جس کا تفصیلی بیان اسی باب میں آپ پڑھ چکے ہیں اور (۲) کا تعلق شکر سے ہے اور اس کا ماخذ آیت کریمہ ذیل ہے۔

بخدا اگر تم شکر ادا کرو گے تو یقیناً میں تم کو اور زیادہ (نعمتیں) دوں گا اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو (یاد رکھو) میرا عذاب بہت ہی سخت ہے۔

نمبر (۳) کا تعلق ایمان بالقدر سے ہے اور
نمبر (۴) کا تعلق صبر سے ہے جس کا تفصیلی بیان آپ مستقل باب کے تحت پڑھ چکے ہیں۔

اس حدیث کی اہمیت

اس حدیث پاک میں مراقبہ اللہ کی نگرانی اور ذکر اللہ اللہ کی یاد کی اہمیت ضرورت اور منفعت کی تعلیم کے علاوہ شفیق اعظم، ہادی برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو استعانت باللہ ایمان بالقدر اور صبر وشکر سے متعلق ایسی زریں وصیتوں اور بیش بہا نصیحتوں کی بھی تعلیم دی ہے کہ اگر مسلمان ان کو اپنے دلوں پر پتھر کی لکیر کی طرح نقش کر لیں تو ایک طرف اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی اور آخرت کی فلاح وکامرانی ان کے لئے یقینی ہو

جائے دوسری طرف نہ صرف دنیوی زندگی کی تمام دشواریاں آسان اور مشکلات حل ہوجائیں بلکہ دنیا میں مصائب وتکالیف جن سے اس زندگی میں کوئی نہیں بچ سکتا کا باوقار مردانہ وار مقابلہ کرکے نہایت عزت وعظمت اور فلاح وکامرانی کی زندگی بسر کرسکیں نہ کسی تکلیف ومصیبت میں کسی کے بزدلانہ گلہ وشکوہ کی نوبت آئے اور نہ کسی کو اپنی مصیبت وتکلیف کا ذمہ دار قرار دے کر برا بھلا کہنے کی حماقت ان سے سرزد ہو۔

ہماری بے حسی یا بدقسمتی

یہ ہماری بے حسی یا بدقسمتی ہے کہ ہم اپنے مشفق اعظم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے سرے سے بے خبر ہیں اگر اتفاق سے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں پڑھنے یا وعظ خطبہ وغیرہ میں سننے کی توفیق بھی ہوتی ہے تو محض عقیدت واحترام کی نیت سے پڑھ یا سن لیتے ہیں ان پر عمل کرنے یا زندگی میں ان سے فائدہ اٹھانے کی طرف توجہ مطلق نہیں ہوتی کتنی بڑی محرومی ہے اللہ رحم کرے۔

بچوں کو اوائل عمر میں ہی یہ وصیتیں یاد کرادینی چاہئیں

راوی حدیث حضرت ابن عباس جن کی عمر اس وقت صرف ۹ یا ۱۰ سال کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یاغلام ' اے لڑکے' کے شفقت بھرے الفاظ سے خطاب فرما کر ان زریں نصائح کو بیان کرنے کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو اوائل عمر سے ہی یہ نصیحتیں یاد کرادینا چاہتے ہیں تاکہ ان کے دلوں میں بچپن سے ہی راسخ ہوجائیں اور ایمان واعتقاد کا جزو بن جائیں اور ساری عمر وہ ان کی روشنی میں کامیاب وکامران زندگی بسر کرسکیں اور دین ودنیا کی فلاح حاصل کرسکیں۔

غلط فہمی اور اس کا ازالہ

اس حدیث کی پہلی روایت کے فقرہ نمبر (۵) اور دوسری روایت کے فقرہ نمبر (۳) کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ عالم اسباب میں مصائب وآفات اور تکالیف ونقصانات سے بچنے کی ظاہری تدابیر واسباب نہ اختیار کئے جائیں اور سعی وکوشش کو چھوڑ بیٹھیں اس لئے کہ اس تدبیر اور جدوجہد کے تو ہم شرعاً مامور اور مکلف ہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اپنی تدبیروں اور کوششوں پر نیز ظاہری اسباب پر بھروسہ اور اعتماد نہ کریں اور کامیابی کی صورت میں مغرور اور خدا فراموش نہ بن جائیں اور ناکامی کی صورت میں خدا کی رحمت سے مایوس اور اس سے بدظن نہ ہوں نیز ہمت نہ ہاریں خود کو یا کسی دوسرے کو موردالزام ناکامی کا ذمہ دار نہ ٹھہرائیں تقدیر کو نہ کوسیں بلکہ صدق دل سے یقین واطمینان رکھیں کہ جو کچھ ہوا یا ہورہا ہے سب منجانب اللہ ہے اسی میں مصلحت ہے گو ہم نہ سمجھیں رہی ہماری تدبیریں اور کوششیں سو وہ تو صرف تعمیل حکم کے لئے تھیں اور ہیں جو کامیابی ہوئی وہ محض اللہ تعالیٰ کا انعام واحسان ہے اس پر شکر ادا کریں اور ناکامی کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھیں اور اس سے کامیابی یا ناکامی کے نعم البدل بہترین بدلہ' کی اور رحم وکرم کی دعا مانگیں یہی اچھی بری تقدیر پر ایمان جس کا ذکر آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں پڑھ چکے ہیں رکھنے کا مطلب ہے خود ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا اور دنیاوی اسباب وتدابیر کو چھوڑ بیٹھنا نہ ایمان بالقدر ہے اور نہ ہی صبر وتوکل ہے خود رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تدابیر اور اسباب کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ ایک دن ایک شترسوار دیہاتی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا

رسول اللہ! میں اس اونٹ کو کھلا چھوڑ دوں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کروں یا اس کے گھٹنے باندھ دوں اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کروں؟ آپ نے فرمایا: **اعقلها فتو كل** اسے باندھ دو اور پھر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو یعنی اسباب وتدابیر ضرور اختیار کرو مگران پر بھروسہ ہرگز نہ کرو بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر کرو۔

اسی طرح پہلی روایت کے فقرہ نمبر (۳) اور (۴) کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ خود آ کر تمہارے سوال کو پورا کرے گا یا مدد کرے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ غیر اللہ سے کوئی بھی ہو سوال کرنے یا مدد مانگنے کے بجائے جس میں کفر وشرک لازم آ جانے کا قوی اندیشہ ہے اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کرو اسی سے مدد مانگو وہ اپنے کسی بندے کے دل میں ڈال دے گا وہ تمہارا سوال پورا کر دے گا یا مدد کرے گا اس کے بعد جو بھی تمہارا سوال پورا کرے یا مدد کرے دل سے یقین کرو کہ یہ کارسازی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہے اس پر اول اللہ تعالیٰ کا شکر دل وجان سے ادا کرو اس کے ساتھ ہی اس شخص کا بھی شکریہ ادا کرو اس لئے کہ شریعت کا حکم ہے کہ جو تم پر احسان کرے یا تمہاری مدد کرے تم اس کا شکریہ ضرور ادا کرو **من لم یشکر الناس لم یشکر الله** جس نے (احسان کرنے والے) لوگوں کا شکر نہ ادا کیا اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا نہیں کیا۔

(۴) اور یہ بھی یاد رکھو! کہ مدد یقیناً صبر کے ساتھ ہے (جو صبر کرتا ہے اس کی ضرور مدد کی جاتی ہے) اور کشائش یقیناً سختی کے ساتھ ہے اور آسانی یقیناً دشواری کے ساتھ ہے (یعنی ہر تکلیف کے بعد راحت اور ہر دشواری کے بعد آسانی ضرور میسر آتی ہے صبر وتحمل کے ساتھ انتظار کرنا چاہئے گھبرانا اور واویلا نہ کرنا چاہئے نہ کوئی مصیبت اور تکلیف دائمی ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی مشکل اور دشواری ہمیشہ رہتی ہے)

دُعا کیجئے

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت ونصرت فرمایئے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچایئے۔ ہر قسم کے فواحش ومنکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہمارے قلوب کی صلاحیتیں درست فرما دیجئے' ایمانوں میں تازگی عطا فرما دیجئے۔ تقاضائے ایمان بیدار فرما دیجئے ہمارے دلوں میں گناہوں سے نفرت پیدا فرما دیجئے' غیرت پیدا فرما دیجئے۔

خطاؤں اور گناہوں کی جرأت پیدا ہونے کا سبب

عن انس رضی الله عنه قال: وانكم لتعملون اعمالا هی ادق فی اعينكم من الشعر، كن نعدها علی عهد رسول الله صلی الله عليه وسلم من الموبقات، (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں بیشک تم آج کل بہت سے ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظروں میں بال سے بھی زیادہ باریک حقیر اور معمولی ہیں اور ہم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں انہی کاموں کو ہلاک کردینے والے کاموں میں سے شمار کیا کرتے تھے (یعنی خدا کی نگرانی سے غفلت اور اس کے محاسبہ کا خوف دلوں میں نہ رہنے کی وجہ سے تمہاری نظروں میں خطاؤں اور چھوٹے موٹے گناہوں کی وہ اہمیت باقی نہیں رہی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت اور خوف خدا کے غلبہ کی وجہ سے ہماری نظروں میں تھی اس لئے کہ اول تو صغیرہ گناہ کو معمولی اور حقیر سمجھنا خود کبیرہ ہے علاوہ ازیں یہی صغیرہ گناہ بڑھتے بڑھتے کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کا سبب بن جاتے ہیں اسی لئے ہم ان صغیرہ گناہوں کو ہلاک کرنے والا سمجھتے تھے غرض خوف خدا اور محاسبہ اعمال کا احساس باقی نہ رہنے کی وجہ سے ہی تم خطاؤں اور گناہوں کے ارتکاب پر اس قدر جری ہو گئے ہو۔

ہماری حالت کے سدھارنے کی تدبیر

جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں کہ پوری ایک صدی بھی نہ گزری تھی اتنا بڑا فرق پڑ گیا تھا اور خدا کے قہر وغضب سے بے خوفی وغفلت اور اس کی نگرانی سے لاپروائی اور اس کے نتیجہ میں گناہوں کی جرأت کا یہ عالم تھا تو آج چودہ صدیوں کے بعد کا تو کہنا ہی کیا ہے اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں میں غیبت، دھوکہ دہی، جھوٹ، جھوٹی شہادت، دروغ حلفی، سودی کاروبار، ناجائز لین دین جیسے مہلک کبیرہ گناہ اور کھلے ہوئے حرام کام نہ صرف یہ کہ کچھ برے نہیں سمجھے جاتے بلکہ فخریہ بیان کئے جاتے ہیں اس کی وجہ صرف خدا سے بے تعلقی اور اس کے محاسبہ کے خوف اور نگرانی کے یقین کا دلوں سے نکل جانا ہے ہر عبادت وطاعت کے وقت تو ہم خدا کے سامنے ہونے اور اس کے دیکھنے کو تو کیا باور کرتے ہم تو نماز تک میں یہ نہیں سمجھتے کہ ہم خدا کے سامنے کھڑے ہیں اور وہ ہماری نقل وحرکت کو اور ہمارے دلوں اور ان کے ادھر ادھر بھٹکنے والے خیالات کو دیکھ رہا ہے اور یہ کہ ہم اپنے رب سے مناجات کر رہے ہیں اور وہ سن رہا ہے حالانکہ مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف لفظوں میں آگاہ کیا ہے نمازی نماز میں اپنے رب سے مناجات کرتا ہے اور اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان یعنی سامنے ہوتا ہے بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے دلوں میں اس قادر مطلق اللہ تعالیٰ کا خوف اتنا بھی نہیں جتنا ایک ٹریفک کے سپاہی کے دل میں اپنے اس افسر کا خوف ہوتا ہے جس کے متعلق اسے یقین ہو کہ اگرچہ افسر مجھے نظر نہیں آرہا مگر یقیناً وہ کسی خفیہ جگہ سے میری نگرانی کر رہا ہے حالانکہ وہ احکم الحاکمین پکار پکار کر کہہ رہا ہے ان ربک لبالمرصاد۔ بیشک تیرا رب تیری گھات میں ہے۔

اسی تباہ کن صورت حال اور اس کے نتیجہ بد سے قرآن عظیم آیت کریمہ نمبر (۱۴) میں متنبہ کر رہا ہے اور اس کی

اصلاح کی تدبیر محاسبہ اعمال' اپنے اعمال کا جائزہ لینا بتلا رہا ہے مگر وائے محرومی کہ ہماری آنکھیں نہیں کھلتیں صرف اس لئے کہ مراقبہ اللہ کی نگرانی' کا یقین یا ہے نہیں یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس صحبت کا بدل

یاد رکھئے اگرچہ خاتم الانبیاء نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیا اثر صحبت تو آپ کی وفات کے بعد میسر آنا ممکن نہیں مگر آپ کے وہی انفاس قدسیہ کلمات طیبہ اور پورا اسوۂ حسنہ جس سے صحابہ کرامؓ کی کایا پلٹ ہوئی تھی محدثین رحمہم اللہ کی مساعی جمیلہ کے نتیجہ میں کتب حدیث میں موجود و محفوظ ہے اگر پختہ ایمان سچی عقیدت اور اصلاح کی مخلصانہ نیت کے ساتھ ہم آج ان احادیث کو پڑھیں یا پڑھوا کر سنیں تو وہ ہمارے دلوں سے بھی اس غفلت، و بے خوفی اور لاپروائی کے زنگ کو دور کرنے کے لئے بہت کافی ووافی ہیں بشرطیکہ جیسا چاہیے۔ ہمارے دلوں میں خدا کا خوف روز حساب کا ڈر اور اس کے نتیجہ میں عذاب آخرت سے نجات کی جستجو اور اصلاح احوال کا عزم مصمم اٹل ارادہ ہو۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمایئے' ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے'

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ کی غیرت

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الل علیه وسلم، قال: وان الله تعالیٰ یغار، وغیرة الله، تعالیٰ، ان یاتی المرء ما حرم الله علیه. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اللہ کو بھی غیرت آتی ہے اور اللہ کو غیرت اس پر آتی ہے کہ انسان وہ کام کرے جو اس نے حرام کئے ہیں۔

غیرت کے معنی اور اللہ تعالیٰ کی طرف اسکی نسبت

غیرت کا لفظ اردو میں دو معنی میں استعمال ہوتا ہے

۱- ایک یہ کہ کوئی شخص یہ سمجھ کر کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا کوئی برا کام کرے یا ایسا کام کرے جو خود اگر چہ برا نہ ہو مگر دوسروں کے سامنے وہ کام کرنا معیوب ہو اور اس حالت میں کوئی آجائے یا اسے دیکھ لے تو اگر وہ فوراً اس کو چھوڑ دے یا چھپنے کی کوشش کرے تو یہ غیرت ہے اور اگر نہ کرے تو یہ بے غیرتی ہے گویا یہ غیرت شرم وحیا کے معنی میں ہے اور خود انسان کی ذات اور اس کے اعمال وافعال سے متعلق ہے اس معنی کے اعتبار سے غیرت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی حدوث وتغیر کی کیفیات سے مقدس اور منزہ ذات کی طرف ہرگز جائز نہیں اللہ تعالیٰ اس طرح کے نقائص اور کمزوریوں سے پاک اور پاکیزہ ہیں۔

۲- غیرت کا دوسرا استعمال یہ ہے کہ کوئی باپ اپنی اولاد کو یا کوئی آقا اپنے نوکروں کو سختی کے ساتھ کسی کام سے منع کرے اور وہ اولاد یا نوکر خود اس کے سامنے وہ کام کریں تو اس پر اگر اس باپ یا آقا کو ان کی یہ بے پروائی اور دیدہ دلیری غایت درجہ ناگوار گزرے غصہ آئے اور ان کو سزا دینے کے لئے تیار ہو جائے تو یہ غیرت ہے اور وہ باپ یا آقا غیور ہے اگر وہ ایسا نہ کرے تو یہ بے غیرتی ہے اور وہ باپ یا آقا بے غیرت اور بے حمیت ہے سادہ لفظوں میں اس غیرت کے معنی ہیں ناگواری ناراضگی کا اظہار اپنی شفقت ورحمت سے محروم کر دینا اور اس کا تعلق دوسروں کے افعال واعمال سے ہوتا ہے اس فرق کو سمجھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی غیرت کے معنی سمجھئے۔

اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور پروردگار عالم اپنی پروردہ مخلوق انسانوں کو ان حرام کاموں کو کرتا ہوا دیکھتا ہے جن کو اس نے انہی انسانوں کے فائدہ کے لئے حرام کیا ہے تو اس کو اس مخلوق کی یہ بیباکی اور بے غیرتی سخت ناگوار گزرتی ہے اور شدید غصہ آتا ہے اور پھر یا اسی وقت اس حرام کاری اور حرام خوری کی سزا دیتا ہے اور اگر کسی مصلحت کی وجہ سے اسی وقت سزا نہیں بھی دیتا تو ان سے ناراض ضرور ہو جاتا ہے اور اپنی شفقت ورحمت سے ان کو محروم کر دیتا ہے الا یہ کہ وہ اپنے اس گناہ اور نافرمانی کی معافی مانگیں اور آئندہ کے لئے توبہ کریں تو وہ غفور ورحیم پروردگار ان کو معاف کر دیتا ہے اور پھر رحمت وشفقت سے نوازنا شروع کر دیتا ہے مختصر اور سادہ لفظوں میں اللہ تعالیٰ کی غیرت کے معنی ہیں محرمات 'حرام کاموں' کا ارتکاب کرنے والوں سے ناراض ہو جانا یعنی ان کو اپنی رحمت سے محروم کر دینا۔

حدیث کا مراقبہ سے تعلق

یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ہر

ہر قول اور فعل کی سخت نگرانی کرتے ہیں خاص کر حرام کام کرنے والے نافرمان بندوں کی، اگر چہ وہ یہی سمجھتے رہیں کہ ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا چنانچہ آپ آیت کریمہ نمبر (۳) میں پڑھ چکے ہیں ان ربک لبالمرصا.

یہ واقعہ ہے اگر کسی سچے مومن بندے کو بڑے سے بڑے گناہ کا ارتکاب کرتے وقت یہ خیال آ جائے یا کوئی خیال دلا دے کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے تو فوراً وہ اس گناہ سے باز آ جاتا ہے جیسا کہ آپ کتاب کے پہلے باب میں ان تین آدمیوں کے قصہ میں جو ایک غار میں بند ہو گئے تھے دوسرے آدمی کا واقعہ پڑھ چکے ہیں اور ہم اسی خیال کو ہر وقت متحضر رکھنے کی تدبیر مراقبہ کے بیان میں بتلا چکے ہیں یاد نہ رہی ہو تو اس بیان کو دوبارہ پڑھ لیجئے اور اس پر عمل کیجئے تاکہ آپ غیرت خداوندی کا نشانہ بننے سے محفوظ و مامون رہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمایئے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمایئے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں، ہم پر رحم فرمایئے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے،

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔

یا اللہ! ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا ایک عجیب واقعہ

عن ابی هريرة رضی الله عنه انه سمع النبی صلی الله عليه وسلم يقول: ان ثلاثة من بنی اسرائيل: ابرص، واقرع، واعمی، اراد الله ان يبتليهم فبعث اليهم ملكا، فاتی الابرص فقال: ای شیء احب اليک؟ قال: لون حسن، وجلد حسن، ويذهب عنی الذی قد قذرنی الناس،

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے تین (مصیبت زدہ روگی) آدمیوں کو ان پر حجت قائم کرنے کی غرض سے آزمانا چاہا ایک جذامی دوسرا گنجا تیسرا اندھا تو اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ کو (انسانی شکل میں) بھیجا وہ جذامی کے پاس آیا اور کہا: بتلا تجھے کیا چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا: دل آویز رنگ وروپ اور خوش رنگ (بدن کی) کھال مجھے محبوب ہے اور یہ جذام جس کی وجہ سے مجھے لوگوں نے گندا (اور اچھوت) بنا رکھا ہے اس سے مجھے نجات مل جائے فرشتہ نے اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا وہ ساری گندگی (جذام کا اثر) ایک دم جاتی رہی اور نہایت حسین رنگ وروپ اور دلکش (بدن کی) کھال اس کو دے دی گئی فرشتہ نے کہا: اب بتا تجھے کون سی قسم کا مال سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے بتلایا: اونٹ یا گائیں راوی کو شک ہے (کہ اونٹ کہا یا گائیں) چنانچہ اسے ایک ماہ کی گابھن اونٹنی دے دی گئی اور فرشتہ نے اس کو دعا دی خدا تجھے اس میں برکت دے (اور اونٹوں کی نسل میں زیادہ سے زیادہ اضافہ ہو) اس کے بعد گنجے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا: تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ پسند ہے؟ اس نے کہا خوبصورت (لمبے لمبے) بال مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یہ جو گنج ہے جس کی وجہ سے لوگوں نے مجھے گندا پلید بنا رکھا ہے یہ جاتا رہے فرشتہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کا گنج فوراً جاتا رہا اور خوبصورت (لمبے لمبے) بال اس کو دے دیئے گئے اس کے بعد فرشتہ نے پوچھا: اب بتا تجھے کون سی قسم کا مال زیادہ پسند ہے اس نے کہا گائیں، چنانچہ اسی وقت ایک گابھن گائے اس کو دے دی گئی اور فرشتہ نے دعا دی: اللہ تجھے اس میں برکت عطا فرمائے اس کے بعد فرشتہ اندھے کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تجھے کون سی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے تو بس خدا بینائی عطا کر دے (اور کچھ نہیں چاہیئے) چنانچہ فرشتہ نے اس کے چہرہ پر ہاتھ پھیرا تو اللہ نے اسی وقت اس کی بینائی واپس کر دی پھر فرشتہ نے پوچھا اب تجھے کون سی قسم کا مال پسند ہے؟ اس نے کہا مجھے تو بھیڑ بکریاں پسند ہیں چنانچہ اس کو ایک گابھن بکری دے دی گئی اور فرشتہ نے اس کو بھی برکت کی دعا دی اور چلا گیا۔

مال ودولت کی فراوانی اور اس کا نتیجہ

چنانچہ جذامی، گنجے اور اندھے تینوں کے ہاں اونٹوں، گایوں اور بھیڑ بکریوں کے خوب بچے ہوئے اور خوب نسلیں بڑھیں اور تینوں خوب مالدار ہو گئے جذامی کے ہاں اونٹوں (کے گلہ) سے وادی بھر گئی اور گنجے کے ہاں گائیں بھینسوں کے گلے سے وادی بھر گئی اور اندھے کے ہاں بھیڑ بکریوں (کے ریوڑ) سے وادی بھر گئی۔

تو پھر وہی فرشتہ جذامی کے پاس بالکل اسی کی سی (جذامی) شکل وصورت اور حلیہ میں آیا (یعنی ایک جذامی آدمی کی صورت

میں) اور کہا: بابا! میں ایک مسکین محتاج اپاہج مسافر ہوں سفر جاری رکھنے کے وسائل (سواری اور سفر خرچ) سے محروم ہو گیا ہوں اب میرا سہارا اللہ تعالیٰ کے اور پھر تیرے سوا کوئی نہیں میں تجھ سے اس اللہ تعالیٰ کے نام پر جس نے تجھے یہ دلکش رنگ وروپ اور حسین وجمیل جلد عطا کی ہے اور کثیر مال بھی دیا ہے سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے (سواری کے لئے) ایک اونٹ دے دے جس سے میں اپنا سفر جاری رکھ سکوں اور پورا کرلوں (وطن پہنچ جاؤں) جذامی بولا: میاں میرے ذمے تو اتنے بہت سارے حقوق ہیں (جن کے لئے یہ مال کافی بھی نہیں، تجھے کہاں سے دے دوں) فرشتہ نے کہا کہ: مجھے تو ایسا یاد پڑتا ہے کہ میں تجھے جانتا پہچانتا ہوں تو وہی جذامی نہیں ہے؟ جس کو لوگ پلید سمجھتے تھے (اور دور بھاگتے تھے) اور کوڑی کوڑی کو تو محتاج تھا پھر اللہ تعالیٰ نے تجھے (محض اپنے فضل سے) یہ (صحت وحسن اور مال ومنال) عطا فرمایا ہے جذامی بولا: جا (جا' میں ایسا کیوں ہوتا) میں تو باپ دادا سے ایسا ہی (حسین وجمیل اور) مالدار چلا آتا ہوں فرشتہ بولا: اگر تو جھوٹ بول رہا ہو تو خدا تجھے پھر ویسا ہی بنا دے جیسا تو تھا (چنانچہ وہ اسی حالت کو پہنچ گیا جس پر تھا) اس کے بعد گنجے کے پاس اسی گنجے کی شکل وصورت اور حلیہ میں آیا اور وہی سوال اسی طرح کیا جس طرح جذامی سے کیا تھا گنجے نے بھی اس کو وہی جواب دیا جو جذامی نے دیا تھا اس پر فرشتے نے بھی اس کے جواب میں وہی کہا (کہ کیا تو ایسا ایسا نہ تھا) جو جذامی کے جواب میں کہا تھا اور اس کے بعد کہا: اگر تو جھوٹ بول رہا ہو (اور منعم ومحسن پروردگار کی ناشکری کر رہا ہو) تو خدا تجھے ویسا ہی کر دے جیسا تھا (چنانچہ وہ بھی کفران نعمت کی سزا کو پہنچا اور ویسا ہی ہو گیا جیسا تھا) اس کے بعد اندھے کے پاس اسی اندھے کی شکل وصورت اور حلیہ میں آیا اور کہا میں اندھا محتاج مسافر ہوں اور وسائل سفر (سواری اور خرچ راہ) سے محروم ہو گیا ہوں اس وقت اللہ تعالیٰ کے اور اس کے بعد تیرے سوا میرا اور کوئی سہارا نہیں کہ میں اپنا سفر (جاری رکھ سکوں) پورا کروں (اور اپنے دیس پہنچوں) میں تجھ سے اس اللہ تعالیٰ کے نام پر جس نے تجھے بینائی واپس کی (اور مال ودولت سے نوازا) چند بکریوں کا سوال کرتا ہوں جن کے ذریعہ میں اپنی منزل مقصود کو پہنچ سکوں اندھے نے کہا: بیشک میں نابینا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے دوبارہ بینائی عطا فرما دی (اور اس مال ومنال سے نوازا اس کا لاکھ لاکھ شکر ہے) لہٰذا تم (ان بھیڑ بکریوں کے ریوڑ میں سے) جتنی بھیڑ بکریاں چاہو لے لو اور جتنی چاہو چھوڑ دو (تمہیں اختیار ہے) اللہ تعالیٰ کی قسم جو بھی تم اللہ تعالیٰ کے نام پر لوگے میں اس پر مطلق ناگواری کا اظہار نہ کروں گا (تم بلا تکلف جو چاہو اور جتنا چاہو لے لو) تو اس پر فرشتہ نے کہا: تمہارا مال تمہیں مبارک ہو واقعہ صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے تم تینوں آدمیوں (کے صبر وشکر) کا امتحان لیا گیا ہے (تمہیں خوشخبری ہو کہ) اللہ تم سے (تمہاری احسان شناسی اور شکر گزاری پر) خوش ہو گیا اور تمہارے دونوں ساتھیوں (جذامی اور گنجے) سے (ان کی ناشکری اور جھوٹ بولنے پر) ناراض ہو گیا (اور اس ناشکری کی سزا میں ان کو ویسا ہی جذامی اور گنجا بنا دیا)

اللہ تعالیٰ کی نگرانی کا ایک عبرت آموز واقعہ اور امت محمدیہ کو اس سے سبق لینے کی ہدایت

یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے صبر وشکر کی نگرانی اور آزمائش سے متعلق کسی پہلی امت کا ایک واقعہ ہے مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے مالدار اور خوشحال لوگوں کی تنبیہ اور عبرت کے لئے بیان فرمایا ہے یہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت ورحمت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اس طرح فرشتوں کے ذریعہ بطور امتحان آزمائش نہیں کرتے اور ہاتھ

کے ہاتھ بغیر توبہ کا موقع دیئے ناشکری کی سزا نہیں دیتے تاہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا اس واقعہ کو بیان کرنے سے یہی ہے کہ آپ کی امت کے متمول اور خوشحال لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اس نگرانی اور آزمائش سے غافل نہ رہنا چاہئے اور جب بھی کوئی حاجتمند سائل ان کے پاس آئے تو فوراً یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی اور آزمائش ہے اس نے اس ضرورت مند کو صرف میری آزمائش کے لئے میرے پاس بھیجا ہے ورنہ وہ خود اپنے خزانہ غیب سے اپنے بندے کی حاجت کو پورا کر دیتے اور اس نابینا کی طرح نہایت خندہ پیشانی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ محض اللہ تعالیٰ کی رضا خوشنودی اور شکر نعمت کی نیت سے کما حقہٗ اور خاطر خواہ اسکی ضرورت کو پورا کرنا چاہئے اور پھر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے اس آزمائش میں پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس حاجتمند کا ممنون ہونا چاہئے کہ اسی کی بدولت ہمیں یہ شکر نعمت ادا کرنے اور رضا الٰہی حاصل کرنے کا موقع ملا۔

اپنا جائزہ لیجئے

اس تفصیل کے بعد ذرا جائزہ لیجئے کہ ہم اور ہمارے دولت مند حضرات اس معیار پر کس قدر پورے اترتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس شکر گزاری کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔
اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔
اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔
اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔
اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔
اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیز گاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔
اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔ آمین

اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی ہدایت

عن ابی یعلی شداد بن اوس رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: الکیس، من دان نفسه، وعمل لما بعد الموت، والعاجز من اتبع نفسه هواها، وتمنیٰ علی الله. (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابویعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیرک (اور عاقبت اندیش) وہ شخص ہے جس نے خود اپنے اعمال کا محاسبہ کیا (اور جائزہ لیا) اور مرنے کے بعد (آخرت) کے لئے کام کیا اور عاجز وناکارہ وہ شخص ہے جس نے اپنے نفس کی خواہشات اور اغراض کے پیچھے عمر گنوادی (اور آخرت کے لئے کچھ نہ کیا) اور (ساری عمر) اللہ تعالیٰ سے (بغیر کچھ کئے) تمنائیں کرتا رہا (اور مغفرت کی امیدیں باندھتا رہا)

یہ خوبی اعمال کا جائزہ سے پیدا کی جاسکتی ہے

مسلمان اپنے اسلام میں یہ خوبی اسی وقت پیدا کرسکتا ہے جبکہ وہ اپنے شب وروز کے کاموں کا محاسبہ کرتا رہے اور جائزہ لیتا رہے اس لئے اسے اپنے شب وروز کے اعمال کا روزانہ جائزہ لے کر نہ صرف گناہوں اور معصیتوں کو بالکل ترک کردینا چاہئے بلکہ ان تمام کاموں کو بھی چھوڑ دینا چاہئے جو آخرت میں کام آنے والے نہ ہوں اور ان کی جگہ سوچ سوچ کر وہ کام کرنے چاہئیں جو آخرت میں کام آئیں۔

حدیث پر عمل کرنے سے زندگی میں نہ کوئی تنگی اور دشواری

یادرکھئے۔ آپ کے جائز معمولات زندگی میں اس حدیث پر عمل کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا صرف اتنا کرنا پڑے گا کہ جو کام بھی آپ کریں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے کریں اس طرح آپ کی ساری دنیا دین بن جائے گی جس کی تفصیل آپ اس کتاب کے پہلے باب میں نیت کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

آخرت میں جزا سزا کی تفصیل

یادرکھئے انسان کی ہر جائز خواہش اور طبعی ضرورت اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ اور آپ کی سنت کے مطابق جس کی تفصیل انشاء اللہ اس پوری کتاب میں پڑھیں گے پوری کی جائے وہ یقیناً آخرت میں کام آنے والی ہے مزید تفصیل کے لئے اور دینی کتابوں کی مراجعت کیجئے خاص کر اس کتاب کا پہلا باب بار بار پڑھئے اور یاد رکھئے۔

اس حدیث پر عمل کرنے کا عظیم فائدہ

اس طریق کار پر عمل کرنے سے رفتہ رفتہ انسان کی زندگی فرشتوں کے لئے بھی قابل رشک بن جاتی ہے اس لئے کہ فرشتوں کی تمام خوبیاں اور پارسائی فطری اور غیر اختیاری ہے وہ کوئی برا کام یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے اسی لئے اس پر ان کے لئے کوئی جزاء اور صلہ وانعام نہیں اور اس انسان کی یہ تمام خوبیاں اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری نفس اور شیطان کے علی الرغم برخلاف اور ضد پر خود اپنے قصد وارادہ سے حاصل کردہ اور کافی مشقیں برداشت کرنے کے بعد حاصل شدہ ہیں اسی لئے ان کے عوض میں آخرت میں جزائے خیر اور جنت الفردوس کی نعمتوں کا وعدہ ہے جو ضرور پورا ہوگا ایسے ہی انسان اللہ تعالیٰ کے نزدیک عام فرشتوں سے افضل ہیں والحمدللہ علی ذلک اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کو اور تمام مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

بیوی بچوں پر دینی امور میں سختی کا فائدہ

عن عمر رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ولا یسأل الرجل فیم ضرب امراته، (ابوداؤد)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مشفق اعظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (پابند شریعت) آدمی سے اپنے بیوی (بچوں) کو مار پیٹ کرنے پر (قیامت کے دن) کوئی باز پرس نہ ہوگی۔

تشریح: جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق اور پروردہ بندوں کے اعمال واخلاق کے خود نگراں ہیں اسی طرح اس نے مسلمان مردوں کو اپنے بیوی بچوں کے اعمال وافعال کا نگران بنایا ہے اور ان سے نماز روزے وغیرہ تمام احکام شرعیہ کی پابندی کرانا اور خلاف شرع کاموں سے باز رکھنے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچانے کی کوشش کرنا مردوں کا فرض قرار دیا ہے ارشاد ہے۔

اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو (جہنم کی) آگ سے بچاؤ۔

خاص طور پر نماز کی پابندی کرانے کے متعلق ارشاد ہے۔

تم اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم دیا کرو اور سختی سے اس پر قائم رہو ہم تم سے رزق (دینے نہ دینے) کا سوال نہیں کریں گے (نماز پڑھوانے نہ پڑھوانے کا سوال کریں گے)

اور نگران بنانے کا اعلان ذیل کی آیت کریمہ میں فرمایا ہے: مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے بعض کو (مردوں کو) بعض پر (عورتوں پر) دی ہے اور اس لئے کہ وہ ان کا خرچ اٹھاتے ہیں۔

اور اس نگران کے تحت بیویوں کو سمجھانے بجھانے اور اخلاقی سزا دینے اور ضرورت کے وقت (بقدر ضرورت) مار پیٹ کرنے کا اختیار ذیل کی آیت کریمہ میں دیا ہے۔

اور وہ عورتیں (بیویاں) جن کے سرکش بن جانے کا تمہیں اندیشہ ہو تو (پہلے) ان کو نصیحت کرو اور (ضرورت پڑے تو) ان کو بستر پر اکیلا چھوڑ دو (یعنی ساتھ سونا چھوڑ دو) اور (اس پر بھی نہ باز آئیں تو) ان کی (ہلکی سی) پٹائی کر دو اگر وہ تمہارا کہا ماننے لگیں تو ان کے خلاف (انتقام) کی راہ مت تلاش کرو (جو کچھ کرو اصلاح کی نیت سے کرو نہ کہ انتقام کی نیت سے)

ایک پابند احکام الٰہیہ مسلمان اپنی بیوی اور بچوں کو خلاف شرع کاموں پر ہی سزا دے سکتا ہے اور اسی نیت سے اور وہی سزا دے سکتا ہے جس کی شریعت نے اجازت دی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس مار پیٹ کی اجازت دی ہے اس کی شرط یہ ہے کہ ہاتھ پاؤں توڑ دینے اور کسی عضو کو بیکار کر دینے والی ایسی سزا ہرگز نہ ہونی چاہئے جو ہڈیوں تک اثر کرے باقی ان کاموں کی جن سے روکنا چاہئے اور ان سزاؤں کی مزید تفصیل جن کی اجازت دی ہے کتب حدیث وفقہ میں موجود ہے معلوم کیجئے بہر حال اس نگرانی اور خلاف ورزی پر گرفت کرنے میں ناموافقت ناراضگی اور عداوت ودشمنی کا جذبہ ہرگز کارفرمانہ ہونا چاہئے شریعت نے سختی کے ساتھ اس سے منع کیا ہے چنانچہ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں فلاتبغوا علیهن سبیلاً میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرما دیں آمین۔

الحمد للہ جلد ۹ مکمل ہوئی

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث-10

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

از افادات

اُستاد المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............... شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ

ناشر.......................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

طباعت....................سلامت اقبال پریس ملتان

انتباہ

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔ پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان — مکتبہ رشیدیہ.......راجہ بازار.......راولپنڈی

ادارہ اسلامیات.......انارکلی.......لاہور — یونیورسٹی بک ایجنسی......خیبر بازار......پشاور

مکتبہ سید احمد شہید.......اردو بازار.......لاہور — ادارۃ الانور.......نیوٹاؤن.......کراچی نمبر 5

مکتبہ رحمانیہ.......اردو بازار.......لاہور — مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ...علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K (ISLAMIC BOOKS CENTERE — 119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ نو جلدیں ماشاء اللہ کافی مقبول ہوئیں۔
درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جا رہا ہے۔
عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔
اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین
الحمد للہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند و بے غبار تعلیمات کو مزید مزین و سہل کر کے پیش کیا جائے۔
اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔
بلا شبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جا سکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب
نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔
اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام   محمد اسحٰق عفی عنہ   شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

تقریظ

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ

رئیس دارالافتاء جامعہ خیر المدارس ملتان ونگران اعلیٰ مجلس تحقیقات اسلامیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے پیش نظر اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت جس طرح اپنے ذمہ لی ہے اسی طرح الفاظ قرآن کی تشریح جو ذخیرہ آحادیث کی شکل میں موجود ہے اسکی حفاظت وصیانت بھی اللہ پاک نے اس امت کے ذریعے فرمائی۔ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ حفاظت حدیث کے سلسلہ میں اس امت کے محدثین حضرات نے عجیب کمالات دکھائے۔ اسماء الرجال کے علم ہی کو دیکھ لیجئے اس علم سے سابقہ امتیں محروم رہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات چونکہ تاقیامت محفوظ اور قابل عمل تھیں اس لئے ان فرامین کی حفاظت کیلئے محدثین نے اسماء الرجال اور اس کے علاوہ دوسرے علوم متعارف کرائے جنہوں نے احادیث مبارکہ کے گرد ایک قوی حصار کا کام کیا تاکہ کوئی دین دشمن حسب منشاء ان احادیث میں کوئی تغیر وتصرف نہ کرسکے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کی مغلوبیت میں جہاں دیگر عوامل کارفرما ہیں ان سب میں بنیادی چیز یہی ہے کہ ہم اپنی بنیاد یعنی اسلامی تعلیمات سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اور اس بات کے جاننے کے باوجود کہ ہماری دینی ودنیاوی فلاح وترقی اسلامی تہذیب' اسلامی تعلیمات اور انہی اقدار میں ہے جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو چلایا اور تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان ان اسلامی تعلیمات پر مضبوطی سے عمل پیرا رہے اللہ پاک نے انہیں اخروی نجات کے علاوہ دنیا میں بھی شان وشوکت' غلبہ ونصرت سے نوازا اور پوری دنیا کے غیر مسلم ان کے خادم اور زیردست کی حیثیت سے رہے۔

آج ہم سب مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ دنیا میں مسلمان غالب ہوں لیکن اس کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی تعلیمات نبوت کی روشنی میں زندگی کے سفر کو طے کرنا۔ اسکی طرف ہماری توجہ کم ہوتی ہے اس لئے ضرورت ہے کہ معاشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات کو عام کیا جائے اور جس طرح تلاوت قرآن کو اپنے معمول میں شامل کیا جاتا ہے اسی طرح ہمارے بعض اکابر کے معمول میں تلاوت حدیث بھی شامل تھی۔

''ادارہ تالیفات اشرفیہ'' اس لحاظ سے بڑی مبارک کا مستحق ہے کہ عوام کو اس بنیادی ضرورت کو عام فہم انداز میں درس حدیث کی شکل میں پیش کرنے کا سہرا اُسی کے سر ہے۔ اس سے قبل ''درس قرآن'' بھی عوام الناس میں بے حد مقبول ہو چکا ہے۔

دل سے دُعا ہے کہ فرامین نبوی کا یہ سدا بہار گلدستہ عنداللہ مقبول ہو اور ہم سب تعلیمات نبوی کی روشنی میں اپنا قبلہ درست کر کے دنیا و آخرت کی سعادتوں سے اپنے دامن بھر لیں۔

فقط: عبدالستار عفی عنہ رجب المرجب ۱٤۲۵ھ

فہرست عنوانات

☆.....☆.....☆.....☆

سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قيل: يا رسول الله من اكرم الناس؟ قال: اتقاهم. فقالوا: ليس عن هذا نسألک، قال: فيوسف نبی الله بن نبی الله بن نبی الله بن خليل الله، قالوا: ليس عن هذا نسألک قال: فعن معادن العرب تسألونی؟ خيارهم فی الجاهلية خيارهم فی الاسلام اذا فقهوا، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک مرتبہ) فخر کائنات نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ شریف کون ہوتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا "جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو" تو صحابہؓ نے عرض کیا ہم آپ سے یہ تو دریافت نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ شریف کون ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا تو (نسب کے اعتبار سے تو) سب سے زیادہ شریف سیدنا یوسف علیہ السلام ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نبی یعقوب علیہ السلام کے بیٹے بھی ہیں جو خود بھی نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے خلیل سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے بھی ہیں (یعنی یوسف علیہ السلام خود بھی نبی ہیں ان کے باپ بھی نبی ہیں دادا بھی نبی ہیں اور پردادا نہ صرف نبی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے خلیل بھی ہیں تو یوسف علیہ السلام سے بڑھ کر شریف النسب اور کون ہوسکتا ہے) صحابہؓ نے عرض کیا: ہم یہ بھی آپ سے دریافت نہیں کرتے (تو یہ انبیاء کرام علیہم السلام ہیں ان کا تو کہنا ہی کیا ہم تو عام انسانوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو تم عرب کی کانوں (قبیلوں) کے متعلق دریافت کرتے ہو؟ تو یاد رکھو! جو لوگ عہد جاہلیت میں (اسلام سے پہلے زمانہ میں) اچھے اور بہتر تھے وہ اسلام میں (داخل ہونے کے بعد) بھی اچھے اور بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کی سمجھ (یعنی شرعی احکام و تعلیمات میں بصیرت) حاصل کرلیں۔

تشریح: اسلام میں شرافت کا معیار پرہیز گاری ہے

اس حدیث پاک میں تقویٰ پرہیز گاری کے معنی میں استعمال ہوا ہے اس حدیث کا تقویٰ کے باب سے تعلق بظاہر صرف پہلے جواب کے اعتبار سے ہے یعنی شرف اور کرم کا مدار تو صرف پرہیز گاری پر ہے جو جتنا زیادہ پرہیز گار ہوگا اتنا ہی زیادہ شریف ہوگا اور آپ کا یہ جواب قرآن کریم کی آیت کریمہ ذیل سے ماخوذ ہے۔

اے لوگو (انسانو) ہم نے تم کو ایک مرد (آدم) اور ایک عورت (حوا) سے پیدا کیا ہے اور تم کو کنبوں اور قبیلوں میں (صرف) اس لئے تقسیم کردیا ہے کہ تم ایک دوسرے کو (قرابت کے اعتبار سے) پہچانو (اور رشتہ داری کے حق ادا کرو) بیشک تم میں سب سے زیادہ شریف آدمی اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

یعنی کرم اور شرف کا تعلق قبیلوں اور خاندانوں یعنی سلسلہ نسب سے مطلق نہیں ہے کرم اور شرف کا مدار تو صرف اعتقادات حقہ اعمال واخلاق اور فضائل و کمالات پر ہے جس قدر کوئی شخص اعتقادات حقہ اعمال صالحہ اور اخلاق فاضلہ کا زیادہ مالک ہوگا اسی قدر وہ زیادہ شریف اور کریم (لائق احترام) ہوگا۔

اسلام میں نسبی شرافت

لیکن صحابہ کرامؓ نے دوسری مرتبہ سوال کر کے اپنے مدعا "نسبی شرافت" کی طرف اشارہ کیا تو اس کے جواب میں بھی ہادی عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے آباؤ اجداد کا جو سب کے سب انبیاء کرام علیہم السلام ہیں ذکر فرما کر پھر اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ انسان کی نسبی شرافت اسی وقت قابل ذکر اور لائق فخر ہے جبکہ وہ روحانی کمالات وفضائل اور مکارم اخلاق کے ساتھ بھی آراستہ ہو اور ظاہر ہے کہ نبوت اور وہ بھی مسلسل چار پشتوں میں اس سے بڑھ کر دینی، روحانی اور اخلاقی کمال وشرف اور کیا ہو سکتا ہے گویا آپ نے دوسرے پیرایہ میں پہلے جواب کو ہی دہرایا۔

صحابہ کا مدعا پھر بھی پورا نہ ہوا وہ عام دنیوی، نسبی اور خاندانی شرافت کے متعلق دریافت کرنا چاہتے تھے تو تیسری مرتبہ آپ نے ان کے مدعا **فعن معادن العرب تسئلونی** کی تعیین فرما کر جو جواب دیا اس میں بھی اس امر کی تصریح فرمائی کہ اسلام اور اس کی اعتقادی، عملی اور اخلاقی تعلیمات کی واقفیت اور بصیرت سے کوری اور معرا نسبی اور خاندانی شرافت اسلام میں کوئی چیز نہیں وہ تو صرف تعلقات قرابت کے معلوم کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

شرف اور کرم دین و دنیا دونوں میں انہی لوگوں کا قابل ذکر اور لائق قدر ہے جو خاندانی شرافت کے ساتھ ساتھ اسلام اور اس کی تعلیمات نیز اخلاق فاضلہ کی واقفیت وبصیرت کے بھی علماً وعملاً مالک ہوں۔

خالص خاندانی شرافت تو انسان کو شیطان بنا دیتی ہے

ورنہ تو نری خاندانی شرافت تو صرف رعونت وتکبر اور نخوت وغرور ہی پیدا کرتی ہے اور بڑھتے بڑھتے شیطان کی طرح مردود وملعون بنا دیتی ہے شیطان نے بھی مادی شرافت اور برتری کو ہی اپنی برتری اور آدم کی کمتری کی دلیل قرار دیا تھا وہ کہتا ہے

میں آدم سے بہتر وبرتر ہوں اس لئے کہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو پانی ملی سیاہ مٹی (گارے کیچڑ) سے پیدا کیا ہے۔

اور اسی بنیاد پر اس نے خود اپنے خالق کے حکم آدم کو سجدہ کرنے کے حکم کو بھی ٹھکرا دیا تھا کہ یہ حکم میری شان کے خلاف ہے میں اسے نہیں مان سکتا چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **ابی واستکبر** اس نے (آدم کو سجدہ کرنے سے) صاف انکار کر دیا اور اس کو اپنی شان کے خلاف قرار دیا اس سے معلوم ہوا کہ تنہا نسبی اور خاندانی شرافت نہ صرف یہ کہ کوئی قابل فخر چیز نہیں بلکہ انتہا درجہ خطرناک اور تباہ کن چیز ہے۔

خاندانی شرافت کس صورت میں اللہ تعالیٰ کا انعام ہے

ہاں اگر نسبی شرافت اسلام کی تعلیمات اور **تفقہ فی الدین**، دین کی فہم اور بصیرت سے بھی آراستہ ہو اور پرہیزگاری کی زینت سے مزین ہو تو یقیناً خاندانی شرافت اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور دوررس احسان ہے۔

اس انعام کا شکریہ کیا ہے؟

اور اس انعام واحسان کا شکریہ ادا کرنا انسان کا فرض ہے اور وہ یہ ہے کہ خالق کائنات اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کو خواہ وہ شریف النسب ہوں یا غیر شریف النسب یکساں انسان، اور آدم وحوا کی اولاد ہونے کے اعتبار سے اپنا بھائی اور برابر سمجھے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نزدیک جو لائق عزت واحترام ہوں یعنی مسلمان اور پرہیزگار ہوں ان کی دل سے عزت واحترام کرے اگرچہ وہ خاندانی اعتبار سے کتنے ہی کمتر کیوں نہ ہوں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مردود وملعون (کافر) فاسق وفاجر، بدکار ہوں ان سے بیزاری کا اظہار کرے اگرچہ وہ کتنے ہی عالی نسب اور شریف خاندان کیوں نہ ہوں۔

کوری نسبی شرافت کس کا ورثہ ہے

حاصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تینوں جوابوں کا یہی ہے کہ اسلام اور دینی بصیرت یعنی پرہیز گاری جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں سے محروم نسبی اور خاندانی شرافت تو فرعون نمرود اور ابو جہل و ابولہب بلکہ شیطان کا ورثہ ہے۔ جن کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

دنیا والوں کے نزدیک شرافت کا معیار

اہل دنیا بھی انسان کے شخصی کردار اور اخلاق ہی کو معیار شرف واحترام سمجھتے ہیں اور شریفوں کی بدکردار و بداطوار اولاد کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے اپنے باپ دادا پر فخر کرنے اور ان کی بدولت اپنی عزت کرانے کے جذبہ کو باپ دادا کی ہڈیوں کی تجارت سے تعبیر کرتے ہیں۔

بزرگوں کی بدکردار اولاد کی کون لوگ عزت کرتے ہیں

وہ لوگ درحقیقت بزدل یا خود غرض خوشامدی اور لالچی ہوتے ہیں جو محض اپنی اغراض کے لئے بزرگوں کی بدکردار اور بداطوار اولاد کو جانتے بوجھتے سروں پر اٹھائے پھرتے ہیں یا فاسق وفاجر اور بدکردار وبداطوار افسروں یا حکمرانوں یا مالداروں کی تعریفوں میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں نمائشی عزت واحترام میں سر تسلیم خم کئے رہتے ہیں محض اپنی ناجائز اغراض کے لئے یہ انسانیت کی موت ہے۔

بدکردار لوگوں کی تعریف اور عزت

یاد رکھئے! رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ فرماتے ہیں۔
جب بدکار و بدکردار شخص کی تعریف کی جاتی ہے تو پروردگار عالم حد درجہ غضب ناک ہو جاتے ہیں اور عرش عظیم بھی ان کے غضب سے لرز اٹھتا ہے۔

خاندانی شرافت کی حقیقت اسلام کی نظر میں

نیز ھادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔
بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر سے (ایمان واسلام کی بدولت) جاہلیت (اسلام سے پہلے زمانہ) کی نخوت ورعونت اور باپ دادا پر فخر کرنے (کی جاہلانہ عادت) کو دور کر دیا ہے اب تو آدمی یا پرہیز گار مومن ہوتا ہے یا بدکار مردود ہوتا ہے سب لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم (کا خمیر) مٹی سے بنا ہے۔ یعنی اپنی اصل ونسل کے اعتبار سے تو آدم کی اولاد کو کسی فخر وشرف کی گنجائش ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ (سب کی اصل ونسل ایک ہے ہاں دینداری اور پرہیز گاری بیشک انسان کو لائق عزت واحترام بنا سکتی ہے۔

خاندانی شرافت پر اس طویل تبصرہ کی وجہ

دینداری اور پرہیز گاری سے محروم خاندانی شرافت اور اس پر فخر اور بدکار و بدچلن لوگوں کی عزت واحترام اور مدح سرائی کی وبا اس زمانہ میں بہت زیادہ پھیلی ہوئی ہے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! آپ ہم کو دنیا میں بہتری عنایت کیجئے اور آخرت میں بھی بہتری دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچائیے۔
اے ہمارے پروردگار! ہم پر استقلال (غیب سے) نازل فرمایئے اور ہمارے قدم جمائے رکھئے اور ہم کو اس کافر قوم پر غالب کیجئے۔
اے ہمارے رب! ہم پر دار و گیر نہ فرمایئے اگر ہم بھول جائیں یا چوک جائیں۔
اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی سخت حکم نہ بھیجئے جیسے ہم سے پہلے لوگوں پر آپ نے بھیجے تھے۔

پرہیز گاری کے لئے سب سے بڑا خطرہ

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه، عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الدنیا حلوة خضرة، وان الله مستخلفکم فیها، فینظر کیف تعملون، فاتقوا الدنیا واتقوا النساء، فان اول فتنة بنی اسرائیل کانت فی النساء (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا کہ: بیشک دنیا (کی نعمتیں) بے حد شیریں، دلکش اور نظر فریب ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ (اپنے وعدہ کے بموجب اسلامی فتوحات کے بعد) ان پر تمہیں قابض (ومتصرف) فرمائیں گے (اور دنیا بھر کے سامان عیش وتعیش کا تمہیں مالک بنادیں گے) پھر دیکھیں گے تم کیا کرتے ہو؟ پس تم ان دنیا کی نعمتوں (میں مستغرق ہونے اور کھو جانے) سے بچنا اور دور رہنا اور (خاص طور پر) عورتوں (کی محبت میں اندھے بننے) سے تو بہت ہی ڈرتے اور بچتے رہنا اس لئے کہ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم) بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں ہی (کے بارے) میں ہوئی تھی (اور وہ عورتوں کی محبت میں ہی اندھے ہوکر تمام گمراہیوں اور حرام کاریوں میں مبتلا اور تباہ ہوئے تھے)

تشریح: عورت کی اندھی محبت پرہیز گاری کی دشمن

اس دنیا اور اس کی تقویٰ شکن نفسانی خواہشات اور دنیاوی نعمتوں کی تفصیل آپ تقویٰ کے بیان میں آیت کریمہ زین للناس حب الشهوات من النسآ الآیه کے تحت پڑھ چکے ہیں اور اس اندھی محبت کا حال بھی پڑھ چکے ہیں جو پرہیز گاری اور خدا پرستی کی سب سے بڑی دشمن ہے اور جو انسان کو دنیا اور آخرت دونوں میں ہلاک کر ڈالتی ہے۔ بہتر ہے کہ آپ اس بیان کو پھر پڑھ لیں دیکھئے ان نفسانی خواہشات اور انسان کو اندھا بنادینے والی نعمتوں میں سرفہرست اول نمبر پر عورتوں کی محبت ہے اسی لئے تقویٰ سے متعلق اس حدیث پاک میں بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو نفسانی خواہشات اور دنیا کی تمام نعمتوں سے پرہیز کرنے کے ساتھ ساتھ خاص طور پر عورتوں کی محبت سے بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی اور بنی اسرائیل کی تباہی کی مثال یاد دلا کر عورتوں کے فتنہ سے ڈرتے اور بچتے رہنے کی تاکید فرمائی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ نفس کی وہ خواہش اور لذت جنسی لذت، جو بڑے سے بڑے عاقبت اندیش اور ہوشمند انسان کو بھی بالکل اندھا بنادیتی ہے وہ مردوں کو عورتوں سے اور عورتوں کو مردوں سے ہی حاصل ہوتی ہے پھر اسی لذت کی تکمیل کے لئے شراب بھی پی جاتی ہے سور کا گوشت بھی کھایا جاتا ہے اور گانے بجانے برہنہ رقص وسرور اور عریانی وفحاشی کی محفلوں کلبوں سے اس آگ کو اور بھڑکایا جاتا ہے اور اس شیطانی خواہش اور لذت کا بھوت سروں پر سوار ہوکر تکمیل عیش اور مزید ہوس رانی کی غرض سے حرام وحلال کی تمیز کئے بغیر اندھادھند مال ودولت جمع کرنے پر مجبور کرتا ہے اور انسان مال ودولت کی حرص وہوس میں گرفتار ہوکر سخت سے سخت جرم چوری، رہزنی جعلسازی وغیرہ کے ارتکاب تک کا عادی بن جاتا ہے خیانت، بددیانتی اور دھوکہ دہی تو معمولی بات ہے اس لحاظ سے یہ نفسانی خواہش ولذت اور مردوں کے لئے عورتوں کی اور عورتوں کے لئے مردوں کی یہ

اندھی محبت تمام بدکاریوں حرام کاریوں اور جرموں کے ارتکاب کی جڑ ہے اور پرہیزگاری یعنی اعلیٰ کردار بلند اخلاق اور پاکیزہ فطری اقدار کی سب سے بڑی دشمن ہے اس حیوانی خواہش ولذت اور اس کے نتیجہ میں عورت کی محبت کا سب سے زیادہ برا اور خطرناک نتیجہ باہمی رقابت رشک وحسد اور بغض وکینہ ہے جس کے نتیجہ میں قتل اور خون ریزی کے واقعات آئے دن ہم اخبارات میں پڑھتے رہتے ہیں ناوے فیصد قتل کے واقعات کی تہہ میں عورت کا فتنہ کارفرما ہوتا ہے۔

عورت کا فتنہ صرف شخصی زندگی کو ہی تباہ نہیں کرتا

یہ عورت کا فتنہ صرف ایک انسان ہی کی شخصی تباہی کا سبب نہیں بنتا بلکہ بڑھتے بڑھتے ملکوں قوموں اور حکومتوں کی تباہی کا سبب بنتا ہے تاریخ کے صدہا واقعات اس کے شاہد ہیں اس لئے یہ ایک ناقابل انکار وتردید حقیقت ہے کہ سب سے بڑا فتنہ عورت کی اندھی محبت ہے اور اس کا توڑ کہئے یا اس ''زہر'' کو اتارنے والا ''تریاق'' صرف اسلامی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔

پرہیزگاری کا دوسرا دشمن

اس کے بعد دوسرے نمبر پر پرہیزگاری کا دشمن ''حب مال'' کا فتنہ ہے یعنی بے حساب مال ودولت کے انبار جمع کرنے کی حرص وہوس اسی لئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس خطرناک فتنے سے بھی آگاہ اور خبردار فرمایا ہے ارشاد ہے:

ہر (نبی کی) امت کی ایک آزمائش کی چیز ہوئی ہے اور میری امت کی آزمائش کی چیز مال ہے۔

تقویٰ کی تشریح کے ذیل میں بیان شدہ مذکورہ سابق آیت کریمہ زین للناس حب الشهوات الآیہ میں اس مال کو والقناطیر المقنطرة من الذهب والفضة سونے چاندی کے تہ بتہ لگائے ہوئے انبارُ سے تعبیر فرمایا ہے دنیا کے تجربات وواقعات شاہد ہیں کہ ہوس مال وزر تقویٰ اور پرہیزگاری تو رہی ایک طرف یہ اندھی محبت اور ہوس تو کوئی بھی ایسا برے سے برا حرام کال اور حرام مال حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں جس کو اختیار کرنے پر انسان کو مجبور نہ کرتی ہو اور اس کے نتیجہ میں دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل وخوار اور رسوا اور روسیاہ نہ کر دیتی ہو قرآن کریم میں اس زراندوزی پر بڑی شدید وعید آئی ہے جس کو سن کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مذکورہ ذیل حدیث میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر اس تباہ کن خطرہ سے خبردار کیا ہے ارشاد ہے:

پس خدا کی قسم فقر وافلاس کا مجھے تمہارے متعلق کوئی اندیشہ نہیں (تم اس سے تباہ نہ ہوگے) لیکن میں تو تمہارے بارے میں صرف اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا (کی مال ودولت) کے دروازے تم پر کھول دیئے جائیں جیسے پہلی قوموں پر کھول دیئے گئے تھے پھر تم ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسکی حرص وہوس میں ایسے ہی گرفتار ہو جاؤ جیسے وہ گرفتار ہو چکے ہیں اور پھر وہ دنیا تم کو اسی طرح ہلاک کر ڈالے جیسے ان کو ہلاک کر چکی ہے۔

اس حرص وہوس مال وزر کے سم قاتل 'مہلک زہر' کا تریاق بھی یہی تقویٰ اور پرہیزگاری ہے۔ یاد رکھئے! شریعت کی تعلیمات کے مطابق حلال اور جائز آمدنی کے ذرائع سے مال ودولت حاصل کرنا اور پھر خدا اور رسول کے بتلائے ہوئے مصارف میں اس کو خرچ کرتے رہنا وہ ''نسخہ شفاء ربانی'' ہے کہ اس کو استعمال کرتے رہنے اور پرہیزگاری کے اصول کی پیروی کرتے رہنے کی صورت میں حب مال اور ہوس زراندوزی کا مرض پاس بھی نہیں پھٹک سکتا۔

پرہیزگاری کا تیسرا دشمن

پرہیزگاری کا تیسرا دشمن نفس انسانی کی تیسری بھوک جوع الارض یعنی زمین جائیداد کی ہوس ہے عورت اور دولت کے بعد تیسرا فتنہ جاگیرداری اور ملک گیری کا فتنہ ہے اس مرض میں مبتلا اور اس فتنہ میں گرفتار انسان سب سے زیادہ ظلم و جور کا خصوصاً غریبوں، کمزوروں، یتیموں، بچوں اور عورتوں پر مرتکب ہوتا ہے اور آخر میں بڑا ہی بے رحم اور سنگدل کہئے قصائی بن جاتا ہے قرآن کریم میں ایسے ظالموں کے لئے بڑی شدید وعیدیں آئی ہیں شہوات نفسانی کے اصول پر مشتمل آیت کریمہ میں حب جائیداد و جاگیرداری کو **والانعام والحرث** اور مویشیوں اور زمین کی پیداوار کی محبت سے تعبیر کیا ہے۔

غرض اس میں تو کوئی شک وشبہ کی گنجائش ہے ہی نہیں کہ جنسی لذت، مال وزر اور زمین و جائیداد کی ہوس، جس کا کام دنیا ہے تمام تر بدکاریوں کا سرچشمہ ہے اسی سے بچنے اور دور سے دور تر رہنے کی ہدایت حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں کی گئی ہے اسی کا نام تقویٰ ہے۔

آزمائش اور اس میں پورا اترنے کی تدبیر

ان دنیا کی نعمتوں میں آزمائش کا پہلو یہ ہے کہ انسان ان کے بغیر بھی زندگی نہیں بسر کر سکتا اور ان کا میسر آنا بھی خطرہ کی گھنٹی ہے یعنی تباہی کے خطرہ سے خالی نہیں اس آزمائش میں پورا اترنے کا راز جیسا کہ حدیث پاک یعنی **لآاخشی علیکم الفقر** میں اشارہ فرمایا ہے، یہ ہے کہ مال و دولت اور سامان رفاہیت کی فراوانی کے مقابلہ میں انسان فقر وافلاس بقدر ضرورت روزی کو ترجیح دے اور خوش آمدید کہئے صبر وقناعت اور تقویٰ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہے اور اگر بغیر کسی خاص جدوجہد اور تلاش وسرگردانی کے، دولت ورفاہیت خوشحالی خود بخود میسر آئے تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خاص انعام واحسان سمجھے نہ کہ اپنی کارگزاری کا نتیجہ اور اللہ تعالیٰ کا شکر اور حق نعمت قولاً وعملاً ادا کرتا رہے مگر دل کو اس کی محبت سے پاک رکھے اور حرص وہوس کو اپنے پاس تک نہ پھٹکنے دے اسی کا نام پرہیزگاری اور تقویٰ ہے۔

موجودہ زندگی میں ان ہدایات پر عمل کرنے کا فائدہ

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان مشفقانہ ہدایات پر عمل کر کے اور پرہیزگاری کو اختیار کر کے ہم آج کی زندگی میں بھی بے شمار خطرات اور ہلاکتوں سے بچ سکتے ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے رب! اور ہم پر کوئی ایسا بار (دنیا یا آخرت کا) نہ ڈالئے جس کی ہم کو سہار نہ ہو اور درگزر کیجئے ہم سے اور بخش دیجئے ہم کو۔ اور رحمت کیجئے ہم پر آپ ہمارے کارساز ہیں (اور کارساز طرفدار ہوتا ہے) سو آپ ہم کو کافر لوگوں پر غالب کیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو کج نہ کیجئے بعد اس کے کہ آپ ہم کو ہدایت کر چکے ہیں اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت (خاصہ) عطا فرمائیے بلاشبہ آپ بڑے عطا فرمانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے کیا دعا مانگنی چاہئے

عن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقول: اللهم انی اسئالک الهدی و التقی و اعفاف و الغنی (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم (عموماً دعا میں) فرمایا کرتے تھے اے اللہ میں تجھ سے ہدایت کا سوال کرتا ہوں اور پرہیز گاری کا پارسائی کا اور غنا (مخلوق سے بے نیازی) کا (تو یہ چاروں نعمتیں مجھے عطا فرمادے)

چار نعمتیں اور ان کی تشریح

اس حدیث پاک میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عظیم نعمتوں کی خود بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ہے اور امت کو بھی ان کی دعا مانگنے کی تعلیم دی ہے وہ عظیم نعمتیں یہ ہیں۔

(۱)ھدیٰ: ہدایتِ الٰہیہ جس کی دعا ہر مسلمان ہر نماز کی ہر رکعت میں مانگتا ہے **اھدنا الصراط المستقیم** (اے اللہ) تو ہم کو سیدھے راستہ پر چلا قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے پیغمبرانہ طریق کار کو بھی ہدیٰ سے تعبیر فرمایا ہے اور خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے: ارشاد ہے۔

فبھدھم اقتدہ. (اے نبی تم ان نبیوں کے طریق کار کی پیروی کیا کرو اس لئے کہ یہ ہی ہدایت الٰہی درحقیقت "ہدایت" ہے ارشاد ہے **قل ان الھدیٰ ھدی اللہ** (اے نبی تم کہہ دو: بے شک ہدایت تو اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی ہے اور اس کے ماسویٰ سب گمراہی و کجراہی ہے) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بھی ازراہ شفقت اسی "ہدایت" کی دعا مانگنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

(۲)التقی: تقویٰ اور پرہیز گاری جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں تمام محرمات حرام چیزوں اور کاموں اور کبیر گناہوں سے بچنا جس کا پہلا مرحلہ ہے۔

(۳)العفاف: پارسائی یعنی تمام ممنوع اور برے اعمال واخلاق سے بچنا خصوصاً کسی سے سوال کرنے اور کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت اٹھانے سے بچنا چنانچہ قرآن کریم میں اسی عفاف سے مشتق اور ماخوذ لفظ تعفف 'احتیاج کے باوجود کسی سے سوال نہ کرنے کے معنی میں ایسے پارسا حاجت مندوں کی تعریف کے طور پر استعمال ہوا ہے ارشاد ہے:

یحسبھم الجاھل اغنیآء من التعفف: ناواقف آدمی ان حاجت مندوں کو سوال سے بچنے کی وجہ سے غنی (مالدار) سمجھتا ہے (حالانکہ وہ شدید حاجت مند ہوتے ہیں اس لئے کہ انہوں نے دنیا کا تمام کاروبار چھوڑ کر خود کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کیا ہوا ہے یہ پارسا حاجت مند اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم تھے۔

بہر حال گو جان بچانے کے لئے سوال کرنا جائز ہے تاہم احادیث میں بڑی کثرت اور شدت کے ساتھ سوال کرنے کی ممانعت آئی ہے یہی پرہیز گاری کا تقاضہ ہے۔

۴۔ الغنی: مخلوق سے بے نیازی یعنی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بقدر کفاف ضروریات پورا کرنے کے بقدر روزی میسر آنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی بھی ہستی کے سامنے اظہار حاجت نہ کرنا اور جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اسی پر قناعت اختیار کرنا حدیث نمبر (۲) کے ذیل میں اس صبر وقناعت کی اہمیت اور

فوائد کا جال پوری تفصیل کے ساتھ آپ پڑھ چکے ہیں اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے خیر الغنی غنی النفس بہترین دولت مند دل کا غنی ہوتا ہے اور اسی لئے مسنون دعاؤں میں آیا ہے اللھم اجعل غنای فی صدری: اے اللہ تو مجھے دل کا غنی بنا دے اسی طرح مسنون دعا ہے آپ بھی روزانہ یہ دعا مانگا کیجئے۔

اللھم اغننی بفضلک عمن سواک: اے اللہ تو مجھے اپنے فضل وانعام سے اپنے ماسواسب سے غنی (بے نیاز) بنا دے یعنی دل کو اپنے ماسواسب کے تصور سے پاک کر دے یہی پرہیزگاری کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ تقویٰ کے علاوہ باقی تین خصلتیں بھی پرہیزگاری ہی کے لوازمات میں سے ہیں جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں ان چاروں نعمتوں اور خصلتوں کا مالک انسان درحقیقت اولیاء اللہ کے مقدس زمرہ میں شامل ہوتا ہے اور دنیا اور آخرت دونوں میں سرخرو اور لائق عزت واحترام ہوتا ہے آپ بھی کوشش کر کے دیکھ لیجئے اللہ پاک آپ کی مدد فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیۃ کا تقاضا

حضرت عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے جس شخص نے کسی کارخیر کے نہ کرنے کی قسم کھالی ہو اور وہ محسوس کرے کہ اللہ کے ڈر اور خوف کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ میں یہ کام نہ کروں (بلکہ مجھے یہ کام کرنا چاہئے) تو اسے (قسم توڑ دینی چاہئے اور اس کا کفارہ ادا کر دینا چاہئے اور) اس کارخیر پر عمل کرنا چاہئے (جو اللہ کے خوف اور خشیہ کا تقاضا ہو)

مثلاً کسی لیچڑ سائل سے تنگ آ کر کسی نے قسم کھالی کہ میں آج سے کسی ایسے سائل کو ایک پیسہ نہ دوں گا'' حالانکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وفی اموالھم حق للسآئل والمحروم: ان (اہل ایمان) کے مال میں ہر سوال کرنے والے اور نہ کرنے والے کا حق ہے نیز ارشاد ہے واما السآئل فلا تنھر: باقی سوال کرنے والے کو تو ہرگز نہ جھڑکو اس لئے اس قسم کو فوراً توڑ دینا اور کفارہ ادا کر دینا چاہئے اور ہر سائل کو جو بھی میسر ہو ضرور دینا چاہئے ورنہ نرمی سے اپنی مجبوری اس پر ظاہر کر دینی چاہئے پھر بھی نہ مانے یہ سخت وست کہے تو خاموشی کے ساتھ گذر جانا چاہئے اور اس کی بدتمیزوں سے درگزر کرنا چاہئے یہی خوف وخشیت الٰہی کا تقاضہ ہے اور اس قسم کو توڑ دینا ہی تقویٰ اور پرہیزگاری کا مقتضی ہے یہ صورت ایسے ہی کارخیر کے ترک کرنے میں پائی جاسکتی ہے جو مباح ہو یعنی اس کا کرنا اور نہ کرنا دونوں جائز ہوں مگر کرنا نہ کرنے سے بہتر ہو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس حدیث پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے سو آپ ہمارے گناہوں کو معاف کر دیجئے اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! آپ نے (یہ سارا کارخانہ قدرت کو) لایعنی پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کو منزہ سمجھتے ہیں سو ہم کو عذاب دوخ سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! بے شبہ آپ جس کو دوزخ میں داخل کریں اس کو واقعی رسوا ہی کر دیا اور ایسے بے انصافوں کا کوئی بھی ساتھ دینے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنے کا عملی ثبوت اور اس کا ثمرہ

عن ابی امامة صدی بن عجلان الباھلی رضی الله عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یخطب فی حجة الوداع فقال: واتقوا الله، وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم وادوا زکاة اموالکم، واطیعوا امرائکم، تدخلوا جنة ربکم (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: میں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے سنا آپ فرما رہے تھے (اے مسلمانو) اللہ سے ڈرو، پانچوں وقت کی نمازیں (باجماعت) پڑھو مال کی زکوٰۃ ادا کرو اپنے امیروں (حکمرانوں) کی اطاعت کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ۔

تشریح: اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف ہی نہ صرف عبادت بلکہ تمام احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا حقیقی اور اصلی محرک ہوتا ہے نیز یہ خوف خدا نہ صرف شخصی اور انفرادی زندگی بلکہ قومی اور اجتماعی زندگی کو بھی تباہی سے بچانے کا واحد ذریعہ ہے جیسا کہ اس حدیث پاک میں سرور کائنات نبی امن وسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار مسلمانوں کے محیر العقول 'حیرت انگیز' مجمع میں اپنے آخری اور وداعی خطبہ میں اعلان فرمایا اس لئے قوم کے دلوں میں خوف خدا اور ان کے کردار میں تقویٰ اور پرہیزگاری حکومتوں اور ملکوں کے لئے بھی بہت بڑی رحمت ہے۔

حکمرانوں کی مخالفت کس وقت جائز بلکہ فرض ہو جاتی ہے

باقی حکمرانوں کی اطاعت اسی وقت تک واجب ہے جب تک کہ وہ خدا کی نافرمانی اور شریعت کی خلاف ورزی پر مجبور نہ کریں اس لئے کہ رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان **لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق:** خالق کی نافرمانی میں کسی بھی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جا سکتی مسلمانوں کا فرض ہے کہ حکمران کتنا ہی ظلم وستم کیوں نہ کریں خدا کی نافرمانی ہرگز نہ کریں اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے حکمرانوں سے بچائیں اور اپنی پناہ میں رکھیں آمین بجق رحمۃ للعالمین

یقین کی تعریف

یقین اس محکم اور پختہ علم کا نام ہے جس کے خلاف ذرا برابر شک وشبہ اور تردد وتذبذب نہ ہو بلکہ ذہن اس کے خلاف کے تصور سے بھی خالی ہو یعنی اس علم کے خلاف بات خیال میں بھی نہ آئے۔

یقین کے تین مرتبے

اس پختہ اور محکم علم کے تین مرتبے ہیں (۱) یہ کہ وہ علم اتنا پختہ اور قوی ہو کہ اگرچہ کبھی اس کا مشاہدہ یا تجربہ نہ بھی ہوا ہو تب بھی وہ مشاہدہ یا تجربہ کے درجے کو پہنچا ہوا ہو یعنی مشاہدہ اور تجربہ کے بعد علم میں کوئی اضافہ نہ ہو بلکہ صرف اطمینان اور انشراح حاصل ہو جائے کہ جس کا ہمیں یقین تھا اس کو دیکھ بھی لیا، تجربہ بھی ہو گیا۔

مثالیں: ۔ مثلاً ہر مسلمان کو اس امر کا قطعی یقین ہے کہ مکہ مکرمہ عرب کا ایک شہر ہے جہاں خانہ کعبہ واقع ہے جس کی طرف منہ کر کے تمام دنیا کے مسلمان پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں اگرچہ اس شہر اور خانہ کعبہ کو کبھی نہ دیکھا ہو یا سنکھیا ایک مہلک زہر

ہے اگرچہ کبھی اس کا تجربہ نہ ہوا ہو نہ ہی اس کی صورت دیکھی ہو۔

یقین کا پہلا مرتبہ علم الیقین

یہ یقینی علم کا پہلا مرتبہ ہے ایسے پختہ اور پکے علم کو شریعت کی اصطلاح میں علم الیقین کہتے ہیں۔

یقین کا دوسرا مرتبہ عین الیقین

اور جب اس علم کا مشاہدہ یا تجربہ ہو جائے یعنی جو سنا اور جانا تھا وہ آنکھوں سے بھی دیکھ لیا جائے اور تجربہ بھی ہو جائے تو اس علم کو مشاہدہ یا تجربہ کے بعد شریعت کی اصطلاح میں عین الیقین کہتے ہیں۔

یقین کا تیسرا مرتبہ حق الیقین

اور اس علم الیقین اور اس کے مشاہدہ یا تجربہ کے جمع اور متفق و منطبق ہو جانے کے بعد اس علم کا نام شریعت کی اصطلاح میں حق الیقین ہے اس لئے کہ تنہا علم الیقین میں اس بات کا امکان ہے کہ قطعی اور یقینی علم ہونے کے باوجود واقعہ اس کے خلاف ہو جیسا کہ جہل مرکب، کسی واقعی جاہل کو اپنے عالم ہونے کا پکا یقین ہونا کی صورت میں ہوتا ہے اسی طرح تنہا مشاہدہ یا تجربہ پر جو علم مبنی ہو اس میں بھی حواس، بینائی وغیرہ یا تجربہ کی غلطی کا امکان ہوتا ہے لیکن جب علم یقینی مشاہدہ یا تجربہ کے ساتھ جمع اور متفق و متحد ہو جائے یعنی جب مشاہدہ یا تجربہ سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ علم الیقین واقعہ کے مطابق ہے اور علم یقینی سے یہ بات ثابت ہو جائے کہ مشاہدہ یا تجربہ میں کوئی غلطی نہیں ہے تو اس کے بعد نہ علم کے خلاف واقع ہونے کا امکان رہتا ہے نہ مشاہدہ یا تجربہ کی غلطی کا امکان رہتا ہے اور حق متعین اور قطعی و یقینی ہو جاتا ہے اور وہ علم، حق الیقین ایسا یقین جو واقعہ کے مطابق و موافق ہو کا مرتبہ حاصل کر لیتا ہے۔

یقین کے تینوں مرتبوں کا ثبوت قرآن عظیم سے

اس لحاظ سے یقین کے تین مرتبے ہوئے (۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین، آیت کریمہ ذیل میں دو مرتبوں کا صراحتاً ذکر فرمایا ہے اور تیسرے کا اشارتاً مگر نفی کی صورت میں ذکر فرمایا ہے اس لئے کہ مخاطب منکرین عذاب جہنم یعنی کفار و مشرکین ہیں یا فساق و فجار ارشاد ہے۔

ہرگز نہیں، اگر تم کو (جہنم کا) یقینی علم ہوتا تو تم جہنم کو ضرور دیکھ لیتے پھر تم (قیامت کے دن تو جب وہ سامنے آئے گی) اس کو یقین کی آنکھ سے دیکھ ہی لو گے۔

پھر تم سے (اللہ کی) نعمتوں کے بارے میں ضرور سوال کیا جائے گا (اور کفران نعمت کی سزا میں ضرور جہنم کی آگ میں جلو گے عذاب جہنم کا حق الیقین اس وقت تمہیں ہوگا)

یعنی اگر تم کو جہنم کا یقینی علم ہوتا تو تم اس کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے محسوس کرتے اور ڈرتے اور کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرتے جو جہنم میں لے جانے والا ہو اس لئے کہ جب جان بوجھ کر کوئی بھی انسان دنیا کی آگ میں نہیں گرتا تو جہنم تو پھر جہنم ہے اس کی طرف تو کوئی آنکھوں دیکھتے رخ کرنے کی بھی جرات نہیں کر سکتا بہر حال یہ تو دنیا ہے جہاں تو جہنم آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتی مگر مرنے کے بعد قیامت کے دن تو یقیناً جہنم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے اور تمہیں جہنم کا علم عین الیقین، یعنی مشاہدہ، کے درجہ میں ہو ہی جائے گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے حساب و کتاب کے بعد کفران نعمت (ناشکری) کی سزا میں جب جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جاؤ گے اور جلنے لگو گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتلایا تھا اس کا حق الیقین ہو جائے گا۔

بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جانے والے مومن

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: عرضت علی الامم، فرایت النبی ومعه الرهیط، والنبی ومعه الرجل والرجلان، والنبی ولیس معه احد اذ رفع لی سواد عظیم فظننت انهم امتی، فقیل لی: هذا موسی وقومه ولکن انظر الی الافق، (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: شافع محشر، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ایک خاص موقعہ پر) تمام امتیں اوران کے نبی (بطور کشف) میرے سامنے لائے گئے تو میں نے دیکھا کسی نبی کے ساتھ (اس کی امت کے نجات یافتہ) پانچ سات آدمیوں کا گروہ ہے اور کسی نبی کے ساتھ ایک دو آدمی ہی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہے (اسی اثناء میں) اچانک ایک بڑا انبوہ کثیر میرے سامنے آیا تو (اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے بموجب) میں نے خیال کیا کہ یہی میری امت ہے تو مجھے بتلایا گیا یہ موسیٰ (علیہ السلام) اوران کی امت ہے لیکن تم ذرا افق (آسمان کے کنارے) کی طرف نظر اٹھا کر دیکھو تو میں نے دیکھا کہ افق کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پھیلا ہوا ایک بڑا بھاری انبوہ کثیر (میرے سامنے) ہے پھر مجھ سے کہا گیا کہ دوسرے افق کی جانب دیکھو تو (ادھر بھی ایک فوج درفوج) بڑا بھاری انبوہ کثیر (میرے سامنے) ہے تب بتلایا گیا یہ ہے تمہاری امت اوران کے ساتھ (ان کے علاوہ یا انہی میں کے) ستر ہزار ایسے مسلمان ہونگے جو بغیر مواخذہ وعذاب اور بغیر حساب وکتاب کے جنت میں جائیں گے اس (بشارت کے دینے) کے بعد سراپا رحمت نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور نبوت کدہ (مکان) میں تشریف لے گئے تو حاضرین نے ان ستر ہزار مومنین کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں شروع کردیں کسی نے کہا: غالباً یہ وہ لوگ ہونگے جو (سفر وحضر، ہر حالت میں) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی (کیمیا اثر) صحبت میں رہے ہیں کسی نے کہا: یہ وہ (نئی نسل کے) لوگ ہونگے جو اسلام (کے آغوش، مسلمان ماں باپ کی گود) اور مسلمان گھرانے) میں پیدا ہوئے اورانہوں نے (دنیا میں آنکھ کھولنے کے وقت سے مرتے دم تک) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی (عبادت میں) شریک نہیں کیا۔ اسی طرح ہر شخص نے اپنی رائے اور قیاس کے گھوڑے دوڑانے شروع کردیئے (غرض لوگوں میں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہوگیا) تو اس ہنگامہ کی آواز سن کر) رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا یہ کیسا ہنگامہ تم لوگوں نے برپا کر رکھا ہے تو لوگوں نے بتلایا (کہ یہ ان ستر ہزار بے حساب وکتاب جنت میں جانے والوں کے متعلق بحث ہورہی ہے کہ یہ خوش نصیب کون ہونگے) تو مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ وہ (پکے اور سچے) ایماندار ہونگے جو نہ جھاڑ پھونک کا کام کریں گے اور نہ خود اپنے لئے کسی سے جھاڑ پھونک کرائیں گے نہ ہی وہ (کسی چیز سے) بدشگونی لیں گے اور (ہر دکھ بیماری یا مصیبت وآفت میں) صرف اپنے پروردگار پر توکل کرتے اور بھروسہ رکھتے ہونگے۔

سچے جذبہ کا کرشمہ: تو (یہ سن کر) عکاشہ نامی ایک صحابی فوراً کھڑے ہوئے اور (نہایت خلوص کے ساتھ) عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے (میرے لئے) دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان (متوکلین کاملین) میں شامل فرمادیں (یعنی توکل کے اس معیار پر ساری زندگی قائم رہنے کی توفیق عطا فرمادیں) تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (عکاشہ

کے اس ساختہ جذبہ کو دیکھ کر دعا فرمادی اور) خوشخبری دی: تم ان (متوکلین کاملین) میں شامل ہو۔
ریس کا نتیجہ: تو (عکاشہ کی دیکھا دیکھی) ایک اور شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا میرے لئے بھی (یہی) دعا فرمادیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں شامل کر دے تو آپ نے فرمایا: عکاشہ تم سے بڑھ گیا (تم تو خالی اس کی ریس کر رہے ہو ایسے لوگوں کے لئے دعا نہیں کی جاتی)

تشریح: خاتم الانبیاء والرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کی کثرت ذیل کی حدیث میں بیان فرمائی ہے: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ ایک دن ہم تقریباً چالیس نفر ایک سرخ چرمی خیمے کے اندر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بیٹھے ہوئے تھے تو آپ نے کھڑے ہو کر خیمہ کی دیوار سے کمر لگا کر خطبہ دیا۔ آگاہ ہو جاؤ (اور یاد رکھو) جنت میں صرف (سچا اور پکا) مسلمان ہی جائے گا (اور خدا کو گواہ بنانے کی غرض سے فرمایا) اے اللہ! گواہ رہو (کہ میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا ہے) پھر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ اہل جنت میں تمہاری تعداد ایک چوتھائی ہو؟ ہم نے عرض کیا (سبحان اللہ) جی ہاں (ہم ضرور چاہتے ہیں) پھر آپ نے فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ (جنت میں) ایک تہائی ہو؟ ہم نے عرض کیا اللہ اکبر جی ہاں (ہم ضرور چاہتے ہیں) یارسول اللہ! تو اس پر آپ نے فرمایا مجھے تو (اللہ تعالیٰ سے) امید ہے کہ اہل جنت میں آدھے تم ہو گئے (اور آدھے دوسرے انبیا کی امتوں کے ایماندار)

اس حدیث پاک سے واضح ہو گیا کہ جنت میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے سچے مسلمانوں کی تعداد نصف اہل جنت ہوگی۔

اس کثرت تعداد کی وجوہ واسباب

جنتیوں میں امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیۃ کے اسباب دوجوہ حسب ذیل بے مثال خصوصیات ہیں
(۱) خاتم انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیا ومرسلین صرف اپنی اپنی قوموں یا کسی مخصوص قوم کی رشد وہدایت کے لئے بھیجے گئے ہیں وہی ان کے اتباع وپیروی کے مامور ومکلف ہوئے ہیں اس لئے ان کی (رسالت اور دعوت تبلیغ وارشاد کا دائرہ انہی چھوٹی بڑی قوموں تک محدود رہا ہے تمام روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم نہ ان کی مخاطب ہوئی ہیں نہ ان پر ایمان لانے کی مکلف اس کے برعکس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم روئے زمین پر بسنے والی اقوام عالم کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں اور دنیا کی تمام سیاہ فام اور زرد فام قومیں آپ پر ایمان لانے اور آپ کا اتباع کرنے کی مامور ومکلف ہوئی ہیں اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

وما ارسلناک الا کافة للناس (السباء ۳)

اور (اے نبی) ہم نے تم کو تمام کے تمام لوگوں (انسانوں) کے لئے ہی (نبی بنا کر) بھیجا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح فرمادی:

بعثت الی الاسود والاحمر.

میں تمام سیاہ فام اور سفید فام (قوموں) کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

اس لئے آپ کی رسالت اور دعوت تبلیغ واشاعت کا دائرہ تمام روئے زمین کو محیط ہے ایسی صورت میں آپ کی امت کے جنت میں جانے والوں کی تعداد کا دوسرے تمام انبیاء کے امتیوں سے نہ صرف زیادہ بلکہ بہت زیادہ ہونا لازمی امر ہے۔

(۲) خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہر نبی مرسل کی بعثت ورسالت وقتی اور ہنگامی ہوئی ہے یعنی دوسرے صاحب کتاب

نبی مرسل کے معبوث ہونے کے بعد دو چار یا پانچ سات صدیوں میں اس کی رسالت وشریعت کا دور بہرحال ختم ہو گیا ہے اس کے برعکس نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت رہتی دنیا تک یعنی قیامت تک کی تمام آنے والی انسانی نسلوں کے لئے ہے اور تمام کی تمام آنے والی اولاد آدم آپ پر ایمان لانے کی مامور ومکلّف ہیں نہ خاتم انبیا کے بعد کوئی اور نبی آئے گا اور نہ قرآن کے بعد کوئی اور آسمانی کتاب نازل ہوگی نہ شریعت محمدیہ کے بعد کوئی اور شریعت آئے گی لہٰذا آپ کی امت کے تحت آپ کی بعثت کے وقت سے لے کر قیامت تک کی تمام ذریت آدم اور پوری نسل انسانی داخل ہے اس لئے آپ کی امت کے اہل کو ایمان کی تعداد کا تمام امتوں کے اہل ایمان کی تعداد کا نصف ہونا بالکل قرین قیاس ہے۔

(۳) سنت اللہ یہ ہی ہے کہ نبی کے مرسل من اللہ فرستادہ خداوندی ہونے کے ثبوت اور تصدیق کے طور پر اللہ تعالیٰ نے تمام انبیا علیہم السلام کو مختلف قسم کے انسانی قدرت واختیار سے باہر مادی خدائی تصرفات' معجزات عطا فرمائے ہیں قرآن عظیم میں ان معجزات کی تفصیل مذکور ہے مگر ان تمام انبیا کرام کے یہ معجزات بھی ان کی نبوت ورسالت کی طرح وقتی اور ہنگامی ہوئے ہیں یعنی ان کی زندگی تک ہی ان کی قوم اور امت نے ان معجزات کا مشاہدہ کیا ہے اور جن کی قسمت میں ہوا ہے ان پر ایمان لائے ہیں انکی وفات کے ساتھ ہی ساتھ ان کے معجزات بھی وفات پا گئے ہیں اس کے برعکس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ معنوی اور زندہ معجزہ ہے اور وہ معجزہ ہے الحی الذی لا یموت کا سدا زندہ رہنے والا کلام قرآن عزیز جیسے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہے کہ آپ کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بھی برقرار اور محفوظ ہے نوع انسان اس پر ایمان لانے کی ایسے ہی مامور ومکلّف ہے جیسے آپ کے دنیا میں تشریف فرما ہونے کے وقت تھی ایسے ہی آپ کے معجزہ قرآن پر ایمان لانا اور اس کا اتباع کرنا نوع انسانی پر فرض ہے بالکل ایسے ہی جیسے آپ کی حیات میں فرض تھا جیسے اس معجزہ کے مشاہدہ سے یعنی کلام اللہ کی آیات سن کر نوع انسانی کی سعید روحیں آپ کی حیات میں اس پر اور آپ کی نبوت ورسالت پر ایمان لائی تھیں اور اسلام میں داخل ہوئی تھیں بالکل اسی طرح آپ کی وفات کے بعد سے آج چودہ سو برس تک ہر زمانہ ہر ملک اور ہر زمین کے چپہ چپہ پر اس کلام الٰہی کی آیات سن کر اس کے کلام الٰہی ہونے پر اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول اللہ ہونے پر نوع انسانی کے خوش قسمت افراد ایمان لاتے اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوتے رہے ہیں اور یقیناً قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اس لئے کہ اس قرآن کا اسلام کا شریعت محمدیہ کا اور امت محمدیہ کا محافظ وہ حی لا یموت مالک الملک اللہ تعالیٰ ہے جس کے لئے کبھی فنا نہیں اس عالم الغیب والشہادت اللہ تعالیٰ کی حکمت ومصلحت جب متقاضی ہوگی اس وقت وہ روئے زمین سے قرآن آپ کے معجزہ کو بھی اٹھالے گا اسلام کو بھی اور اہل ایمان کو بھی اٹھالے گا اور روئے زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا گویا اس عالم فانی کی روح نکل جائے گی اور دنیا فنا ہو جائے گی یعنی قیامت آ جائے گی غرض خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ایک زندہ معجزہ ہے قیامت تک نسل انسانی اس پر ایمان لاتی رہے گی اسی لئے جنت میں آپ کی امت کے مومنین کی تعداد نصف اہل جنت یعنی تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء جیسا کہ مشہور ہے پر ایمان لانے والوں کے برابر ہوگی۔

دُعا کیجئے: اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا کہ وہ ایمان لانے کے واسطے اعلان کررہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ سو ہم ایمان لے آئے۔

مومن کا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما ایضا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول: اللھم لک اسلمت وبک آمنت، وعلیک توکلت، والیک انبت، وبک خاصمت. اللھم اعوذ بعزتک، لا الہ الا انت ان تضلنی، انت الحی الذی لا تموت، والجن والانس یموتون. (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے میرے اللہ! میں تیرا ہی فرمانبردار ہوں اور تیرے اوپر ہی ایمان لایا ہوں اور تیرے ہی اوپر میں نے بھروسہ کیا ہے اور تیری ہی طرف میں نے (ہر معاملہ میں) رجوع کیا ہے اور تیرے ہی سہارے میں نے (منکرین حق سے) مقابلہ کیا ہے۔ اے اللہ! میں تیری زبردست طاقت وقوت کی پناہ لیتا ہوں۔ اور تیرے سوا کوئی معبود ہے بھی تو نہیں اس سے کہ تو مجھے سیدھے راستہ سے بھٹکائے۔ اے اللہ! تو وہ (ہمیشہ ہمیشہ) زندہ رہنے والا (اور زندگی دینے والا) ہے جس کے لئے موت (فنا) ہے ہی نہیں اور تیرے سوا (تمام مخلوق) جن وانس ضرور مریں گے۔

دعائیں اور اعتقاد کی پختگی

تشریح: ظاہر ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دعا کے مانگنے کا اور صحابہ کا اس کو روایت کرنیکا اور محدثین کا ان مسنون دعاؤں کو محفوظ کرنے کا واحد مقصد امت کو ان دعاؤں کے مانگنے کی تعلیم دینا ہے اسلئے آپ بھی یہ مسنون دعا ضرور مانگا کیجئے۔

یاد رکھئے! اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت کے نصیب ہونے کا سبب تو یہ دعائیں ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ اعتقاد کی پختگی اور ایمان کی تازگی اور زیادتی میں ان دعاؤں کو بڑا دخل ہے اس لئے کہ انسان اور کسی وقت اپنے رب کی طرف چاہے اتنا دل وجان سے متوجہ نہ بھی ہوتا ہو مگر دعا مانگنے کے وقت تو یقیناً اس طرح متوجہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا تمام خیالات سے اس کا دل ودماغ بالکل خالی اور ارحم الراحمین کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے اسی لئے سرتاپا شفقت ورافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: الدعآء مخ العبادۃ. دعا عبادت کا مغز ہے اور ایک حدیث میں آیا ہے: الدعآمخ العبادۃ. دعا (مانگنا) ہی عبادت (کرنا) ہے یعنی عبادت کی روح ہی دعا ہے بلکہ عبادت ہے ہی دعا سبحان اللہ۔

اسی لئے ارحم الراحمین قرآن عظیم میں اپنے بندوں کو دعا مانگنے کا حکم بھی دیتے ہیں اور از راہ فضل وانعام قبول کرنے کا وعدہ بھی فرماتے ہیں اور دعاؤں سے گریز کرنے والوں کو تنبیہ کے لئے شدید ترین وعید سزا سے بھی خبردار فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

اور تمہارے رب نے فرمایا ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میرے عبادت (دعا مانگنے) کو اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں وہ ذلیل وخوار جہنم میں ضرور داخل ہوں گے۔

اطلاع: ہر وقت اور ہر حالت کی مسنون دعاؤں نیز آداب دعا کیلئے اردو ترجمہ حصن حصین مطبوعہ تاج کمپنی پڑھیئے اور حسب حال دعائیں یاد کیجئے۔ وفقکم اللہ۔ خدا تمہیں توفیق دے۔

آڑے وقتوں میں انبیاء علیہم السلام کا شعار

عن ابن عباس رضی الله عنهما ایضا قال: حسبنا الله ونعم الوکیل، قالها ابراهیم علیه السلام حین القی فی النار، وقالها محمد صلی الله علیه وسلم حین قالوا: ان النسا قد جمعوا لکم فاخشوم فرادهم ایمانا وقالوا: حسبنا الله ونعم الوکیل (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: حسبنا اللہ ونعم الوکیل ہمارے لئے تو اللہ بہت کافی ہے اور وہ تو بہت ہی اچھا کارساز ہے۔ یہ کلمہ صبر وتوکل سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب ان کو آتش نمرود میں ڈالا گیا تھا اور اسی کی برکت اور اثر سے آتش نمرود گلزار ابراہیم بنی تھی) اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلمۂ عزیمت وتوکل اس وقت کہا تھا جب (قریش کے جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے) لوگوں نے کہا: ان الناس قدجمعوا لکم فاخشوهم بیشک (قریش اوران کے حمایتی) لوگوں نے تمہارے (مقابلہ اور سرکوبی کے) لئے (بڑی تیاریاں کر رکھی ہیں اور) فوجیں جمع کی ہیں پس تم ان سے ڈرو (اور لڑنے کے لئے مت جاؤ) فزادہم ایمانا وقالوا تو اس (جھوٹے پروپیگنڈے) نے ان (غازیان اسلام) کے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیا اور انہوں نے کہہ دیا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل: ہمیں تو اللہ ہی بہت کافی ہے اور وہ بڑا اچھا کارساز ہے۔

واقعہ: جنگ احد سے بری طرح پسپا ہونے کے بعد مشرکین مکہ "قریش" کے سردار اور سپہ سالار ابوسفیان نے اپنی شرم مٹانے کے لئے اگلے سال بدر کے مقام پر لڑائی کا اعلان کر کے احد کے میدان سے فرار کی راہ اختیار کی اور سب کے سب مکہ واپس چلے گئے مگر پورا سال گزر جانے اور لڑائی کی تیاریاں کر لینے کے باوجود قریش کی ہمت نہ ہوئی کہ مسلمان سرفروشوں سے اعلان جنگ کے مطابق بدر میں آ کر لڑیں ادھر غازیان اسلام کے قائد اعظم سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اور غازیان اسلام کے مدینہ سے بدر کی جانب روانہ ہونے اور پہنچنے کی خبریں گرم تھیں تو ابوسفیان نے وعدہ خلافی کی رسوائی اور جنگ سے گریز کی سیاہ روئی کو مٹانے کی غرض سے یہ سازش کی کہ بڑی بھاری رقم دے کر کچھ کرایہ کے جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے لوگ جن میں سے ایک کا نام نعیم بن مسعود اشجعی تھا تیار کئے کہ وہ فوراً مدینہ پہنچ کر زور وشور سے یہ پروپیگنڈہ کریں۔ ان الناس قدجمعوا لکم فاخشوهم تا کہ مسلمان ڈر کر حسب وعدہ بدر نہ پہنچیں اس جنگ کا ارادہ ترک کر دیں اور وعدہ خلافی اور جنگ سے گریز کا الزام قریش کے بجائے مسلمان مجاہدوں کے سر پڑے قریش کی جان بچ جائے مگر کارساز مطلق اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے کی برکت سے اس جھوٹے پروپیگنڈہ نے الٹا اثر کیا اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر ایمان میں اور زیادہ اضافہ کر دیا چنانچہ مسلمان غازیوں نے صاف کہہ دیا حسبنا الله ونعم الوکیل اور پوری تیاری کے ساتھ بدر پہنچ گئے قریش میں نہ آنے کی ہمت تھی نہ آئے اور اس جھوٹا پروپیگنڈہ کرانے کی بنا پر سارے عرب میں اور بھی زیادہ رسوا ہوئے مسلمان غازیوں کو اس توکل کے نتیجہ میں کیا ملا؟ قرآن کی زبان سے سنئے ارشاد ہے۔

فانقلبوا بنعمة من الله وفضل لم يمسسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذو فضل عظيم:

پس وہ (غازیان اسلام بدر سے) واپس آئے اللہ کی نعمت (فتح وظفر) اور فضل (مال ومنال) کے ساتھ کچھ بھی تو گزندان کو نہ پہنچا اور اللہ کی رضا کی پیروی بھی کر لی اور اللہ تو بڑے ہی فضل وانعام والا ہے۔

یہ ہیں یقین کامل کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے کے ثمرات اور برکات۔

کار برآری اور حاجت روائی کا پیغمبرانہ وظیفہ

انبیاء کرام اور خاتم النبیین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام سے لے کر صحابہ، تابعین اور اولیاء امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تک ہرایک بزرگ نے ہر آڑے وقت اور صبر آزما مشکل ودشواری میں جس وظیفہ کا تجربہ کیا اور کامیاب پایا اور اس کی تصدیق کی وہ وظیفہ حسبنا الله ونعم الوكيل: ہے قرآن عظیم نے بھی اس کی تائید فرمائی ہے آپ بھی اس وظیفہ کو یاد کرلیجئے انسان کے کام کب اٹکے نہیں رہتے؟ اس لئے معمولاً ہر نماز کے بعد پورے یقین کے ساتھ سو مرتبہ یہ وظیفہ پڑھا کیجئے اور کسی خاص مشکل اور دشواری کے وقت تو ہر وقت ورد زبان رکھے اور اگر اتنا نہ ہو سکے۔ تو صبح شام ایک ایک تسبیح تو ضرور ہی پڑھا کیجئے۔

مترجم کے شیخ اور ان کا معمول

ہمیں خوب اچھی طرح یاد ہے بلکہ یہی سب سے زیادہ یاد ہے کہ ہمارے شیخ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری نور اللہ مرقدہ بیٹھتے اٹھتے عموماً دل کی گہرائیوں سے حسبنا الله ذرا آواز سے فرمایا کرتے تھے ہم نے اس کو ذرا کھینچ کر لکھا ہے اس لئے کہ حضرت استاد رحمۃ اللہ اسی طرح ذرا کھینچ کر زبان مبارک سے ادا فرماتے تھے اللهم اغفرله وارحمه الله پاک ہم سب کو اپنے بزرگوں کے طریق پر عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین بحرمت رحمۃ للعالمین۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! پھر ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما دیجئے اور ہماری بدیوں کو بھی ہم سے زائل کر دیجئے۔ اور ہم کو نیک لوگوں کیساتھ موت دیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو وہ چیز بھی دیجئے جس کا ہم سے اپنے پیغمبروں کی معرفت آپ نے وعدہ فرمایا ہے اور ہم کو قیامت کے روز رسوا نہ کیجئے۔ یقیناً آپ وعدہ خلافی نہیں کرتے۔

اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔

اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالئے۔ آپ ہی تو ہمارے خبر گیراں میں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں سے نجات دے۔

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنے والوں کے دل

عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: يدخل الجنة اقوام افئدتهم مثل افئدة الطير (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: مخبر صادق رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے (بشارت دی اور) فرمایا جنت میں کچھ ایسے گروہ بھی داخل ہونگے جن کے دل (اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھنے کی وجہ) پرندوں کے دلوں کی مانند (فکر دنیا سے آزاد اور ہلکے پھلکے) ہوں گے۔ بعض علماء محققین نے فرمایا ہے کہ یہ متوکلین کاملین کے گروہ ہوں گے اور بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ رقیق القلب لوگ ہیں جن کے دل (عجز و نیاز اور اور خوف وخشیت الٰہی کے غلبہ کی وجہ سے) نرم اور لطیف ہوتے ہیں۔

تشریح! کمال توکل کا عظیم فائدہ

آپ توکل کے دوسرے اور اعلیٰ مرتبہ کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں کہ توکل کے اعلیٰ مدارج پر پہنچنے کے بعد متوکلین کاملین کی نظروں میں ظاہری اسباب' انسانی تدابیر اور جدوجہد کی حقیقت پرکاہ' تنکے کی برابر بھی باقی نہیں رہتی وہ دنیاوی فکروں' پریشانیوں اور لاحاصل تگ ودو سے بالکل آزاد اور فارغ البال ہوتے ہیں ان کے قلوب قادر مطلق پروردگار کی کاربرآری اور کارسازی پر کامل یقین وایمان رکھنے کی وجہ سے سخت سے سخت حالات اور بڑے سے بڑے خطرات سے دوچار ہونے کے وقت بھی' بالکل مطمئن رہتے ہیں کلمہ توکل حسبنا الله ونعم الوكيل ان کی زبانوں پر جاری ہوتا ہے اور نور یقین وایمان کی روشنی سے ان کے دل منورہ اور طمانیت الٰہی سے مطمئن رہتے ہیں۔اور انتہائی حاضر حواسی اور ہوشمندی کے ساتھ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وسیرت کی روشنی میں جو کچھ کرنا چاہئے وہ کرتے ہیں یہ جانتے ہوئے کہ ہوگا وہی جو خدا کو منظور ہے ہم تو صرف اپنا فرض ادا کرتے ہیں اس کے برعکس جو لوگ اس توکل کی نعمت اور خدا کی کارسازی پر کامل یقین وایمان کی دولت سے محروم ہوتے ہیں وہ مذکورہ بالا حالات وخطرات کے وقت مضرت یا مصیبت سے دوچار ہونے سے پہلے ہی خوف ودہشت فکر و پریشانی میں اس بری طرح گرفتار ہوجاتے ہیں کہ عقل وخرد بلکہ ہوش وحواس تک کھو بیٹھتے ہیں اور گھبراہٹ کے مارے انکا برا حال ہو جاتا ہے ذہنی آسودگی اور فکری یکسوئی اور قلبی سکون واطمینان سے قطعاً محروم ہوجاتے ہیں حالانکہ ہوتا وہی ہے جو خدا کو منظور اور مقدر ہوتا ہے۔

متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کے مانند ہونے کا مطلب

حاصل یہ ہے کہ دنیوی زندگی میں بھی توکل کامل کا عظیم ترین فائدہ دنیوی خصوصاً معاشی امور ومشکلات میں ذہنی آسودگی فکری یکسوئی اور قلبی اطمینان وسکون ہے جو بجائے خود بہت بڑی نعمت ہے یہی مطلب ہے کہ ان متوکلین کے دلوں کا پرندوں کے دلوں کی مانند ہونے کا جیسا کہ آپ توکل کامل کی تشریح وتفصیل کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے توکل علی اللہ کا ایک واقعہ

عن جابر رضی الله عنه انه غزا مع النبی صلی الله علیه وسلم قبل نجد، فلما قفل رسول الله صلی الله علیه وسلم قفل معهم، فأدر كتهم القائلة فی واد كثير العضاه، فنزل رسول الله صلی الله علیه وسلم وتفرق الناس يستظلون بالشجر (رياض الصالحين)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ا) وہ (ایک مرتبہ) نجد کی جانب ایک لڑائی میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جنگ سے واپس تشریف لا رہے تھے تو جابرؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے (اثناء راہ میں اتفاقاً) ایک ایسی وادی میں قیلولہ دو پہر کے آرام کا وقت آ گیا جس میں بکثرت خاردار کیکر کے درخت تھے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وہیں اتر پڑے اور لوگ (آرام کرنے کے لئے) ادھر ادھر سایہ دار درختوں کے نیچے منتشر ہو گئے (اور آرام کرنے لگے) رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک کیکر کے (سایہ دار) درخت کے نیچے اترے اور اپنی تلوار اسی درخت کی ایک ٹہنی پر لٹکا دی (اور آرام فرمانے لگے دوپہر کا وقت تھا) ہم سب کی ابھی آنکھ لگی ہی تھی کہ اتنے میں آپ نے ہمیں آواز دے کر بلانا شروع کر دیا (ہم گھبرا کر دوڑے تو دیکھتے کیا ہیں کہ) ایک بدو (عرب دیہاتی) آپ کے پاس (کھڑا) ہے ہمیں دیکھ کر آپ نے ارشاد فرمایا اس شخص نے (بے خبری میں درخت سے) میری تلوار اتار کر میرے اوپر سونت لی تھی اور میں سو رہا تھا اچانک میری آنکھ کھل گئی تو (دیکھتا کیا ہوں کہ برہنہ تلوار اس کے ہاتھ میں ہے اور کہہ رہا ہے: اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تین مرتبہ اس نے یہی سوال کیا اور میں نے یہی جواب دیا (اس کے بعد) آپ نے اس کو (اس جرم کی) کوئی سزا نہیں دی اور اٹھ کر بیٹھ گئے۔

تشریح: ہم (ایک مرتبہ) جنگ ذات الرقاع میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (سفر کر رہے) تھے اثناء راہ میں (دوپہر کو آرام کرنے کے وقت ہمارا معمول یہ تھا کہ) جب کوئی سایہ دار درخت آتا تو ہم اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑ دیتے چنانچہ (ایک دن) اسی طرح ایک سایہ دار درخت کے نیچے آپ آرام فرما رہے تھے (شکست خوردہ) مشرکین میں کا ایک شخص (جو شروع سے گھات میں لگا ہوا تھا بے خبری میں) آ پہنچا آپ کی تلوار درخت پر لٹکی ہوئی تھی اس نے فوراً تلوار (درخت سے اتار کر) سونت لی اور (سر مبارک پر کھڑے ہو کر) کہا تم مجھ سے نہیں ڈرتے؟ آپ نے (نہایت اطمینان واعتماد کے ساتھ) فرمایا نہیں تو اس نے کہا اب تمہیں میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ آپ نے (بڑے یقین واعتماد کے ساتھ) فرمایا: اللہ۔

تشریح: اس حدیث پاک میں محبوب رب العالمین نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یقین وتوکل علی اللہ امت کے لئے ایمان افروز اور سبق آموز ہے شدید ترین جان کے خطرہ کے باوجود کہ ظاہری حالات کے اعتبار سے برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے خون کا پیاسا دشمن سر پر کھڑا ہے اور چشم زدن میں سر تن سے جدا ہونا بظاہر یقینی ہے مگر آپ ہیں کہ ذرہ برابر خوف وہراس اور

گھبراہٹ آپ کے پاس تک نہیں پھٹکتی اور نہایت اطمینان وسکون اور دل جمعی کے ساتھ اٹھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس کے سوالوں کا پورے یقین واعتماد کے ساتھ جواب دیتے ہیں اسی یقین وتوکل علی اللہ کے رعب اور صبر واستقلال کی ہیبت اور ایمان باللہ کے سکون واطمینان کی طاقت سے مرعوب ہو کر وہ خون کا پیاسا دشمن خائف ہو کر لرزہ براندام ہو جاتا ہے کپکپانے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑتی ہے اور آپ نہایت اطمینان سے اپنی تلوار اٹھا لیتے ہیں اور اپنے فرض منصبی کے تحت اس اقدام قتل کے جرم کی سزا دینے کی بجائے اس کو اللہ تعالیٰ اور اسکی قدرت سے آگاہ اور متوجہ کرنے کی غرض سے سوال فرماتے ہیں من یمنعک منی۔ اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا مگر اس کا زنگ کفر وشرک اتنا سخت تھا کہ اللہ تعالیٰ کہنے اور خدا کی پناہ لینے کے بجائے آپ کی عالم نواز رحمت وشفقت کی پناہ لیتا ہیں اور کہتا ہے کہ کن خیر آخذ آپ ہی بہترین تلوار اٹھانے والے بن جائیں آپ نے اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے محسوس فرمالیا کہ اگر چہ یہ ابھی اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہے مگر مزید شفقت ورحمت اور عفو ودرگذر کا برتاؤ کرنے سے نہ صرف یہ بلکہ اس کا پورا قبیلہ مسلمان ہو جائے گا اس لئے اس کے جنگ میں ناطرندار رہنے کے بعد پر ہی اس کی جان بخشی فرما دیتے ہیں تا کہ اپنے قبیلے میں جا کر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے مثل شفقت ورحمت اور بینظیر عفو ودرگذر سے سب کو آگاہ کرے اور پورا قبیلہ آپ کا گرویدہ ہو کر مسلمان ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے یقین وتوکل علی اللہ کے رعب اور ہیبت سے دشمنوں کے مرعوب ہونے کا صرف یہی ایک واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ رعب ایک مستقل طاقت وقوت تھی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے عطا فرمائی تھی چنانچہ ارشاد ہے۔

سنلقی فی قلوب الذین کفروا الرعب (آل عمران:ع ۱۶)

(تم اطمینان رکھو) ہم یقیناً ان کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رعب ڈال دیں گے

چنانچہ خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نصرت بالرعب' رعب اور ہیبت کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تاریخ شاہد ہے کہ بارہا آپ کا رعب ہی دشمنوں کی پسپائی اور آپ کی کامیابی اور فتح وظفر کا سبب بنا ہے۔

بہرصورت مذکورہ بالا واقعہ میں سرخیل متوکلین' توکل کرنے والوں کے سردار نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر وتحمل علی اللہ پر مبنی تھا جو آپ آیات قرآن عظیم کے تحت پڑھ چکے ہیں اسی صبر وتوکل علی اللہ کے آپ مامور تھے۔

امت کی بدنصیبی

امت محمد یہ اپنے سرتاپا شفقت ورحمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس یقین وتوکل اور طرز عمل سے اگر سبق نہ حاصل کرے تو اس کی بڑی زبردست بدنصیبی او[illegible] ہے اعاذنا اللہ منہ اللہ ہمیں اس سے بچائے۔

دُعا کیجئے: اے خالق آسمانوں کے اور زمین کے! آپ میرے کارساز ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مجھ کو پوری فرمانبرداراں کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو خالص نیک بندوں میں شامل کر لیجئے۔

اے میرے رب! مجھ کو بھی نماز کا (خاص) اہتمام رکھنے والا رکھئے اور میری اولاد میں بھی بعضوں کو

توکل کے ثمرات

عن عمر رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: لو انکم تتوکلون علی اللہ حق توکلہ لرزقکم کما یرزق الطیر، تغدو خماصا وتروح بطانا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ہادیٔ برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایسا توکل کرو جیسا اس کا حق ہے تو وہ تم کو اس طرح (بغیر کسی فکر و سرگردانی کے) روزی دے جیسے وہ پرندوں کو روزی دیتا ہے کہ وہ صبح سویرے بھوکے (جنگلوں میں) جاتے ہیں شام کو شکم سیر پیٹ بھرے واپس آتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث پاک میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو بتلانا چاہتا ہیں کہ تمہاری تمام تر معاشی سرگردانی اور دنیاوی فکر و پریشانی جس میں تم شب و روز سرگرداں رہتے ہو اور مارے مارے پھرتے ہو نہ دن کو چین نصیب ہے نہ رات کو آرام نو بنو فکروں اور تازہ بتازہ پریشانیوں نے خواب و خور تم پر حرام کر رکھا ہے اس کا واحد سبب صرف اللہ تعالیٰ پر کامل توکل اور پورا بھروسہ نہ ہونا ہے یا اس میں کمی اور کوتاہی ہے اور اگر تم اللہ اور اس کی رزق رسانی، حاجت روائی اور کارسازی پر بغیر ذرہ برابر تذبذب وتردد اور بدون کسی شک وشبہ کے کامل یقین و ایمان اور بھروسہ رکھو تو تم کو ان تمام لایعنی دنیاوی فکروں اور بے حاصل معاشی سرگردانیوں سے کلی طور پر نجات حاصل ہو جائے اور تم پورے اطمینان ودلجمعی اور ذہنی آسودگی و یکسوئی کے ساتھ خدا اور اس کے رسول کے احکامات کے تحت دین اور دنیا کے تمام فرائض بخوبی انجام دینے کی سعادت حاصل کر سکو تم ذرا دیکھو اور غور کرو! پرندے کس بے فکری، دل جمعی اور آسودگی و یکسوئی کے ساتھ رات بھر اپنے گھونسلوں میں بسیرا کرتے ہیں اور پھر صبح ہوتے ہی کس اطمینان کے ساتھ رزاق مطلق کی رزق رسانی پر بھروسہ کر کے جنگل میں چلے جاتے ہیں اور دن بھر دانہ چنتے اور چگتے رہتے ہیں اور شام کو شکم سیر ہو کر اپنے گھونسلوں میں واپس آ جاتے ہیں وہ کل کی فکر اور ان ہوئی بات کی پریشانی و سرگردانی سے بالکل آزاد اور بے فکر رہتے ہیں مشیت خداوندی سے جو مصیبت یا آفت سامنے آتی ہے اس سے بچنے کے لئے جو وسائل پروردگار نے ان کو دیئے ہیں ان سے کام لیتے ہیں قسمت میں بچنا ہوتا ہے تو بچ جاتے ہیں ورنہ شکار ہو جاتے ہیں بہر صورت اس قبل از مرگ واویلا سے اور ہائے کل کیا ہوگا اور کہاں سے آئے گا کی فکر و پریشانی سے وہ بالکل آزاد فارغ البال اور مطمئن رہتے ہیں اسکے برعکس توکل علی اللہ کی نعمت و دولت سے محروم انسان کو شب و روز کی زندگی میں چین و آرام، سکون و اطمینان اور بے فکری و آسودگی تو کیا نصیب ہوتی اس کو تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور فرض نماز تک یکسوئی اور دل جمعی کے ساتھ پڑھنی نصیب نہیں ہوتی کسی فارسی کو شاعر نے اسی لاحاصل معاشی پریشانی اور پراگندہ خیالی کا نقشہ ذیل کے شعر میں خوب کھینچا ہے وہ کہتا ہے کہ شب چو عقد نماز بر بندم، چہ خورد بامداد فرزندم

یہ تمام تر مصیبت اور تباہی صرف اللہ تعالیٰ کی لامحدود وقدرت پر اور اس کی روزی رسائی حاجت روائی اور کاربرآری پر کامل یقین و ایمان اور اعتماد و توکل نہ ہونے کا نتیجہ ہے کاش

امت اپنے پیارے اور مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وتعلیمات پر صدق دل سے پورے طور پر عمل کر کے ان لایعنی دینوی فکروں معاشی پریشانیوں اور سرگردانیوں سے جن کی وجہ سے دین کے ساتھ دنیا بھی برباد ہو رہی ہے نجات حاصل کرے اور اطمینان وسکون، دلجمعی وفارغ البالی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر عمل کر کے دین اور دنیا دونوں کی فلاح اور کامرانی سے سرفراز ہو۔

تنبیہ: آپ پوری وضاحت اور تفصیل کے ساتھ توکل کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب ظاہری اسباب ووسائل تلاش وجستجو اور تدبیر وجدوجہد کو ترک کر دینا ہرگز نہیں ہے آخر پرندے بھی تو صبح ہوتے ہی گھونسلوں سے نکل کر روزی کی تلاش میں جنگل جاتے ہیں دانہ دنکا بھی چنتے اور چگتے ہیں اور اپنا پیٹ بھرتے ہیں اگر وہ دن نکلنے کے بعد بھی گھونسلوں میں ہی پڑے رہیں اور پرتک نہ ہلائیں تو یقیناً بھوکے مرجائیں اسی طرح حلال روزی کی تلاش وجستجو اور اس کے لئے جدوجہد اور تدابیر ووسائل کو اختیار کرنا ہر انسان خصوصاً مسلمان کا تو فرض بلکہ بہت بڑی عبادت ہے اس لئے کہ ہادئ برحق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

كل لحم نبت من الحرام فالنار اولى به

جو گوشت حرام (غذا) سے اگے (پیدا ہو) وہ جہنم ہی کے لائق ہے۔

اس لئے توکل علی اللہ کے معنی ظاہری اسباب وتدابیر کو ترک کر دینا ہرگز نہیں ہیں جیسا کہ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے رب! اور میری (یہ) دعا قبول کیجئے۔

اے ہمارے رب! میری مغفرت کر دیجئے اور میرے ماں باپ کی بھی اور کل مؤمنین کی بھی حساب قائم ہونے کے دن۔

اے میرے پروردگار! ان دونوں (والدین) پر رحمت فرمائیے جیسا انہوں نے مجھ کو بچپن میں پرورش کیا ہے۔

اے رب! مجھ کو خوبی کے ساتھ پہنچائیو اور مجھ کو خوبی کے ساتھ لے جائیو اور مجھ کو اپنے پاس سے ایسا غلبہ دیجیو جس کے ساتھ نصرت ہو۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو اپنے پاس سے رحمت کا سامان عطا فرمائیے اور ہمارے لئے (اس) کام میں درستی کا سامان مہیا کر دیجئے۔

اے میرے رب! میرا حوصلہ فراخ کر دیجئے اور میرا (یہ) کام (تبلیغ کا) آسان فرما دیجئے۔ اور میری زبان سے بستگی (لکنت کی) ہٹا دیجئے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔

اے میرے رب! میرا علم بڑھا دے۔ مجھ کو یہ تکلیف پہنچ رہی ہے اور آپ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو لاوارث مت رکھیو۔ (یعنی مجھ کو فرزند دیجئے کہ میرا وارث ہو) اور سب وارثوں سے بہتر آپ ہی ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو (زمین پر) برکت کا اتارنا اتاریو اور آپ سب اتارنے والوں سے اچھے ہیں۔

توکل کی دعا

عن ابی عمارة البراء بن عازب رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: یا فلان اذا اویت الی فراشک فقل: اللهم اسلمت نفسی الیک ووجهت وجهی الیک: وفوضت امری الیک، والجات ظهری الیک، رغبة ورهبة الیک لا ملجا ولا منجی منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت ونبیک الذی ارسلت (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: (ایک دن) نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے خطاب کرکے) فرمایا اے عازب کے بیٹے براء جب تم اپنے بستر پر لیٹا کرو تو یہ دعا پڑھا کرو! اے اللہ! میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کر دیا اور اپنا چہرہ (رخ) تیری طرف موڑ دیا اور اپنا ہر کام (اور ہر معاملہ) تیرے حوالے کر دیا اور اپنی کمر کا سہارا (پشت پناہ) تجھ کو بنا لیا تیری رحمت کی رغبت اور تیری ناراضگی کے خوف کی وجہ سے (اس لئے کہ) تیرے قہر وغضب سے نجات اور پناہ کی جگہ تیرے رحم وکرم کے سوا اور کہیں نہیں جو کتاب (قرآن) تو نے اتاری ہے اس پر میں ایمان لا چکا ہوں اور جو نبی (محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام) تو نے بھیجا ہے اس پر بھی ایمان لا چکا ہوں (اس لئے تیری رحمت کا مستحق ہوں) (اس کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس دعا کو پڑھ کر سونے کا فائدہ بیان) فرمایا: اگر تم (اس دعا کو پڑھنے کے بعد) اسی رات میں مر گئے تو فطرت سلیمہ یعنی دین الٰہی پر مرو گے اور اگر صبح (زندہ سلامت) اٹھے تو خیر وخوبی کے ساتھ اٹھو گے۔ صحیحین (بخاری اور مسلم) ہی کی دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے (خطاب کرکے) فرمایا (اے براء بن عازب) جب تم اپنے بستر پر (لیٹنے کے ارادہ سے) آؤ تو (پہلے) نماز کی طرح پورا وضو کرو پھر دائیں پہلو پر لیٹو اور یہ دعا پڑھو (اس کے بعد مذکورہ بالا دعا تعلیم فرمائی) اور ارشاد فرمایا: یہ تمہاری زبان سے نکلنے والے آخری کلمات ہونے چاہئیں (یعنی اس دعا کے بعد اور کوئی بات مت کرو اور سو جاؤ)

تشریح: اس حدیث شریف میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو دعا کے پیرایہ میں توکل علی اللہ کے آخری اور اعلیٰ وارفع مرتبہ تفویض وتسلیم کی تعلیم دی ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں توکل علی اللہ کا ایک مرتبہ تو یہ ہے کہ بندہ اپنے خالق ومالک کے حکم کی بنا پر دینی اور دنیوی تمام کاموں اور معاملات میں ظاہری اسباب ووسائل اور تدابیر کو اختیار تو کرے مگر اس یقین وایمان کے ساتھ کہ ان پر نتائج اور اثرات مرتب ہونا یا نہ ہونا صرف اور محض اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے حقیقی کارساز وہی ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی، حاجت روائی پر یقین وایمان اس قدر قوی پختہ اور غالب ہو کہ بندہ کی نظر میں ظاہری اسباب وتدابیر کی کوئی اہمیت ووقعت اور دل میں کوئی قدر وقیمت باقی نہ رہے اور اسباب ووسائل سے قطع نظر کلی طور پر اللہ تعالیٰ کی کارسازی اور حاجت روائی پر عین الیقین مشاہدہ کے درجہ میں یقین کامل نصیب ہو جائے اور اسباب تدبیر وجد وجہد، کاربرآری کی تاثیر سے بالکل خالی اور عاری محسوس ہونے لگیں تیسرا اور آخری مرتبہ یہ ہے کہ بندہ نہ صرف اپنے تمام

دینی اور دنیوی کاموں اور معاملات کو بلکہ خود اپنے کو بھی اپنے پیدا کرنے اور پرورش کرنے والے مالک کے سپرد کردے اور کلی طور پر خود کو اور اپنی تمام ظاہری اور باطنی قوتوں کو اعضاء و جوارح کو اپنے پروردگار کے احکام کا فرمانبردار اور مطیع و منقاد بنا دے اور اس کے ہر قول و فعل، نقل وحرکت اور قصد وارادہ کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری ہو اور بس وہ کوئی کام اپنے لئے نہ کرے بلکہ جو کچھ کرے اللہ تعالیٰ کے لئے کرے، کھائے پیئے تو اللہ تعالیٰ کے لئے سوئے اور آرام کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، بیوی بچوں کے حقوق ادا کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے دوستوں اور قرابتداروں کی امداد واعانت کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، اور دشمنوں کافروں اور مشرکوں سے جنگ کرے تو اللہ تعالیٰ کے لئے، توکل کے اس مرتبہ پر پہنچنے کے بعد بندہ کی اپنی منفعت ومضرت کامیابی وناکامی کا سوال ہی ختم ہو جاتا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی کارسازی وکارفرمائی باقی رہ جاتی ہے توکل علی اللہ کے اس مرتبہ کا نام تفویض وتسلیم ہے عارفین اس تفویض وتسلیم کے مرتبہ کے بعد بھی توکل کا ایک مرتبہ بتلاتے ہیں اور وہ یہ کہ بندہ اپنی تمام خواہشات ومرضیات سے بھی دستبردار ہو جائے اس کی خواہش ہو بہو وہی ہو جو اس کے رب کا منشا ہو اس کی مرضی بعینہ وہی ہو جو اس کے مولیٰ کی مرضی ہو اور راضی برضاء مولیٰ رہ کر زندگی بسر کرے ارباب باطن اس مرتبہ کو مقام رضاء سے تعبیر کرتے ہیں علماء ظاہر اس مرتبہ کو تفویض وتسلیم کے مرتبہ کے تحت ہی داخل کرتے ہیں۔

توکل کے اس مرتبہ کا ثبوت قرآن وحدیث سے

توکل کے ان تمام مراتب ومدارج کے بیان سے متعلق قرآن عظیم کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بکثرت موجود ہیں، ہم یہاں تفویض وتسلیم کے بیان سے متعلق اس حدیث پاک کی تشریح سے پہلے قرآن کریم کی صرف دو آیتیں قارئین کے سامنے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں سورۃ المؤمن میں اللہ تعالیٰ رجل من ال فرعون کی زبان سے ارشاد فرماتے ہیں

اور میں تو اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں (اس لئے کہ) بیشک اللہ اپنے بندوں کو خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔

سورۃ النساء میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرماتے ہیں ذرا زور کلام ملاحظہ فرمائیے ارشاد ہے۔

پس یونہی نہیں قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن (ہرگز) نہ ہوں گے یہاں تک کہ وہ اپنے تمام باہمی معاملات میں تجھ کو حکم (نہ) مان لیں اور پھر وہ اپنے دلوں میں تیرے کئے ہوئے فیصلہ سے (کسی قسم کی) تنگی (ناگواری) بھی محسوس نہ کریں اور (دل وجان سے اپنے معاملات کو) کلی طور پر سپرد کردیں۔

حدیث اور اس میں مذکور دعا کی تشریح اور دعا کا پیرایہ اختیار کرنے کی وجہ

اس سے قبل آپ اہم ترین دینی مقاصد اور مہمات امور کو دعا کے پیرایہ میں بیان کرنے اور تعلیم دینے کا فائدہ پڑھ چکے ہیں کہ دعا مانگنے کے وقت اللہ تعالیٰ عم نوالہ کی طرف بندوں کی توجہ اور عبدیت عاجزی وانکساری کا اظہار اور اس کے جلال وجمال کا استحضار شعور واحساس سب سے زیادہ ہوتا ہے اور بندہ کے اس عاجزی وانکساری کے اظہار میں اور ہمہ تن اپنے رب کی طرف توجہ کے اندر ایسی زبردست مقناطیسی کشش رکھی ہوئی ہے کہ وہ فوراً رب العالمین کے گوناگوں رحم وکرم اور بے پایاں فضل وانعام کو بندہ کی جانب اس طرح کھینچ لیتی ہے جیسے مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے اس لئے بندہ اس حالت میں جو بھی بڑی سے بڑی چیز مانگتا ہے وہ ارحم الراحمین رب العالمین اسے دے دیتا ہے درحقیقت مالک الملک رب العالمین کے دینے میں تو کمی یا کوتاہی کا امکان ہی نہیں، کمی اور کوتاہی جو بھی ہوتی ہے بندہ کے مانگنے میں ہوتی ہے۔

سیرت طیبہ سے توکل کا دوسرا واقعہ

عن ابی بکرن الصدیق رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عثمان بن عامربن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن لؤی بن غالب القریشی التیمی رضی اللہ عنہم. وھو وابوہ وامہ صحابۃ، رضی اللہ عنہم (ریاض الصالحین)

ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں (قریش اور مشرکین مکہ کی سازش قتل کو ناکام بنانے کی غرض سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے وطن عزیز مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنے کے موقع پر غار ثور کے اندر روپوش ہونے کے زمانہ میں ایک دن) مجھے (غار کے اوپر سے کھوج لگانے والے) مشرکین کے پاؤں نظر آئے اور ہم اسی غار کے اندر چھپے ہوئے تھے اور عین ہمارے سروں پر وہ کھڑے تھے تو میں نے (گھبرا کر) نبی رحمت، حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! (خدانہ کرے) ان میں سے کسی نے بھی اپنے قدموں کی طرف ذرا جھک کر دیکھا تو ہم انہیں صاف نظر آ جائیں گے (اور پھران کے چنگل سے بچنا ناممکن ہے) تو مجسمہ یقین وایمان، پیکر صبر وتوکل، حبیب رب العالمین، صلی اللہ علیہ وسلم نے (انتہائی سکون واطمینان کے ساتھ) فرمایا: اے ابوبکر! ان دو مظلوم بندوں کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا (محافظ ونگہبان) اللہ تعالیٰ ہے (کیا وہ انہیں خون کے پیاسے ظالم دشمنوں کے ہاتھوں تباہ ہونے دے گا)

متعلقہ واقعہ کا بیان اور حدیث کی تشریح

سرور کائنات حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ مکرمہ سے ہجرت کا واقعہ آپ کی سیرت مقدسہ کا انسانی تصور اور وہم وگمان سے بالاتر گوناں گوں قدرت الٰہیہ کے کرشموں پر مشتمل ایک عجیب واقعہ ہے پورا کا پورا واقعہ یوں تو بے شمار عجیب وغریب تصرفات الٰہیہ پر مشتمل تاریخ انسانی کا بے مثل واقعہ بلکہ آپ کا عظیم معجزہ ہے جس کی ایمان افروز تفصیلات سیرت کی کتابوں میں پڑھ کر مومن مسلمان کو اپنا ایمان باللہ تازہ کرتے رہنا چاہئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یگانہ رفیق ہجرت یار غار صدیق اکبرؓ نے مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال توکل علی اللہ اور یقین وایمان باللہ سے امت کو متعارف کرانے کے لئے اس واقعہ کا صرف وہ حصہ جو انتہائی خطرناک حالت سے دوچار ہونے اور خطرہ میں گھر جانے کے وقت جبکہ امت کے اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر سب سے بڑے توکل اور بھروسہ کرنے والے صدیق اکبر بھی گھبرا جاتے ہیں۔ آپ کے انسانی تصور سے بالاتر اللہ تعالیٰ شانہ کی کارسازی پر مکمل اعتماد اور بھروسہ کا مظہر ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ بھی اپنے محبوب کے اس اعتماد سے خوش ہوکر قرآن عظیم میں بعینہٖ آپ کے ایمان افروز جواب کو نقل فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

(اے مسلمانو) اگر (بالفرض) تم اس (ہمارے پیارے نبی) کی مدد نہ بھی کرو تو کیا بگڑتا ہے اس لئے بیشک اسکی مدد تو اللہ تعالیٰ نے ایسے (آڑے) وقت کی ہے جبکہ کفار نے اس کو اپنے وطن عزیز مکہ سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا (اس حالت میں کہ وہ (ہمارا پیارا نبی صرف دو میں کا دوسرا تھا (یعنی صرف دو نفر تھے)

جبکہ وہ اپنے (گھبرائے ہوئے) رفیق سفر سے (اس کی تسلی اور اطمینان کیلئے کہہ رہا تھا تم غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے (اس کے اس اعتماد وتوکل سے خوش ہو کر اپنا (خاص عطیہ) سکون (واطمینان) اس پر اتار دیا اور ایسی (فرشتوں کی) فوجوں سے اس کی تائید (وتقویت) فرمائی جو تم (انسانوں) کو نظر بھی نہیں آتیں اور کافروں کی بات بھی نیچی کر دی اور اللہ کی بات ہی اونچی رہتی ہے اور اللہ تو بڑا زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

اس واقعہ ہجرت کا مختصر سا بیان

حضرت العلامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے تحریر کردہ فوائد قرآن عظیم میں سے مذکورہ بالا آیت کریمہ سے متعلق فائدہ اس موقع پر نقل کر دینا مناسب سمجھتے ہیں سورۃ براۃ رکوع (۶) کی مذکورہ بالا آیت کریمہ کے تحت لکھتے ہیں مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر بیک وقت آپ پر ضرب لگائیں (وار کریں) تا کہ "خون بہا" دینا پڑے تو سب قبیلوں پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ وہ (آپ کے قصاص کیلئے) سارے عرب (قبائل) سے لڑائی مول لیں جس شب میں اس ناپاک کارروائی (سازش) کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو لٹایا تا کہ وہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے (تشریف لے) جانے کے بعد ان کے مالکوں کے حوالے کر دیں اور حضرت علیؓ کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال (تک) بیکا نہ ہوگا (تم مطمئن رہو) پھر خود بنفس نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے (جنھوں نے مکان کا مکمل محاصرہ کیا ہوا تھا) شاہت الوجوہ یہ چہرے مسخ ہوں اندھے ہوں۔ فرماتے ہوئے اور ان کی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے (سب کے سامنے سے) صاف (محاصرہ سے باہر) نکل آئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو (جو پہلے سے تیار بیٹھے تھے) ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غار ثور میں قیام فرمایا یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوف (اندر سے خالی) چٹان ہے جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا (چنانچہ) اول حضرت ابوبکر نے اندر جا کر اسے صاف کیا سب سوراخ کپڑے سے بند کئے کہ کوئی زہریلا کیڑا مکوڑا اگزند نہ پہنچا سکے ایک سوراخ باقی (رہ گیا) تھا (سو) اس میں (بیٹھنے کے بعد) اپنا پاؤں اڑا دیا سب انتظام کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر تشریف لانے کو کہا آپ اندر آ کر) صدیق اکبرؓ کے زانو پر سر مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکر صدیقؓ کا پاؤں (جو اس کے سوراخ میں اڑا ہوا تھا) ڈس لیا مگر ابوبکر صدیقؓ (اس کے باوجود) پاؤں کو مطلق حرکت نہ دیتے تھے (اور سانپ کاٹے جا رہا تھا) کہ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استراحت میں خلل پڑے جب آپ کی آنکھ کھلی اور سانپ کے ڈسنے کا قصہ معلوم ہوا تو آپ نے لعاب مبارک صدیق اکبرؓ کے پاؤں کو لگا دیا جس سے فوراً (زہر اتر گیا اور) شفا ہو گئی ادھر کفار "قائف" یعنی نشان قدم سے کھوج لگانے والے کو ہمراہ لے کر جو نشان ہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے اس نے عین غار ثور تک نشان قدم کی شناخت کی مگر خدا کی قدرت کہ (اتنی دیر میں) غار کے دروازے (منہ) پر ایک مکڑی نے جالا تن لیا اور ایک جنگلی کبوتر نے وہاں انڈے دے دیئے یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح سالم رہ سکتے تھے (اس وقت) ابوبکر صدیقؓ کو اندر

سے کفار کے پاؤں نظر آ رہے تھے انہیں فکر تھی کہ کہیں جان سے زیادہ محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کے لئے وہ سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کی نظر نہ پڑ جائیں گھبرا کر کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر ڈالی تو ہم کو دیکھ پائیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر! ان دو شخصوں کے متعلق تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہے یعنی جب اللہ تعالیٰ (ہمارا نگہبان) ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے (مطلق غم نہ کرو) اس وقت حق تعالیٰ نے ایک خاص قسم کی کیفیت سکون واطمینان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اور آپ کی (رفاقت) کی برکت سے ابوبکر صدیقؓ کے قلب پر نازل فرمائی (اور وہ بھی مطمئن ہو گئے) اور فرشتوں کی فوج سے (آپ کی) حفاظت وتائید کی یہ اسی تائید غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے (قرآن عظیم) نے اوھن البیوت۔ سب سے زیادہ کمزور گھر بتلایا ہے بڑے بڑے مضبوط ومستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعہ تحفظ بن گیا اس طرح خدا نے کفار کی بات نیچی کر دی اور ان کی تدبیریں خاک میں ملا دیں۔

صورت حال کے اس نہایت مختصر بیان سے بھی آپ اندازہ اور یقین کر سکتے ہیں کہ خطرہ انتہائی شدید تھا ظاہری اسباب کے اعتبار سے آپ کی گرفتاری اور قتل یقینی تھا قائف نے دشمنوں کو عین آپ کے سر پر لے جا کر کھڑا کر دیا تھا تلاش کرنے والوں کا غار میں جھک کر دیکھنا یقینی تھا اور آپ اس وقت نہتے اور بالکل خالی ہاتھ تھے دفاع اور مزاحمت بالکل نہیں کر سکتے تھے بڑے سے بڑے زور آور، قوی دل اور نڈر انسان کے بھی ایسے وقت میں اوسان خطا ہو جانے یقینی ہیں مگر آپ ہیں کہ سکون واطمینان کے ایک پہاڑ کی طرح قطعی مطمئن اور بالکل بے پرواہ محض اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر بیٹھے ہیں خوف وہراس یا گھبراہٹ کا نام تک نہیں بلکہ اپنے رفیق سفر کو بھی پورے طور پر مطمئن فرما دیتے ہیں یہ سکون واطمینان اور اعتماد بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ کے وعدے پر: **واللہ یعصمک من الناس** اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے گا غیر متزلزل یقین وایمان کا نتیجہ تھا آپ کو آفتاب نصف النہار کی طرح اللہ تعالیٰ کی حفاظت نگہبانی اور کارسازی پر یقین تھا اسی لئے ناموافق ظاہری اسباب پر مبنی ہلاکت کے یقینی خطرہ میں گھرا ہونے کے باوجود آپ بالکل مطمئن اور بےفکر تھے یہ ہے اللہ تعالیٰ کی لامحدود قدرت پر یقین وایمان اور اس کی ''کارسازی'' پر بھروسہ اور توکل جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

سبحان اللہ وصلی اللہ علی نبیہ وحبیبہ وسلم

دُعا کیجئے

اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں شیطانوں کے وسوسوں سے اور

اے میرے رب! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ شیطان میرے پاس بھی آئیں۔

اے میرے رب! (میری خطائیں) معاف کر اور رحم کر اور تو سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے۔

توکل علی اللہ کے حصول کی دعائیں

عن ام المومنين ام سلمة، واسمها هند بنت ابى امية حذيفة المخزومية، رضى الله عنها، ان النبى صلى الله عليه وسلم كان اذا خرج من بيته قال بسم الله توكلت على الله اللهم انى اعوذبك ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او يجهل على.

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم جب نبوۃ کدہ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔

بسم الله توكلت على الله اللهم انى اعوذبك ان اضل او اضل او ازل او ازل او اظلم او اظلم او اجهل او يجهل على.

اللہ کے (مبارک) نام کے ساتھ (میں گھر سے باہر قدم رکھتا ہوں) میں نے (کارسازی حقیقی) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا ہے اے اللہ میں تیری پناہ لیتا ہوں اس سے کہ میں خود گمراہ ہوں یا مجھے گمراہ کیا جائے یا میں خود کوئی لغزش کروں یا مجھ سے لغزش کرائی جائے یا میں خود ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا میں خود (کسی کے ساتھ) جہالت (اور بدتمیزی) کروں یا میرے ساتھ جہالت (اور بدتمیزی) کی جائے۔ یہ حدیث "صحیح" ہے (اگرچہ بخاری و مسلم میں نہیں آئی ہے) امام ابوداؤد اور امام ترمذی وغیرہ محدثین نے اس کو (اپنی اپنی کتابوں میں) ذکر کیا ہے یہ مذکورہ بالا الفاظ ابوداؤد کی روایت کے ہیں۔

تشریح: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے بھی گھر سے نکلتے وقت یہ پڑھ لیا:

بسم الله توكلت على الله ولا حول ولا قوة الا بالله

اللہ کے (مقدس) نام کے ساتھ (گھر سے باہر نکلتا ہوں) میں نے (کارساز مطلق) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر لیا، اور نہ (کسی بھی کام کی) قدرت (میسر آسکتی) ہے نہ قوت مگر اللہ کی مدد) سے۔ تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس سے کہہ دیا جاتا ہے تجھے ہدایت دے دی گئی اور کفایت (وکفالت) کر دی گئی اور تجھے (ہر شر سے) بچا دیا گیا اور شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے (اور اس کا پیچھا چھوڑ دیتا ہے)

اس حدیث کو بھی امام ابوداؤدؒ ترمذی امام نسائیؒ وغیرہ محدثین نے (اپنی اپنی کتابوں میں) روایت کیا ہے کہ امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے امام ابوداؤدؒ نے (اپنی کتاب میں اس حدیث کے الفاظ میں) یہ اضافہ کیا ہے تو (اس دعا مانگ لینے کے بعد) ایک شیطان دوسرے شیطان سے کہتا ہے تو کیا بگاڑ سکتا ہے اس شخص کا جس کو (منجانب اللہ خیر کی) ہدایت کر دی گئی اور کفایت کر دی گئی اور (ہر شر سے) بچا دیا گیا۔

تشریح! ان ہر دو دعاؤں کی اہمیت

یہ تو ظاہر ہی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد ان

ہر دو دعاؤں کی تعلیم سے دراصل نعمت توکل کی اہمیت سے آگاہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر اس کے طلب کرنے کی ہدایت فرمانا ہے اس لئے آپ بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ گذشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں کہ تمام دینی اور دنیوی امور و معاملات میں جن کا انسان مکلف ہے کامیابی یا ناکامی کا براہ راست تعلق اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہے دنیاوی اسباب ووسائل اور انسانی تدبیروں اور کوششیں تو محض ''واسطہ'' ہیں جن کو بندہ محض حکم خداوندی کو بجالانے کے لئے اختیار کرتا ہے اس لئے ایک مسلمان کے لئے کلی طور پر یہ اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر بھروسہ کرنے کے سوا چارہ نہیں یہی ایمان باللہ اور ایمان بالقدر تقدیر پر ایمان کا تقاضہ ہے لہٰذا ہر کام کرنے اور ہر معاملہ کو انجام دینے کے وقت اللہ تعالیٰ پر نہ صرف مکمل طور پر بھروسہ کرنا بلکہ دعا کی صورت میں اس کا اظہار واعتراف کرنا بھی ہر مسلمان کا فرض ہے اسی لئے ہر کام کرنے کا ارادہ یا وعدہ کرنے کے وقت انشاء اللہ کلمہ توکل وتفویض کہنے کا حکم قرآن کریم میں نہ صرف امت کو بلکہ حبیب رب العالمین کو خطاب کر کے دیا گیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی آپ پوری وضاحت کے ساتھ پڑھ چکے ہیں کہ اس مصروف زندگی میں ہر کام کے وقت توکل علی اللہ کا تصور ذہن میں اور اس کا اظہار زبان سے عموماً دشوار اور مشکل ہے اس لئے جیسے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث نمبر (۷) میں دن بھر کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر سونے کے ارادہ سے بستر پر لیٹنے کے وقت توکل اور تفویض وتسلیم کے مضامین پر مشتمل دعا کی تعلیم دی ہے اسی طرح حدیث نمبر (۹) اور (۱۰) میں گھر سے نکلنے اور عملی زندگی شروع کرنے کے وقت یہ دعا توکل پڑھنے کی تعلیم دی ہے اس لئے کہ وہ بیشتر اہم دینی اور دنیوی امور جن میں انسان دنیوی اسباب ووسائل اور انسانی تدابیر سے کام لیتا ہے گھر سے باہر ہی انجام دیتا ہے۔ خود اپنی روزانہ کی زندگی کا جائزہ لے کر دیکھ لیجئے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ اس حدیث میں گھر سے نکلنے کے بعد سے مراد ہی سو کر اٹھنے کے بعد ہو چنانچہ امام محمد بن محمد جزری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب حصن حصین میں ان دونوں دعاؤں کو فجر کی نماز کیلئے گھر سے نکلنے کے وقت کی دعاؤں کے ذیل میں درج کیا ہے۔

چونکہ یہ وقت گھر سے نکل کر زندگی کے کاروبار شروع کرنے کا وقت ہے اس لئے ان دونوں دعاؤں کو بسم اللہ سے شروع کیا ہے اس لئے مشہور ومعروف حدیث تسمیہ بسم اللہ کی حدیث میں آیا ہے۔

كل امر ذى بال لم يبدء باسم الله فهو ابتر

جو بھی اہم کام اللہ تعالیٰ کے نام سے نہ شروع کیا جائے وہ برکت سے محروم رہتا ہے۔

اور اسی لئے حدیث نمبر (۱۰) میں **کلمۃ تفویض** وتسلیم یعنی **لا حول ولا قوة الا بالله** کا بھی اضافہ فرمایا ہے۔

باقی حدیث نمبر (۹) کی دعا میں سرتاپا رافت وشفقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار ہلاکت خیز چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کا بھی ذکر فرمایا ہے (۱) گمراہی (۲) لغزش (۳) ظلم (۴) جہالت یعنی بدتمیزی کا برتاؤ اس لئے کہ عموماً انسان کو اپنی تدبیروں اور کوششوں میں ناکامی کا منہ انہی چیزوں کی وجہ سے دیکھنا پڑتا ہے پھر ان چاروں مضرت رساں برائیوں کا محرک کبھی خود انسان کا نفس امارہ یعنی مکار نفس ہوتا ہے اور کبھی شیطان یا شیطان فطرت شریر انسان اس لئے ان میں سے ہر ایک برائی کے واقع ہونے کی دو دو صورتیں ہیں مثلاً انسان یا از خود گمراہ ہو یا دوسرے اسے گمراہ کریں علی ہذا القیاس اس لئے معجز بیان نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کی دونوں صورتوں کا ذکر فرما کر ان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنے کی ہدایت فرمائی ہے سبحان اللہ کس قدر مہربان ہیں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسروں کے لئے باعث برکت متوکلین

وعن انس رضى الله عنه قال: كان اخوان على عهد النبى صلى الله عليه وسلم وكان احدهما ياتى النبى صلى الله عليه وسلم والاخر يحترف، فشكا المحترف اخاه للنبى صلى الله عليه وسلم فقال: ولعلك ترزق به (ترمذی)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں دو (حقیقی) بھائی تھے ان میں سے ایک تو (روزانہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (تعلیم دین کیلئے) حاضر ہوا کرتا تھا اور دوسرا دن بھر روزی کماتا (اور گھر کا خرچ چلاتا تھا) تو ایک دن اس کمانے والے نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے بھائی کی شکایت کی (کہ یہ نکھٹو مفت کی روٹیاں کھاتا ہے ایک پیسہ نہیں کماتا گھر کا سارا بوجھ میرے اوپر ڈال رکھا ہے) تو آپ نے ارشاد فرمایا: (ارے بیوقوف تجھے کیا خبر) کہیں اسی کی برکت سے تجھے روزی نہ ملتی ہو۔

تشریح: اس کسب معاش میں مصروف رہنے والے شخص نے ناواقفیت اور نادانی کی بنا پر اپنے بھائی کے متعلق یہ سمجھ رکھا تھا کہ یہ میرا بھائی دراصل نکھٹو اور کام چور ہے محنت مزدوری سے بچنے کی غرض سے آپ کے پاس آ بیٹھتا ہے اسی لئے آپ سے شکایت کی تو ہادی امت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بدگمانی کو دور فرمایا اور اسی کے ذیل میں اس کو اور اس کے واسطے سے تمام امت کو دو نہایت اہم باتوں پر متنبہ فرمایا ایک یہ کہ یہ تیرا بھائی اور اسی قسم کے دین کی خدمت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کرنے والے لوگ نکمے اور کام چور نہیں ہیں بلکہ یہ تو اتنا بڑا کام انجام دے رہے ہیں کہ اگر تم سب کے سب اس کام کو چھوڑ دو اور کمائی کے پیچھے لگ جاؤ تو سب گنہگار رہو اور قیامت کے دن پکڑے جاؤ اور وہ کام ہے اول خود علم دین حاصل کرنا اور اس کے بعد خدا کے دین کو اس کی تمام مخلوق تک پہنچانا سکھانا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا چنانچہ آیت کریمہ ذیل کے تحت علم دین حاصل کرنا اور پھر اسکی تبلیغ کرنا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے ارشاد ہے:

فلولا نفر من كل فرقة منهم طآئفة ليتفقهوا فى الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوآ اليهم لعلهم يحذرون:

اور کیوں نہ نکلا (علم دین حاصل کرنے کیلئے) مسلمانوں کے ہر فرقہ میں سے ان میں کا ایک گروہ تاکہ وہ دین کا علم حاصل کرتا اور واپس آ کر ان کو (خدا کے دین سے) خبردار کرتا تاکہ وہ سب کے سب (خدا کی نافرمانیوں سے) بچتے اور پرہیز کرتے۔

یعنی ہر ملک ہر بستی ہر قوم ہر قبیلہ اور ہر گھرانے کے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ حسب ضرورت اپنے میں سے ایک یا چند آدمیوں کو علم دین حاصل کرنے اور اس کی تبلیغ واشاعت کے لئے وقف کردیں اور ان کے اخراجات کی خود کفالت کر کے انہیں فکر معاش سے آزاد کردیں تاکہ وہ یکسوئی اور فارغ البالی کے ساتھ اپنا تمام وقت اور قوت کار اول خود علم دین حاصل کرنے میں صرف کریں اور پھر خود عالم دین بن کر اپنے ملک کو بستی کو قوم کو قبیلہ کو اور عام مسلمانوں کو دین سے آگاہ کرنے اور سکھانے میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف رہیں اور اگر مسلمانوں نے اس دین سیکھنے سکھانے کے سلسلہ کو دنیا کمانے کی حرص میں پڑ کر بالکل چھوڑ دیا اور سب کے سب دنیا کے دھندوں میں لگ

گئے تو دین ان میں سے اٹھ جائے گا اور سب کے سب بے دین اور قہر خداوندی میں گرفتار ہو کر دنیا میں بھی گونا گوں مصیبتوں اور تباہیوں سے دوچار ہوں گے اور آخرت میں تو جہنم ان کا ٹھکانہ ہے ہی ایسی صورت میں یہ تیرا بھائی اور اس قسم کے تمام لوگ نکھٹو ' ناکارہ اور کام چور نہیں ہیں بلکہ تم سب کی طرف سے ایک دینی فرض ادا کر رہے ہیں ان کی معاشی کفالت تم سب پر فرض ہے۔

دوسری بات یہ کہ ہر انسان کو جو رازق مطلق روزی دیتا ہے وہ صرف اسی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے نہیں دیتا بلکہ ان تمام خدا کے بندوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی دیتا ہے جو یا روزی کمانے سے عاجز ولاچار ہیں یا انہوں نے اپنے آپ کو خدا کے حکم کے تحت اللہ تعالیٰ کے دین کی حفاظت کے لئے وقف کیا ہوا ہے اور ہمہ وقت ہمہ تن اسی میں لگے ہوئے ہیں خواہ توپ وتفنگ کے ذریعہ کافروں 'مشرکوں اور خدا ناشناس دشمن دین وایمان قوموں سے جنگ کرنے میں مصروف ہوں جن کو غازی کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے یا زبان وقلم کے ذریعہ سے ملحدوں 'زندیقوں اور نام نہاد منافق مسلمانوں کے دین اسلام اور اسکی تعلیمات پر حملوں اعتراضات ' شکوک وشبہات کا جواب دینے اور دین اور اس کے احکام وتعلیمات کی حقانیت ثابت کرنے میں ہمہ وقت اور ہمہ تن مصروف ہوں اور دنیا کے گوشہ گوشہ میں خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم:

فلیبلغ الشاهدالغآئب

ہر موجود شخص کو چاہئے کہ وہ غیر موجود کو (دین) پہنچائے۔ کے تحت دین کی تبلیغ میں ہمہ تن منہمک ہوں۔

یہ دین کی حفاظت کے لئے اپنی زندگی کو وقف کر دینے والوں کا گروہ ' خواہ مجاہدین ہوں خواہ علماء دین ومبلغین ہوں جو اپنی معاش اور ضروریات زندگی کے بارے میں صرف رزاق حقیقی اللہ تعالیٰ کی روزی رسانی اور حاجت روائی پر اعتماد کرتا ہے درحقیقت ان متوکلین علی اللہ کا گروہ ہے جن کی برکت سے ان کی معاشی کفالت کرنے والوں کو فراخ روزی ملتی ہے خصوصاً ایسے حالات میں کہ عالم اسباب میں ان کی معاشی کفالت کا کوئی یقینی اور قابل اعتماد وسیلہ نہ ہو جیسا کہ عہد نبوت میں اصحاب صفہ دین اور علم دین کے لئے زندگی وقف کر دینے والے صحابہ کا گروہ تھا اور اس شکایت کرنے والے کا بھائی اسی گروہ میں شامل یعنی نبوی مدرسہ کا ایک طالب علم تھا ایسی صورت میں ہر دو وجوہ کی بنا پر اس کی معاشی کفالت اس شکایت کرنے والے بھائی پر فرض اور لازم تھی لیکن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انداز بیان نہایت نرم اور ناصحانہ اختیار کیا اور فرمایا **لعلک ترزق به**۔ شاید اسی کی وجہ سے تجھے روزی ملتی ہو تا کہ اس جفاکش محنتی روزی کمانے والے کی دل شکنی نہ ہو ورنہ تو دوسری احادیث میں آپ نے صاف اور صریح لفظوں میں فرمایا ہے۔ **ترزقون بضعفآء کم**۔ تم کو رزق دیا جاتا ہے تم میں کے کمزور لوگوں کسب معاش سے مجبور ومعذور لوگوں ' کی وجہ سے اسی لحاظ سے یہ حدیث توکل کے ذیل میں آتی ہے۔

دُعا کیجئے

اے میرے رب! مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں۔ اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کروں جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں میں داخل رکھئے۔

اسلام کیا ہے؟

وعن ابی عمرو، وقیل: ابی عمرة سفیان بن عبدالله رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله قل لی فی الاسلام قولا لا اسأل عنه احداً غیرک. قال: وقل: آمنت بالله: ثم استقم (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعمرہ سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک دن) میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ آپ مجھے اسلام کے متعلق ایسی (تسلی بخش) بات بتلا دیجئے کہ پھر مجھے کسی سے اسلام کے متعلق سوال نہ کرنا پڑے'' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (دل سے) آمنت باللہ کہہ لو اور پھر پختگی کے ساتھ (زندگی بھر) اس پر قائم رہو (بس یہی اسلام ہے)

تشریح: آمنت باللہ دراصل ایک معاہدہ ہے اس امر کا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی ہر بات کو اور اس کے ہر حکم کو مان لیا اور اس پر عمل کرنا اپنے ذمہ لے لیا اس لئے آمنت باللہ' میں اللہ پر ایمان لے آیا کے معنی یہ ہوئے کہ میں اللہ تعالیٰ کے دین اسلام پر یعنی اسلامی عقائد پر' عبادات پر' اور احکام پر ایمان لے آیا دل وجان سے ان کو برحق مان لیا اور ان پر عمل کرنے کا ذمہ دار بن گیا لہٰذا آمنت باللہ کہنے کے بعد جو شخص اسلام کے کسی بھی عقیدہ کو یا کسی بھی عبادت کو یا کسی بھی حکم کو نہ مانے اور اس کا سرے سے انکار کردے یا اس کے کوئی ایسے معنی اور مراد بتلائے جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتلائے نہ رسول نے' نہ ہی اس چودہ صدیوں کے عرصہ میں کسی صحابی نے امام نے مجتہد نے یا کسی بھی مسلم ومستند عالم نے بیان کئے تو اس نے خود اپنی زبان سے اپنے قول آمنت باللہ کی تردید وتکذیب کردی معاہدہ کو توڑ دیا اور اسلام سے خارج اور کافر ومرتد ہو گیا اس لئے کہ اسلام نام ہے مجموعہ عقائد وعبادات واحکام کا ان تینوں میں سے کسی ایک کا بھی انکار یعنی کسی بھی عقیدہ کا انکار کسی بھی عبادت کا انکار' یا کسی بھی حکم کا انکار' اسلام کا انکار ہے چنانچہ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کے ایک حکم یعنی لڑائی میں اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر اپنے ہی ہم مذہب یہودیوں کو قتل کرنے کا خلاف کیا تھا تو اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

تو کیا تم (آسمانی) کتاب (تورات) کا ایک حکم مانتے ہو ایک کو نہیں مانتے؟ تو تم میں سے جو کوئی ایسا کرتا ہے اس کی سزا تو دنیا کی زندگی میں رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت ترین عذاب میں ڈالے جائیں گے۔

یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کا کسی حکومت کو تسلیم کرنا ایک معاہدہ ہوتا ہے اس امر کا کہ میں نے اس حکومت کے تمام قوانین واحکام کو مان لیا اور ان پر عمل کرنے کا ذمہ دار بن گیا اور اس کے بعد اگر وہ حکومت کے کسی ایک قانون کو بھی نہ مانے خواہ وہ فوجداری کا قانون ہو یا دیوانی کا تو وہ اس حکومت کا باغی ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

یایها الذین امنوا ادخلوا فی السلم کآفة ولا تتبعوا خطوات الشیطان انه لکم عدو مبین

اے ایمان والو تم پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر مت چلو (کہ کوئی بات تو مانو اور کوئی نہ

مانو) بیشک وہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے۔

لہٰذا جو شخص خاتم النبیین کو آخری نبی نہ مانے یا اس میں کوئی تاویل کرے اور آپ کے بعد کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا نبی مانے یا قرآن عظیم کو اللہ تعالیٰ کا کلام نہ مانے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حالت جذب واستغراق یعنی توسیع ذات میں کہا ہوا کلام کہے یا نماز کو عبادت نہ مانے اور کہے یہ تو اس زمانے کے فوجی تنظیم (ڈسپلن) سے ناواقف مسلمانوں کو فوجی تربیت دینے کی ایک مشق (پریڈ) تھی ہمارے زمانہ میں فوجی تعلیم وتربیت کی باضابطہ درس گاہیں کھل گئی ہیں اب نماز کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی یا زکوٰۃ کو مالی عبادت ماننے کے بجائے اسلامی حکومت کا ٹیکس قرار دے اور کہے کہ جس شخص نے سرکاری ٹیکس دے دیا اس کی زکوٰۃ ادا ہوگئی اسی طرح حج کو عبادت نہ مانے بلکہ اس زمانے کے مسلمانوں کی ایک سیاسی کانفرنس بتلائے جو آپ نے مکہ میں بلائی تھی کاروباری سود کو تجارتی منافع کہہ کر حلال اور جائز بتلائے باہمی رضامندی کے ساتھ زنا کو جائز قرار دے شراب اتنی جس سے نشہ نہ ہو یا بیر وغیرہ شرابوں کو حلال کہے غرض اسی طرح تمام شرعی احکام کا یہ کہہ کر انکار کردے کہ یہ احکام اب سے چودہ سو برس پہلے عرب معاشرہ کے تقاضا کے مطابق دیئے گئے تھے اب نہ وہ زمانہ ہے نہ وہ معاشرہ اب ان کے بجائے قانون ساز اسمبلیوں کے بنائے ہوئے قوانین اور برسر اقتدار حکومت کے احکام کی پابندی فرض ہے یہ اور اسی قسم کے نام نہاد مسلمان اپنی زبان سے خود اپنے ایمان واسلام سے خارج ہونے پر مہر تصدیق ثبت کررہے ہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر ایمان لانے کے بجائے اسلام اور مسلمانوں کے کھلے ہوئے دشمن یہودی اور نصرانی مستشرقین اور ان کی تحقیقات پر ایمان لائے ہیں انہی شیاطین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ان کو اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

اس زمانہ میں چونکہ ملحدوں اور بیدینوں کا ایک مخصوص فرقہ اپنے مخصوص مشن کے تحت اسلام کے نام پر اسلام کے عقائد عبادات اور احکام کی بیخ کنی پر تلا ہوا ہے اور "ماڈرن اسلام" تیار کرنے کے درپے ہے اس لئے آمنت باللہ کی تشریح میں ہم نے مذکورہ بالا تفصیلات کا بیان کرنا ضروری سمجھا تاکہ کتاب کے قارئین ان دشمنان اسلام یہودیوں اور نصرانیوں کے مہروں کی شاطرانہ چالوں میں نہ آئیں اور اپنے دین وایمان کو محفوظ رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو آمنت باللہ پر استقامت کی توفیق عطا فرمائیں آمین بحرمتہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم،

ایک اہم نکتہ آمنت باللہ اور ربنا اللہ کا باہمی ربط

امنت باللہ کی تفصیل

اسی امنت باللہ کی تفصیل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، نے ذیل کی حدیث میں فرمائی ہے۔

رضیت باللہ رباً وبالاسلام دیناً وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم رسولاً ونبیاً

میں نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو اپنا دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، کو اپنا پیغمبر اور نبی (مان لیا)

یہ تفصیل ہمارے اس بیان کی تائید کرتی ہے جو ہم نے آمنت باللہ کے معنی کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

امنت باللہ کی مسلمانوں میں اہمیت

آمنت باللہ کی مسلمانوں کے نزدیک اہمیت کا اندازہ اس سے کیجئے کہ اسلامی مکتبوں میں اسکولوں میں نہیں کہ ان کے سربراہوں کا مقصد تو مسلمان بچہ کے کانوں کو ان چیزوں سے

تا آشنا رکھنا ہی ہے ہر مسلمان بچے کو اسلام کے پانچ کلموں کے ساتھ ایمان مجمل کے عنوان سے یاد کرایا جاتا ہے۔

امنت بالله کماھو باسمآء ہ و صفاته وقبلت جميع احكامه

میں اللہ پر جیسا وہ ہے اپنے ناموں اور صفتوں کے ساتھ ایمان لے آیا اور اس کے تمام احکام قبول کر لئے

اور ایمان مفصل کے عنوان سے یاد کرایا جاتا ہے:

امنت بالله وملائكته و كتبه ورسله واليوم الاخر والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ والبعث بعدالموت.

میں ایمان لے آیا اللہ پر اس کے فرشتوں پر اس کی کتابوں پر اس کے پیغمبروں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر پر جو اچھی ہو یا بری اللہ کی جانب سے ہے اور مرنے کے بعد زندہ اٹھنے پر۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ ان مکتبوں میں پڑے ہوئے بچوں کے دل پر یہ امور جو اسلامی معتقدات کا نچوڑ ہیں پتھر کی لکیر کی طرح نقش ہو جاتے ہیں اور ساری عمر نہیں مٹتے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اس گناہ کی معافی چاہتا ہوں جس سے میں نے توبہ کی ہو اور پھر لوٹ کر اس کو کر لیا ہو۔ اور میں آپ سے اس عہد کی معافی چاہتا ہوں جو میں نے اپنی جانب سے دیا ہو اور پھر اس کو پورا نہ کیا ہو۔ اور میں آپ سے معافی چاہتا ہوں ان نعمتوں کے بارہ میں جن سے میں نے قوت حاصل کر کے اسے آپ کی نافرمانی میں لگایا اور میں معافی چاہتا ہوں اس نیکی کے بارہ میں کہ میں نے اس کو خالصتاً آپ کیلئے کرنا چاہا پھر اس میں ان چیزوں کی آمیزش کر لی جو صرف آپ کے لئے نہ تھیں۔ یا اللہ آپ مجھے رسوا نہ کیجئے بے شک آپ مجھے خوب جانتے ہیں اور مجھے عذاب نہ دیجئے بے شک آپ مجھ پر ہر طرح قدرت رکھتے ہیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں، عرش عظیم کے مالک۔

اے اللہ! آپ میرے لئے ہر مہم میں کافی ہو جائیے جس طرح آپ چاہیں اور جس جگہ سے آپ چاہیں کافی ہیں مجھے اللہ میرے دین کے لئے کافی ہے مجھے اللہ میری دنیا کے لئے کافی ہے مجھے اللہ میری فکروں کے لئے کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے مقابلہ کے لئے جو مجھ پر زیادتی کرے کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے لئے جو مجھ سے حسد کرتا ہو کافی ہے مجھے اللہ اس شخص کے لئے جو مجھے بُرائی کے ساتھ دھوکہ دیتا ہے کافی ہے مجھے اللہ موت کے وقت کافی ہے مجھے اللہ سوال قبر کے وقت۔ میزان (حشر) کے پاس کافی ہے۔ صراط (محشر) کے پاس مجھے اللہ کافی ہے۔ وہ اللہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے شکر گزاروں جیسا اجر، مقربین کی سی مہمانداری، انبیاء علیہم السلام کی رفاقت، صدیقوں جیسا اعتقاد، اہل تقویٰ کی سی خاکساری، اہل یقین کا سا خشوع مانگتا ہوں یہاں تک کہ آپ مجھے اسی حال میں اٹھالیں اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحیم۔

اعتدال اور استقامت کا حکم

وعن ابی هریرة رضی الله عنه: قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: قاربوا وسددوا، واعلموا انه لن ینجو احد منکم بعمله، قالوا: ولا انت یارسول الله؟ قال: ولا انا الا ان یتغمدنی الله برحمة منه وفضل (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم (دینی اور دنیوی) تمام کاموں میں درمیانی راہ اعتدال کو اختیار کرو اور (ساری عمر اس پر) سختی کے ساتھ قائم رہو اور یاد رکھو تم میں سے کوئی شخص بھی (محض) اپنے عمل کی وجہ سے ہرگز نجات نہیں پائے گا صحابہؓ نے عرض کیا اور نہ آپ یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: اور نہ میں، بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت (کی پناہ میں) اور فضل (وانعام کے دامن) میں چھپا لے۔

تشریح: اس حدیث کے پہلے حصہ میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اور دنیوی امور میں کامیابی وکامرانی کے دو عظیم اصولوں کو بیان فرمایا ہے ایک اعتدال دوسرے استقامت ان دونوں اصولوں کی سیر حاصل تشریح آپ پڑھ چکے ہیں جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان دونوں اصولوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما دیں یقیناً وہ قرآن اور حدیث کی تصریحات کے مطابق دنیا میں بھی سرخروئی کی زندگی بسر کرے گا اور آخرت میں تو جنت اور نعیم جنت کا اس کے لئے وعدہ ہے ہی چونکہ مکار نفس ہر وقت اس کو دینی فوز وفلاح سے محروم کرنے کی گھات میں لگا رہتا ہے اس لئے اس اعلیٰ درجہ کی دینداری اور خدا پرستی کو بھی وہ اپنے ہتھکنڈوں سے انسان کی ہلاکت کا ذریعہ بنا دیتا ہے۔ ان ہتھکنڈوں میں سے ایک ہتھکنڈہ ہے عجب نفس جس کو اردو محاورہ میں خود پرستی کہتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب کسی خدا کے بندے کو اس کی رحمت سے اعتدال اور استقامت کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے تو وہ نفس کے بہکائے میں آ کر خود کو بہت بڑا خدا پرست اور مقرب بارگاہ الٰہی سمجھنے لگتا ہے رفتہ رفتہ یہ عجب نفس تکبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے سے کمتر اور حقیر سمجھنے لگتا ہے اور پھر پورا شیطان بن جاتا ہے اور بقول شیخ سعدیؒ تکبر عزازیل را خوار کرد۔ بزندان لعنت گرفتار کرد۔ تکبر ہی نے شیطان کو ذلیل وخوار کیا لعنت اور پھٹکار کے زندان میں گرفتار کر دیا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مردود وملعون بن جاتا ہے۔

سرتاپا شفقت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم انسانی فطرت کے خصوصاً اپنی امت کے سب سے بڑے نبض شناس ہیں اس لئے آپ نے اعتدال اور استقامت کی تعلیم دینے کے فوراً بعد اس گمراہی کے خطرہ کا سد باب فرما دیا کہ دیکھنا کہیں اپنے اس حسن عمل پر گھمنڈ مت کر بیٹھنا نجات ان اعمال سے نہیں ملے گی نجات کا مدار تو صرف اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں پناہ ملنے پر ہے اور اسکا پتہ قیامت کے دن ہی چلے گا کہ اس کی رحمت کی پناہ ملی یا نہیں ملی؟ اس لئے نیکوکاری کے کتنے ہی اعلیٰ درجہ پر کیوں نہ پہنچ جاؤ کبھی اپنے اعمال صالحہ پر بھروسہ مت کرنا بلکہ خدا سے ڈرتے اور گڑگڑا کر رحمت ومغفرت کی دعائیں اس سے مانگتے رہنا پھر از راہ شفقت ورحمت صحابہؓ کے سوال کے جواب میں اپنی ذات معصوم عن الخطا قصداً خطا سے محفوظ ذات کو بھی

رحمت وفضل خداوندی کے محتاج لوگوں کے زمرہ میں شامل فرما دیا یہی راز ہے اس کا کہ حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس اعلان کے باوجود کہ اللہ نے تمہارے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیئے دن میں کم از کم سومرتبہ یعنی بکثرت توبہ واستغفار کرتے تھے جس کی تفصیل آپ توبہ واستغفار کے باب میں پڑھ چکے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اس بیان کو پڑھ کر حدیث شریف کے دونوں حصوں میں ربط وتعلق بخوبی واضح ہوگیا ہوگا انشاءاللہ العزیز۔

مختصر یہ ہے کہ عبادات وطاعات وغیرہ اعمال صالحہ اختیار کرنے اور گناہوں معصیتوں وغیرہ سے بچنے کی خواہش طلب اور جذبہ بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت ورحمت پر موقوف ہے ان پر عمل کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت پر موقوف ہے اوران کو قبول فرمانا بھی اسی ارحم الراحمین کی رحمت پر موقوف ہے لہٰذا عذاب جہنم سے نجات پانا بھی اسی رحمٰن ورحیم کی رحمت وشفقت اور فضل وانعام پر موقوف ہے ابتداء میں بھی رحمت درمیان میں بھی رحمت اور آخر میں بھی رحمت غرض بندے کی دنیا اور آخرت کی پوری زندگی میں رحمٰن ورحیم پروردگار کی رحمت ہی رحمت اور فضل ہی فضل کارفرما ہے۔یہی مطلب ہے آیت کریمہ نمبر (۴) کے روح پرور انسانیت نواز فقرہ کا:

ہم ہی تمہارے ولی ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

بندے کے اعمال صالحہ اور توبہ واستغفار تو محض ارحم الراحمین کی رحمت کا ایک وسیلہ بلکہ بہانہ ہیں فارسی شاعر نے خوب کہا ہے:

رحمت حق بہانمی جوید...... رحمت حق بہانہ می جوید

خدا کی رحمت قیمت (عوض) کا مطالبہ نہیں کرتی خدا کی رحمت تو بہانہ ڈھونڈتی ہے۔

بندوں کی حوصلہ افزائی بلکہ عزت افزائی کے لئے قرآن عظیم میں جنت اور نعیم جنت کو ”جزاءاعمال“ سے تعبیر فرمادیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے بہ واسطہ اس انعام کے جو پہلے مجھ پر رہا ہے اور بہ واسطہ اس اچھے امتحان کے جو آپ نے لیا ہے اور بہ واسطہ اس فضل کے جو آپ نے مجھ پر کیا ہے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے اپنے احسان فضل ورحمت سے جنت میں داخل فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایمان دائم ہدایت محکم علم نافع کا سوال کرتا ہوں

اے اللہ! کسی بدکار کا مجھ پر احسان نہ ہونے دیجئے کہ مجھے دنیا وآخرت میں اس کا معاوضہ ادا کرنا پڑے۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے میرے اخلاق وسیع اور میری آمدنی حلال کردیجئے اور آپ نے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے اس پر مجھے قناعت دے دیجئے اور جو چیز آپ نے مجھ سے ہٹالی ہو اس کی طرف میری طلب ہی کو نہ لے جایئے۔

نیک کاموں میں عجلت

عن ابی هريرة رضی الله عنه اَن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: بادروا بالاعمال فتنا كقلع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسی مؤمنا ويصبح كافراً، يبيع دينه بعرض من الدنيا. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نیک کام کرنے میں عجلت کیا کرو (آج کل پر مت رکھا کرو) اس لئے کہ عنقریب اندھیری رات کے ٹکڑوں (حصوں) کی طرح (ایسے) فتنے رونما ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا صبح (ہوتے ہوتے) کافر ہو جائے گا اپنے دین کو متاع دنیا کے بدلے بیچ ڈالے گا۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان تاریک فتنوں کے زمانے میں ایمان وکفر حق وباطل اور حلال وحرام میں اتنا شدید اشتباہ والتباس ہو جائے گا کہ دونوں میں فرق کرنا اور کفر سے باطل سے اور حرام سے بچنا بے حد دشوار ہو جائے گا چنانچہ ایک مسلمان مومن دنیاوی معاملات اور کاروبار کو ایمان واسلام کے مطابق اور برحق وحلال سمجھ کر کرے گا حالانکہ وہ سراسر حرام باطل اور اسلام کے منافی ہوگا اور نفس کے دھوکے اور فریب میں آکر اسلام سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور کافر ہو جائے گا اس لئے کہ حرام کو حلال جاننا اور باطل کو حق سمجھ لینا یقیناً کفر ہے اسی طرح مال یا جاہ ومنصب کی خاطر یا کسی اور منفعت کی طمع میں شعوری یا غیر شعوری طور پر گرفتار ہو کر اس کو حق سمجھ کر اختیار کر لے گا اور کسی بھی باطل عقیدہ کو حق سمجھ لینا کفر ہے اور اسلام سے خارج ہونے کا موجب ہے اور ظاہر ہے کہ حالت کفر میں کیا ہوا کوئی بھی اچھے سے اچھا عمل اللہ کے ہاں قبول نہیں ہو سکتا اور آخرت میں کام نہیں آ سکتا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

(اے نبی) تم کہہ دو! آؤ تمہیں اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارہ میں رہنے والوں سے آگاہ کریں یہ وہ لوگ ہیں جن کی دنیا کی زندگی میں کی ہوئی تمام تر کوششیں (اور اعمال) رائیگاں اور بیکار گئیں اور وہ یہی سمجھتے رہے کہ ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔

لہٰذا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ فرماتے ہیں کہ ایسا وقت اور ایسا پرفتن زمانہ آنے سے پہلے جس قدر بھی اعمال صالحہ اور کار ہائے خیر کر سکتے ہو کر لو ٹال مٹول اور تاخیر ہرگز مت کرو۔

اس پرفتن زمانہ میں کفر سے بچنے کی تدبیر

اس پرفتن زمانے میں اس غیر شعوری یا شعوری کفر سے بچنے کی صورت صرف یہ ہے کہ اول تو انتہائی کوشش کرے کہ ایسے مشتبہ امور ومعاملات اور دنیوی کاروبار سے حتی الامکان بچے اور دور رہے اسی طرح کسی بھی دنیوی منفعت یا مالی وجاہی فائدہ کے عوض مجمع علیہ عقائد حقہ سے کسی بھی قیمت پر دستبردار نہ ہو بلکہ دینی عقائد کی حفاظت میں بڑے سے بڑا دنیاوی نقصان اٹھانے کے لئے بخندہ پیشانی تیار اور آمادہ رہے اور ہر دنیاوی منفعت حاصل کرنے سے پہلے اچھی طرح غور وفکر کر لے کہ یہ منفعت مجھے میرے دین کے بدلے میں تو حاصل نہیں ہو رہی؟ اسی طرح اگر پاک وصاف اور حلال روزی خواہ کتنی ہی قلیل

کیوں نہ ہو میسر آ سکتی ہے تو اسی پر اکتفا کرے اور جیسے تیسے اس چند روزہ زندگی کو گزار دینے پر قناعت کرے اور اگر اضطرار کی حالت پیش آ جائے اور فاقہ کشی کی نوبت پہنچ جائے تو اکل میتہ (مردار جانور کھانے) کے درجہ میں اس کو حرام جانتے ہوئے پیٹ کی آگ بجھائے اور زندہ رہنے کے بقدر اس روزی پر اکتفا کرے اور اللہ تعالیٰ سے برابر توبہ و استغفار کرتا رہے اور حلال روزی عطا کرنے کی دعائیں مانگتا رہے اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس پر حلال روزی کے راستے ضرور کھول دیں گے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ (کی نافرمانی سے) ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ضرور کوئی راستہ نکال دیں گے اور ایسی جگہ سے اس کو روزی دیں گے جہاں سے ملنے کا وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔

بہرحال ایک مومن مسلمان کو دین پر دنیا کو ترجیح اور فوقیت ہرگز نہ دینی چاہئے کہ یہ تو کفار کا شیوہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

بلکہ تم تو دنیا کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت (کی زندگی دنیا کی زندگی سے) بہت بہتر اور پائیدار ہے۔

اسی بنا پر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حسب ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اے اللہ! تو ہمارے دین کو ہمارے لئے مصیبت نہ بنائیو اور دنیا کو ہمارا سب سے بڑا فکر اور غم نہ بنائیو اور نہ منتہائے علم (مقصد علم) بنائیو۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو مذکورہ ذیل حدیث میں ان مشتبہ امور سے بھی بچنے اور دور رہنے کی ہدایت فرمائی ہے جو نہ قطعی طور پر حرام ہوں اور نہ قطعی طور پر حلال، حدیث میں آتا ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں۔

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ فرما رہے تھے حلال بھی بالکل ظاہر ہے اور حرام بھی بالکل ظاہر ہے ان دونوں (حلال وحرام) کے درمیان کچھ مشتبہ امور بھی ہیں جن کو بیشتر لوگ نہیں جانتے (کہ وہ حرام ہیں یا حلال) پس جو شخص ان مشتبہ امور سے بچا (اور دور رہا) اس نے تو اپنے دین اور آبرو کو محفوظ کر لیا (نہ خدا کی ناراضگی کا اندیشہ رہا اور نہ لوگوں میں بدنام ہوا) اور جو ان مشتبہ امور میں پڑ گیا اس کی مثال اس چرواہے کی سی ہے جو محفوظ و ممنوع چراگاہ کے آس پاس اپنے مویشی چراتا ہے کہ وہ کبھی نہ کبھی ممنوع چراگاہ میں ضرور جا گھسے گا۔ یاد رکھو ہر بادشاہ کی ایک محفوظ (سرکاری) چراگاہ ہوتی ہے اچھی طرح سن لو اللہ تعالیٰ کی محفوظ چراگاہ (روئے زمین پر) وہ امور ہیں جن کو اس نے حرام کیا ہے (جو کوئی بھی ان میں سے کسی بھی حرام کام کا ارتکاب کرے گا ضرور سزا کا مستحق ہوگا) اور مشتبہ امور کا ارتکاب کرنے والا کسی نہ کسی دن حرام کام کر بیٹھے گا (رواہ البخاری جلد نمبر ۱ صفحہ ۱۳)

چہ جائیکہ قطعی طور پر حرام امور کہ ان کا ارتکاب تو اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی بلکہ بغاوت ہے۔

اعاذنا الله تعالیٰ (خدا تعالیٰ ہمیں بچائے آمین)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ دوزخ سے میری جان بخشی فرما دیجئے

اے اللہ! موت کی بے ہوشیوں اور سختیوں پر میری مدد فرمائیے۔

مستحقین کو مال فی الفور پہنچانے کی تاکید

عن ابی سروعة. بکسر السین المهملة وفتحها. عقبة بن الحارث رضی الله عنه قال: صلیت وراء النبی صلی الله علیه وسلم بالمدینة العصر، فسلم ثم قام مسرعا فتخطی رقاب الناس الی بعض حجر نسائه، ففزع الناس من سرعته، فخرج علیهم، فرای انهم قد عجبوا من سرعته، قال: ذکرت شیئا تبر عندنا، فکرهت ان یحبسنی، فأمرت بقسمته (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوسروعہ عقبہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی تو آپ سلام پھیرنے کے بعد (خلاف معمول فوراً) کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے بڑی تیزی سے ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کے حجرے کی طرف تشریف لے گئے تو جب (زنان خانہ سے) باہر (صحابہؓ کے پاس) تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ لوگ آپ کی اس عجلت پر تعجب کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا: کچھ سونے کے ٹکڑے مجھے (گھر میں رکھے ہوئے اچانک) یاد آ گئے تو مجھے ان کی (اپنے گھر میں) موجودگی اچھی نہیں معلوم ہوئی اس لئے میں (فوراً گھر گیا اور) اس کو (حاجتمندوں میں) تقسیم کر دینے کے لئے کہہ دیا یہ بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں ایک اور روایت میں ہے کہ میں گھر میں صدقہ کے کچھ سونے کے ٹکڑے چھوڑ آیا تھا تو رات بھر ان کو اپنے گھر میں رکھنا مجھے برا معلوم ہوا اور میں نے یاد آتے ہی فوراً (گھر جا کر) ان کو (مستحقین میں) تقسیم کر دینے کا حکم دے دیا۔ بخاری شریف تبر سونے یا چاندی کے (بغیر سکہ لگے) ٹکڑوں کو کہتے ہیں۔

تشریح: اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو عملی طور پر جس کار خیر کا ارادہ کیا ہو اس کو بلا تاخیر اور بلاتردد جلد از جلد کر لینے کی تعلیم وترغیب فرمائی ہے۔

انسانی زندگی کے واقعات وتجربات شاہد ہیں کہ انسان بسا اوقات آج کل اور ٹال مٹول کی بنا پر بعض کارہائے خیر سے محروم رہ جاتا ہے جو اگر سازگار حالات میں جبکہ اس نے ارادہ کیا تھا بلا تاخیر انجام دے لیتا تو ہو جاتے اور دنیا وآخرت دونوں میں کام آتے لیکن بلا وجہ تاخیر کی بنا پر نہیں کرتا اور پھر ساری عمر اپنی اس کوتاہ کاری پر کف افسوس ملتا رہتا ہے کہ کاش جب میں نے ارادہ کیا تھا اسی وقت یہ کام کر لیتا اور ٹال مٹول نہ کرتا تو آج کام آتا اسکی وجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی میں سازگار حالات ہمیشہ برقرار نہیں رہتے جو شخص بھی اپنی زندگی کے نشیب وفراز پر غور کرے گا اسے ضرور اسے کارہائے خیر یاد آئیں گے جن کو بروقت نہ انجام دینے پر افسوس اور محرومی کا احساس ہوگا۔

ظاہر ہے کہ حدیث ترجمۃ الباب (عنوان باب) کے دوسرے جزو سے متعلق ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے مجھ پر رحم فرمائیے اور مجھے اعلیٰ رفیقوں کے ساتھ جاملائیے۔

حصول جنت کا شوق

عن جابر رضی الله عنه قال: قال: رجل للنبی صلی الله علیه وسلم یوم احد: ارایت ان قتلت فاین أنا؟ قال: فی الجنة فالقی تمرات کن فی یده ثم قاتل حتی قتل. متفق علیه

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ایک آدمی نے جنگ ''احد'' کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر میں قتل کر دیا گیا تو میں کہاں ہوں گا؟ آپ نے جواب دیا جنت میں' تو یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں وہ اسی وقت زمین پر ڈال دیں اور پھر جنگ کے میدان میں کود پڑا یہاں تک کہ لڑتے لڑتے مارا گیا اور شہید ہو گیا (اور سیدھا جنت میں پہنچ گیا)

تشریح! ان صحابی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا یہ سبق آموز واقعہ حیات بعد الموت اور آخرت پر ایمان کامل اور یقین محکم کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے فی الجنۃ کا جواب سن کر شوق شہادت میں سرشار صحابی نے اتنی تاخیر بھی گوارہ نہ کی کہ ہاتھ میں لی ہوئی کھجوریں ہی کھا لیتے اور پیٹ کی آگ بجھا لیتے بلکہ اس زندگی اور اس کے تقاضوں سے بے نیاز و بالاتر ہو کر ہاتھ کے ہاتھ جنت میں پہنچ گئے۔

ایک ایسے ہی کفار و مشرکین کے ہاتھوں شہید ہونے والے جانباز و سرفروش بندہ کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ میں تمہارے رب پر ایمان لے آیا کان کھول کر سن لو (تو فوراً کافروں نے اس کو رب جلیل پر ایمان لانے کے جرم میں قتل کر دیا) تو رب جلیل کی جانب سے (اسی وقت اس سے) کہہ دیا گیا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ (اس پر اس سرفروش غازی) نے کہا کاش کہ میری قوم کو علم ہو جاتا کہ میرے رب نے میری (عمر بھر کی) خطاؤں کو معاف کر دیا اور مجھے اپنے مقرب و معزز بندوں (شہداء) میں شامل کر لیا۔

حدیث کا حاصل یہی ہے کہ کسی بھی کار خیر میں تردد و تذبذب اور تاخیر نہ کرنی چاہئے بلکہ جب موقع ہاتھ آئے فوراً کے فوراً اس کام کو انجام دے لینا چاہئے خواہ وہ جان دینا اور شہادت کا جام پینا ہو اور خواہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا ہو۔

مگر یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو آخرت پر یقین کامل ہو اور اس کی فکر میں بے چین ہو۔

ہماری حالت

افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ ہم تو سرے سے اس فکر آخرت سے ہی محروم ہیں آخرت کے لئے کچھ کرنا تو بڑی بات ہے ہم تو اسی ہیچ و پوچ دنیا اور فانی زندگی اور اس کے لوازمات مہیا کرنے میں اس طرح سرگرداں ہیں کہ اور کسی بات کا ہوش ہی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے کتنے واضح الفاظ میں متنبہ کیا ہے۔

بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا (سورۃ اعلیٰ: ۱۶)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو ہی ترجیح دیتے ہو۔

مگر وائے محرومی کہ ہم شب و روز قرآن کریم میں اس قسم کی آیات تلاوت کرتے اور پڑھتے ہیں مگر ہم دیوانگان دنیا پر مطلق اثر نہیں ہوتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس دیوانگی کے انجام سے بھی آگاہ فرما دیا ہے۔

آفات سے پہلے صدقہ کرنا اصل صدقہ ہے

عن ابی هريرة رضى الله عنه قال: جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله ابى الصدقة اعظم اجرا؟ قال: وان تصدق وانت صحيح شحيح نخشى الفقر، وتامل الغنى، ولا تمهل حتى اذا بلغت الحلقوم. قلت: لفلان كذا ولفلان كذا. وقد كان لفلان، (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک دن ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس صدقہ کا اجر سب سے بڑا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ صدقہ جو تم اس حالت میں کرو کہ تم تندرست بھی ہو (جس کی بنا پر زندہ رہنے کی بجا طور پر امید رکھتے ہو پس انداز کرنے کی غرض سے پیسہ) خرچ کرنے میں بخیل بھی ہو تنگدستی سے ڈرتے بھی ہو مالدار بننے کی امید بھی رکھتے ہو (اور ان سب باتوں کے باوجود اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صدقہ کرو) نہ کہ وہ صدقہ جس کو تم ٹالتے رہو ٹالتے رہو یہاں تک کہ جب دم نکلنے لگے تو کہو کہ فلاں کو اتنا دے دو) فلاں کو اتنا حالانکہ اب تو (وہ مال آپ سے آپ فلاں اور فلاں کا ہو گیا (دم نکلتے ہی وہ مال خود بخود اوروں کا ہو جائے گا)

تشریح: ایک تندرست اور اچھی صحت والا شخص زندہ رہنے اور عمر طبعی کو پہنچنے کی بجا طور پر امید کرتا ہے اور زندگی بسر کرنے کے لئے مال کی ضرورت ظاہر ہے اور ناگہانی مصائب کے وقت فقر و فاقہ سے بچنے کے لئے کچھ مال پس انداز کرنا بھی ضروری ہے جس کے لئے کفایت شعاری اور جز رسی لازمی ہے اور خوشحال زندگی بسر کرنے کے لئے جائز طریقہ پر دولت مند بننے کی کوشش کرنا بھی کچھ بری بات نہیں ہے یہ سب انسان کے فطری تقاضے ہیں لہٰذا ان حالات میں صدقہ خیرات کرنا بڑی جو ان ہمتی کا کام ہے اور نفس انسانی پر انتہائی شاق ہے اسی لئے اس کا ثواب بھی بہت بڑا ہے برعکس اس کے ایک بیمار اور زندگی سے مایوس انسان یا اتنا مالدار جس کو تنگدستی کا اندیشہ نہ ہو کہ ان دونوں شخصوں کا صدقہ خیرات کرنا کوئی خاص کارنامہ نہیں ہے نہ ہی ان کے نفس پر شاق ہوتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

اشق الاعمال اكثرها ثوابا

جو اعمال انسان پر جتنے زیادہ شاق ہوتے ہیں ان کا ثواب بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ مگر اس صدقہ وخیرات کی جرأت ان فطری موانعات کے باوجود وہی شخص کرتا ہے جسے آخرت کی فکر اور خدا کا خوف ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

باقی جو شخص اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو اس کا (ابدی) ٹھکانا جنت ہی ہے۔

موجودہ زمانہ میں ہماری حالت

مگر ہماری حالت تو اس فتنہ پرور زمانہ میں اتنی ناگفتہ بہ ہے کہ حلال وحرام اور جائز و ناجائز کا فرق کئے بغیر نفسانی خواہشات یا کہئے نفس پروری میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ خدا کے سامنے پیش ہونے کا خوف تو کیا خیال بھی نہیں آتا کہ ہم اس نفس امارہ کو اس کی ناجائز خواہشات سے باز رکھ کر آخرت کے لئے کوئی کام کریں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا حق

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار دست مبارک میں لی اور فرمایا اس تلوار کو کون لیتا ہے تو سب نے ہاتھ پھیلا دیئے اور ہر شخص نے کہا میں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا: تو جو اس تلوار کو لے گا اس کو اس کا حق بھی ادا کرنا ہوگا تو سب پیچھے ہٹ گئے (اور پھیلے ہوئے ہاتھ سکڑ گئے) تو ابودجانہ رضی اللہ عنہ)(آگے بڑھے اور) انہوں) نے عرض کیا میں اس تلوار کو لیتا ہوں اور اس کے حق ادا کرنے کا ذمہ بھی لیتا ہوں چنانچہ ابودجانہ نے وہ تلوار لے لی اور خوب مشرکین کی کھوپڑیاں اس سے پھاڑیں اور گردنیں کاٹیں۔

تشریح: یہ بات نہیں کہ دوسرے ہاتھ پھیلانے والے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشرکین سے جنگ کرنے اور جام شہادت پینے کی خواہش نہ تھی یا ان میں سرفروشی کا جذبہ نہ تھا بلکہ وہ مناسب وقت اور موقعہ کے منتظر تھے بلا تاخیر جانبازی وسرفروشی کے لئے تیار نہ تھے اس کے برعکس ابودجانہؓ کا جذبہ سرفروشی وجانبازی اور شہادت کی تڑپ کسی بھی تاخیر کی متحمل نہ تھی انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور پورے عزم کے ساتھ فوراً ہی تیار ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر کے تلوار لے لی اور اس کا حق ادا کر دیا سبحان اللہ!

کسی بھی کارخیر کے انجام دینے کا جو موقع بھی میسر آجائے اسے غنیمت سمجھنا چاہئے اور بلاتردد تاخیر اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے کیا خبر ہے پھر موقع ہاتھ آئے یا نہ آئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں ان تمام چیزوں سے جو آپ نے پیدا کی ہیں آپ کی پناہ چاہتا ہوں اور میرے لئے اپنے ہاں دخل پیدا فرما دیجئے اور میرے لئے اپنے ہاں تقرب وحسن مراجعت پیدا فرما دیجئے اور مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جو آپ کے سامنے کھڑے ہونے اور آپ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور آپ کے دیدار کی تمنا رکھتے ہیں اور مجھے ان لوگوں میں سے فرما دیجئے جو آپ کی طرف خاص توجہ کیساتھ رجوع کرتے ہیں۔ اور میں آپ سے عمل مقبول، علم نافع، سعی مشکور اور کامیاب تجارت کا سوال کرتا ہوں۔

بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے

عن الزبير بن عدى قال: أتينا انس بن مالك رضى الله عنه فشكونا اليه ما نلقى من الحجاج فقال: اصبروا فانه لا يأتى زمان الا والذى بعده شر منه حتى تلقوا ربكم سمعته من نبيكم صلى الله عليه وسلم (بخاری)

ترجمہ: زبیر بن عدی بیان کرتے ہیں کہ: (ایک مرتبہ) ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے (اثناء گفتگو میں) حجاج بن یوسف (میر امت) کے ان مظالم کی شکایت کی جو ہم (مسلمانوں) پر شب وروز توڑے جارہے تھے تو انہوں نے فرمایا (بھائی) صبر کرو صبر اس لئے کہ جو زمانہ بھی آتا ہے اس کے بعد کا زمانہ اس سے بھی زیادہ برا (اور بدتر) ہوتا ہے (اسی طرح بد سے بدتر زمانے آتے رہیں گے) یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو گے (یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا) تمہارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے اسی طرح سنا ہے۔

تشریح: یاد رکھئے! خیر القرون کا سا خیر وصلاح اور امن وامان کا زمانہ تو اب آنے سے رہا وہ تو نبوت کے انوار وبرکات تھے جو آفتاب رسالت کے غروب ہونے کے بعد اسی طرح کچھ عرصہ قائم رہے جیسے سورج غروب ہونے کے بعد کچھ دیر تک اس کی روشنی شفق کی صورت میں باقی رہتی ہے اس کے بعد تو بس اندھیرا ہی اندھیرا رہ جاتا ہے اور دنیا تاریک سے تاریک تر ہوتی جاتی ہے روشنی کی توقع حماقت ہے اسی طرح امت عہد رسالت سے جس قدر دور ہوتی جاتی ہے اسی قدر شر وفساد کی تاریکیوں میں ڈوبتی جاتی ہے اس میر امت حجاج بن یوسف کے نامبارک عہد میں اگرچہ مسلمانوں کے جان ومال پر ظلم وجور کے پہاڑ ڈھائے جارہے تھے بے گناہوں کے معصوم خون کی ندیاں ہر طرف بہہ رہی تھیں مگر دین وایمان کا سرمایہ قطعاً محفوظ رہا اس کے بعد آنے والے زمانوں میں دین وایمان پر بھی ڈاکے ڈالے گئے چنانچہ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ عہد رسالت سے جس قدر مسلمان دور ہوتے چلے گئے دین وایمان میں اضمحلال آتا چلا گیا۔ نت نئے فرقے پیدا ہوتے اور پھولتے پھلتے رہے اور اسلامی عقائد میں ملحدوں اور بے دینوں کی رخنہ اندازیاں برابر بڑھتی چلی گئیں اور مذہب کی گرفت ڈھیل ہوتی چلی گئی اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو آگاہ کردیا تھا۔

بہترین عہد میرا (یعنی صحابہ کا) عہد ہے پھر ان لوگوں کا عہد بہتر ہے جو ان (صحابہ) کے قریب ہیں (کبار تابعین) پھر ان لوگوں کا عہد جو ان (کبار تابعین) سے قریب ہیں (تبع تابعین)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے فرمانے کا مطلب یہ ہے کہ اب تو زاد آخرت جو کچھ جمع کرنا ہے یعنی کارہائے خیر جو بھی کرنے ہیں اسی ظلم وجور اور فتنہ وفساد کے ہنگاموں میں کرنے پڑیں گے زندگی کی رفتار ایک لحہ کے توقف کے بغیر منزل فنا کی طرف بڑھ رہی ہے اور موت کا وقت قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے ایسی صورت میں اگر تم خیر وصلاح کا زمانہ آنے کے انتظار میں بیٹھے رہے تو یہ چند روزہ زندگی ختم ہو جائے گی اور تمہیں زاد آخرت یعنی اعمال صالحہ سے تہی دامن سفر آخرت

کرنا پڑے گا اور رب العلمین کے سامنے جب کہ لتسئلن یومئذ عن النعیم (پ ۳۰ سورۃ التکاثر' آیت ۸) اس دن ضرور سوال کیا جائے گا تم سے نعمتوں کے بارے میں' کے تحت سوال ہوگا کہ اتنی طویل زندگی کی نعمت اور کارہائے خیر انجام دینے کی صلاحیت وقدرت ہم نے عطا کی تھی بتلاؤ تم نے اس کو کہاں صرف کیا اور ہمارے سامنے پیش کرنے کے لئے کیا لائے ہو؟ تو تمہارے پاس کوئی جواب نہ ہوگا اور جنت النعیم سے محرومی اور جحیم (جہنم) کے سوا اور کوئی ٹھکانہ نہ ہوگا۔

لہٰذا خیر وصلاح کے زمانے اور امن وامان کے وقت کا انتظار کئے بغیر بلا توقف اور بلا تذبذب وتردد جو بھی نیک کام کر سکتے ہو کرتے رہو یاد رکھو تمہاری زندگی کا ایک ایک دن بیش بہا سرمایہ ہے اسے سازگار حالات کے انتظار میں ہرگز ضائع نہ کرو دراصل یہ تمہارے سب سے بڑے دشمن مکار نفس کا ایک حربہ ہے جو تمہیں زاد آخرت سے محروم رکھنے کی غرض سے تمہارے خلاف استعمال کرتا ہے تمہارا فرض ہے کہ تم اس دشمن اور اس کے حربوں کو پہچانو اور اس کو ناکام اور اس کے حربوں کو ناکارہ بنادو۔

حاصل حدیث یہ ہے کہ خیر وصلاح اور امن وامان کے زمانے کا انتظار شیطانی فریب ہے اس دھوکہ میں ہرگز نہ آؤ اور جو بھی کارہائے خیر کرسکتے ہو بلا توقف وتردد کر لو یاد رکھو۔ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔

قرب قیامت کی علامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات چیزوں کے پیش آنے سے پہلے جو بھی کارہائے خیر کرسکتے ہو کرلو آخر تم کس چیز کا انتظار کرتے ہو کیا اس تنگدستی (اور فقر وفاقہ) کا جو سب کچھ بھلا دیتی ہے یا اس دولت مندی کا؟ جو (دولت کے نشہ میں مست اور) سرکش بنا دیتی ہے یا اس بیماری کا' جو ہوش وحواس بھی تباہ کر دیتی ہے یا اس عقل وخرد کو خراب کر دینے والے) بڑھاپے کا؟ جس میں اچھی بری بات کی خبر ہی نہیں رہتی یا دنیا سے رخصت کر دینے والی موت کا؟ یا خروج دجال کا کہ وہ (آنکھوں سے) پوشیدہ ایک ایسا شر ہے جس کا انتظار کیا جا رہا ہے (کہ اب آیا اور جب آیا) یا قیامت کا انتظار کر رہے ہو حالانکہ قیامت تو سب سے بڑی مصیبت اور سب سے زیادہ تلخ حقیقت ہے (جس کی ہوش ربا تفصیل قرآن کریم میں شرح وبسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے)

یہ ظاہر ہے کہ آخرت کی فکر اور اس کے لئے کارہائے خیر انجام دینے کی ضرورت کا احساس اور وقت ان ساتوں چیزوں کے پیش آجانے کے بعد نہیں رہ سکتا اور ان کا پیش آنا یقینی ہے جلد ہو یا دیر سے موت اور قیامت کے بعد تو عمل کا وقت ہی نہیں رہتا دجال کا فتنہ جس کا کھٹکا ہر وقت لگا رہتا ہے انسان کی عملی قوت کو مفلوج کر دینے میں قیامت سے کچھ کم نہیں ہے باقی چار چیزوں ۱۔فقر ۲۔غنا ۳۔مرض ۴۔عقل وخرد کو مفلوج کر دینے والا بڑھاپا۔ کے متعلق انسانی زندگی کے تجربات وواقعات شاہد ہیں کہ ان حالات میں بھی انسان کو ہوش باقی نہیں رہتا اور نہ ہی آخرت کے لئے کچھ کیا جا سکتا ہے اور یہ چاروں حالات بھی ایسے ہیں کہ انسان کسی وقت بھی ان کے پیش آجانے کی طرف سے مطمئن نہیں ہوسکتا ہر وقت ان کے پیش آنے کا کھٹکا لگا رہتا ہے لہٰذا اس سے پہلے کہ اس قسم کے حالات پیش آئیں انسان کو آخرت کے لئے جو کچھ کرنا ہے بلا تاخیر کر لینا چاہئے اور اس وقت اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے یہی حدیث شریف کا منشا ہے اور یہی ترجمۃ الباب (عنوان باب) ہے۔

اللہ اور رسول کی زبان سے محبت کی تصدیق

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: بادروا بالاعمال سبعا، هل تنتظرون الا فقرا منسيا، او غنى مطغيا، اور مرضا مفسدا، او هرما مفيدا اور موتا مجهزا او ادجال فشر غائب ينتظر، او الساعة فالساعة ادهى وأمرا (ترمذی)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر کے موقع پر (ایک دن) فرمایا: (آج) میں یہ جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے اور اسی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے (عمر میں) کبھی (لشکر کی) امارت (وقیادت) کی خواہش نہیں کی سوائے اس دن کے چنانچہ میں آگے بڑھا (اور سامنے آیا) اس امید پر کہ مجھے اس امارت کے لئے بلایا جائے گا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب کو بلایا اور وہ جھنڈا ان کو دیا اور فرمایا جاؤ اور پیچھے مڑ کر مت دیکھنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائیں چنانچہ حضرت علیؓ (آپ کے دست مبارک سے جھنڈا لے کر) تھوڑی دور چلے پھر ٹھہر گئے مگر پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا اور بلند آواز سے پکارا یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس بات پر جنگ کروں؟ آپ نے فرمایا: اس وقت تک لڑتے رہو جب تک کہ وہ اس بات کی شہادت نہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد اللہ کے رسول ہیں جب وہ ایسا کریں گے (یعنی یہ شہادت دے دیں گے) تو (وہ مسلمان ہو جائیں گے اور) ان کی جانیں اور مال تمہاری دستبرد سے محفوظ ہو جائے گا سوائے اسلام کے حق کے (یعنی اگر وہ کوئی ایسا جرم کریں گے جس کی سزا اسلام میں قتل ہو تو دوسرے مسلمانوں کی طرح وہ بھی قتل کئے جائیں گے) باقی ان (کے دلوں) کا حساب اللہ کے سپرد ہے (کہ وہ دل سے مسلمان ہوئے یا نہیں؟ اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا لہٰذا اس کا حساب بھی وہی لے گا)

تشریح: اس حدیث میں حضرت عمرؓ کا اقدام ترجمۃ الباب (عنوان باب) کے تحت آتا ہے کہ نہ صرف فتح خیبر کا کارنامہ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کی شہادت کا حصول ایک ایسا کار خیر ہے کہ اس کو انجام دینے کے لئے بغیر کسی جھجک اور تاخیر کے ان کا آگے بڑھنا اعمال صالحہ کی طرف مبادرت (عجلت) اور سبقت کی اہم ترین مثال ہے ساتھ ہی حب جاہ ومنصب کی غلط فہمی کی تردید بھی فرما دی کہ اس دن کے علاوہ میں نے ساری عمر کبھی امارت جیش کی خواہش نہیں کی۔

بہر حال حضرت عمرؓ نے اپنے مخلصانہ جذبے کے اظہار میں مطلق کوتاہی نہیں کی یہ دوسری بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منشائے خداوندی کے تحت حضرت علیؓ کو فتح خیبر کی سعادت حاصل کرنے کا موقع دیا اور انہوں نے کما حقہ شجاعت وسرفروشی کا مظاہرہ کیا (تفصیل کے لئے کتب مغازی میں فتح خیبر کے حالات ملاحظہ کیجئے)

اولیاء سے عداوت رکھنے والوں کیلئے اعلان جنگ

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله تعالیٰ قال: من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه: وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جس کسی نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی تو (سمجھ لو) بلاشبہ میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا اور جو عبادتیں میں نے اپنے بندے پر فرض کی ہیں ان سے زیادہ مجھے کوئی چیز پسند نہیں کہ جس سے میرا بندہ میرا قرب حاصل کرے اور میرا بندہ نفلوں کے ذریعہ مجھ سے قریب سے قریب تر ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ (کسی چیز کو) پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور بخدا اگر وہ مجھ سے کچھ بھی مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ (کسی چیز سے) میری پناہ مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور پناہ دیتا ہوں۔

تشریح: اس حدیث قدسی کے تین جز ہیں۔

۱۔ پہلے جز میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے مرتبہ اور مقام کا اظہار فرمایا ہے کہ اللہ کے کسی بھی ولی سے عداوت رکھنا اور دشمنی کرنا اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے اس لئے کہ ان اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی معیت خاصہ حاصل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ یقیناً ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہیں اور وہ لوگ جو ''احسان'' کے رتبے والے ہوتے ہیں۔

تقویٰ کی تفصیل آپ اسی کتاب کے مستقل ''باب تقویٰ'' میں پڑھ چکے ہیں اور احسان کی تفصیل آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے تا کہ اس اعلان جنگ کی اہمیت واضح ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ان اولیاء کی تعیین بھی فرماتے ہیں ارشاد ہے۔

اللہ کے ولی صرف پرہیزگار لوگ ہوتے ہیں۔

لہٰذا آج کل کے نام نہاد ولی جو ورع وتقویٰ کے مفہوم سے بھی آشنا نہیں ہوتے اس حدیث کا مصداق ہرگز نہیں ہیں۔

اس حدیث قدسی میں اولیا اللہ سے عداوت رکھنے والوں اور دشمنی کرنے والوں سے اللہ پاک کا یہ اعلان جنگ ایسا ہی ہے جیسے قرآن کریم میں سودی لین دین ترک نہ کرنے والوں سے اعلان جنگ کیا گیا ہے ارشاد ہے۔

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور (جو سود تمہارا باقی ہے اسے چھوڑ دو اگر تم (فی الواقع) مومن ہو اور اگر تم نے اس پر عمل نہ کیا تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔

اس کے معنی یہ ہوئے کہ اولیاء اللہ سے عداوت رکھنے والے اور دشمنی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسے ہی کشتنی اور گردن زدنی ہیں جیسے ممانعت کے باوجود سودی کاروبار ترک نہ کرنے والے۔

۲۔ حدیث کے دوسرے جز میں اللہ تعالیٰ نے ان محبوب

ترین عبادات کی نشاندہی فرمائی ہے جن کے ذریعے بندہ اللہ تعالیٰ سے قریب ہوسکتا ہے اور ولایت کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اور وہ تمام فرض عبادتیں اور احکام شرعیہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کئے ہیں خواہ وہ حقوق اللہ ہوں خواہ حقوق العباد' ظاہر ہے کہ کسی بھی فرض عبادات یا حکم شرعی کو ترک کرنا شدید ترین معصیت اور گناہ کبیرہ ہے جس کا ارتکاب کرنے والا فاسق وفاجر اور عذاب جہنم کا مستحق ہے تو بھلا ایسے شخص کو اللہ کے قرب سے کیا واسطہ یہی امتثال مامورات اور اجتناب منہیات (جن چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان پر عمل کرنا اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے دور رہنا) تقویٰ کا ابتدائی درجہ اور مرتبہ ولایت کی طرف پہلا قدم ہے۔

۳۔ حدیث کے تیسرے جزو میں اللہ تعالیٰ نے قرب الٰہی کے مراتب ومدارج اور آخری مرتبہ مقام رضا وتسلیم کی نشاندہی فرمائی ہے جس پر پہنچ کر بندہ محبوب الٰہی اور مستجاب الدعوات بن جاتا ہے اور اس ارتقاء وترقی کے ذریعہ سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔ کہ وہ ذریعہ کثرت نوافل ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی باب کی بارھویں حدیث میں اپنے قول فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود سے اس کی تصریح فرمائی ہے لیکن جس طرح نوافل (نفل نمازوں) کی کثرت اس ازدیاد قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اسی پر قیاس کر کے تمام نفل عبادتیں نفلی روزے 'نفلی صدقات وانفاقات نفلی حج وعمرہ وغیرہ بھی ازدیاد قرب کا ذریعہ قرار دی جاسکتی ہیں اسی طرح تمام مستحبات ومندوبات بھی اسی ذیل میں آتے ہیں جیسا کہ ان فضائل سے متعلق احادیث سے ظاہر ہوتا ہے جو حدیثوں میں آتے ہیں تاہم اس میں شک نہیں کہ فوقیت اور ترجیح کثرت نوافل (نفل نمازوں کی کثرت) کو حاصل ہے۔

گویا فرض عبادتیں ادا کرنا تو بندہ کا فرض ہے ہی ان کے ترک پر تو مجرم' گناہگار' سزا کا مستحق ہوگا لیکن خدا تعالیٰ سے رابطہ قائم کرنے کی رغبت' طلب اور خواہش نفل عبادات بکثرت ادا کرنے سے ثابت ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ طلب کے بغیر تو کچھ ملتا ہی نہیں چہ جائیکہ غنی مطلق پروردگار کا قرب' فرض عبادات اور نوافل کا یہ فرق پیش نظر رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔

تنبیہ: حدیث قدسی کے اس جزو میں مقام محبوبیت پر پہنچنے کے بعد بندہ جس رضا وتسلیم کے مرتبہ پر پہنچتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے ایسے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے جن کے ظاہری معنی سے ایک ملحد وزندیق' خدائے قدوس کی شان تقدیس سے ناآشنا مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ دریدہ دہنی کرسکتا ہے کہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ خدا العیاذ باللہ بندہ کے اندر حلول کر جاتا ہے اور خدا اور بندے میں کوئی مغایرت باقی نہیں رہتی اسی طرح ایک منکر صفات الٰہیہ معتزلی (عقلیت پرست) یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اعضاء وجوارح اور جسم وجسمانیات سے پاک ومنزہ ہیں ان کے کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں نہیں پھر اس حدیث میں کیسے کہہ دیا گیا کہ میں اس کا کان' آنکھ' ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں لہٰذا یہ حدیث غلط اور گھڑی ہوئی ہے۔

درحقیقت یہ حدیث ''متشابہات'' میں سے ہے اور اس بندے کی آنکھ' کان اور ہاتھ پاؤں بن جانے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بندہ رضاء وتسلیم کے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنی آنکھوں سے صرف ان چیزوں کو دیکھتا ہے جن کو دیکھنا اللہ تعالیٰ کے منشاء اور رضا کے مطابق ہوتا ہے کانوں سے انہی آوازوں کو سنتا ہے جن کو سننا اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں۔ انہی چیزوں کو ہاتھ سے پکڑتا

یا چھوتا ہے جن کو پکڑنا چھونا اللہ پاک پسند فرماتے ہیں قدم اسی طرف اٹھاتا اور چلتا ہے جس طرف قدم اٹھانا یا چلنا اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں بالفاظ دیگر وہ اپنی مرضی، اپنے ارادہ واختیار سے کلی طور پر دست بردار ہو جاتا ہے اس کی مرضی وہی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے اس کی خواہش وہی ہو جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہوتا ہے اسکا قصد وارادہ وہی ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوتا ہے۔ گویا وہ اپنی ہستی کو فنا کر کے فنا فی اللہ کے مرتبہ پر پہنچ کر بقاباللہ کا مقام حاصل کر لیتا ہے اسی لئے محب کے درجہ سے ترقی کر کے محبوبیت کے مقام پر پہنچ جاتا ہے جیسا کہ حدیث کے الفاظ فاذا احببته سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے اس لحاظ سے یہ تمام تفصیل کہ میں اس کا کان آنکھ ہاتھ، پاؤں بن جاتا ہوں اسی مقام محبوبیت کا بیان ہے جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ بندہ اپنی ہستی کو فنا کر کے وہی کرتا، کہتا سنتا اور دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اب وہ خود اپنی ذات سے باقی ہے نہ اس کی کوئی خواہش باقی ہے نہ اس کا کوئی منشاء اور ارادہ ہے وہ تو سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی راہ میں قربان کر چکا اب تو اللہ ہی اللہ ہے اسی مقام کو مقام رضا و تسلیم یا مقام فنا فی اللہ وبقاباللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بغیر مجاہدہ کے یہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ میں آپ کے ساتھ کچھ بھی شریک کروں، درآنحالیکہ اسے جانتا ہوں اور آپ سے اس (شرک) کی معافی چاہتا ہوں جسے میں نہ جانتا ہوں اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس سے کہ مجھے کوئی رشتہ دار بددعا دے، جس کی میں نے حق تلفی کی ہو۔

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اس حیوان کے شر سے جو پیٹ کے بل چلتا ہے اور اس حیوان کے شر سے جو دو پیروں پر چلتا ہے اور اس حیوان کے شر سے جو چار پیروں پر چلتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے کے پاس دوڑ دوڑ کر آتے ہیں

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ عزوجل قال: اذا تقرب العبد الی شبراً تقربت الیہ ذراعا، واذا تقرب الی ذراعا تقربت منہ باعا (بخاری)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار عزوجل کا قول نقل کرتے ہیں کہ بزرگ و برتر پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے جب بندہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس سے قریب ہوجاتا ہوں اور جب وہ (خراماں خراماں) چلتا ہوا آتا ہے تو میں لپکتا ہوا اس کے پاس آتا ہوں۔

تشریح: یہ حدیث قدسی بھی پہلی حدیث کی طرح تشابہات میں سے ہے اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بندہ کی اللہ سے قریب ہونے اور اس کے پاس آنے کی رفتار کی بہ نسبت یگانہ و بے ہمتا پاک پروردگار کی بندے سے قریب تر ہونے اور اس کے پاس آنے کی رفتار دگنی ہے اس لئے کہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب آنے کے لئے اپنے نفس کو مارنا اور فنا کی منزل سے گزرنا لابدی اور ضروری ہے جو بڑی ہی کٹھن منزل ہے اسی لئے حدیث شریف میں نفس کو مارنے کی جدوجہد کو جہاد اکبر سے تعبیر کیا ہے اور نفس کو انسان کا سب سے بڑا دشمن قرار دیا ہے جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔

حق جل وعلیٰ خود اپنے تقدس اور جسم و جسمانیات اور امارات حدوث وفنا سے منزہ ہونے کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اس جیسی کوئی بھی چیز نہیں ہے اور وہی

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ اور تمام سننے اور دیکھنے والے ایک طرف کانوں اور آنکھوں یعنی قوت سمع وبصر کے محتاج ہیں اور دوسری طرف خود اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اگر اسکی مشیت نہ ہو تو قوت سمع وبصر کے باوجود انسان نہ کچھ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں اس کے برعکس اللہ تعالیٰ بذات خود سنتے اور دیکھتے ہیں نہ کسی قوت کے محتاج ہیں نہ کسی عضو کے اسی لئے ان کی صفت سمع وبصر ازلی وابدی ہے یہی حال ان کی تمام تر صفات کمال کا ہے اسی لئے ان جیسا اور کوئی نہیں ہے وہ اپنی ذات کی طرح صفات میں بھی وحدہ لاشریک لہ ہیں۔

تو (حقیقی معنی میں) سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ کا اپنے اس قرب کے طلب گار بندے کے پاس اس کی طلب کی بہ نسبت دوگنی رفتار سے آنے اور قریب تر ہونے کا مطلب اس بندہ کو اپنا محبوب و مطلوب بنالینا ہے جیسا کہ پہلی حدیث کے الفاظ فاذا انا احببته اس حقیقت کو ظاہر کررہے ہیں ورنہ تو اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت کے اعتبار سے تو اپنے تمام ہی بندوں کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اللہ تو تمہارے ساتھ ہوتا ہے جہاں بھی تم ہو۔ الغرض اس حدیث کا حاصل اور اللہ تعالیٰ کی رفتار طلب کو بندہ کی بہ نسبت دوگنا ظاہر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرب خداوندی کا طلب گار بندہ اللہ تعالیٰ کی رفعت و عظمت اور کبریائی کے سامنے اپنی پستی، عاجزی اور کمتری کو دیکھ کر کہیں ہمت نہ ہار بیٹھے اور طلب سے دستبردار نہ ہوجائے سبحان اللہ کیا ذرہ نوازی اور حوصلہ افزائی ہے قربان جایئے ایسے پروردگار کے۔

مجاہدہ سے حدیث کا تعلق ظاہر ہے۔

دو بیش قیمت نعمتیں

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم نعمتان مغبون فيهما كثير من الناس: الصحة والفراغ (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دو نعمتیں ہیں جن کے بارے میں بیشتر لوگ خسارہ میں ہیں ایک تندرستی دوسرے فارغ البالی

تشریح: حدیث سابق سے معلوم ہو چکا کہ اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے اور مقام رضا و محبوبیت تک پہنچنے کا واحد ذریعہ نفل عبادات خصوصاً نفل نمازوں میں انتہائی یکسوئی اور خلوص کے ساتھ مشغول ہونا ہے اور اس کے لئے اول صحت وتندرستی درکار ہے اور اس کے بعد فارغ البالی و بے فکری' ظاہر ہے کہ ایک مریض اور کسی جسمانی تکلیف میں مبتلا انسان کے لئے تو فرض عبادتیں ادا کرنا ہی دوبھر ہوتا ہے چہ جائیکہ نفل عبادتیں خصوصاً نفل نمازیں اور وہ بھی اس طرح دل لگا کر پڑھنا کہ ماسوی اللہ سے دل بالکل خالی اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات (سرگوشی) کر رہا ہے جیسا کہ آپ حدیث جبرئیل علیہ السلام میں احسان کے بیان میں پڑھ چکے ہیں۔

حدیث جبرئیل کے الفاظ یہ ہیں **ما الاحسان قال ان تعبدالله كانك تراه وان لم تكن تراه فانه يراك** (رواہ مسلم)

اس لئے انسان کی روح اور جسم کا تعلق چولی دامن کا ساتھ ہے ایک دوسرے سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے ممکن نہیں کہ ایک بیمار آدمی کو نماز میں وہ یکسوئی اور توجہ الی اللہ میسر آ جائے۔ جو ایک تندرست آدمی کو میسر آ سکتی ہے اسی طرح فارغ البالی یعنی تمام خارجی پریشانیوں اور پریشان کن حالات و معاملات سے امن و تحفظ جس شخص کو حاصل ہو وہ جس قدر یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے ایک متفکر اور الجھنوں میں گرفتار پریشان حال شخص ہرگز ہمہ تن متوجہ ہو کر یکسوئی کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا خاص طور پر معاشی پریشانیاں اور کاروباری الجھنیں یا لوگوں سے دوستی و دشمنی وغیرہ سے متعلق افکار اور پریشانیاں کہ یہ تو انسان کو نرم و گداز بستر پر بھی چین سے سونے نہیں دیتیں ساری ساری رات کروٹیں بدلتے گذر جاتی ہے اور نیند نہیں آتی چہ جائیکہ نماز پڑھنا اور وہ بھی دلجمعی اور یکسوئی کے ساتھ اس لئے بڑا ہی بدنصیب اور محروم القسمت ہے وہ شخص جو ان دونوں نعمتوں کے میسر ہوتے اپنے محبوب و مطلوب پروردگار کا قرب حاصل کرنے اور اسکا محبوب بننے سے محروم رہے اس سے بڑھ کر بھی کوئی خسارہ اور محرومی ہو سکتی ہے نہ صرف یہ بلکہ یہ اعلیٰ درجہ کی ناسپاسی و ناشکری بھی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت سے زیادہ فائدہ اٹھانا ہی اس کا شکریہ ادا کرنا ہے چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ہے:

باقی اپنی رب کی عطا کی ہوئی نعمت کا اظہار کیا کرو اس لئے اندیشہ ہے..... کہ اس ناسپاسی کی پاداش میں کہیں ان نعمتوں سے بھی محروم نہ کر دیا جائے ورنہ کم از کم قیامت کے دن ان نعمتوں پر باز پرس تو ضرور ہوگی ارشاد ہے:

قیامت کے دن نعمتوں سے متعلق تم سے باز پرس ضرور ہوگی۔

اسی حقیقت کی طرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اس مختصر سے مگر انتہائی بلیغ اور جامع و مانع حدیث میں توجہ دلائی ہے تا کہ جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں میسر ہیں وہ ایک لحہ بھی ضائع کئے بغیر اس سعادت اور خوش بختی یعنی محبوب رب العالمین اور مستجاب الدعوات بننے کا شرف حاصل کرنے میں کوتاہی نہ کریں اور کثرت سے نوافل پڑھیں ورنہ اس سے بڑھ کر کوئی خسارہ نہ ہوگا۔

اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں نعمتیں بھی دنیا کی تمام نعمتوں کی طرح ناپائیدار اور فنا پذیر ہیں بلکہ شب و روز کے مشاہدات و تجربات شاہد ہیں کہ خاص طور پر یہ دونوں نعمتیں بے حد سریع الزوال ہیں آن کے آن میں انسان صحت اور فارغ البالی سے محروم ہو جاتا ہے اس لئے اس سے قبل کہ یہ دونوں نعمتیں ضائع ہوں ایک لحہ کی تاخیر کئے بغیر ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لینا چاہئے ورنہ پھر کف افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہماری حالت

اس پر آشوب زمانہ میں ہماری حالت تو اس قدر دگرگوں اور ناگفتہ بہ ہے کہ ہم ان دونوں نعمتوں تندرستی اور فارغ البالی سے قرب و رضاء الٰہی حاصل کرنے کے بجائے شب و روز دنیا کی بے حقیقت جائز و ناجائز اغراض و خواہشات پوری کرنے اور زیادہ سے زیادہ مال و جاہ حاصل کرنے میں بلکہ علانیہ نافرمانیوں اور گناہوں کا ارتکاب کرنے میں صرف کر رہے ہیں ہم نہ صرف یہ کہ ان نعمتوں سے جو فائدے اٹھانے چاہئے تھے وہ نہیں اٹھا رہے بلکہ ان سے ناروا فائدے اٹھا رہے ہیں اور **صرف الشیء فی غیر محلہ** (چیز کو بے محل استعمال) کر کے ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں اسی لئے مسنون دعاؤں میں ایک استغفار کے ذیل میں آیا ہے۔

اور میں تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں ان نعمتوں (کے استعمال) پر جن سے میں نے تیری نافرمانی کرنے پر قوت حاصل کی۔ اس لئے ہمیں تو اس بدترین ناسپاسی پر زیادہ سے زیادہ توبہ و استغفار کرنا چاہئے اس لئے کہ کفران نعمت اور ناشکری و ناسپاسی کی اللہ تعالیٰ بہت سخت سزا دیتے ہیں ارشاد ہے۔

اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اور جن لوگوں کو یہ دونوں نعمتیں تندرستی و فارغ البالی حاصل ہیں انہیں بلا تاخیر نفل عبادات خصوصاً نفل نمازوں میں مصروف ہو کر قرب و رضاء الٰہی حاصل کرنا چاہئے کہ یہی ان نعمتوں کے شکر یہ ادا کرنے کا طریقہ ہے اور اس عظیم خسران سے بچنا چاہئے **واللہ یھدی الی الحق** حدیث کا تعلق مجاہدہ کے باب سے ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی عورت سے جو مجھے بڑھاپے سے پہلے بوڑھا کر دے اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسی اولاد سے جو مجھ پر وبال ہو اور میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مال سے جو میرے حق میں عذاب ہو۔

نماز تہجد مغفرت کا ذریعہ

عن عائشة رضی الله عنها، ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یقوم من اللیل حتی تتفطر قدماه، فقلت له: لم تصنع هذا یا رسول الله، وقد غفر الله لک ما تقدم من ذنبک وما تأخر؟ قال: أفلا احب ان اکون عبداً شکوراً؟ (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام (ابتداء میں) شب کو اتنا طویل قیام فرماتے (اور نماز میں کھڑے کھڑے قرآن پڑھتے رہتے) کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آ جاتا یہاں تک کہ پھٹنے لگتے تو (ایک دن) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں دراں حالیکہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ بخش دیئے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ تو کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بننا پسند نہ کروں؟ (اور اس کے انعام واحسان کا شکریہ نہ ادا کروں) یہ صحیح بخاری (کی حدیث حضرت عائشہؓ) کے الفاظ ہیں مغیرہ بن شعبہ کی روایت بھی بخاری ومسلم میں اسی کے مانند آئی ہے۔

تشریح: یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ سورۃ مزمل کا صرف پہلا رکوع نازل ہوا تھا اور اس میں اللہ تعالیٰ نے (نماز میں) طویل قیام اور ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیا تھا چنانچہ ارشاد ہے:

اے کملی والے! یہ کچھ حصہ یعنی (تہائی حصہ) نماز عشاء کے لئے ہے۔ تقریباً ایک سال تک آپ نے (اور آپ کے ساتھ صحابہ نے بھی) اس حکم کے تحت تمام شب تہجد کی نماز اور اس میں قرآن پڑھنے میں گزار دی یہاں تک کہ آپ کے مبارک قدموں پر ورم آ گیا اور پھٹنے لگے تو قیام لیل کی اس طویل اور پر مشقت ریاضت اور مجاہدہ کے بعد دوسرا رکوع نازل ہوا۔

حصہ کے علاوہ پوری رات (نماز میں) کھڑے رہا کرو آدھی رات یا آدھی رات سے کچھ کم (ایک تہائی) یا کچھ زیادہ (دو تہائی) اور آہستہ آہستہ قرآن پڑھا کرو۔

ایک سال کے بعد از راہ شفقت وترحم اس میں تخفیف کر دی گئی ارشاد ہے۔

تحقیق تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب یا آدھی رات یا ایک تہائی رات (نماز میں) کھڑے قرآن پڑھتے رہتے ہو اور تمہارے ساتھیوں کا ایک گروہ بھی (تمہاری پیروی کرتا ہے) اور اللہ ہی رات دن کے اندازے مقرر کرتا ہے (کبھی رات چھوٹی دن بڑا اور کبھی رات بڑی دن چھوٹا ہوتا رہتا ہے) اس نے جان لیا (یعنی ظاہر کر دیا) کہ تم اس کا احاطہ ہرگز نہیں کر سکتے (یعنی تہجد کے وقت کا صحیح اندازہ نہیں کر سکتے) اس لئے اس نے تمہاری حالت پر توجہ فرمائی (اور تمہاری مجبوری اور کمزوری پر ترس کھایا) بس اب جتنا تم سے ہو سکے قرآن پڑھ لیا کرو (تمام رات مشقت نہ اٹھایا کرو)

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک طویل حدیث میں سعد بن ہشام کے سوال کے جواب میں فرماتی ہیں۔

الست تقراء یایها المزمل

کیا تم (قرآن میں) سورۃ مزمل نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا۔

کیوں نہیں (ضرور پڑھتا ہوں) کہنے لگیں اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے اول حصہ میں قیام لیل کو فرض قرار دیا ہے چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک سال تک اس حکم کے تحت (تمام رات قیام لیل جاری رکھا) اور اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخری حصہ کو بارہ مہینے آسمان (بیت المعمور) میں روکے رکھا تا این کہ اس سورۃ کے آخر میں (اس پوری رات کے قیام میں) اللہ تعالیٰ نے تخفیف نازل فرمائی۔

الغرض ایک سال تک اس طویل ریاضت اور کٹھن مجاہدہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کچھ تخفیف فرما دی لیکن آخر عمر تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے پچھلے تہائی حصہ یعنی چھٹے حصہ میں برابر قیام فرماتے اور نماز تہجد پڑھتے رہے ہیں محققین کے نزدیک یہ تخفیف شدہ قیام لیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خصوصی طور پر فرض تھا جیسا کہ ارشاد ہے۔

اور شب کے ایک حصہ میں تم تہجد (کی نماز) میں قرآن پڑھا کرو یہ تمہارے لئے (پنجگانہ نمازوں پر) زائد ہے توقع ہے کہ تمہارا پروردگار تم کو مقام محمود (مقام شفاعت عظمیٰ) عطا فرمائے گا۔

باقی امت کے لئے مستحب بلکہ سنت موکدہ ہے۔

باوجودیکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تمام کردہ وناکردہ گناہوں اور خطاؤں کی مغفرت کا اعلان فرما دیا تھا ارشاد ہے:

بلاشبہ ہم نے تم کو فتح مبین عطا فرمائی ہے تاکہ اللہ تمہاری کردہ خطاؤں اور ناکردہ خطاؤں کو بھی معاف فرما دے (اور تمام گناہوں اور خطاؤں سے بری اور پاک ہونے کا اعلان کر دیا ہے)

پھر بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر عمر تک اس قیام لیل کی مشقت برداشت کرنے پر از راہ محبت وشفقت آپ سے یہ سوال کیا اس لئے کہ ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے اس سورۃ مزمل کے ختم پر واستغفروا اللہ ان اللہ غفور رحیم فرمانے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس قیام لیل کا مقصد اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرنا ہے تو آپ کے تو تمام کردہ وناکردہ گناہوں کی مغفرت کا اللہ تعالیٰ اعلان فرما چکے اب آپ کو اس قدر مشقت اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس خیال کی اصلاح فرماتے ہیں کہ اے عائشہؓ اس قیام لیل کا مقصد جس طرح طلب مغفرت ہے اسی طرح شکر نعمت بھی اس کا مقصد ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا عظیم احسان فرمایا ہے کہ میرے تمام کردہ وناکردہ گناہوں کی معافی کا دنیا میں ہی اعلان فرما دیا اس عظیم انعام واحسان کا شکر یہ اسی طرح ادا ہو سکتا ہے کہ میں اس کے بعد بھی اعتراف نعمت اور اظہار منت کے طور پر مرتے دم تک اس قیام لیل اور شب بیداری کے مجاہدہ پر قائم ہوں۔

یہی انعام عظیم' تمام کردہ وناکردہ خطاؤں کی مغفرت کا اعلان' رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طغریٰ امتیاز ہے جس کی بنا پر محشر کے دن جبکہ اللہ تعالیٰ کا قہر وغضب اپنی مخلوق پر اس درجہ پر پہنچا ہوگا کہ نہ اس طرح کبھی پہلے غضبناک ہوئے اور نہ آئندہ کبھی اس طرح غضب ناک ہونگے اور تمام انبیاء کرام آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک اس ہولناک دن میں اس شفاعت عظمیٰ یعنی تمام مخلوق کی شفاعت کے لئے خود کو لست هناکم (میں اس کا اہل نہیں ہوں) کہہ کر اور اپنی اپنی خطاؤں کو یاد کر کے نفسی نفسی (مجھے تو اپنی پڑی ہے اپنی میں تمہاری سفارش کس منہ سے کروں) کہیں گے اور ہر نبی اپنے بعد کے نبی کے پاس بھیج دے گا تا آنکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں گے اور

کہیں گے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جاؤ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام کردہ وناکردہ خطاؤں کی معافی کا اعلان فرما کر ہرطرح مطمئن کر دیا ہے وہی شفاعت کبریٰ کے اہل ہیں چنانچہ رحمت للعالمین تمام جہانوں کے لئے رحمت' نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عرش عظیم کے سامنے سربسجود ہوکر شفاعت کی اجازت طلب کریں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔

ارفع رأسک سل تعطه اشفع تشفع

سجدہ سے سر اٹھاؤ مانگو (جو مانگو گے) دیا جائے گا سفارش کرو تمہاری سفارش قبول کی جائے گی۔

اس اجازت کے بعد ہی آپ تمام امتوں کے لئے شفاعت (سفارش) فرمائیں گے یہی مقام وہ مقام محمود ہے جس کے عطا فرمانے کی بشارت بھی اللہ تعالیٰ نے اسی قیام لیل کے حکم پر ساتھ ساتھ دی ہے ارشاد ہے۔

ومن الیل فتهجدبه نافلة لک عسی ان یبعثک ربک مقاماً محموداً

(سورۃ بنی اسرائیل: ع۹ آیت۷۹)

اور یہی وہ مقام محمود ہے جس کی بنا پر خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتراف نعمت اور اظہار منت کے طور پر فرمایا ہے۔

اناسیدولدادم ولافخربیدی لواء الحمدو لافخر ادم فمن بعده تحت لواء ی و لافخر'

میں تمام اولاد آدم کا سردار ہوں فخر کے طور پر نہیں کہتا میرے ہاتھ میں حمد الٰہی کا جھنڈا ہوگا فخر کے طور پر نہیں کہتا' آدم اور ان کے بعد کے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے فخر کے طور پر نہیں کہتا۔

اس تمام تفصیل کے بعد اندازہ کیجئے کہ یہ تمام عمر شب بیداری کی ریاضت اور استغفار پر مداومت آپ کے لئے کن عظیم رفعتوں پر پہنچنے کا باعث نبی ہے فداہ ابی وامی صلی اللہ علیہ وسلم

تنبیہ: یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق معصوم اور گناہوں سے پاک و محفوظ ہیں خصوصاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کا دامن تو برائے نام گناہوں سے بھی پاک ہے پھر اللہ تعالیٰ کس طرح ارشاد فرماتے ہیں۔

لیغفرلک الله ماتقدم من ذنبک وماتاخر (الفتح آیت ۲)

تاکہ تمہارے کردہ وناکردہ (سب) گناہ معاف کر دے۔

اس شبہ کا جواب ہم باب توبہ واستغفار کے ذیل میں حدیث نمبر ایک کے تحت دے چکے ہیں اس کو ضرور دوبارہ پڑھ لیجئے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اعتقاد کے بعد حق بات میں شک لانے سے اور میں شیطان مردود سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور میں روز جزا کی سختی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

رمضان کے آخری دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات

عن عائشة رضی الله عنها انها قال: وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا دخل العشر احيا الليل، وأيقظ اهله، وجد وشد الممئزر: الازار، وهو كناية عن اعتزال النساء، وقيل: المراد تشميره للعبادة. يقال: شددت لهذا الامر منزرى، اى: تشمرت، وتفرغت له.

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں۔ جب (رمضان المبارک کا) آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی (تمام) رات بیدار (اور نماز یا تلاوت قرآن اور اس کے علاوہ ذکر واذکار میں مشغول) رہتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار فرماتے اور (عبادت میں) انتہائی محنت ومشقت برداشت کرتے اور تہبند کس لیتے۔ تہبند کس لینے سے مراد ازواج مطہرات سے علیحدگی اختیار کرنا ہے (یعنی اس عشرہ میں ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس بھی نہ جاتے) اور بعض علماء نے کہا کہ تہبند کس لینے سے مراد عبادت کے لئے کمر کس لینا ہے چنانچہ محاورہ میں کہا جاتا ہے میں نے فلاں کام کے لئے کمر کس لی ہے اور خود کو فارغ کر لیا ہے (یہی دوسرے معنی زیادہ صحیح معلوم ہوتے ہیں کیونکہ آپ اس آخری عشرہ میں اعتکاف میں ہوتے تھے اس لئے ازواج مطہرات کے پاس جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ زمانہ اعتکاف میں بیوی کے پاس جانا بنص قرآن ممنوع ہے۔

تشریح: ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک سال کے بارہ مہینوں میں سب سے زیادہ خیر و برکت کا مہینہ ہے اس مہینے کے دن تمام سال کے دنوں سے افضل اور راتیں تمام سال کی راتوں سے افضل ہیں اس لئے کہ اسی ماہ مبارک کی راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے جو قرآن کریم کی تصریح کے مطابق ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

اسی لئے اس ماہ مبارک میں رضاء خداوندی حاصل کرنے کی غرض سے خیرالبریۃ افضل الخلائق رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں محنت ومشقت اٹھانے کے لئے خود بھی کمر کس لیا کرتے اور اہل خانہ کو بھی شب بیداری کی تلقین فرماتے ہیں جس کا اجمالی تذکرہ اس حدیث میں کیا گیا ہے اور رمضان المبارک کے شب و روز میں عبادات کی تفصیل کہ دن میں آداب صوم کی پوری پابندی کے ساتھ روزے رکھتے رات میں قیام لیل فرماتے آخر عشرہ میں اعتکاف مسنون کر کے تبتل تمام مخلوق بلکہ ماسوائے اللہ سے قطع تعلق اختیار فرماتے جس کی تفصیلات، احادیث میں بھی مذکور ہیں اور آیات کی تشریح میں بھی آپ پڑھ چکے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ مبارک کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیتے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوۂ حسنہ کی پیروی ہر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی کا فرض ہے یہی محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبوت ہو سکتا ہے ورنہ صرف زبانی دعوی اور خاص خاص اوقات وحالات میں بلند آواز سے درود وسلام پڑھنا اور میلاد کی محفلیں سجانا تو فریب نفس کے سوا کچھ نہیں۔

مجاہدہ اور ریاضت کا بہترین وقت رمضان المبارک کے روز وشب ہیں ایک لمحہ بھی اس زریں فرصت اور بابرکت مہینہ کا ضائع

نہ کرنا چاہئے بلکہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ اس انمول فرصت کو کہ ماہ رمضان المبارک اس کو میسر آ گیا اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم انعام واحسان سمجھ کر اس کا شکریہ اس طرح ادا کرے کہ بغیر کسی بھی قسم کی کوتاہی کے خود کو ہر چیز سے فارغ کر کے شب وروز عبادت میں مصروف رہے واللہ الموفق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

بہر حال اس حدیث اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سال کے مبارک ترین ایام ولیالی میں قرب خداوندی حاصل کرنے کے لئے معمول سے زیادہ جدوجہد کرنا اور مشقت اٹھانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور ایسے ایام ولیالی کا منتظر رہنا اور نزول رحمت خداوندی کے اوقات اور فرصتوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانا اس امت کا خصوصی شعار ہے۔

اسی شعار کو اختیار کر کے وہ دنیا کی دوسری قوموں اور ملتوں کے لئے لائق اقتداء نمونہ بن سکتی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تا کہ تم لوگوں کے لئے (حق پرستی کے) گواہ بنو اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اوپر (اقتداء سنت رسول کے) گواہ ہوں۔

کاش رحمۃ للعالمین کی امت خصوصاً اس زمانہ خدا فراموشی وخود فراموشی میں اپنے محبوب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنت پر عمل کر کے اپنے رب کی محبوب امت بن جائے جیسا کہ خود رب العالمین اس امت کو خطاب فرماتے ہیں۔

تم بہترین امت ہو تم کو لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم (ازروئے شرع) بھلی بات (لوگوں کو) بتلاتے ہو اور (شرعاً) بری بات سے منع کرتے ہو اور اللہ پر (کما حقہ) ایمان لاتے ہو۔ اللہ الموفق (اللہ ہی توفیق دینے والا ہے)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: کیا یہ لوگ کبھی یہ نہیں سوچتے کہ ان کو ایک عظیم دن (قیامت کے دن) کے لئے ضرور ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے گا جس دن تمام مخلوق رب العالمین کے سامنے پیش ہوگی۔

لیکن وائے برما و برحال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

بہر حال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا حاصل بھی یہی ہے کہ کارہائے خیر کے انجام دینے میں مطلق تاخیر اور ٹال مٹول نہ کرنی چاہئے جو بھی بن پڑے حالات کی پرواہ کئے بغیر آخرت کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرتے رہنا چاہئے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں موت ناگہانی، سانپ کے کاٹنے سے، درندے سے، ڈوبنے سے جل جانے سے اور اس سے کہ میں کسی چیز پر گر پڑوں اور لشکر کے بھاگنے کے وقت مارے جانے سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: المؤمن القوى خير واحب الى الله من المؤمن الضعيف وفى كل خير. احرص على ما ينفعک، واستعن بالله ولا تعجز. وان اصابک شيء فلا تقل: لو انى فعلت كان كذا وكذا، ولكن قل: قدر الله، وما شاء فعل، فان لو تفتح عمل الشيطان. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے طاقتور مومن بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے کمزور مومن سے اور خیر وخوبی تو سب ہی میں ہے جو امور تمہارے لئے مفید اور کارآمد ہیں ان (پر عمل کرنے) کی حرص (اور کوشش) کیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیا کرو ناکارہ نہ بنو (جو کچھ بن پڑے کرتے رہو) اور اگر کوئی مصیبت پیش آ جائے تو یوں مت کہو "اگر میں (فلاں تدبیر) کرتا تو ایسا ایسا ہوتا" بلکہ یوں کہا کرو یہ تقدیر خداوندی ہے (اسے کون بدل سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا کیا" اس لئے کہ (اگر) کا لفظ شیطان کی کارگزاری کا راستہ کھولتا ہے۔ مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: اس ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو جزو ہیں اول جزو میں بندہ مومن کو جو بھی وہ حسب طاقت وقدرت عبادت وطاعت الٰہی رضاء خداوندی حاصل کرنے کے لئے کرسکتا ہے اس میں بلا تاخیر وتردد مصروف اور سرگرم عمل رہنے کی ترغیب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اور اسی (نیکوکاری) میں (ایک دوسرے سے) آگے نکلنے کی کوشش کرنے والوں کو کوشش کرنی چاہئے

اور اسی بنا پر طاقتور مومن کو کمزور مومن سے بہتر اور محبوب تر فرمایا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مشقت برداشت کر کے عبادت وطاعت خداوندی میں ہمہ تن مصروف رہ کر اس مقام محبوبیت پر پہنچتا ہے جس پر کمزور اپنی کمزوری کی وجہ سے نہیں پہنچ پاتا لیکن بہرحال ایمان اور عمل صالح کی دولت اس کے پاس بھی ہے اس کے ذریعے جنت یعنی مقام رضاء الٰہی میں وہ بھی پہنچ ہی جائے گا گو مومن قوی کا درجہ نہ پا سکے رحمت خداوندی سے مایوس کسی کو بھی نہ ہونا چاہئے۔ سبحان اللہ ارشاد ہے۔

میری رحمت تو ہر چیز (اور ہر شخص) کے لئے عام ہے۔

اسی لئے آخرت میں کام آنے والے اعمال پر عمل پیرا ہونے کی حرص اور رغبت وشوق ہر مومن میں ہونا چاہئے اور عمل کے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرتے رہنا چاہئے کہ ہم کو ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ارشاد ہے۔

تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں۔

ولعبدى ماسئل ...... اور میرے بندے کے لئے ہے جو اس نے مانگا۔

دوسرے جزو میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو شیطان کو خفیہ دراندازی سے جس کا بے خبری میں اور غیر شعوری

طور پر ایک مردمومن بھی شکار ہو جاتا ہے خبردار کرتے ہیں کہ اگر تم کسی اچانک مصیبت یا ناگہانی حادثہ کا شکار ہو جاؤ تو یوں ہرگز مت کہا کرو کہ اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا شیطان تمہاری زبان سے یہ کہلوا کر تمہیں غیر شعوری طور پر تقدیر الٰہی کا منکر بنانا چاہتا ہے بلکہ یہ کہا کرو کہ تقدیر خداوندی یوں ہی تھی اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا تھا یہ محض تمہارا خیال ہے اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا درحقیقت جو مشیت الٰہی تھی وہی ہوا ہے اور یوں ہی ہونا چاہئے تھا جیسا کہ باب مراقبہ کی تیسری حدیث میں جو حضرت علیؓ سے مروی ہے آپ پڑھ چکے ہیں اس حدیث کے بعض طرق کے الفاظ یہ ہیں۔ اور یاد رکھو جو تمہارے ساتھ نہیں ہوا وہ ہو ہی نہیں سکتا تھا اور جو مصیبت تمہارے اوپر آئی وہ ٹل ہی نہیں سکتی تھی۔

اسی حدیث کے آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

رفعت الاقلام وجفت الصحف

(تقدیر لکھنے والے) قلم اٹھ چکے (لکھ کر فارغ ہو گئے)

اور تقدیر کے نوشتے خشک ہو گئے (اب نہیں مٹ سکتے)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو بار بار پڑھیئے بڑی ایمان افروز حدیث ہے اور تقدیر الٰہی پر ایمان تازہ کیجئے اس قسم کے شیطانی وسوسوں کی بیخ کنی کے لئے مسنون دعاؤں میں مندرجہ ذیل دعائیں آتی ہیں انہیں پڑھا کیجئے تا کہ شیطانی فریب اور وسوسے آپ کو گمراہ نہ کر سکیں ایک دعا یہ ہے۔

اے اللہ! تو مجھے اپنے فیصلے پر راضی کر دے اور جو تو نے میرے لئے مقدر کیا ہے اس میں برکت عطا فرما تا کہ جو (کام) تو نے پیچھے کیا میں اس کو (جلدی) کرنے کی خواہش نہ کروں اور جو تو نے جلدی کر دیا میں اس کی تاخیر کی کوشش نہ کروں۔

اے اللہ! تو اپنے ہر فیصلہ کو میرے لئے بہتر اور خیر کا باعث بنا اور اس کے انجام کو میرے لئے ہدایت و بہتری (کا) سبب بنا دے۔

اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے تیرے فیصلے کے بعد (اس پر) رضامندی کا اور مرنے کے بعد خوشگوار زندگی کا اور تیرے (بے کیف) چہرے کو دیکھنے کی لذت کا اور تیری ملاقات کے شوق کا جس میں کسی مضرت کی بدحالی اور کسی فتنہ کی گمراہی (کا اندیشہ) نہ ہو۔

تنبیہ: یاد رکھئے ان الفاظ ''اگر میں ایسا کرتا تو ایسا ہوتا'' کے استعمال کرنے کی یہ ممانعت ایسے امور ماضیہ گزرے ہوئے امور کیساتھ مخصوص ہے جن میں عموماً انسان تقدیر کی شکایت کے طور پر اپنی کوتاہی کو نوشتہ تقدیر' تقدیر کا لکھا قرار دے کر خود کو کوتاہی کے الزام سے بری کرنا چاہتا ہے یا کسی دوسرے پر کوتاہی کا الزام رکھنا چاہتا ہے یا غیر ارادی طور پر اس قسم کے الفاظ اس کی زبان سے نکل جاتے ہیں جن سے ایمان بالقدر (تقدیر پر ایمان) کی کمزوری کا پتہ چلتا ہے جیسا کہ باب مراقبہ کی تیسری حدیث میں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حسب ذیل الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔

اور یاد رکھو! کہ اگر پوری امت تم کو نفع پہنچانے پر متفق و متحد ہو جائے تو جو تمہاری تقدیر میں لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نفع نہیں پہنچا سکتے اور اگر وہ تم کو نقصان پہنچانے پر متفق ہو جائیں تو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ورنہ تو امور مستقبلہ آنے والے امور کے متعلق بطور تنبیہ ان الفاظ کا استعمال خود کوتاہی سے بچنے یا دوسروں کو بچانے کے لئے بالکل درست اور جائز ہے قرآن و حدیث میں بھی اور شب و روز کی گفتگو میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

جنت وجہنم کی کیفیات

السابع: عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: حجبت النار بالشهوات، وحجبت الجنة بالمكاره (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم (ناروا) خواہشات سے چھپادی گئی ہے (یعنی طبعاً مرغوب اوردلکش ودل آویز مگرشرعاً حرام وناجائز چیزوں میں چھپادی گئی ہے) اور جنت ناگوار (مگر شرعاً ضروری اورفرض وواجب عبادات و مامورات) میں چھپادی گئی ہے۔

تشریح: یہ تو بخاری اور مسلم دونوں کی روایت کے الفاظ ہیں اور مسلم کی روایت میں حجبت (چھپادی گئی ہے) کے بجائے حفت (گھیردی گئی ہے) آیا ہے معنی دونوں لفظوں کے ایک ہی ہیں یعنی انسان کے اور جہنم یا جنت کے درمیان (مرغوب امور یا ناگوار امور کی) ایک دیوار حائل ہے پس جب ان میں سے کسی ایک پرعمل کرے گا تو اندر داخل ہوگا (یعنی اگر نفس کی ناجائز خواہشات ومرغوبات پرعمل کرے گا تو جہنم میں جائے گا اور اگر نفس کو ناگوار محسوس ہونے والے اور دشوار امور عبادات واحکام شرعیہ پرعمل کرے گا تو جنت میں جائے گا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا فرمایا تو جبرئیل سے کہا جاؤ ذرا جنت کو دیکھو چنانچہ جبرئیل گئے اور جنت کو اوران نعمتوں کو دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے تیار کی ہیں پھر واپس آئے اور عرض کیا اے میرے رب قسم ہے تیرے عزت وعظمت کی جو بھی کوئی اس جنت (اورنعیم جنت) کا حال سنے گا اس میں ضرور داخل ہوکر رہے گا'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو ناگوار اور دشوار امور (احکام الٰہیہ کی پابندیوں سے) گھیردیا (یعنی مامورات اور منہیات کے خارزار اس کے چاروں طرف بچھا دیئے) پھر ارشاد فرمایا اے جبرئیل (اب پھر) جاؤ اور جنت کو دیکھو جبرئیل گئے اور دیکھا تو واپس آکر عرض کیا اے میرے رب قسم ہے تیری عزت وعظمت کی بخدا مجھے تو ڈر ہے کہ اب تو کوئی بھی اس جنت میں داخل نہ ہونے پائے گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے جہنم کو پیدا کیا تو جبرئیل سے فرمایا اے جبرئیل جاؤ ذرا جہنم کو بھی جا کر دیکھو تو جبرئیلؑ گئے اور جہنم (اوراس کے ہولناک عذابوں) کو دیکھا تو واپس آکر عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت وعظمت کی قسم جو بھی اس جہنم کا حال سنے گا ہرگز اس میں داخل نہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ نے جہنم کو مرغوبات سے گھیر دیا (یعنی ممنوع ومحرم لذائذ اور آسائش وراحت کے دل آویز سبز باغ چاروں طرف لگا دیئے پھر جبرئیلؑ سے فرمایا اے جبرئیل جاؤ ذرا اب جہنم کو دیکھو جبرئیلؑ گئے اور جہنم کو (اوراس کے چاروں طرف مرغوبات ولذائذ کے مقناطیسی کشش رکھنے والے سبز باغوں کو) دیکھا تو واپس آکر عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری عزت وعظمت کی قسم اب تو مجھے ڈر ہے کہ کوئی بھی جہنم میں جائے بغیر نہ رہ سکے گا۔

(ترمذی، ابوداؤد اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

مکروہات

قرآن وحدیث میں نفس کو ناگوار اور دشوار محسوس ہونے والی تمام چیزوں کی متعدد اور مختلف طریقوں سے نشاندہی کی گئی ہے چنانچہ نماز جو پورے دین اسلام کا اساسی ستون ہے نفس پر اس کے شاق اور گراں ہونے کا حال اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں ظاہر فرمایا ہے ارشاد ہے۔

اور بلاشبہ نماز پڑھنا (لوگوں پر) انتہائی شاق (اوگراں) ہے بجز (خدا سے) ڈرنے والے لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ہمیں (ایک نہ ایک دن) اپنے رب سے ملنا (اور اس کے سامنے پیش ہونا) ہے اور یہ کہ اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

مکارہ: ایسے ہی نمازی بندوں کو عفو خطایا اور رفع درجات کی خوشخبری مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں دی ہے اور مکار نفس سے متنبہ فرمایا ہے اور مکارہ کی نشاندہی فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹاتے اور درجات کو بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کیوں نہیں (ضرور بتلایئے) آپ نے فرمایا ناگوار اوقات وحالات میں وضو کو پورا کرنا مسجدوں کی طرف زیادہ قدم اٹھانا (دور سے چل کر جانا) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی نگرانی (اور حفاظت) ہے یہی تمہاری سرحدوں کی نگرانی ہے (کہ مکار نفس تم کو اپنے مکر وفریب کے حملوں سے زیادہ سے زیادہ اجر وثواب حاصل کرنے سے محروم نہ کردے۔

اسی طرح موقع بموقعہ قرآن وحدیث میں مختلف عنوانات سے مکروہات سے آگاہ کیا گیا ہے تفصیلات کے لئے قرآن وحدیث کا مطالعہ کیجئے مختصر یہ ہے کہ جو بھی خدا اور رسول کا حکم نفس پر شاق ہو اور اس پر عمل کرنا یا اس کی پابندی کرنا ناگوار ہو وہ سب مکروہات میں شامل ہیں اس خارزار سے گذر کر ہی جنت میں داخل ہونا ممکن ہے۔

مرغوبات نفس

اللہ تعالیٰ بنیادی طور پر شہوات اور مرغوب ولذیذ چیزوں سے آگاہ فرماتے ہیں ارشاد ہے:

آراستہ کردی گئی ہے لوگوں کے لئے پسندیدہ چیزوں کی محبت عورتیں' اولاد' سونے چاندی کے جمع کردہ ذخیرے (اعلیٰ نسل کے) نشان لگے گھوڑے' مویشی' اور کھیتیاں یہ (سب) دنیا کی زندگی کا سازوسامان ہے (اور دنیا اور اس کا تمام سازوسامان ہیچ و پوچ اور فانی ہے) اور اللہ کے پاس خوب ترین ٹھکانہ (آخرت) ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے بنیادی طور پر انسان کو مرغوب ومطلوب اور دلکش ودل آویز چیزوں کی جن سے انسان محبت کرتا ہے نشاندہی فرمائی ہے۔

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنے بعد مردوں کے حق میں عورتوں سے زیادہ ضرررساں کوئی فتنہ نہیں چھوڑا۔

لیکن درحقیقت یہ تمام چیزیں منعم حقیقی اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں جن پر قرآن وحدیث میں مختلف عنوانات سے متنبہ کیا گیا ہے مگر انسان کی آزمائش بھی زیادہ تر انہی نعمتوں کے استعمال وانتفاع میں مضمر ہے اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقوں پر انسان اس سے نفع

اٹھائے تو یہی چیزیں آخرت کے لئے بہترین کارآمد اور اجروثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لیکن اگر انہی دلکش ودل آویز چیزوں کے سبزہ زار میں نفس کو بے لگام چھوڑ دے احکام الٰہیہ کو پس پشت ڈال کر حلال وحرام جائز وناجائز کا فرق کئے بغیر عیش کوشی ولذت اندوزی میں مستغرق ہو جائے تو یہی چیزیں جہنم کا کندہ بنا ڈالنے کا سبب بن جاتی ہیں اور یہی ہیں وہ شہوات جن کے سبز باغ جہنم کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں ان لذائذ ومرغوبات کی مقناطیسی کشش سے صرف وہی خداترس انسان بچ سکتے ہیں جن کے دلوں پر خدا کا خوف اور آخرت کے مواخذہ کا ڈر مسلط ہوتا ہے جیسا کہ قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیات میں آپ پڑھ چکے ہیں اسی حقیقت کو عارف رومی نے مثنوی میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے مثنوی کا ایک شعر یہ ہے۔

چیست دنیا؟ از خدا غافل بودن
نے قماش ونقرہ وفرزند و زن

ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور دوبارہ آپ کو مخبر صادق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی وسیع حقائق پر مشتمل اور جامع حدیث پیش کرتے ہیں۔

اس کو ہمیشہ یاد رکھئے اور حرز جاں بنا لیجئے اور زندگی کے ہر قدم پر پیش نظر رکھئے انشاء اللہ العزیز آپ مکار نفس کے حملوں سے محفوظ رہیں گے اور آپ کا نفس نفس مطمئنہ کے مرتبہ پر پہنچ کر رب العالمین کے محبوب ومقرب بندوں میں شامل اور جنت الخلد میں داخل ہوگا۔

دُعا کیجئے

اے میرے پروردگار! (اس وقت) جو (نعمت) بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔

اے میرے رب! مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے۔

اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے بلا شک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔ اور انہیں خرابیوں سے بچائے اور جس کو تو نے اس دن خرابیوں سے بچا لیا اس پر تو نے (بڑا) رحم کیا' اور یہی بڑی کامیابی ہے اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے۔ میں آپ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور میں فرمانبردار ہوں۔ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔

اے ہمارے پروردگار! ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نماز کا واقعہ

عن ابی عبداللہ حذیفۃ بن الیمان، رضی اللہ عنھما، قال: صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات لیلۃ، فافتتح البقرۃ، فقلت یرکع عند المائۃ، ثم مضی فقلت یصلی بھا فی رکعۃ، فمضی فقلت یرکع بھا ثم افتتح النساء، فقراھا، ثم افتتح آل عمران فقرأھا، یقرأ مترسلا (مسلم)

ترجمہ: ابوعبداللہ حذیفہ بن الیمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحب سر (راز داں) صحابی کے نام سے مشہور ہیں رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (تہجد کی) نماز پڑھی تو آپ نے (سورۃ فاتحہ کے بعد) سورۃ بقرہ شروع فرمائی تو میں نے (دل میں) کہا آپ سو آیتیں پڑھ کر رکوع کریں گے آپ (سو آیتوں کے بعد بھی) پڑھتے رہے تو میں نے دل میں سوچا آپ (پوری سورۃ بقرہ) ایک رکعت میں پڑھیں گے چنانچہ آپ پڑھتے رہے تو (سورۃ بقرہ ختم ہونے پر) میں نے سوچا (اب) آپ رکوع کریں گے (مگر) پھر آپ نے سورۃ نساء شروع کر دی اور پھر پوری سورۃ پڑھی اور آپ پڑھ بھی رہے تھے ٹھہر ٹھہر کر جب کوئی آیت تسبیح آتی تو آپ سبحان ربی العظیم کہتے اور جب کوئی دعا کی آیت آتی تو آپ وہ دعا مانگتے اور جب کوئی تعوذ کی آیت (پناہ مانگنے کی آیت) آتی تو آپ اعوذ باللہ فرماتے پھر (یہ تین سورتیں پوری پڑھ کر) آپ نے رکوع کیا تو (رکوع میں آپ نے سبحان ربی العظیم کہنا شروع کیا اور پھر (رکوع بھی قیام کے قریب قریب (دراز) تھا پھر (رکوع سے اٹھے اور) سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہنا شروع کیا اور پھر رکوع کے قریب قریب ہی (قومہ میں) طویل قیام فرمایا پھر سجدہ کیا تو (سجدہ میں) سبحان ربی الاعلیٰ کہنا شروع کیا تو آپ کا سجدہ بھی (قومہ میں) آپ کے قیام کے قریب قریب ہی تھا (مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں قیام

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (تہجد کی) نماز پڑھی تو آپ نے اتنا طویل قیام فرمایا کہ میں نے ایک بری بات کرنے کا ارادہ کیا ان سے دریافت کیا گیا آپ نے کیا بری بات کرنے کا ارادہ کیا تھا؟ فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ میں بیٹھ جاؤں اور آپ کو کھڑا رہنے دوں (مسلم)

تشریح: یہ دونوں حدیثیں سرور کائنات فخر موجودات، سید الانبیا والمرسلین حبیب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم **فداہ ابی وامی** کے انہی طویل وشدید مجاہدات کے دو نمونے ہیں جن کے ذریعہ آپ یتیم آمنہ کے درجہ سے **انا سید ولد آدم ولا فخر بیدی لواء الحمد ولا فخر الحدیث** کے مرتبہ پر پہنچے ہیں۔

یہ دو جلیل القدر صحابی تو اتفاق سے پہنچ گئے اور ان کو آپ کے ساتھ قیام کرنے کا موقعہ مل گیا اور ان کے ذریعہ پوری امت کو آپ کے ان مجاہدات کا علم ہو گیا ورنہ آپ تو عموماً

کاشانہ نبوت میں ہی قیام لیل فرمایا کرتے تھے اور ایسے اوقات میں جبکہ تمام دنیا محوخواب ہوتی حتیٰ کہ ازواج مطہرات بھی خواب شیریں کے مزے لیتی ہوتی تھیں۔ظاہر ہے کہ اس قسم کے طویل وشدید مجاہدات آپ نے اوائل نبوت میں ہی کئے جبکہ رب جلیل نے از راہ شفقت آپ کوحکم دیا ہے۔

اے کملی پوش تمام رات قیام کیا کر بجز تھوڑی سی رات کے آدھی رات یا اس سے کچھ کم یا (آدھی رات) سے زیادہ اور قرآن رک رک (اور سمجھ سمجھ کر) پڑھا کرو۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ترتیل کی حقیقت بھی واضح ہوگئی ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ سمجھ کر قرآن پڑھیئے اور حسب موقعہ فرمان الٰہی کے تقاضے پورے کیجئے جہاں تسبیح وتحمید کا مقام ہو وہاں تسبیح وتحمید کیجئے جہاں دعا کا مقام ہو وہاں دعا مانگئے اور جہاں تعوذ کا مقام ہو وہاں پناہ مانگیئے اس طرح کہ گویا آپ اللہ تعالیٰ سے کلام فرمارہے ہیں اور ہمہ تن گوش ہوکر سن رہے ہیں اور تعمیل حکم کررہے ہیں۔

ذرا تصور کیجئے اس طرح ٹھہر ٹھہر کر کلام اللہ کی قرأت میں اور اسی قیام کے مناسب طویل رکوع وسجود میں کس قدر لطف وسرور حاصل ہوتا ہوگا اور اسی کے ساتھ کتنا طویل وقت صرف ہوتا ہوگا اور کتنی شدید مشقت برداشت کرنی پڑتی ہوگی اسی مشقت برداشت کرنے کے نتیجہ میں مبارک قدموں پر ورم آ گیا تھا پھٹنے لگے تھے اسی لئے کہا گیا ہے کہ مشقت برداشت کئے بغیر کچھ نہیں ملتا چنانچہ انہی مجاہدات کے ایک سال تک کرنے پر ساری شدتیں اور تکلیفیں راحت ومسرت اور کیف ونشاط سے بدل گئی تھیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں۔

جعلت قرة عینی فی الصلوٰة میری آنکھ کی ٹھنڈک (اوردل کی راحت) نماز میں رکھ دی گئی ہے۔صوفیاء کرام رحمہم اللہ کے تمام مجاہدات کا ماخذ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہے یہ مجاہدات بھی انہی مکارہ میں داخل ہیں جن کے خارزار سے گزرنے کے بعد جنت الخلد میں داخل ہونا نصیب ہوتا ہے جس کی تفصیل آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

دُعا کیجئے: اے ہمارے پروردگار! ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا اور اے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ معاف کردیجئے بیشک آپ زبردست حکمت والے ہیں۔

اے ہمارے رب! ہمارے لئے اس نور کو آخیر تک رکھئے (یعنی وہ گل نہ ہوجائے) اور ہماری مغفرت فرمادیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں۔

اے میرے رب! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھادے۔ یا اللہ میرے گناہوں کو برف اور اولے کے پانی سے دھودیجئے اور میرے دل کو گناہوں سے (ایسا) پاک کردیجئے جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے اور مجھ میں اور میرے گناہوں کے درمیان ایسا فاصلہ کردیجئے جیسا کہ آپ نے مشرق ومغرب میں فاصلہ رکھا ہے۔ یا اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا فرمایئے اور اسے پاک کردیجئے آپ ہی اس کو سب سے بہتر پاک کرنے والے ہیں آپ ہی اس کے مالک و آقا ہیں ہم آپ سے وہ سب بھلائیاں مانگتے ہیں اور جو آپ سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی ہیں ہم آپ سے مغفرت کے اسباب نجات دینے والے کام ہر گناہ سے بچاؤ ہر نیکی کی لوٹ، جنت میں پہنچنا اور دوزخ سے نجات مانگتے ہیں۔ میں آپ سے نفع مند علم کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ آپ میرے نادانستہ اور دانستہ گناہ معاف فرمادیجئے۔ اے اللہ میری خطا اور نادانی اور میرے بارہ میں میری زیادتی کو بخش دیجئے اور وہ بھی جو آپ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔

انسان کے اعمال

عن انس رضی الله عنه، عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: یتبع المیت ثلاثة: اهله وماله وعمله، فیرجع اثنان ویبقی واحد: یرجع اهله وما له، ویبقی عمله (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ "آپ نے ارشاد فرمایا: مرنے والے کے ساتھ تین جاتے ہیں ایک اس کے اہل وعیال دوسرے اس کا مال تیسرے اس کے اعمال تو دو تو (دفن کرنے کے بعد) واپس آجاتے ہیں ایک اس کے ساتھ باقی رہتا ہے بیوی بچے اور مال تو واپس آجاتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ بخاری ومسلم نے روایت کیا۔

تشریح: ہر انسان ایک طرف ہوش سنبھالتے ہی خود کو ایسی معاشی ضروریات زندگی کا محتاج محسوس کرتا ہے جن کا حصول مال پر موقوف پاتا ہے اس لئے اپنی تمام تر توانائی کارکردگی کی قوت اور جدوجہد کو مال حاصل کرنے میں صرف کرتا ہے اور کمائے ہوئے مال کے ذریعہ دیگر ضروریات زندگی اپنے لئے اور اپنے اہل وعیال کے لئے مہیا کرنے میں مصروف ہوتا ہے سب سے پہلے ایک رفیق حیات یعنی بیوی کو حاصل کرنے کی جستجو کرتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ نکاح کرنے سے پہلے بیوی کے رہنے کے لئے گھر اور گھر کا اثاثہ ہونا چاہئے کمائے ہوئے مال کا ایک حصہ اس میں صرف کرتا ہے نکاح میں بھی مہر معجّل ومؤجل وغیرہ کے لئے مال درکار ہوتا ہے ایک حصہ اس میں صرف کرتا ہے نکاح کرنے اور بیوی کو حاصل کرنے کی اصلی اور فطری غرض وغایت اگرچہ جنسی خواہشات کے طوفان میں محسوس نہ ہو بقاء نسل ہے اس کے لئے اولاد کی ضرورت اور طلب رونما ہوتی ہے لہٰذا بیوی سے بچے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں اب اپنی ضروریات زندگی' کھانا' کپڑا' مکان کے ساتھ ہی ساتھ بیوی بچوں کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کی ذمہ داری بھی قانوناً واخلاقاً وشرعاً غرض ہر حیثیت سے اس پر عائد ہو جاتی ہے اس کے نتیجہ میں مال کی ضرورت زیادہ سے زیادہ تر ہوتی چلی جاتی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے کسب معاش کے مختلف اور متنوع ذرائع میں زیادہ سے زیادہ مصروف ہو جاتا ہے نہ دن کی خبر نہ رات کی نہ آرام کی پرواہ ہوتی ہے نہ راحت کی۔

دوسری طرف ہوش سنبھالتے یعنی بالغ ہونے کے بعد خدا اور رسول پر ایمان لانے اور ان کی اطاعت کو تسلیم کر لینے کی بنا پر احکام الٰہیہ کی پابندی اس پر عائد ہو جاتی ہے کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے یعنی اوامر ونواہی شرعیہ کی پابندی کا فرض اس پر عائد ہو جاتا ہے۔

یہ ہے انسان کی عملی زندگی کا نہایت مختصر اور سرسری خاکہ اس لحاظ سے اس زندگی میں جو سرمایہ اس نے حاصل کیا وہ تین ہی چیزیں ہیں ایک مال' دوسرے اہل وعیال تیسرے عمل' لیکن انسان فطری محبت اور مال واہل عیال کی مقناطیسی کشش سے مغلوب ہو کر تیسری چیز یعنی عمل اور اس کی ذمہ داری کو بالکل بھول جاتا اور پس پشت ڈال دیتا ہے اور پہلی دو چیزوں کو ہی اپنا سرمایہ اور حاصل

زندگی سمجھ بیٹھتا ہے اور انہی کے لئے ساری عمر سر کھپاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس غافل انسان کو متنبہ فرماتے ہیں۔

بے شک ہم نے روئے زمین کی تمام چیزوں کو اس کا سامان آرائش بنایا ہے تاکہ ہم لوگوں کو آزمائیں کہ ان میں سے کون زیادہ اچھے کام کرنے والا ہے۔

تیسری چیز حسن عمل جو اس دنیا کی شریفانہ اور باعزت زندگی بسر کرنے میں بھی بہترین معاون ہے اور مرنے کے بعد آخرت میں تو صرف عمل ہی عمل باقی رہ جائے گا اور وہی کارآمد سرمایہ ثابت ہوگا وہاں نہ اہل وعیال کام آئیں گے اور نہ مال وجائیداد مگر انسان اپنی جہالت وغفلت کی وجہ سے اس دونوں جہاں میں کارآمد سرمایہ کو خاطر میں نہیں لاتا اور مال و دولت اور اہل وعیال کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے حالانکہ دونوں اعلیٰ درجہ کے بے وفا ہیں مال کی بیوفائی کے تو صدہا واقعات ومشاہدات انسان شب وروز دیکھتا ہے بسا اوقات بڑے بڑے لکھ پتی اور کروڑ پتی سماوی وارضی آفات کی وجہ سے مفلس وقلاش کوڑی کوڑی کے محتاج بن جاتے ہیں باقی اہل وعیال بھی بوڑھے اور معذور ماں باپ سے بیزار اور ان کے مرنے کی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔

زیر نظر حدیث میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو متنبہ فرماتے ہیں کہ یہ اہل وعیال اور مال ومنال جس کے لئے تم اپنی توانائیوں کو خرچ کر رہے ہو یہ تو مرتے ہی تمہارا ساتھ چھوڑ دیں گے مرنے کے بعد تمہارا ساتھ دینے اور باقی رہنے والا سرمایہ صرف حسن عمل ہے اس لئے زندگی کے ہر مرحلہ میں اسی حسن عمل کا زیادہ سے زیادہ ذخیرہ جمع کرنے کی کوشش کرو اور اپنی تمام تر توانائیوں کو حسن عمل یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت اور اسی کی عبادت میں صرف کرو یہ جدوجہد ہی اصل مجاہدہ ہے اور دشمن نفس کے خلاف اسی محاذ پر تمہیں جہاد کرنا ہے ایسا نہ ہو کہ نفس امارہ کے کہنے میں آکر خدا کے احکام کی نافرمانی اور گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھو اور اگر خدانخواستہ بتقاضائے بشریت کوئی معصیت یا گناہ سرزد ہو جائے تو جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کا ازالہ کرو اور اس سے چھٹکارا حاصل کرو یہی اصل مجاہدہ ہے۔

اعمال صالحہ کی یہ رفاقت صرف قبر ہی میں کام نہیں آئے گی بلکہ حشر کے روز پل صراط سے گزرتے وقت جبکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبان پر بھی رب سلم رب سلم ہوگا یہ اعمال خصوصاً تلاوت قرآن کرنے والے کے لئے سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران وغیرہ قرآن کی سورتیں شفاعت کریں گی اور سروں پر سایہ فگن ہوں گی۔

اس لئے اصلی اور آڑے وقت میں کام کرنے اور ہمیشہ ساتھ رہنے والا سرمایہ عمل صالح ہی ہے اور اسی کے ذخیرہ جمع کرنے کی فکر ہونی چاہئے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! جو (گناہ) مجھے مقصود تھا اور جو غیر مقصود تھا (تمام) بخش دیجئے۔ اے اللہ دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل کو اپنی (فرمانبرداری) کی طرف پھیر دیجئے۔ یا اللہ مجھے ہدایت دیجئے اور مجھے (اس ہدایت پر) مضبوط رکھئے۔ یا اللہ! میں آپ سے ہدایت پرہیزگاری، پارسائی اور سیر چشمی کا سوال کرتا ہوں۔ یا اللہ میرا دین درست رکھئے جو میرے حق میں بچاؤ ہے اور میری دنیا بھی درست رکھئے جس میں میری معاش ہے اور میری آخرت درست رکھئے جہاں مجھے لوٹنا ہے اور زندگی کو میرے حق میں ہر بھلائی میں ترقی اور موت کو میرے حق میں ہر برائی سے امن بنا دیجئے۔

جنت اور جہنم دونوں قریب تر ہیں

عن ابن مسعود رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: الجنة اقرب الی احدکم من شراک نعله والنار مثل ذلک (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جنت تم میں سے ہر شخص سے اس کے چپلوں کے تسموں سے بھی زیادہ قریب ہے (نہایت آسانی سے اس میں داخل ہو سکتے ہو) اور جہنم بھی اسی طرح (تم میں سے ہر شخص کے چپلوں سے بھی زیادہ قریب ہے ذرا سی غفلت سے اس میں جا سکتے ہو) صحیح بخاری

تشریح: نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادگرامی کا مقصد امت کو متنبہ اور خبردار کرنا ہے کہ جنت بھی انسان سے انتہا درجہ قریب ہے آسانی سے اس میں داخل ہوسکتا ہے۔ اشهدان لا اله الا الله واشهدان محمدارسول الله صدق دل سے کہا اور جنت کا حقدار ہوگیا اگر کہتے ہی موت آ گئی تب تو سیدھا جنت میں جائے گا حدیث شریف میں آیا ہے من قال لااله الاالله دخل الجنة اور اگر کلمہ پڑھنے کے بعد زندہ رہا اور اس کلمہ کے مصداق کے مطابق یعنی دین کے تمام احکام فرائض و مامورات پر عمل کیا اور ممنوعات و منہیات سے اجتناب کیا اور دور رہا اگر بتقاضائے بشریت کوئی گناہ یا نافرمانی سرزد ہوگئی تو فوراً توبہ کر لی تب بھی جنت میں داخل ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہاں اگر کوئی گناہ سرزد ہوا کوئی نافرمانی ہوئی اور بغیر توبہ کے موت آ گئی جو ایک سچے مومن سے بے حد مستبعد ہے تب بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت داخل ہے چاہے معاف فرمائیں چاہے بقدر گناہ سزا دیں یا یوں کہیے کہ گناہ کی آلودگی اور گندگی کو جہنم کی آگ میں جلا کر دور فرما دیں اور پاک وصاف کندن بنا دینے کے بعد جنت میں داخل فرمائیں صدق دل سے کلمہ پڑھنے کے بعد جنت ملے گی ضرور آگے پیچھے، دیر سویر کی دوسری بات ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

تحقیق اللہ تعالیٰ شرک (وکفر) کو تو ہرگز معاف نہیں کریں گے باقی اس کے سوا (گناہ) جس کے چاہے معاف کر دیں (ان کی مشیت پر موقوف ہے)

مادون ذلک (کفروشرک کے علاوہ) کے تحت بڑے سے بڑا گناہ کبیرہ بھی داخل ہے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سفید چادر اوڑھے آرام فرما رہے تھے میں (واپس چلا آیا) پھر (تھوڑی دیر بعد) حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا جس بندے نے بھی لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہا پھر اسی پر اس کو موت آ گئی تو ضرور جنت میں داخل ہوگا میں نے عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اور اگر چہ اس نے چوری کی ہو (تب بھی جنت میں داخل ہوگا) آپ نے فرمایا (ہاں ہاں) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے فرمایا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو میں نے پھر عرض کیا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو اگر چہ اس نے چوری کی ہو؟ آپ نے پھر جواب دیا (ہاں ہاں) اگر چہ اس نے زنا کیا ہو، اگر چہ اس

نے چوری کی ہو تین مرتبہ میں نے اسی طرح سوال کیا اور تینوں مرتبہ آپ نے یہی جواب دیا۔ (بخاری شریف)

بخاری شریف ہی کی ایک اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس وقت سو نہیں رہے تھے بلکہ نزول وحی کے وقت جو ربودگی کی کیفیت ہوا کرتی تھی وہ طاری تھی اور اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام امت کے لئے یہ بشارت لے کر آئے تھے اور جیسے ابوذرؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ سوال کیا ہے اور آپ نے جواب دیا ہے بالکل اسی طرح آپ نے جبرئیل علیہ السلام سے وان زنی وان سرق بغرض تحقیق یہی سوال کیا تھا اور جبرئیل نے وحی الٰہی کے مطابق :وان زنی وان سرق جواب دیا تھا۔

توبہ کے دروازے کے کھلا ہونے کے اعلان کے بعد ساری زندگی ایک مسلمان بغیر کسی دشواری یا تنگی کے دین اسلام پر پختگی کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے۔

سفیان بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلا دیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے اس کے بارے میں دریافت کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (صدق دل سے) امنت باللہ کہو اور (ساری عمر) اسی پر قائم رہو۔ صحیح مسلم

امنت باللہ صدق دل سے کہنے کے بعد یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی مسلمان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد ہو جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہ کرے پھر اسے جنت میں داخل ہونے سے کون روک سکتا ہے اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا۔

بلاشک وشبہ جن لوگوں نے ربنا اللہ (صدق دل سے) کہا اور پھر اسی پر (ساری زندگی) قائم رہے (مرنے کے وقت) ان کے پاس فرشتے آتے ہیں اور کہتے ہیں تم (کسی بات کا) خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی تمہیں خوشخبری دی جاتی ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

ہمارے زمانے کے غافل اور بے خبر مسلمان اس قسم کی باتوں اور کاموں سے اجتناب کریں اور احتیاط برتیں خصوصاً استہزاء بآیات اللہ اور استہزاء باحادیث الرسولؐ کہ اس قسم کے اقوال وافعال کو ہنسی مذاق کہہ کر نظر انداز نہ کریں خصوصاً نام نہاد تعلیم یافتہ نوجوان طبقہ کو ان کی زبان تو بہت ہی بے لگام ہے انہیں خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ استہزاء اور ہنسی مذاق سے بھی ایک مسلمان کافر اور جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)

یاد رکھئے یہ احکام الٰہی قدیم زمانے کے منافقین کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں قرآن کریم کوئی داستان پارینہ اور تاریخ اقوام دیرینہ نہیں ہے بلکہ قرآن کریم تو رہتی دنیا تک انسانوں کے لئے کتاب ہدایت اور مشعل نور ہے آج بھی جو شخص ان منافقین جیسے اقوال وافعال کا ارتکاب کرے گا کافر اور جہنم رسید ہو جائے گا۔

اس تمام تر تفصیل کے ساتھ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مختصر سی حدیث کی گہرائیوں اور وسعتوں کو سمجھئے اور سبحان اللہ کہئے۔

جنت اور جہنم دونوں ایک مسلمان سے بے حد قریب ہیں نہایت آسانی سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے چاہے جہنم میں گویا جنت یا جہنم کے علاوہ کوئی تیسری جگہ نہیں ہے اب جہاں چاہے اپنا ٹھکانا بنا لے اس کے فعل وعمل پر موقوف ہے اسی کی ترجمانی شاعر مشرق علامہ اقبال نے ذیل کے شعر میں کی ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

جنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت حاصل کرنیکا ذریعہ

عن ابی فراس ربیعة بن کعب الاسلمی خادم رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن اهل الصفة رضی الله عنه قال: کنت ابیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فاتیه بوضوئه، وحاجته فقال: سلنی فقلت: اسألک مرافقتک فی الجنة فقال: او غیر ذلک؟ قلت: هو ذاک قال: فأعنی علی نفسک بکثرة السجود (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوفراس ربیعہ بن کعب اسلمی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور اصحاب صفہ میں سے ہیں رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ میں رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بسر کیا کرتا تھا تو (جب آخر شب میں آپ بیدار ہوتے تو) میں روزانہ وضو کے لئے پانی اور دوسری ضروریات (استنجے کے لئے ڈھیلے وغیرہ) پیش کیا کرتا تھا (ایک دن) آپ نے (میری خدمت سے خوش ہوکر) فرمایا مجھ سے کچھ مانگو! تو میں نے عرض کیا میں تو جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کرتا ہوں آپ نے فرمایا اس کے علاوہ؟ میں نے عرض کیا "بس یہی" آپ نے ارشاد فرمایا: تو تم اپنے اوپر کثرت سے نفل نمازیں پڑھنے کو لازم کر کے میری مدد کرو (تو میں) جنت میں بھی تم کو اپنے ساتھ رکھ سکوں گا۔

تشریح: جلیل القدر صحابی حضرت ابوفراس اسلمی رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ محبت اور خدمت محبوب کا یہ شوق کہ دونوں جہان کی نعمتوں میں سے کسی بڑی سے بڑی نعمت کے بجائے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت جنت میں طلب کرنا ایک ایسا بے نظیر اور لاثانی جذبہ محبت ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کے علاوہ اس کی مثال نہیں ملتی ظاہر ہے کہ حاصل کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت گزاری سے خوش ہو کر فرمایا تھا: اسلمی! مانگ جو مانگتا ہے؟ اس وقت اگر یہ دونوں جہاں دنیا وآخرت کی بڑی سے بڑی نعمت بھی مانگتے تو یقیناً وہ نعمت اللہ تعالیٰ ان کو دے دیتے مگر انہوں نے جنت میں اپنے محبوب کی رفاقت کی درخواست صرف اس لئے کی کہ دنیا میں تو بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کو آپ کی صحبت ورفاقت کی سعادت نصیب ہوگئی تھی مگر اندیشہ تھا کہ کہیں جنت میں آپ کے درجات عالیہ کی رفعت کی بنا پر اس نعمت سے محروم نہ ہو جاؤں اس لئے کہ ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی محرومی نہ تھی اس لئے جنت میں آپ کی رفاقت کی درخواست کی تاکہ وہاں بھی آپ کی خدمت ورفاقت کی سعادت اور دیدار محبوب کی نعمت نصیب ہو۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے غالباً اس خیال سے کہ ممکن ہے انہوں نے بے سوچے سمجھے کہہ دیا ہو دوبارہ ارشاد فرمایا:

او غیر ذلک؟ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا: **ہو ذاک** بس میرا مدعا تو یہی ہے۔

اس سوال وجواب سے تحقیق ہوگئی کہ ان کی واحد آرزو اور سب سے بڑی خواہش یہی ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کوئی نعمت نہیں کہ محبّ ہمہ وقت محبوب کے ساتھ رہے۔ مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں اس رفاقت کی دعا کرنے سے پہلے ان کے اندر اس رفاقت کی اہلیت پیدا کرنے کی غرض سے فرمایا: **فاعنی بکثرت السجود**: تو تم میری مدد کرو کثرت سے نفلیں پڑھنے کے ذریعہ۔

یعنی اس رفاقت کی دعا اور اس کی قبولیت کے بارے میں تم میری مدد کرو اور کثرت سے نفلیں پڑھا کرو تاکہ تم محبوب رب

العالمین بن کر جنت میں میری رفاقت کی سعادت حاصل کرسکو کیونکہ جنت میں محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق وہی بن سکتا ہے جو خود بھی محبوب رب العالمین ہو اور اسی باب کی حدیث نمبر اول کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ محبوب رب العالمین کے مرتبے پر پہنچنے کا واحد ذریعہ کثرت سے نفلیں پڑھنا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے **فعلیک بکثرت السجود**. ''اپنے اوپر کثرت سے نفلیں پڑھنا لازم کرلو'' کے بجائے **فاعنی بکثرت السجود**۔ ''تو تم میری مدد کرو کثرت سے نفلیں پڑھ کر'' فرما کر انتہائی شفقت ورأفت کا اظہار فرمایا ہے یعنی میں بھی دل سے چاہتا ہوں اور میری بھی خواہش ہے کہ تم جنت میں میرے رفیق ہو مگر اس کے لئے تمہارا محبوب رب العالمین کے مرتبہ پر پہنچنا ضروری ہے اس لئے تم بکثرت نفلیں پڑھ کر میری مدد کرو اور میری خواہش کو پورا کرو سبحان اللہ۔

چنانچہ جہاں مردوں کو اللہ کے حکم کے مطابق عظیم اور پر مشقت کاموں کے انجام دینے کے بعد جنت ملتی ہے وہاں عورتوں کو اللہ کے حکم کے مطابق چند آسان ترین کاموں کو انجام دینے سے ہی جنت مل جاتی ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورت جب پانچ وقت کی نمازیں پڑھ لے ماہ رمضان کے روزے رکھ لے اور اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو اس کو اختیار ہے کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ مشکوۃ ص ۲۸۱

اسی لئے احادیث میں کسی عادۃ محال چیز کی دعا کرنے کی ممانعت آئی ہے مثلاً کوئی بوڑھا سفید ریش دعا کرے اے اللہ تو مجھے جوان اور میرے بال جوانوں جیسے کردے اگرچہ یہ قدرت خداوندی کے پیش نظر محال نہیں ہے مگر قانون فطرت کے خلاف ہے۔

اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوفراس اسلمی کے درخواست کرنے پر اسی وقت ان کے لئے جنت کی رفاقت کی دعا نہیں فرمائی باوجودیکہ ان کے اس جذبہ کو دیکھ کر آپ بھی چاہتے تھے کہ ان کو یہ سعادت حاصل ہو جائے مگر درخواست کرنے کے وقت وہ اس کے اہل نہیں تھے اس لئے پہلے اس سعادت کو حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی تدبیر بتلائی اور از راہ شفقت اس مشقت کو اپنی مدد سے تعبیر فرمایا کہ یہ تمہاری ہی خواہش نہیں ہے بلکہ میں بھی چاہتا ہوں کہ تم کو یہ سعادت حاصل ہو جائے اس لئے تم اپنی نہیں میری خواہش کو پورا کرنے کے لئے میری مدد کرو اور یہ مشقت برداشت کرو۔ سبحان اللہ کس قدر آسان ہو گیا ان کے لئے رات دن نفلیں پڑھنا کہ یہ میں اپنے محبوب کی مدد کر رہا ہوں اپنی نہیں قربان جائیے اس رافت وشفقت پر فداہ امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ آپ پر قربان) مجاہدہ کے باب سے اس حدیث کا تعلق ظاہر ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحمت کیجئے اور مجھے رزق دیجئے اور مجھے چین دیجئے۔ یا اللہ میں کم ہمتی سے، سستی، بزدلی، انتہائی بڑھاپے، قرضہ، اور گناہ سے اور عذاب دوزخ سے اور دوزخ کے فتنہ سے اور قبر کے فتنہ سے قبر کے عذاب سے مالداری کے برے فتنہ سے محتاجی کے برے فتنہ سے، زندگی اور موت کے فتنۂ سخت دلی، غفلت، تنگدستی، ذلت، بیچارگی، کفر وفسق، ضد اضدی (نفسانیت)، (لوگوں کے) سناوے، دکھاوے (ریا ونمائش)، بہرہ پن، گونگے پن، جنون، جذام، بری بیماریوں، قرضہ کے بوجھ سے فکر، غم، لوگوں کے دباؤ، اور اس سے کہ میں ناکارہ عمر تک پہنچوں، دنیا کے فتنہ، غیر نافع علم، بغیر خشوع والے دل، اس نفس سے جو سیر نہ ہو اور اس دعا سے جو مقبول نہ ہو ان سب چیزوں سے میں آپ کی پناہ پکڑتا ہوں

نفل نمازوں سے درجات کی بلندی

عن ابی عبدالله، ویقال: ابو عبدالرحمن، ثوبان مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: علیک بکثرة السجود فانک لن تسجد لله سجدة الا رفعک الله بها درجة وحط عنک بها خطیئة (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ اور بقول بعض ابوعبدالرحمٰن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا ہے آپ نے فرمایا تم کثرت سے (نفلیں پڑھنے اور) سجدے کرنے کو اپنے اوپر لازم کرلو اس لئے کہ تم جو سجدہ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کرو گے اللہ تعالیٰ ہر سجدے کے بدلے تمہارا ایک درجہ بلند فرمادیں گے اور ایک خطا معاف فرمائیں گے۔ یعنی تم جتنی زیادہ نفلیں پڑھو گے اور ان میں جتنے زیادہ سجدے کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تمہارے درجات بلند فرمائیں گے اور اسی قدر تمہاری خطائیں معاف فرمائیں گے۔

تشریح: اس باب کی سابقہ احادیث سے معلوم ہو چکا کہ کثرت سے نفلیں پڑھنا اللہ سے قرب حاصل کرنے اور محبوبیت کے مرتبہ پر پہنچنے کا یقینی ذریعہ ہے اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان نفلوں میں طول قیام کی نسبت کثرت رکوع وسجود افضل ہے اور رفع درجات اور عفو خطایا کا موجب ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ نوافل جن کے بغرض تقرب الی الله پڑھنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ ان میں نہ وقت کی قید ہے نہ تعداد کی ان میں کثرت رکوع وسجود ہی افضل ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں تصریح فرمائی ہے۔

اقرب مایکون العبدمن ربه وهو ساجد

عبدیت کا حقیقی مظاہرہ معبود کے سامنے سربسجود ہو جانے میں ہی مضمر ہے۔

اور وہ قیام لیل جس کا حکم سورۃ مزمل کے اندر ذکر فرمایا ہے اس میں طول قیام اور زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن ہی افضل ہے اسی لئے ایک سال کی اس طویل ریاضت اور مجاہدہ کے بعد اس طویل قیام اور قرأت قرآن میں تخفیف فرمادی گئی جس کی تفصیل آپ اسی باب میں پڑھ چکے ہیں۔

بعض علماء دین کا نوافل میں کثرت سجود کی ترغیب سے مطلقاً کثرت رکوع وسجود کی افضلیت پر استدلال کرنا بے محل ہے۔ واللہ اعلم

بہترین انسان

حضرت ابوصفوان عبداللہ بن بسر اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بہترین آدمی وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور اعمال اچھے ہوں۔ (ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا اور کہا یہ حدیث حسن ہے)

حدیث اپنے مفہوم اور مصداق کے اعتبار سے بالکل واضح ہے ظاہر ہے کہ حسن عمل اور نیکوکاری کی توفیق کے ساتھ ساتھ عمر دراز اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے انسان کو اپنی ذات کے لئے بھی وسیع سے وسیع تر جنت بنانے کا موقع میسر آتا ہے اور خدا کی مخلوق کے لئے بھی سایہ رحمت بنتا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

خیر الناس من ینفع الناس بہترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

اس نفع رسانی کی مختلف اور متنوع صورتیں ہیں جو تفصیل کے ساتھ احادیث میں مذکور ہیں یہی وہ ہستیاں ہوتی ہیں جن کی وفات پر زمین وآسمان بھی روتے ہیں۔

اس کے برعکس اگر حسن عمل کی توفیق کے ساتھ عمر دراز نصیب نہ ہوئی تو خدا کی مخلوق بھی زیادہ عرصہ تک اس کی نیک ذات سے فائدہ نہ اٹھا سکی خود بھی آخرت کے لئے معتد بہ ذخیرہ مہیا کرنے سے قاصر رہا یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی نیک نیتی اور حسن عمل کی بنا پر اس کی مکافات فرما دیں۔

اور اگر خدانخواستہ عمر دراز تو ہوئی مگر حسن عمل کی توفیق سے محروم رہا تب تو زمین وآسمان بھی اس کی ایذاء رسانیوں اور مضرت رسانیوں سے تنگ ہوتے ہیں اور اس کی موت کی دعائیں مانگتے ہیں اور خلق خدا بھی اور خود اپنی ذات بھی اپنی بدکاریوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے تنگ آ جاتی ہے اور زندگی وبال ہو جاتی ہے جتنی عمر دراز ہوتی ہے اسی قدر جہنم کے گونا گوں عذابوں کا ذخیرہ تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

پس ان (کی وفات پر) آسمان اور زمین نہیں روئے اور نہ ان کو مہلت دی گئی۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انسان عمر دراز کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت سمجھے اور اس کو زیادہ سے زیادہ نیکوکاریوں اور عبادات وطاعات میں صرف کردے ایک لحہ بھی ضائع نہ ہونے دے اسی کا نام مجاہدہ ہے۔

عام طور پر انسان بڑھاپے میں قویٰ اور اعضاء کے طبعی اور فطری انحطاط کی وجہ سے تنگ آ کر موت کی دعائیں مانگنے لگتا ہے حالانکہ احادیث میں موت کی دعا مانگنے کی ممانعت آئی ہے بلکہ اس کی بجائے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ذیل دعا کی تعلیم دی ہے۔

اے اللہ تو مجھے زندہ رکھ جب تک کہ زندگی میرے لئے خیر و برکت کا باعث ہو اور تو مجھے اٹھا لے جبکہ وفات میرے لئے بہتر ہو اور زندگی کو میرے لئے ہر طرح کی خیر و برکت میں زیادتی کا باعث بنا اور موت کو میرے لئے ہر قسم کے شر سے راحت پانے کا ذریعہ بنا۔

باقی پیرانہ سالی کے ضعف کی مکافات کا وعدہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

بخدا ہم نے انسان کو بہترین ساخت میں پیدا کیا پھر ہم نے پست درجہ میں لوٹا دیا۔ (بوڑھا اور ناکارہ بنا دیا)

بجز ان لوگوں کے جو (جوانی میں برابر نیک کام کرتے رہے) پس ان کیلئے (بڑھاپے میں بھی) اجر وثواب (جاری رہے گا) منقطع نہ ہوگا۔

دُعا کیجئے

اے میرے رب! میری مدد کیجئے اور میری مخالفت میں کسی کی مدد نہ کیجئے مجھے فتح دیجئے اور کسی کو میرے اوپر غالب نہ کیجئے اور میرے حق میں (اچھی) تدبیر کیجئے اور میرے مقابلہ میں کسی کی تدبیر نہ چلایئے۔ مجھے ہدایت فرمایئے اور ہدایت کو میرے آسان کردیجئے۔ جو مجھ پر زیادتی کرے اس کے مقابلہ میں میری مدد کیجئے۔ اے میرے پروردگار! مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ کو بہت یاد کیا کروں۔ آپ کا بہت شکر ادا کیا کروں، آپ سے بہت ڈرا کروں آپ کی بہت فرمانبرداری کیا کروں۔ آپ کا بہت مطیع رہوں۔ آپ سے ہی سکون پانے، آپ ہی کی طرف متوجہ ہونے والا، آپ ہی کی طرف رجوع ہونے والا رہوں۔

ایک شہید کی شاندار شہادت

عن انس رضی اللہ عنہ قال: غاب عمی انس بن النضر رضی اللہ عنہ عن قتال بدر فقال: یارسول اللہ غبت عن اول قتال قاتلت المشرکین لئن اللہ اشھدنی قتال المشرکین لیرین اللہ ما اصنع فلما کان یوم احد انکشف المسلمون (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے چچا نضر بن انس رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تو انہوں نے (ازراہ تاسف) عرض کیا: یارسول اللہ! (مجھے افسوس ہے) آپ نے مشرکین سے جو پہلی جنگ لڑی میں اس میں شریک نہ ہو سکا بخدا (آئندہ) اگر اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جنگ میں شرکت کا مجھے موقعہ دیا تو مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور دکھلا دیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں تو جب جنگ احد ہوئی (اور خلاف توقع) مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو نضر بن انس نے کہا اے اللہ جوان مسلمانوں نے کیا (خلاف توقع پسپا ہو گئے) اس کے لئے میں تجھ سے معذرت خواہ ہوں اور جوان مشرکین نے آپ کے چہرہ مبارک کو زخمی کیا اس سے میں بے تعلقی کا اظہار کرتا ہوں پھر (یہ کہہ کر) وہ آگے بڑھے تو سعد بن معاذ ان کے سامنے آگئے تو انہوں نے کہا: اے سعد بن معاذ رب کعبہ کی قسم یہ ہے جنت میں تو احد کے آگے جنت کی خوشبوئیں سونگھ رہا ہوں (اس پر) سعد نے عرض کیا: جو نضر بن انس نے کر دکھایا میں تو یارسول اللہ نہیں کر سکا انس کہتے ہیں چنانچہ (جنگ ختم ہونے کے بعد) ہم نے ان کے جسم پر اسی سے کچھ زیادہ تلواروں کے یا نیزوں کے یا تیروں کے زخم پائے اور ہم نے ان کو قتل کیا ہوا پایا (مشرکین نے ان کے ناک کان کاٹ دیئے تھے اور چہرہ مسخ کر دیا تھا اس لئے) سوائے ان کی بہن کے اور کوئی ان کو شناخت بھی نہ کر سکا ان کی بہن نے بھی صرف انگلیوں کے پوروں سے پہچانا تھا حضرت انس رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے ہم یقین رکھتے یا گمان کیا کرتے تھے کہ یہ آیت کریمہ ذیل نضر بن انس کے اور انہی جیسے دوسرے غازی مومنین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

من المؤمنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلاً (پارہ ۲۱ سورۃ الاحزاب ع:۳ آیت ۲۳)

ایمان والوں میں (کہتے ہی) ایسے لوگ ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے جس بات پر عہد کیا تھا (کہ ہم اللہ کی راہ میں جان دے دیں گے) اس کو سچا کر دکھایا پس ان میں سے بعض نے تو اپنی ذمہ داری پوری کر دی (اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے) اور بعض انتظار میں ہیں (کہ کب موقعہ آئے اور ہم جان دیں) اور ان ایمان والوں نے (اپنے عہد میں) ذرہ برابر تبدیلی نہیں کی حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہ کا یہ جذبہ اور اس پر فوراً عمل سراسر مجاہدہ ہے۔

اللہ کی راہ میں خرچ

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس زمانے میں آیت صدقہ نازل ہوئی ہے ہم لوگ عام طور پر بار برداری کی مزدوری کیا کرتے تھے تو (صدقہ کی آیت نازل ہونے کے بعد) ایک آدمی آیا اور اس نے بہت سا مال صدقہ میں دیا تو اس پر منافقوں نے (ازراہ

طنز) کہاریا کار ہے (دکھلاوے کی خاطر اتنی فیاضی دکھا رہا ہے) دوسرا شخص ایک صاع (جو) لایا تو اس پر (از راہ تمسخر) کہا اللہ تو اس کے صاع سے بے نیاز ہے (اسے اس کی ضرورت نہیں یہ بھی کیوں لایا) اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

الذین یلمزون المطوعین من المؤمنین فی الصدقات والذین لایجدون الا جهدهم فیسخرون منهم سخرالله منهم ولهم عذاب الیم (سورۃ توبہ رکوع ۱۶ آیت ۷۹)

وہ لوگ جو ایمان والوں میں سے دل کھول کر صدقہ کرنے والوں پر بھی طعن و تشنیع کرتے ہیں اوران پر بھی جن کو بجز اپنی محنت و مشقت کی مزدوری کے اور کچھ میسر نہیں ٹھٹھہ کرتے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ نے ٹھٹھہ کیا ہے اور انہی کے لئے دردناک عذاب ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا حدیث مسلمانوں کے اس دور سے متعلق ہے جبکہ انصار عام طور پر انتہائی افلاس اور عسرت کی زندگی بسر کر رہے تھے مگر اس کے باوجود ان کو اپنی آخرت کی فکر تھی صدقہ کی آیت نازل ہوتے ہی ہر شخص حسب مقدور صدقہ پیش کرتا تھا اور یہ طعن و تشنیع کرنے والے اور مذاق اڑانے والے وہی منافقین تھے جن کے حسد و نفاق کا تفصیلی بیان اس سے پہلے اسی باب کی حدیث میں آ چکا ہے اللہ تعالیٰ کا دنیا میں ان کو کچھ نہ کہنا اور آخرت میں ان کی منافقانہ حرکات پر دردناک عذاب کی خبر دینا جزاء بالمثل ہے اسی لئے مشاکلت و مشابہت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے معاملہ کو تحریہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس صدقہ سے زکوٰۃ مراد نہیں ہے اس لئے کہ زکوٰۃ تو ایسے مفلس و نادار لوگوں پر واجب ہی نہیں ہوتی بلکہ اس صدقہ سے نفلی صدقہ مراد ہے، جس کی نہ کوئی مقدار مقرر ہے نہ جنس نہ ہی اس میں صاحب نصاب ہونا اور حولان حول (سال گزرنا) شرط ہے۔ بلکہ یہ وہ صدقات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اس تقرب کا وسیلہ بنتے ہیں جس کا حال آپ اسی باب کی حدیثوں میں پڑھ چکے ہیں اور جس کے متعلق نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اتقوا النار ولو بشق تمرة (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعہ سے ہی ہو۔ بہرحال نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث کے ذریعہ امت کو توجہ دلاتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جسے آخرت کی فکر ہو اس کو چاہئے کہ خطاؤں اور گناہوں کی مغفرت اور اللہ تعالیٰ سے قرب حاصل کرنے کی غرض سے دیگر کار ہائے خیر کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ صدقہ خیرات بھی ضرور کرتا رہے۔

ہمارا حال

لیکن ہم یعنی آج کل کے عام مسلمان تو اس طرح دنیا کی اغراض و خواہشات میں مستغرق اور ڈوبے ہوئے ہیں کہ سر اٹھانے تک کی فرصت نہیں آخرت کی فکر تو کجا کبھی بھول کر بھی خیال تک نہیں آتا "وائے بر ما و بر حال ما" افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر" ہمارا حال تو یہ ہے۔

شب چو عقد نماز بر بندم   چہ خورد بامداد فرزندم

رات کو جب نماز کی نیت باندھ کر (کھڑا ہوتا ہوں) تو (ساری نماز میں یہی سوچتا رہتا ہوں) کہ صبح میرے بچے کیا کھائیں گے؟ (اور کہاں سے آئے گا)

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں ایسے خدا پرست لوگوں پر طعن و تشنیع کرنے اور مذاق اڑانے والے منافق دشمنان دین وایمان لوگ ہوئے ہیں اور حدیث شریف اور آیت کریمہ ایسے ہی دشمنان دین وایمان منافقین کی خدا دشمنی سے مسلمانوں کو آگاہ کرنے کے لئے وارد اور نازل ہوئی ہیں اور یہ ایک بڑا مجاہدہ کہ ایسے مار آستین دشمنوں کے طعن و تشنیع اور استہزاء و تمسخر کے ڈنک سہنا اور صراط مستقیم پر قائم رہنا آسان کام نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم فیمایروی عن الله تبارک وتعالیٰ انه قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ اے میرے بندو! میں نے خود اپنے اوپر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور تمہارے درمیان بھی (ایک دوسرے پر ظلم کرنے کو) حرام کیا ہے لہٰذا تم بھی ایک دوسرے پر ظلم مت کرو۔

اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص گم کردہ راہ ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں ہدایت دوں لہٰذا تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ضرور ہدایت دوں گا۔

۳۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص لباس کا محتاج ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں لباس پہناؤں گا پس تم مجھ ہی سے لباس طلب کرو میں تمہیں ضرور لباس پہناؤں گا۔

۴۔ اے میرے بندو! تم میں سے ہر شخص بھوکا ہے سوائے اس شخص کے جس کو میں کھانے کو دوں پس تم مجھ ہی سے کھانا طلب کرو میں تمہیں ضرور کھلاؤں گا۔

۵۔ اے میرے بندو! تم رات دن خطائیں اور گناہ کرتے رہتے ہو اور میں ہی تمام گناہ معاف کرتا ہوں لہٰذا تم مجھ سے گناہ معاف کراؤ میں تمہارے سب گناہ معاف کروں گا۔

۶۔ اے میرے بندو! نہ تم مجھے نقصان پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ نقصان پہنچا سکو اور نہ تم مجھے نفع پہنچانے کی قدرت رکھتے ہو کہ نفع پہنچا سکو۔

۷۔ اے میرمے بندو! اگر تم اگلے پچھلے اور جن وانس (سب کے سب) تم میں کے سب سے زیادہ عبادت گزار اور پرہیزگار آدمی کی طرح پرہیزگار بن جاؤ تو میری خدائی میں اس سے ذرہ برابر اضافہ نہ ہوگا۔

۸۔ اے میرے بندو! اگر تم اگلے پچھلے اور جن وانس (سب کے سب) تم میں کے سب سے زیادہ بدکار آدمی کی طرح بدکار بن جاؤ تو اس سے ذرہ برابر میری خدائی میں کمی نہ آئے گی۔

۹۔ اے میرے بندو! تمہارے اگلے اور پچھلے اور جن وانس (سب مل کر) کھلے میدان میں جمع ہو کر (بیک وقت) مجھ سے (اپنی اپنی حاجت کا) سوال کرو تو میں اسی وقت ہر ہر شخص کی حاجت پوری کر دوں گا اور اس سے جو خزانے میرے پاس ہیں ان میں کوئی کمی نہ آئے گی بجز اس سوئی کے جس کو سمندر میں ڈبو کر نکال لیا جائے تو اس سے سمندر کے پانی میں کچھ بھی

کمی نہیں آتی (ایسے ہی تم میں سے ہر ایک سوال پورا کر دینے سے میرے خزانوں میں ذرا بھی کمی نہ آئے گی)

۱۰۔ اے میرے بندو! (یہ جزاء وسزا) تو تمہارے (اچھے برے) اعمال ہی ہیں جن کو میں تمہارے لئے (اعمالناموں میں) جمع کرتا رہتا ہوں پھر قیامت کے دن تم کو وہی پورے کے پورے دے دوں گا تو جس کو جزائے خیر ملے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے (کہ اسی نے نیک کاموں کی توفیق دی) اور جو اس کے سوا پائے (یعنی جو اپنے اعمال بد کی سزا پائے) اس کو خود اپنے کو برا کہنا چاہئے (کہ نہ شیطان کے کہنے میں آ کر برے کام کرتا نہ سزا بھگتا)

سعید (اس حدیث کے راوی) نے بیان کیا کہ ابو سعید خولانی جب اس حدیث کو روایت کرتے تو (غلاموں کی طرح) باادب دوزانو بیٹھ جایا کرتے۔ مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا فرماتے ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: اہل شام کی حدیثوں میں اس حدیث سے زیادہ شریف (شرف والی) کوئی حدیث نہیں ہے۔

تشریح: یہ حدیث قدسی خود آپ اپنی شرح ہے کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں ایک طرف اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی، بے پایاں اور لاثانی قدرت اور عظمت وجلال کا مظہر ہے تو دوسری طرف بندوں سے بے پایاں محبت وشفقت اور رحمت ورأفت اس خطاب سے مترشح ہے درحقیقت رب جلیل کے اس مشفقانہ خطاب اور ذرہ نوازی کا تقاضا یہی ہے کہ حضرت ابوادریس خولانی کی طرح نیازی مند اور فرمانبردار غلاموں کی طرح باادب اور دوزانو بیٹھ کر سر تسلیم خم کریں اور اس حدیث کو بیان کریں یا پڑھیں اور سنیں نیز بہت اچھا ''یا درست'' فرمایا وغیرہ مناسب الفاظ میں اور تشکر آفرین انداز میں جواب دیں۔

علمی تحقیق

یہ حدیث قدسی ایک اہم علمی تحقیق کے لئے بھی روشن دلیل ہے وہ ایک مشہور ومعروف مسئلہ ہے کہ جزا عین عمل ہے یا عمل کے علاوہ ہے؟ محققین کے نزدیک بندوں کے تمام اچھے یا برے گوناگوں اعمال وافعال باقی رہتے ہیں فنا نہیں ہوتے گو ہمیں نظر نہ آئیں اور یہی گوناگوں اعمال صالحہ اور حسنات آخرت میں گوناگوں نعیم جنت کی صورت اختیار کر لیں گے اور یہی اعمال سیئہ (برے اعمال) آخرت میں گوناگوں عذاب جہنم کی شکل اختیار کر لیں گے اس مسئلہ کا عنوان ہے ''تجسد اعمال''

اس تحقیق کے ثبوت میں اگر چہ قرآن وحدیث کی بے شمار نصوص اور تصریحات موجود ہیں اس کے باوجود ظاہر پرست علماء عقلیت پرست یونانی فلسفہ سے متاثر لوگ (معتزلہ) اس حقیقت کا انکار کرتے ہیں اور صریح آیات واحادیث میں طرح طرح کی تاویلیں کرتے ہیں شاعر مشرق علامہ اقبال نے اس حقیقت کا اظہار ذیل کے شعر میں کیا ہے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

دعا کیجئے

اے میرے پروردگار! میری توبہ قبول کیجئے اور میرے گناہ دھو دیجئے۔ اور میری دعا قبول فرمائیے اور میری (دینی) حجت قائم فرمائیے اور میری زبان درست رکھئے، میرے دل کو ہدایت پر رکھئے اور سینہ کی کدورت نکال دیجئے۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیمایروی عن اللہ تبارک وتعالیٰ انہ قال:

ترجمہ: سعید بن عبد العزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہماری زندگی میں یقین کے فوائد

اگر آج مسلمان یقینی طور پر اس جزا و سزائے اعمال کی حقیقت کو باور کرلیں کہ جو چھوٹے بڑے گناہ، فسق و فجور، بدکاری وحرام خوری لوگوں پر ظلم وستم اور حق تلفیاں ہم شب و روز کرتے رہتے ہیں چاہے کتنے ہی خفیہ طور پر کریں کسی متنفس کو بھی پتہ نہ چلنے دیں ان کے ارتکاب کا کوئی ثبوت اثر ونشان وغیرہ بھی نہ چھوڑیں ان کی کوئی اذیت تکلیف یا عذاب بھی محسوس نہ ہو حتیٰ کہ ہم بالکل پاک وصاف اور متقی و پرہیزگار نظر آئیں تب بھی یہ گناہ (جرائم) ہرگز فنا نہیں ہوتے مٹ نہیں جاتے بلکہ ہمارے وجود کے ساتھ باقی اور چمٹے رہتے ہیں صرف اتنا ہے کہ اس زندگی میں ہمیں محسوس نہیں ہوتے نہ ان کی اذیت وتکلیف یا کسی قسم کا عذاب ہی محسوس ہوتا ہے لیکن مرنے کے بعد آخرت میں یہی ہماری سیہ کاری، نافرمانیاں چھوٹے بڑے گناہ کفریہ وشرکیہ اعمال وافعال ظلم وجور جہنم کے ان ہولناک عذابوں کی شکل اختیار کرلیں گے جن کی خبر قرآن وحدیث میں دی گئی ہے الا یہ کہ ہم توبہ واستغفار اور مکفرات (وہ عبادتیں جو گناہ کا کفارہ بنتی ہیں) کے ذریعہ ان گناہوں کا ازالہ کرلیں اور دنیا میں ہی ان سے چھٹکارا حاصل کرلیں حقوق العباد ہوں تو ان کو ادا کریں یا معاف کرالیں ورنہ تو انہی سیاہ کاریوں حرام خوریوں حق تلفیوں اور فسق وفجور کفر وشرک کی آگ میں ہم ہمیشہ ہمیشہ جلتے اور تڑپتے رہیں گے اور جیسے زندگی بھر ہم نے ان گناہوں کو نہیں چھوڑا ایسے ہی آخرت میں یہ گناہ ہمیں نہیں چھوڑیں گے دنیا کی زندگی فانی تھی موت آنے پر ختم ہوگئی آخرت کی زندگی ابدی اور نہ ختم ہونے والی ہے وہاں موت نہ آئے گی اس لئے خود کردہ عذاب سے کبھی بھی چھٹکارا نصیب نہ ہوگا۔

اسی طرح ہمارے تمام اعمال صالحہ تمام عبادتیں اور طاعتیں غرض تمام نیکوکاریاں ہرگز فنا نہیں ہوتیں بلکہ باقی اور ہمارے ساتھ رہتی ہیں گو ہمیں اپنی اس زندگی میں نظر نہ آئیں نہ ان کی موجودگی کا کوئی اثر مسرت وفرحت لطف ولذت محسوس ہو بلکہ ہم تو اپنی جہالت کی بنا پر یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے ناگوار حالات کے باوجود مسجد میں جا کر نماز پڑھ لی سخت گرمی اور بھوک پیاس کی شدت کے باوجود روزے رکھ لئے مال کی فطری محبت کے باوجود سال پورا ہوتے ہی پورے مال کی زکوٰۃ نکال دی سفر کی دشواریوں کے باوجود حج وعمرہ کرلیا قصہ ختم ہوا ہمیں کیا ملا ہم تو ویسے کے ویسے رہے جیسے پہلے تھے لیکن یہ قطعاً جہالت، شیطان کا فریب اور مکار نفس کا دھوکا ہے درحقیقت وہ ہماری نمازیں جوں کی توں باقی اور ہمارے ساتھ ہیں وہ روزے بھی جو ہم نے رکھے ہیں موجود ہیں جو زکوٰۃ خیرات ہم نے نکالی وہ بھی کہیں نہیں گئی

ہمارے ساتھ ہے حج وعمرہ بھی اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ موجود وبرقرار ہیں اسی طرح تمام عبادات وحسنات ہمارے ساتھ موجود ہیں صرف اتنا ہے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتیں نہ ان کے موجود ہونے کا ہم کوئی اثر محسوس کرتے ہیں لیکن مرنے کے بعد آخرت میں یہی عبادات وطاعات' اعمال صالحہ وحسنات ایسی حسین وجمیل صورت میں ہمارے سامنے آئیں گی کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا نہ کسی بشر کے وہم وخیال میں آئی ہوں گی یہی وہ نعیم جنت ہیں جن کے حصول کی بشارت قرآن کریم اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم' نے دی ہے اور ہمیشہ ہمیشہ ہم اس ابدی عیش وعشرت اور دائمی لطف وسرور میں ان نشاط آفرین حسنات سے محظوظ اور لطف اندوز ہوتے رہیں گے اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے اس معجز خطاب میں فرمایا ہے۔

یہ (جزاوسزا) تو تمہارے (اچھے برے) اعمال ہی ہیں جن کو میں تمہارے لئے (اعمال ناموں میں) جمع کرتا رہتا ہوں پھر قیامت کے دن وہی پورے کے پورے تمہیں دے دوں گا تو جس کو (جزا) خیر ملے اس کو چاہئے کہ وہ اللہ کا شکر ادا کرے (کہ اسی نے نیک کاموں کی توفیق دی) اور جو اس کے سوا پائے (یعنی جو اعمال بد کی سزا پائے) اس کو خود اپنے کو برا کہنا چاہئے (کہ نہ شیطان کے کہنے میں آکر برے کام کرتا نہ سزا بھگتا)

اس زمانہ میں اس حقیقت کے یقین کا فائدہ

اگر مجازات اعمال کی اس حقیقت کا ہمیں یقین ہو جائے تو یقیناً ہماری سیاہ کاریوں حرام خوریوں اور اپنے بھائیوں کی حق تلفیوں اور چھوٹے بڑے گناہوں میں کافی حد تک کمی آجائے نیز ان کے جلد از جلد ازالے اور ان سے چھٹکارا حاصل کرنے کی غرض سے توبہ واستغفار اور مکفرات کی اہمیت وضرورت کا شدت سے احساس اور فکر ہو جائے اسی لئے رب العالمین نے اس خطاب قدسی میں مجازات اعمال کی حقیقت بتلانے سے پہلے باہمی ظلم وجور اور حق تلفی سے منع فرمایا اور شب وروز توبہ واستغفار کرنے کی طرف توجہ دلائی اور توبہ کی قبولیت اور گناہوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا۔

ہم یہاں "گلے از گلزارے" یعنی نمونہ کے طور پر قرآن کریم کی صرف دو آیتیں اور دو صحیح حدیثیں پیش کرتے ہیں جن میں جزا کے عین عمل ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔ یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

جو لوگ ظلماً یتیموں کا مال کھاتے ہیں اس کے سوا نہیں کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ (کے انگارے) بھرتے ہیں اور عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) وہ بھڑکتے ہوئے (آگ کے) شعلوں میں داخل ہوں گے۔

اس آیت کریمہ میں تصریح ہے کہ یتیموں کے مال کے چرب وشیریں لقمے درحقیقت آگ کے انگارے ہوتے ہیں جن سے وہ لوگ اپنا پیٹ بھرتے ہیں صرف اتنا ہے کہ اس زندگی میں ان کی سوزش اور جلن محسوس نہیں ہوتی مرنے کے بعد وہی انگارے اپنی پوری سوزش کے ساتھ بھڑکنے لگیں گے اور ان کی آگ میں ظلماً یتیموں کا مال کھانے والے جلیں گے اور جلتے رہیں گے۔ سونے اور چاندی کے خزانے جمع کرنے والوں کے متعلق ارشاد ہے۔

اور جو لوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے (اور سینت سینت کر رکھتے ہیں) اور انکو اللہ کی راہ میں (یعنی اس حکم کے مطابق) خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو جس دن ان سونے چاندی کے خزانوں کو آگ میں تپایا جائے گا پھر ان سے ان کی پیشانیوں اور پہلوؤں اور پشتوں کو داغا

جائے گا (اور جب وہ چیخیں چلائیں گے تو) ان سے کہا جائے گا یہ تو وہی (سونا اور چاندی) ہے جس کے خزانے تم نے اپنے لئے جمع کئے تھے اب چکھو اپنے جمع کئے ہوئے خزانوں کا مزہ۔

یہ آیت کریمہ تو صریح دلیل ہے اس امر کی وہی سونے چاندی کے خزانے جن کے حاصل کرنے کے لئے دنیا میں دولت مندوں کے سامنے پیشانیاں رگڑی تھیں اور حاصل کرنے کے بعد محبوب کی طرح انہیں سینے سے لگا کر رکھا تھا اور اس میں سے ایک پائی بھی اللہ کی راہ میں اور اس کے حکم کے مطابق خرچ کرنے میں تکلیف محسوس کرتے اور بخل کرتے تھے قیامت کے دن اسی حرص وطمع مال کی آگ میں انہیں سونے چاندی کی سلاخوں کو تپا کر انہی پیشانیوں کو ان سے داغا جائے گا جو مال حاصل کرنے کے لئے رگڑی تھیں اور انہی پہلوؤں پر ان سونے چاندی کی تپائی ہوئی سلاخوں سے داغ لگائے جائیں گے جن کو دنیا میں سینے سے لگا کر رکھا تھا معلوم ہوا مال جمع کرنے کی حرص وطمع دراصل ایک آگ ہے جس میں جمع کردہ سونے چاندی کی سلاخوں کو تپایا گیا تھا مگر دنیا میں نہ ان لوگوں کو اس آگ کا احساس تھا نہ ان تپی ہوئی سلاخوں کا مرنے کے بعد اس عذاب کا احساس ہوگا اور جب وہ تکلیف کی شدت سے چیخیں وچلائیں گے تو ان کی توبیخ وسرزنش کے طور پر عذاب دینے والے فرشتے کہیں گے اب کیوں چلاتے ہو یہ وہی تمہارے محبوب خزانے تو ہیں جو تم نے اپنے لئے جمع کئے تھے دنیا میں تو تم انکا مزہ نہیں چکھ سکے اب آخرت میں ان کا مزہ چکھو معلوم ہوا کہ مال کی حرص وطمع اور اللہ کے حکم کے مطابق اس کو خرچ کرنے میں بخل خود ایک عذاب ہے مگر دنیا میں اس عذاب کی تکلیف کا احساس نہ تھا مرنے کے بعد ہوگا۔

اسی طرح پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم ذیل کی حدیث میں خطاؤں کے انسان کے جسم میں داخل اور وضو کامل سے ان کے خارج ہونے کی خبر دیتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمیں بخش دیجئے، ہم پر رحم فرمائیے، ہم سے راضی ہو جائیے ہمیں جنت میں داخل فرمائیے، دوزخ سے ہمیں بچا لیجئے اور ہمارے سب حال درست کر دیجئے۔

اے اللہ! ہمارے دلوں میں الفت پیدا فرما دیجئے اور ہمارے آپس کے تعلقات درست فرمائیے۔ ہمیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالئے۔ ہمیں بے حیائیوں سے جو ظاہری ہوں یا باطنی (دونوں سے) الگ رکھئے ہماری سماعتوں، بینائیوں، دلوں، ہماری بیویوں، ہماری اولادوں میں برکت عطا فرمائیے۔ اور ہماری توبہ قبول فرمائیے بے شک آپ ہی تو توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں اور ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گزار، ثنا خواں، نعمتوں کے قابل بنائیے اور انہیں ہم پر پورا فرمائیے۔ یا اللہ میں آپ سے امور (دین) میں ثابت قدمی طلب کرتا ہوں آپ سے اعلیٰ صلاحیت طلب اور آپ سے آپ کی نعمتوں کے شکریہ کی توفیق اور اچھی عبادت کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے سچی زبان، قلب سلیم اخلاق صحیح اور آپ سے وہ بھلائی مانگتا ہوں جسے آپ جانتے ہیں اور آپ سے اس گناہ سے معافی چاہتا ہوں جسے آپ جانتے ہیں۔ بے شک آپ ہی ہر غائب کو جاننے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب

عن سعیدبن عبدالعزیزعن ربیعة بن یزیدعن ابی سعیدالخولانی عن ابی ذرجندب بن جنادة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیمایروی عن اللہ تبارک وتعالیٰ انہ قال:

ترجمہ: سعید بن عبدالعزیز، ربیعہ بن یزید سے اور ربیعہ ابوسعید خولانی سے اور ابوسعید، ابوذر جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عبداللہ صنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مومن بندہ وضو کرنے بیٹھتا ہے تو جب کلی کرتا ہے تو اس کے منہ (اور زبان) کی تمام خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب ناک سنکتا ہے تو ناک کی (یعنی ناک کے ذریعہ کی ہوئی) خطائیں نکل جاتی ہیں اور جب چہرہ دھوتا ہے تو چہرہ کی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے بھی (یعنی نگاہوں کے ذریعہ کی ہوئی خطائیں بھی) پھر جب اپنے دونوں ہاتھ (کہنیوں تک) دھوتا ہے تو دونوں ہاتھوں سے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی، پھر جب سر کا مسح کرتا ہے تو سر سے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ کانوں سے کی ہوئی خطائیں بھی، پھر جب اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے ذریعے کی ہوئی خطائیں نکل جاتی ہیں یہاں تک کہ پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی اس کے بعد اس کا مسجد چل کر جانا اور نماز (باجماعت) پڑھنا اس کے لئے مزید ثواب کا موجب ہوتا ہے (امام مالک اور نسائی نے روایت کیا (مشکوٰۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان اپنے بدن کے جن اعضاء سے خطاؤں کا ارتکاب کرتا ہے وہ خطائیں ان اعضاء میں غیر محسوس طور پر داخل اور پیوست ہو جاتی ہیں اور وہ اعضاء ان خطاؤں سے اسی طرح آلودہ ہو جاتے ہیں جیسے غیر مرئی (نظر نہ آنے والی) نجاستوں سے گندے ہو جاتے ہیں اور جس طرح گندے اعضاء پانی سے دھونے سے پاک ہو جاتے ہیں بدن گندگی سے پاک ہو جاتا ہے اسی طرح مسنون طریقے پر کامل وضو کرنے سے خطاؤں کی گندگی نکل کر دور ہو جاتی ہے اور انسان ظاہری نجاستوں کی طرح باطنی نجاستوں سے بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کے بعد پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز مزید برآں رفع درجات کا موجب ہوتی ہے خطاؤں کا خروج جس کی اس حدیث میں تصریح ہے تجسد اعمال کی بین دلیل ہے۔

۲۔ اسی طرح حدیث ذیل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاؤں کو آگ سے تعبیر فرمایا ہے، جس میں انسان غیر محسوس طریق پر جلتا رہتا ہے اور صدقہ کو پانی سے تعبیر فرمایا ہے جو خطاؤں کی غیر محسوس اور نظر نہ آنے والی آگ کو بجھاتا ہے ارشاد ہے۔

الصدقة تطفیء الخطایا کمایطفیء الماء النار

صدقہ کرنا خطاؤں (کی آگ) کو اسی طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے

اطفاء کا لفظ عربی زبان میں لگی ہوئی آگ بجھانے کے لئے مخصوص ہے اس لئے یہ حدیث بھی تجسد اعمال کی روشن دلیل ہے گویا خطائیں ایک غیر مرئی آگ ہیں جس میں ارتکاب کرنے والا

جلتا ہے مگر جلنے کو محسوس نہیں کرتا اور صدقہ اس آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اس کے برعکس سرکشوں یعنی کفار و مشرکین و منکرین کو جزاء وسزا کے لئے سب سے بڑا عذاب جہنم کا سالہا سال لامتناہی عذاب ہوگا جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے پہلی آیت میں فرمایا ہے۔

جزآء وفاقاً (پارہ نمبر۳۰ سورہ النباء ۱۱ آیت۲) ایسی سزا جو (جرم کے) مطابق ہے۔

یعنی یہ سالہا سال لامتناہی عذاب ان کے جرم یعنی کفر وشرک اور انکار جزاء وسزا پر عمر بھر اصرار کے موافق و مطابق ہے اس لئے کہ جیسے ان مجرموں نے دنیا کی پوری زندگی کفر وشرک اور انکار حق اور اس پر اصرار میں گزاری اب آخرت کی پوری زندگی جہنم کے عذاب میں گزارنی ہوگی اس لحاظ سے سزا جرم کے مطابق ہے یہ دوسری بات ہے کہ دنیا کی زندگی چندروزہ تھی یا چند سالہ تھی ختم ہو گئی آخرت کی زندگی ابدی اور لامتناہی ہے ختم نہیں ہوسکتی۔

بہر حال تجسد اعمال اور جزاء وسزا کے عین عمل ہونے کا عقیدہ اس زمانہ کے گوناگوں گناہوں اور نافرمانیوں کے بھنور میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کی اصلاح اور بہبودی کے لئے نہایت مؤثر اور تریاق کی طرح کارگر ہے۔

واللہ اعلم وباللہ التوفیق

دُعا کیجئے

اے اللہ! میری بخشش فرمایئے جو کچھ (گناہ) میں نے پہلے کیا اور بعد میں کیا اور جو میں نے پوشیدہ اور اعلانیہ کیا اور اس (گناہ) کو بھی جو آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمیں اپنی خشیت سے اتنا حصہ عطا فرمایئے کہ (وہ) ہمارے اور ہمارے گناہوں کے درمیان حائل ہو جائے۔ اور اپنی فرمانبرداری کا اتنا حصہ عطا فرمایئے کہ اس کے ذریعے سے آپ ہمیں اپنی جنت میں پہنچا دیجئے اور یقین سے اتنا حصہ کہ اس سے ہم پر دنیا کی مصیبتیں آسان ہو جائیں اور ہماری سماعتیں، بینائیاں اور ہماری قوت کو کام میں رکھئے جب تک کہ آپ ہمیں زندہ رکھیں۔ اور اس کی خیر کو ہمارے بعد باقی رکھئے اور اس سے ہمارا انتقام لیجئے جو ہم پر ظلم کرے اور جو ہم سے دشمنی کرے ہمیں اس پر غلبہ دیجئے اور ہمارے دین میں ہمارے لئے مصیبت نہ ڈالئے اور دنیا کو ہمارا مقصود اعظم نہ بنایئے اور نہ ہماری معلومات کی انتہا ہو، نہ ہماری رغبت کی منزل مقصود، اور اس کو ہم پر حاکم نہ کیجئے جو ہم پر نامہربان ہو۔ اے اللہ ہمیں (نعمتوں اور راحتوں کے لحاظ سے) بڑھایئے اور مت گھٹایئے۔ اور ہمیں آبرو دیجئے۔ اور ہمیں خوار نہ کیجئے، ہمیں عطا فرمایئے اور محروم نہ کیجئے اور ہمیں بڑھائے رکھئے اور دوسروں کو ہم پر نہ بڑھایئے اور ہمیں خوش رکھئے اور ہم سے خوش رہئے۔

اے اللہ! میرے دل میں میری سعادت ڈال دیجئے۔

اے اللہ! مجھے نفس کی برائی سے محفوظ فرمایئے اور مجھے اپنے امور کی اصلاح کرنے کی ہمت دیجئے۔ میں اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت دونوں میں عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

زندگی میں زیادہ اعمال صالحہ کرنے کی ترغیب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولم نعمر کم مایتذ کر فیه من تذ کر و جآء کم النذیر (س' فاطر آیت ۳۷)

کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں دی جس میں وہ شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور خبردار کرنے والا بھی تمہارے پاس آچکا ہے۔ آیت کریمہ کی تفسیر اور اس عمر کی تعیین کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ چار اقوال نقل کرتے ہیں۔
۱۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور ان کے علاوہ دوسرے محققین کے قول کے مطابق اس آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کیا ہم نے تمہیں ساٹھ سال کی عمر نہیں دی؟ اس قول کی تائید صحیح بخاری کی وہ پہلی حدیث بھی کرتی ہے جو ہم نے اسی باب کے ذیل میں نقل کی ہے۔ ۲۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ عمر اٹھارہ سال ہے۔ ۳۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ عمر چالیس سال ہے حسن کلبی اور مسروق سے بھی یہی قول منقول ہے اسی طرح حضرت ابن عباس سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے اور اسی کی تائید میں اہل مدینہ کا تعامل نقل کیا ہے کہ جب ان میں سے کسی کی عمر چالیس سال کو پہنچ جاتی تو وہ (دنیا کے تمام کاروبار چھوڑ دیتا اور شب و روز) عبادت میں مشغول ہو جاتا۔ ۴۔ اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ بلوغ کی مدت ہے (یعنی جب انسان بالغ ہو جائے خواہ پندرہ برس کی عمر میں خواہ اٹھارہ سال کی عمر میں) اور اللہ تعالیٰ کے قول وقد جآء کم النذیر (اور خبردار کرنے والا بھی تمہارے پاس آچکا) کا مصداق حضرت عبداللہ بن عباس اور عام مفسرین کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے اور (حضرت ابن عباس کے شاگرد) حضرت عکرمہ اور ابن عبیدؒ وغیرہ کے نزدیک اس کا مصداق بڑھاپا ہے۔ واللہ اعلم

ان اقوال و آراء کا تجزیہ

تشریح: دوسرا اور چوتھا قول اس پر مبنی ہے کہ بالغ ہونے سے پہلے انسان مکلف ہوتا ہی نہیں لہٰذا ایک نابالغ بچے یا لڑکے کو نصیحت نہ حاصل کرنے اور خبردار کرنے والے کی بات نہ سننے اور نہ ماننے پر سرزنش کیسے کی جاسکتی ہے نہ یہ عقل کا تقاضا ہے نہ شریعت کا حکم ہے۔ تیسرا قول اہل مدینہ کے تعامل پر مبنی ہے ان کا یہ تعامل عہد نبوت یا قرب عہد نبوت کے فیوض و برکات پر مبنی ہے اور ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں مخاطب صرف اہل مدینہ یا صرف اس امت کے کفار ہی نہیں ہیں بلکہ نوع انسانی کے تمام ہی کافروں کو یہ سرزنش کی جائے گی۔ مصنف رحمہ اللہ کے انداز بیان سے نیز بخاری شریف کی آنے والی حدیث سے پہلے قول کی تائید ہوتی ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث امام بیہقی کی کتاب شعب الایمان میں اس سے زیادہ تفصیل سے آئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا آواز دے گا ساٹھ سال کی عمر والے کہاں ہیں؟ (سامنے آئیں) اور یہی ساٹھ سال وہ عمر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ذکر فرمایا ہے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہیں

دی جس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہے وہ نصیحت حاصل کر سکتا ہے اور خبردار کرنے والا بھی تمہارے پاس آ چکا ہے۔

علاوہ ازیں مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ذیل کی حدیث میں اپنی امت کی عمریں ساٹھ اور ستر سال کے درمیان بتلائی ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں بہت کم لوگ ہوں گے جو ستر سے تجاوز کریں گیا (مشکوۃ)

تشریح: اللہ تعالیٰ ظاہر ہے کہ یہ سرزنش مکلف اور بالغ لوگوں کو ہی فرمائیں گے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ بالغ ہوتے ہی انسان طبعاً اور فطرتاً دنیوی امور میں منہمک اور مستغرق ہو جاتا ہے ایک طرف تمام فطری اور خلقی جذبات وخواہشات شباب پر ہوتی ہیں ان کے تقاضے عقل وخرد سے بیگانہ بنا دیتے ہیں دوسری طرف معاشی ذمہ داریاں بھی اس پر عائد ہو جاتی ہیں بیوی بچوں کے تقاضے بالکل ہی اندھا بنا دیتے ہیں اس لئے اوائل شباب اور چڑھتی جوانی کے زمانہ میں وہ آخرت سے غافل اور دنیا میں منہمک اور مستغرق ہو جانے میں فی الجملہ معذور ہے لیکن تیس سال کی عمر کے بعد ایک طرف چڑھتی جوانی کے جذبات وخواہشات میں انحطاط شروع ہو جاتا ہے دوسری طرف اس دس سالہ معاشی اشتغال اور کاروباری تجربات کی وجہ سے نفع نقصان اور خیر وشر کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے ہر کام کے عواقب ونتائج پر نظر رکھنے اور غور وفکر کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور چالیس سال کے بعد تو زندگی میں ہر پہلو سے اعتدال اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے اولاد بڑی حد تک کاروبار کو سنبھالنے کے قابل ہو جاتی ہے دنیا کی بے ثباتی عیاں ہو جاتی ہے اور اس زندگی کے بعد کسی دوسری زندگی کا شعور بیدار ہو جاتا ہے (تعامل انصار اسی پر مبنی تھا وہ چونکہ ایمان باللہ اور آخرت پر یقین رکھتے تھے عہد نبوت کے انوار سے ان کے قلوب منور تھے اسی لئے وہ چالیس سال کی عمر کے بعد اپنے آپ کو دنیوی کاروبار سے آزاد اور آخرت کے لئے فارغ کر لیا کرتے تھے) اور ساٹھ سال کے بعد تو جسمانی اعضا اور قویٰ میں نمایاں انحطاط شروع ہو جاتا ہے اور ستر سال کی عمر میں تو ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء بالکل ہی جواب دینے لگتے ہیں عقل وخرد اور بینائی وشنوائی وغیرہ وجسمانی قوتیں انسانی عزائم کے ساتھ دینے سے انکار کر دیتی ہیں اور انسان ہار مان لینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اور اعتراف کر لیتا ہے کہ میں بوڑھا اور ناکارہ ہو گیا اس عمر میں پوری طرح موت اور مابعد الموت کی فکر اس پر سوار ہو جاتی ہے۔

یہ عام طور پر اس امت مرحومہ کے افراد کی دنیاوی زندگی کے ارتقاء وانحطاط کا عمومی معیار ہے شاذ ونادر ہی اس امت کے افراد اس سے مستثنیٰ ہوتے ہیں جیسا کہ اس امت مرحومہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے الفاظ **اقلھم یجوز ذلک** (اور بہت کم لوگ ہونگے جو اس عمر سے تجاوز کریں گے) سے ظاہر ہے۔

باقی یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ خطاب اور سرزنش صرف اس امت کے کفار کو ہی نہ ہوگی بلکہ نوع انسانی کے تمام کفار اس کے مخاطب ہوں گے اور امم سابقہ کی عمریں اس امت کی بنسبت بہت زیادہ دراز ہوئی ہیں ان کی زندگی کا ارتقاء وانحطاط بھی اس امت سے مختلف ہوگا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مدت عمر کو مبہم کہا صرف اتنا فرمایا کہ تمہیں اتنی عمر ضرور دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والے نصیحت حاصل کر سکتے ہیں اس کے باوجود تمہاری آنکھیں نہ کھلیں اور اپنے خالق ومالک رب العالمین کو نہ پہچانا اور آخرت کی فکر نہ کی۔

اس لحاظ سے نذیر کا مصداق بڑھاپا صحیح معلوم ہوتا ہے

واللہ اعلم بالصواب وعلمہ اتم

ساٹھ سال کی عمر پانیوالے کے پاس کوتاہی کرنیکا کوئی عذر نہیں

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: اعذر الله الی امریء اخر اجله حتی بلغ ستين سنة (بخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لئے کسی عذر کی گنجائش نہیں چھوڑی جس کی عمر دراز کی یہاں تک کہ ساٹھ سال کو پہنچ گیا (اور پھر بھی اسے خدایاد نہ آیا اور آخرت کی کوئی فکر نہ کی) (صحیح بخاری)

تشریح: اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک طرف انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ شر اور خیر دونوں کے محرکات خلقتاً اس کی فطرت میں ودیعت فرما دیئے ارشاد ہے **الهمها فجورها وتقوٰی لها** (بدکاری اور پرہیزگاری دونوں کے محرکات اس کے دل میں ڈال دیئے) دوسری طرف دنیاوی لذائذ میں مقناطیسی کشش اس قدر رکھی کہ انسان ان کی طرف کھچے بغیر نہیں رہ سکتا ارشاد ہے:

ہم نے زمین پر جتنی چیزیں ہیں ان کو زمین کی زینت (اور پرکشش) بنایا تاکہ ان کو آزمائیں کہ ان میں کون عمل کے اعتبار سے زیادہ اچھا ہے۔

ہر قدم پر خدا سے غافل اور گناہ پر آمادہ کرنے والی مرغوب اور لذیذ چیزیں پیدا فرما کر انسان کی دسترس میں دیدیں اور اس کے ساتھ انبیاء ورسل کے ذریعہ اپنے احکام بھیجے کہ دیکھو ان تمام دل آویز چیزوں کو ہمارے احکامات کی حدود میں رہ کر استعمال کرنا خبردار ان شرعی حدود سے قدم باہر نہ نکلے۔ بقول شاعر۔

اندرون قعر دریاتختہ بندم کردۂ
بازمی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

بیچ دریا میں کھڑا کر دیا اور پھر حکم ہے کہ خبردار دامن تر نہ ہو (گناہ کا ارتکاب نہ ہو)

اس لئے بلوغ کے بعد جنسی جذبات کا اتنا زور اور نفسانی خواہشات کا ایسا طوفان برپا ہوتا ہے کہ اس طوفان میں بہہ کر اللہ تعالیٰ سے غافل اور آخرت سے بے پرواہ اور بےفکر ہو جانا کچھ بعید نہیں اس ہیجان میں کچھ کمی آتی ہے تو معاشی الجھنیں اور افکار علاوہ ازیں دنیاوی مصروفیتیں اس قدر گھیر لیتی ہیں کہ بقول شاعر۔

شب چوعقد نواز بربندم چہ خورد بامداد فرزندم

''رات کو جب نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہوں تو اس وقت یہی فکر سوار ہوتی ہے کہ صبح بچوں کے کھانے کو کہاں سے آئے گا''

اور یہ افکار پریشان نہ صرف اللہ تعالیٰ اور آخرت کو بھلا دیتے ہیں بلکہ احکام الٰہیہ کو بھی پس پشت ڈال دینے پر مجبور کر دیتے ہیں اور حرام وحلال کا امتیاز بھی ختم ہو جاتا ہے۔

زندگی کے یہ دونوں بحرانی دور گزر جانے کے بعد ایک طرف زندگی میں کچھ ٹھہراؤ سکون واعتدال پیدا ہوتا ہے دوسری طرف سفید بال تازیانہ عبرت بن کر ہر وقت موت اور مابعدالموت کو یاد دلاتے رہتے ہیں اس وقت یہ فکر ضرور لاحق ہوتی ہے کہ آخرت کے لئے اب تک کچھ نہیں کیا اللہ تعالیٰ کے سامنے کس منہ سے جاؤں گا۔

لیکن اگر اس عمر کے بعد بھی درازی عمر اور حرص مال وزر میں پڑ کر خدا یاد نہ آیا اور آخرت کی فکر نہ ہوئی تو یقیناً اس شخص کے پاس خدا ناشناسی اور آخرت فراموشی کا کوئی عذر نہ رہا ایسے لوگوں کو

ہی اس توبیخ وسرزنش اور عتاب وعذاب کا نشانہ بننا پڑے گا۔

باقی وہ خدا ترس لوگ جنہوں نے زندگی کے ہر دور میں پھونک پھونک کر قدم رکھا اور احکام الٰہیہ کی حدود سے حتی الامکان قدم باہر نہ رکھا اور اگر کبھی بتقاضائے بشریت کوئی بے اعتدالی ہوگئی اور گناہ سرزد ہوگیا تو فوراً توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرلی وہ تو

بیشک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے (اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں) پھر (مرتے دم تک اس پر) ثابت قدم رہے ہیں ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ نہ تم کسی چیز کا خوف کرو اور نہ غم کرو اور تمہیں ہم اس جنت کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا (اور) ہم تمہارے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار رہے اور آخرت میں بھی (تمہارے مددگار رہیں گے) اور اس جنت میں تمہارے لئے ہر وہ چیز مہیا ہوگی جس کو تمہارے دل چاہیں گے اور جو تم مانگو گے یہ (خاطر مدارات) تمہارے مغفرت کرنے والے مہربان رب کی طرف سے (تمہاری) مخصوص مہمانی ہے۔

یہی اصحاب استقامت اس بشارت عظمیٰ اور خداوندی مہمان نوازی کے مستحق ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے ضرور پورا ہوگا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو بھی اس دوسرے اہل ایمان کے گروہ میں شامل فرمالیں اور ہمیں ساری زندگی خوف خدا اور فکر آخرت میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائیں ذیل کی مسنون دعا یاد کرلیجئے اور ہمیشہ مانگا کیجئے۔

اے اللہ تو مجھے ایسا (خدا پرست) بنادے کہ گویا میں تجھے ہر وقت دیکھ رہا ہوں یہاں تک کہ (مرنے کے بعد) تجھ سے جاملوں اور مجھے اپنی تقویٰ (خوف) سے خوش نصیب بنادے (کہ کوئی گناہ اور نافرمانی نہ کروں) اور مجھے اپنی نافرمانیوں (کے ارتکاب) سے بدبخت نہ بنائیو (کہ نافرمانیوں اور گناہوں کی سزا میں گرفتار ہوکر جہنم میں جاؤں)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے نیکیوں کے کرنے اور برائیوں کے چھوڑنے اور غریبوں کی محبت کی توفیق چاہتا ہوں۔ اور یہ کہ آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے اور جب آپ کسی جماعت پر بلا نازل کرنے کا ارادہ کریں تو مجھے اٹھا لیجئے کہ میں اس بلا میں مبتلا ہو جاؤں۔ اور میں آپ سے آپ کی محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت (بھی) جو آپ سے محبت رکھتا ہو اور اس عمل کی (بھی) محبت جو مجھے آپ کی محبت کے قریب کردے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت، میری جان، میرے گھر والوں اور ٹھنڈے پانی سے بھی پیاری کردیجئے۔

اے اللہ! مجھے اپنی محبت نصیب فرمائیے اور اس شخص کی بھی محبت نصیب فرمائیے جس کی محبت آپ کے نزدیک میرے لئے نفع مند ہو۔

اے اللہ! جس طرح آپ نے مجھے وہ دیا ہے جو مجھے پسند ہے اسے میرا معین بھی اس کام میں بنادیجئے جو آپ کو پسند ہے۔

اے اللہ! آپ نے مجھے ان چیزوں میں سے جو مجھے پسند ہیں دور رکھا ہے تو اسے میرے حق میں ان چیزوں کیلئے موجب فراغ بنادیجئے جو آپ کو پسند ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فراست

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: كان عمر رضی الله عنه يدخلنی مع اشياخ بدر فكان بعضهم وجد فی نفسه فقال: لم يدخل هذا معنا ولنا ابناء مثله؟ فقال عمر: انه من حيث علمتم! فدعانی ذات يوم فأدخلنی معهم فما رايت انه دعانی يومئذ الا ليريهم قال: ما تقولون فی قول الله تعالیٰ اذا جاء نصر الله والفتح (بخاری)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ کا معمول تھا کہ وہ (اپنی مجلس مشاورت میں) مجھے سن رسیدہ (اور معمر) شرکاء بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے تو گویا ان میں سے بعض حضرات کو میری شرکت ان کے ہمراہ ناگوار محسوس ہوئی اور انہوں نے کہا اس نوعمر لڑکے کو ہمارے ساتھ کیوں بٹھاتے ہیں؟ حالانکہ ہمارے تو بیٹے اس کے ہم عمر ہیں حضرت عمرؓ نے جواب دیا یہ نوعمر لڑکا علم وفہم کے اعتبار سے اس مقام پر ہے جسے تم بھی جانتے ہو (اسی لئے میں اس کو اپنی مجلس مشاورت میں شریک کرتا ہوں) چنانچہ ایک دن حضرت عمرؓ نے مجھے (مجلس شوریٰ میں) بلایا اور ان کے ساتھ بٹھایا۔ مجھے یقین ہے کہ اس روز حضرت عمرؓ نے ان کو مشاہدہ کرانے کے لئے بلایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر دریافت کی اذا جاء نصر الله والفتح (آخر تک) تو ان میں سے بعض حضرات نے کہا: اس سورۃ میں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جب ہماری مدد کی جائے اور فتح حاصل ہو تو ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں اور باقی لوگ خاموش رہے اور کچھ نہیں کہا تو اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تم بھی یہی کہتے ہو آئے ابن عباس؟ میں نے کہا نہیں تو فرمایا تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اس سورۃ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر دی گئی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلا دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد (ظہور میں) آجائے اور (مکہ) فتح ہو جائے تو یہ تمہاری وفات کی علامت ہے لہٰذا تم اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرو شکر ادا کرو مغفرت طلب کرو بلاشبہ وہ بڑا ہی مہربان ہے حضرت عمرؓ نے کہا میں بھی یہی سمجھتا ہوں جو تم نے بیان کیا (کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی علامت بتلائی گئی ہے)

تشریح: اس حدیث سے جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مردم شناسی اور علم دوستی کا پتہ چلتا ہے وہیں انہوں نے شرکاء بدر کے سن رسیدہ اور معمر صحابہ پر اس امر کو بھی عملی طور پر ثابت کر دیا کہ عظمت واحترام علم وفضل کا ہونا چاہئے نہ کہ سن وسال کا یہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت واحترام کا مستحق وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔

اور ظاہر ہے کہ علم کے بغیر تقویٰ کا حصول تو کیا تصور بھی محال ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

انا اتقاکم واعلمکم بالله میں تم میں سب سے زیادہ ڈرنے والا اور سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں۔

اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ مشورہ کے وقت سن رسیدہ اور قدیم الاسلام صحابہ کے ساتھ حبر امت حضرت ابن عباس رضی

اللہ عنہ کو شریک کیا کرتے تھے اور عام طور پر پیچیدہ اور دشوار امور ان سے دریافت کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے سے بتلا دیا تھا کہ اس لئے کہ سورۃ النصر مکی سورتوں میں سے ہے کہ اگر چہ اس وقت کفار خصوصاً قریش کا غلبہ ہے ایک ایک دو دو آدمی اسلام میں داخل ہو رہے ہیں اور وہ بھی قریش کی ایذا رسانیوں کا نشانہ بن رہے ہیں مگر عنقریب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی اور مکہ فتح ہو جائے گا اور اس کے بعد تم دیکھنا لوگ ایک ایک دو دو نہیں بلکہ فوج در فوج اور جوق در جوق اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوں گے اور اس وقت تمہارا کام جس کے لئے تمہیں رسول بنا کر بھیجا گیا ہے پورا ہو جائے گا لہٰذا جس وقت تم اس علامت کو دیکھو اور یہ تمہاری عمر کا آخری حصہ ہوگا تو ہمارے پاس آنے کی تیاری میں یعنی تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو جانا کہ ہمیں تمہارا اسی شان سے آنا پسند ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے چند روز پہلے ایک دن منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا اور اس میں بیان فرمایا ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو اس کو اللہ تعالیٰ دنیا کی زینت وآرائش اور عیش وعشرت کے سامان عطا کر دیں اور وہ دنیا میں رہے اور چاہے تو دنیا سے منہ موڑ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آ جائے اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس نعمتیں ہیں ان کو اختیار کرے اور اس بندے نے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کو پسند کر لیا ہے یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو پڑے اور عرض کیا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ ہمیں چھوڑ کر نہ جایئے صحابہ کو ان کی اس گریہ وزاری پر بڑا تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ایک بندے کو اختیار دینے اور اس کے دنیا کو چھوڑ کر آخرت کو اختیار کر لینے کا ذکر فرمایا ہے یہ کیوں رو رہے ہیں؟ صحابہ کہتے ہیں چند روز بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہمیں معلوم ہو گیا کہ وہ بندہ جسے اختیار دیا گیا تھا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور ابوبکرؓ ہم سب سے بڑے عالم تھے (کہ وہ اس لطیف اشارے کو سمجھ گئے) کہ یہ آپ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے اور اسی لئے ان آخری ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کرتے رہتے تھے۔

بہر صورت اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اواخر عمر میں تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کو ہی تجویز فرمایا ہے لہٰذا امت کے ہر فرد کا خصوصاً اس گناہ ومعصیت کے عروج کے زمانہ میں ہمارا مشغلہ بھی یہی ہونا چاہئے کہ ہم زیادہ سے زیادہ۔

سبحنک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک

پاک ہے تو اے اللہ (اس سے کہ بغیر جرم کے کسی کو سزا دے) اور میں تیری ہی حمد وثنا کرتا ہوں اور تجھی سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف ہی لوٹتا ہوں یعنی توبہ کرتا ہوں۔

کا ورد رکھیں اور یہی کہتے ہوئے احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی اعلان کر دیا تھا کہ تمہارے کردہ وناکردہ تمام گناہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیئے ہیں جب ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اواخر عمر میں یعنی ساٹھ سال کے بعد یہ مشغلہ تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار تجویز فرماتے ہیں تو ہم تو سرتاپا خطاکار وگنہگار ہیں۔ ہمیں تو نہ صرف اواخر عمر میں بلکہ ہر حصہ عمر میں یہ مشغلہ ضرور اختیار کرنا چاہئے۔

دُعا کیجئے: اے دلوں کو پلٹنے والے (اللہ) میرے دل کو اپنے دین پر مضبوط فرما دیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں کہ وہ پھر نہ پھرے اور ایسی نعمتوں کا سوال کرتا ہوں جو ختم نہ ہوں اور اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت کے بہترین مقام (یعنی جنت خلد) میں رفاقت مانگتا ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری ایام میں سفر آخرت کی تیاری

عن عائشة رضی الله عنها قالت: ما صلی الله علیه وسلم صلاةً بعد ان نزلت علیه "اذا جاء نصر الله والفتح" الا یقول فیها: سبحناک ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں: سورۃ النصر یعنی اذا جاء نصر الله والفتح (آخر تک) کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی نماز نہیں پڑھی جس کے بعد یہ کلمات نہ کہے ہوں سبحنک ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی (پاک ہے تو اے ہمارے رب (اس سے کہ بغیر گناہ کے کسی کو سزا دے) اور تیری ہی حمد و ثنا ہے اللہ تو مجھے بخش دے۔ (بخاری و مسلم)

تشریح: بخاری و مسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں کثرت سے یہ کلمات کہا کرتے تھے سبحنک اللهم ربنا وبحمدک اللهم اغفرلی یعنی قرآن پر عمل کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات سے پہلے کثرت سے سبحنک اللهم وبحمدک استغفرک واتوب الیک پڑھا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں میں نے عرض کیا یہ کیسے نئے کلمات ہیں جو آپ نے کثرت سے پڑھنے شروع کئے ہیں (پہلے تو آپ نہیں کہا کرتے تھے) آپ نے فرمایا میری امت کے بارے میں ایک علامت ہے جو مقرر کی گئی ہے کہ جب میں اس علامت کا (امت میں) مشاہدہ کروں تو ان کلمات کو کہا کروں (وہ علامت یہ ہے) کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے اور (مکہ) فتح ہو جائے اور تم دیکھو کہ لوگ فوج درفوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں تو اذا جاء نصر الله والفتح آخر سورت تک تو ان کلمات کو کہا کروں۔

۴۔ اور مسلم ہی کی روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے یہ کلمات کہا کرتے تھے سبحان الله وبحمده استغفر الله واتوب الیه (عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) اس پر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ میں آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ کثرت سے سبحان الله وبحمده استغفر الله واتوب الیه کہتے رہتے ہیں۔ تو آپؐ نے فرمایا: میرے رب نے مجھے خبر دی ہے کہ میں عنقریب اپنی امت میں ایک علامت دیکھوں گا تو جب میں اس علامت کو دیکھوں تو کثرت سے سبحان الله وبحمده استغفر الله واتوب الیه کہا کروں چنانچہ وہ علامت میں نے دیکھ لی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہو گیا اور میں نے دیکھ لیا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے دین میں فوج درفوج داخل ہو رہے ہیں تو میں نے بھی اللہ کے حکم فسبح بحمد ربک واستغفره انه کان توابا (سورۃ النصر آیت ۳) کے تحت کثرت سے ان کلمات کو پڑھنا (اور اپنے رب کے حکم پر عمل کرنا) شروع کر دیا۔

مسلم کی پہلی روایت میں وفات سے پہلے ان کلمات کی کثرت اور اواخر عمر کا ایک نیا مشغلہ ہونا اور حضرت عائشہؓ کے دریافت کرنے پر اس کو ایک علامت کا نتیجہ قرار دینا مذکور ہے اور مسلم کی دوسری حدیث میں تو تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس

علامت کے مشاہدہ کے وقت کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار کا حکم دیا ہے اور آپ نے اسی حکم کی تعمیل کے تحت اواخر عمر میں یہ مشغلہ اختیار کیا ہے یہ حکم بھی آپ کی وفات کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کو آپ نے مبہم (گول مول) الفاظ میں خطبہ میں ایک بندہ کو اختیار دینے کے عنوان سے ظاہر فرمایا اور سوائے ابوبکر صدیقؓ کے اور کسی نے اس خفی اشارہ کو نہیں سمجھا حضرت ابن عباسؓ نے اسی بنا پر اس سورۃ کو آپ کی وفات کی خبر قرار دیا جس کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تائید کی۔

اس اشکال کا ازالہ

اللہ تعالیٰ نے سورۃ مزمل میں جو مکہ کے مالداروں سے نمٹنے کا معاملہ اپنے ذمہ لیا اور آپ کو تھوڑے دن صبر وسکون کی ہدایت فرمائی چنانچہ ارشاد ہے۔

واصبر علی مایقولون واھجرھم ھجراً جمیلاً وذرنی والمکذبین اولی النعمۃ ومھلھم قلیلاً (سورۃ مزمل آیت ۱۰۔۱۱)

اور یہ جو (مکہ والے برا بھلا) کہتے ہیں اس پر صبر کرو (اور برداشت وتحمل سے کام لو) اور ان کو خوبی کے ساتھ ان کے حال پر چھوڑ دو اور دولت مند جھٹلانے والوں کو میرے حوالے کر دو اور ان کو تھوڑی سی مہلت دے دو۔

اس وعدہ کے ایفا کی تفصیل آپ کی سورۃ النصر میں بتلا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آئے گی مکہ فتح ہوگا اور لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوں گے اور تم اپنے مقصد بعثت کو پورا کرنے میں کامیاب ہوگے صرف چند روز انتظار کرو تاکہ آپ صبر وسکون کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں اس مدت میں آپ تحدیث بالنعمت واظہار شکر کے طور پر تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار نمازوں میں کرتے رہے۔

جب یہ وعدہ (فتح مکہ) پورا ہوگیا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا اور آپ اپنے مقصد بعثت میں کامیاب ہو گئے اور رب الجلیل کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا وقت آ گیا تو آپ نے کثرت سے تسبیح وتحمید اور توبہ واستغفار نماز میں اور نماز کے علاوہ بھی ایک نئی عبادت کے طور پر شروع کر دی یہاں تک کہ رفیقہ حیات حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی اس تبدیلی کو محسوس کر کے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ نے ان کو صاف لفظوں میں وفات کی علامت ہونے کا حال بتلا دیا اور عام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خطبہ میں اشارۃ بتلا دیا جس کو سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ پر گریہ وزاری طاری ہوگیا۔

غرض آپ کو خبر تو پہلے بھی تھی مگر وقت نہیں آیا تھا جب وقت آ گیا تو بتلا دیا جیسا کہ سورۃ الم نشرح میں فرمایا ہے: **فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب** اور جب تم فارغ ہو جاؤ تو تیار ہو جاؤ اور اپنے رب سے ملنے کی رغبت کرو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ایمان کے ساتھ تندرستی، ایمان، حسن اخلاق اور ایسی کامیابی جس کے پیچھے فلاح بھی ہو کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے آپ کی رحمت، عافیت آپ کی مغفرت اور خوشنودی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! جو علم آپ نے مجھے دیا ہے اس سے مجھے نفع دیجئے اور مجھے وہ علم عطا فرمائیے جو مجھے نفع دے۔

وفات سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پے در پے نزول وحی

عن انس رضی الله عنه قال: ان الله عزوجل تابع الوحی علی رسول الله صلی الله علیه وسلم قبل وفاته، حتی توفی اکثر ما کان الوحی (متفق علیه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وفات سے پہلے پے در پے وحی نازل فرمائی چنانچہ جب آپ کی وفات ہوئی ہے تو زیادہ سے زیادہ وحی نازل ہو چکی تھی (صرف چند آیتیں عین وفات سے پہلے نازل ہوئی ہیں)

تشریح: اللہ تعالیٰ کی وحی نوع انسان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان اور اس کی ربوبیت کا کریمانہ تقاضا ہے خاص کر جب کہ قیامت تک کے لئے نبی آخرالزماں پر نبوت ورسالت اوروحی الٰہی کا سلسلہ ختم کیا جارہا ہے آپ کی وفات کے بعد نہ کوئی اورنبی آئے گا نہ ہی اوروحی نازل ہوگی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پے درپے وحی نازل فرما کر اپنا احسان جو آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا اور نبی آخرالزماں خاتم انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا پورا فرمادیا اور حجۃ الوداع کے دن ہی اعلان فرمادیا۔

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل (اور مکمل) کر دیا اور اپنا احسان تم پر پورا کر دیا اوراسلام کو دین (ہونے کے لحاظ سے) تمہارے لئے پسند فرمادیا۔

اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کا سب سے بڑا فیض اور کارخیر یہی ہے کہ آپ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق تک پہنچا اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ سب سے زیادہ مشقت اورصعوبت کا کام بھی یہی تحمل وحی تھا جیسا کہ نزول وحی کی کیفیات سے ظاہر ہے کہ نزول وحی کے وقت سخت سردی کے زمانہ میں آپ کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے موتیوں کی طرح نمودار ہوتے اور ٹپکنے لگتے تھے آپ کی مخصوص اونٹنی جس کا نام قصویٰ تھا کے سوا اور کوئی اونٹنی نزول وحی کے وقت آپ کا بوجھ برداشت نہیں کرسکتی تھی ایک مرتبہ ایک صحابی کے زانو پر سرمبارک رکھے ہوئے آرام فرمارہے تھے کہ اسی حالت میں آپ پروحی نازل ہونے لگی صحابی کہتے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ میرا گھٹنا پھٹ جائے گا اس کے علاوہ اور بہت سی نزول وحی کے وقت کی کیفیات تحمل کی شدت اور صعوبت کو ظاہر کرتی ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

سنلقی علیک قولاً ثقیلاً (سورۃ المزمل آیت ۵)

ہم عنقریب تم پر ایک وزن دار قول (کلام) ڈالیں گے (نازل کریں گے)

کلام الٰہی کا یہ ثقل معنوی بھی ہے اور حسی بھی چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام کے اس ثقل کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لوانزلنا هذاالقران علی جبل لرأیته خاشعاً متصدعاً من خشیة الله (حشر:۲۱)

اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو (اے مخاطب) تو دیکھتا کہ وہ پہاڑ (اللہ تعالیٰ کے خوف سے) لرزنے لگتا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا۔

جیسے اللہ تعالیٰ کی ایک تجلی سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اور موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو کر گر پڑے تھے۔

گویا کلام الٰہی کا جو وزن پہاڑ برداشت نہ کر سکتا تھا وہ ثقل آپ نزول وحی کے وقت برداشت کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی طرح بے ہوش نہیں ہوتے تھے صرف ایک گردو بیش سے غفلت اور ربودگی کی سی کیفیت طاری ہوتی تھی وہ بھی صرف کلام الٰہی کی طرف توجہ کامل کی غرض سے جس کا آپ کو حکم دیا گیا تھا ارشاد ہے۔

فاذاقرأناه فاتبع قرانه (القیامہ:۱۸)

پس جب ہم (یعنی جبرئیل) قرآن پڑھیں تو تم (پوری طرح متوجہ ہو کر خاموشی کے ساتھ) سنا کرو۔

بات لمبی ہوگئی جس کے لئے ہم قارئین سے معذرت خواہ ہیں بہر حال اس میں شک نہیں کہ آپ کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ دشوار کام مخلوق تک اللہ تعالیٰ کا کلام پہنچانا تھا جو آپ نے اواخر عمر میں مکمل طور پر انجام دیا اور یہی اس باب کا عنوان ہے واللہ اعلم۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنے عالم الغیب اور مخلوق پر قادر ہونے کے وسیلہ سے (میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) جب تک آپکے علم میں زندگی میرے حق میں بہتر ہو مجھے زندہ رکھئے اور جب آپ کے علم میں موت میرے حق میں بہتر ہو تو مجھے اٹھا لیجئے۔ میں آپ سے غائب و حاضر اور حالت عیش وطیش میں اخلاص کی بات کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے ایسی نعمت مانگتا ہوں جو ختم نہ ہو اور آنکھوں کی ایسی ٹھنڈک جو جاتی نہ رہے۔ اور میں آپ سے آپ کے حکم پر رضا مند رہنے اور موت کے بعد خوش عیشی اور آپ کے دیدار کی لذت اور آپ کے دیدار کا شوق کا سوال کرتا ہوں میں آپ کی ذات کے ذریعے آزار دینے والی مصیبت، گمراہ کرنے والی بلا سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! ہمیں ایمان کی زینت سے آراستہ کر دیجئے اور ہمیں راہنما راہ یاب بنا دیجئے۔

اے اللہ! میں سب کی سب بھلائی جو فوری بھی ہو اور دور کی بھی ہو اس میں سے بھی جس کا مجھے علم ہے اور اس میں سے بھی جس کا مجھے علم نہیں آپ سے مانگتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ سب بھلائی مانگتا ہوں جو آپ سے آپ کے بندہ اور آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی۔

اے اللہ! میں آپ سے جنت اور جو چیز بھی مجھے اس کے قریب کرنے والی ہو خواہ قول سے ہو یا عمل سے ہو (ان) کا سوال کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ اپنے ہر حکم کو میرے حق میں بہتر فرما دیجئے۔ اور میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ نے میرے حق میں جاری کر دیا ہے اس کے انجام کو سعادت بنا دیجئے۔

اے اللہ! ہمارا انجام تمام کاموں میں اچھا کیجئے اور ہمیں دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔

اے اللہ! مجھے اسلام کے ساتھ کھڑے بیٹھے، لیٹے ہوئے (تینوں حالتوں میں) قائم رکھئے۔ اور کسی کو مجھ پر طعنہ کا کسی دشمن کو نہ کسی حاسد کو موقع نہ دیجئے۔

ہر شخص قیامت کے دن اپنے آخری عمل پر اٹھے گا

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ويبعث كل عبد على مامات عليه. (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر بندہ اس حالت پر اُٹھے گا جس پر وہ مرا ہے۔

تشریح: یہ حدیث ہر مسلمان کو متنبہ کر رہی ہے کہ کم از کم عمر کے آخری حصہ میں تو وہ دنیا اور دنیا والوں سے اپنا قلبی تعلق منقطع کر کے اپنے مالک وخالق پروردگار سے اپنے تعلق کو زیادہ سے زیادہ استوار کر لے اور اس کی صورت یہ ہے کہ اپنی شب وروز کی زندگی کا جائزہ لے کر کبیرہ گناہوں اور صریح نافرمانیوں سے توبہ کر کے کلی طور پر اجتناب کرے خطاؤں اور کوتاہیوں کے پاس بھی نہ پھٹکے اور اگر بتقاضائے بشریت کوئی بڑا چھوٹا گناہ یا نافرمانی ہو جائے تو جلد از جلد توبہ واستغفار کے ذریعہ اس کی تلافی کرے اللہ تعالیٰ بڑے مہربان ہیں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے میرے وہ گنہگار بندو! جنہوں نے اپنے نفس پر زیادتی کی ہے (گناہ کئے ہیں) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس مت ہو بیشک اللہ تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔

اور فرض عبادتیں پوری پابندی کے ساتھ ادا کرتا رہے اگر کوئی فرض عبادت وقت پر ادا ہونے سے رہ جائے تو فوراً اس کی قضا کر لے اور نفل عبادتوں کے ادا کرنے کا بھی زیادہ سے زیادہ اہتمام اور پابندی کرے کہ یہی نفل عبادتیں اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے اور محبوب خدا بننے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ آپ طویل حدیث قدسی میں جو باب مجاہدہ کی سترھویں حدیث ہے پڑھ چکے ہیں) نیز دل سے ماسوئی اللہ تعالیٰ کا خیال بالکل نکال دے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بالکل تارک الدنیا بن جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس سے تعلق رکھے اسی بنیاد پر رکھے کہ ''یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے'' اور اتنا ہی تعلق رکھے جتنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور جو بھی کام کرے یا نہ کرے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کرے یا نہ کرے اپنی مرضی اور خواہش کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشا میں فنا کر دے اسی مرتبہ کا نام فنافی اللہ اور اسی کا دوسرا نام بقاباللہ ہے اور یہی قرآن کریم کی آیات ذیل کا مطلب ہے۔

ففرو آالى الله انى لكم منه نذير مبين

(سورة الذريات آيت ٥٠)

پس (غیر اللہ سے) بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف، میں اسی کی جانب سے تم کو واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔

دنیا کے سارے کام کرو مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت کرو اسی کے حکم کی تعمیل کی غرض سے کرو اگر ساری زندگی اس معیار پر بسر نہ کی جائے تو عمر کے آخری حصہ میں تو ضرور ہی اس معیار پر زندگی میسر کرو تا کہ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق دنیا سے اسی حالت پر رخصت ہو اور قیامت کے دن ایک سرتاپا فرمانبردار بندہ کی صورت میں احکم الحاکمین کے حضور میں پیش اور سرخرو ہو۔

اسی غرض سے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر وقت اپنی امت کو مذکورہ ذیل دعا مانگتے رہنے کی تعلیم دی ہے۔

اے اللہ تو میری آخری عمر کو بہترین عمر بنا دے اور میرے آخری اعمال کو بہترین اعمال بنا دے اور میرا بہترین دن اس دن کو بنا جس دن میں تجھ سے ملوں اے اسلام اور اہل اسلام کے مولیٰ تو مجھے اسلام پر ثابت قدم رکھ تا کہ میں تجھ سے ملنے کا شرف حاصل کروں۔

اس لئے کہ جنت میں جہاں اللہ تعالیٰ کے لقا اور دیدار کا وعدہ ہے سوائے مسلمان کے اور کوئی داخل نہیں ہوسکتا چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا۔

لایدخل الجنة الانفس مسلمة

جنت میں مسلمان کے سوا اور کوئی نہیں داخل ہوگا۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو خصوصاً کتاب لکھنے والوں، شائع کرنے والوں اور پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کو توفیق عطا فرمائیں کہ ہم کارہائے خیر اور اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو خدا کی مرضی کے مطابق بنالیں اس لئے کہ

لاحول ولاقوة الابالله العلی العظيم.

نہ (کسی کارخیر کی) قدرت ہے نہ (کسی برے کام سے بچنے کی) طاقت، مگر خدائے بزرگ و برتر کی (دی ہوئی)

مذکورہ بالا دعا خلوص قلب سے ضرور مانگا کریں دل کی گہرائیوں سے نکلی ہوئی دعا میں ضرور قبول ہوتی ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

مجھ سے دعا مانگو میں ضرور قبول کروں گا بلاشبہ جو لوگ تکبر برتتے ہیں (مجھ سے دعا مانگنے اور) میری عبادت کرنے سے وہ ضرور بالضرور جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل وخوار ہوکر۔

اعاذنا الله (خدا ہمیں پناہ میں رکھے)

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے وہ سب بھلائیاں مانگتا ہوں جن کے خزانے آپکے قبضہ قدرت میں ہیں۔ اور میں آپ سے وہ بھلائیاں بھی مانگتا ہوں جو تمام آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔

اے اللہ! ہمارا کوئی گناہ ایسا نہ چھوڑیئے جسے آپ بخش نہ دیں اور نہ کوئی ایسی تشویش جسے آپ دور نہ کردیں اور نہ کوئی ایسا قرضہ جسے آپ ادا نہ کردیں اور نہ کوئی ایسی حاجت دنیا وآخرت کی حاجتوں میں سے نہ چھوڑیئے جسے آپ پورا نہ فرمادیں۔

اے سب سے بڑھ کر رحم کرنیوالے! اے اللہ اپنے ذکر، شکر اور اچھی عبادت کے باب میں ہماری امداد فرمائیے۔

اے اللہ! آپ نے مجھے جو عطا فرمایا ہے مجھے اس میں قناعت دیجئے اور اس میں میرے لئے برکت فرمائیے۔ اور آپ ہر اس چیز میں میرے نگراں رہئے جو میری نظر سے غائب ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ زندگی، اچھی موت اور (آپ کی طرف) ایسے واپس آنے کا سوال کرتا ہوں جس میں میرے لئے رسوائی اور فضیحت نہ ہو۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو" (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کارِ ثواب ہے بخاری ومسلم۔

تشریح: اعمال صالحہ کے بغیر صرف ایمان ایک ایسا درخت ہے جس کی صرف جڑ ہو وہ بھی زمین کے اندر لیکن زمین کے اوپر نہ اس کی کوئی شاخ ہو نہ گدّانہ ٹہنیاں ہوں نہ ٹہنیوں پر پتے، نہ پھول نہ پھل نہ اس کی کوئی شاخ ہو ظاہر ہے کہ جب تک یہ درخت زمین سے پھوٹ کر باہر نہ نکلے اس کا تنا اور گدے نہ ہوں ان پر ٹہنیاں اور ٹہنیوں پر پتے اور پھول پھل نہ لگیں اس وقت تک یہ درخت بیکار اور صرف نام کا درخت ہے اسی طرح جو شخص صرف دل سے اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے لیکن نہ زبان سے کلمہ پڑھتا ہے نہ کوئی اور کام (نماز روزہ وغیرہ) کرتا ہے نہ ہی اسلام کے کسی بھی حکم پر عمل کرتا ہے اس کو ایمان نہیں کہا جاسکتا وہ صرف گوشت کھانے کا مسلمان ہے اس لئے کہ مسلمان بننے کے لئے دل سے ایمان لانے کے بعد زبان سے کلمہ توحید پڑھنا فرض عبادتوں (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ) پر عمل کرنا نیز اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر عمل کرنا ہی مسلمان ہونا ہے۔

اسی لئے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جو ایک قدیم الاسلام جلیل القدر صحابی ہیں اور ایسے متقی اور پرہیز گار ہیں کہ ان کا تصور اور خیال بھی گناہ اور معصیت سے ناآشنا ہے اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کی حرص اور جستجو کی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعمال صالحہ اور کارہائے خیر کے متعلق سوالات کرتے ہیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابوذر کو جواب میں .... ایسے ہمہ گیر اور دوررس اعمال صالحہ اور کارہائے خیر بتلاتے ہیں جن سے کوئی بھی مسلمان کسی بھی

حالت میں محروم نہیں رہ سکتا بشرطیکہ عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے کرے باقی جو ان پر بہ نیت ثواب عمل ہی نہ کرے اس کا تو کچھ علاج ہی نہیں۔

حضرت ابوذرکا پہلا سوال سب سے افضل عمل کون سا ہے؟

از روئے لغت افضل، فضل سے ماخوذ ہے اسم تفضیل کا صیغہ ہے اور فضل کے معنی ہیں زیادت کے، یہ زیادتی دنیا میں عمل کی دشواری، صعوبت اور مشقت کے اعتبار سے ہے اور آخرت میں اجر و ثواب کی زیادتی کے اعتبار سے ہے اور مسلم ہے کہ اشق الاعمال اکثرھا ثواباً (جس کام میں جتنی زیدہ مشقت ہوگی اسی قدر اجر و ثواب زیادہ ہوگا) اس لحاظ سے سب سے زیادہ افضل وہ عمل ہے جو سب سے زیادہ شوار اور نا قابل برداشت ہو چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل سب سے زیادہ افضل ہے کہ جواب میں فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا۔

ظاہر ہے کہ کسی بھی انسان کے لئے اپنے باپ دادا کے دین کو اور ہوش سنبھالتے ہی جس کو معبود جانتا ہے اس معبود کو چھوڑ کر ایک نئے معبود پر اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا اور نئے مذہب کو قبول کرنا اگرچہ اس کی حقانیت کا یقین بھی ہو تب بھی نفسیاتی طور پر ایک انسان کے لئے بے حد شاق اور نا قابل برداشت عمل ہے۔

دیکھئے اوائل اسلام میں قریش نے بدر احد وغیرہ کی لڑائیوں میں اپنے اعلیٰ درجہ کے جنگجو اور زور آزما بہادروں کو جن میں ایک ایک بہادر ہزاروں پر بھاری ہوتا تھا صرف اپنے آبائی دین اور بتوں کی پرستش پر قربان کر دیا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے یہاں تک کہ چند سال میں ہی مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور کفار قریش کا نام و نشان مٹ گیا۔

خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا ابو طالب جن کی حمایت و سرپرستی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس برس تک مکہ مکرمہ میں کفار قریش کے علی الرغم بت پرستی کی بیخ کنی اور دین توحید کی تبلیغ کرتے رہے اور قریش تلملاتے رہے اور ابو طالب کی حمایت کی بنا پر کچھ نہ کر سکے باوجودیکہ ابو طالب کو یقین تھا کہ جس دین توحید کی آپ دعوت دے رہے تھے بالکل برحق ہے جیسا کہ ابو طالب کے ذیل کے شعر سے ظاہر ہے۔

ودعوتنی وعلمت انک صادق
ولقدصدقت وکنت قبل امینا

(اے میرے بھتیجے) تم نے مجھے (دین توحید کی) دعوت دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ تم سچے ہو اور بخدا تم نے بالکل سچ کہا ہے اور تم تو اس سے پہلے بھی امین ہو۔

لیکن صرف قومی غیرت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لائے حتیٰ کہ مرنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ای عم قل لااله الله اشهدلک بهایوم القیامة

اے میرے چچا ایک کلمہ اشہد ان لا الہ الا اللہ (صدق دل سے) کہہ دیجئے تا کہ میں اس کی بنیاد پر آپ کے مومن ہونے کی شہادت دے سکوں مگر ابو طالب کا آخری جواب یہ تھا۔

لولاعیرتنی قریش لاقررت عینک.

(بھتیجے) اگر مجھے قریش کے عار کا اندیشہ نہ ہوتا (کہ آخر وقت میں ابو طالب نے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دیا) تو میں ضرور تمہارا دل ٹھنڈا کر دیتا اور اللہ پر ایمان لے آتا۔

دیکھئے ابو طالب کے لئے ''ایمان باللہ'' کتنا دشوار اور مشکل کام تھا کہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بننا گوارا

کیا مگر اللہ تعالیٰ پر ایمان نہ لایا۔

یہ کفار قریش ہی کی کچھ خصوصیت نہ تھی بلکہ کسی بھی غیر مسلم کے لئے اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اتنا ہی مشکل تھا اور آج بھی اتنا ہی دشوار ہے۔

ہم نے چونکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالنے کے وقت سے ہی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور معبود سے ہمارے کان آشنا ہی نہیں ہوئے اس لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دشواری سے ہم ناواقف ہیں بقول عوام ہم تو سنی مسلمان ہیں ہمیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دشواری کا کیا پتہ؟ ہاں اس کا کچھ اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی ہم سے کہے کہ تم اللہ تعالیٰ کو معبود بنانے کے بجائے کرشن یا گوتم بدھ کو اپنا خدا مان لو اور ہندو دھرم یا بدھ مت قبول کر لو یا عیسیٰ کو خدا یا خدا کا بیٹا مان لو اور عیسائی ہو جاؤ تو اس وقت ہمارا جواب یہ ہوگا کہ اگر تم چاند سورج ہمارے ایک ہاتھ پر رکھ دو اور تمام دنیا کی دولت اور نعمتیں ہمارے دوسرے ہاتھ پر رکھ دو تب بھی یہ ممکن نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو معبود مان لیں اور اسلام کے علاوہ کسی بھی دوسرے مذہب کو قبول کرلیں بشرطیکہ ہمارا ایمان کامل ہو یہ جواب کسی عالم دین ہی کا نہیں بلکہ ایک جاہل اور دینی تعلیمات سے ناآشنا مسلمان کا جواب بھی یہی ہے جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایمان کی لذت تین آدمیوں نے پائی جن میں سے ایک وہ شخص ہے جس کے لئے آگ میں ڈالا جانا گوارا ہو بمقابلہ اس کے کہ کفر کی طرف لوٹے اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو کفر سے نجات عطا فرمائی ہے۔ صحیح مسلم

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں کمزور ہوں پس آپ اپنی مرضیات میں میرے ضعف کو اپنی قوت سے بدل دیجئے اور کشاں کشاں مجھے خیر کی طرف لے جائیے اور اسلام کو میری پسند کا منتہا بنا دیجئے میں ذلیل ہوں پس آپ مجھے عزت دیجئے اور میں محتاج ہوں پس آپ مجھے رزق عطا فرمائیے۔ یا اللہ میں آپ سے بہترین سوال، بہترین دعا، بہترین کامیابی، بہترین عمل، بہترین اجر، بہترین زندگی اور بہترین موت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ مجھے ثابت قدم رکھئے اور میری نیکیوں کا پلہ بھاری فرما دیجئے اور میرے ایمان کو متحقق فرمائیے اور میرا درجہ بلند فرمائیے اور میری نماز قبول کیجئے میں آپ سے جنت کے بلند درجے کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ! میں آپ سے ابتداء اور انتہا میں خیر کا سوال کرتا ہوں اور خیر کی جامع چیزوں اور اوّل و آخر اور ظاہر و باطن میں خیر کا سوال کرتا ہوں۔

تم بحمد اللہ

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اَشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۱۱-۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات

اُستاذالمحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

درسِ حدیث

تاریخ اشاعت............ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ
ناشر...................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت...................سلامت اقبال پریس ملتان

قارئین سے گذارش

ادارہ کی حتی الامکان کوشش ہوتی ہے کہ پروف ریڈنگ معیاری ہو۔
الحمدللہ اس کام کیلئے ادارہ میں علماء کی ایک جماعت موجود رہتی ہے۔
پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرما کر ممنون فرمائیں
تا کہ آئندہ اشاعت میں درست ہو سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ...چوک فوارہ...ملتان　مکتبہ رشیدیہ...راجہ بازار...راولپنڈی
ادارہ اسلامیات...انارکلی...لاہور　یونیورسٹی بک ایجنسی...خیبر بازار...پشاور
مکتبہ سید احمد شہید...اردو بازار...لاہور　ادارۃ الانور...نیو ٹاؤن...کراچی نمبر 5
مکتبہ رحمانیہ...اردو بازار...لاہور　مکتبہ المنظور الاسلامیہ...جامعہ حسینیہ...علی پور

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K　119-121- HALLIWELL ROAD
(ISLAMIC BOOKS CENTERE　BOLTON BL1 3NE. (U.K.)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ادارہ کی جدید مرتبہ ''درس حدیث'' کی سابقہ دس جلدیں ماشاءاللہ کافی مقبول ہوئیں۔

درس حدیث کا یہ مبارک سلسلہ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ کی زیرنگرانی شروع ہوا' یقیناً یہ بھی حضرت کیلئے دیگر حسنات جاریہ میں سے ایک ہے اس لئے اس جلد پر بھی مقدمہ حضرت ہی کا لکھا ہوا دیا جارہا ہے۔

عرصہ دراز سے مزید جلدوں کا انتظار تھا۔ اللہ پاک ہمارے اکابر رحمہم اللہ کو اجر عظیم سے نوازیں جو بے حد محنتوں سے ہمارے لئے دین اور اس کے مآخذ کو سہل الوصول فرما گئے۔ اور دین کے ہر شعبہ سے متعلق معلومات فضائل واحکام کا عظیم ذخیرہ جو اپنی عربی زبان کی وجہ سے حلقہ خواص تک محدود تھا۔ ان حضرات اکابر نے دیگر خدمات جلیلہ کے ساتھ ساتھ یہ عظیم خدمت بھی سرانجام دی کہ ان دینی علوم کو اردو کے لباس سے آراستہ کر کے عوام الناس کی ایک بڑی ضرورت کو پورا فرما گئے۔

اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو ٹھنڈا اور جنت کو ان کا ٹھکانہ بنائیں آمین

الحمدللہ شروع سے ادارہ کی کوشش رہی ہے کہ اپنے اکابر کی مستند وبے غبار تعلیمات کو مزید مزین وسہل کر کے پیش کیا جائے۔ اس جلد کے سلسلہ میں بھی اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال رہا اور علماء کرام کی مشاورت سے سابقہ جلدوں کی طرح اسے بھی سبق وار درس کی شکل میں مرتب کیا گیا ہے۔

بلاشبہ گھروں' مساجد' اسکولوں ومکاتب میں ان سبق وار احادیث کو سننے سنانے کی پابندی کی جائے تو مختصر وقت میں دین کی اہم باتیں سیکھی جاسکتی ہیں۔ اس مبارک سلسلہ احادیث کی یہ جلد حضرت مولانا ادریس میرٹھی رحمہ اللہ کی تالیف ''شرح ریاض الصالحین'' سے انتخاب کی گئی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

نوٹ: دعائیہ کلمات ''مناجات مقبول'' (جو قرآن وحدیث کی دعاؤں کا مستند ذخیرہ ہے) سے لئے گئے ہیں۔

اللہ پاک ہم سب کو دین کی صحیح فہم نصیب فرمائیں اور اپنے فضل سے خدمت دین الی یوم الدین لیتے رہیں۔

والسلام محمد اسحٰق عفی عنہ شعبان المعظم ۱۴۲۹ھ بمطابق اگست 2008ء

فہرست عنوانات

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو' (یعنی خود محنت مزدوری کرکے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ فرمایا "تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ" (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری ومسلم۔

تشریح: حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اس کے بعد سوال کرتے ہیں۔

قلت: یارسول الله ارأیت ان ضعفت عن بعض العمل

میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ذرا بتلایئے اگر میں (اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے) ان دونوں میں سے کوئی کام بھی نہ کروں؟

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک.

تم لوگوں کو اپنے شر سے بچاؤ (یعنی کسی کو اذیت یا ضرر نہ پہنچاؤ) اس لئے کہ یہ تمہارا کار خیر احسان ہے اپنے حق میں۔

ظاہر ہے کہ اگر تم نے کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کی اذیت یا کسی بھی قسم کا ضرر پہنچایا یا تو تم یقیناً گنہگار ہوگے لہٰذا تم نے لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھ کر خود کو گناہ سے بچایا اسی لئے یہ خود تمہارے حق میں کار خیر اور کار ثواب ہے جو تم نے کیا یہی وہ کار خیر ہے جس میں نہ کوئی پیسہ خرچ کرنا پڑتا ہے نہ ہی کوئی کام کرنا پڑتا ہے نہ ہاتھ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں کوئی مسلمان بھی کسی بھی حالت میں اس کار خیر سے محروم نہیں رہ سکتا۔ مگر یہ کارہائے خیر اسی صورت میں کار خیر اور ثواب کا کام ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرنے کی اور ثواب آخرت حاصل کرنے کی غرض سے کئے جائیں بالفاظ دیگر عبادت سمجھ کر اور عبادت کی نیت سے کرنا شرط ہے ورنہ تو بہت

سے غیر مسلم بھی انسانی ہمدردی کے جذبہ سے یہ اور اسی قسم کے کام (جن کا ذکر آئندہ احادیث میں آ رہا ہے) کرتے ہیں مگر نہ ان کو کارخیر کہا جا سکتا ہے نہ ہی اجر و ثواب کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ ثواب و عذاب کو جانتے اور مانتے ہی نہیں۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر صبح تم میں سے ہر شخص کے (بدن کے) ہر جوڑ پر ایک کارخیر (شکر نعمت) واجب ہو جاتا ہے چنانچہ ہر تسبیح، سبحان اللہ کہنا ایک کارخیر (اور اداء شکر نعمت) ہے ہر تحمید، الحمد للہ کہنا۔ ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے ہر تہلیل، لا الہ الا اللہ کہنا۔ ایک کارخیر (اداء شکر نعمت ہے) ہے اور ہر تکبیر، اللہ اکبر کہنا۔ ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے اور کسی بھی (شرعاً) اچھے کام کے لئے کسی کو کہنا (کہ یہ کام کرو) ایک کارخیر (اداء شکر نعمت ہے) اور ہر شرعاً برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک کارخیر (اداء شکر نعمت) ہے اور ان سب کاموں کے بجائے چاشت کی دو رکعتیں پڑھ لینا بھی کافی ہے۔ صحیح مسلم

ظاہر ہے کہ سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر ان میں سے ہر کلمہ کو حضور قلب کے ساتھ کہنا اور اسی طرح محض اللہ تعالیٰ کے لئے کسی بھی شرعاً نیک کام کے لئے کسی کو کہنا اور کسی بھی برے کام سے کسی کو منع کرنا ان میں سے ہر ایک کام ایک مستقل کام اور ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے۔

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ انسانی بدن اور بدن کے جوڑ جن سے بدن حرکت کرتا ہے اور انسان مختلف و متنوع کام انجام دیتا ہے یہ سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اگر یہ بدن اور بدن کے جوڑ نہ ہوتے تو انسان پتھر کی طرح ایک جگہ پڑا رہتا نہ حرکت کر سکتا نہ کوئی کام کاج کر سکتا گویا یہ بدن، اعضاء اور ان کے جوڑ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اسی لئے دیئے ہیں کہ ان سے انسان دن بھر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق کام کاج کرے اور ایک لحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے اس عظیم انعام واحسان سے غافل نہ ہو اور ان نعمتوں کا شکر یہ ہے کہ انسان مذکورہ بالا کارہائے خیر اور ان کے علاوہ دوسرے کارہائے خیر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انجام دیتا رہے اس کے برخلاف اگر اس بدن اور اس کے جوڑوں سے اللہ رسول کے احکام پر عمل کرنے کے بجائے اپنی اغراض و خواہشات نفسانی کے تحت برے بھلے حرام و حلال جائز و ناجائز کام کرتا رہا تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا ہے اسی کا نام ناشکری اور کفران نعمت ہے جس کی سزا بہت سخت ہے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

لئن شکرتم لأزیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (سورۃ ابراھیم آیت ۷)

اور بخدا اگر تم نے (میری نعمتوں کا) شکریہ ادا کیا تو میں (تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ) تمہیں اور نعمتیں دوں گا اور بخدا اگر تم نے ناشکری کی تو بلاشبہ میرا عذاب بہت سخت ہے۔

اس نعمت کی ناشکری کی ادنیٰ درجہ کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نعمت کو سلب کر لیں اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا کر دیں کہ ہلنا جلنا محال ہو جائے کسی حادثہ میں ہاتھ پاؤں بیکار ہو جائیں یہ تو دنیا کی سزا ہے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بچائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں بُری عمر اور دل کے فتنہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

افضل اعمال کی ضرورت واہمیت

عن ابی ذر جندب بن جنادة رضی الله عنه قال: قلت: یارسول الله، ای الاعمال افضل؟ قال: والایمان بالله، والجهاد فی سبیله، قلت: ای الرقاب افضل؟ قال: انفسها عند اهلها، اکثرها ثمنا، قلت: فان لم افعل؟ قال: تعین صانعا او تصنع لاخرق، قلت یارسول الله ارایت ان ضعفت عن بعض العمل؟ قال: تکف شرک عن الناس فانها صدقة منک علی نفسک (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوذر (جن کا نام) جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ! کونسا عمل (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی راہ میں جہاد کرنا (پھر) میں نے عرض کیا: کون سا غلام آزاد کرنا (سب سے زیادہ) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: جو غلام مالکوں کے نزدیک (سب سے زیادہ) نفیس ہو اور اس کی قیمت سب سے زیادہ ہو میں نے عرض کیا پس اگر میں (اپنی تہی دستی کی وجہ سے) نہ کروں (یعنی غلام آزاد نہ کرسکوں؟ آپ نے فرمایا: تم کسی کاریگر کی مدد کرو یا کسی ناکارہ کے لئے کام کرو' (یعنی خود محنت مزدوری کر کے اس کو دے دو یا اس کی معاش کی کفالت کرو) میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ذرا بتلایئے اگر میں ان میں سے بھی کوئی کام نہ کروں (یعنی نہ کرسکوں) آپ نے فرمایا ''تم اپنے شر سے لوگوں کو بچاؤ'' (یعنی کسی بھی شخص کو کسی بھی طرح کا ضرر یا اذیت نہ پہنچاؤ) کہ یہ تمہارا خود اپنے اوپر احسان اور کار ثواب ہے بخاری ومسلم۔

تشریح: ایک غلط فہمی کا ازالہ

اس کے معنی یہ نہیں کہ انسان اپنی تمام طبعی وغیر طبعی اغراض وخواہشات سے کلی طور پر دست بردار ہو کر ہر وقت صرف اللہ اللہ ہی کرتا رہے اور انسان کے بجائے فرشتہ بن جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی ہر غرض اور ہر خواہش کو پورا کرو مگر شریعت کی مقرر کردہ حدوں کے اندر رہ کر' اچھے سے اچھا کھاؤ پیؤ' عیش کرو ہر طرح کے کام کاج کرو' کاروبار کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت اور شرعی حدود کے اندر رہ کر کرو (جیسا کہ اسی باب کی چوتھی حدیث میں اس کی تصریح آتی ہے) غرض یہ ہے کہ سب کچھ کرو مگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت رہ کر کرو اور ہر وقت یہ خیال رکھو کہ یہ بدن اور یہ ہاتھ پاؤں اور یہ عمل کی قوت' سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس سے ایک لمحہ کے لئے غافل نہ ہو۔ جو مسلمان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ان نعمتوں' لذتوں اور سامان راحت وآسائش سے انتفاع کو زہد وتقویٰ اور پرہیز گاری کے منافی اور خدا پرستی کے خلاف سمجھ کر ٹھکراتے ہیں ان پر ذیل کی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ شدید عقاب اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہیں۔

یایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات مآ احل الله لکم ولا تعتدوا' ان الله لا یحب المعتدین○ وکلوا مما رزقکم الله حلالاً طیباً واتقوا الله الذی انتم به مؤمنون○ (المائدة:۸۷-۸۸)

اے ایمان لانے والو! جو عمدہ (لذیذ) چیزیں اللہ تعالیٰ

نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ان کو (اپنے اوپر) حرام مت کرو اور اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام کر کے) حد سے تجاوز نہ کرو (بندہ ہو کر خدا بننے کی کوشش نہ کرو) بلاشبہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو حلال وطیب چیزیں اللہ نے تم کو دی ہیں وہ کھاؤ (پیو) اور اس اللہ سے (ہر وقت) ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔

یہ آیت کریمہ ان صحابہ کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے عہد کیا تھا کہ ہمیشہ دن کو روزے رکھا کریں گے اور راتیں مصلے پر گزارا کریں گے بیویوں کے پاس تک نہ جائیں گے خوشبو کو ہاتھ نہ لگائیں گے گوشت بالکل نہیں کھائیں گے بستر پر ہرگز نہیں سوئیں گے (اور اس ترک لذت وآسائش کے ذریعہ نفس کشی کریں گے) چنانچہ اس وعید کے نازل ہوتے ہی ان صحابہ نے اپنے عہد توڑے اور خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو کر ہی ان کا شکر یہ ادا کیا۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اسی پر فریب پرہیزگاری کے متعلق فرماتے ہیں۔

لا رهبانية في الاسلام اسلام رہبانیت (ترک دنیا) کی تعلیم نہیں دیتا۔

یہ رہبانیت تو عیسائیت کا شعار اور ناکام تجربہ ہے یا ہندو دھرم کا پرفریب جال ہے یہ تارک الدنیا راہب اور نفس کشی کرنے والے سادھو درون خانہ اعلیٰ درجہ کے دنیادار اور حرام خور ہوتے ہیں جیسا کہ تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔

نماز چاشت اور اس کی اہمیت وفضیلت

ابوذر کی اس حدیث سے نماز چاشت کی عظیم فضیلت بھی ثابت ہوئی کہ دن بھر کے حدیث میں مذکور کارہائے خیر کی جگہ صرف چاشت کی نماز کافی ہو جاتی ہے سورج چڑھ آنے کے بعد دو یا چار رکعتیں نماز اشراق کہلاتی ہیں اور دوپہر سے پہلے تقریباً دس گیارہ بجے چار یا آٹھ رکعتیں نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کہلاتی ہیں چاشت کی نماز کی کم سے کم دو رکعتیں ورنہ چار رکعتیں ہیں اور نماز ضحیٰ (دن چڑھے کی نماز) کی چار یا آٹھ رکعتیں ہیں علاوہ ابوذر کی روایت کے نماز چاشت کی فضیلت سے متعلق ایک اور حدیث قدسی بھی آئی ہے جو یہ ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تبارک تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اے آدم کی اولا! دتو دن کے اول حصہ میں میرے لئے چار رکعتیں پڑھ لے تو میں دن کے آخر تک تیرے لئے کفایت کروں گا'' (تیرے سارے کام بنادوں گا)۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے اے اللہ! آپ کے اس واسطہ سے کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آپ مجھے گمراہ کردیں، بلا کی سختیوں، بدقسمتی کے حصول، بُری تقدیر، دشمنوں کے طعنوں اور اس کام کی بُرائی سے جو میں نے کیا اور اس کام کی برائی سے جسے میں نے نہیں کیا۔ اور اس چیز کی برائی سے جو مجھے معلوم ہے یا مجھے معلوم نہیں (ان سب سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں) اور میں آپ سے آپکی نعمت کے جاتے رہنے، آپ کے امن کے پلٹ جانے اور آپ کے ناگہانی عذاب آجانے اور آپ کی ناخوشی سے اپنی شنوائی کی خرابی، اپنی بینائی کی خرابی اپنی زبان کی خرابی اپنے دل کی خرابی، اپنی بے جا شہوت رانی کی خرابی اور فاقہ سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (اور اس سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ) میں کسی پر زیادتی کروں یا کوئی مجھ پر زیادتی کرے اور کسی چیز کے میرے اوپر گر جانے اور میرے کسی چیز پر گر پڑنے، ڈوب جانے، جل جانے، اور اس سے کہ شیطان مجھے موت کے وقت گڑبڑ (وساوس) میں ڈالے اور اس سے کہ میں جہاد سے بھاگتا ہوا مروں یا اس سے کہ میں کسی جانور کے ڈسنے سے مروں آپ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بارگاہِ نبوت میں اعمال کی پیشی

قال النبی صلی الله علیه وسلم : عرضت علی اعمال امتی حسنها و سیئها، فوجدت فی محاسن اعمالها الاذی یماط عن الطریق، ووجدت فی مساوی اعمالها النخاعة تکون فی المسجد لا تدفن. (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اچھے اور برے دونوں طرح کے اعمال میرے سامنے پیش کئے گئے تو میں نے ان کے اچھے اعمال میں اس تکلیف دہ چیز تک کو بھی پایا جسے عام راستہ سے ہٹادیا جائے اوران کے برے اعمال میں مسجد میں اس (ناک کی) ریزش تک کو پایا جسے دفن نہ کیا گیا ہو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اور برے ہر قسم کے کاموں کے کرنے کی قدرت عطا فرمائی ہے اور اچھے اور برے کاموں میں تمیز کرنے اور فرق کرنے کے لئے عقل بھی عطا فرمائی ہے مگر بسا اوقات خواہ اپنی کم فہمی یا کج فہمی کی بناء پر خواہ بیرونی گمراہ کرنے والے شیاطین جن وانس کے دھوکے اور فریب کی وجہ سے یا مکار نفس کی مکاری وفریب کاری کی وجہ سے عقل اچھے اور برے کاموں میں فرق وامتیاز کرنے میں ناکام رہتی ہے اور بہت سے اچھے کاموں کو برا اور بہت سے برے کاموں کو اچھا سمجھ لیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے بتقاضاء رحمت وربوبیت انسانوں کی صحیح رہنمائی کے لئے ہر زمانہ میں نبیوں اور رسولوں کو بھیجا اور آسمانی وحی ان پر نازل فرمائی کہ وہ وحی الٰہی کی روشنی میں انسانوں کی صحیح رہنمائی کریں آخری زمانہ میں پیغمبر آخرالزماں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک دنیا کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا اور کتاب الٰہی' قران کریم' آپ پر نازل فرمائی اور روحانی مکاشفات سے آپ کو نوازا تا کہ رسول آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں خود' اور اپنی وفات کے بعد کتاب وسنت اور مکاشفات کے ذریعہ قیامت تک کے لئے رہنمائی کا نظام قائم کریں اور اپنی امت کے ذمہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو لازم قرار دے کر اس محکم نظام کو جاری فرمائیں۔

اسی کے ساتھ چونکہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا اس لئے آپ کو بطور کشف پہلے سے یہ بھی بتلا دیا کہ یہ ان چھوٹے بڑے اچھے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی اور یہ ان چھوٹے بڑے برے کاموں کی فہرست ہے جو آپ کی امت کرے گی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے از راہ شفقت ورحمت اپنی امت کو ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کام سے آگاہ کر دیا تا کہ اچھے کام کرتے وقت چھوٹے سے چھوٹے اچھے کام کو بھی یہ خیال کر کے نہ چھوڑیں کہ یہ بھی کوئی اچھا کام ہے؟ اسی طرح برے کاموں سے اجتناب اور پرہیز کرتے وقت کسی چھوٹے سے چھوٹے برے کام کو بھی سمجھ کر نہ کر بیٹھیں کہ اس کام کے کرنے میں کیا حرج ہے؟ یہ بھی کوئی برا کام ہے؟ اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو چھوٹے سے چھوٹے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جبکہ

دوسری حدیثوں میں جو اسی باب میں آتی ہیں بڑے سے بڑے اچھے اور برے کاموں سے آگاہ فرماتے ہیں جب کہ دوسری حدیثوں میں جو اسی باب میں آتی ہیں بڑے بڑے سے اچھے برے کاموں سے آگاہ فرمایا ہے کہ یہی مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے محاسن اعمال اور مساوی اعمال کے آپ پر کشف فرمانے کا۔

ظاہر ہے کہ انسان عام راستہ اور گزرگاہ سے کسی بھی ایذا رسان اور تکلیف دہ چیز ہٹا دینے کو کوئی اہم کار خیر اور کار ثواب نہیں سمجھتا حالانکہ بہترین خدمت خلق ہے اور راستہ چلنے والوں کی دعا خیر کا موجب ہے اور مسجد میں چھینک آنے پر ناک کی ریزش (رینٹھ) یا کھانسی اٹھنے پر منہ سے بلغم، ناک یا منہ سے نکلنے اور گر جانے کو برا کام نہیں سمجھتا حالانکہ مسجد کو گندا کر دینے کے لحاظ سے نمازیوں کے لئے بے حد تکلیف دہ اور انسانوں کی گالیوں اور فرشتوں کی بددعاؤں کا موجب ہے اس کم فہمی یا کوتاہ فہمی پر متنبہ فرمانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ان دونوں درجہ کے اچھے اور برے کاموں کا ذکر فرمایا ہے کاش کہ مسلمان ان میں سے کوئی کار خیر تو اختیار کریں؟ کرتے ہیں مگر عبادت سمجھ کر اور ثواب کی نیت سے نہیں کرتے اور ثواب سے محروم رہتے ہیں۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی غفلت اور بے حسی کو دور کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل دعا مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

اللهم لا تجعل الدنيا اكبر همنا ولا مبلغ علمنا ولا غاية رغبتنا

اے اللہ تو دنیا کو ہمارا سب سے بڑا مقصد اور منتہائے علم اور ہماری آخری رغبت (مرغوب چیز) نہ بنائیو۔

اس دعا کی روشنی میں ہماری حالت

آج ہماری حالت یہی ہے کہ ہمارا سب سے بڑا مقصد دنیا ہے آخرت کا بھول کر بھی خیال نہیں آتا تحصیل علم کی منتہا بھی دنیا ہے یعنی ہم جو بھی علم حاصل کرتے ہیں اگرچہ دینی علم ہی ہو اس کا مقصد صرف دنیوی اغراض ہیں اور بس آگے ہمیں کچھ نہیں چاہئے دنیاوی کامرانیاں ہی ہمیں مرغوب ومطلوب ہیں اور بس وائے برما و بر حال ما (افسوس ہم پر اور ہمارے حال پر)

آپ بھی اس دعا کو یاد کر لیجئے اور دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگا کیجئے یاد رکھئے اللہ تعالیٰ خلوص قلب سے مانگی ہوئی دعاؤں کو ضرور قبول فرماتے ہیں وباللہ التوفیق۔

باقی مسجد میں چھینک آنے پر ریزش کا ناک سے نکلنا یا کھانسی آنے پر منہ سے بلغم نکلنا غیر اختیاری چیز ہے اس لئے اس برے کام کا کفارہ بھی بتا دیا۔

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم البزاق فى المسجد خطيئة و كفارتها دفنها (متفق عليه)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد میں تھوک خطا ہے اور اس کو دفن کر دینا اس خطا کا کفارہ ہے۔ بخاری مسلم

اگر مسجد کی زمین کچھ نرم ہو تو ذرا مٹی کرید کر اس کو دفن کر دینا چاہئے اگر فرش پختہ ہو تو اپنے رومال، چادر یا کرتے کے کنارہ پر لے کر اس کو مسل دینا چاہئے یا کسی بھی اور طریقہ سے اس کا ازالہ کر دینا چاہئے تاکہ مسجد پاک وصاف رہے اسی لئے حضرت ابوذر کی حدیث میں لاتدفن (جو دفن نہ کی گئی ہو) کی قید ہے اگر کسی بھی طرح ازالہ کر دیا تو برائی ختم ہوگئی ناک کی ریزش، تھوک اور بلغم سب کا ایک حکم ہے۔

غریبوں کیلئے صدقہ اور ثواب میں سہولتیں

ان ناسا قالوا: يارسول الله، ذهب اهل الدثور بالاجور، يصلون كما نصلي، ويصومون كما نصوم، ويتصدقون بفضول اموالهم قال: أوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به: ان بكل تسبيحة صدقة، وكل تكبيرة صدقة، وكل تحميدة صدقة وكل تهليلة صدقة، وأمر بالمعروف صدقة، ونهي عن المنكر صدقة، وفي بضع احدكم صدقة (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) کچھ لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مال دار لوگ سب اجر وثواب لے گئے (اور ہم منہ تکتے رہ گئے دیکھئے) وہ نمازیں پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں وہ روزے رکھتے ہیں جیسے ہم روزے رکھتے ہیں (مگر) وہ اپنے فاضل اموال (دل کھول کر) صدقہ کرتے ہیں (ہم فقر وافلاس کی وجہ سے صدقہ نہیں کر سکتے اس لئے وہ اجر وثواب میں ہم سے بڑھ گئے ہم ان سے پیچھے رہ گئے) آپ نے فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے صدقہ کرنے اور اجر وثواب حاصل کرنے کے کام نہیں تجویز کئے (جو بغیر مال ودولت تم کر سکتے ہو دیکھو) ہر کلمہ تسبیح (سبحان اللہ کہنا) ایک صدقہ (کارثواب) ہے اور ہر کلمہ تکبیر (اللہ اکبر کہنا) ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر کلمہ تحمید (الحمدللہ کہنا) ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر کلمہ تہلیل (لا الہ الا اللہ کہنا) ایک صدقہ (کارثواب) ہے۔ کسی کو بھلے کام کو کہنا ایک صدقہ (کارخیر) ہے ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا ایک صدقہ (کارثواب) ہے اور تم میں سے ہر شخص کی شرمگاہ (کے معاملہ میں بھی) ایک صدقہ (کارخیر) ہے انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ایک شخص اپنی (خواہش نفس) کو پورا کرتا ہے اور اس میں بھی اسے اجر وثواب ملتا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم مجھے بتلاؤ اگر وہ اپنی اسی خواہش کو حرام محل میں (اجنبی عورت سے) پورا کرتا تو کیا اس پر گناہ نہ ہوتا؟ (ضرور ہوتا) تو اسی طرح جب اس نے اپنی اسی خواہش کو حلال محل میں (بیوی سے) پورا کیا تو اس پر اسے اجر نہ ملے گا (ضرور ملے گا؟) کیونکہ اس نے ایک حلال کام کر کے خود کو حرام کام اور اس کے گناہ سے بچالیا کتنا بڑا کارثواب ہے۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کارہائے خیر اور اجر وثواب کے کام اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال ودولت خرچ کرنے میں منحصر نہیں ہیں کہ تہیدست ونادار لوگ مالداروں کے مقابلہ میں خود کو کمتر محسوس کریں بلکہ بیشمار کام ایسے ہیں کہ انسان اگر چاہے تو بغیر پیسہ خرچ کئے کر سکتا ہے صرف سبحان اللہ والحمدللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر خلوص قلب اور رضاء الٰہی کی نیت سے کہے تو یہی چار کلمات جنت میں سرسبز وشاداب باغات لگانے کے لئے کافی ہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب معراج میں (ساتویں آسمان پر) حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا۔ اے محمد! اپنی امت کو میرا سلام اور یہ پیغام پہنچادو کہ جنت کی زمین نہایت عمدہ (اور زرخیز) ہے پانی بھی میٹھا ہے (مگر ابھی) وہ خالی پڑی ہے سبحان الله، والحمدلله

و لاالٰہ الا اللہ و اللہ اکبر' اس کے پودے ہیں (جس قدر ممکن ہوسکے زیادہ سے زیادہ سرسبز وشاداب باغات لگالو)

اسی طرح کسی بھی شخص کو خوش اسلوبی سے شرعاً بھلی بات بتلانا اور شرعاً بری بات سے منع کرنا بھی کوئی دشوار کام نہیں نہ ہی اس میں روپیہ پیسہ خرچ ہوتا ہے بشرطیکہ نیک نیتی اخلاص اور خوش اسلوبی سے انجام دیا جائے تو بہت بڑے اجر وثواب کا موجب ہے بلکہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق: تم (اے امت محمد) بہترین امت ہو تمہیں لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم بھلی بات کا حکم کرتے ہو بری بات سے منع کرتے ہو۔

امت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا طغریٰ امتیاز ہے۔

اسی طرح ایک مسلمان اپنے گھر جا کر اہل وعیال کے درمیان بیٹھتا اٹھتا' کھاتا پیتا' بات چیت کرتا' سوتا جاگتا ہے اور نیت اس کی یہ ہوتی ہے کہ یہ میرے اہل وعیال ہیں ان کے اعمال واخلاق کی نگرانی میرا فرض ہے غیر شرعی اعمال واخلاق سے بحسن تدبیر ان کو روکوں اور منع کروں اور شرعی اعمال وافعال اور اسلامی آداب واخلاق کی غیر محسوس طریق پر ان کو تعلیم دوں' اسلامی تہذیب ومعاشرت سے ان کو روشناس کروں مثلاً گھر کے تمام رہنے والے عورتیں' بچے جوان' بوڑھے ایک دسترخوان پر کھانا کھائیں اور خود بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم ذرا بلند آواز سے کہہ کر کھانا شروع کرے جو بچے کم عمر ہیں ان کو پیار محبت سے سمجھائے کہ بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے ہیں تو جن سمجھدار مردوں' عورتوں نے ناواقفیت یا بے پروائی کی بنا پر بسم اللہ نہیں پڑھی ہوگی وہ تو اپنی غلطی یا کوتاہی خود ہی محسوس کرکے بسم اللہ پڑھ لیں گے اور دوسرے وقت جب دسترخوان پر بیٹھیں گے تو کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا نہ بھولیں گے اور اسی طرح روزانہ بار بار کی یاددہانی اور فہمائش سے تمام گھر والے اس سنت پر عمل کرنے لگیں گے اور کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کی سب کو عادت پڑ جائے گی دیکھئے کہ ایک سنت کو زندہ کرنا کتنا بڑا کارخیر ہے اور کتنے بڑے ثواب کا کام ہے لیکن یہ کام اسی صورت ہوسکا جب اسی نیت اور اسی ذمہ داری کے فرض کو ادا کرنے کے ارادہ سے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھ کر دونوں وقت روزانہ کھانا کھایا یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے اسی طرح اور اسی نیت سے اگر اہل خانہ کے درون خانہ تمام اعمال وافعال اور آداب واخلاق کی نگرانی اور اصلاح کی جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور (قیامت کے دن) تم میں سے ہر شخص سے اس کے زیر نگرانی لوگوں کے بارے میں باز پرس ہوگی اور ہر مرد اپنے اہل وعیال کا نگران ہے اس سے اس کی رعایا (اہل خانہ) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

اس تفصیل کے مطابق ہر مسلمان کے لئے اپنے گھر میں بھی بے شمار کارہائے خیر اور ثواب کے کام موجود ہیں بشرطیکہ وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور آخرت کے ثواب کی نیت اور غرض سے ان کاموں کو انجام دے ورنہ تو ہر شخص خصوصاً مہذب اور تعلیم یافتہ طبقہ کے سب ہی لوگ اپنے اہل وعیال کو ادب تمیز سکھلانے اور آداب واخلاق سے آراستہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر اس غرض اور نیت سے کہ سوسائٹی میں ان کو عزت کی نظر سے دیکھا جائے اور ان کی تعریف کی جائے نہ کہ ارشاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری اور آخرت کی مسئولیت سے بچنے کی غرض سے چنانچہ ان کو وہی آداب واخلاق سکھلاتے ہیں جو سوسائٹی میں مقبول اور پسندیدہ سمجھے جاتے ہیں دیکھئے آج کل ہاتھوں میں

پلیٹیں اور چمچے لے کر کھڑے کھڑے چلتے پھرتے کھانا کھانا اور پانی پینا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اور گھروں میں اسی کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہے حالانکہ یہ اسلامی تہذیب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بالکل خلاف گداگرانہ اور بہیمانہ فعل ہے مگر اس طبقہ کا مقصد تو صرف سوسائٹی میں سرخروئی حاصل کرنا ہے ان کو خدا رسول اور آخرت کے ثواب وعذاب سے کیا واسطہ؟ بھول کر بھی کبھی خدا رسول کا خیال نہیں آتا یاد رکھئے !اسلامی معاشرہ اور خداپرستی کا ماحول سٹیج کی تقریروں اور منبروں کی وعظوں سے کبھی قائم نہیں ہوسکتا بہت سے نیک دل مسلمان جس وقت ان تقریروں اور وعظوں کو سنتے ہیں اس وقت صدق دل سے ان پر عمل کرنے کا ارادہ بھی کرتے ہیں مگر جونہی ان وعظوں اور تقریروں کی مجلس سے اٹھتے اور اپنے گھر آتے ہیں یا کاروبار میں مشغول ہوتے ہیں تو وہی غیر اسلامی کام کرتے ہیں جن کی بچپن سے عادت پڑی ہوتی ہے یاد رکھئے علم نفسیات کے مطابق عادت سب سے "قوی موثر اور عامل" ہے۔

اس لئے جب تک ہر مسلمان گھرانے کا بڑا سربراہ مذکورہ حدیث کے مطابق اپنی ذمہ داری کو محسوس نہ کرے گا کہ ان اہل خانہ عورتوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کی دینی اصلاح اور اسلامی تربیت میرا فرض ہے اور میں ہی قیامت کے دن جواب دہ ہوں اور عملی طور پر ان کے نشست برخاست خوردونوش، خفت وخواب کی عادتوں کو اسلامی آداب واخلاق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں نہ ڈھالا جائے گا اس وقت تک گھر کا ماحول دینی اور اسلامی نہیں ہوسکتا اور جب تک اس فرض کو اہم ترین ذمہ داری اور آخرت کے مواخذہ سے بچنے کا واحد ذریعہ سمجھ کر نہ ادا کیا جائے گا اس وقت تک کوئی تبدیلی نہیں آسکتی اسی طرح جب ہر گھر اور خاندان کا بڑا اور سربراہ اسی طریق کار پر عمل کرے گا تو پوری بستی کا معاشرہ اسلامی ماحول دینی ہوسکتا ہے اور جب ہر بستی اور ہر شہر کے مسلمان اسی طرح اپنے اپنے گھرانوں اور بستیوں میں اسی نہج پر کام کریں گے تو پورے ملک کا معاشرہ اسلامی اور خداپرستی کے ماحول سے تبدیل ہوسکتا ہے یہی واحد تدبیر ہے اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی۔

غرض اس چوتھی حدیث کا حاصل یہ ہے کہ درون خانہ بھی اور بیرون خانہ بھی اتنے زیادہ اور بے شمار کارہائے خیر ہیں کہ انسان کی زندگی کا ایک لمحہ بھی ایسا نہیں جس میں کوئی ثواب کا کام کرنے کے لئے نہ ہو کرنیوالا ہونا چاہئے اور کرنے والا وہی شخص ہوسکتا ہے جس کو آخرت کی فکر ہو پھر ساری زندگی اجر وثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے لہٰذا کسی بھی مسلمان کو کسی بھی حالت میں یہ خیال ہرگز نہ کرنا چاہئے کہ میں اس حالت میں کوئی کار ثواب نہیں کرسکتا فقر وافلاس ہو دکھ بیماری ہو ہر حالت میں سبحان اللہ، والحمدللہ ولاالہ الااللہ، واللہ اکبر، تو کہہ سکتا ہے زبان سے کہنے میں دشواری ہو تو دل میں تو کہہ سکتا ہے طلب صادق اور لگن ہونی چاہئے پھر کوئی چیز مانع نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ ہمیں سب کو کتاب لکھنے والے کو بھی اور پڑھنے والوں کو بھی، اور شائع کرنے والوں کو بھی یہ لگن عطا فرمائیں تاکہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ کارہائے خیر میں صرف ہو اور ہم ہمہ وقت ثواب کے کاموں میں مشغول رہیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے بڑا صبر کرنے والا، بڑا شکر کرنے والا بنا دیجئے اور مجھے میری نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظروں میں بڑا بنا دیجئے۔ اے اللہ ہمارے ملک میں برکت شادابی اور امن رکھ دیجئے۔ اور جو کچھ آپ نے مجھے دیا ہے اس کی برکت سے مجھے محروم نہ فرمائیے۔ اور جس چیز سے آپ نے مجھے محروم رکھا ہے اس کے بارہ میں آپ مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے۔

کسی بھی نیک کام کو حقیر نہ سمجھئے

قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لا تحقرن من المعروف شیئا ولو ان تلقی اخاک بوجہ طلیق (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: (اے ابوذر) تم بھلائی کے کاموں میں سے کسی بھی کام کو حقیر (اور معمولی) ہرگز نہ سمجھنا اگر چہ اپنے (دینی بھائی) سے خندہ پیشانی کیساتھ ملنا ہی (کیوں نہ) ہو۔

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوذر کو خاص طور پر خطاب کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ کبھی کسی بھی بھلے کام کو "معمولی" اور حقیر سمجھ کر ہرگز نہ ترک کرنا یہ نفس کا فریب اور دھوکا ہے۔ وہ تم کو کار خیر کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے چنانچہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے خوش روئی اور خندہ پیشانی سے ملنا اور ملاقات کرنا بھی کار ثواب ہے اگر چہ بظاہر اس میں نہ اس کی کوئی مالی امداد و اعانت ہوتی ہے نہ ہاتھ پاؤں کی کوئی مدد مگر یہ طرز ملاقات اپنے دوررس نتائج کے اعتبار سے بے حد اہم کار خیر ہے اس لئے کہ اس طرح سے ملنے اور ملاقات کرنے سے مسلمانوں میں باہمی اخوت اور بھائی بندی کا رشتہ استوار اور مضبوط ہوتا ہے اور ضرورت کے وقت ایک دوسرے کی امداد و اعانت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے باہمی میل جول بڑھتا ہے اور ضرورت کے وقت بغیر کسی جھجک کے ایک دوسرے سے صدہا اور جائز دنیوی کام لئے جا سکتے ہیں جو بغیر باہمی تعاون کے نہیں ہو سکتے۔

انسانی زندگی میں یہ باہمی امداد و تعاون اس قدر ضروری اور ناگزیر چیز ہے کہ دنیا کے ہر ملک اور قوم میں خدا پرست ہوں یا خدا ناشناس حتیٰ کہ خالص کمیونسٹ ملکوں اور قوموں میں بھی امداد باہمی کی بڑی بڑی انجمنیں اور ادارے موجود ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ صرف دنیوی کاموں میں خواہ وہ کام جائز ہوں خواہ ناجائز امداد باہمی کے منصوبے اور پروگرام بناتے ہیں خدا پرستی دینداری اور آخرت کے یا وہ سرے سے منکر ہیں یا غافل ہیں اس لئے دینی کاموں کا ان کے ہاں سوال ہی نہیں لیکن خدا پرست اور دیندار لوگ خدا کی عبادت و طاعت اور آخرت میں کام آنے والے کاموں کو دنیوی اغراض ومقاصد پر مقدم رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد ایک ابدی اور لافانی زندگی پر یقین وایمان رکھتے ہیں اس لئے ان کے نزدیک دینی کاموں میں باہمی امداد وتعاون دنیوی کاموں کی بہ نسبت زیادہ ضروری ہے اور دنیاوی کاموں میں امداد وتعاون صرف شرعاً جائز کاموں تک محدود رکھتے ہیں اور گناہ و نافرمانی میں باہمی امداد کو حرام اور ممنوع سمجھتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وظلم میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے (ہر حالت میں) ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر والی ابوذرؓ کی حدیث میں امر بالمعروف کو ایک کار ثواب بتلایا ہے اس لحاظ سے اس پانچویں حدیث میں ابوذر کو ہی خطاب کر کے تنبیہ فرمائی کہ تم کسی بھی کار خیر کو حقیر اور معمولی مت سمجھنا اگر چہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو اس لحاظ سے یہ پانچویں حدیث چوتھی حدیث کا نتیجہ ہے اور امر بالمعروف ہی سے متعلق ہے۔

بدن کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکرانہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: کل سلامی من الناس علیه صدقة کل یوم تطلع فیه الشمس: تعدل بین الاثنین صدقة، وتعین الرجل فی دابته، فتحمله علیها، او ترفع له علیها متاعه صدقه، والکلمة الطیبة صدقة، وبکل خطوة تمشیها الی الصلاة صدقة، (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں کے (بدن کے) جوڑوں میں سے ہر جوڑ پر ایک صدقہ (کار خیر بطور شکرانہ) واجب ہے (۱) دو شخصوں کے درمیان تم انصاف کرو یہ ایک (کار خیر بطور شکرانہ) واجب ہے۔ (۲) کسی شخص کی سواری (پر سوار ہونے میں) مدد کرنا اس کو (سہارا دے کر) اس پر سوار کر دینا یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر اس کو دے دینا ایک کار ثواب ہے۔ (۳) اچھی بات (کسی کو بتا دینا) ایک کار ثواب ہے (۴) ہر قدم جو نماز کے لئے (مسجد) جانے میں اٹھاؤ یہ ایک کار ثواب ہے (۵) راستہ (گذرگاہ) سے ایذا رساں چیز کو ہٹا دینا ایک کار ثواب ہے (بخاری اور مسلم)

امام مسلم نے بھی یہ حدیث (ذرا تفصیل کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی وہ کہتی ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اولاد آدم میں سے ہر انسان کے (بدن میں) تین سو ساٹھ جوڑ پیدا کئے گئے ہیں پس (ان جوڑوں کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے) جس شخص نے **الله اکبر** کہا **الحمدالله** کہا **لااله الاالله** کہا **سبحان الله** کہا **استغفر الله** کہا اور لوگوں کے راستے (گذرگاہ) سے پتھر ہٹا دیا یا کانٹا ہڈی لوگوں کے راستہ سے ہٹا دی یا (کسی کو) بھلے کام کے لئے کہا یا برے کام سے منع کیا (اسی طرح) تین سو ساٹھ جوڑوں (کے اداء شکر کے لئے) تین سو ساٹھ کام کر لئے تو اس شخص نے اس دن شام ہونے تک اپنے آپ کو (جہنم کی) آگ سے دور (اور محفوظ) کر لیا۔

تشریح: اس سے قبل حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث میں بھی انسان کے بدن کے جوڑوں پر اللہ تعالیٰ کا عظیم انعام واحسان ہونا اور اس انعام واحسان کے شکریہ میں کارہائے خیر انجام دے کر شکریہ ادا کرنے کا بیان آ چکا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیثوں میں بھی اسی اداء شکر کا بیان ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ان جوڑوں کی تعداد تین سو ساٹھ بتلائی ہے اور صبح سے شام تک روزانہ تین سو ساٹھ کارہائے خیر انجام دے کر خود کو کفران نعمت کی سزا جہنم سے نجات دلانے کی تاکید فرمائی ہے۔

ان دونوں حدیثوں میں جن کارہائے خیر کا ذکر ہے ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔ (۱) ہر کلمہ سبحان اللہ (۲) ہر کلمہ الحمدللہ (۳) ہر کلمہ لا الہ الا اللہ (۴) ہر کلمہ اللہ اکبر (۵) ہر کلمہ استغفر اللہ (۶) ہر بھلا کام کسی کو بتلانا (۷) ہر برے کام سے کسی کو منع کرنا (۸) دو شخصوں کے درمیان انصاف کرنا (۹) کسی کمزور انسان کو سواری پر سوار ہونے یا سامان اٹھا کر اس کو دے دینے میں مدد کرنا (۱۰) ہر اچھی بات کہنا (۱۱) نماز کے لئے مسجد جانے میں

ہر قدم اٹھانا (۱۲) عام گزرگاہ سے ہر ایذا رسان چیز کو دور کرنا (۱۳) لوگوں کے راستہ سے پتھر، کانٹے یا ہڈی کو ہٹا دینا۔

یہ کارہائے خیر اپنی نوعیت کے اعتبار سے تو صرف تیرہ قسم کے کام ہیں مگر ہر کام تعمیر کے اعتبار سے یہ بے شمار ہو جاتے ہیں جن سے کوئی انسان کسی وقت بھی خالی نہیں رہ سکتا (جس کی تفصیل اسی باب کی دوسری حدیثوں کی تشریح کے ذیل میں گزر چکی ہے) مگر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں تو صرف دن چڑھے کی دو رکعتوں کو ہی ان تمام کارہائے خیر کی بجائے کافی قرار دے دیا ہے۔

سبحان اللہ کتنا بڑا اللہ تعالیٰ کا احسان اور بندہ پروری ہے کہ تین سو ساٹھ جوڑوں کے اداء شکر کے لئے تین سو ساٹھ کارہائے خیر کی جگہ صرف دو رکعتوں کو ہی کافی قرار دے دیا اس کے بعد بھی اگر کوئی خدا پرست انسان ان بدن کے جوڑوں کا شکر یہ ادا نہ کرے تو اس سے بڑھ کر احسان ناشناس، ناشکرا اور کفران نعمت کی سزا کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے۔

ہماری حالت

لیکن وائے برما (افسوس ہماری حالت پر) ہم تو دن رات اس قدر دنیا میں منہمک اور سرگرداں ہیں کہ کسی وقت بھول کر بھی ہمیں خیال نہیں آتا کہ یہ ہاتھ پاؤں اور اعضا جن سے ہم دنیا کے تمام کام لے رہے ہیں خواہشات پوری کر رہے ہیں اغراض حاصل کر رہے ہیں ان کو عطا کرنے والے کا بھی ہم پر کچھ حق ہے یا کسی کے انعام واحسان کا شکر یہ ادا کرنا تو انسانیت اور شرافت کا تقاضا بھی ہے جانور بھی چارہ ڈالنے والے کے سامنے سر جھکاتا ہے ہم تو جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں ہم تو دنیا میں اس قدر منہمک اور سرگرداں ہیں کہ ہمیں یہ سوچنے سمجھنے کی فرصت ہی نہیں ہمارے متعلق ہی فرمایا ہے۔

بل تؤثرون الحيوة الدنيا (اعلیٰ:۱٦)

بلکہ تم تو دنیا کی زندگی کو (آخرت پر) ترجیح دیتے ہو۔

حالانکہ یہ دنیا کی زندگی جس میں ہم نے اپنے آپ کو کھپا رکھا ہے اس کی آخرت کی زندگی کے مقابلہ میں جس سے ہم بالکل بے پرواہ اور بے خبر ہیں کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی نہ ہی اس کی کوئی بنیاد ہے ارشاد ہے۔

والاخرة خير وابقى (اعلیٰ:۱۷)

حالانکہ آخرت (کی زندگی بدرجہا) بہتر اور پائیدار (لافانی) ہے۔

ہم بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں کہ بڑے بڑے خوشحال اور دولت مند زمانہ کی گردش کا شکار ہو جاتے ہیں اور دیکھتے دیکھتے نان شبینہ تک کے محتاج ہو کر دربدر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں درحقیقت یہ ہمارے خبیث نفس کی سرکشی اور سرتابی ہے کہ وہ ہمیں ان روز روشن کی طرح واضح حقیقتوں کے سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں دیتا اور دولت وثروت جاہ ومنفعت کے نئے سے نئے سبز باغ دکھا کر شب وروز سرگرداں رکھتا ہے اور مرتے دم تک اسی فنا ہونے والی دنیا میں ہم سرکھپاتے رہتے ہیں اس کا انجام یہ ہے ارشاد ہے۔

فامامن طغى واثرالحيوة الدنيافان الجحيم هي الماوى (النزعت آیت ۳۸،۳۷)

اور جس نے سرکشی اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو (پسند کیا اور) ترجیح دی پس بیشک جہنم ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

بجز اس خوش نصیب اور سعید ازلی شخص کے جو اس مکار نفس کی فریب کاری سے آگاہ ہو کر قیامت کے دن خدا کے روبرو پیش ہونے سے اور گناہوں کی سزا سے ڈرا اور اس بے لگام نفس کے منہ میں احکام خداوندی کی پابندی کی لگام دی اور

اس کو ناجائز خواہشات سے باز رکھا تو بیشک قیامت کے دن جنت اس کا ٹھکانہ ہوگی ارشاد ہے۔

وامامن خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى

(سورة النزعت آیت ۴۰ . ۴۱)

اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے (اور پیش) ہونے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو بیشک جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

اس باب کی احادیث اوران کی تشریحات کے ذیل میں ہر حالت میں اور ہر وقت کارہائے خیر میں مصروف رہنے کا مقصد اس بے لگام نفس کے منہ میں لگام دینا خدا اور سول کے احکام کے خلاف ورزی اور ممنوع اغراض وخواہشات سے روکنا اور قیامت کے دن سرخرو ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان دنیاوی خواہشات واغراض سے دور اور محفوظ رکھے جو قیامت کے دن جہنم میں لے جانے والی ہوں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ نے میری صورت اچھی بنائی ہے پس آپ میری سیرت بھی اچھی کردیجئے اور میرے دل کی بے اطمینانی دور فرمائیے اور گمراہ کرنے والے فتنوں سے جب تک میں زندہ ہوں مجھے محفوظ فرمائیے۔

اے اللہ! مجھے موت کے وقت ایمان کی محبت تلقین فرمائیے۔

اے میرے پروردگار! میں آپ سے آج کے دن اور جو چیز اس کے بعد ہو بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میں آپ سے آج کے دن کی خیر اور اس کی فتح، ظفر اور اسکی برکت وہدایت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے اپنے دین ودنیا اور اہل ومال میں معافی اور اچھے انجام کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میرا عیب ڈھانپ دیجئے اور خوف کو امن سے بدل دیجئے۔

اے اللہ! میری آگے سے، پیچھے سے، دائیں بائیں سے اور میرے اوپر سے حفاظت فرمائیے۔ اور میں آپ کی عظمت کے واسطہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ اس سے کہ میں ناگہاں اپنے نیچے سے پکڑ لیا جاؤں۔ یاحی یاقیوم میں آپ کی رحمت کے واسطے سے آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حال کو درست کردیجئے اور مجھے میرے نفس کی طرف ایک لمحہ کے لئے بھی سپرد نہ فرمائیے۔ اے اللہ میں آپ کے اس نور کے واسطہ سے جس سے آسمان وزمین روشن ہیں اور ہر اس حق کے واسطہ سے جو آپ کا ہے اور اس حق کے واسطہ سے جو مانگنے والے کا آپ پر ہے سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھ سے درگزر فرمائیں اور وہ یہ کہ اپنی قدرت سے مجھے دوزخ سے پناہ دے دیجئے۔ اے اللہ آج کے دن کے اوّل حصہ کو میرے حق میں بہتر بنادیجئے، درمیانی حصہ کو فلاح اور آخری حصہ کو کامیابی بنادیجئے۔

اے سب سے بڑے مہربان میں آپ سے دنیا وآخرت (دونوں کی) بھلائی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے شیطان کو دور کردیجئے اور میرا بند کھول دیجئے اور میرا پلہ بھاری کردیجئے اور مجھے طبقہ اعلیٰ میں (شمار) فرمائیے۔

مسجد میں نماز باجماعت ادا کرنے والے کی مہمانی

عن ابی هريرة رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من غدا الى المسجد او راح، اعد الله له فى الجنة نزلا كلما غدا او راح. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص صبح کو (نماز کے لئے) مسجد گیا یا شام کو گیا اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں خصوصی ضیافت تیار فرمائیں گے جتنی مرتبہ بھی وہ صبح یا شام کو (مسجد) جائے گا۔

تشریح: نزل (عربی زبان میں) اس (خصوصی) غذا (کھانے کو اور ہر اس چیز) کو کہتے ہیں جو مہمان کے لئے تیار کی جائے۔

اس نزل (خصوصی ضیافت) کی خوشخبری فرشتے (مرتے وقت) ہر اس مسلمان کو سناتے ہیں جو تمام عمر اللہ تعالیٰ پر ایمان اور دین پر پختگی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

بے شک جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا: ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر (تمام عمر پختگی کے ساتھ) اس پر قائم رہے ان کے پاس (مرتے وقت) فرشتے آتے ہیں (اور کہتے ہیں) اب تم نہ کسی چیز کا خوف کرو اور نہ ہی کسی چیز کا غم کرو اور تم کو خوشخبری ہو اس جنت کی جس کا (دنیا میں) تم سے وعدہ کیا گیا تھا ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمہارے مددگار رہے اور آخرت میں بھی تمہارے مددگار رہیں گے اس جنت میں تمہیں وہ تمام چیزیں (نعمتیں) ملیں گی جن کو تمہارا جی چاہے گا اور اس جنت میں تمہیں ہر وہ چیز (نعمت) ملے گی جو تم طلب کرو گے (یہ) خصوصی ضیافت ہے۔

بہت مغفرت کرنے والے مہربان (رب) کی جانب سے۔

یہ حقیقت ہے کہ روزانہ پابندی کے ساتھ پانچویں وقت مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اتنا عظیم دین کا کام (عبادت) ہے کہ جو مسلمان اس کی پابندی کر لیتا ہے اس کے لئے اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی آسان ہو جاتی ہے اور جو مسلمان پنجوقتہ نماز باجماعت کی پابندی نہیں کر سکتے وہ اور دین کے کاموں (عبادتوں) کی پابندی بھی نہیں کر سکتے اور فرض عبادتوں تک کو ترک کرنے کے مجرم اور گنہگار ہوتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نماز کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔

اور تم (دین کے تمام کاموں میں) مدد حاصل کرو ثابت قدمی اور نماز سے بلا شبہ نماز (پڑھنا) بہت زیادہ گراں (اور دشوار) ہے سوائے ان لوگوں کے جن کو یقین ہے کہ ان کو (مرنے کے بعد) اپنے رب کے سامنے ضرور پیش ہونا ہے اور وہ (دنیا سے) اسی کے پاس لوٹ کر جائیں گے (اور سب سے پہلے نماز کے متعلق ہی سوال ہوگا کہ پابندی کے ساتھ پڑھی یا نہیں)

فارسی کا شاعر کہتا ہے۔

روز محشر کہ جان گداز بود　　اولین پرسش نماز بود

محشر کے دن جبکہ جان پگھلی جا رہی ہوگی سب سے پہلے نماز کا سوال ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں صبر سے مراد وہی استقامت ہے جس کا ذکر اس سے پہلی آیت میں آیا ہے یعنی تمام عمر دین وایمان پر پختگی کے ساتھ قائم رہنا۔

اسی لئے حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں تمام صوبوں کے والیوں (گورنروں) کے پاس ذیل کا فرمان بھیجا تھا۔

بلاشبہ تمہارے دین کے کاموں (عبادتوں) میں سب سے زیادہ اہم نماز ہے تو جس شخص نے نماز کی پابندی کر لی وہ کاموں (عبادتوں) کی آسانی سے پابندی کر سکے گا اور جس اور نے نماز کو ضائع کر دیا وہ اور کاموں کو زیادہ آسانی کے ساتھ ضائع کر دے گا۔

اور اسی نماز کی محبت و مسرت کی بنا پر دین کے اور تمام کام بھی آسان اور سہل ہو جاتے ہیں اسی لئے قرآن کریم میں صبر اور صلوٰۃ سے دین کے تمام کاموں میں مدد لینے کا حکم فرمایا ہے کہ یہی نماز کی پابندی دین کے تمام کاموں کی پابندی کو آسان بنا دیتی ہے جیسا کہ تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمان میں بتلایا گیا ہے نماز نہ صرف دین کے کاموں کو آسان کر دیتی ہے بلکہ دنیا کی تمام پریشانیوں کو بھی دور کر دیتی ہے جیسا کہ حدیث میں شریف میں آیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی (پریشان کن) دشوار امر پیش آتا تو آپ نماز کی طرف دوڑتے (اور فوراً نماز پڑھنے لگتے)

گویا نمازِ دین و دنیا دونوں کے دشوار کاموں کو آسان کر دیتی ہے اور پریشانیوں سے نجات دلاتی ہے نہ صرف یہ بلکہ نماز بے حیائی کے کاموں اور شرعاً ممنوع کاموں سے بھی روکتی ہے۔

کاش اس کتاب کے پڑھنے والوں کے کان اس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کو دل و جان سے سن لیں اور دین و دنیا کی تمام فکروں اور پریشانیوں سے نجات حاصل کریں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ کتاب کے لکھنے والے اور شائع کرنیوالے کو بھی اللہ تعالیٰ ذکر اللہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

بات لمبی ہو گئی مختصر یہ ہے کہ اس حدیث میں پانچویں وقت مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھنے والوں کے لئے غفور و رحیم پروردگار کی جانب سے خصوصی ضیافت کی بشارت اور خوشخبری دی گئی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنے عذاب سے بچا دیجئے جس دن آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں۔

اے اللہ! ساتوں آسمانوں اور ہر اس چیز کے جس پر ان کا سایہ ہے اور اے پروردگار! زمینوں اور ہر اس چیز کے جسے وہ اٹھائے ہوئے ہیں اور اے پروردگار! شیطانوں اور ہر اس چیز کے جس کو انہوں نے گمراہ کیا ہے تمام مخلوق کی برائی سے میرے نگہبان رہئے اس چیز سے کہ کوئی ان میں سے مجھ پر ظلم یا تعدی کرے۔ آپ ہی کا پناہ دیا ہوا محفوظ ہے اور آپ ہی کا نام بابرکت ہے۔ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ کا کوئی شریک نہیں آپ پاک ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے ہر گناہ کی معافی چاہتا ہوں اور آپ سے آپ کی رحمت کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دیجئے اور مجھے میرے گھر میں وسعت اور مجھے میرے رزق میں برکت دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بہت توبہ کرنے والوں میں کر دیجئے اور اے اللہ! مجھے بہت صاف لوگوں میں کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے بخش دیجئے اور مجھے ہدایت، رزق اور عافیت دیجئے اور جس چیز کے حق ہونے میں اختلاف ہو اس میں مجھے اپنے حکم سے سیدھی راہ دکھا دیجئے۔

ہمسایہ کے حقوق

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ویا نساء المسلمات لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة. (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو) حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔

تشریح: (امام لغت) جوہری کا کہنا ہے: اونٹ کا فرسن (تلوے) ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے چوپایہ کے کھر' نیز کہا اور بسا اوقات فرسن کا لفظ بکری کے (کھر کے) لئے بھی استعمال ہوتا ہے (اس حدیث میں اسی معنی میں استعمال ہوا ہے)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورتوں کو خاص طور پر اس لئے خطاب فرمایا ہے۔ کہ عام طور پر عورتیں اپنی لاعلمی اور کم فہمی کی بنا پر تھوڑی سی یا چھوٹی موٹی چیز پڑوسن کو دینے میں شرم محسوس کرتی ہیں کہ "اتنی سی چیز کیا دیں" حالانکہ پڑوسن کو اس کی ضرورت ہوتی ہے وہ اس حقیر چیز کو غنیمت سمجھتی ہے اسی طرح بسا اوقات لینے والی پڑوسن اس حقیر سی چیز کے دینے کو اپنی توہین سمجھتی ہے اور کہتی ہے "کیا دینے چلی ہیں اتنی سی چیز دیتے ہوئے شرم بھی نہ آئی" حالانکہ اس کو اس معمولی چیز کی ہی ضرورت ہوتی ہے۔ معمولی سی چیز بھی پڑوسن کو دے کر پڑوس کا حق ادا کرنا بھی اہم کار خیر ہے یہی نیت اس معمولی سی چیز دینے کے وقت کرنی چاہئے تو اس معمولی سے کام پر بھی۔ جس کے مواقع کثرت سے میسر آتے ہیں بڑا ثواب ملتا ہے اس لئے پڑوس کے حقوق اتنے زیادہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم، مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انه سیورثه

حضرت جبرئیل اتنی کثرت سے پڑوسی کے حقوق بتلانے کیلئے میرے پاس آئے کہ میں نے گمان کیا کہ وہ پڑوسی کو وارث بنا دینگے۔

دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اس حدیث سے پہلے احادیث میں جن کارہائے خیر کا ذکر آیا ہے وہ بالعموم عامۃ الناس اور مردوں سے متعلق ہیں اس حدیث میں عام طور پر عورتوں کو پڑوسی کے حقوق کی طرف رہنمائی فرمائی ہے کہ پڑوس کے حقوق عام لوگوں کی بنسبت بہت زیادہ ہیں ان کا ادا کرنا بھی عظیم کار ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ اس زمانہ میں ہماری مسلمان عورتوں کو بھی اتنی سمجھ اور کثرت سے کارہائے خیر کرنے کی تڑپ عطا فرمائیں اس لئے کہ اس زمانہ کی عورتیں ثواب کے ان کاموں سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں اور زینت و آرائش میں ہر وقت منہمک ہیں اللہ ہم سب پر رحم فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل، میری بینائی اور شنوائی میں نور کر دیجئے۔ میری دائیں طرف، بائیں طرف، نور کر دیجئے میرے پیچھے اور سامنے نور کر دیجئے اور میرے لئے خاص نور فرما دیجئے اور میرے پٹھوں، گوشت میں نور کر دیجئے اور میرے خون، اور بالوں میں نور کر دیجئے، اور میری جلد، میری زبان میں نور کر دیجئے اور جان میں نور کر دیجئے اور مجھے نور عظیم دیجئے اور میرے اوپر نور کر دیجئے اور میرے نیچے نور کر دیجئے اور مجھے نور عطا فرمائیے۔

ایمان کے شعبے

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: الايمان بضع وسبعون، او بضع وستون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وآدناها اماطة الاذی عن الطريق، والحياء شعبة من الايمان. (متفق عليه)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے چند اور ستر یا (فرمایا) چند اور ساٹھ شعبے ہیں تو ان میں سب سے افضل شعبہ لا الہ الا اللہ ہے اور ان میں سب سے ادنیٰ شعبہ (عام) راستے سے ایذا رساں چیز کو مٹا دینا (ہٹا دینا) ہے اور حیا (شرم) تو ایمان کا بہت ہی اہم شعبہ ہے۔ بخاری ومسلم

بضع کا لفظ تین سے نو تک کے لئے استعمال ہوتا ہے اور اس کا تلفظ ب کے زیر کے ساتھ ہوتا ہے کبھی کبھی ب کے زبر کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے اور شعبہ کے معنی حصہ کے ہیں۔

تشریح: ایمان کا محل مومن کا دل ہے جب ایمان دل سے نکل کر ہاتھ پاؤں اور اعضاء وجوارح پر اعمال کی شکل میں نمودار ہونا شروع ہوتا ہے تو سب سے پہلے زبان پر کلمہ طیبہ آتا ہے اور اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا رسول الله کہتا ہے اس کے بعد ہاتھ پاؤں حرکت میں آتے ہیں وضو کرتا ہے مسجد جاتا ہے اور باجماعت پنجوقتہ نمازیں پڑھنا شروع کر دیتا ہے رمضان کا مہینہ آتا ہے تو روزے رکھتا ہے مال پر زکوۃ واجب ہوتی ہے تو زکوۃ ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے مال میں مزید وسعت میسر آتی ہے اور حج فرض ہوتا ہے تو حج بھی ادا کرتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ تمام بدنی اور مالی فرض اور نفل عبادتیں ادا کرنے لگتا ہے اور حسب مقدور زیادہ سے زیادہ اعمال خیر اور ثواب کے کام کرنے لگتا ہے اس مرحلہ پر پہنچ کر ایمان کا نام اسلام ہو جاتا ہے اور یہی پانچ اسلام کے بنیادی ستون کہلاتے ہیں جن میں کلمہ شہادت مرکزی ستون ہے کہ اس کے بغیر تو کوئی مسلمان ہی نہیں ہوتا اور چار عبادتیں اور ان کے ساتھ سنن ونوافل نماز روزہ زکوۃ حج چاروں طرف کے چار ستون ہیں جن پر اسلام کی عظیم الشان عمارت قائم ہے اور اس پوری عمارت کو شیطان اور نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں (گناہوں اور معصیتوں) سے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لئے ایک بہت ہی اہم اور عظیم شعبہ کہئے یا حفاظتی ستون (چہار دیواری) حیا اور شرم ہے یہ حیا اور شرم خواہ انسانوں سے ہو خواہ احکم الحاکمین سے بہرصورت بے حیائی کے کاموں اور اخلاقی وشرعی برائیوں (گناہوں اور نافرمانیوں سے) ایک غیرتمند اور باحیا مسلمان کو ضرور باز رکھتی ہے اس لئے کہ ایک غیرت دار انسان بے حیائی کے کام کر کے لوگوں سے خود کو بے حیا اور بے شرم یا بدمعاش فاسق وفاجر کہلانا ہرگز گوارا نہیں کرتا باقی جو ایماندار اللہ تعالیٰ سے شرم کرتا ہے وہ تو نہ لوگوں کے سامنے اور نہ تنہائی میں کسی بھی حالت میں بے شرمی کے اور برے کام یعنی گناہ اور نافرمانی کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے اور اس کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہے ہیں ساری دنیا سے چھپ سکتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ سے کسی بھی حالت میں نہیں چھپ سکتا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وہ اللہ جانتا ہے نگاہوں کی چوریوں کو بھی اور جو دل میں چھپا (اسکو بھی) نیز ارشاد ہے: چاہے جو تمہارے دل میں ہے اسکو تم ظاہر کرو چاہے چھپاؤ اللہ تم سے اسکا حساب ضرور لیگا پھر جسکو چاہے معاف کرے اور جسکو چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حیا اور شرم ایک حیادار اور غیرت مند آدمی کو بے شرمی اور برے کاموں سے ضرور روکتی اور باز رکھتی ہے خواہ یہ حیا خالق سے ہو خواہ مخلوق سے باقی رہا بے حیا اور بے غیرت آدمی وہ تو انسان ہی نہیں جانور ہے۔

حدیث میں حیا کو عظیم شعبہ اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ حیا اور شرم اسلام کی عظیم الشان عمارت کے لئے ایک چہار دیواری ہے جو تمام عبادات اور اعمال صالحہ کو گناہوں اور نافرمانیوں سے محفوظ رکھتی ہے غرض ایک مومن ایمان کی تحریک سے رفتہ رفتہ تمام عبادات اور وہ اعمال صالحہ جن کے کرنے کا خدا اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے بجالانے کی کوشش کرتا ہے اور حیا و شرم کی بنا پر جن برے کاموں (گناہوں اور نافرمانیوں) سے منع کیا ہے حتی الامکان دور رہتا ہے (اور بتقاضائے بشریت کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً اس سے توبہ کر لیتا ہے) تو اس کی یہ تمام عبادات اور اعمال صالحہ روزانہ احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہوتے ہیں دن کے محافظ فرشتے صبح سے شام تک کی عبادات واعمال صالحہ اور رات کے محافظ فرشتے شام سے صبح تک کی عبادات واعمال صالحہ پیش کرتے ہیں۔

احادیث میں تفصیل سے اور قرآن کریم کی ان دو آیتوں میں اجمالاً ان کے پیش ہونے کا ذکر ہے۔

۱۔اللہ نے کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ایک درخت کی مانند جس کی جڑ (زمین میں) مضبوط ہے اور اسکی ٹہنیاں آسمان میں پہنچی ہوئی ہیں۔

۲۔اللہ کی طرف ہی چڑھتے (اور پہنچتے) ہیں پاکیزہ کلمات (کلمہ شہادت) اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے (یہاں تک کہ وہ بارگاہ خداوندی میں پیش ہوتا ہے)

قرآن عظیم کی اس مثال کے اعتبار سے ایمان کے درخت کا بیج مومن کے دل کی زمین سے پھوٹ کر نکلتا ہے تو اس کی پہلی کونپل زبان سے کلمہ طیبہ کی صورت میں نمودار ہوتی ہے اس کونپل سے چار ٹہنیاں پھوٹ کر نکلتی ہیں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی صورت میں بڑھتی اور دیگر اعمال صالحہ کی صورت میں نمودار ہوتی رہتی ہیں اور روزانہ مومن کی عبادات اور اعمال صالحہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں پیش ہوتے رہتے ہیں آیت کریمہ میں **الیه یصعد** اور **فرعها فی السماء** سے اسی کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

عربی زبان میں درخت کی ٹہنی کو شعبہ اور فرع اور جڑ کو جو زمین کے باہر ہوتی ہے اصل کہتے ہیں قرآن کریم میں اصل کے لفظ سے کلمہ طیبہ کی طرف اور فرع کے لفظ سے چاروں عباتوں اور بقیہ اعمال صالحہ کی طرف اشارہ ہے زیر نظر حدیث میں انہی فرض و نفل عبادتوں اور اعمال صالحہ کو شعبہ (بمعنی شاخ کی جمع شعب) سے تعبیر فرمایا ہے۔

علماء حدیث نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ان شعب ایمان کی تعیین کرنے کی کوشش کی ہے اور ان کے بیان پر مستقل کتابیں لکھی ہیں جن میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی کتاب شعب الایمان زیادہ مشہور ہے۔

کارہائے خیر اور اعمال صالحہ انہی پچیس حدیثوں میں منحصر نہیں ہیں بلکہ اس حدیث کے مطابق تمام ہی اعمال صالحہ خواہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں خواہ حقوق العباد سے جن کا قرآن وحدیث میں ذکر آیا ہے سب اعمال صالحہ کے ذیل میں آتے ہیں۔

دعا کیجئے

اے اللہ! ہم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیجئے اور اپنے رزق کے دروازے ہمارے لئے آسان کر دیجئے۔

اے اللہ! مجھے شیطان سے محفوظ رکھئے۔اے اللہ میں آپ سے آپ کے فضل کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ معاف فرمائیے۔

پیاسے کتے کو بھی پانی پلانا ثواب ہے

عن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: بينما رجل يمشی بطريق اشتد عليه العطش، فوجد بئرا فنزل فيها فشرب، ثم خرج فاذا كلب يلهث يأكل الثری من العطش، فقال الرجل: لقد بلغ هذا الكلب من العطش مثل الذی كان قد بلغ منی، فنزل البئر فملأ خفه ماء ثم امسكه بفيهه، حتی رقی فسقی الكلب، فشكر الله له فغفر له

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی راستہ پر چلا جا رہا تھا اس کو سخت پیاس لگنے لگی تو اسے ایک کنواں نظر آیا تو وہ کنویں میں اترا اور (سیر ہو کر) پانی پیا پھر باہر آ گیا تو ناگاہ ایک کتے کو (پیاس کی شدت سے) ہانپتا اور گیلی مٹی کو چاٹتا ہوا دیکھا تو اس وقت آدمی نے (دل میں) کہا بخدا اس کتے کو بھی ایسی ہی سخت پیاس لگ رہی ہے جیسے مجھے لگ رہی تھی تو وہ کنویں میں اترا اور اپنے (چرمی) موزہ میں پانی بھرا پھر اس کو اپنے منہ سے پکڑا یہاں تک کہ اوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی (اس ہمدردی کی) قدر فرمائی اور اس کے گناہ معاف فرما دیئے تو اس پر صحابہؓ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! کیا جانوروں (کے ساتھ ہمدردی کرنے) میں بھی ثواب (ملتا) ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر جاندار کے ساتھ ہمدردی کرنے میں ثواب ملتا ہے۔

اور بخاری کی ایک روایت میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی (اس ہمدردی کی) قدر کی اور اس کی مغفرت فرما دی اور اس کو جنت میں داخل (کرنے کا حکم) فرما دیا اور بخاری و مسلم دونوں کی ایک روایت میں (اس طرح) آیا ہے اس اثناء میں کہ ایک کتا (پیاس کی شدت سے) ایک کنویں کے چاروں طرف گھوم رہا تھا کہ بنی اسرائیل کی ایک (پیشہ ور) فاحشہ عورت نے اس کتے کو دیکھا (اور اس کی شدید پیاس کو محسوس کیا) تو اس نے اپنا چرمی موزہ پاؤں سے اتارا اور اس کو (کنویں سے پانی بھر کر نکالا اور) اس (پیاسے) کتے کو پلا دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی (اس ہمدردی کی قدر فرمائی اور اس کی) مغفرت فرما دی۔

تشریح: اس حدیث اور اس کی مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو واقعے ہیں ایک مرد کا اور ایک عورت کا اور دونوں ہی نے پیاسے کتے کی تکلیف کو محسوس کیا ہے اور اس کو کنویں سے پانی نکال کر پلایا ہے باوجودیکہ ہر سلیم الطبع انسان کتے سے نفرت کرتا ہے پھر بھی ایک ذی روح مخلوق کی پیاس جیسی سخت تکلیف کو انہوں نے اپنے اوپر قیاس کر کے شدت کے ساتھ محسوس کیا ہے اور کچے کنویں کے اندر اترے اور برتن میسر نہ ہونے کی بناء پر اپنے چرمی موزے میں ہی پانی بھر کر نکالا اور کتے کو پانی پلانے پر انہیں جنت میں داخل کرنے کا حکم فرما دیا ہے حالانکہ عورت تو کھلی ہوئی بدکار ہے اور مرد بھی عام آدمی تھا صدہا گناہ کئے ہوں گے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کریمی سے ان کی اس جاندار کی ہمدردی کی قدر افزائی کی اور تمام گناہ معاف کر دیئے صحابہ کرامؓ کو اس معمولی سے

کام کے اتنے بڑے ثواب پر تعجب ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے تعجب کا اظہار کیا آپ نے جواب میں فرمایا: کتے کی کوئی خصوصیت نہیں ہر جاندار مخلوق بھوک پیاس سے بے قرار ہوجاتی ہے اس کی بھوک پیاس کو دور کرنے میں انسان وحیوان سب برابر ہیں لہٰذا جیسے ایک بھوکے اور پیاسے انسان کو کھانا کھلانا اور پانی پلانا یقیناً انسانی ہمدردی اور کار ثواب ہے ایسے ہی ہر بھوکے پیاسے جاندار کو بھوک پیاس کی تکلیف سے نجات دلانا بھی کار ثواب ہے۔

عام راستہ سے کانٹے ہٹادینے والے کے درجات

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک آدمی کو چلتا پھرتا دیکھا ایک درخت کو مسلمانوں کے راستے پر سے کاٹ دینے کے (ثواب) میں جو مسلمانوں کو تکلیف دیتا تھا۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے: ایک آدمی کا ایک ایسے درخت کی ٹہنی کے پاس سے گزر ہوا جو عین راستہ کے بیچ میں (اگا ہوا) تھا تو (اس نے دل میں) کہا بخدا میں اس درخت کو ضرور ہٹادوں گا تا کہ یہ مسلمانوں کو تکلیف نہ دے (چنانچہ اس نے ہٹادیا) تو اس کو اس کار خیر کے صلہ میں جنت میں داخل کردیا گیا اور بخاری ومسلم دونوں کی ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اس اثنا میں کہ ایک آدمی ایک راستہ سے گزر رہا تھا اس نے ایک کانٹوں کی ٹہنی راستہ پر پڑی پائی تو اس نے اس ٹہنی کو ہٹادیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کار خیر کی قدر کی اور اس کے گناہ بخش دیئے۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف کے طور پر قیامت کے بعد پیش آنے والے واقعات اور اہل جنت کے وہ اعمال حسنہ جن کی بنا پر وہ جنت میں جائیں گے اور اہل دوزخ کے وہ اعمال قبیحہ (کفر وشرک) اور گناہ کبیرہ) جن کی بنا پر وہ دوزخ میں جائیں گے نیز جنت ودوزخ کے تفصیلی حالات، پہلے سے صرف اس لئے دکھلائے کہ آپ اپنی امت کو ان اچھے برے اعمال سے آگاہ فرمادیں جن کی بنا پر وہ جنت یا دوزخ میں جائیں گے سبحان اللہ کتنے مہربان ہیں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کی امت پر۔

احادیث میں ایسے کشف کے متعدد واقعات مذکور ہیں یہ آئندہ پیش آنیوالے واقعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلائے گئے ہیں اور آپ نے امت کو آگاہ فرمایا ہے اسی سلسلہ میں اس حدیث میں آپ نے اپنا کشف بیان فرمایا ہے کہ مسلمان کی عام گذرگاہ اور راستہ سے خاردار درخت یا ٹہنی کو کاٹ دینا یا ہٹادینا اتنا بڑا کار خیر اور عمل صالح ہے کہ نیک نیتی سے اس کار خیر کو انجام دینے کا اجر وثواب جنت ہے بشرطیکہ کوئی اور امر مثلاً کفر وشرک یا حقوق العباد سے متعلق کوئی گناہ مانع نہ ہو ایک حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک مرد اور ایک عورت کا واقعہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے ان واقعات اور اعمال کے ذکر فرمانے کا مقصد ان اعمال صالحہ کو اختیار کرنے کی ترغیب دلانا ہے کہ یہ چھوٹے اور آسان کام بھی جنت میں جانے کا وسیلہ بن سکتے ہیں بشرطیکہ ثواب کی نیت سے کئے جائیں اور ان کو حقیر یا معمولی کام نہ سمجھا جائے۔

یاد رہے کہ "شعب ایمان" کی دسویں حدیث میں اسی راستہ پر سے کسی تکلیف دہ چیز کے ہٹادینے (اماطة الاذی عن الطريق) کو ایمان کا ادنیٰ شعبہ بتلایا گیا ہے یہ ادنیٰ سب سے سہل اور آسان ہونے کے معنی میں ہے نہ کہ مرتبہ اور درجہ کے اعتبار سے ادنیٰ کے معنی ہیں آسان اس لئے کہ یہی اماطة الاذی عن الطريق، دسویں اور گیارہویں حدیث میں جنت میں داخل ہونے کا باعث ہوا ہے۔علاوہ ازیں یہ اماطة الاذی عن الطريق، حقوق العباد میں سے ہے جو بغیر لوگوں کے معاف کئے معاف نہ ہوں گے۔ واللہ اعلم

نماز جمعہ آداب کے ساتھ ادا کرنے کا اجر عظیم

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من توضا فأحسن الوضوء، ثم اتى الجمعة، فاستمع وأنصت غفرله ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام ومن مس الحصا فقد لغا (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا پھر جمعہ کی نماز کے لئے مسجد آیا پس (پوری توجہ سے) خطبہ سنا اور خاموش بیٹھا سنتا) رہا اس کے اس جمعہ سے آئندہ جمعہ تک کے اور تین دن زیادہ کے گناہ بخش دیئے گئے اور جس نے کنکریوں کو (اپنی جگہ سے) ہٹایا اس نے بیہودہ کام کیا (مسلم نے روایت کیا)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پر یہ خاص انعام فرمایا ہے کہ ایک حسنہ (نیک کام) پر ایک اجر کے بجائے کم از کم دس گنا ثواب اور زیادہ سے زیادہ سات سو گنا اجر کا وعدہ فرمایا ہے مگر ایک سیئہ (برے کام) کی سزا ایک ہی تجویز فرمائی دس گناہ نہیں چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔

جس نے ایک اچھا کام کیا تو اس کے لئے دس گنا ثواب ہے اور جس نے برا کام کیا اس کی سزا ایک ہی دی جائیگی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا (کہ دس گنی سزا دی جائے)

نیز ارشاد ہے:۔ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال خرچ کرتے ہیں اللہ کی راہ میں ایسی جیسے ایک دانہ جس سے سات خوشے اگے ہر خوشہ میں سو دانے (اس طرح ایک دانہ بو کر سات سو دانے حاصل ہوئے) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ دوگنے دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا ہے (اس سے بھی زیادہ دے سکتا ہے) اور (دلوں کا حال بھی) خوب جاننے والا ہے (جس کے عمل میں جتنا زیادہ اخلاص ہوگا اتنا ہی زیادہ ثواب دے گا)

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں مختلف عنوانات سے اس تضعیف حسنات کی خبر دی ہے اسی اصول کے تحت ہم دن رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں مگر ثواب پچاس نمازوں کا ملتا ہے اور گناہ الگ معاف ہوتے ہیں اسی طرح ہفتہ میں ایک دن جمعہ کی نماز پڑھی جاتی ہے دس دن کا ثواب ملتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں یہی مطلب ہے **غفرله بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة ايام** کا (اس جمعہ سے اگلے جمعہ تک اور تین دن زیادہ کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اس دس دن کے گناہ معاف فرمانے کا غالبًا (واللہ اعلم بالصواب) باعث یہ ہے کہ جمعہ کے دن نماز کے علاوہ خطبہ بھی دیا جاتا ہے یہ خطبہ اتنا اہم ہوتا ہے کہ اس خطبہ کو پوری توجہ سے کان لگا کر سننا اور خاموش رہنا بھی واجب ہے اور یہ ایک مستقل عبادت اور کار ثواب ہے اسی لئے دس دن کے گناہ معاف ہوتے ہیں مگر اس کی شرط بھی اتنی سخت ہے کہ اگر خطبہ کے دوران اپنی جگہ سے کنکریوں کو بھی ہٹایا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا اسی طرح اگر کوئی شخص دوران خطبہ کوئی بھی بات کرے اور اس کو منع کرنے کے لئے ''چپ رہو'' کہا تو یہ بھی لغو اور بیہودہ کام کیا اور ثواب کی کمی کا باعث ہوا حالانکہ یہ نہی عن المنکر ممنوع کام سے روکنا ہے مگر خطبہ کے دوران یہ نہی عن المنکر

بھی لغو اور بیہودہ کام ہے اس لئے کہ خطبہ کے دوران "چپ رہو" کہنا خود ممنوع اور برا کام ہے تو اس شخص کی طرح یہ کہنے والا خود ایک ممنوع کام کا مرتکب ہوا اسی لئے لغو اور بیہودہ کام ہے اور دیگراں رانصیحت خود رافضیحت" (دوسروں کو نصیحت اپنے کو فضیحت) کا مصداق ہے اسی طرح کی اور تقریباً پندرہ شرطیں ہیں جن کی پابندی کرنے کے بعد جمعہ کا یہ عظیم ثواب (دس دن کے گناہوں کی بخشش) ملتا ہے اسی لئے فقہا نے فرمایا ہے **الخطبة یوم الجمعة کصلوٰة الجمعة** (جمعہ کے دن کا خطبہ بھی جمعہ کی نماز کی مانند ہے)

واضح ہو کہ یہ گناہ جن کی مغفرت کی حدیث میں خبر دی گئی ہے صغیرہ گناہ ہیں گناہ کبیرہ توبہ کرنے سے بخشے جاتے ہیں۔

ہفتہ میں صرف ایک دن تمام کاموں کی چھٹی کر کے صبح سے شام تک نماز جمعہ کو ان تمام آداب وشرائط کی پابندی کے ساتھ ادا کرنا کچھ زیادہ مشکل کام نہیں ہے مگر ثواب اتنا عظیم ہے کہ دس دن کے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں اسی لئے تمام مسلمان ملکوں میں ہفتہ واری چھٹی جمعہ کی ہوتی ہے تا کہ مسلمان سارا دن نماز جمعہ کی تیاری میں اور ادا کرنے میں صرف کریں۔

کاش کہ ہم بھی اور تمام کاروبار اور مصروفیتوں کو چھوڑ کر جمعہ کا پورا دن پکنک اور کھیل کود سیر و تفریح یا دن بھر پڑے سوتے رہنے کے بجائے نماز جمعہ کی تیاریوں اور مسنون طریقہ پر نماز جمعہ ادا کرنے میں صرف کریں اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے بلندی عطا فرمائیے اور مجھے زندہ رکھئے اور رزق عطا فرمائیے اور مجھے اچھے اعمال واخلاص کی طرف ہدایت دیجئے۔ بے شک آپ کے علاوہ نہ خوش اعمالیوں کی طرف کوئی رہبری کرتا ہے اور نہ کوئی بداعمالیوں سے بچاتا ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے پاکیزہ رزق، علم نافع اور عمل مقبول کا سوال کرتا ہوں۔ اے اللہ میں آپ کا بندہ، آپ کے بندے اور بندی کا بیٹا ہوں ہمہ تن آپ کے قبضہ میں ہوں میرے بارہ میں آپ کا حکم نافذ ہے۔ میرے بارہ میں آپ کا فیصلہ عین عدل ہے۔ میں آپ سے ہر اس اسم کے واسطہ سے جس سے آپ نے اپنی ذات کو موصوف کیا ہے یا اس کو اپنی کتاب میں اتارا ہے یا اسے مخلوق میں سے کسی کو بتایا ہے یا اسے غیب ہی میں رہنے دیا ہے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، میری آنکھوں کا نور میرے غم کی کشائش اور میری تشویش کا دفعیہ بنا دیجئے۔

اے اللہ! جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود، ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود مجھے عافیت دیجئے اور میرے اوپر اپنی مخلوق میں سے کسی ایسی چیز کو مسلط نہ فرمائیے کہ جس کی مجھ میں برداشت نہ ہو۔

اے اللہ! مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام روزی سے بچائیے اور اپنے فضل وکرم سے مجھے اپنے ماسوا سے بے نیاز کر دیجئے۔

مسنون طریقہ سے وضو کرنے والے کی برکات

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: اذا توضا العبد المسلم او المومن فغسل وجهه خرج من وجهه كل خطيئة نظر اليها بعينه مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل يديه خرج من يديه كل خطيئة كان بطشتها يداه مع الماء، (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان یا فرمایا مومن بندہ وضو کرتا ہے پس چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ خطا جس کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے پھر جب (کہنیوں تک) دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو ہر وہ خطا اس کے ہاتھوں سے پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے جس کو اس نے ہاتھوں سے پکڑا (یا چھوا) ہوتا ہے پھر جب (ٹخنوں تک) پاؤں دھوتا ہے تو ہر وہ خطا جس کی طرف پاؤں سے چل کر گیا پانی کے ساتھ یا فرمایا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتی ہے یہاں تک کہ (پورا وضو کر کے) گناہوں سے پاک وصاف ہو کر نکلتا ہے۔ اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا۔

تشریح: آنکھوں، ہاتھوں اور پاؤں کا ذکر صرف اس لئے کیا ہے کہ عام طور پر ہر انسان آنکھوں سے دیکھتا پاؤں سے چلتا اور ہاتھ سے پکڑتا یا لیتا ہے کان، زبان ناک سے کام لینے کی نوبت ہی نہیں آتی بہر حال دوسری روایتوں میں ان اعضاء اور ان کی خطاؤں کا ذکر موجود ہے غرض ایک مومن مسلمان بندہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کامل وضو کرتا اور تمام خطاؤں سے پاک وصاف ہو کر نماز پڑھتا ہے اور اس کے ساتھ تمام خطا کار اعضاء بھی نماز پڑھنے میں مصروف ومشغول ہو جاتے ہیں یعنی پورے خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو یہی نماز اس لائق ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو قبول فرمائیں۔

یاد رکھئے! جس طرح نماز صحیح ہونے کے لئے حسی نجاستوں مثلاً پیشاب، پاخانہ اور نجس چیزوں سے نمازی کے بدن اور کپڑوں کا پاک ہونا شرط ہے اسی طرح نماز کے قبول ہونے کے لئے غیر محسوس نجاستوں، خطاؤں اور گناہوں سے پاک وصاف ہونا بھی شرط ہے اور ان غیر حسی نجاستوں سے پاک کرنے والا وضو کی نیت کر کے بسم الله الرحمن الرحيم پڑھ کر کامل وضو کرتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھئے! جس طرح انسان کا بدن گندی چیزوں سے آلودہ اور گندہ ہو جاتا ہے اور پانی سے دھونے سے پاک ہوتا ہے ایسے ہی خطاؤں اور گناہوں سے بھی آلودہ اور گندہ ہوتا ہے گو ہمیں یہ گندگی آنکھوں سے نظر نہ آئے مگر ہاتھ پاؤں اور خطا کار اعضاء ان خطاؤں اور گناہوں سے آلودہ ہو جاتے ہیں اور جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کامل وضو نہ کریں گندے اور آلودہ رہتے ہیں یہی صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتلایا ہے اسی پر ہمارا ایمان ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائیں تاکہ قیامت کے دن اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

دُعا کیجئے اے اللہ! آپ میری بات کو سنتے، میری جگہ کو دیکھتے اور میرے پوشیدہ وظاہر کو جانتے ہیں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی، میں مصیبت زدہ محتاج، فریادی، پناہ جو، ترساں، ہراساں ہوں اپنے گناہوں کا اقرار کرنے والا اعتراف کرنے والا ہوں، میں آپ کے آگے سوال کرتا ہوں جیسے بیکس سوال کرتا ہے۔ میں آپ کے آگے گڑگڑاتا ہوں جیسے گنہگار ذلیل وخوار گڑگڑاتا ہے۔ اور میں آپ سے طلب کرتا ہوں جیسے خوف زدہ آفت رسیدہ طلب کرتا ہے اور وہ شخص جس کی گردن سامنے جھکی ہوئی ہو طلب کرتا ہے اور اس کے آنسو بہہ رہے ہوں، اور تن بدن سے وہ آپ کے آگے عاجزی کئے ہوئے ہو اور میں اپنی ناک آپ کے آگے رگڑ رہا ہوں۔

نماز اور روزہ کا اجر عظیم

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: الصلوات الخمس، والجمعة الی الجمعة، ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینهن اذا اجتنبت الکبائر (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: پانچوں نمازیں (ایک نماز سے دوسری نماز تک) اور جمعہ سے لے کر جمعہ تک اور رمضان سے لے کر رمضان تک، درمیان میں (کی ہوئی خطاؤں) کا کفارہ کرنے والے ہیں جبکہ کبیرہ گناہوں سے دور رہا جائے۔

تشریح: گناہ دو قسم کے ہیں ایک کبیرہ (بڑے) گناہ دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ ان چھوٹے گناہوں کو شریعت کی اصطلاح میں سیئات (برائیاں) یا خطایا وغیرہ کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اگر تم ان بڑے گناہوں سے بچو گے جن سے تم کو منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری سیئات (برائیوں) کا کفارہ کر دیں گے۔

بیشک اچھے کام برے کاموں کو مٹا دیتے ہیں۔

اس حدیث میں حسنات کا بیان فرمایا ہے پانچ وقت کی فرض نمازوں کو جمعہ کی نماز کو، رمضان کے روزوں (یعنی فرائض کو) مکفر (کفارہ کر دینے والا) بتلایا ہے گویا ان فرائض کے ادا کرنے سے سیئات خود بخود محو ہو جاتے ہیں اور مٹ جاتے ہیں۔

اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دعا تعلیم فرمائی ہے۔

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے) پس تو ہمارے گناہوں کو بخش دے اور ہمارے سیئات (برائیوں) کا کفارہ کر دے (مٹا دے) اور تو ہم کو نیکوکاروں کے ہمراہ وفات دے (دنیا سے اٹھا)

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ذنوب (بڑے گناہ) استغفار کے بغیر معاف نہیں ہوتے ہاں سیئات (چھوٹے گناہ) بغیر استغفار کے بھی معاف ہو جاتے ہیں فرائض کا ادا کرنا خود بخود ان کو مٹا دیتا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک شخص نے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا اور گھبرایا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے حد لگائیے (زنا کی سزا دیجئے) آپ نے واقعہ دریافت کیا اس نے بتلایا: میں نے اجنبی عورت کا بوسہ لے لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ذرا ٹھہرو عصر کا وقت تھا اتنے میں جماعت کھڑی ہوگئی اس شخص نے بھی عصر کی نماز باجماعت پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس نے پھر کہا مجھے حد لگائیے آپ نے فرمایا: فرض نماز باجماعت پڑھنے سے تمہارا گناہ معاف ہو گیا اس نے خوش ہو کر دریافت کیا یہ معافی میرے ساتھ خاص ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ ہر مسلمان کے لئے عام ہے اور اسی عموم کے بیان کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت کریمہ ان الحسنات یذهبن السیئات نازل ہوئی۔

کبیرہ اور صغیرہ گناہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی نے دریافت کیا کیا گناہ کبیرہ سات ہیں؟ انہوں نے جواب دیا "سات؟ سات سو سے بھی زیادہ ہیں کبیرہ گناہ"

ہم ذیل میں ان امور کی نشاندہی کرتے ہیں جن سے کسی گناہ کا کبیرہ یا صغیرہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

کبیرہ گناہ

۱۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا قرآن یا حدیث میں

جہنم بتلادی گئی ہو جیسے کسی مسلمان کو عمداً قتل کرنا۔

۲۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن حدیث میں حد (متعین شرعی سزا) آئی ہو جیسے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنا۔

۳۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس پر قرآن یا حدیث میں لعنت اور خدا کا غضب آیا ہو جیسے عدالت میں جھوٹی گواہی دینا۔

۴۔ ہر وہ گناہ کبیرہ ہے جس کو قرآن یا حدیث میں کبیرہ گناہ کہا گیا ہو۔

۵۔ ہر اس فرض عبادت کا ترک کرنا جو قرآن و حدیث کی رو سے فرض ہے جیسے بغیر کسی شرعی عذر کے نماز نہ پڑھنا۔

۶۔ ہر اس ممنوع کام کو کرنا جس سے قرآن و حدیث میں منع کیا گیا ہو اور حرام کہا گیا ہو جیسے غیبت (یعنی کسی کے پس پشت اس کی برائی) کرنا

۷۔ ہر وہ صغیرہ گناہ جس کو معمولی اور حقیر سمجھ کر کیا جائے جیسے کسی اجنبی عورت کا بوسہ لینا

۸۔ ہر وہ گناہ جس کو جان کر بار بار کیا جائے جیسے نامحرم عورت کی طرف بری نیت سے بار بار دیکھنا۔

۹۔ ہر وہ گناہ جس کی مضرت یا شناعت (برائی) مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے برابر ہو یا ان سے بھی زیادہ ہو جیسے مسلمانوں کے خلاف مخبری کرنا اور ان کے راز کافروں کو پہنچانا۔

۱۰۔ بندوں کے حقوق جو نہ ادا کئے گئے ہوں اور نہ ان سے معاف کرائے ہوں۔

صغیرہ گناہ

۱۔ مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے علاوہ تمام برے کام سیئات جو اچھے کاموں حسنات کرنے سے خود بخود مٹ جائیں پانچوں وقت کی نماز پڑھتے رہنے سے درمیان میں کئے ہوئے برے کام اپنے آپ مٹ جاتے ہیں اور معاف ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا کبیرہ گناہوں کے ابتدائی مراحل میں کئے گئے برے کام جیسے بلاقصور کسی مسلمان کو قتل کرنے والے کو خنجر یا پستول دے دینا۔

مذکورہ بالا حدیث میں حسنات (فرائض) کے ذریعہ جن گناہوں کے معاف ہونے کی خبر دی گئی ہے وہ سب صغیرہ گناہ ہیں اسی لئے آخر میں کہا گیا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے یعنی بچا جائے اور دور رہا جائے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اگر تم بڑے گناہوں سے بچتے رہو گے جن سے تم کو منع کیا جاتا ہے تو ہم تمہارے برے کاموں کو معاف کردیں گے۔

بہر حال اس حدیث اور ان آیات کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسان کو فرض عبادات پر عمل کرنے میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے تاکہ وہ گناہ اور برے کام جن کا انسان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ میں یہ برے کام کر رہا ہوں ان حسنات کے ذریعے اپنے آپ مٹتے اور معاف ہوتے رہیں ورنہ اگر یہ چھوٹے چھوٹے گناہ اکٹھے ہو گئے تو ان کی سزا سے بغیر توبہ کئے بچنا ناممکن ہوگا خصوصاً حقوق العباد کہ اگر ادا نہ کئے یا ان لوگوں سے معاف نہ کرائے جن کی حق تلفی ہوئی ہے تو مرنے کے بعد قیامت کے دن ان کے حقوق ضرور ادا کرنے پڑیں گے اور اس دن ان کے حقوق ادا کرنے کے لئے انسان کے پاس اپنے حسنات کے سوا اور کچھ نہ ہوگا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حسنات ان حقوق کے بدلے میں ان کو دے دیئے جائیں گے اور ان کے گناہ اور سیئات اس پر ڈال دیئے جائیں گے جس کی بنا پر یہ شخص جہنم میں جائے گا اور وہ جنت میں اعاذنا اللہ (خدا ہمیں اس سے بچائے) اور توفیق دے کہ ہم مرنے سے پہلے ہر حق والے کا حق ادا کردیں یا اس سے معاف کرالیں یہی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هریره رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الا ادلكم علی ما یمحو الله به الخطایا، ویرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلی یارسول الله، قال: اسباغ الوضو، علی المکاره و کثرة الخطا الی المساجد و انتظار الصلاة لکم الرباط (مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکفرات کے علاوہ درجات بلند کرنے والی حسنات کا بیان بھی فرمایا ہے سابقہ حدیث میں پنجوقتہ فرض نمازوں کو ہر جمعہ کی نماز پابندی سے پڑھنے کو ہر رمضان کے مہینہ میں پابندی سے روزے رکھنے کو سیئات (صغیرہ گناہوں) کو مٹا دینے والا بتلایا تھا۔ یہ تینوں فرض عبادتیں ہیں اس حدیث میں (۱) ناگوار حالات میں پورا وضو کرنے کو (۲) دور سے چل کر جانے اور نماز با جماعت کے لئے مسجد آنے کو (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنے کو جو ان فرض عبادتوں کے مکملات و متممات ہیں محو سیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب بتلایا ہے یعنی اصل فرض عبادتوں کو ادا کرنا تو محو سیئات کا موجب ہے لیکن ان کو کامل طور پر آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ادا کرنا محو سیئات کے علاوہ رفع درجات کا بھی موجب ہے۔ منشاء یہ ہے کہ تمام آداب و مستحبات کے اہتمام کے ساتھ ان عبادات کو ادا کرنا چاہئے تا کہ تمام صغیرہ گناہوں سے پاک ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قرب میں اعلیٰ درجات کے مستحق بنیں مزید شوق کو بڑھانے کے لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اول صحابہ کرام سے سوال فرماتے ہیں کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس پر عمل کر کے تم محو سیئات کے علاوہ اعلیٰ مراتب بھی حاصل کر سکو؟

صحابہ سراپا شوق بن کر عرض کرتے ہیں ضرور بتلایئے اس کے بعد تینوں چیزوں کا ذکر فرماتے ہیں اور آخر میں ذالکم الرباط کی خوشخبری دے کر ایک اور سب سے اہم چیز کا بھی ذکر فرمادیتے ہیں کہ فرض عبادتوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے بھی محفوظ رکھا جاسکتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

نفس امارہ انسان کا سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے وہ چاہتا ہے ہر ممکن طریق پر راحت و آسائش اور فوائد و منافع کے سبز باغ انسان کو دکھا کر پروردگار کی عبادت و طاعت سے اگر بالکل نہ روک سکے تو ان عبادتوں میں اپنے دھوکوں اور فریب سے ایسے رخنے ڈال دے کہ ثواب سے محروم ہو جائے۔

۱۔ اسباغ الوضو علی المکارہ (ناگوار اوقات

یا حالات میں پورا اور کامل وضو کرنا) چنانچہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اسی نفس کی رخنہ اندازی سے بچانے کی تدبیر بتلائی ہے ہوتا یہ ہے کہ مثلاً سخت سردی کا زمانہ ہے پانی لوٹے میں لیتے ہی جم جاتا ہے ایسے وقت میں نمازی کا وضو کرنا نفس امارہ پر بے حد شاق ناگوار اور تکلیف دہ ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اتنی سردی میں وضو کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے ایسی ہی حالت کے لئے شریعت نے تیمّم کرنے کی اجازت دی ہے پھر کیوں نہ اس حکم شرعی سے فائدہ اٹھایا جائے آج وضو کے بجائے تیمّم کر کے نماز پڑھ لو مگر جب ایک خدا پرست پرہیزگار نمازی اس کے کہنے میں نہیں آتا تو کہتا ہے پھر وضو ہی کرتے ہو تو پورا وضو کرنے اور اعضاء پر پوری طرح پانی بہانے کی کیا ضرورت ایک ایک چلو لے کر ہاتھ پاؤں پر چپڑ لو کافی ہے لیکن ایک پختہ کاردیندار نمازی سردی لگنے کے باوجود نفس کے علی الرغم منشاء کے خلاف اس طرح کامل وضو کرتا ہے کہ کوئی عضو ناخن برابر بھی سوکھا نہیں رہتا اور سنت کے مطابق ہر عضو کو تین بار اچھی طرح دھوتا ہے تو مکار نفس سر پیٹتا رہ جاتا ہے اور نمازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ایسے طریق پر کامل اور پورا وضو کرتا اور نماز پڑھتا ہے تو اعلیٰ مراتب قرب حاصل کرتا ہے۔

۲۔ کثرت الخطا الی المساجد (جماعت سے نماز پڑھنے کے لئے دور سے چل کر مسجد جانا اور زیادہ سے زیادہ قدم رکھنا) گھر مسجد سے کافی دور ہے راحت پسند نفس امارہ کہتا ہے نماز پڑھنے کے لئے اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا بے حد شاق اور گراں ہوتا ہے جماعت سے نماز پڑھنے کے شائق مسلمان کو یہ شیطان نفس امارہ بہکا کر جماعت کے ثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ کہتا ہے: نماز ہی تو فرض ہے جماعت تو فرض نہیں ہے چلو آج بغیر جماعت کے ہی نماز پڑھ لو اتنی دور جانا آنا اور اتنا وقت برباد کرنا کون سی عقلمندی ہے لیکن وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی اس کی بات نہیں مانتا تو کہتا ہے کہ اچھا چلو گھر پر ہی جماعت کئے لیتے ہیں اور دو چار اپنے جیسے لوگوں کو ملالیں گے مگر وہ جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند نمازی کہتا ہے میں تیرے اس فریب میں بھی نہیں آؤں گا پتہ ہے اقامت صلوٰۃ کے معنی ہیں مسجد جا کر اور مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھنا اس طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے پر ہی گونا گوں اجر وثواب ملتا ہے اور یہ کہہ کر نماز با جماعت مسجد میں پڑھنے کے شوق میں مسجد کافی دور ہونے کے باوجود چلا جاتا ہے نفس امارہ کے سارے ہتھکنڈے اور ثواب سے محروم کرنے کے حربے بیکار ثابت ہوتے ہیں ذلیل وخوار ہو کر اپنا سامنہ لے کر رہ جاتا ہے اور وہ جماعت کا پابند نمازی اپنی نماز کو شیطان کی رخنہ اندازی سے محفوظ کر لیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق رب العالمین کی بارگاہ سے مراتب عالیہ کا پروانہ حاصل کر لیتا ہے اسی طرح

۳۔ انتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ (ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا) اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ ایک نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد اس خیال سے کہ گھر یا دوکان جا کر نہ معلوم کن دھندوں میں پھنس جاؤں دوسری نماز جماعت سے پڑھ سکوں یا نہ پڑھ سکوں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تو ہے ہی یہیں مسجد میں بیٹھ کر دوسری نماز کا انتظار کروں تو بہتر ہے دوسری نماز جماعت سے فوت نہ ہوگی اور اتنی دیر مسجد میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرتا رہوں گا یا کلام اللہ کی تلاوت کرتا رہوں گا یا درود پڑھتا رہوں گا تو دوہرا ثواب ملے گا دشمن نفس امارہ پر نمازی کا یہ نماز کے انتظار

میں بیٹھنا سخت شاق اور ناگوار ہوتا ہے طرح طرح کے ضروری کام یاد دلا کر گھر یا دوکان چلنے کا تقاضا کرتا ہے فائدہ اور نفع کے سبز باغ دکھاتا ہے اور دوکان یا مکان پر موجود نہ رہنے کے بھیانک نقصان سے ڈراتا ہے اور انتہائی کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح گھر یا دوکان چلنے پر آمادہ کروں اور دنیاوی دھندوں میں پھنسا کر اس گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے کارہائے ثواب سے محروم کروں نیز کوشش کروں کہ اگلی نماز جماعت سے نہ پڑھ سکے لیکن خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر پختہ یقین رکھنے والا پابند جماعت نمازی نفس کی ایک نہیں سنتا اور دوسری نماز جماعت سے پڑھ کر ہی مسجد سے نکلتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مسجد سے گھر یا دکان آ تو جاتا ہے مگر فکر یہی لگی رہتی ہے کہ کب دوسری نماز کا وقت ہو یا اذان کی آواز آئے اور کب میں سب دھندے چھوڑ چھاڑ کر مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھوں نفس امارہ سب کاموں کو بیچ میں چھوڑ کر چلے جانے کے نقصانات بہت کچھ دکھاتا ہے مگر وہ ایک نہیں سنتا اور وقت ہوتے ہی مسجد میں پہنچ کر جماعت سے نماز پڑھتا ہے دونوں صورتوں میں اگلی نماز کا انتظار ہے مگر پہلی صورت میں انتظار کے دوران مسجد میں بیٹھ کر جو ثواب کے کام کرتا ہے وہ انتظار صلوٰۃ کے ثواب اس پر مستزاد ہیں اور دوہرا ثواب ملتا ہے اور دوسری نماز جماعت کے ساتھ یقینی ہو جاتی ہے اور دوسری صورت میں نہ کارہائے ثواب کا ثواب ملتا ہے نہ ہی دوسری نماز جماعت سے پڑھنے کا یقین ہوتا ہے حدیث کے الفاظ میں دونوں صورتیں آتی ہیں بہر حال نفس امارہ سے جنگ دونوں صورتوں میں کرنی پڑتی ہے۔

اسی دشمن نفس امارہ کی سرکوبی کی غرض سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ذالکم الرباط ذالکم الرباط (یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت یہی ہے تمہاری سرحدوں کی حفاظت)

''رباط'' کے اصل معنی ہیں اسلامی ملک کی دشمنوں سے حفاظت کرنا کہ وہ بے خبری میں ملک کے اندر نہ گھس آئیں یا اچانک حملہ نہ کر دیں آج کل کی اصطلاح میں اس حفاظتی دستہ کو ''رینجر فورس'' کہتے ہیں ظاہر ہے کہ سرحدوں کی حفاظتی تدابیر اسی وقت کی جاتی ہیں جب جنگ جاری ہو یا حالت جنگ ہو احادیث میں اس رباط کی بہت زیادہ فضیلت آئی ہے اور بڑے ثواب بیان ہوئے ہیں مگر ہر زمانے میں اور ہر شخص کو اس دین کا کام کرنے کی سعادت حاصل نہیں ہو سکتی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام مسلمانوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ تمہارے لئے دین کی سرحدوں کو دشمن نفس امارہ کی رخنہ اندازیوں سے مذکورہ بالا احتیاطی تدابیر کے ذریعے محفوظ رکھنے میں وہی اجر و ثواب جو ملک کی سرحدوں کو کافروں کی رخنہ اندازیوں سے حفاظت کرنے والے مجاہدوں اور غازیوں کو ملتا ہے اس لئے کہ نفس امارہ تمہارا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ خطرناک دشمن ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ مجھے اپنے سے دعا مانگنے میں ناکام نہ کیجئے اور میرے حق میں بڑے مہربان نہایت رحیم ہو جائیے اے سب مانگے جانے والے سے بہتر۔ اے سب دینے والوں سے بہتر۔ اے اللہ! میں آپ سے اپنی ضعف قوت کم سامانی اور لوگوں کی نظر میں اپنی کم وقعتی کا شکوہ کرتا ہوں اے سب سے بڑھ کر رحم کرنے والے آپ مجھے کس کے سپرد کرتے ہیں؟ آیا کسی دشمن کے جو مجھے دبالے، یا کسی دوست کے قبضہ میں جو میرے سب کام دیجئے اگر آپ مجھ سے ناخوش نہ ہوں تو مجھے ان (میں سے کسی چیز) کی پرواہ نہیں۔ پھر بھی آپ کا دیا ہوا امن میرے لئے زیادہ گنجائش رکھتا ہے۔

چند اعمال صالحہ

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الا ادلکم علی ما یمحو الله به الخطایا، ویرفع به الدرجات؟ ، قالوا: بلی یارسول الله، قال: اسباغ الوضو، علی المکاره و کثرة الخطا الی المساجد وانتظار الصلاة لکم الرباط (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں معاف فرماتے ہیں اور جس کی وجہ سے درجے بلند فرماتے ہیں صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ ضرور بتلایئے اے اللہ کے رسول! آپ نے ارشاد فرمایا (۱) ناگواریوں کے باوجود کامل وضو کرنا (۲) مسجدوں کی طرف (نماز کے لئے) زیادہ قدم رکھنا (دور سے چل کر جانا) (۳) ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا پس یہی تمہاری (دین کی) سرحدوں کی حفاظت ہے۔ مسلم

تشریح: واقعہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی غزوہ (کافروں کے ساتھ جنگ) سے مظفر و منصور تشریف لا رہے تھے غازی صحابہ اس فتح وظفر پر بے حد خوش تھے تو آپ نے ان سے خطاب فرمایا:

ہم چھوٹے جہاد سے (فارغ ہوکر) بڑے جہاد کی طرف واپس آ رہے ہیں اس لئے کہ تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو ہر وقت تمہارے پہلوؤں کے درمیان (چھپا بیٹھا) ہے اور ہر وقت دشمنی پر تیار ہے طرح طرح کے راحت وآسائش کے سبز باغ دکھا کر یا مضرت ونقصان کے بھیانک نتائج سے ڈرا کر دین کے فرائض سے غافل کرنے یا ان میں رخنے ڈالنے میں مصروف رہتا ہے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی دشمن نفس امارہ کی دشمنی سے خبردار کر کے اس کے حربوں کو بیکار کرنے کے لئے مثال کے طور پر تین چیزوں کا ذکر فرماتے اور ان کی ترغیب دیتے ہیں کتنے مہربان ہیں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر سبحان اللہ۔

اللہ تعالیٰ اسی رباط (دین کی سرحدوں کی دشمنوں سے حفاظت) کا ذکر ذیل کی آیت کریمہ میں فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! (دین پر) ثابت قدم رہو اور ثابت قدمی میں دشمنوں سے بڑھ جاؤ اور (دین کی) سرحدوں کی حفاظت میں دشمنوں پر غالب آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم (دین ودنیا دونوں میں) فلاح پاؤ۔

اور نفس امارہ کے متعلق حضرت یوسف جیسے پاک دامن نبی علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ارشاد ہے۔

اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا بلاشبہ نفس تو بری باتوں کا ہی حکم کرتا ہے بجز اس کے کہ میرا رب رحم فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہی اس نفس امارہ پر نفس مطمئنہ کو غلبہ عطا فرمادیں اور وہ اس کی سرکوبی کرے جیسا کہ نفس امارہ کی دشمنی اور نفس مطمئنہ کی سرکوبی کا کچھ حال تینوں عبادتوں کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں یہ فرضی یا خیالی باتیں نہیں ہیں یہ وہ کشمکش ہے جس سے ہر انسان کو ہر وقت سابقہ پڑتا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشھوات

جنت نفس کے مکروہات سے گھیر دی گئی ہے اور جہنم نفس کی خواہشات سے گھیر دی گئی ہے

جب تک انسان مکروہات کے خارزار سے نہ گزرے گا جنت میں نہیں پہنچ سکے گا اور جو شخص خواہشات نفس کے سبزہ زار میں پھنس کر رہ گیا وہ سیدھا جہنم جائے گا۔

صدق اللہ ورسولہ (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا) اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے دین پر عمل کرنے اور نفس امارہ کے دھوکے اور فریب سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہم آپ سے ایسے دل مانگتے ہیں جو بہت اثر قبول کرنے والے، بہت عاجزی کرنیوالے اور آپ کی راہ میں بہت رجوع کرنے والے ہوں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ ایمان مانگتا ہوں جو میرے دل میں پیوست ہو جائے اور وہ پختہ یقین جس سے میں سمجھ لوں کہ مجھ تک کوئی چیز نہیں پہنچ سکتی۔ مگر وہی جو آپ میرے لئے لکھ چکے ہوں اور میں آپ سے اس معاش پر رضامندی کا سوال کرتا ہوں جو آپ نے میرے حصہ میں فرمادی ہے۔ اے اللہ تمام تعریف آپ کے واسطے ہے جیسے کہ آپ خود فرماتے ہیں اور اس سے بڑھ کر ہے جو ہم کہتے ہیں۔

اے اللہ! میں ناپسندیدہ اخلاق واعمال، نفسانی خواہشات اور بیماریوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور ہر اس چیز سے۔ جس سے آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی آپ کی پناہ میں آتے ہیں۔ اور میں مستقل قیام گاہ میں بُرے پڑوسی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں (اس لئے کہ سفر کا ساتھی تو چلا ہی جاتا ہے) اور دشمن کے غلبہ، دشمنوں کے طعنہ، بھوک کہ وہ بری ہمخواہ ہے، خیانت کہ وہ بری ہمراز ہے (ان سب سے) آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور اس بات سے کہ ہم پچھلے پیروں لوٹ جائیں (العیاذ باللہ مرتد ہو جائیں) یا فتنہ میں پڑ کر دین سے الگ ہو جائیں اور تمام ظاہری یا باطنی فتنوں سے بُرے دن، بُری رات، بُری گھڑی اور بُرے ساتھی سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! میری نماز، میری عبادت، اور میرا مرنا، جینا آپ ہی کے لئے ہے میرا رجوع کرنا آپ ہی کی طرف ہے اور میں جو کچھ چھوڑ جاؤں وہ آپ کا ہی ہے۔ اے اللہ میں آپ سے ان چیزوں کی جو ہوائیں لاتی ہیں بھلائی کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ کا بڑا شکر گزار اور آپ کا بہت ذکر کرتا رہوں آپ کی نصیحتوں کو مانتا رہوں اور آپ کی ہدایات کو یاد رکھوں۔ اے اللہ ہمارے دل اور ہم خود سرتاپا اور ہمارے اعضاء آپ کے ہی قبضہ میں ہیں۔ آپ نے ہمیں ان میں سے کسی چیز پر بھی اختیار (کامل) نہیں دیا ہے۔ پس جب آپ نے ہمارے ساتھ یہ کیا ہے تو آپ ہی ہمارے مددگار رہئے اور ہمیں سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیجئے۔

فجر اور عصر کی نماز با جماعت پڑھنے کا خصوصی ثواب

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من صلی البردین دخل الجنة، (متفق علیه)

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے دو ٹھنڈی نمازیں (پابندی سے) پڑھ لیں وہ جنت میں داخل ہوگیا۔ دو ٹھنڈی نمازیں فجر اور عصر کی نمازیں ہیں۔

تشریح: دوسری احادیث میں من صلی کے بجائے من حافظ آیا ہے جس کے معنی ہیں (پابندی کی) یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے کہ جس مسلمان نے پابندی سے فجر اور عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں وہ جنت میں ضرور جائے گا ان دو نمازوں کی خصوصیت خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمادی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے باری باری تمہارے درمیان آتے ہیں رات کے فرشتے اور دن کے فرشتے اور وہ سب فجر کی نماز اور عصر کی نماز میں اکٹھے ہوتے ہیں رات کے فرشتے صبح کی نماز پڑھ کر جاتے ہیں دن کے فرشتے فجر کی نماز میں آتے ہیں اسی طرح دن کے فرشتے عصر کی نماز پڑھ کر جاتے اور رات کے فرشتے عصر کی نماز میں آتے ہیں اس طرح فجر اور عصر کی نمازوں میں دن اور رات کے فرشتے ان دو وقتوں میں جمع ہوتے ہیں تو فرشتوں کا رب ان (آنے اور جانے والے گروہوں سے) دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان فرشتوں سے زیادہ (اپنے بندوں کا حال) جانتا ہے تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا (رات اور دن دونوں کے) فرشتے جواب دیتے ہیں ہم نے ان کو نماز پڑھتا ہوا ہی چھوڑا ہے اور جب ہم ان کے پاس پہنچے تھے جب بھی وہ نماز پڑھ رہے تھے۔

اس طرح دن کے نامہ اعمال کے اول وآخر میں بھی اور رات کے اعمال نامہ کے اول وآخر میں بھی ان دو نمازوں کی پابندی کی وجہ سے نمازی مسلمان نمازوں کے پابند لکھے جاتے ہیں نامہ اعمال میں اول آخر کو ہی دیکھا جاتا ہے یہی نامہ اعمال قیامت کے دن پیش ہونگے اور یہ نمازی جنت میں ضرور جائیں گے نیز اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ بغیر جماعت کے فجر عصر پڑھتے ہیں وہ فرشتوں کی اس گواہی سے محروم رہتے ہیں ان دو نمازوں کی تخصیص کی ایک وجہ تو یہ ہوئی دوسری وجہ مسلم ہی کی حدیث میں آیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ (رات کے وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک آپ کی نگاہ چودھویں رات کے چاند پر پڑی تو آپ نے فرمایا: تم اپنے رب کو (جنت میں ایسے ہی دیکھو گے جیسے تم اس چاند کو دیکھ رہے ہو اس کے دیدار میں تمہیں ایسے ہی کوئی رکاوٹ اور مزاحمت نہ ہوگی جیسے اس کے دیکھنے میں نہیں ہے پس تم اگر (اپنے دنیاوی دھندوں سے (مغلوب نہ ہو اور پابندی سے طلوع آفتاب سے پہلے یعنی فجر کی نماز با جماعت اور غروب آفتاب سے پہلے یعنی عصر کی نماز با جماعت پڑھ سکو تو ان دونوں نمازوں کو با جماعت پابندی سے

پڑھا کرو (تا کہ جنت میں انہی دو وقتوں میں دیدار الٰہی کی سعادت حاصل کرسکو) اس کے بعد آپ نے قرآن کی آیت کریمہ پڑھی پس اپنے رب کی پاکیزگی بیان کرو اس کی حمد وثنا کے ساتھ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے (یعنی فجر اور عصر کی نماز) پڑھا کرو۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جنت میں روزانہ دو وقت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوا کرے گا ایک فجر کی نماز کے وقت یہ آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے ایک عصر کی نماز کے وقت آفتاب کے غروب ہونے سے پہلے اور اس دو وقتہ دیدار کی سعادت وہی لوگ حاصل کرسکیں گے جو دنیا میں پابندی کے ساتھ باجماعت فجر اور عصر کی نمازیں پڑھتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم بھی خاص طور پر ان دونمازوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

ان دونمازوں کی تخصیص کی تیسری وجہ سے مسلم ہی کی حدیث شریف میں آیا ہے۔

حضرت رویبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو کوئی بھی (پابندی کے ساتھ) طلوع آفتاب سے پہلے اور بعد نماز باجماعت پڑھے گا یعنی فجر اور عصر کی نمازیں پڑھے گا وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔

اس حدیث سے ایک طرف مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی **فسبح بحمد ربک** (الآیہ) سے مراد نماز فجر اور نماز عصر ہیں دوسری طرف جہنم سے مطلق نجات پانے کی بشارت دی۔

ان دونمازوں کو پابندی سے ادا کرنے کی خصوصیت احادیث میں یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلی امتوں پر صرف یہی دو نمازیں فرض کی گئی تھیں مگر انہوں نے ان دونمازوں کو بھی پڑھ کر نہ دیا اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونمازوں کی اس قدر تاکید فرمارہے ہیں اور ترغیب دے رہے ہیں چنانچہ لیلۃ الاسراء میں پانچ نمازیں فرض ہونے سے پہلے بھی آپ بعثت کے بعد اول دن سے برابر یہی دونمازیں مسلمانوں کے ساتھ جماعت سے پڑھا کرتے تھے۔

ان خصوصیات کے علاوہ جو خصوصیات بیان کرتے ہیں وہ چنداں اہم نہیں اس لئے کہ وہ اور نمازوں میں بھی پائی جاتی ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ اپنی محبت کو میرے لئے تمام چیزوں سے محبوب تر اور اپنے ڈر کو میرے لئے تمام چیزوں سے خوفناک تر بنادیجئے اور مجھے اپنی ملاقات کا شوق دے کر دنیا کی حاجتیں مجھ سے ختم فرمادیجئے۔ اور جہاں آپ نے دنیا والوں کی آنکھیں ان کی دنیا سے ٹھنڈی کر رکھی ہیں آپ میری آنکھ اپنی عبادت سے ٹھنڈی فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے تندرستی، پاکبازی، امانت حسن خلق اور تقدیر پر راضی رہنے کا سوال کرتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کے لئے ہی تعریف شکر کے ساتھ ہے اور آپ کا ہی فضل وکرم کے ساتھ ہر طرح احسان کرنا حصہ ہے۔

اے اللہ! میں آپ سے ان اعمال کی توفیق طلب کرتا ہوں جو آپ کو پسند ہوں اور میں آپ پر سچے توکل اور آپ کے ساتھ نیک گمان رکھنے کا سوال کرتا ہوں۔

بیماری اور سفر کی حالت میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رعایت

عن ابی موسی الاشعری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: واذا مرض العبد او سافر کتب له مثل ما کان یعمل مقیما صحیحا، (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب مسلمان بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر میں چلا جاتا ہے (اور صحت یا قیام کی حالت میں جو نفل عبادتیں اور اذکار و اوراد کیا کرتا تھا وہ اب بیماری یا سفر کی وجہ سے نہیں ادا کر سکتا تو) اس کے لئے نامہ اعمال میں وہ تمام عبادات لکھ دی جاتی ہیں جو وہ صحت اور قیام کی حالت میں کیا کرتا تھا۔

تشریح: مرض اور سفر دو ایسی حالتیں ہیں کہ ان میں رب کریم و رحیم نے فرض عبادتوں میں بھی تخفیف فرما دی ہے شریعت کا حکم ہے کہ اگر سفر میں پانی تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے یا بیماری میں پانی سے وضو کرنے یا ناپاکی کا غسل کرنے میں مرض کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو تو پانی کے بجائے پاک مٹی سے تیمم کرلو اور اگر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو لیٹے لیٹے اشاروں ہی سے پڑھ لو چھوڑو مت جس طرح بھی بن پڑے پڑھ لو سفر میں تو اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے خود ہی فرضوں میں چار کے بجائے دو فرض کر دیئے اور مرض و سفر دونوں حالتوں میں فرضوں کے علاوہ سنتوں کے ترک کرنے کا اختیار دے دیا اسی طرح رمضان کے فرض روزے بھی ترک کرنے کی اجازت دے دی کہ وطن پہنچ کر یا تندرست ہو کر اتنے دن کے روزے رکھ لینا۔

ایک پانچوں وقت کی نمازوں اور سنن و نوافل، اذکار و اوراد کے پابند نمازی کو اپنی اس حالت پر رونا آتا ہے اور سخت افسوس ہوتا ہے کہ فرض نمازیں بھی ادھوری سدھوری ادا ہو رہی ہیں سنن و نوافل اور اذکار و اوراد بھی سب چھوٹ گئے ہیں بڑی سخت محرومی محسوس کرتا ہے اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایسے ہی عبادات کے شیدائی مسلمان بندے کو اس حدیث میں اطمینان دلاتے ہیں کہ گھبراؤ مت صبر و شکر سے کام لو اور بے فکر رہو تندرستی اور قیام کے زمانہ میں تم جس قدر عبادتیں خواہ فرض ہوں خواہ نفل روزانہ ادا کیا کرتے تھے اور تمہارے نامہ اعمال میں لکھی جاتی تھیں وہ سب بیماری اور سفر کی حالت میں بھی لکھی جا رہی ہیں تو بندہ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی زبان مبارک سے یہ خوشخبری سن کر بے حد خوش اور مطمئن ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کریمی سے میرا کچھ بھی نقصان نہیں ہونے دیا کچھ نہ کرنے کے باوجود سب کچھ لکھا گیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور تندرست ہونے یا قیام کے بعد خوشی خوشی زیادہ سے زیادہ عبادتیں پورے اہتمام سے ادا کرتا ہے اس یقین کے ساتھ کہ اگر پھر بیمار ہوا یا سفر کرنا پڑا تو بغیر کئے یہ سب عبادتیں نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی یہی ترغیب و تحریص نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کے اس خوشخبری سنانے کا مقصد ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، کی امت کو زیادہ سے زیادہ حسن عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور یہی مقصد ہے۔

ہر نیک کام ثواب کا کام ہے

عن جابر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کل معروف صدقۃ. (بخاری)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر (از روئے شریعت) بھلا کام ثواب کا کام ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ امام مسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

تشریح: گو حضرت جابر اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابی اس حدیث کے راوی ہیں باقی بھلے کاموں کی کافی تعداد اس باب کی حدیثوں کے ذیل میں بیان ہو چکی ہے صرف اتنا اضافہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ نہ نیک کام کرنے والے کی ذاتی خواہش کا اعتبار ہے نہ کسی دوسرے انسان کی خواہش کا نیک یا بھلا کام صرف وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نیک اور بھلا کام فرما دیں۔ اس لئے کہ انسانی خواہش اور محبت کا حال تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو حالانکہ وہ تمہارے حق میں اچھی ہو اور کچھ بعید نہیں کہ تم کسی چیز کو پسند کرو حالانکہ وہ چیز تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ ہی (اچھی بری چیز کو) جانتا ہے تم نہیں جانتے (کہ کون سی چیز بری ہے کون سی اچھی ہے)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم یعنی تمام انسانوں کی پسند اور ناپسند میں بیشتر دخل دشمن یعنی نفس امارہ کا دخل ہوتا ہے اور اس کی خواہشات تمامتر ہمارے حق میں مضر ہی ہوتی ہیں آپ اس سے پہلے ایک حدیث میں پڑھ چکے ہیں۔

حفت الجنۃ بالمکارہ وحفت النار بالشہوات

جنت مکروہات نفس کے خارزار سے گھری ہوئی اور جہنم خواہشات نفس کے سبزہ زاروں میں گھری ہوئی ہے۔

اگر خواہشات نفس پر عمل کرو گے سیدھے جہنم میں جاؤ گے ہاں اگر نفس کی خواہشات کو ٹھکرا کر مکروہات نفس پر عمل کرو گے تو بیشک جنت میں جاؤ گے سبحان اللہ کتنا واضح معیار جہنم اور جنت میں جانے کا بیان فرمایا ہے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کاش کہ امت اس پر عمل کرے واللہ الموفق۔

نقصان پر اجر وثواب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کسی مسلمان نے کوئی درخت لگایا تو جو بھی اس کا پھل کسی نے کھایا اس کا ثواب اس کو ملے گا اور جو بھی اس کے پھل چوری گئے وہ بھی اس کے لئے ثواب کا موجب ہیں اور جو بھی کسی نے اس کا نقصان کیا اس کا بھی اس کو ثواب ملے گا امام مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے بھی کوئی درخت لگایا اور کسی انسان نے یا چوپایہ نے یا پرندہ نے اس کا پھل کھالیا تو اس کو قیامت کے دن تک اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

تشریح: مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے جس مسلمان نے کوئی بھی درخت لگایا یا کوئی کھیت بویا اور کسی انسان نے یا کسی چوپایہ نے یا کسی نے بھی کچھ کھالیا تو اسکا ثواب مالک کو ملتا رہے گا۔ اور بخاری ومسلم دونوں نے اس حدیث کو حضرت

انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔

اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باغوں اور کھیتوں کے مسلمان مالکان کو کرم اخلاق اور بلند حوصلگی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہیں باغ یا کھیت کا مالک بنایا ہے تمہیں اس قدر تنگدل اور بے حوصلہ نہ ہونا چاہئے کہ اگر کسی انسان نے یا جانور نے یا پرندہ نے باغ سے پھل کھا لئے یا کسی جانور نے کھیت میں منہ ڈال دیا تو لگے غصہ ہونے اور گالیاں دینے کیا خبر ہے وہ انسان یا حیوان بھوکا ہی ہو تو بھوکے کے پیٹ کو بھرنا تو بہر حال کار ثواب ہے اسی طرح باغ یا کھیت کا کسی اور قسم کا کوئی نقصان ہو گیا تو باغ یا کھیت کے رکھوالے کو برا بھلا کہنے لگے حاصل یہ ہے کہ باغ یا کھیت کا جو بھی نقصان ہو اس کو منجانب اللہ باور کر کے صبر کرنا چاہئے اور جو بچ گیا ہے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے تو اللہ تعالیٰ ضرور اس کمی کو پورا کر دیں گے اور نقصان کی تلافی فرمادیں گے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم (ابراھیم :۷)

بخدا اگر تم نے شکر ادا کیا تو تمہیں ضرور اور زیادہ دوں گا۔

زیادہ تر غصہ اس وقت آتا ہے جب بھوکا اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے دو چار پکے پھلوں کے لئے دس بیس کچے پھل گرا دیتا ہے یا جانور کھیت میں گھس کر کھانے کے علاوہ اپنے قدموں سے کھیت کو روند دیتا ہے کھاتا کم ہے اور نقصان زیادہ کرتا ہے اسی کے پیش نظر ہر قسم کے نقصان کو بھی ثواب کا موجب فرمایا ہے۔

یہ تو وہ کام ہیں جنہیں بغیر کچھ کئے دھرے محض ثواب کی نیت کر لینے پر ثواب ملتا ہے بہر حال ثواب کی لگن ہونی چاہئے پھر کارہائے ثواب تو بے حد وحساب ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ لگن عطا فرمائیں آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لئے کھول دیجئے اور مجھے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری اور اپنی کتاب پر عمل نصیب فرمائیے۔ اے اللہ مجھے ایسا بنا دیجئے کہ میں آپ سے اس طرح ڈرا کروں گویا کہ میں ہر وقت آپ کو دیکھتا رہتا ہوں حتیٰ کہ میں آپ سے آملوں، اور مجھے تقویٰ سے سعادت دیجئے اور مجھے اپنی نافرمانی سے بدنصیب نہ فرمائیے۔ اے اللہ ہر مشکل کو آسان فرما کر مجھ پر فضل وکرم کیجئے آپ کے لئے ہر مشکل کو آسان کر دینا آسان ہی ہے۔ اور میں آپ سے دنیا وآخرت میں سہولت اور معافی کی درخواست کرتا ہوں

اے اللہ! مجھ سے درگزر فرمائیے آپ تو بڑے معاف کرنیوالے بڑے رحم کرنیوالے ہیں۔

اے اللہ! میرے دل کو نفاق سے، میرے عمل کو ریا سے، میری زبان کو جھوٹ سے اور میری آنکھ کو خیانت سے پاک کر دیجئے بے شک آپ آنکھوں کی خیانت اور جو کچھ دل چھپائے ہوئے ہیں وہ بھی جانتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے برسنے والی آنکھیں نصیب فرمائیے کہ جو دل کو آپ کی خشیت کی بنا پر بہتے ہوئے آنسوؤں سے سیراب کر دیں بغیر اس کے کہ آنسو خون ہو جائیں اور داڑھیں انگارے بن جائیں۔

مسجد میں نماز کیلئے آنے جانے میں ہر قدم پر ثواب

عن جابر رضی الله عنه اراد بنو سلمة ان ینقلوا قرب المسجد فبلغ ذلک رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لهم: انه قد بلغنی انکم تریدون ان تنتقلوا قرب المسجد؟ فقالوا: نعم یارسول الله قد اردنا ذلک فقال: بنی سلمة دیارکم تکتب آثارکم دیارکم تکتب آثارکم (مسلم)

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں قبیلہ بنوسلمہ نے ارادہ کیا کہ وہ (اپنی بستی سے) مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بنوسلمہ کے اس ارادہ کی) خبر ملی تو آپ نے (اس خبر کی تصدیق کی غرض سے) فرمایا: مجھے خبر ملی ہے کہ تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ ارادہ کیا تو ہے تو آپ نے فرمایا: اے بنوسلمہ! اپنی بستی میں ہی رہو تمہارے قدموں کے نشان لکھے جاتے ہیں۔

تشریح: واقعہ! قبیلہ بنی سلمہ مدینہ طیبہ کی ایک نواحی بستی میں مدینہ سے دو تین میل فاصلہ پر آباد تھا مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قرب وجوار میں کچھ رہائشی زمین کے قطعے خالی ہوئے تو اس قبیلہ نے اس خیال سے کہ ہماری بستی مسجد سے قریب ہو جائے گی پانچوں وقت جو اتنی دور سے چل کر آنا پڑتا ہے اس سے بچ جائیں گے منتقل ہونے کا ارادہ کیا مگر دراصل یہ خیال انسان کے پوشیدہ دشمن آسائش پسند نفس امارہ کا ایک فریب تھا وہ راحت وآسائش کا سبز باغ دکھا کر اس اجر عظیم اور رفع درجات سے محروم کرنا چاہتا تھا جو دور سے چل کر آنے کی بنا پر ان کو مل رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو بلا کر ان سے دریافت کیا تو انہوں نے عرض کیا جی ہاں ارادہ تو کیا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے نام بنوسلمہ سے خطاب کر کے بتاکید اس ارادہ سے باز رکھا اور نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ کیا اور بتلایا کہ مسجد سے قریب ہو کر کتنے بڑے اجر وثواب سے محروم ہو جاؤ گے جو پانچوں وقت اتنی دور سے چل کر مسجد میں آنے کی مشقت پر تم کو مل رہا ہے کتنا بڑا خسارہ ہے چنانچہ بنوسلمہ نے دشمن نفس امارہ کے اس فریب سے آگاہ ہو کر منتقل ہونے کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے نام بنوسلمہ کے مطابق اس نقصان عظیم سے بچ گئے۔

یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب نواحی بستیوں میں مسجدیں نہیں بنی تھیں ہر بستی والوں کو نماز باجماعت پڑھنے کے لئے مسجد نبوی میں آنا پڑتا تھا اس کے بعد بھی اگرچہ نواحی بستیوں میں مسجدیں بن گئی تھیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت اور دور سے چل کر آنے کے اس اجر عظیم کو حاصل کرنے کی غرض سے بیشتر لوگ دور دور سے چل کر آتے اور ثواب حاصل کرتے تھے اگر بنوسلمہ اس وقت منتقل ہو جاتے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس اجر عظیم سے محروم ہو جاتے۔

اب بھی جبکہ قریب قریب ہر بستی میں مسجدیں بن گئی ہیں بڑی مسجد میں جہاں زیادہ نمازی ہوتے ہیں اور بڑی جماعت ہوتی ہے اگرچہ دور ہو چل کر جانا اجر وثواب کا موجب ہے الا یہ کہ محلہ کی مسجد کے ویران ہو جانے کا اندیشہ ہو یا وقت نکل جانے کا خوف ہو تو قریب کی مسجد میں ہی نماز پڑھ لینی چاہئے وقت پر نماز پڑھنے اور خدا کے گھر کو ویران ہونے سے بچانے کے اجر وثواب سے اس اجر وثواب کے نقصان کی مکافات ہو جائے گی جو دور سے چل کر مسجد جانے پر ملتا اگر کسی اور دنیوی غرض یا منفعت کی بنا پر کوئی بھی صورت اختیار کی گئی تو وہ غرض تو پوری ہو جائے گی منفعت حاصل ہو جائے گی مگر اجر وثواب مطلق نہیں ملے گا **انما الاعمال بالنیات** حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ عملوں کا مدار نیتوں پر ہے۔

گرمی سردی میں مسجد میں آنیوالے کا ثواب

عن ابی المنذر ابی بن کعب رضی الله عنه قال: کان رجل لا اعلم رجلا ابعد من المسجد منه، وکان لا تخطئه صلاة فقیل له او فقلت له: لو اشتریت حماراً ترکبه فی الظلماء وفی الرمضاء؟ فقال: ما یسرنی ان منزلی الی جنب المسجد انی ارید ان یکتب لی ممشای الی المسجد ورجوعی اذا رجعت الی اهلی فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وقد جمع الله لک ذلک کله(مسلم)

ترجمہ: حضرت ابوالمنذر رابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں ایک آدمی تھا میرے علم میں مسجد سے اس کے گھر سے زیادہ دور کسی اور کا گھر نہ تھا اور (جماعت کی پابندی کا یہ حال تھا کہ) کوئی نماز با جماعت اس سے نہیں چھوٹتی تھی تو اس سے کہا گیا یا میں نے اس سے کہا (راوی کو شک ہے کہ روایت میں پہلا لفظ ہے یا دوسرا) اگر تم ایک گدھا خرید لو اور اندھیری راتوں میں یا تپتی ہوئی دوپہر میں اس پر سوار ہو کر مسجد آ ؤ جاؤ (تو کتنا اچھا ہو) اس شخص نے جواب دیا (تکلیف سے بچنے کے لئے گدھا خریدنا تو دور کی بات ہے) مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میرا گھر مسجد کے پہلو میں ہو میں تو چاہتا ہوں کہ میرا یہ (مسجد) چل کر آنا اور جب گھر واپس جاؤں تو پیادہ لوٹنا میرے نامہ اعمال میں لکھا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کا یہ عاشقانہ جواب سن کر) فرمایا: (مبارک ہو) یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ سب جمع فرمادیا (آنے اور جانے کے ایک ایک قدم کا ثواب تمہیں ملے گا)

تشریح: سبحان اللہ! نماز با جماعت سے کس قدر والہانہ عشق ہے کہ اندھیری راتوں کے تمام خطرے اور شدید گرمی سے تپتی ہوئی زمین پر پا پیادہ چلنے کی تمام تکلیفیں سب گوارا ہیں مگر با جماعت نماز نہ چھوٹے سچ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حفت الجنة بالمکارہ جنت مکروہات نفس سے گھری ہوئی ہے۔

ان مشقتوں کے خارزار سے گزرے اور قدموں کو فگار (زخمی) کئے بغیر جنت نہیں مل سکتی اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو نماز با جماعت کا عشق نہ سہی شوق ہی عطا فرمائیں آمین۔

اس باب کی سابقہ احادیث میں پا پیادہ مسجد جانے کے اجر وثواب کی تفصیلات گزر چکی ہیں۔

خدمت خلق

حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چالیس خصلتیں ہیں جن میں سب سے اعلیٰ خصلت دودھ والی بکری کا عطیہ ہے جو بھی کوئی عمل کرنے والا ان چالیس میں سے کسی بھی خصلت پر اس کے ثواب کی امید پر اور جس چیز کا وعدہ کیا گیا ہے اس وعدہ کو دل سے سچا جاننے اور ماننے کے بعد اس پر عمل کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے۔

(بخاریؒ نے اس حدیث کو روایت کیا)

عربی میں منیحة اس دودھ دینے والی بکری کو کہتے ہیں

جسے مالک کسی حاجت مند کو دودھ پینے کے لئے عاریۃ دے دے اور جب دودھ ختم ہو جائے تو واپس لے لے۔

تشریح: حدیث شریف میں صرف دودھ کے اس معمولی سے عطیہ کو سب سے اعلیٰ خصلت قرار دیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باقی انتالیس خصلتیں اس سے بھی زیادہ معمولی اور ادنیٰ درجہ کے کام ہیں (جن کی تفصیل گذشتہ احادیث میں آ چکی ہے) لہٰذا اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ کسی بھی حاجت مند کی کسی بھی حاجت کو پورا کر دینا اگر چہ کتنی ہی معمولی ہو عنداللہ اور عندالرسول اجر عظیم کا موجب ہے اور ان پر جنت میں داخل فرمانے کا وعدہ ہے مگر یہ اجر عظیم جب ہی ملتا ہے کہ جبکہ اجر کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور نیت خالص ہو ورنہ اگر نام ونمود کے لئے یا حاجت مند پر احسان جتلانے کے لئے یہ کام کئے تو کچھ نہیں ملے گا نیز حدیث شریف میں ان چالیس کاموں کو خصائل سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ہیں عادتیں اس سے معلوم ہوا کہ اس اجر اور اس وعدے کے مستحق وہی لوگ ہیں جن کی عادت یہ ہو جائے کہ محتاج کو دیکھتے ہی جب تک اس کی حاجت پوری نہ کر دیں چین نہ آئے ظاہر ہے جب کسی مسلمان کے دل میں مخلوق خدا کی حاجت روائی کا یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو یہ اس کے مقبول بارگاہ الٰہی ہونے کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال (کنبہ) ہے لہٰذا اللہ سب سے زیادہ محبت اس سے فرماتا ہے جو اس کی عیال (کنبہ) کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

یہ تمام کارہائے خیر اسی وقت اجر وثواب کا موجب ہونگے جب کہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں پر کامل یقین ہو اور خالصاً لوجہ اللہ انجام دیئے جائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی قدرت سے امن دیجئے اور مجھے اپنی رحمت میں داخل فرمالیجئے اور میری عمر اپنی فرمانبرداری میں صرف کرادیجئے اور میرا خاتمہ میرے بہترین عمل پر کیجئے اور اس کی جزا کو جنت بنادیجئے۔ اے اللہ فکر کے دور کرنے والے، غم کو زائل کرنے والے، بے قراروں کی دعا قبول فرمانے والے، دنیا کے رحمٰن ورحیم، آپ ہی مجھ پر رحم فرمائیں گے آپ میرے اوپر ایسی رحمت فرمائیے کہ آپ اس کی بنا پر مجھے اپنے سوا ہر ایک کی رحمت سے مستغنی فرمادیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے بھلائی غیر متوقع اور ناگہانی بُرائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ! آپ کا نام ہی سلام ہے اور آپ سے ہی سلامتی کی ابتدا ہے اور آپ کی ہی طرف ہر سلامتی لوٹتی ہے۔

اے صاحب عزت وجلال میں آپ سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ ہمارے حق میں ہماری دعا قبول فرمالیجئے اور آپ ہماری (جائز) خواہشات کو پوری فرمادیجئے اور آپ نے اپنی مخلوق میں سے جن کو ہم سے غنی کر دیا ہے، ان سے ہم کو بھی غنی فرمادیجئے۔ اے اللہ آپ ہی میرے لئے (چیزوں کو) چھانٹ لیجئے اور پسند فرمالیجئے۔

ضرورت مند کو معمولی چیز دینے پر اجر وثواب

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (جہنم کی) آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہی ہو (بخاری اور مسلم دونوں نے اس حدیث کو روایت کیا) اور بخاری اور مسلم ہی کی ایک روایت میں انہی عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے تم میں سے ہر ایک شخص سے اس کا رب (براہ راست) بات کرے گا (اس طرح کہ) اس کے اور اس کے رب کے درمیان کوئی (دوسرا) ترجمان نہ ہوگا پس (اس وقت) وہ اپنے دائیں جانب دیکھے گا تو اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور بائیں جانب دیکھے گا تو (ادھر بھی) اس کے کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا اور سامنے (کی طرف) دیکھے گا تو اس کے منہ کے سامنے آگ ہی آگ ہوگی اور کچھ نہ ہوگا پس (اس) آگ سے (جس طرح ہو سکے) بچو اگرچہ ایک کھجور کے ٹکڑے کے ذریعے ہی بچو اور اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو اچھی بات (کے ذریعہ سے) ہی بچو۔ (ریاض الصالحین)

تشریح: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ براہ راست ہر بندے سے اس کے کئے ہوئے اعمال کے متعلق سوال فرمائیں گے کہ میں نے عمر بھر تجھ پر بے شمار انعامات اور احسانات کئے بتلا تو نے اس کا شکریہ کس طرح ادا کیا بندے کے پاس اس وقت عمر بھر کئے ہوئے اعمال کے سوا کچھ نہ ہوگا دائیں طرف نیک اعمال ہوں گے اور بائیں طرف بد اور سامنے کی جانب ایک طرف جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہوگی اور دوسری طرف جنت لہلہاتی ہوگی حساب اعمال کے بعد جن کی بائیں جانب کے اعمال وزنی ہوئے وہ تو جہنم کی آگ میں ڈال دیئے جائیں گے اور جن کے دائیں جانب کے اعمال وزنی ہونگے وہ جنت میں بھیج دیئے جائیں گے قرآن کریم کی مذکورہ ذیل آیات اس پر روشنی ڈالتی ہیں۔

۱۔ اور جبکہ جہنم بھڑکا دی جائے گی اور جبکہ جنت بالکل قریب کر دی جائیگی اس وقت ہر ایک کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کیا لایا ہے۔

۲۔ اس دن انسان کو بتلایا جائے گا جو اس نے کیا یا نہ کیا ہوگا۔

۳۔ ہر شخص جان لے گا کہ اس نے کیا کیا اور کیا نہیں کیا۔

۴۔ اس دن لوگ مختلف گروہوں میں واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں پس جس نے ذرہ برابر بھی نیک کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر بھی کوئی برا کام کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا (حشر کے دن)

۵۔ پس جس کے وزن کئے ہوئے اعمال وزنی ہوں گے تو وہ پسندیدہ زندگی بسر کرے گا اور جس کے اعمال ہلکے اور کم وزن ہوں گے تو اسکا ٹھکانہ جہنم میں ہوگا۔

۶۔ اور جنت پرہیزگاروں کے بالکل قریب کر دی جائیگی اور جہنم گمراہوں اور کجراہوں کے سامنے بے نقاب کر دی جائے گی۔

مذکورہ بالا زیر بحث حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اسی محاسبہ اعمال کا ذکر فرماتے ہیں اور ہر شخص کو زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کر کے جہنم سے بچنے کی جدوجہد کی ترغیب دیتے ہیں کہ محتاج کو اور کچھ نہیں تو کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی جہنم سے بچو اگر یہ بھی میسر نہ ہو تو کسی کو بھلی بات بتا کر ہی جہنم سے بچو (اس میں تو کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا)

اگرچہ شراح حدیث نے **اتقوا النار ولو بشق تمرة** کے دو مطلب بیان کئے ہیں۔

۱۔ایک یہ کہ اگر کسی کا ذرا سا حق بھی تمہارے ذمہ ہو تو اس کو بھی ادا کر کے جہنم کی آگ سے نجات حاصل کرو کیونکہ یہ حقوق العباد ہیں مطلق معاف نہیں ہوتے اگر کسی کا کھجور کا ایک ٹکڑا بھی تمہارے ذمہ رہ گیا تو جہنم میں جاؤ گے۔

۲۔دوسرا یہ کہ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا سے بچنے کے لئے کسی بھی نیک کام کرنے میں کوتاہی نہ کرو اگر چہ کتنا ہی معمولی کار خیر ہو اس دوسرے مطلب کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

صدقہ (خیرات) خطاؤں (کی آگ) کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اسی طرح اسی باب کی آٹھویں حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمان عورتوں کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنی پڑوسن کے لئے (کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھے اگر چہ بکری کا کھر ہی ہو۔

اور پانچویں حدیث میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو خطاب کر کے فرمایا ہے۔

حضرت ابوذر کہتے ہیں کہ (خاص طور پر) مجھ سے رسول اللہ نے فرمایا: اے (ابوذر) تم کسی بھی بھلے کام کو حقیر مت سمجھنا اگر چہ اپنے (مسلمان) بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی ہو۔

اسی طرح زیرنظر حدیث میں **وان لم یجدفبکلمة طیبة** اگر نہ ہو تو بھلی بات کے ذریعے ہی بچو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اور ہر مسلمان کو بھی زیادہ سے زیادہ کارہائے خیر کر کے جہنم سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے اپنی مشیت پر راضی رکھئے اور جو کچھ میرے لئے مقدر کر دیا گیا ہے اس میں مجھے برکت دیجئے تا کہ جو چیز آپ نے دے رکھی ہے اس کے لئے میں جلدی نہ چاہوں، اور جو چیز آپ نے جلد دے رکھی ہے اس میں میں دیر نہ چاہوں۔اے اللہ عیش تو بس عیش آخرت ہی ہے اور (اسکے سوا) کوئی نہیں۔اے اللہ مجھے خاکسار بنا کر زندہ رکھئے اور خاکساری ہی کی حالت میں موت دیجئے اور مجھے خاکساروں ہی سے (قیامت میں) اٹھائیے۔

اے اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے فرما دیجئے جو جب کوئی نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی بُرائی کرتے ہیں تو مغفرت چاہنے لگتے ہیں۔

اے اللہ! میں آپ سے آپ خاص رحمت کی درخواست کرتا ہوں جس سے آپ میرے دل کو ہدایت میرے کاموں کو جمعیت اور میری ابتری کو درست کر دیجئے اور اس (خاص رحمت) سے میرے دین کو سنوار دیجئے۔اور اس سے میرے قرضہ کو ادا کر دیجئے اور اس سے میری نظر سے غائب چیزوں کی نگہبانی فرمائیے اور اس سے میرے پیش نظر چیزوں کو بلندی عطا فرمائیے۔اور اس سے میرے چہرے کو نورانی کر دیجئے اور اس سے میرا عمل پاکیزہ فرما دیجئے اور اس سے ہدایت میرے دل میں ڈال دیجئے۔اور اس (خاص رحمت) سے میری (حالت) الفت کو لوٹا دیجئے۔اور اس (رحمت خاص) کے واسطے آپ مجھے ہر برائی سے بچا لیجئے۔

نعمت رزق پر شکر

عن انس رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لیرضی عن العبد ان یاکل الاکلة فیحمده علیها او لیشرب الشربة فیحمده علیها (رواہ مسلم)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بیشک اللہ تعالیٰ بندہ سے (اس پر) خوش ہوتا ہے کہ جو کھانا (صبح کا یا شام کا) وہ کھاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اور جو بھی پانی پیتا ہے اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے اکلۃ ہمزہ کے زبر کے ساتھ صبح کے یا شام کے کھانے کو کہتے ہیں (نہ کہ ہر لقمہ اور ہر گھونٹ کو)

تشریح: ظاہر ہے کہ دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا اور پیاس پر پانی پینے کو دینا اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انعام واحسان ہے کہ ہم اس کا شکر یہ ادا کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ ہم اپنے گردوپیش میں دیکھتے ہیں کہ بے شمار لوگ ایسے ہیں کہ باوجود انتہائی محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کے دووقت پیٹ بھر کر انہیں کھانا نصیب نہیں ہوتا اور ایسے بھی بہت سے لوگ ہیں کہ زیادہ سے زیادہ لذید اور عمدہ کھانے دسترخوان پر موجود ہیں مگر کسی مرض یا بیماری کے خوف سے یا کسی اور وجہ سے نہیں کھا سکتے اس لئے دونوں وقت شکم سیر ہو کر کھانا اور کھانے کی قدرت بھی دینا اتنا بڑا احسان ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے تھے یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کریمی ہے کہ انہوں نے نہایت آسان طریق پر شکر ادا کرنے اور اس پر اپنی رضامندی و پسندیدگی کا بھی اظہار فرمادیا اور قرآن کریم میں شکر ادا کرنے پر مزید نعمتیں دینے کا بھی وعدہ فرمایا ہے جس کا ہم شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں ہر روز نئی سے نئی نعمتیں کھانے کو ملتی ہیں۔

مگر وائے بر ما و بر حال تا کہ ہم پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے اس قدر ناآشنا ہیں کہ نہ کھانا شروع کرنے کے وقت کبھی بسم اللہ کہنا نصیب ہوتا ہے نہ فارغ ہونے کے بعد الحمدالله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین کہنے کی توفیق ہوئی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہمیں بچپن میں نہ بتلایا گیا نہ عمل کرنے پر تنبیہ و تادیب کی گئی یہی وجہ ہے کہ ہماری نہ صرف نوجوان نسل بلکہ اچھے اچھے صوم وصلوٰۃ کے پابند گھرانے بھی کھانا کھانے کے اسلامی آداب سے بے بہرہ ہیں اس وقت ہمارا حال وہی ہے جو قرآن کریم نے کافروں کا بتلایا ہے یاکلون کماتاکل الانعام (جانوروں کی طرح کھانا کھاتے ہیں آج بڑی بڑی ضیافتوں میں میزوں پر رکھے ہوئے کھانے کی مختلف ڈشوں سے پلیٹوں میں کھانا لیکر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے کھانا اور کھاتے ہوئے ادھر سے ادھر گھومتے رہنا عین تہذیب سمجھا جاتا ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائیں ہم ذیل میں مختصر طور پر آداب طعام لکھنا مناسب سمجھتے ہیں امید ہے کہ مسلمان خود بھی اس پر پابندی سے عمل کریں گے اور اپنے بچوں سے بھی عمل کرائیں گے۔

آداب طعام:

۱۔ کھانا کھانے کی نیت سے ہاتھ دھونا اگرچہ ہاتھ بالکل پاک وصاف ہوں۔

۲۔کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کرنا اگر شروع میں بسم اللہ کہنا یاد نہ رہے تو کھانے کے درمیان جب یاد آئے تو بسم اللہ اولہ واخرہ پڑھ لے اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع میں بھی آخر میں بھی۔

۳۔گھر کے تمام افراد ایک دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھائیں الگ الگ نہ کھائیں اگر ایک ایک قسم کا کھانا ہو تو ایک ہی بڑے برتن قاب (ڈش) وغیرہ میں سب کھائیں اگر کئی قسم کا ہو تو اپنی اپنی پسند کے مطابق علیحدہ علیحدہ پلیٹ میں لے کر کھائیں مگر ایک ہی دستر خوان پر ادب واحترام کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں کھڑے ہو کر نہ کھائیں متکبروں کی طرح آلتی پالتی مار کر نہ بیٹھیں دستر خوان پر جو سب سے عمدہ کھانا ہو اسی کی طرف سب سے پہلے ہاتھ نہ بڑھائیں اگر بڑے برتن سینی یا قاب میں کھانا ہو تو کنارے سے لیں بیچ میں ہاتھ یا چمچہ نہ ماریں تین انگلیوں سے کھائیں حریص لوگوں کی طرح بڑے بڑے لقمے نہ لیں دوسرے کھانا کھانے والوں کی طرف نہ دیکھیں خاموش بیٹھ کر کھانا نہ کھائیں مناسب اور موزوں گفتگو کرتے رہیں بلند آواز سے ڈکار نہ لیں۔

۴۔کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوئیں اور **الحمدلله الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا من المسلمین** پڑھیں (شکر ہے اس اللہ تعالیٰ کا جس نے ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا)

دُعا کیجئے

اے اللہ! مجھے ایسا ایمان دیجئے جو پھر نہ پھرے اور ایسا یقین کہ اس کے بعد کفر نہ ہو، ایسی رحمت کہ اس کے ذریعے میں دنیا وآخرت میں آپ کے ہاں عزت کا شرف حاصل کروں۔ اے اللہ میں آپ سے قسمت میں کامیابی، شہداء جیسی مہمانی، سعیدوں جیسا عیش، انبیاء کی رفاقت اور دشمنوں پر فتح کا سوال کرتا ہوں بے شک آپ ہی دعاؤں کے سننے والے ہیں۔

اے اللہ! جو بھلائی بھی ایسی ہو کہ اس تک پہنچنے سے میری سمجھ قاصر رہ گئی ہو اور میرا عمل وہاں تک نہ ساتھ دے سکا ہو اور اس تک میری آرزو اور میرے سوال کی رسائی نہ ہو، اور آپ نے اس بھلائی کا وعدہ اپنی مخلوق میں سے کسی سے بھی کیا ہو یا جو ایسی بھلائی ہو کہ آپ اپنے بندوں میں سے کسی کو بھی وہ دینے والے ہوں تو میں آپ سے اس کی خواہش اور آپ سے آپ کی رحمت کے واسطہ سے طلب کرتا ہوں اے جہانوں کے پروردگار۔

اے اللہ! میں اپنی خواہش آپ کے ہی حوالہ کرتا ہوں گو میری سمجھ کوتاہی کرے اور میرا عمل ضعیف رہے میں آپ کی رحمت کا محتاج ہوں پس

اے سب کاموں کے پورا فرمانے والے اور دلوں کو شفاء دینے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ جس طرح آپ نے سمندروں کے درمیان فاصلہ رکھا ہے آپ مجھے بھی دوزخ کے عذاب، جزع فزع اور فتنہ قبور سے (ایسے ہی) فاصلہ پر رکھئے گا۔

اے اللہ! مضبوط ڈور والے، درست حکم والے، میں آپ سے حشر میں امن اور آخرت میں وہ لوگ جو مقرب ہیں حاضر باش، بڑے رکوع کرنے والے، بڑے سجدہ کرنے والے اور اپنے اقراروں کو پورا کرنے والے ہیں ایسے لوگوں کے ساتھ میں جنت کا آپ سے سوال کرتا ہوں بے شک آپ بڑے مہربان بڑے شفیق ہیں اور آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔

شکر خداوندی ادا کرنے کے طریقے

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ؑ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: مسلمان کے پورے بدن پر صدقہ (اداءِ شکر کے لئے) واجب ہے (ابوموسیٰ نے عرض کیا آپ بتلایئے اگر کچھ میسر نہ ہو (کہ صدقہ کرے) آپ نے فرمایا: اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کرے خود اپنے کو بھی نفع پہنچائے (اپنی ضروریات بھی پوری کرے) اور صدقہ بھی کرے عرض کیا آپ بتلایئے اگر اس کی قدرت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا: مصیبت زدہ حاجتمندوں کی مدد کرے عرض کیا: آپ بتلایئے اگر مدد بھی نہ کر سکے؟ آپ نے فرمایا (شرعاً) بھلی بات کہے یا فرمایا: کلمہ خیر کہے عرض کیا: آپ بتلایئے اگر یہ بھی نہ کرے؟ آپ نے فرمایا (خود کو) برے کام سے باز رکھے اس لئے کہ یہ بھی ثواب کا کام ہے (بخاری ومسلم)

تشریح: اس حدیث میں دوسرے سوال کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؑ نے جو جواب دیا ہے وہ صرف اسی حدیث میں مذکور ہے اور بہت غیرت انگیز ہے کہ ایک اچھے بھلے تندرست مسلمان کو ہاتھ پاؤں توڑ کر نہیں بیٹھنا چاہئے بلکہ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا پیٹ بھی بھرنا چاہئے اور جو بچے اسے صدقہ کر کے آخرت کے لئے ذخیرہ بھی کرنا چاہئے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؑ نے تمام ذرائع معاش پر محنت مزدوری کر کے روزی کمانے کو ترجیح دی ہے۔

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؑ سے دریافت کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ؑ کون سا کسب (ذریعہ معاش) افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: انسان کا اپنے ہاتھ سے کام کرنا۔

بدن اور اس کے تین سو ساٹھ جوڑوں کا شکریہ ادا کرنے کے لئے جن امور کا ان پچیس احادیث میں ذکر فرمایا ہے وہ بنیادی طور پر دو قسم کے ہیں (۱) ایک حقوق اللہ یعنی عبادات اور ان سے متعلق آداب یعنی مستحبات ومندوبات (۲) دوسرا حقوق العباد سے متعلق امور۔ ہم ان دونوں قسم کو الگ الگ بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں تاکہ عمل کرتے وقت اسی کی نیت کی جائے۔

امور خیر کا تجزیہ

حقوق اللہ	حقوق العباد
۱۔کلمہ سبحان اللہ کہنا	۱۔ضرورت مند کاریگر کی مدد کرنا۔
۲۔کلمہ الحمدللہ کہنا	۲۔ناکارہ آدمی کے لئے کام کرنا۔
۳۔کلمہ لاالہ الااللہ کہنا۔	۳۔لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا۔
۴۔کلمہ اللہ اکبر کہنا۔	۴۔عام راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹا دینا۔
۵۔کلمہ استغفراللہ کہنا۔	۵۔مسجد میں سے تھوک یا ناک کی ریزش دور کرنا
۶۔ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ	۶۔بیوی سے جماع کرنا۔

۷۔ نفیس ترین اور بیش قیمت غلام یا کنیز آزاد کرنا
۸۔ امر بالمعروف کرنا۔
۹۔ نہی عن المنکر کرنا۔
۱۰۔ نماز کے لئے دور سے پا پیادہ چل کر مسجد آنا
۱۱۔ خصوصاً ہر صبح شام یعنی فجر وعصر کی نماز باجماعت مسجد میں جا کر ادا کرنا۔
۱۲۔ تمام مستحبات ومندوبات کیساتھ پابندی کی نماز ادا کرنا۔
۱۳۔ شرم وحیا کرنا۔
۱۴۔ نیت کر کے پورا اور کامل وضو کرنا خصوصاً ناگوار حالات میں۔
۱۵۔ پانچوں نمازیں پابندی سے مسجد میں باجماعت ادا کرنا۔
۱۶۔ صحت اور قیام کے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا تا کہ بیماری اور سفر کی حالت میں بھی وہ لکھی جائیں اور اس کا ثواب ملے۔
۱۷۔ ہر نیک کام اگر چہ کتنا ہی معمولی ہو جہنم سے بچنے کی غرض سے کرنا۔
۱۸۔ صبح وشام کھانے پر دونوں وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔
۱۹۔ چاشت کی نماز ادا کرنا۔
۲۰۔ اپنے کو ایذا رسانی کے گناہ سے بچانا۔

۷۔ کتنی ہی حقیر اور معمولی چیز ہو حاجت مند کو دینے میں عار محسوس نہ کرنا۔
۸۔ مسلمان بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنا۔
۹۔ لوگوں کے درمیان انصاف کرنا۔
۱۰۔ ضعیف یا کمزور انسان کو سواری پر سوار کر دینا
۱۱۔ یا اس کا سامان اٹھا کر سواری پر رکھ دینا۔
۱۲۔ اچھی بات کہنا۔
۱۳۔ عام گزرگاہ سے پتھر یا ہڈی یا کانٹا ہٹا دینا۔
۱۴۔ عام راستہ سے کانٹے یا کانٹے دار درخت کاٹ دینا۔
۱۵۔ پیاسے جانور کو پانی پلا دینا۔
۱۶۔ باغ یا کھیت والے کا جو بھی نقصان ہو یا انسان یا حیوان کھا لے اس پر ثواب کی نیت کرنا۔
۱۷۔ دودھ والے جانور کو دودھ پینے کے لئے حاجت مند کو دے دینا۔
۱۸۔ محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ بھی بھرنا اور صدقہ بھی کرنا۔
۱۹۔ کسی مصیبت زدہ حاجت مند کی مدد کرنا۔
۲۰۔ اپنی ذات سے کسی کو نقصان یا ایذا نہ پہنچانا۔

کل چالیس کارہائے خیر اور موجب ثواب کام ان پچیس حدیثوں میں مذکور ہیں ان کے علاوہ شعب ایمان والی حدیث میں باقی ۲۷ کام اجمالاً مذکور ہوئے ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں راہ میں رہنما بنایئے نہ کہ بے راہ اور اپنے دوستوں کا دوست اور اپنے دشمنوں کا دشمن بنا دیجئے ہم آپ کی مخلوق میں سے اسی کو دوست رکھیں جو آپ کو دوست رکھتا ہو اور جو آپ کا نافرمان ہو ہم اسے دشمن رکھیں۔

اے اللہ! دعا تو یہ ہے اور قبول کرنا آپ کا کام ہے کوشش یہ ہے اور بھروسہ آپ پر ہی ہے۔

اے اللہ! آپ مجھے پلک جھپکنے کی مقدار بھی میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے اور جو بھی اچھی چیزیں آپ نے مجھے دی ہیں وہ مجھ سے واپس نہ لیجئے۔

عبادت میں اعتدال اور میانہ روی کا

۱ .قال الله تعالیٰ: طه مآانزلناعلیک القران لتشقی (سورة طه آیت ۱'۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اے طٰہٰ! ہم نے تمہارے اوپر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقت میں پڑو۔

۲ .قال الله تعالیٰ: یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر (سورۃ البقرہ آیت ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اللہ تمہارے لئے سہولت پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں چاہتا۔

تشریح آیات:

آپ باب مجاہدہ کی چوتھی حدیث کے ذیل میں اس مشقت کا حال حضرت عائشہؓ کی حدیث میں تفصیل کے ساتھ پڑھ چکے ہیں جو آپ سورۃ مزمل میں قیام لیل کا حکم نازل ہونے کے بعد سال بھر تک اٹھاتے رہے ہیں اور آخر ایک سال بعد دوسرے رکوع میں قیام لیل کے اندر تخفیف نازل ہوئی ہے اسی مشقت کی اس آیت کریمہ میں نفی کی گئی ہے کہ یہ قرآن ہم نے اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم مشقتیں برداشت کرتے رہو۔

نیز شب وروز کی مسلسل فہمائش کے باوجود معاندین کے ایمان نہ لانے پر آپ کو شدید روحانی کوفت اور تکلیف ہوتی تھی جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ذیل میں فرمایا ہے۔

تو کیا تم غم کے مارے اپنے آپ کو ان معاندوں کے پیچھے ہلاک کر ڈالو گے اگر یہ اس قرآن پر ایمان نہیں لائیں گے۔

اس آیت کریمہ میں اس روحانی تکلیف اور مشقت کا ذکر فرمایا ہے جو آپ معاندین کے ایمان نہ لانے پر اٹھا رہے تھے جیسا کہ پہلی آیت میں جسمانی مشقت کا ذکر فرمایا ہے دونوں قسم کی مشقتوں کا باعث نزول قرآن بن رہا تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کی مشقتیں برداشت کرنے سے آپ کو منع فرمایا ہے اور نزول قرآن کے اصل مقصد سے آپ کو بھی اور آپ کی امت کو بھی آگاہ فرماتے ہیں:

لیکن (ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے) ان لوگوں کی نصیحت کے لئے جن کے دل میں ڈر ہے اتارا ہے اس (رب العالمین) نے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

جسمانی مشقت کے بجائے روحانی مشقت اور تکلیف مراد لینا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ جسمانی مشقت تو ایک سال بعد قیام لیل میں تخفیف فرمادینے سے ختم ہوگئی تھی روحانی تکلیف آخر تک قائم رہی جس کا ازالہ قرآن کریم میں مختلف عنوان سے فرمایا ہے۔

اسی طرح آیت کریمہ شهر رمضان الذی انزل فیه القران کے ذریعہ سال کے باقی مہینوں کے مقابلہ میں ماہ رمضان کی عظمت واہمیت بیان فرمانے کے بعد حکم فرماتے ہیں فمن شهد منکم الشهر فلیصمه اور پورے ایک مہینہ کے روزے فرض فرمادیئے اور من کان منکم مریضاً اوعلی سفر فعدة من ایام اخر کے ذریعہ مریض اور مسافر کو ایام مرض وسفر میں رمضان کے روزے ترک کرنے اور سال کے دوسرے دنوں میں اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لینے اور رمضان کے روزے قضا کرنے کی سہولت عطا فرمانے کا ذکر مذکورہ آیت میں فرمایا ہے۔

اللہ تمہارے لئے آسانی پیدا کرنا چاہتا ہے تمہیں دشواری میں ڈالنا نہیں) چاہتا اور تاکہ تم (رمضان کے روزوں کی تعداد بھی پوری کرلو اور تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اظہار بھی کرو یعنی شکر یہ ادا کرو) اس پر کہ اس نے تمہیں اپنے احکام پر عمل کرنے کی ہدایت عطا فرمائی۔

بعض علماء نے ولتکبروا الله علی ما هداكم کا مصداق عید الفطر کی نماز اور تکبیرات کے ساتھ ادا کرنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اللہ تعالیٰ نے اور بھی بعض ایسے احکام سے متعلق جن کو کوتاہ فہم اور ناعاقبت اندیش لوگ دشوار اور سخت احکام سمجھتے ہیں اس طرح غلط فہمی کا ازالہ کیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ وہ انتہائی سہل اور آسان ہیں۔

مثلاً اللہ تعالیٰ نے کتب علیکم القصاص فی القتلیٰ کے ذریعہ امیر اور غریب شریف ورذیل مرد وعورت کا فرق کئے بغیر قصاص (جان کے بدلے جان لینے) کو فرض فرمایا تو اعداء اسلام نے اس حکم پر شدت اور سختی کا الزام لگایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس قصاص کے حکم میں خود ہی اتنی آسانی فرمادی ہے کہ اگر ورثاء مقتول چاہیں تو قاتل کو بالکل ہی معاف کردیں چاہے قاتل سے دیت (خون بہا) لے لیں یا باہمی رضامندی سے جتنے مال پر چاہیں صلح کرلیں چنانچہ اس سہولت کا اظہار بھی فرمادیا ہے ذلک تخفیف من ربکم ورحمة کہ دیکھو ایک طرف یہودی مذہب میں اتنی سختی ہے کہ قصاص (جان کے بدلے جان) کے سوا اور کوئی صورت نہیں دوسری جانب عیسائی مذہب میں قاتل کو کسی صورت میں بھی قتل نہیں کیا جاسکتا دیت کے سوا اور کوئی بدلہ لینے کی سبیل ہی نہیں حالانکہ بعض قاتل اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ ان کو قتل کئے بغیر امن قائم ہی نہیں ہوسکتا اسی لئے اسلام نے ورثاء مقتول کو اختیار دے دیا کہ اگر وہ قاتل کے خطرناک ہونے کی بناء پر جان کے بدلے جان لینا ہی ضروری سمجھیں اور اس پر مصر ہوں تو بیشک قتل کرنا ضروری ہوگا اور آخر میں فرمادیا۔

ولکم فی القصاص حیوة یااولی الالباب (اے عقلمند وقصاص لینے میں ہی تمہاری زندگیوں کا تحفظ ہے) قتل کا سدباب بدلہ لئے بغیر ممکن نہیں خواہ جان کے بدلے میں جان ہو خواہ خون بہا لینا اس لئے کہ قاتل سے ڈر کر یا مرعوب ہو کر یا ترس کھا کر اسے چھوڑ دینا انتہائی خطرناک ہے۔

۲۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے نماز وغیرہ عبادات کے لئے غسل یا وضو کو شرط قرار تو دیا مگر اسی کے ساتھ پانی نہ ملنے کے وقت تیمم کی سہولت عطا فرمادی جو صرف امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی خصوصیت ہے اور فرمادیا۔

مایریدالله لیجعل علیکم من حرج ولکن یریدلیطهرکم ولیتم نعمته علیکم لعلکم تشکرون (سورة المائدہ آیت ۶)

اللہ تم کو تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا بلکہ وہ تو چاہتا ہے کہ تم کو (ظاہری اور باطنی نجاستوں سے) پاک کردے اور تم پر اپنی نعمت کامل کردے تاکہ تم اس کا شکر ادا کرو۔

۳۔ اسی طرح پورے دین اسلام اور اس کے احکام سے تنگی اور سختی کی نفی فرماتے ہیں۔

وما جعل علیکم فی الدین من حرج (ج ع ۱۷)

اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر دین (کے احکام) میں مطلق تنگی نہیں رکھی۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام میں ہر طرح کی آسانی اور سہولت رکھی ہے اور تخفیف کا اعلان کیا ہے تو تم اپنے آپ کو ساری ساری رات عبادت گزاری کا اور بارہ مہینے روزے رکھنے کا عہد کرکے اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہو اندیشہ ہے کہ یہ ناشکری میں شمار ہو اور تم بجائے اجر وثواب کے کفران نعمت کی سزا کے مستحق بن جاؤ لہٰذا خدا پرستی اور عبادت گزاری میں میانہ روی اور اعتدال کو اختیار کرو۔

علاوہ ازیں رات دن اس طرح عبادت میں بے تحاشا منہمک ہونے کی وجہ سے بہت سے ایسے خداوندی احکام جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں مثلاً حلال روزی کمانا اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کو صحیح مصرف میں خرچ کرنا اولاد کی پرورش کرنا اور اہل وعیال کی خدا اور رسول کے فرمانے کے مطابق تربیت کرنا علم دین حاصل کرنا کرانا اسی طرح وہ تمام حقوق العباد جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذمے عائد کئے ہیں وہ سب ترک ہو جائیں گے اور قیامت کے دن شب وروز کی اس عبادت کے اجر وثواب اور گناہوں کی مغفرت کے بجائے ان تمام احکام الٰہیہ کے ترک کرنے کے مجرم بنو گے خصوصاً حقوق العباد کہ ان کو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے اس لئے اعتدال اور میانہ روی کو اختیار کئے بغیر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام (ماموراتِ ومنہیات) پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ایسے خدا تو نہیں ہیں جسے ہم نے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ ایسے پروردگار ہیں جن کا ذکر نا پائیدار ہو کہ ہم نے اسے گھڑ لیا ہو اور نہ آپ کے اور ساتھی ہیں جو حکم میں آپ کے شریک ہوں اور نہ آپ سے پہلے ہی ہمارا کوئی معبود تھا جس سے ہم پناہ حاصل کرتے رہے ہوں اور آپ کو چھوڑ دیتے ہوں ورنہ کسی نے ہماری پیدائش میں آپ کی مدد کی ہے کہ ہم اسے آپ کے ساتھ شریک سمجھیں۔ آپ بابرکت اور برتر ہیں۔ پس ہم آپ سے سوال کرتے ہیں اے وہ کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں آپ مجھے بخش دیجئے۔ اے اللہ آپ نے ہی میری جان کو پیدا کیا ہے۔ اور آپ ہی اسے موت دیں گے۔ آپ کے ہی ہاتھ میں اس (جان) کا مرنا اور جینا ہے۔ آپ اگر اسے زندہ رکھتے ہیں تو اس کی ایسی حفاظت فرمائیں جیسی کہ آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت کرتے ہیں اور اگر آپ اسے موت دے دیتے ہیں تو آپ اسے بخش دیجئے اور اس پر رحم فرمائیے۔ اے اللہ آپ مجھے علم کے ساتھ مدد دیجئے، وقار کے ساتھ آراستہ کیجئے۔ تقویٰ کے ساتھ بزرگی دیجئے اور امن چین کے ساتھ مجھے جمال دیجئے۔

اے اللہ! میں اور (دوسرے) لوگ اس زمانہ کو نہ پائیں جس میں نہ صاحب علم کی پیروی کی جائے اور نہ صاحب علم کا لحاظ کیا جائے اور ان کے دل عجمیوں کی طرح ہو جائیں اور ان کی زبانیں اہل عرب کی طرح ہو جائیں۔

اے اللہ! میں آپ سے وعدہ لیتا ہوں جسے آپ ہرگز نہ توڑیئے گا کہ میں بھی آخر بشر ہی ہوں سو جس کسی مسلمان کو میں تکلیف دوں یا اسے بُرا بھلا کہوں یا اسے ماروں پیٹوں یا اسے بددعا دوں تو آپ اس (سب) کو ان کے حق میں رحمت، پاکیزگی اور قربت کا ذریعہ بنا دیجئے جس سے آپ اس کو مقرب بنالیں۔

حد سے زیادہ مشقت اور حرص عبادت کا انجام

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ (ایک دن) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور اس وقت ایک عورت میرے پاس بیٹھی تھی آپ نے دریافت کیا یہ کون ہے؟ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ فلاں عورت (خولہ بنت تویت) ہے اس کے متعلق مشہور ہے کہ ساری رات نماز پڑھتی ہے آپ نے فرمایا باز آؤ تم پر لازم ہے کہ تم اتنی عبادت کرو جتنی طاقت ہے (یعنی جتنی برداشت کرسکو) اس لئے کہ خدا کی قسم اللہ نہیں اکتائے گا تم ہی اکتا جاؤ گے اللہ تعالیٰ کو وہی دین (عبادت) پسند ہے جس پر عبادت کرنے والا ہمیشہ قائم رہ سکے۔ بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

کلمہ مہ (عربی میں) جھڑکنے اور منع کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے اور لا یمل اللہ (اللہ نہیں اکتاتا) کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ثواب دینا بند نہیں کرتا اور تمہارے اعمال کی جزا دینے سے بیزار نہیں ہوتا اور اکتا جانے والے کا سا معاملہ نہیں کرتا کہ بیزار ہو کر ثواب دینا موقوف کردے یہاں تک کہ تم ہی اکتا جاؤ اور عبادت ہی ترک کر بیٹھو (اور بالکل ہی ثواب سے محروم ہو جاؤ) پس تمہارے لئے مناسب یہ ہے کہ جتنی عبادت ہمیشہ برداشت کرسکو اتنی ہی عبادت کرو تا کہ اجر وثواب (کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہے اور اس کا فضل ہمیشہ تمہارے شامل حال رہے۔

تشریح: اس حدیث میں جو ملال کی نسبت اللہ تعالیٰ وتقدس کی طرف کی گئی ہے حالانکہ ملال ایک نقص اور کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ تمام نقائص اور عیوب سے پاک ہیں اس کی حقیقت بتلانا چاہتے ہیں کہ ملال کا لفظ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے منسوب کیا گیا ہے یا مشابہت ومشاکلت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ورنہ تو اللہ تعالیٰ ملال کے حقیقی معنی کے اعتبار سے ملال یا کسل سے بالکل پاک ہیں یہی دو توجیہیں ان تمام الفاظ کے بارے میں کی جاتی ہیں جو حدوث وتغیر پر دلالت کرتے ہیں اور انفعالی صفات ہیں مثلاً ان الله لا یستحی (الآیۃ) کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی طرف حیا کی نسبت حیا کے نتیجہ یعنی ترک کے اعتبار سے کی گئی ہے اور لا یستحی کے معنی ہیں لا یترک اسی طرح اس حدیث میں لا یمل کے معنی ہیں لا یقطع اور یعاملکم معاملة الممال میں دوسری توجیہ مشاکلت کی طرف اشارہ ہے۔

بہرحال ہوتا یہ ہے کہ انسان خصوصاً جوانی میں عبادت گزاری اور پرہیزگاری کے فضائل اور عظیم اجر وثواب کے تذکرے واعظوں سے سن کر یا کتابوں میں پڑھ کر اپنی موجودہ قوت وفرصت اور آئندہ جسمانی طاقت کے انحطاط اور مصروفیت کے فرق کو نظر انداز کر کے نفلی عبادات صوم وصلوٰۃ اور نفلی صدقات کے شوق میں رات بھر جاگنا اور نمازیں پڑھنا اور مسلسل روزے رکھنا زیادہ سے زیادہ صدقہ وخیرات کرنا شروع کر دیتا ہے اور اپنی قوت برداشت سے بہت زیادہ کام کرنے لگتا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد جسمانی قوتیں اور مالی وسعت وفراوانی جواب دے دیتے ہیں اور وہ تمام نفلی عبادتیں اور صدقات وخیرات بادل ناخواستہ ترک کر دینے پر مجبور ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اس محبوب مشغلہ سے محروم ہونے پر ایسی بے دلی اور بیزاری کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ فرائض میں بھی سستی یا ترک کرنے کی نوبت آ جاتی ہے اور اجر وثواب کے بجائے

عذاب وعتاب کا مستحق بن جاتا ہے یہ نتیجہ اور ردعمل اس بے اعتدالی کا ہوتا ہے جو ابتداء میں اختیار کی جاتی ہے اس لئے فرض عبادتیں تو فرض ہیں انہیں تو بہرحال ادا کرنا ہے باقی ان میں بھی آسانیاں اور سہولتیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں ان سے ضرور فائدہ اٹھانا چاہئے کہ یہی شکر نعمت ہے باقی رہیں نفل عبادتیں ان میں خوب سوچ سمجھ کر رفتہ رفتہ اضافہ کرنا چاہئے اپنی صحت موجودہ اور آئندہ بدنی ومالی طاقت کو پیش نظر رکھ کر اس طرح بڑھنا چاہئے کہ جو قدم بڑھیں پیچھے نہ ہٹانا پڑیں یعنی جو نفل عبادت شروع کرے اسے ترک کرنے کی نوبت نہ آئے خواہ کتنی ہی کم ہو مگر بڑھنے کی یہ رفتار برابر جاری رہنی چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرنے کا ذریعہ یہی نفل عبادتیں ہیں جیسا کہ آپ حدیث قدسی ماذال العبدیتقرب الی بالنوافل کی تشریح کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں۔

بہرحال مداومت ضروری ہے ورنہ استقامت کے خلاف ہوگا اس کی تفصیل باب استقامت کے ذیل میں پڑھ چکے ہیں دوبارہ پڑھ لیجئے استقامت نہایت ضروری ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں برص، ضداضدی، نفاق، بُرے اخلاق اور ہراس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے علم میں ہے۔آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔اہل دوزخ کے حال سے اور (خود) دوزخ سے اور ہراس چیز سے خواہ وہ قول ہو یا عمل جو اس (دوزخ) سے قریب کرے اور ہراس چیز کی بُرائی سے جو آپ کے قبضہ میں ہے اور میں اس بُرائی سے جو آج کے دن میں ہے اور ہراس بُرائی سے جو اس (دن) کے بعد ہے اور اپنے نفس کی بُرائی، شیطان کی بُرائی، شیطان کے شرک اور اس سے کہ ہم کسی شرکو اپنے اوپر لگائیں یا اسے کسی مسلمان تک پہنچائیں آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں کوئی ایسی خطایا گناہ کروں جسے آپ نہ بخشیں اور قیامت کے دن تنگی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میری شرم گاہ کی حفاظت فرمائیے اور مجھ پر میرے کام آسان کردیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے وضو کا کمال، نماز کا کمال، آپ کی خوشنودی اور مغفرت کا کمال مانگتا ہوں۔

اے اللہ! مجھے میرا نامہ اعمال میرے داہنے ہاتھ میں دیجئے گا۔

اے اللہ! مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیجئے اور مجھے اپنے عذاب سے بچائے رکھئے گا۔اے اللہ میرے قدم ثابت رکھئے جس دن قدم ڈگمگانے لگیں۔ اے اللہ! ہمیں فلاح یاب بنادیجئے۔

اے اللہ! اپنے ذکر سے ہمارے دلوں کے تالے کھول دیجئے اور ہم پر اپنی نعمت اور اپنے فضل کو پورا کیجئے اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرمادیجئے۔

اے اللہ! مجھے اس سب سے بڑھ کر دے دیجئے جو آپ اپنے نیک بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔

اے اللہ! مجھے مسلمان ہی زندہ رکھئے اور مسلمان ہی (رکھ کر) مجھے وفات دیجئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میانہ روی پر مبنی اسوہ حسنہ

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کی عبادت کے متعلق استفسار کرنے کی غرض سے ازواج مطہرات کی خدمت میں حاضر ہوئے تو جب ان کو (درون خانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کی عبادات کی تفصیلات بتلائی گئیں) کہ آپ رات کو سوتے بھی ہیں حاجت بھی پوری کرتے ہیں اور تہجد کی نماز بھی پڑھتے ہیں ہر مہینہ میں روزے بھی رکھتے ہیں اور نہیں بھی رکھتے تو انہوں نے گویا اس عبادت کو بہت تھوڑا سمجھا اور کہا ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' سے کیا نسبت آپ کے تو اگلے پچھلے کردہ ناکردہ سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں (اور ہم تو سراپا گناہ ہیں ہمیں تو اپنی پوری زندگی عبادت کے لئے وقف کردینی چاہئے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: بھئی میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا (اور سونا یا آرام کرنا بالکل ترک کردوں گا) دوسرے نے کہا: میں ہمیشہ دن کو روزہ رکھا کروں گا (ایک دن بھی) روزہ ترک نہ کروں گا تیسرے نے کہا میں عمر بھر عورتوں سے الگ رہوں گا اور کبھی شادی نہ کروں گا اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' تشریف لے آئے اور آپ نے فرمایا تم ہی نے ایسا اور ایسا کہا ہے (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کے تو اگلے پچھلے اور کردہ ناکردہ سب گناہ معاف کردیئے گئے ہیں آپ کو عبادت کی کیا ضرورت ہے اور ہم تو سرتاپا گناہ گار ہیں ہمیں تو اپنی ساری زندگی عبادت میں صرف کردینی چاہئے چنانچہ تم نے عمر بھر ساری رات عبادت کرنے اور دن بھر ہمیشہ روزہ رکھنے اور عمر بھر شادی نہ کرنے کا عہد کیا ہے آپ نے فرمایا: سنو! میں خدا کی قسم تم سے بدرجہا زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں اور تم سے بدرجہا زیادہ اللہ کی نافرمانی سے (ڈرتا اور) بچتا ہوں۔ اس کے باوجود میں دن میں کبھی روزے بھی رکھتا ہوں کبھی افطار بھی کرتا ہوں (روزے نہیں بھی رکھتا) رات میں سوتا بھی ہوں اور عبادت بھی کرتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کی ہے اپنی اور ان کی حاجت بھی پوری کرتا ہوں پس جس نے میری سنت (اس طریق خدا پرستی) سے اعراض کیا اس کا مجھ سے کوئی علاقہ نہیں۔ (بخاری ومسلم دونوں نے روایت کیا)

تشریح: ان تینوں شخصوں نے عبادت اور پرہیز گاری کا مقصد صرف گناہوں کی مغفرت کو سمجھا تھا اسی غلط فہمی کی بنا پر آپ کو عبادت سے مستغنی اور اپنے کو زیادہ سے زیادہ عبادت کا محتاج سمجھا تھا آپ نے انی لاخشاکم لله واتقاکم له فرما کر اس غلط فہمی کو دور فرمایا کہ عبادت کا اصلی محرک تو علماً خدا کی ذات وصفات کی معرفت اور اس کی عظمت وجلال کے اعتراف کی بنا پر دل میں پیدا شدہ خشوع وخضوع ہے اور عملاً اس کے تمام احکام (مامورات ومنہیات) کی اطاعت وفرمانبرداری ہے اول کمال علمی ہے اور دوسرا کمال عملی ہے گناہوں کی مغفرت تو ایک ثمرہ ہے جو اس علمی اور عملی کمال پر آپ سے آپ مرتب ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی کے حکم کے تحت کرنی چاہئے گناہوں کا ہونا یا نہ ہونا یا مغفرت کا ہونا یا نہ ہونا عبادت کا مقصد ہرگز نہیں اگر گناہ ہوں گے تو معاف ہوجائیں گے نہ ہوں گے تو یہ خدا شناسی اور خداترسی یعنی عبادت اللہ تعالیٰ سے زیادہ سے زیادہ قرب اور رفع درجات کا موجب ہوگی یہی میری سنت اور طریق خدا پرستی

ان لوگوں پر گناہوں کا ہول اس قدر سوار تھا کہ انہوں نے ان تمام خدائی احکام کو نظر انداز کردیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے دن اور رات میں حقوق العباد کے طور پر فرض کئے ہیں جس میں اہل

دعیال اعزہ واقربا کے علاوہ خود ان کے نفس اور اعضائے بدن کے تقاضے بھی شامل ہیں اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے طرز عمل کو بیان فرما کر اور **فمن رغب عن سنتی فلیس منی** کی تنبیہ نہ فرماتے تو یقیناً ان تمام احکام پر عمل نہ کرنے کی بناء پر جو حقوق العباد سے متعلق ہیں مزید گنہگار ہوتے گناہوں کی مغفرت کے بجائے ایسے گناہوں کے مرتکب ہوتے جو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے۔

بہرحال دو چیزیں ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلالت کی معرفت یہ کمال علمی ہے دوسری چیز ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری یہ کمال عملی ہے انہی دو چیزوں کا نام عبادت ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں قسم کے کمالوں میں خدا کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر تو کیا برابر بھی بلکہ آپ کے آس پاس بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا اس لئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام فطری طور پر گناہوں سے معصوم ومحفوظ ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد ہو ہی نہیں سکتی ہاں بعض اوقات بتقاضائے بشریت منشائے خداوندی کو سمجھنے میں غفلت ہوجاتی ہے اور خلاف اولیٰ امور سرزد ہو جاتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ فوراً یا تاخیر سے متنبہ فرما دیتے ہیں یہی حقیقت ہے ان کے گناہوں کی اور گناہوں کو معاف کر دینے کی۔

اور زیادہ واضح الفاظ میں یوں کہئے کہ عام انسانوں کی خداپرستی کا معیار تو یہ ہے کہ جن کاموں پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے ان پر عمل کریں اگر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور جن کاموں سے منع کیا ہے ان کے پاس بھی نہ جائیں اگر ان کاموں کا ارتکاب کریں گے تو گنہگار ہوں گے لیکن انبیائے کرام کا فرض ہوتا ہے کہ وہ منشائے الٰہی کو سمجھیں اور اس پر عمل کریں اگر منشائے الٰہی کے خلاف کوئی کام کر بیٹھتے ہیں تو اس پر فوراً یا بتاخیر تنبیہ کر دی جاتی ہے اسی لئے عرفاء کا مقولہ ہے **حسنات الابرار سیئات المقربین** (نیک لوگوں کے بعض اچھے کام مقربین کی سیئات (خطائیں) ہوتی ہیں اسی حقیقت کو فارسی زبان میں اس طرح ادا کیا گیا ہے مقربان رابیش بود حیرانی مقربین کو بہت زیادہ حیرانی ہوتی ہے حقوق العباد کی اہمیت آگے آتی ہے۔

دُعا کیجئے اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے اور ان کے دلوں میں ہیبت بٹھا دیجئے اور ان کی بات میں اختلاف پیدا فرما دیجئے۔ اور ان پر اپنا قہر وعذاب نازل فرمائیے۔

اے اللہ! کافروں کو عذاب دیجئے چاہے وہ اہل کتاب ہوں یا مشرک، جو آپ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور آپ کے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور آپ کی راہ سے (دوسروں کو) روکتے ہیں اور آپ کی (مقرر کی ہوئی) حدود سے تجاوز کرتے ہیں اور آپ کے ساتھ کسی اور معبود کو بھی پکارتے ہیں۔ حالانکہ آپ کے علاوہ کوئی بھی معبود نہیں آپ بابرکت ہیں اور ہر طرح نہایت درجہ برتر ہیں اس سے جو یہ ظالم کہتے ہیں۔

اے اللہ! آپ ہمیں بخش دیجئے اور تمام اہل ایمان والے مرد وعورت اور تمام اسلام والے مرد وعورت کو بخش دیجئے اور انہیں سنوار دیجئے اور ان کی آپس میں صلح کر دیجئے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دیجئے اور ان کے دلوں میں حکمت وایمان رکھ دیجئے اور انہیں اپنے رسول کے دین پر ثابت رکھئے اور انہیں توفیق عطا فرمائیے کہ جو نعمت آپ نے انہیں نصیب فرمائی ہے وہ اس کا شکر ادا کرتے رہیں۔ اور جو عہد آپ نے ان سے لیا ہے وہ اسے پورا کرتے رہیں اور انہیں اپنے اور ان کے دشمنوں پر غالب رکھئے۔

سخت کوش عبادت گزار اور تشدد پسند لوگوں کو تنبیہ

وعن ابن مسعود رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: هلک المتنطعون قالها ثلاثا (مسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہلاک ہوگئے (اپنے اوپر) سختی کرنیوالے، ہلاک ہوگئے (اپنے اوپر) سختیاں کرنیوالے، ہلاک ہوگئے سختیاں اٹھانے والے، تین مرتبہ فرمایا۔

تشریح: بے جا اور بے محل سختیاں برداشت کرنے کی چند مثالیں اور ان کے ضرر رساں خطرناک نتائج۔

۱۔ اللہ تعالیٰ نے بیمار ہو جانے یا مرض بڑھ جانے کے خوف کی بنا پر پانی سے وضو کرنے کی بجائے پاک مٹی کے تیمم کر لینے کی اجازت فرمادی ہے اس کے باوجود کوئی شخص کہے میرا تو دل نہیں مانتا اور پانی سے غسل یا وضو کرے اور بیمار پڑ جائے یا مرض بڑھ جائے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے سفر میں چار رکعت کے بجائے دو رکعت فرض نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے کوئی شخص نہ صرف فرضوں میں دو کے بجائے چار رکعت پڑھے بلکہ فرضوں سے پہلے اور بعد کی سنتیں اور نفل بھی پڑھنے پر اصرار کرے چاہے اتنی دیر میں ریل چھوٹ جائے یا ہوائی جہاز پرواز کر جائے اور سفر سے رہ جائے۔

۳۔ رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ نے سفر یا مرض کی حالت میں روزے نہ رکھنے اور رمضان کے بعد سال بھر میں جس وقت بھی آسانی سے ممکن ہو ان روزوں کی قضا کر لینے کی اجازت عطا فرمائی ہے مگر اس اجازت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے کوئی شخص کہے کہ میرا تو دل نہیں مانتا اور بیماری یا سفر کی حالت میں ہی روزے رکھے اور مرض بڑھ جائے یا لاعلاج ہو جائے سفر میں کتنی ہی ناقابل برداشت تکلیفیں اور مشقتیں اٹھانی پڑیں اور روزے رکھ کر گوناگوں مصیبتوں میں گرفتار ہو۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے قتل ناحق کا بدلہ لینے میں ورثاء مقتول کو اختیار دیا ہے کہ چاہیں تو ظالم قاتل سے قصاص لیں اور قتل کریں چاہیں بالکل معاف کر دیں اور چاہیں دیت (خون بہا) لیں اب اگر حکومت یا عدالت قاتل کی دولت مندی یا جاہ ومنصب کی بنا پر یا قوم میں مقبولیت کی بنا پر ورثاء کو معاف کر دینے یا خون بہا لینے پر مجبور کریں یا اس کے برعکس ایک بھائی نے دوسرے بھائی کو قتل کر دیا ہے ورثاء مقتول یا باپ معاف کر دینا چاہیں مگر حکومت یا عدالت ورثاء یا باپ کو قصاص لینے یعنی دوسرے بیٹے کو بھی قتل کرنے پر مجبور کریں تو یہ دونوں صورتیں اس مقصد اور تخفیف کے بالکل خلاف ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے قصاص کے بارے میں تخفیف کا اعلان فرمایا ہے۔

یہ ہیں بے محل اور بے جا سختیوں کی چند مثالیں اور ان کے مضرت رساں اور خطرناک نتائج جو صرف اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی سہولتوں اور آسانیوں سے فائدہ نہ اٹھانے کی بناء پر برداشت کرنی پڑتی ہیں انہی کو حدیث شریف میں ہلاکت سے تعبیر کیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تقریباً تمام ہی شرعی احکام میں آسانیاں اور سہولتیں عطا فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے۔

ماجعل علیکم فی الدین من حرج اللہ نے دین میں تمہارے اوپر تنگی نہیں کی۔

ان سہولتوں سے فائدہ نہ اٹھانا کفران نعمت بھی ہے طرح طرح کی جسمانی اور مالی سختیاں برداشت کرنا اس ناشکری کی سزا ہے اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں تین مرتبہ ایسے لوگوں کے متعلق فرمایا ہے! ہلاک ہو گئے ہلاک ہو گئے، ہلاک ہو گئے۔

دین آسان ہے دین سے زور آزمائی کرنے والوں کو نصیحت

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان الدین یسر، ولن یشاد الدین الا غلبه، فسددوا وقاربوا وابشروا واستعینوا بالغدوة والروحة وشیء من الدلجة (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ دین تو (بہت) آسان ہے لیکن دین پر (عمل کے بارے میں) جب بھی زور آزمائی کی جائے گی دین ہی غالب آ جائے گا لہٰذا (دین پر عمل کے بارے میں) راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور خوشخبری حاصل کرو کہ (تم نے مقصد کو پالیا اور (دین کے احکام پر قائم رہنے کے بارے میں) صبح کے وقت سے اور شام کے وقت سے اور کسی قدر آخر شب سے مدد حاصل کرو۔

تشریح: بخاری ہی کی ایک اور روایت میں آیا ہے: راستی پر قائم رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور صبح کا وقت اختیار کرو اور شام کا: اور کسی قدر آخر شب کا! اعتدال کو اختیار کرو اعتدال کو (افراط و تفریط سے بچو) تو مقصد کو پہنچ جاؤ گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لن یشاد الدین میں الدین مرفوع (پیش کے ساتھ) اور لن یشاد فعل مجہول کا نائب فاعل ہے اسی روایت میں لن یشاد الدین احد بھی آیا ہے اس روایت کے مطابق لن یشاد فعل معروف ہوگا اور الدین مفعول منصوب (زبر کے ساتھ) پڑھا جائے گا اور احد فاعل مرفوع (پیش کے ساتھ) ہوگا اور الا غلبہ کا مطلب یہ ہے کہ دین ہی غالب آئے گا اور یہ زور آزمائی کرنے والا دین کے مقابلہ سے عاجز آ جائے گا اس لئے کہ دین کے طریقے (اعمال) بہت زیادہ (بلکہ بے شمار ہیں) اور الغدوۃ کے معنی ہیں دن کے اول حصہ میں یعنی صبح کے وقت سفر کرنا اور الروحۃ کے معنی ہیں دن کے آخری حصہ میں یعنی شام کے وقت سفر کرنا اور الدلجۃ کے معنی ہیں رات کے آخری حصہ میں سفر کرنا سفر کے یہ تین وقت استعارہ ہیں اوقات نشاط کار سے اور مثال کے طور پر مطلب یہ ہے کہ تم خدائے بزرگ و برتر کی عبادت میں اپنے نشاط اور قلبی اطمینان کے اوقات سے مدد لو اس طرح کہ تم ان اطمینان کے اوقات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو تا کہ تم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت میں لطف ولذت محسوس ہو اور تم عبادت سے دل برداشتہ اور بیزار نہ ہو اور اپنا مقصد (رضاء الٰہی) حاصل کرنے میں کامیاب ہو جیسا کہ ایک تجربہ کار مسافر صرف ان تین وقتوں میں (جو سب سے زیادہ موزوں ہیں) سفر کرتا ہے اور باقی اوقات میں خود بھی آرام کرتا ہے اور سواری کا اونٹ بھی اور بغیر تھکے ہارے اور بغیر مشقت اٹھائے اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے (اس کے برعکس ایک متشدد اور بے تحاشی عبادت گزار دیندار کی مثال اس ناتجربہ کار مسافر کی سی ہے جو اپنی اونٹنی کو بے تحاشا دوڑاتا ہے نہ خود آرام کرتا ہے نہ اونٹنی کو آرام لینے دیتا ہے آخر کار اونٹنی تھک کر چور اور نڈھال ہو جاتی ہے اور سفر ادھورا رہ جاتا ہے نہ راستہ طے ہوتا ہے نہ اونٹنی چلنے کے قابل رہتی ہے جیسا کہ بیہقی کی روایت میں ارشاد فرمایا ہے۔

فان السائر المنبت لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقی.

اس لئے کہ ایک بے تحاشا دوڑانے والا مسافر نہ مسافت ہی طے کر پاتا ہے نہ سواری کو ہی سفر کے قابل رہنے دیتا ہے۔

سادہ لفظوں میں حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عبادت اور اجر وثواب کے کاموں کی جو توفیق اور ذوق شوق اللہ تعالیٰ

نے تمہیں عطا فرمایا ہے یہ بڑی قابل قدر نعمت ہے اس سے نہایت اعتدال اور میانہ روی سے کام لو اور رفتہ رفتہ اس طرح اعتدال کے ساتھ چلو کہ جو قدم اٹھے آگے بڑھے پیچھے نہ ہٹے تا کہ مرتے دم تک یہ عبادت وطاعت کا سلسلہ قائم رہے اور اجر وثواب ملتا رہے تم انسان ہو اور انسان کی فطرت خلقی طور پر ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ اچھی سے اچھی چیز سے کچھ عرصے کے بعد اکتا جاتا ہے اور بیزار ہو کر چھوڑ بیٹھتا ہے ایسا نہ ہو کہ یہ عبادت وطاعت کا جذبہ اور ذوق شوق جو تم کو نصیب ہوا ہے تمہارے غلط طریقے پر استعمال کرنے کی وجہ سے بالکل ہی ختم ہو جائے یا اس میں کچھ فتور آ جائے اور تم اس اجر وثواب سے جو مل رہا تھا محروم ہو جاؤ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا تو کچھ نقصان نہ ہوگا وہ بہر حال تمہاری عبادت سے بالکل بے نیاز ہے نقصان تمہارا ہوگا کہ تم سرتاپا اس کے فضل کے محتاج ہو تمہارا اس بے اعتدالی کی بنا پر بندگی کا وہ جذبہ اور ذوق وشوق ختم ہو جائے گا اور تم اجر وثواب سے محروم ہونے کے علاوہ ایک عظیم نعمت سے بھی محروم ہو جاؤ گے اس لئے دن میں کام کرنے کا بہترین وقت صبح کا ہے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد سے اشراق کے وقت تک تسبیح وتہلیل یا ذکر اللہ میں یا تلاوت کلام اللہ میں مصروف رہا کرو اور سورج نکلنے اور کافی بلند ہونے کے بعد چار رکعت اشراق کی نماز پڑھ کر خواہ آرام کیا کرو خواہ اور دینی ودنیاوی معاشی کاروبار میں مصروف ہو جایا کرو فرصت ملے تو زوال سے پہلے چار رکعت نماز چاشت کی پڑھ لیا کرو ظہر کی نماز کے بعد کچھ دیر آرام (قیلولہ) کیا کرو اس کے بعد سے عصر کی نماز تک کام دھندوں میں لگے رہو عصر کی نماز کے بعد سے مغرب تک پھر ذکر اللہ یا تسبیح وتہلیل میں مصروف ہو جایا کرو کہ یہ شام کا وقت فراغت واطمینان سے کام کرنے کا وقت ہے رات اللہ تعالیٰ نے آرام کے لئے بنائی ہے عشاء کی نماز پڑھ کر سو جایا کرو شب کا آخری حصہ بھی عبادت کے لئے بے حد موزوں ہے اس میں جتنی میسر ہو تہجد کی نماز پڑھ لیا کرو۔

اس طرح کام کے بعد آرام اور آرام کے بعد کام کا سلسلہ برابر جاری رہے گا اور عبادت میں نشاط اور سرور وکیف بھی میسر آ جائے اور اجر وثواب کا سلسلہ بھی برابر جاری رہے گا اسکے برعکس اگر تم اس جذبہ عبادت وطاعت سے شب وروز بے تحاشا کام لوگے تو انسانی فطرت کے تقاضے کے مطابق لازمی طور پر یہ جذبہ فنا ہو جائے گا اور اس کے ردعمل کے طور پر سب کچھ چھوڑ بیٹھو گے حتیٰ کہ فرض عبادتیں بھی ترک ہونے لگیں گی اور اجر وثواب کے بجائے گناہ اور عذاب الٰہی کے سزاوار ہو جاؤ گے اور یہ نتیجہ صرف تمہارے غلط استعمال کا ہوگا اس برے انجام سے ہی حدیث شریف میں خبردار کیا گیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' کا ایک معجزہ یہ بھی تھا کہ آپ کا کلام نہایت مختصر مگر ہمہ گیر ہوتا تھا چنانچہ:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اوتيت جوامع الكلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' نے فرمایا مجھے جامع (ہمہ گیر) کلمات دیئے گئے ہیں۔

اسی کا یہ کرشمہ ہے کہ اس ڈیڑھ سطر کی حدیث کی تشریح میں ڈیڑھ دو صفحے صرف ہو گئے اور بفضلہ اس تشریح کی ایک سطر بھی آپ بیکار اور بھرتی کی نہ پائیں گے۔

دُعا کیجئے: اے معبود برحق! آپ پاک ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرے گناہ بخش دیجئے اور میرے عمل کو درست فرمائیے۔ بے شک آپ ہی گناہ جسے چاہتے ہیں بخش دیتے ہیں۔ اور آپ ہی مغفرت کرنیوالے، رحم کرنیوالے ہیں۔
اے بخشنے والے مجھے بخش دیجئے۔ اے توبہ قبول کرنے والے میری توبہ قبول کیجئے۔ اے بہت زیادہ رحم کرنیوالے مجھ پر رحم کیجئے۔ اے معاف کرنیوالے مجھے معاف کیجئے۔ اے مہربان مجھ پر مہربانی فرمائیے۔

دین میں رحمت اور آسانی

وعن انس رضی اللہ عنہ قال: دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم المسجد فاذا حبل ممدود بین الساریتین فقال: ما ھذا الحبل؟ قالوا: ھذا حبل لزینب، فاذا فترت تعلقت بہ. فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم حلوہ لیصل احدکم نشاطہ فاذا فتر فلیرقد (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں: (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، مسجد میں تشریف لائے تو اچانک ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی دیکھی تو آپ نے دریافت کیا یہ (رسی) کیسی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: یہ رسی زینب کی ہے وہ جب رات کو نماز پڑھتے پڑھتے تھک جاتی ہیں اور نیند کا غلبہ ہوتا ہے تو اسی رسی سے لٹک کر (یعنی رسی کے سہارے) کھڑی ہوتی ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا رسی کو کھول دو (اور فرمایا) تم میں سے ہر شخص کو چاہئے کہ جب تک طبیعت میں نشاط باقی رہے (نماز پڑھے) جب نیند کے غلبہ کی وجہ سے) نشاط میں فتور آ جائے تو اس کو سو جانا چاہئے۔

تشریح: جس عبادت میں لطف ولذت اور کیف وسرور حاصل نہ ہو وہ عبادت تو کیا بیگار اور زبردستی سر پڑے کا کام کا مصداق ہوگی اس سے رضا وقرب الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا وہ آنکھوں کی ٹھنڈک دل کا سرور اور روح کے نشاط کا باعث نہیں ہوسکتی عبادت میں نشاط اور انہماک ایسا قوی ہونا چاہئے کہ تن بدن کا ہوش ہی باقی نہ رہے لیکن اس تغیر پذیر جسم اور اس کے قویٰ کے ساتھ تعلق رہتے ہوئے یہ مدہوشی کی کیفیت چند لمحوں یا چند ساعتوں تو باقی رہ سکتی ہے اس سے زیادہ دیر تک نہیں باقی رہ سکتی لہٰذا ان چند ساعتوں کو ہی حاصل زندگی سمجھ کر عبادت کے لئے مخصوص کر دینا چاہئے اور جونہی جسمانی عوارض نیند، تھکن یا اکتاہٹ وغیرہ کی وجہ سے اس نشاط میں فرق محسوس ہونے لگے عبادت ختم کر کے جسم کے ان ناگزیر تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے نیند آ رہی ہو تو سو جانا چاہئے تھکن محسوس ہو رہی ہو تو آرام کرنا چاہئے طبیعت اکتا گئی ہو تو کوئی دوسرا طبیعت کو مرغوب جائز مشغلہ اختیار کرنا چاہئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

جعلت قرة عینی فی الصلوٰة

میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

اس حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم، نے ایسے ہی نشاط کے اوقات کی رہنمائی فرمائی ہے (واللہ اعلم)

نیند کی حالت میں نماز پڑھتے رہنے کا نقصان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، نے فرمایا ہے: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے نماز ختم کر کے اتنی دیر سو رہنا چاہئے کہ نیند کا اثر جاتا رہے اس لئے کہ تم میں سے جو شخص بھی اونگھتے اونگھتے نماز پڑھے گا تو کچھ بعید نہیں کہ وہ مغفرت کی دعا مانگنے کا قصد کرے (لیکن نیند کے غلبہ کی وجہ سے) زبان قابو میں نہ رہے تو (مغفرت کی بجائے) خود کو برا کہہ بیٹھے کو سنے لگے (مثلاً اے خدا تو مجھے معاف کر دے کی بجائے اے خدا تو میرا استیاناس کر دے کہہ بیٹھے۔

تشریح: یہ حدیث پہلی حدیث کا تتمہ ہے کہ اگر نیند کے غلبے کے باوجود حرص عبادت کی بنا پر نماز پڑھتا رہے گا تو اس کا نقصان یہ ہوگا کہ پڑھنا کچھ چاہے گا اور زبان سے نکلے گا کچھ اور لہٰذا اس حالت میں نماز کے اندر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ تو کیا اتنا بھی بھروسہ نہ رہے گا کہ نماز صحیح بھی ادا ہو رہی ہے یا نہیں ایسی نماز سے کیا فائدہ جس میں ثواب کے بجائے گنہگار ہونے کا اندیشہ ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق کار

حضرت ابوعبداللہ جابر بن سمرہ سوائی سے روایت ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے (سب ہی) نمازیں پڑھا کرتا تھا تو آپ کی (جمعہ کی) نماز بھی متوسط ہوتی تھی اور (جمعہ کا) خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔ مسلم

باوجودیکہ اس زمانہ میں ذریعہ ابلاغ صرف جمعہ کے خطبے ہی تھے کیونکہ مسلمان جمعہ کا بڑا اہتمام کرتے اور بیمار یا معذور لوگوں کے علاوہ سب ہی جمعہ کی نماز کے لئے مسجد نبوی میں حاضر ہوتے تھے بالفاظ دیگر مسلمانوں کا سب سے بڑا اجتماع کہئے جلسہ (جمعہ کے دن) ہی ہوتا تھا اس لئے تمام اجتماعی اور قومی ضرورتوں سے مسلمانوں کو جمعہ کے خطبے میں ہی آگاہ کیا جاتا تھا مگر آپ نے جمعہ کا خطبہ بھی نماز بھی نہ کبھی زیادہ دراز پڑھائی اور نہ زیادہ مختصر بالفاظ دیگر آپ نے خطبہ جمعہ کو سیاسی مقاصد کے لئے کبھی آلہ کار نہیں بنایا اس کے برعکس آپ کی وفات کے بعد امراء بنی امیہ نے اپنے عہد حکومت میں طویل سے طویل خطبے دینے اور مختصر سے مختصر نمازیں پڑھانی شروع کر دی تھیں اور جمعہ کے خطبے کو سیاسی اغراض و مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا تھا اتنے لمبے لمبے خطبے دیتے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہی نکل جانے کا اندیشہ ہوتا اسی لئے نماز مختصر سے مختصر پڑھاتے اسی بے اعتدالی کے خلاف حضرت جابر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبوں اور نمازوں کا حال بیان کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو نماز بھی متوسط ہوتی اور خطبہ بھی متوسط ہوتا تھا۔

دُعا کیجئے

اے پروردگار! مجھے توفیق دیجئے کہ آپ نے جو نعمت مجھے دی ہے میں اس کا شکر ادا کروں اور مجھے طاقت دیجئے کہ میں آپکی عبادت اچھی طرح کروں۔

اے پروردگار! میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں

اے پروردگار! میرا آغاز خیر سے فرمایئے اور میرا خاتمہ خیر کے ساتھ کیجئے۔ اور مجھے بُرائیوں سے بچا لیجئے اور جسے آپ نے بُرائیوں سے اس دن (قیامت) بچالیا بے شک آپ نے اس پر رحم ہی فرمایا اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

اے اللہ! آپ ہی کیلئے سب کی سب تعریف ہے اور آپ ہی کیلئے سب کا سب شکر ہے اور آپ ہی کیلئے سب کی سب حکومت ہے اور سب کی سب مخلوق آپ ہی کیلئے ہے۔ آپ ہی کے ہاتھ میں سب کی سب بھلائی ہے اور سب کے سب اپنے امور میں آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ میں آپ سے سب کی سب بھلائی مانگتا ہوں اور تمام بُرائیوں سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اس اللہ کے نام (کی برکت) سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اے اللہ! مجھ سے فکر و غم دور فرما دیجئے۔ اے اللہ! میں آپ ہی کی حمد کے ساتھ چلتا پھرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں۔

ایک صحابی اور ان کے خیر خواہ دوست کا طرز عمل

وعن ابی جحیفة وهب بن عبدالله رضی الله عنه قال: اخی النبی صلی الله علیه وسلم بین سلمان وابی الدرداء، فزار سلمان ابا الدرداء فرای ام الدرداء متبذلة فقال: ما شانک؟ قالت: اخوک ابو الدرداء لیس له حاجة فی الدنیا (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان (فارسی) اور ابودرداء کے درمیان دینی بھائی بندی کا رشتہ قائم کردیا تھا چنانچہ ایک مرتبہ اسی دینی اخوت کے رشتہ سے سلمان ابودرداء سے ملاقات کے لئے ان کے گھر آئے تو سلمان نے (ابودرداء کی بیوی ام درداء کو معمولی حالت میں بیوہ عورتوں کی طرح بغیر زینت وآرائش کے) دیکھا تو کہا یہ تم نے اپنا کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا تمہارے بھائی ابودرداء کو تو دنیاوی کاموں سے کوئی رغبت نہیں (پھر میں سنگھار کس کے لئے کروں میں تو شوہر ہونے کے باوجود بیوہ عورتوں کی طرح بے شوہر ہوں) تو (اتنے میں) ابودرداء آگئے اور مہمان کے لئے کھانا تیار کرایا چنانچہ (دستر خوان پر کھانا رکھنے کے بعد) کہا آپ کھائیے میرا تو روزہ ہے سلمانؓ نے کہا میں اس وقت تک ہرگز نہ کھاؤں گا جب تک تم نہ کھاؤ گے (مجبوراً) ابودرداء نے بھی کھانا کھایا جب رات ہوئی تو ابودرداء (مصلّٰی سنبھال کے) نماز پڑھنے چلے تو سلمان نے کہا کہاں جاتے ہو (گھر میں جاؤ) آرام کرو (رات سونے کے لئے ہے) جب آخر شب کا وقت ہوا تو سلمان نے ابودرداء کو بلایا اور کہا اب نماز پڑھو چنانچہ دونوں نے (تہجد کی) نماز پڑھی اس کے بعد سلمان نے ابودرداء سے کہا بلاشبہ تمہارے رب کا تمہارے اوپر حق ہے (مگر) تمہارے نفس کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تمہارے اوپر حق ہے لہٰذا (تمہارا فرض ہے کہ) تم ہر حق والے کا حق ادا کرو (اپنے رب کی عبادت بھی کرو آرام بھی کرو اور بیوی کی حاجت بھی پوری کرو) اس کے بعد ابودرداء (اور سلمان) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پورا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان بالکل ٹھیک کہتے ہیں (ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ہر صاحب حق کا حق ادا کرے ورنہ قیامت کے دن جواب دہ ہوگا)

تشریح: اس حدیث سے شب وروز بے تحاشا عبادت کرنے کے نقصانات ظاہر ہوتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم حقوق العباد کا ضیاع ہے جس سے رستگاری کی سوائے ان ارباب حقوق سے مرنے سے پہلے معاف کرانے کے اور کوئی سبیل نہیں اللہ تعالیٰ بھی حقوق العباد کو معاف نہیں فرمائیں گے عرفہ کے دن میدان عرفات میں ہی اللہ تعالیٰ نے حج مبرور ادا کرنے والوں کے سب ہی گناہوں کے معاف فرمادینے کا وعدہ فرمایا ہے مگر رد مظالم (یعنی بندے کی حق تلفیوں کے معاف کرنے کا وعدہ نہیں فرمایا اگرچہ ایک ضعیف روایت سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان ارباب حقوق سے حقوق معاف کرادینے کا ذمہ لیا ہے بہرحال امت اس پر متفق ہے کہ حقوق العباد بڑی سے بڑی عبادت کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث میں آتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہاں تین رجسٹر ہیں ایک رجسٹر تو ایسا ہے کہ جن لوگوں کے نام اس میں درج ہوں گے ان

کو اللہ ہرگز نہیں بخشے گا (اس رجسٹر میں شرک کرنے والوں کے نام درج ہوں گے اللہ تعالیٰ اعلان فرماتا ہے کہ بلاشک وشبہ شرک کرنے والوں کو ہرگز نہیں بخشے گا دوسرے رجسٹر میں جن کے نام درج ہوں گے ان کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک چھوڑے گا نہیں جب تک کہ ان میں سے بعض کو (مظلوم کو) ظالم سے ظلم کا بدلہ نہ دلا دے گا اور تیسرے رجسٹر میں ان لوگوں کے نام ہوں گے جنہوں نے حقوق اللہ (نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ عبادتیں) ادا نہیں کئے اس رجسٹر کی اللہ تعالیٰ پرواہ نہیں کرے گا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے سزا دے چاہے معاف کردے۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا)

قیامت کے دن اس اقتصاص (بدلہ لینے کی) بھیانک تفصیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث اس طرح بیان فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) دریافت کیا: کیا تم جانتے ہو مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا ہم میں مفلس وہی ہوتا ہے جس کے پاس نہ روپیہ پیسہ ہو نہ کوئی سامان (زمین جائیداد وغیرہ ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں (حقیقی) مفلس وہ شخص ہوگا جو قیامت کے دن نمازیں بھی لائے گا زکوتیں بھی، روزے بھی (لیکن) اس نے کسی کو (بے قصور) گالیاں دی ہوں گی کسی پر (ناحق) تہمتیں لگائی ہوں گی کسی کا (ناجائز طور پر) مال کھایا ہوگا کسی کا (ناحق) خون بہایا ہوگا کسی کو (بے قصور) مارا پیٹا ہوگا تو (ان تمام ظلموں اور حق تلفیوں کا اس طرح بدلہ دلایا جائے گا کہ اس ظلم اور حق تلفی کرنے والے کے تمام حسنات (عبادتیں) اس کو دے دی جائیں گی (جس پر ظلم کیا تھا یا حق تلفیاں کی تھیں) اگر نیکیاں (عبادتیں) ختم ہو جائیں گی (اور حقوق باقی رہ جائیں گے) تو اس کی برائیاں (گناہ) اس (ظلم اور حق تلفیاں کرنے والے) پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ (صحیح مسلم)

حقوق العباد اوران کی اہمیت

ان دونوں حدیثوں کو پڑھنے کے بعد یہ نفل عبادات اور کارہائے خیر میں بے اعتدالیاں کرنے والے غور کریں کہ اجر وثواب اور قرب الٰہی حاصل کرنے کا شوق وذوق میں مست ہو کر عمر بھر دن کو روزے رکھنے رات بھر نمازیں پڑھنے کا عہد کرنے والے اپنے بیوی بچوں، قرابت داروں مہمانوں، پڑوسیوں اور عام مسلمانوں کی کس قدر حق تلفیوں کے مرتکب ہوتے ہیں اور بجائے اجر وثواب اور قرب الٰہی کے کس طرح ان حق تلفیوں کے بدلے میں جہنم کا ایندھن بنتے ہیں اعاذ نا اللہ منہ اسی لئے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پہلی حدیث میں اپنا طریق کار اور اپنی سنت بیان کرنے کے بعد اعلان فرمادیا تھا۔

فمن رغب عن سنتی فلیس منی

پس جو شخص میری سنت سے اعراض (وانحراف) کرتا ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

ہمارا حال

بہرحال یہ تو ان عبادتوں میں بے اعتدالیاں کرنے والوں کا حشر ہوا ان کے پاس تو حقوق کے بدلے میں دینے کے لئے عبادات کا ذخیرہ تھا بھی جس سے کچھ نہ کچھ تلافی ہوگئی ہم تہی دامن لوگوں کے پاس تو یہ نفل عبادات کا ذخیرہ بھی نہیں ہم تو فرض عبادتیں بھی ادھوری سدھوری ادا کرتے ہیں نفل عبادتوں سے تو ہم بالکل ہی ناآشنا ہیں اور رات دن بے محابا لوگوں کی حق تلفیاں کر رہے ہیں بلا تکلف لوگوں پر تہمتیں لگاتے ہیں دھوکے اور فریب سے لوگوں کے اموال ہضم کر جانے کو تو ہم اپنا بڑا ہنر سمجھتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں ہم نے فلاں شخص یا تاجر یا

گاہک کو چکمہ دے کر خوب لوٹا اچھے خاصے روزہ نماز کے پابند لوگوں کا بھی معاملات اور کاروباری دنیا میں حال یہی ہے۔

حقوق العباد سے متعلق ان دو حدیثوں کو پڑھ کر ہماری آنکھیں تو کھل جانی چاہئیں خصوصاً معاملات اور کاروبار کے معاملہ میں خاص طور پر اس کا خیال رہنا چاہئے کہ کسی کا حق ہمارے ذمہ نہ رہے اس کے علاوہ عائلی (خاندانی) اور اجتماعی (معاشرتی) زندگی کے اندر بھی ہر شخص کا حق ادا کرنا چاہئے اس کوشش کے بعد بھی جن لوگوں کے حق ذمے رہ جائیں ان سے اور اگر وہ وفات پا گئے ہوں تو ان کے ورثاء سے معاف کرا لینے چاہئیں اور پھر بھی اگر کچھ حقوق رہ جائیں تو ان اصحاب حقوق کے لئے مغفرت کی دعا کرنی چاہئے اور اپنا نام دوسرے رجسٹر ردمظالم (ادائے حقوق العباد میں) نہ آنے دینا چاہئے اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائیں۔

عبادات میں بے اعتدالی کا اور نقصان

عبادات میں بے اعتدالی کا ایک نقصان یہ بھی ہے کہ ایسی حالت میں لازمی طور پر اصحاب حقوق کے حقوق ذمہ رہ جاتے ہیں لیکن عام طور پر حقوق العباد کے ادا نہ کرنے کو ہم کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے اسی لئے ہم نہایت بے دردی سے اصحاب حقوق کے حق برباد کر رہے ہیں اور جن کے حقوق ادا بھی کرتے ہیں مثلاً بیوی کے بال بچوں کے ماں باپ کے مہمانوں اور پڑوسیوں کے وہ بھی محض روایتی خوش خلقی اور رواداری کی بنا پر ادا کرتے ہیں نہ کہ شریعت کی پابندی اور اللہ رسول کے حکم کی اطاعت کی بنا پر اس لئے کہ ہم اس کو کار ثواب سمجھتے ہی نہیں کتنی بڑی بدنصیبی اور محرومی ہے کہ سب کچھ کرتے ہیں مگر سب بیکار آخرت میں ذرہ برابر کام نہ آئے گا اس لئے کہ حدیث میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لکل امرء مانوی (ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی) ہم صرف دنیاداری اور منہ دکھاوے کے لئے کرتے ہیں آخرت سے تو ہم بالکل ہی غافل اور بے خبر ہیں اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں اس بے حسی غفلت اور جہالت سے نجات دیں اسی تنبیہ کی غرض سے ہم نے حقوق العباد کے متعلق یہ تفصیل بیان کی ہے۔

گزارش اور معذرت

درج بالا احادیث کے ترجمہ سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے آئینہ میں اپنی صورت دیکھیں اور اس آئینہ کی مدد سے اپنے چہرہ کے داغ دھبے یا کالک دور کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہماری زندگی میں ان کی افادیت واضح ہو اور ہم محسوس بلکہ یقین کریں کہ گذرے ہوئے زمانوں کی بنسبت آج کی زندگی میں ان احادیث کی بے حد ضرورت ہے اور ان احادیث پر عمل کئے بغیر ہم صحیح معنی میں مسلمان اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کہلانے کے مستحق ہرگز نہیں جب تک ان حدیثوں پر عمل نہ کریں اور اپنی شب و روز کی زندگی کو اسلامی زندگی نہ بنائیں اسی مقصد کے تحت احادیث کی تشریح میں طوالت ہو جاتی ہے امید ہے کہ پڑھنے والے معاف فرمائیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے معبود اور ابراہیم، اسحاق، یعقوب، جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل کے معبود میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میری عرض قبول فرمائیے کہ میں بے قرار ہوں اور آپ مجھے میرے دین کے باب میں محفوظ رکھئے کہ میں بلا میں پڑا رہوں۔ اور اپنی رحمت میرے شامل حال رکھئے کہ میں گناہ گار ہوں اور مجھ سے محتاجی دور رکھئے کہ میں بے کس ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی عبادت کا واقعہ

وعن ابی محمد عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: اخبر النبی صلی الله علیه وسلم انی اقول: والله لا صومن النهار، ولا قومن اللیل ما عشت، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: وانت الذی تقول ذلک؟ فقلت له: قد قلته بابی انت وامی یا رسول الله قال: فانک لا تستطیع ذلک؟ فصم وافطر، ونم وقم، وصم من الشهر ثلاثة ایام فان الحسنة بعشر امثالها

ترجمہ: حضرت ابو محمد عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ میں کہتا ہوں کہ میں جب تک زندہ ہوں ہمیشہ دن کو روزے رکھا کروں گا اور رات بھر نماز پڑھا کروں گا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہی یہ کہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان یا رسول اللہ! بیشک میں نے ہی یہ کہا ہے تو آپ نے فرمایا: (یادرکھو) تم اس پر عمل ہرگز نہیں کرسکو گے (بہتر یہ ہے) تم (کچھ دن) روزے رکھو (کچھ دن) افطار کرو (روزے نہ رکھو) اور رات کو (کچھ حصہ میں) سوؤ اور (کچھ حصہ میں) نماز پڑھو اور ہر مہینہ میں تین دن روزے رکھو (مہینہ بھر کے روزوں کا ثواب ملے گا) اس لئے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے اور اس حساب سے یہی (ہر مہینہ میں تین روزے) پورے سال کے روزے ہوگئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ (روزوں) کی طاقت رکھتا ہوں آپ نے فرمایا تو ایک دن روزہ رکھو دو دن افطار کرو (روزہ نہ رکھو) میں نے عرض کیا میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا ایک دن روزہ رکھو ایک دن افطار کرو۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور یہی سب سے زیادہ معتدل روزے ہیں اور ایک روایت میں ہے سب سے زیادہ افضل روزے ہیں تو میں نے عرض کیا: میں تو اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس سے زیادہ افضل روزے نہیں اور (آخر میں عبداللہ بن عمرو کہا کرتے تھے) بخدا اگر میں نے ہر مہینہ میں تین روزے قبول کر لئے ہوتے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابتداء) حکم فرمایا تھا تو یہ مجھے اپنے اہل وعیال اور مال سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم روزانہ دن کو روزے رکھتے ہو اور رات بھر قیام کرتے ہو (نماز پڑھتے ہو) میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ! (صحیح بتلایا گیا ہے) تو آپ نے فرمایا تم ایسا مت کرو (بلکہ) کچھ دن روزے رکھو کچھ دن افطار کرو رات کا کچھ حصہ آرام کرو اور کچھ حصہ نماز پڑھو اس کے بعد فرمایا تحقیق تمہارے جسم کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہاری آنکھوں کا بھی تمہارے اوپر حق ہے اور بلاشبہ تمہارے آنے والوں (مہمانوں) کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (ہمیشہ دن کو روزے رکھنے اور رات بھر قیام کرنے کی صورت میں بلاشبہ ان سب کے حقوق تلف ہوں گے) پھر فرمایا: بلاشبہ تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ہر مہینہ میں تین روزے رکھ لیا کرو (مہینہ بھر کے

روزوں کا ثواب مل جائے گا) اس لئے کہ تمہارے ہر نیک کام (عبادت) کا تمہیں دس گنا ثواب ملے گا (تو اس حساب سے ہر مہینہ میں تین روزے پورے سال کے روزے ہو گئے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تو میں نے خود ہی سختی کو اختیار کیا اس لئے مجھ پر سختی عائد ہوئی چنانچہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو اپنے اندر (اس سے زیادہ) طاقت پاتا ہوں آپ نے فرمایا (تو پھر تم اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام) کے روزے رکھو اس سے زیادہ نہ رکھو میں نے عرض کیا: داؤد علیہ السلام کے روزے کیسے تھے؟ آپ نے فرمایا آدھے سال کے روزے (ایک دن روزہ ایک دن افطار کے حساب سے) تو عبداللہ بن عمرو بوڑھا ہو جانے کے بعد کہا کرتے تھے کاش کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخفیف کو قبول کر لیتا (صیام داؤد ایک دن روزہ ایک دن افطار کی ذمہ داری نہ لیتا)

ایک روایت میں آیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ناگواری کے طور پر) فرمایا: کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا ہے کہ تم ہمیشہ روزے رکھتے ہو اور رات بھر (نماز میں) قرآن پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسول اللہ! آپ کو ٹھیک بتلایا گیا ہے مگر میرا ارادہ اس (شب و روز کی عبادت) سے خیر پر ہی مبنی ہے (یعنی نیک نیتی سے میں نے یہ ارادہ کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نرمی سے) فرمایا: تو تم اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) کے روزے رکھو اس لئے کہ وہ سب سے زیادہ عبادت گزار تھے اور ہر مہینہ میں ایک قرآن (رات میں) پڑھا کرو (ایک پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی میں اس سے زیادہ (قرآن پڑھنے کی) طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: تو بیس دن میں ایک قرآن پڑھا کرو (ڈیڑھ پارہ روزانہ) میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا دس دن ایک قرآن (تین پارے روزانہ) پڑھا کرو میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! میں اس سے زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ نے فرمایا: اچھا سات دن میں ایک قرآن پڑھا کرو اس سے زیادہ مت پڑھو۔ عبداللہ بن عمرو (آخر عمر میں) کہتے ہیں (میں نے خود ہی سختی اختیار کی اس لئے مجھے سختی اٹھانی پڑ رہی ہے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا خبر تمہاری عمر زیادہ ہو؟ عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اور میری عمر کافی دراز ہوئی) چنانچہ اب جب کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ کیا اچھا ہوتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت (یعنی ایک مہینہ میں ایک قرآن کو قبول کر لیتا ایک روایت میں ہے آپ نے فرمایا تمہاری اولاد کا بھی تمہارے اوپر حق ہے (وہ کیسے ادا کرو گے) اور ایک روایت میں ہے جس نے ہمیشہ (بارہ مہینے روزانہ) روزے رکھے اس نے روزے نہیں رکھے بلکہ ایک وقت کھانے پینے کی عادت ڈال لی اور ایک روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب روزے حضرت داؤد علیہ السلام کے روزے ہیں اور سب سے زیادہ محبوب نماز داؤد علیہ السلام کی نماز ہے وہ آدھی رات سوتے اور ایک تہائی رات نماز پڑھتے اور (آخری) چھٹے حصہ میں (پھر) سو جاتے ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے اور جب دشمنوں سے مقابلہ ہوتا تو پیچھے نہ ہٹتے (اگر وہ روزانہ روزے رکھتے اور رات بھر نماز پڑھتے تو دشمنوں سے مقابلہ کی طاقت نہیں باقی رہ سکتی تھی)۔

ایک اور روایت میں ہے: (عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں) میرے والد نے میرا نکاح ایک عالی خاندان خاتون سے کیا تھا اس لئے وہ اپنی بہو (بیٹے کی بیوی) کا خاص طور پر خیال رکھتے

تھے اور شوہر کے متعلق دریافت کرتے تو وہ ان کو جواب دیتی مرد ہونے کے اعتبار سے وہ بہت اچھے مرد ہیں لیکن انہوں نے کبھی ہمارے بستر کو پامال نہیں کیا نہ ہی کبھی ہمارے دل کو ٹٹول کر دیکھنے کی جستجو کی (کہ ہم پر کیا گزر رہی ہے) جب سے میں ان کے گھر آتی ہوں (ان کا طرز عمل یہی ہے) تو جب اس (بے توجہی اور بے خبری کی کیفیت کا زمانہ زیادہ دراز ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ان کو میرے پاس بھیج دو چنانچہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت فرمایا: تم روزے کس طرح رکھتے ہو؟ تو میں نے عرض کیا ہر روز روزہ رکھتا ہوں آپ نے فرمایا: قرآن کس طرح پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتا ہوں تو آپ نے وہی ہدایت فرمائی جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے (کہ ایک دن چھوڑ کر روزے رکھو اور سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرو) چنانچہ دن میں اپنے کسی گھر والے کو (بیوی ہی ہوسکتی ہے) جو ساتواں حصہ (منزل) رات کو پڑھنا ہوتا سنالیا کرتے (دور کرتے) تاکہ رات کو پڑھنا آسان ہو اسی طرح ضعف کی وجہ سے جب دوسرے دن روزہ نہ رکھ پاتے تو جتنے دن کے روزے چھوٹتے ان کو یاد رکھتے اور قوت آجانے کے بعد ان کی قضا کرتے تاکہ جو معمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا اور جو کام اپنے ذمہ لیا تھا اس میں فرق نہ آئے۔

(عبداللہ بن عمرو سے متعلق) یہ تمام روایتیں صحیح ہیں بیشتر روایتیں بخاری مسلم دونوں میں مذکور ہیں کچھ روایتیں صرف بخاری یا صرف مسلم میں مذکور ہیں

اس حد اعتدال سے متجاوز بے تحاشا عبادت گزاری سے حضرت عبداللہ بن عمرو کو منع کرنے کا موجب وہی حق تلفیاں ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے ہر اس حق سے مانگتا ہوں جو سائلوں کا آپ پر ہے کیونکہ بے شک سائلوں کا آپ پر حق ہے کہ خشکی وتری کے جس کسی بھی غلام یا باندی کی دعا آپ نے قبول فرمائی ہو تو آپ ہمیں بھی ان اچھی دعاؤں میں شریک کر دیجئے جو ہم آپ سے مانگیں۔ اور آپ ہمیں اور انہیں چین دیجئے اور آپ ہماری اور ان کی دعائیں قبول فرمائیے اور یہ کہ آپ ہم سے اور ان سے درگزر کیجئے۔ بے شک ہم اس پر جو آپ نے نازل فرمایا ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی کی پس آپ ہمیں بھی شہادت دینے والوں میں شمار فرمالیجئے۔ اے اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام وسیلہ عنایت فرمائیے اور برگزیدہ لوگوں میں آپ کی محبوبیت کر دیجئے اور آپ کا مرتبہ عالی لوگوں میں اور آپ کا ذکر اہل تقرب میں فرما دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے اپنی طرف سے ہدایت نصیب فرمائیے اور اپنے فضل وکرم سے مستفید کیجئے اور مجھ پر اپنی رحمت کاملہ اور برکات نازل فرمائیے۔

اے اللہ! آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم فرمائیے میری توبہ قبول کیجئے کہ آپ ہی بہت توبہ قبول کرنے والے اور بڑے رحم کرنے والے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ذرا دیر کی غفلت کو بھی نفاق سمجھتے تھے

وعن ابی ربعی حنظلة بن الربیع الاسیدی الکاتب احد کتاب رسول الله صلی الله علیه وسلمقال: لقینی ابوبکر رضی الله عنه فقال: کیف انت یا حنظلة؟ قلت: نافق حنظلة قال: سبحان الله ما تقول؟ قلت: نکون عند رسول الله صلی الله علیه وسلم یذکرنا بالجنة

ترجمہ: حضرت ابوربعی حنظلہ بن الربیع الاسیدی الکاتب سے روایت ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک تھے وہ کہتے ہیں (ایک دن راستہ میں) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے دریافت کیا (کہو) حنظلہ کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہوگیا تو انہوں نے (حیران ہوکر) کہا: سبحان اللہ یہ تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا (جس وقت) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال) یاددلاتے ہیں تو (ہم پر دنیا ومافیہا سے بےخبری اور خوف ورجا امید وبیم کی دوگونہ کیفیت کی وجہ سے ایسی حالت طاری ہوجاتی ہے جیسے جنت ودوزخ ہمارے سامنے ہیں اور ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں اور جب ہم آپ کے پاس سے آجاتے ہیں (اور گھر پہنچتے ہیں تو) بیوی بچوں میں اس طرح گھل مل جاتے ہیں یا معاشی مشغلوں میں اس طرح مصروف ہوجاتے ہیں کہ جنت ودوزخ کی بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں تو (یہ سن کر) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تو خدا کی قسم ہمارا حال بھی بالکل ایسا ہی ہے تو میں اور ابوبکرؓ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے جب ہم دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کی خدمت میں پہنچے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! حنظلہ تو منافق ہوگیا فرمایا: یہ کیسے؟ میں نے عرض کیا ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت (اور جنت میں لے جانے والے اعمال وافعال) اور دوزخ (اور دوزخ میں لے جانے والے اعمال وافعال یاددلاتے ہیں تو ہم پر دنیا ومافیہا سے بےخبری وبیخودی اور امید وبیم کی ایسی دوگونہ حالت طاری ہوجاتی ہے جیسے جنت اور دوزخ ہمارے سامنے ہیں (اور ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم آپ کے پاس سے جاتے ہیں تو بیوی بچوں میں گھل مل جاتے ہیں اور معاشی مشغلوں میں مصروف ہوجاتے ہیں اور جنت ودوزخ کی بیشتر باتیں بھول جاتے ہیں (دنیا اور دنیوی معاملات ہمارے دل ودماغ پر اس طرح مسلط ہوجاتے ہیں کہ ہم جنت ودوزخ سب کو بھول جاتے ہیں) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا قسم ہے اس پروردگار کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر تم اسی (دنیا ومافیہا سے بےخبری اور ذکر وفکر میں محویت کی) حالت میں ہمیشہ رہو جس میں میرے پاس ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر اور راستوں میں (جاتے آتے) تم سے مصافحے کریں لیکن اے حنظلہ یہ بےخبری کسی کسی وقت اچھی ہے تین مرتبہ یہی فرمایا (ورنہ دنیا اور امور دنیا سے متعلق فرائض کیسے ادا کرسکتے ہو)

تشریح: حضرت حنظلہ اور ابوبکر صدیقؓ نے ظاہر اور باطن اور دل اور زبان کے اختلاف کی طرح قلب کی حالتوں اور کیفیتوں کے اختلاف کو بھی نفاق سمجھ کر اپنے کو منافق سمجھ لیا تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس غلط فہمی کو دور بھی فرمایا اور اس کی مصلحت بھی بیان فرمائی کہ اگر دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی وہی کیفیت ہمہ وقت قائم رہے جو میرے پاس موجودگی کے وقت ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق جو احکامات واجب اور فرائض عائد کئے ہیں وہ کیسے انجام دیئے جاسکتے ہیں؟ اس لحاظ سے یہ دنیا و مافیہا سے لاتعلقی اور بے خبری کی جستجو بھی حد سے بڑھی ہوئی خدا پرستی اور بے اعتدالی کا نتیجہ ہے اور اس کا نقصان بھی دنیا اور امور و معاملات دنیویہ سے متعلق احکام و فرائض سے محرومی ہے جیسا کہ عبادات میں بے اعتدالی کا نتیجہ حقوق العباد کی حق تلفی ہے جو انتہائی خطرناک ہے جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں مزید وضاحت کے لئے یوں کہئے کہ بظاہر دنیا اور امور دنیویہ سے بے تعلقی اور بے خبری بڑی خوش آیند چیز ہے اور فنافی اللہ کی منزل تک پہنچانے میں بے حد ممد و معاون معلوم ہوتی ہے اور قرآن حکیم کے اعلان:

ففروآالی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین

(سورۃ الذاریات ع: ۳ آیت ۵۰)

پس بھاگو اللہ کی جانب بیشک میں اس کی جانب سے واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں

پر عمل کرنے کا پہلا قدم ہے مگر یہ کیفیت اور محویت اگر ہمہ وقت قائم اور کارفرما رہے گی تو وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کس طرح ادا کئے جاسکیں گے جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر ان امور سے متعلق عائد کئے ہیں لیکن کسی کسی وقت اس کیفیت کا قلب پر طاری ہونا بھی بے انتہا ضروری ہے ورنہ انسان صرف سگ دنیا اور خالص دنیا پرست بن کر رہ جائے اور نفس و خواہشات نفس اس پر اس طرح مسلط ہو جائیں کہ حرام و حلال میں فرق اور جائز و ناجائز میں امتیاز کئے بغیر نفس کی اغراض و خواہشات پورا کرنے میں منہمک ہو کر خدا کے خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا سے بالکل بے پرواہ ہو کر نفس اور خواہشات نفس کا پرستار بن جائے۔

افمن اتخذالھہ ھواہ واضلہ اللہ علی علم

تو کیا وہ شخص جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنالیا ہو (اور اس بناء پر) اللہ نے اس کو جان کر گمراہ بنادیا ہو (اس کو کوئی ہدایت کرسکتا ہے)

کا مصداق بن جائے اس لئے وقتاً فوقتاً اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا بھی انتہائی ضروری ہے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی کے ذریعہ خدا کا خوف اور آخرت کے محاسبہ اور جزاء و سزا کا ڈر برقرار رہے یعنی خدا کا بندہ اور خدا پرست رہے اور آپ کے پاس سے جاکر ان تمام احکام پر عمل کرے اور ان تمام فرائض کو ادا کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس پر عائد کئے ہیں۔

افسوس آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی تو ہمارے درمیان نہیں ہے مگر آپ کے وہ تمام اقوال و افعال جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سنتے اور دیکھتے تھے وہ سب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت میں کتب حدیث کے اندر موجود و محفوظ ہیں۔ انہی کتب حدیث میں سے ایک کتاب یہ بھی ہے جو آپ پڑھ رہے ہیں یہ باور کیجئے اور اس یقین کے ساتھ پڑھئے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور جنت دوزخ سے متعلق جو تذکیر اور یاددہانی آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمایا کرتے تھے ہمیں بھی فرمارہے ہیں اگر توفیق الٰہی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح اس تذکیر و یاددہانی سے

فائدہ اٹھا کر خدا اور رسول کے تمام احکام اور عائد کردہ تمام فرائض ادا کرنے لگیں گے یہ ہی وہ اقتصاد اور میانہ روی ہے۔

گویا نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے سابقہ احادیث میں عملی بے اعتدالی اور اس کی مضرتوں سے آگاہ فرما کر عملی میانہ روی کی تعلیم دی ہے اور اس حدیث میں ذہنی اور فکری بے اعتدالی اور اس کی مضرت سے آگاہ فرما کر ولکن یاحنظلہ ساعة فساعة کے ذریعہ فکری اور ذکری میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔

احادیث اور کتب حدیث پڑھنے کی ضرورت

اس لئے ہمارا بھی فرض ہے کہ ہم بھی روزانہ دن میں یا رات میں کسی کسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تذکیر اور یاددہانی سے متعلق احادیث اسی تصور اور یقین کے ساتھ مطالعہ کیا کریں اور پڑھا کریں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہیں اور آپ ہمیں نصیحت فرمارہے ہیں تو انشاء اللہ العزیز ان احادیث سے کما حقہ فائدہ اٹھا سکیں گے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ سے اہل ہدایت کی سی توفیق، اہل یقین جیسا عمل، اہل توبہ جیسا اخلاص، اہل صبر کی سی ہمت اور اہل خوف کی سی کوشش، اہل شوق کی سی طلب، اہل تقویٰ کی سی عبادت اور اہل علم کی سی معرفت کا سوال کرتا ہوں یہاں تک کہ میں آپ سے ملاقات کروں۔ اے اللہ میں آپ سے وہ خوف مانگتا ہوں جو مجھے آپ کی نافرمانیوں سے روک دے تاکہ میں آپ کی اطاعت کے لئے ایسے عمل کروں جن سے میں آپ کی خوشنودی کا مستحق ہوجاؤں اور تاکہ میں آپ سے ڈر کر آپ کے سامنے خالص توبہ کروں۔ اور تاکہ آپ سے شرما کر میں آپ کے روبرو خلوص کو صاف کروں اور تاکہ میں تمام کاموں میں آپ پر بھروسہ کروں اور میں آپ کے ساتھ نیک گمان کو طلب کرتا ہوں آپ پاک ہیں۔ اے نور کو پیدا کرنے والے۔

اے اللہ! ہمیں ناگہاں ہلاک نہ کیجئے گا اور نہ ہمیں اچانک پکڑیئے گا اور نہ ہمیں کسی حق و وصیت میں غفلت میں رکھئے گا۔

اے اللہ! میری قبر میں وحشت کی جگہ انس پیدا فرما دیجئے۔

اے اللہ! مجھ پر قرآن عظیم کے طفیل رحم فرمایئے اور اسے میرے حق میں رہبر، نور ہدایت اور رحمت بنادیجئے۔

اے اللہ! میں اس (قرآن) میں سے جو کچھ بھول گیا ہوں وہ مجھے یاد کرادیجئے اور اس میں سے جو کچھ میں نہ جانتا ہوں وہ مجھے سکھا دیجئے اور مجھے اس کی تلاوت دن رات کے اوقات میں کرنے کی توفیق دیجئے اور

اے پروردگار عالم! اسے میرے لئے حجت بنادیجئے گا۔

اے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں آپ کے بندہ اور بندی کا بیٹا ہوں۔ ہمہ تن آپ ہی کی مٹھی میں ہوں آپ کے قبضہ میں چلتا پھرتا ہوں آپ ہی کی ملاقات کی تصدیق کرتا ہوں۔ آپ کے وعدہ پر یقین رکھتا ہوں آپ نے مجھے حکم دیا لیکن میں نے نافرمانی کی، آپ نے مجھے روکا، لیکن میں نے اس کا ارتکاب کیا دوزخ سے پناہ لینے کی ہر جگہ آپ کے ذریعہ سے ہے آپ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ آپ پاک ہیں میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ آپ ہمیں بخش دیجئے بے شک آپ کے علاوہ کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

شرعاً جائز اور ناجائز نذروں و منتوں کا حکم

وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال: بينما النبی صلی الله عليه وسلم يخطب اذا هو بجرجل قائم فسال عنه فقالوا: ابو اسرائيل نذر ان يقوم فی الشمس ولا يقعد ولا يستظل ولا يتكلم ويصوم فقال النبی صلی الله عليه وسلم: مروه فليتكلم وليستظل وليقعد وليتم صومه (بخاری)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں (ایک دن) اس اثنا میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے اچانک ایک آدمی کو دیکھا کہ (وہ مسلسل کھڑا ہے تو آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا (یہ کون ہے کھڑا کیوں ہے بیٹھتا کیوں نہیں) تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ ابواسرائیل ہے اس نے نذر مانی ہے کہ دھوپ میں کھڑا رہے گا نہ بیٹھے گا نہ (کسی چیز کے) سایہ کے نیچے آئے گا نہ بات کرے گا اور روزہ رکھے گا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو اس کو چاہئے کہ بات کرے اور (کسی چیز کے) سایہ میں آئے اور بیٹھ جائے اور روزے کو پورا کرے۔

تشریح: اس حدیث سے پہلی حدیثوں میں بے تحاشا عبادت کرنے کا جوش وخروش شرعی عبادات کے دائرہ میں تھا مثلاً مسلسل روزے رکھنا' ساری رات نمازیں پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عبادات میں اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی اور بے اعتدالی سے منع فرمایا۔

مگر اس شخص ابواسرائیل نے محض جہالت کی بنا پر اپنے کو زیادہ سے زیادہ تکلیف پہنچانے کو ہی عبادت سمجھ لیا اس لئے مذکورہ نذر مانی جو پانچ چیزوں پر مشتمل ہے۔

(۱) دھوپ میں کھڑا رہنا (۲) کسی چیز کے سایہ کے نیچے نہ آنا (۳) نہ بیٹھنا (۴) بات نہ کرنا (۵) روزہ رکھنا

ان پانچ چیزوں کے اندر صرف ایک روزہ شرعاً عبادت ہے اس لئے روزے کو پورا کرنے کا حکم فرمایا: (۴) پہلی امتوں میں عبادت تھی اور خاموشی کا روزہ رکھا جاتا تھا شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں چپ رہنا کوئی عبادت نہیں باقی تینوں چیزوں کا مقصد اپنے آپ کو زیادہ سے زیادہ ایذا پہنچانا ہے اس لئے ان چاروں باتوں سے منع فرمایا۔

شریعت محمدیہ میں نذر (یعنی منت صرف انہی چیزوں کی مانی جاسکتی ہے جو از قبیل عبادات ہوں مثلاً نمازیں پڑھنا' روزے رکھنا اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنا حج کرنا' قرآن کریم کی تلاوت کرنا' ہمارے اس جہالت کے دور میں بھی اس طرح کی منتیں مانی جاتی ہیں مثلاً کسی زندہ یا مردہ پیر کے نام پر جانور قربان کرنا یا زندہ جانور چھوڑنا وغیرہ اس قسم کی نذریں ماننے پر شدید وعید آئی ہے اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ اندیشہ کافر ہوجانے کا بھی ہے۔ **العياذ بالله من تلك الجهالات** (اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھیں اس قسم کی جہالتوں سے) ناواقف شخص کو منت ماننے سے پہلے کسی عالم یا مفتی سے دریافت کرلینا چاہئے ورنہ ثواب کے بجائے گناہ ہوگا۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! ہر تعریف آپ ہی کے لئے سزاوار ہے۔ اور آپ ہی سے شکایت اور فریاد چاہئے اور آپ ہی سے مدد طلب کئے جانے کے قابل ہے۔ اور آپ کے علاوہ (گناہ سے) نہ کوئی بچاسکتا ہے اور نہ کوئی قوت (عبادت کی) دے سکتا ہے۔

نماز تہجد کی قضا اور اس کا وقت

وعن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من نام عن حزبه من اللیل او عن شیء منه فقراه ما بین صلاۃ الفجر وصلاۃ الظهر، کتب له کانما قراه من اللیل (مسلم)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (دکھ بیماری یا سفر وغیرہ ناگزیر وجوہات کی بنا پر) اپنا رات کا وظیفہ (تہجد کی نماز' قرآن کریم کی تلاوت' اسم ذات کا ذکر وغیرہ معمولات) سب کے سب یا اس میں سے بعض (رات کو نہ کرسکا اور) سو گیا پھر فجر کی نماز اور ظہر کی نماز کے درمیان (یعنی آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک) اس کو پڑھ لیا (یعنی قضا کر لیا) تو اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دیا جائے گا کہ گویا اس نے رات کو ہی پڑھا ہے۔

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک عبادت گزار مسلمان کے لئے پنج وقتہ فرض نمازیں ادا کرنے کے علاوہ رات میں تہجد کی نماز' تلاوت قرآن کریم اللہ اللہ کا ذکر وغیرہ کچھ نہ کچھ معمولات بھی ضرور ہونے چاہئیں اور ان پر پابندی بھی ضرور کرنی چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔

خیر العمل مادیم علیه وان قل

بہترین عمل وہ ہے جس کی پابندی کی جائے اگرچہ کتنا ہی تھوڑا ہو۔

اگر کسی ناگزیر مجبوری کی وجہ سے وہ معمولات یا ان میں سے کوئی معمول چھوٹ جائے تو ان کو ایک فرض نماز (فجر) کے بعد سے دوسری فرض نماز (ظہر) کا وقت آنے سے پہلے ادا کر لئے جائیں اللہ تعالیٰ اپنی کریمی سے اس بلا تاخیر قضا کو ادا ہی شمار فرمالیں گے اور مداومت واستقامت میں رخنہ نہ پڑے گا لیکن اگر مزید تاخیر کی یا یہ سمجھ کر کہ نفل ہی تو ہیں اگر ایک رات نہ پڑھیں تو کون سا گناہ ہو جائے گا تو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ مکار نفس کا فریب ہے وہ ان معمولات کی عادت چھڑانا اور استقامت کے عظیم مرتبہ اور اجر وثواب سے محروم کرنا چاہتا ہے اس کے دھوکے میں ہرگز نہ آنا چاہئے اور آفتاب بلند ہونے کے بعد سے زوال سے پہلے تک ضرور پڑھ لینا چاہئے تاکہ معمول میں فرق نہ آئے اور شب بیداری کی عادت نہ چھوٹے۔

قیام لیل (شب بیداری) کی اہمیت

سورۃ مزمل میں جو رات کے بیشتر حصہ قیام لیل کا حکم آپ کو دیا گیا تھا ایک سال تک اس حکم پر عمل کرنے کے بعد آیت کریمہ **فاقرء واماتیسرمن القران** (پس پڑھ لیا کرو جتنا قرآن آسان ہو) کے ذریعہ قیام لیل میں تخفیف فرمانے کے بعد بھی جس کی تفصیل باب مجاہدہ کے ذیل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں آپ پڑھ چکے ہیں ارشاد ہے۔

علم ان سیکون منکم مرضی واخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل الله واخرون یقاتلون فی سبیل الله فاقرءوا ما تیسر منه

(سورۃ المزمل ع۲۴ آیت ۲۰)

اللہ کو معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار بھی ہوں گے اور کچھ لوگ اللہ کا فضل (رزق) حاصل کرنے کی غرض سے (معاشی) سفر بھی کریں گے اور کچھ لوگ اللہ کی راہ میں جنگ بھی کریں گے لہٰذا جتنا تم سے آسانی کے ساتھ ہو سکے (ہر حالت میں) قرآن پڑھ لیا کرو۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اہل ایمان کو بیماری یا سفر تجارت یا سفر جہاد جیسے اعذار کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرنا چاہئے اگرچہ چند رکعتیں ہی ہوں اور کتنی ہی مختصر قرأت ہو۔

چنانچہ نہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ صحابہ کریم اور صلحا امت کا بھی معمول رہا ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ قیام لیل ضرور کرتے تھے اور تہجد کی نماز پڑھتے تھے اگر کسی رات کو کسی ناگزیر شرعی عذر کی وجہ سے ترک ہو جاتا تو سورج نکلنے کے بعد سے زوال سے پہلے تک اس کی قضا کر لیا کرتے تھے تاکہ عادت نہ چھوٹے اور تساہل نہ پیدا ہو تجربہ شاہد ہے کہ اگر ایک دن بھی قیام لیل (رات میں قیام) یا اس کی قضا دن میں نہ کی جا سکے تو بڑے سے بڑے تہجد گزار مسلمان میں بھی سستی پیدا ہو جاتی ہے اور ہفتوں بلکہ مہینوں تہجد کی نماز کی توفیق نہیں ہوتی اور دوبارہ تہجد کی نماز شروع کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی ہے۔

ہماری حالت

لیکن ہم "وائے بر ما" (افسوس ہمارے اوپر) تو با جماعت فرض نمازوں کی پابندی بھی ہم سے نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت اور اس پر مداومت کی توفیق عطا فرمائیں امین ثم آمین۔

جن خوش نصیب مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے قیام لیل (شب بیداری) کی سعادت عطا فرمائی ہو ان کو اس کی قدر کرنی چاہئے اگر کسی مجبوری کی وجہ سے شب کا کوئی معمول چھوٹ جائے تو اس حدیث کے مطابق زوال سے پہلے اس کی قضا کر لینی چاہئے تاکہ مداومت اور استقامت کا مرتبہ حاصل ہو۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میں آپ کی رضا کی آپکی ناخوشی سے اور آپ کے عفو کی پناہ میں آپ کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور میں آپ سے خود آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ میں آپ کی تعریف پوری طرح کر ہی نہیں سکتا۔ آپ اسی تعریف کے لائق ہیں جو خود آپ نے اپنی ذات کی کی ہیں۔

اے اللہ! ہم اس سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں کہ ہم کہیں پھسل جائیں یا کسی کو پھسلائیں یا ہم کسی کو گمراہ کریں، یا ہم کسی پر ظلم کریں یا کوئی ہم پر ظلم کرے یا ہم جہالت کریں یا کوئی ہم سے جہالت کرے یا میں گمراہ ہوں یا کوئی مجھے گمراہ کرے میں آپ کی ذات گرامی کے نور کی پناہ میں آتا ہوں جس نے آسمانوں کو روشن کر رکھا ہے اور اس سے اندھیرے چمک اٹھے ہیں۔ اور اس سے دنیا و آخرت کے کام درست ہیں۔ (پناہ) اس بات سے کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ اتاریں یا آپ مجھ پر اپنی ناراضگی نازل کریں اور حق ہے کہ آپ ہی کو منایا جائے یہاں تک کہ آپ راضی ہو جائیں۔ (گناہ سے) نہ کوئی بچاؤ ہے اور (عبادت کی) نہ کوئی طاقت ہے مگر آپ ہی کی مدد سے (یہ ہو سکتا ہے) اے اللہ! میں آپ سے بچہ کی سی نگہبانی چاہتا ہوں۔

اے اللہ! میں دو اندھی برائیوں یعنی سیلاب اور حملہ آور اونٹ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

قیام لیل اور نماز تہجد کے پابند لوگوں کو تنبیہ

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: قال لی رسول الله صلی الله علیه وسلم : یا عبدالله لا تکن مثل فلان، کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: اے عبداللہ تم فلاں شخص کی مانند مت ہو جانا کہ وہ قیام لیل کیا کرتا (اور تہجد کی نماز پڑھا کرتا) اس کے بعد اس نے قیام لیل چھوڑ دیا۔

تشریح: یہ وہی عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جن کی حرص عبادت کا تفصیلی حال آپ چودھویں باب کی نویں حدیث میں پڑھ چکے ہیں کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بمشکل سمجھا بجھا کر صیام داؤد (ایک دن روزہ ایک دن افطار) پر آمادہ کیا تھا اور داؤد علیہ السلام کے ہی قیام لیل (آدھی رات سونا اور دوسری آدھی رات کے ایک حصے میں نماز پڑھنے اور ایک حصہ میں سونے) پر آمادہ کیا تھا اور ہفتہ میں ایک قرآن ختم کرنے کی اجازت دی تھی اور یہی وہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں جو آخر عمر میں تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تخفیف (مہینہ بھر میں تین روزے) کو قبول کر لیتا بے اعتدالی کا یہی انجام ہوتا ہے مگر تھے عہد کے پکے آخر عمر میں گو یہ تمنا کرتے تھے مگر جو عہد کیا تھا (ایک دن روزہ ایک دن افطار) اس پر مرتے دم تک قائم رہے اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کو خطاب کر کے فرمایا ہے کہ تم نے یہ بے اعتدالی اختیار تو کی ہے مگر فلاں شخص کی طرح سب کچھ مت چھوڑ بیٹھنا۔ واللہ اعلم

تہجد کی کتنی رکعتیں قضا کی جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کبھی بیماری کی وجہ سے رات میں کچھ نماز چھوٹ جاتی تو آپ دن میں (زوال سے پہلے) بارہ رکعات پڑھ لیا کرتے تھے۔ (مسلم)

تشریح: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ عملی معمول ہے جس کی اسی باب کی دوسری حدیث میں تعلیم دی ہے فرض نماز اور واجب وتر تو جس طرح بھی پڑھے جاتے رات ہی میں پڑھتے تھے کبھی قضا نہیں کرتے تھے نماز تہجد اگر آپ پر واجب بھی ہو تب بھی نفل (زائد) ہے تہجد کی زیادہ سے زیادہ تیرہ رکعتیں پڑھنا آپ سے ثابت ہے اس لئے بارہ رکعتیں دن میں پڑھ لیا کرتے تھے تیرھویں رکعت نہیں پڑھتے اس لئے کہ پھر ساری نماز وتر (طاق) ہو جاتی اور دن میں بجز مغرب کے وتر (طاق) نماز ثابت نہیں ہے وتر (طاق) نماز تو رات میں ہی پڑھی جاتی ہے واللہ اعلم۔ بہر حال نماز تہجد کی اہمیت اس حدیث سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

فضول سوالات کرنے کی ممانعت

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: دعونی ما ترکتکم انما اهلک من کان قبلکم کثرة سوالهم، واختلافهم علی انبیائهم فاذا نهیتکم عن شیء فاجتنبوه واذا امرتکم بامر فاتوا منه ما استطعتم (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں تمہیں چھوڑوں (یعنی تم سے کچھ نہ کہوں) تم بھی اس وقت تک مجھے چھوڑے رہو (یعنی کسی بھی چیز یا کام کے متعلق مجھ سے سوال نہ کرو) اس لئے کہ تم سے پہلی امتوں کو صرف اسی چیز نے ہلاک کیا ہے کہ وہ اپنے نبیوں سے طرح طرح کے سوالات کثرت سے کیا کرتے تھے (اور ان پر عمل نہیں کرتے تھے) لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز (یا کام) سے منع کروں تو تم اس سے دور رہو (اس کے پاس بھی نہ جاؤ) اور جب میں کسی چیز (یا کام) کا حکم دوں تو جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو۔

تشریح: اس حدیث کے دو جزو ہیں ایک کثرت سوال سے ممانعت دوسرے منہیات یعنی ممنوعات ومحرمات سے کلی طور پر احتراز کرنا یعنی دور رہنا اور پاس بھی نہ جانا اور مامورات یعنی جن کاموں کے کرنے کا حکم دوں (مثلاً عبادات) جہاں تک تم سے ہو سکے اس پر عمل کرو اس لئے تشریح بھی ہر جزو کی الگ الگ مناسب اور مفید ہے۔

پہلا جزو: نبی دنیا میں بھیجا ہی اس لئے جاتا ہے کہ اپنی امت کو خداوندی احکام بتلائے اور ان پر عمل کرائے وہ دن رات اپنے منصب رسالت وتبلیغ احکام الٰہیہ کی ذمہ داری سے سبکدوش ہونے میں مصروف رہتا ہے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب تک میں تم کو کسی کام کا حکم نہ دوں تم خاموش رہو اور یقین رکھو کہ اگر کوئی حکم خداوندی ہوتا تو میں ضرور اس سے آگاہ کرتا اور اس پر عمل کراتا تم محض اپنی ذہنی خارش اور عقلی چون وچرا کی بنا پر طرح طرح کے امکانی امور واحتمالات سے متعلق سوالات کہ اگر ایسا ہو تو کیا حکم ہے مت کیا کرو اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔

''مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس کے احمقانہ سوال اور کھود کرید کرنے کی وجہ سے کوئی چیز حرام ہوگئی اگر وہ شخص کھود کرید نہ کرتا اور نہ پوچھتا تو حرام نہ ہوتی''

اس حدیث کا مقصد صرف احمقانہ سوالات اور کھود کرید کرنے والوں کا منہ بند کرنا ہے ورنہ شریعت میں جہاں تک ہمارا علم ہے کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو کسی شخص کے دریافت کرنے کی وجہ سے حرام ہوئی ہو اگر وہ دریافت نہ کرتا تو حرام نہ ہوتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو بھی حرام یا حلال کیا ہے صرف اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذات خود حرام یا حلال کیا ہے جس کے آپ مامور تھے۔

اس کے برعکس آپ نے ایسے سوالات کا جواب دینے سے گریز کیا ہے اور بار بار کے اصرار پر تنبیہ کی ہے اور جواب نہ دینے کی وجہ بھی بیان کی ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا (تقریر کی) اور فرمایا۔

اے لوگو! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمہارے اوپر حج فرض کیا ہے لہٰذا تم حج کیا کرو تو ایک شخص نے دریافت کیا ہر سال

؟ (حج کیا کریں) آپ خاموش رہے (اور کوئی جواب نہیں دیا) یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ یہی سوال کیا تو تیسری مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں (تمہارے سوال کے جواب) میں ہاں کہہ دیتا تو (ہر سال) حج فرض ہو جاتا اور یقیناً تم (دور دراز ملکوں سے ہر سال سفر کر کے مکہ نہیں آ سکتے تم (ہر سال) حج نہیں کر سکتے اور حکم خداوندی پر عمل کرنے کی پاداش میں پہلی امتوں کی طرح ہلاک ہوتے"

اس کے بعد آپ نے وہی پہلی امتوں کا حشر بیان کیا جو اس باب کی پہلی حدیث میں مذکور ہے۔ اس شخص کا سوال تو پھر بھی کسی درجہ میں دریافت طلب ہے اس لئے کہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جیسے پنجوقتہ نماز میں ہر روز ادا کرنا فرض ہیں رمضان کے روزے رکھنا ہر سال فرض ہے شاید ایسے ہی ہر سال حج ادا کرنا بھی فرض ہو آپ نے سکوت کی وجہ بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ نے عمر میں ایک مرتبہ حج فرض کیا ہے ہر سال نہیں اس سے زیادہ لایعنی اور بیکار سوالات کی مثالیں جن پر آپ کو غصہ بھی آیا ہے آنے والی حدیث میں مذکور ہیں:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ "ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی بھی چیز کے متعلق سوال کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اس لئے ہمیں اچھا معلوم ہوتا تھا کہ دیہاتیوں میں سے کوئی عقلمند آدمی بطور وفد اپنے قبیلہ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے سوالات کرے اور ہم سنیں چنانچہ اس کے بعد ضمام بن ثعلبہ کا قصہ بیان کیا ہے۔ مسلم ج اول۔

یہاں تک کہ ایک مرتبہ حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک غیر معروف اور ناقابل شناخت انسان کی شکل میں صحابہ کی موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ سے ایمان اسلام احسان وغیرہ سے متعلق صحابہ کے سامنے نہایت اہم اور دقیق سوالات کئے اور آپ نے ان کے نہایت واضح محکم اور تسلی بخش جوابات دیئے اور ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ جبرئیل علیہ السلام تھے تم تو سوال کرتے نہیں یہ تم کو دین (کے متعلق سوال کرنے کا طریقہ سکھلانے کے لئے آئے تھے (کہ دین کے متعلق اس طرح سوال کیا کرتے ہیں)

حدیث کے دوسرے جزو کی تشریح

حدیث کا دوسرا جزو نہایت اہم ہے ہر مسلمان کو ہر حالت میں اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں تو جس چیز (یا کام) سے میں تم کو منع کروں اس کو تو بالکل چھوڑ دو (پاس بھی نہ جاؤ) اور جس چیز (یا کام) کا میں حکم دوں اس پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو اس سے معلوم ہوا کہ منہیات (یعنی ممنوعات و محرمات) میں ہو سکنے یا نہ ہو سکنے کا کوئی سوال نہیں ان کو تو کلی طور پر ترک کر دو اور مامورات (وہ کام جن کے کرنے کا آپ نے حکم دیا مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ حج وغیرہ عبادات) ان پر جس قدر تم سے ہو سکے عمل کیا کرو۔

مامورات اور منہیات میں فرق کی وجہ

اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ اگر ممنوع اور حرام چیزوں یا کاموں کو بالکل ترک نہ کیا تو جو بھی مامور عبادات ادا کی جائیں گی اور مامورات پر جتنا بھی عمل کیا جائے گا سب بیکار جائے گا مثلاً ایک شخص ہے جو نہ صرف پنجگانہ فرض نمازیں بلکہ سنتیں اور نوافل بھی تہجد واشراق کی نمازیں بھی پڑھتا ہے مگر اسی کے ساتھ سود لیتا بھی ہے اور دیتا بھی ہے تمام کاروبار سودی کرتا ہے یا یتیموں کا مال بے دریغ کھاتا ہے یا شراب پیتا بھی ہے پلاتا بھی ہے یا رشوت لیتا ہے غرض حرام وحلال کی پرواہ کئے بغیر روپیہ کماتا ہے یا اسمگلنگ کرتا ہے چور بازاری کرتا ہے یا جوا کھیلتا ہے یا ریس (گھوڑ دوڑ)

میں حصہ لیتا ہے اس کی نمازیں' روزے' صدقہ خیرات' حج وغیرہ غرض کوئی بھی بڑی سے بڑی عبادت وطاعت اس کو حرام خوری کے عذاب سے نہ بچا سکے گی جب تک ان حرام کاموں کو کلی طور پر ترک نہ کرے اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عہد نہ کرے' جس کو شریعت میں توبہ کہتے ہیں یہ تمام محرمات وہ نجاستیں ہیں جن کے باقی رہتے نماز پڑھنا ایسا ہی بیکار ہے جیسے ناپاک کپڑے پہنے یا بغیر وضو یا غسل کے ناپاکی کی حالت میں نماز پڑھے ایسی نماز نماز نہیں بلکہ نماز کا مذاق اڑانے کے مترادف ہے بالکل یہی صورت محرمات کو کلی طور پر ترک کئے بغیر عبادت کرنے کی ہے جو حرام خوری یا حرام نوشی یا حرام پوشی کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: پھر آپ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جو (جہاد یا حج وعمرہ کے لئے) دور دراز سفر کرتا ہے سر کے بال پراگندہ ہیں جسم غبار آلود ہے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگتا ہے اے پروردگار! اے پروردگار! حالانکہ جو کھایا ہے وہ حرام ہے جو پیا ہے وہ حرام ہے جو پہنے ہوئے ہے وہ حرام ہے جو غذا ملی ہے وہ حرام ہے تو اس کی دعائیں کہاں قبول ہو سکتی ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب تک حرام خوری اور حرام پوشی اور گناہوں اور معصیتوں کو کلی طور پر ترک کرکے اور ان تمام غلاظتوں اور ناپاکیوں سے خود کو پاک وصاف کرکے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت وطاعت نہ کی جائے گی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز قابل قبول نہ ہوگی اور جہنم کی آگ سے نہیں بچا سکے گی تھوڑی ہو یا بہت صرف فرائض ہوں یا نوافل ومستحبات سمیت' اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جن کاموں کے کرنے کا میں تمہیں حکم دوں ان پر جتنا تم سے ہو سکے عمل کرو یعنی تم حرام کاموں یا چیزوں سے اور گناہوں اور نافرمانیوں سے کلی طور پر دور رہ کر جتنا بھی مامورات (عبادات وطاعات) پر عمل کروگے قابل قبول اور مفید ہوگا تھوڑا ہو یا بہت۔ تقویٰ کے باب میں بیان کیا جا چکا ہے کہ تخلی عن الرذائل کے بغیر تحلّی بالفضائل ممکن نہیں یعنی رذیلتوں سے پاک وصاف ہوئے بغیر فضیلتوں سے آراستہ ہونا ممکن نہیں یہی تقویٰ کے معنی ہیں اسی کتاب میں باب تقویٰ کو دوبارہ پڑھ لیجئے تاکہ ہر وقت پیش نظر رہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! بہ طفیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جو آپ کے نبی ہیں بہ طفیل ابراہیم علیہ السلام کے جو آپ کے خلیل ہیں اور بہ طفیل موسیٰ علیہ السلام کے جو آپ کے کلیم ہیں۔ بہ طفیل عیسیٰ علیہ السلام کے جو روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ بہ طفیل کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام اور انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام زبور حضرت داؤد علیہ السلام اور فرقان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور بہ طفیل ہر اس وحی کے جسے آپ نے بھیجا ہو یا ہر حکم کے جسے آپ نے جاری فرمایا ہو۔ اور بہ طفیل ہر سائل کے جس کو آپ نے دیا ہو' بہ طفیل ہر محتاج کے جس کو آپ نے غنی کیا ہو۔ بہ طفیل ہر غنی کے جسے آپ نے محتاج کیا ہو اور ہر گمراہ کے طفیل جسے آپ نے ہدایت دی ہو اور میں آپ سے بہ طفیل آپ کے اس نام کے' جس کو آپ نے زمین پر رکھا تو وہ ٹھہر گئی آسمانوں پر رکھا تو وہ قرار پکڑ گئے۔ پہاڑوں پر رکھا تو وہ جم گئے اور میں آپ سے بہ طفیل اس نام کے کہ وہ پاک ہے اور ستھرا ہے اور آپ کی کتاب میں آپ کی طرف سے نازل ہوا ہے بہ طفیل آپ کے اس نام کے جسے آپ نے دن پر رکھا تو وہ روشن ہو گیا۔ رات پر رکھا تو وہ اندھیری ہو گئی بہ طفیل آپ کی عظمت آپ کی بڑائی' اور آپ کے نور ذات کے درخواست کرتا ہوں آپ مجھے قرآن عظیم نصیب فرمائیں اور اسے میرے گوشت' خون' میری قوت سماعت وبصارت میں پیوست فرما دیجئے اور میرے جسم کو اس پر اپنی قدرت وقوت سے عامل بنا دیجئے پس بے شک (گناہ سے) بچاؤ اور (نیکی) کی کوئی قوت نہیں مگر آپ ہی کے ذریعے سے (یہ ہوسکتا ہے)

سنت کی پیروی اور بدعتوں سے بچنے کی تاکید

عن ابی نجیح العرباض بن سارية رضى الله عنه قال: وعظنا رسول الله صلى الله عليه وسلم موعظة بليغة وجلت منها القلوب وذرفت منها العيون فقلنا: يارسول الله كانها موعظة مودع فاوصنا قال: اوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وان تامر عليكم عبد

ترجمہ: حضرت ابونجیح عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں وعظ فرمایا جس سے ہمارے دل لرز گئے اور آنکھیں اشک ریز ہوگئیں تو ہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول یہ (وعظ) تو گویا ایک (دنیا سے) رخصت ہونے والے کا سا وعظ ہے لہٰذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں اور مسلمانوں کے امیر (حکمران) کی بات سننے اور اس کی اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ کوئی حبشی غلام ہی تم پر مسلط ہوجائے (تب بھی تم اس کی اطاعت کرنا) اور بلاشبہ تم میں سے جو شخص (میرے بعد) زندہ رہے گا وہ (امت میں) بکثرت اختلاف دیکھے گا تو تم میری سنت (کی پیروی) کو اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین (کی سنت کی پیروی) کو اپنے اوپر لازم کرلینا اور اس سنت کو دانتوں سے پکڑے رہنا اور تم (دین میں) نئے نئے امور (بدعتوں) سے بے حد بچنا (اور دور رہنا) اس لئے کہ ہر بدعت (دین میں نئی چیز) گمراہی ہے۔

تشریح: اس حدیث کے بھی کئی جزو ہیں ا۔اول یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مسلمانوں کو تقویٰ اللہ کی وصیت فرماتے ہیں تقویٰ کی حقیقت گذشتہ حدیث کے ذیل میں آپ پڑھ چکے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ہر قسم کی عبادات کی قبولیت کو صرف متقین کے اندر منحصر فرماتے ہیں گویا تقویٰ کے بغیر کوئی عبادت مقبول نہیں ارشاد ہے۔

انما يتقبل الله من المتقين (المائدہ:۲۷)

اس کے سوا نہیں کہ اللہ پاک تو صرف متقین کی (عبادتیں) قبول فرماتے ہیں۔

۲۔دوسری وصیت: امیر المسلمین کی اطاعت سے متعلق ہے کہ اگرچہ کوئی امیر شریعت کے اصول کے خلاف محض اپنی قبائلی یا افرادی طاقت یا فوجی طاقت کے زور سے تم پر مسلط ہوجائے تب بھی تم اس کی اطاعت کرو بشرطیکہ وہ مسلمانوں کو خلاف شرع کاموں پر مجبور نہ کرے اس لئے کہ ایسے متغلب (زبردستی امیر) کے خلاف محاذ آرائی خانہ جنگی کے مترادف ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی کا موجب ہے ہاں اگر وہ شریعت کے قطعی امور کے خلاف کام کرنے پر مسلمانوں کو مجبور کرے تو اس کے خلاف مسلمانوں کو متحد و متفق ہوکر بغاوت کرنا جائز ہے۔

بہرحال امیر المسلمین جیسا بھی ہو اس کی اطاعت نہ کرنا حکم نہ ماننا اپنی اور قوم کی تباہی کو دعوت دینے کے مترادف ہے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق امیر المسلمین کی ''سول نافرمانی'' ناجائز ہے۔

۳۔تیسری وصیت میں اول آپ امت کے داخلی اختلافات کی پیشگوئی فرماتے ہیں جس سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ہی امت مسلمہ کو سابقہ پڑا ہے اور آدھی صدی بھی نہ گزری تھی کہ عالم اسلام انہی

اختلافات اور باہمی خانہ جنگیوں میں تباہ ہونا شروع ہوگیا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت علی کے خلاف محاذ آرائی اور جنگ جمل جنگ صفین جیسی ہولناک لڑائیاں ہوئیں جن کے نتیجہ میں دوطرفہ ہزاروں صحابہ شہید ہوئے۔

ایسے پرآشوب اور پرفتن زمانہ میں اللہ کے رسول امت کو اپنی سنت کی پیروی اور اپنے خلفائے راشدین کی سنت کی پیروی پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی وصیت فرماتے ہیں کہ ایسے افراتفری کے زمانہ میں بھی قطعی طور پر دنیا اور آخرت کی فلاح کا واحد راستہ یہی ہے اس لئے کہ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول اللہ واجب العمل ہے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سنت خلفائے راشدین بھی باجماع اہل سنت والجماعت واجب العمل ہے۔

اور چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد ہمارے اس خدانا آشنا اور خدافراموش زمانہ میں بھی ہمارا فرض ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور دنیا وآخرت کی فلاح کے معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ساتھ ہی خلفائے راشدین اور صحابہ کرام کی سنت کو بھی دانتوں سے پکڑے رہیں اس لئے کہ انہی حضرات کے سامنے قرآن نازل ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انہی حضرات کو قرآن کے معانی' حقائق ودقائق اور احکام بتلائے اور سمجھائے جو حدیث کی کتابوں میں بحمداللہ محفوظ وموجود ہیں اور ہم نظام شریعت کے لئے ادھر ادھر بھٹک رہے ہیں اور ہماری اس حالت پر تعجب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم ایت اللہ وفیکم رسولہ (النساء:۱۰۱)

اور تم کیسے کافر ہوئے جارہے ہو درآں حالیکہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں تمہارے سامنے پڑھی جارہی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے (اس کا ہر قول وفعل کتب حدیث میں موجود ہے) اللہ تعالیٰ ہماری حالت پر رحم فرمائیں آمین ثم آمین۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! آپ ہمیں اپنی خفیہ گرفت کی طرف سے بےفکر نہ کردیں اور نہ ہمیں اپنی یاد سے غافل ہونے دیں اور نہ ہماری پردہ دری کریں اور نہ ہمیں غافلوں میں سے کیجئے۔

اے اللہ! میں آپ سے عافیت عاجلہ، بلائے دفعیہ اور دنیا میں آپ کی طرف منتقل ہونے کی درخواست کرتا ہوں۔

اے وہ (ذات) کہ سب کے عوض کافی ہے اور اس کے عوض کوئی بھی کافی نہیں اے بیکسوں کے والی، اے بےسہاروں کا سہارا۔ (سب سے) امیدیں ختم ہوچکی ہیں مگر آپ سے (باقی ہیں) مجھے اس حال سے جس میں کہ میں ہوں نجات دیجئے اور جو بلا کہ نازل ہوچکی ہے اس کے مقابلہ میں میری مدد فرمائیے اپنی ذات پاک اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حق کے طفیل میں جو آپ پر ہے۔ آمین۔ اے اللہ! میری نگہبانی اس آنکھ سے کیجئے جو کبھی سوتی نہیں۔ اور مجھے اپنی اس قوت کی آڑ میں لے لیجئے جس کے پاس کوئی بھٹک نہیں سکتا۔ مجھ پر اپنی اس قدرت سے رحم فرمائیے جو آپ کو مجھ پر حاصل ہے تاکہ میں ہلاک نہ ہوجاؤں اور آپ ہی میری امیدگاہ ہیں آپ نے کتنی ہی نعمتیں مجھے دیں اور میرا شکران کے لئے کم ہی رہا۔ اور کتنی مصیبتیں ہیں جن میں آپ نے مجھے مبتلا کیا اور میرا صبران پر کم ہی رہا۔ پس اے وہ کہ اس کی نعمت کے وقت میرا شکر کم رہا پھر بھی مجھے محروم نہ کیا اور اے وہ کہ اس کے ابتلا کے وقت میرا صبر کم رہا پھر بھی اس نے میرا ساتھ نہ چھوڑا اور اے وہ کہ مجھے گناہوں پر دیکھا پھر بھی مجھے رسوا نہ کیا۔

سنت سے انکار جنت سے انکار کے مترادف ہے

عن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل امتى يدخلون الجنة الا من ابى قيل: ومن يابى يارسول الله؟ قال: من اطاعنى دخل الجنة، ومن عصانى فقد ابى (بخارى)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جو (جنت میں داخل ہونے سے ہی) انکار کرے صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! جنت میں داخل ہونے سے بھی کوئی شخص انکار کرے گا؟ آپ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی (حکم مانا) جنت میں داخل ہوگیا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے جنت میں داخل ہونے سے انکار کردیا۔

تشریح: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

ومآ ارسلنا من رسول الا ليطاع باذن الله (النساء:۶۴)

ہم نے ہر رسول کو اسی لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے (حکم سے) اس کی اطاعت کی جائے۔

گویا جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کرتا ہے وہ مقصد خداوندی کو چیلنج کرتا ہے کہ دیکھ میں تیرے رسول کی اطاعت سے انکار کرتا ہوں قہر خداوندی ایسے فرعون بے سامان کو کب چھوڑ سکتا ہے اگر کسی مصلحت کے تحت اس دنیا میں اس کی گردن نہ توڑے تو آخرت میں تو اسے ایسا عذاب دے گا کہ **لايعذب عذابه احد** (اس کے عذاب جیسا عذاب کوئی (کسی کو) نہ دے گا۔

واضح رہے کہ عربی زبان میں ابا ذلت کو قبول کرنے سے انکار کو کہتے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والا آپ کی فرمانبرداری کو اپنی توہین سمجھتا ہے اس لئے انکار کرتا ہے اسی طرح جنت میں داخل ہونے کو بھی اپنی شان کے خلاف سمجھتا ہے اسی لئے اس سے بھی انکار کرتا ہے ایسے مغرور وسرکش کی سزا یہی ہے کہ ان پر آگ کے کوڑے برسائے جائیں **فصب عليهم ربک سوط عذاب** (سورۃ الفجر آیت ۱۳) (پس تیرے رب نے ان پر عذاب کے کوڑے برسائے) اسی لئے قرآن کریم کی آیات میں سے نویں آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف کرنے والوں کو فتنہ یا عذاب الیم سے خبردار کیا گیا ہے۔

دُعا کیجئے

اے ایسے احسان کرنیوالے جس کا احسان کبھی ختم نہ ہو اور اے ایسے نعمتوں والے کہ جس کی نعمتیں کبھی شمار نہ ہوسکیں میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پر رحمت کاملہ نازل فرمایئے میں آپ ہی کے زور پر دشمنوں اور زورآوروں کے مقابلہ میں بھڑ جاتا ہوں۔

سنت پر ازراہ تکبر ونخوت عمل نہ کرنے والے کی سزا

عن ابی مسلم وقیل: ابی ایاس سلمة بن عمر بن الاکوع رضی الله عنه ان رجلا اکل عند رسول اللهصلی الله علیه وسلم بشماله فقال: کل بیمینک قال: لا استطیع قال: لا استطعت ما منعه الا اکبر فما رفعها

ترجمہ: حضرت ابومسلم خولانی رضی اللہ عنہ سے یا بقول بعض حضرت ابوایاس سلمہ بن عمرو بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے دسترخوان پر) بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا "دائیں ہاتھ سے کھاؤ" اس نے کہا میں (دائیں ہاتھ سے) نہیں کھا سکتا آپ نے فرمایا (خدا کرے) تو نہ کھا سکے (یہ بددعا آپ نے اس لئے دی) کہ صرف اس کے غرور اور تکبر نے اس کو (آپ کی سنت پر عمل کرنے اور آپ کی بات ماننے سے) منع کیا تھا اور نہ وہ اس وقت دائیں ہاتھ سے کھا سکتا تھا) چنانچہ (آپ کی بددعا کے بعد) اس کو مرتے دم تک) دائیں ہاتھ کو اٹھانا نصیب نہ ہوا (دایاں ہاتھ شل ہو کر رہ گیا)

تشریح: رسول اللہ کی سنت پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ کر انکار کرنے کا مصداق آپ کے زمانہ میں یہ شخص تھا چنانچہ اس پر ایسی مار پڑی کہ ہاتھ شل ہو کر رہ گیا اور مرتے دم تک نہ اٹھا سکا۔

ہمارا زمانہ:

ہمارے اس خداشناس زمانہ میں تو ایسے سر پھرے سرکش لوگ بے شمار ہیں خاص کر جدید تہذیب (یورپین تہذیب) کے پرستار اگر ان سے کہا جائے "کھانا بیٹھ کر کھانا سنت ہے سنت کا خلاف نہ کرو بیٹھ کر کھاؤ بسم اللہ کہہ کر کھاؤ پلیٹ کو صاف کرو" یا بھرا ہوا ٹھنڈے پانی کا گلاس پھینک دیں گے صرف اس لئے کہ اس میں سے ایک دو گھونٹ کسی مسلمان نے یا ان کے والد بزرگوار نے پی لئے پیالی میں دو گھونٹ چائے یا لیمن وغیرہ کی بوتل میں دو چار گھونٹ ضرور چھوڑ دیں گے لاکھ ان کو سمجھایئے کہ "خلاف سنت ہے ایسا مت کرو" انتہائی متکبرانہ انداز میں اونھ کہہ کر منہ پھیر لیں گے گردن موڑ لیں گے بڑبڑائیں گے "یہ سب پرانے خیالات اور دقیانوسی تہذیب ہے آج کل اسلامی تہذیب یہ ہے جو ہمیں یورپین قوموں کی خوشہ چینی (بوٹ چاٹنے) سے ملی ہے" انگریز کے بچے بنے ہوئے ہیں پوری نئی تعلیم یافتہ اور تہذیب آموختہ نسل انگریز کی نقالی میں سنن وآداب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنے کو اپنی شان کے خلاف اور اپنی توہین سمجھ رہی ہے یہ سب اس حدیث کا مصداق ہیں خدا ان پر رحم کرے کسی آفت یا دردناک عذاب میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

حضرت ابوعبداللہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنا آپ فرما رہے تھے تم اپنی (نماز کی) صفوں کو ضرور سیدھا (برابر) کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان (ایسی ہی) مخالفت ڈال دیں گے (جیسی تمہاری صفوں میں ہے) بخاری ومسلم

اور مسلم کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نماز شروع کرنے سے پہلے) ہماری صفوں کو اس طرح برابر کیا کرتے تھے کہ گویا آپ ان صفوں سے تیر کی لکڑیاں سیدھی کر رہے ہیں یہاں تک کہ جب آپ نے محسوس کیا کہ ہم (صفوں کو سیدھا کرنا) سمجھ گئے ہیں (تو یہ اہتمام ترک کر دیا) پھر ایک دن (نماز پڑھانے کے لئے) باہر تشریف لائے اور (مصلے پر) کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ آپ اللہ اکبر کہیں تو دیکھا کہ ایک شخص کا سینہ آگے کو نکلا ہوا ہے اس لئے کہ وہ صف میں برابر نہیں کھڑا تھا تو آپ نے (بطور تنبیہ) فرمایا اے اللہ کے بندو! یا تم اپنی صفوں کو برابر کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہروں (یعنی دلوں) کے درمیان مخالفت ڈال دیں گے۔

نماز میں صفوں کو سیدھا رکھنا سنت ہے اور پروردگار کے حضور میں خشوع وخضوع کے ساتھ صف بستہ کھڑے ہونا آداب صلوٰۃ میں سے ہے اگرچہ بظاہر یہ صرف ایک ظاہری اور جسمانی عمل ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تمہارے اس ظاہری عمل کا باطنی اثر یہ ہے کہ نماز کا یہ اتحاد واتفاق مسلمانوں کی تمام تر اسلامی اور اجتماعی زندگی پر اثر انداز بلکہ سنگ بنیاد ہے جو لوگ رب العالمین کے حضور میں باہمی اختلاف کا مظاہرہ کرنے سے باز نہیں آسکتے تو یاد رکھو تمہاری قومی اور اجتماعی زندگی باہمی اختلافات اور باہمی مخالفتوں سے محفوظ نہیں رہ سکتی جب تم خدا کے گھر میں خدا کے سامنے باہمی اجتماع کے وقت باہمی اختلافات اور باہمی مخالفت کا مظاہرہ کر رہے ہو تو کیسے ممکن ہے کہ تم مسجد سے باہر اس سے باز آسکو اس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے دلوں میں خدا کا خوف مطلق نہیں پھر تمہارے دلوں میں اسلامی اخوت ومحبت اور اتحاد واتفاق کیسے اور کون پیدا کرسکتا ہے بہر حال اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے۔

ہماری نمازیں

ہم تو مسجد کو خدا کا گھر اور نماز میں کھڑے ہونے کو احکم الحاکمین کے حضور میں پیش ہونا سمجھتے ہی نہیں بچپن سے جو عادت پڑی ہوئی ہے اس کے تحت ایک رسمی چیز سمجھ کر حسب عادت مسجد میں چلے جاتے ہیں اور امام کے پیچھے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں نہ ہمیں یہ خبر ہوتی ہے کہ امام کیا پڑھ رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں بے روح اور بے جان رکوع سجدے کرتے رہتے ہیں صحیح معنی میں کہئے ٹکریں مارتے رہتے ہیں سلام پھیرنے کے بعد دنیا بھر کے افکار وخیالات جیسے لے کر گئے تھے ویسے ہی لئے ہوئے مسجد سے باہر آجاتے ہیں اور سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نماز پڑھ آئے ایسی بے جان اور بے روح نمازیں ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں پیدا کرسکتیں۔

ہماری یہ حالت صرف نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات اور نمازوں کے آداب وسنن سے ناواقف اور بے بہرہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! دنیا کو میرے دین پر مددگار بنادیجئے اور تقویٰ کو میری آخرت پر مددگار بنادیجئے میری ان چیزوں کا جو میری آنکھوں سے دور ہیں آپ ہی محافظ رہئے اور ان چیزوں میں جو میرے پیش نظر ہیں تو مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔
اے وہ کہ نہ اسے گناہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ اسکے ہاں مغفرت کی کوئی کمی ہے۔ مجھے وہ چیز عنایت فرمایئے جو آپ کے ہاں کمی نہیں کرتی۔ مجھے وہ چیز معاف کردیجئے جو آپ کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ بے شک آپ ہی بڑے دینے والے ہیں۔ میں آپ سے فوری کشائش، صبر جمیل، رزق وسیع اور جملہ بلاؤں سے امن کی درخواست کرتا ہوں اور میں آپ سے عافیت کی ہمیشگی اور اس عافیت پر توفیق شکر کا سوال کرتا ہوں اور میں آپ سے مخلوق کی طرف سے بے احتیاجی مانگتا ہوں آپ بزرگ وبرتر کے علاوہ نہ کوئی (گناہوں سے) بچاؤ ہے اور نہ کوئی (اطاعت کی) قوت ہے۔

سونے کے وقت آگ بجھا دیا کرو

عن ابی موسی رضی الله عنه قال: احترق بیت بالمدینة علی اهله من اللیل فلما حدث رسول الله صلی الله علیه وسلمبشانهم قال: ان هذه النار عدو لکم فاذا نمتم فاطفؤها عنکم(متفق علیه)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) مدینہ میں ایک گھر میں آگ لگی گھر والوں سمیت سب کچھ جل گیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان لوگوں کا حال بیان کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ آگ تمہاری دشمن ہے لہٰذا جب تم سویا کرو تو اس کو بجھا دیا کرو۔

تشریح: یہ حدیث ان آداب وتعلیمات نبوی میں سے ہے جن کی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہ شفقت اپنی امت کو تعلیم دی ہے گویا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صرف احکام الٰہی (مامورات ومنہیات) ہی کی تعلیم نہیں دیتے اور جہنم کی آگ سے ہی نہیں بچاتے ہیں بلکہ دنیاوی فلاح وبہبود کی تعلیم بھی دیتے ہیں تمام دنیا اس پر متفق ہے کہ آگ انسان کی ایسی دشمن ہے کہ چشم زدن میں انسانوں کے جان ومال اور املاک کو پھونک کر رکھ دیتی ہے اس کی ایذارسانی اور مضرت ونقصان رسانی سے بچنے کا واحد راستہ یہ ہے کہ اسے جلد از جلد بجھا دیا جائے اسی لئے دنیا کے تمام چھوٹے بڑے ملکوں کی حکومتوں نے بڑے بڑے کوہ شکن فائر برگیڈر (آگ بجھانے والے انجن) اور عملہ کے ہروقت تیار رہنے کا اہتمام کیا ہوا ہے اطلاع ملتے ہی چند منٹ میں پہنچ کر گھنٹوں یا دنوں میں آگ کو بجھا دیتے ہیں مگر آگ لگنے سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ان حکیمانہ آداب وتعلیمات نبوت پر عمل کیا جائے اور ضرورت پوری ہونے کے بعد بجھا دی جائے تو نہ آگ لگے گی نہ جان ومال کا نقصان ہوگا۔

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے تین طبقے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہدایت اور علم دے کر اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے (اور میں نے اس کو لوگوں تک پہنچایا ہے) اس کی مثال ایسی ہے جیسے زمین پر خوب (موسلا دھار بارش ہوتی ہے تو زمین کے کچھ قطعے ایسے عمدہ اور حاصل خیز ہوتے ہیں کہ بارش کا سارا پانی جذب کر لیتے ہیں اور ان میں ہر طرح کی خشک وتر پیداوار (غلہ پھول اور پھل) اور گھاس چارہ خوب فراوانی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور کچھ ایسے شور نشیبی خطے ہوتے ہیں کہ بارش کے پانی کو اپنے اندر صرف روک لیتے ہیں (اور پانی بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں جمع ہو جاتا ہے) جس سے اللہ لوگوں کو نفع پہنچاتا ہے لوگ خود بھی پیتے ہیں مویشیوں کو بھی پلاتے ہیں اور کھیتیوں کو بھی سیراب کرتے ہیں اور کچھ قطعے ایسے سنگلاخ چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ بارش کے پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں اور نہ شور ہونے کی وجہ سے ان میں کچھ اگتا ہے۔

پس یہ (پہلی) مثال ہے ان لوگوں کی جو اللہ کے دین میں سمجھ پیدا کرتے ہیں اور جو ہدایت اور علم ان کو میرے ذریعہ پہنچا اس کو خود بھی حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ (آخری) مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے

(از راہ تکبر) نہ اس علم وہدایت کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ بھیجا اور نہ اس کو قبول کیا۔

تشریح: حدیث کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان وانعام ہے کہ اس نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو (حسب وعدہ ہدایت وعلم لے کر اپنے بندوں کے پاس بھیجا لیکن آپ کی ہدایت سے نفع اٹھانے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک وہ علماء عاملین جنہوں نے اس علم وہدایت پر خود بھی عمل کیا اور اپنے اعمال صالحہ کے ذریعہ اپنی زندگی کو بھی سرسبز وشاداب بنایا اور دوسروں کی زندگی کو بھی تعلیم وتربیت کے ذریعہ سرسبز وشاداب بنایا بالکل اسی طرح جیسے باران رحمت خداوندی ہے مگر اس بارش سے نفع اٹھانے والے زمین کے خطے اپنی صلاحیتوں کے اعتبار سے مختلف قسم کے ہوتے ہیں بعض خطوں کی زمین نہایت عمدہ اور حاصل خیز ہوتی ہے وہ اس بارش سے خوب پھولتے پھلتے اور سرسبز وشاداب ہوتے ہیں اور خلق خدا کو ان سے جسمانی غذا حاصل ہوتی ہے اور بعض خطوں کی زمین شور اور بنجر ہونے کی وجہ سے خود تو کچھ نہیں اگاتی مگر وہ خطے اس بارش کو ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ ندی نالوں اور بڑے بڑے تالابوں اور جھیلوں کی شکل میں بارش کے تمام پانی کو جمع کر لیتے ہیں اور لوگ اس پانی کو پیتے پلاتے اور کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں خلق خدا اس پانی سے حسب ضرورت منتفع ہوتی رہتی ہے (یہ وہ علماء اور واعظین ہیں جو خود تو عمل نہیں کرتے مگر دوسروں کو اپنے علم سے فائدہ پہنچاتے ہیں) اور کچھ خطے ایسے سنگلاخ اور چٹیل میدان ہوتے ہیں کہ نہ خود اس پانی سے نفع اٹھاتے ہیں نہ ہی پانی کو روکتے اور جمع کرتے ہیں تمام پانی ضائع جاتا ہے یہ وہ مغرور ومتکبر اور سرکش لوگ ہوتے ہیں جو بربنا عناد نہ خود اس علم ہدایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ پہنچاتے ہیں۔

بہرحال لوگوں کے تین طبقے ہیں ایک علماء عاملین اور دوسرے وہ حاملین علم جو اپنے علم سے خود تو فائدہ نہیں اٹھاتے مگر مسلمانوں کو اپنے علم سے فائدہ ضرور پہنچاتے ہیں تیسرے وہ منکرین ومتکبرین جو از راہ عناد نہ خود ایمان لاتے ہیں نہ دوسروں کو ایمان لانے دیتے ہیں۔

یہ علم وہدایت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر قرآن وحدیث کی صورت میں موجود ومحفوظ ہے علم اور عمل کے ذریعہ اس کی حفاظت مسلمانوں کا فرض ہے کہ خود بھی عمل کریں دوسروں سے بھی عمل کرائیں۔

دُعا کیجئے: اے اللہ! میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر بنا دیجئے اور میرے ظاہر کو اچھا بنا دیجئے۔
اے اللہ! میں آپ سے ان اچھی چیزوں کا سوال کرتا ہوں جو آپ لوگوں کو مال اور بیوی بچے میں سے عطا فرماتے ہیں اور اس بات کا سوال کرتا ہوں کہ میں نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والا ہوں۔
اے اللہ! ہمیں اپنے منتخب بندوں سے کر دیجئے جن کے چہرے اور اعضاء روشن ہونگے اور جو مقبول مہمان ہوں گے
اے اللہ! میں آپ سے ایسا نفس مانگتا ہوں جو آپ پر اطمینان رکھے، آپ کے ملنے کا یقین، آپ کی مشیت پر راضی اور آپ کے عطیہ پر قناعت کرنے والا ہو۔ اے اللہ! آپ ہی کے لئے حمد ہے ایسی حمد جو آپکی ہمیشگی کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ رہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے جو آپ کے دوام کے ساتھ وہ بھی دائم رہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جس کی آپ کی مشیت کے ادھر اس کی انتہا نہیں۔ اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے کہ اسکے قائل کا تمام تر مقصود آپ ہی کی خوشنودی ہے اور آپ ہی کے لئے ایسی حمد ہے جو ہر پلک جھپکانے اور ہر سانس لینے کے ساتھ ہو۔

امت کو جہنم میں سے بچانے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے آگ جلائی تو (روشنی کو دیکھ کر) جھینگر اور پروانے آگ میں گرنے لگے اور وہ شخص ان کو (آگ میں گرنے سے بچاتا اور ہٹاتا ہے) اسی طرح میں تمہاری کمر پکڑے ہوئے ہوں (اور تمہیں آگ میں گرنے سے بچا رہا ہوں) اور تم میرے ہاتھ سے نکلے جا رہے ہو اور آگ میں گرے پڑتے ہو) مسلم نے اس حدیث کو روایت کیا۔

تشریح: یہ آگ لذات وخواہشات کی مقناطیسی کشش رکھنے والی حرام کاریوں، نافرمانیوں اور کبیرہ گناہوں کی آگ ہے جس میں گرنے کے لئے نفس امارہ کے پرستار بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رات دن ممنوعہ چیزوں اور کاموں سے بلا استثنا دور رہنے کی تاکید فرما رہے ہیں کہ الامانھیکم عنه فاجتنبو اور ارشاد ہے: ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک (تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو تمہارے پہلو میں (بیٹھا ہوا ہے) لیکن اس مکار نفس کی دعوت پر لبیک کہنے والے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شدید ممانعت کے باوجود پروانوں کی طرح اس آگ میں گرنے کے لئے بے تاب ہیں قابو سے باہر ہوئے جا رہے ہیں مکار نفس نے لذتوں اور خواہشات نفسانی کا ایسا سبز باغ دکھایا ہے کہ ہادی رحمت کی تنبیہ حفت النار بالشھوات کے باوجود اس دشمن نفس کا بچھایا ہوا جال ایسا ہم رنگ زمین ہے کہ بے ساختہ اس میں گرفتار ہوئے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں دام ہمرنگ زمین بود گرفتار شدم، بجز ان پاکباز نیکوکار اہل ایمان کے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بہ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (کھانے کے وقت) انگلیوں کو چاٹنے اور پلیٹ صاف کرنے کا حکم دیا اور فرمایا تم نہیں جانتے کہ (کھانے کے) کون سے جزو میں برکت ہے (اگر تم نے انگلیوں کو نہ چاٹا اور پلیٹ کو صاف نہ کیا اور اس جزو میں برکت ہوئی تو تم برکت سے محروم ہو گئے حالانکہ پیٹ اللہ کی رکھی ہوئی برکت ہی سے بھرتا ہے۔ مسلم

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کھاتے وقت) جب تم میں سے کسی کا لقمہ (زمین پر) گر جائے تو اس کو چاہئے کہ اس کو اٹھا لے اور جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اس کو دور کر دے اور کھا لے اور اس کو شیطان کے لئے نہ چھوڑے اور ہاتھوں کو جب تک انگلیاں چاٹ نہ لے تولیہ سے نہ پونچھے اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کھانے کے کون سے جزو میں برکت ہے (اگر برکت اسی جزو میں ہوئی جو اس نے تولئے سے پونچھ دیا تو وہ برکت سے محروم ہو گیا)

اور مسلم ہی کی ایک روایت میں آیا ہے بلاشبہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ہوتا ہے ہر چیز کے وقت اور ہر حالت میں حتیٰ کہ کھانے کے وقت بھی موجود ہوتا ہے لہٰذا جب تم میں سے کسی کے ہاتھ سے لقمہ گر جائے تو جو ناگوار چیز اس پر لگی ہو اسے دور کر دینا چاہئے پھر لقمہ کو کھا لینا چاہئے شیطان کے لئے نہ چھوڑنا چاہئے۔

تشریح: یہ شیطان خود انسان کا نفس لوامہ (ملامت

کرنے والا نفس) یہ جو اللہ تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے رزق کی ہم سے توہین کرانا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ شان کے خلاف ہے کہ فقیروں کی طرح ہر گری پڑی چیز کو اٹھا کر کھاؤ یا پلیٹوں میں بچا ہوا کھانا کھاؤ انگلیوں میں لگا ہوا کھانا چاٹو لوگ کہیں گے کیسا ندیدہ ہے کہ ایک آدھ لقمہ بھی نہیں چھوڑا اور پلیٹ یا انگلیوں کو چاٹنا تو پرلے درجے کی بدتہذیبی ہے مہذب لوگ تمہارے ساتھ دستر خوان پر بیٹھنا بھی گوارا نہ کریں گے یہ سب مکار نفس لوامہ کا فریب ہے وہ ہمیں اس طرح بہکا کر اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کی توہین اور ناشکری کا مرتکب بنانا چاہتا ہے اس کے فریب میں کسی بھی مسلمان کو نہ آنا چاہئے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمودہ آداب و بلا جھجک عمل کرنا چاہئے اور کھانے میں شریک لوگوں کو بتلانا چاہئے کہ یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے مسلمانوں کا مقصد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر عمل کرنے کی سعادت حاصل کرنا ہونا چاہئے نہ ہی آج کل کے فرعون صفت نام نہاد مہذب لوگوں میں سرخروئی اسی باب کی چوتھی حدیث کی تشریح کے ذیل میں ہم آج کل کے مہذب لوگوں کی حالت پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں اس مقام پر تو صرف اس شیطان سے تعارف کرانا ہے جو ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ آداب وسنن سے باغی اور منحرف بنانے پر تلا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آداب وسنن نبی علیہ الصلوۃ والسلام پر عمل کرنے کی خصوصاً اس زمانہ میں توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے دل کو اپنے دین کی طرف متوجہ کر دیجئے اور اپنی رحمت کے ساتھ ادھر ادھر سے حفاظت رکھئے اے اللہ! مجھے ثابت قدم رکھئے کہیں میں پھسل نہ جاؤں اور مجھے ہدایت پر رکھئے کہ کہیں میں گمراہ نہ ہو جاؤں۔ اے اللہ جس طرح آپ مجھ میں اور میرے دل میں حائل ہیں تو شیطان اس کے عمل اور مجھ میں حائل رہئے۔

اے اللہ! ہمیں اپنا فضل نصیب کیجئے اور ہمیں اپنے رزق سے محروم نہ کیجئے اور جو رزق آپ نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت فرمائیے ہمارے دلوں کو غنی کر دیجئے اور جو کچھ آپ کے پاس ہے ہمیں اس کی طرف رغبت دے دیجئے۔

اے اللہ! آپ مجھے ان لوگوں میں سے کر دیجئے جنہوں نے آپ پر توکل کیا پس آپ ان کیلئے کافی ہو گئے انہوں نے آپ سے ہدایت طلب کی سو آپ نے انہیں ہدایت صیب فرمادی انہوں نے آپ سے مدد چاہی سو آپ نے انہیں مدد عطا فرمادی۔ اے اللہ میرے دل کے وسوسوں کو اپنی خشیت اور اپنی یاد بنا دیجئے اور میرے شوق وہمت کی چیز کو وہی کر دیجئے جسے آپ اچھا سمجھتے اور پسند کرتے ہیں۔

اے اللہ! آپ میرا امتحان نرمی یا سختی غرض جس چیز سے بھی کریں مجھے طریق حق وشریعت اسلام پر جمائے رکھئے۔

اے اللہ! میں آپ سے جملہ اشیاء میں نعمت کے پورے ہونے اور ان پر آپ کے شکر کی توفیق پانے کی درخواست کرتا ہوں یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں اور خوش ہونے کے بعد آپ میرے لئے تمام ایسی چیزوں میں جن میں انتخاب ہوتا ہے میرے لئے انتخاب فرما دیجئے۔ اور اے کریم انتخاب بھی سب ہی آسان کاموں کا نہ کہ دشوار کاموں کا فرمائیے۔

اے اللہ! صبح کے نکالنے والے، رات کو آرام کا وقت بنانے والے، سورج چاند کو وقت کا مقیاس بنانے والے مجھے اپنی راہ میں جہاد کی قوت عطا فرمائیے۔

بدعات پرعمل کا شرمناک نتیجہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قام فینا رسول الله صلی الله علیه وسلم بموعظة فقال: یاایها الناس انکم محشورون الی الله تعالیٰ حفاة عراة غرلا ﴿کما بدانا اول خلق نعیده وعدا علینا انا کنا فاعلین﴾ (متفق علیه)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان وعظ فرمانے کھڑے ہوئے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! تم سب (حشر کے میدان) میں جمع کئے جاؤ گے (اور) اللہ تعالیٰ کے حضور میں ننگے پاؤں تن برہنہ غیر مختون (پیش ہوگے) اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق: ''جیسے ہم نے پہلی مرتبہ مخلوق کو (عدم سے وجود میں لاکر) پیدا کیا ہے ایسے ہی ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہے ہمارے ذمہ بلاشبہ ہم ایسا ضرور کریں گے'' اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سن لو! سب سے پہلے قیامت کے دن جس کو لباس پہنایا جائے گا (اور خلعت اصطفاء وخلت سے سرفراز کیا جائے گا) وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے (آپ فرماتے ہیں اور) سن لو! میری امت میں سے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا تو ان کو پکڑ کر بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا یہ تو میری امت کے لوگ ہیں؟ (ان کو بائیں جانب کیوں لے جایا جا رہا ہے؟) تو کہا جائے گا ''بلاشبہ تم نہیں جانتے کہ انہوں نے تمہارے بعد (دین میں) کیسی کیسی نئی نئی (اعتقادی اور عملی) گمراہیاں پیدا کی ہیں تو میں وہی کہوں گا جو ایک صالح بندے (عیسیٰ السلام) نے کہا تھا۔

وکنت علیهم شهیداً مادمت فیهم فلماتوفیتنی کنت انت الرقیب علیهم وانت علی کل شیء شهید. ان تعذبهم فانهم عبادک وان تغفرلهم فانک انت العزیز الحکیم. (مائدہ ع ۱۶)

اور میں ان سے باخبر تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھایا تو تو ہی تھا ان کا نگران اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف کردے تو تو زبردست حکمتوں والا ہے۔ تو مجھے بتلایا جائے گا جب سے تم ان سے جدا ہوئے ہو یہ لوگ برابر (دین سے) الٹے پاؤں لوٹتے رہے ہیں (یعنی دین سے پھرتے رہے ہیں)

تشریح: اس حدیث میں چند چیزیں محتاج تشریح ہیں:

۱۔ قیامت کے دن تمام انسانوں کے پابرہنہ تن برہنہ اور بغیر ختنہ اٹھائے جانے کی وجہ خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمادی کہ دوسری پیدائش بالکل پہلی پیدائش کی طرح طبعی ہوگی انسانی صنعت کا اس میں مطلق دخل نہ ہوگا۔

۲۔ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنانے کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سب سے پہلے اصطفاء اجتباء اور خلت سے انہی کو سرفراز فرمایا ہے اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام انبیاء میں ایسے موحد اعظم ہوئے ہیں کہ انہوں نے نہ صرف صنم پرستی بلکہ ارواح

پرستی کو اکب پرستی غرض ہر غیر اللہ کی پرستش کی تردید فرما کر خدا کی وحدانیت کا جھنڈا بلند کیا ہے اسی لئے ان کا خصوصی لقب ابراہیم خلیل اللہ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے واتخذ الله ابراهيم خليلاً

۳- علماء محققین اس بات پر متفق ہیں کہ ہر سنت کے مقابلہ پر بدعت ہے اور احیائے سنت بدعت کی اماتت ہے۔

اسلامی آداب

زندگی کے ہر شعبہ اور ہر حالت مثلاً کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے جاگنے، ملنے ملانے اور لباس پہننے وغیرہ سے متعلق جو طور طریقے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے تعامل سے ثابت ہوں اور وہ کسی دوسری غیر مسلم قوم کا شعار (امتیازی نشان) نہ ہوں وہ سب اسلامی آداب ہیں تاہم مسلمانوں کو حتی الامکان انہی آداب کو اختیار کرنا چاہئے جو احادیث سے ثابت ہیں کسی دوسری غیر مسلم قوم کے شعار (امتیازی نشان) ہرگز اختیار نہ کرنا چاہئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من تشبه بقوم فهو منهم

جس نے کسی قوم کے ساتھ (کسی بھی چیز میں) مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہے۔

ہماری حالت

ہم اس زمانہ میں بدعات سے بدرجہا زیادہ غیر قوموں کی نقالی میں سرتاپا مبتلا ہیں لہٰذا جس طرح بدعات سے نجات پانے کے لئے احیا سنت کی بے حد ضرورت ہے اسی طرح غیر اسلامی طور طریقوں سے نجات پانے کے لئے اسلامی آداب کی ترویج واشاعت کی اس سے بھی زیادہ ضرورت ہے چنانچہ جس قدر ہماری معاشرت میں آداب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور مسنون طریقے رائج ہوتے جائیں گے اسی قدر غیر قوموں خصوصاً یورپین قوموں کے طور طریقے ختم ہوتے چلے جائیں گے ایک آداب طعام ہی کو لے لیجئے اگر ہم پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کردہ طریق پر فرش پر بیٹھ کر دستر خوان بچھا کر بسم اللہ کہہ کر کھانا کھانے کو رواج دیں تو میز کرسیوں پر بیٹھ کر جانوروں کی طرح کھڑے کھڑے ہاتھوں میں گداؤں کی طرح کاسۂ گدائی لئے بغیر پلیٹ ہاتھ میں لے کر ادھر ادھر ڈشوں میں سے کھانا لے کر کھانے کے مروجہ غیر اسلامی طور طریقے آہستہ آہستہ سب چھوٹ جائیں گے اسی پر بقیہ زندگی کے تمام شعبوں کو قیاس کر لیجئے اور للہ زیادہ سے زیادہ احیا سنت اور اسلامی آداب کی ترویج کی کوشش کیجئے تاکہ ہم خود اور ہماری آئندہ نسلیں مسلمان رہ سکیں ورنہ ہم خود بھی گنہگار ہوں گے اور آنے والی نسلوں کے گناہ بھی ہم پر ہوں گے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائیں۔

غرض اس حدیث کا حاصل صرف اس ہولناک انجام سے خبردار کرنا ہے جب قیامت کے دن ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنی طرف بلائیں گے مگر ہم اپنے خلاف سنت عقائد واعمال کی بنا پر جن کا حال فرشتوں کی زبان سے سن کر فرمائیں گے دور ہوں دور ہوں جہنم میں جائیں گے اور آپ کی شفاعت سے بھی محروم ہوں گے۔ العیاذ باللہ

دُعا کیجئے: اے اللہ! آپ کے ابتلاء اور مخلوق کے ساتھ آپ کے برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے اور آپکے ابتلا اور ہمارے گھر والوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپکے ابتلاء اور خاص ہماری جانوں کیساتھ برتاؤ میں آپ ہی کیلئے حمد ہے۔ اور آپ ہی کے لئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں ہدایت دی اور آپ ہی کیلئے حمد ہے اس پر کہ آپ نے ہمیں عزت دی اور آپ ہی کے لئے حمد ہے کہ آپ نے ہماری پردہ پوشی فرمائی اور آپ ہی کیلئے قرآن پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے اہل ومال پر حمد ہے، اور آپ ہی کے لئے درگزر پر حمد ہے اور آپ ہی کے لئے حمد ہے یہاں تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔ اور آپ ہی کیلئے حمد ہے جب تک کہ آپ خوش ہو جائیں۔

بلاضرورت اور بے مقصد کام کرنے کی ممانعت

عن ابی سعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال: نهی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن الخذف وقال: انہ لا یقتل الصید، ولا ینکا العدو (متفق علیہ)

ترجمہ: حضرت ابوسعید عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بے مقصد ادھر ادھر) کنکریں پھینکنے سے منع کیا اور فرمایا۔ یہ کنکریں نہ تو شکار کو مارتی ہیں نہ ہی دشمن کو زخمی کرتی ہیں (ہاں گزرنے والے کی) آنکھ بیشک پھوڑ دیتی ہیں (سامنے کوئی ہوتو اس کے) دانت کو بیشک توڑ دیتی ہیں۔

تشریح: اور ایک روایت میں ہے کہ ابن مغفل صحابیؓ کے ایک رشتہ دار نے (یوں ہی) کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے اس کو منع کیا اور کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنکر پھینکنے سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کنکر شکار کو نہیں مارتی (یہ سننے کے باوجود) اس نے پھر کنکر پھینکی تو ابن مغفلؓ نے کہا میں تم سے حدیث بیان کر چکا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہے اور تم پھر بھی کنکریں پھینکتے ہو (جاؤ) میں تم سے کبھی بات نہ کروں گا۔

اس ممانعت کا مقصد ان تمام بے مقصد حرکات اور کاموں سے منع کرنا ہے جو (نادانستہ طور پر) دوسرے شخص کو ضرر پہنچا سکتے ہیں ورنہ نشانہ درست کرنے کی غرض سے نشانہ بازی خواہ تیر کمان سے ہو خواہ غلہ اور غلیل سے خواہ اس زمانہ میں چھرہ دار بندوق سے نشانہ کی مشق کرنا اور مخصوص جگہ پر تیر یا غلہ یا چھرے مارنا بالکل جائز ہے بلکہ دشمنوں سے لڑنے کی غرض سے اس قسم کی مشقیں نہایت ضروری ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف احادیث میں اس کی ترغیب دی ہے **واعدوا لهم ماستطعتم من قوة** کا مصداق آپ نے تیراندازی ہی کو بتلایا ہے اور اس کی تعریف کی ہے۔

ہماری آج کی زندگی میں تو اس قسم کی احمقانہ حرکتوں کے نتیجہ میں بڑے بڑے جھگڑے سماجی نزاعات رونما ہو جاتے ہیں اور ان کے خمیازے بھگتنے پڑتے ہیں اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حکیمانہ ممانعت پر عمل کرنا علاوہ عمل بالسنہ کے اجر وثواب کے اس زندگی میں سلامتی اور عافیت کا ذریعہ بھی ہے خود بھی عمل کرنا چاہئے اور دوسروں سے بھی عمل کرانا چاہئے حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کی یہ غیرت ایمانی ہے کہ حدیث رسول اللہ سن لینے کے باوجود دیدہ ودانستہ اس کے خلاف کرنے والے رشتہ دار سے سلام وکلام ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائیں کہ دیدہ دانستہ سنت کا خلاف کرنے والوں سے تعلقات کی پرواہ کئے بغیر سلام وکلام اسی طرح ختم کر دیں اور جتلا دیں کہ ہم تم سے قطع تعلق اس وجہ سے کر رہے ہیں کہ تم دیدہ ودانستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف کرتے ہو

حجر اسود کے احترام کی وجہ

حضرت عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے میں خوب اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچاتا ہے نہ ضرر اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو کبھی نہیں بوسہ دیتا

تشریح: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس اعلان سے

ایک طرف ان دریدہ دہنوں کو دندان شکن جواب دینا چاہتے ہیں جو مسلمانوں کے حجر اسود کے استلام (چومنے) کو کھلی ہوئی صنم پرستی کا طعنہ دیتے ہیں دوسری طرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع بھی صرف اس لئے کرتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر فعل خواہ وہ انسانی عقل کے اعتبار سے معقول ہو یا نہ ہو ہمارے خیال میں مستحسن ہو یا نہ ہو ہم خدا کے حکم کے مطابق اس کی پیروی کریں گے در حقیقت ہم حجر اسود کو نہیں چومتے بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہیں انہوں نے بذریعہ وحی (خفی ہو یا جلی) ہم کو بتلایا ہے۔

الحجر الاسود یمین الله

حجر اسود اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ لبیک **اللهم لبیک** کہنے والے حاجی سے اللہ کے گھر پہنچنے پر اس کا تلبیہ (حاضری) قبول فرماتے ہیں اور ہاتھ ملاتے ہیں (مصافحہ کرتے ہیں) اور بندہ رب العالمین کی اس ذرہ نوازی اور عزت افزائی پر زار و قطار روتا ہے اور خوشی کے آنسو بہاتا ہے کون عقل کا دشمن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اتباع کو صنم پرستی کہتا ہو۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجر اسود کو چوم رہے تھے اور زار و قطار رو رہے تھے اور خوشی کے آنسو بہا رہے تھے حضرت عمر فاروقؓ آپ کے پیچھے کھڑے رو رہے تھے حضرت عمر کو روتے دیکھ کر فرمایا:

یاعمر ههنا تسکب الدموع

اے عمر یہی تو جگہ ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ اتباع رسول کا اعلان ایسا ہی ہے جیسے بیت اللہ کے طواف کے متعلق اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے۔

فلیعبدوا رب هذا لبیت (القریش:۳)

پس چاہئے کہ وہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں (نہ کہ) اس گھر کی' (یعنی اس گھر کے رب کی عبادت کریں طواف کریں نمازیں پڑھیں اس گھر کی نہیں)

اس لئے کہ بیت اللہ اس پتھروں کی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے بلکہ وہ محدود فضا جو عرش سے فرش تک ایک بقعہ نور کی شکل میں قائم ہے جن کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں اس فضا کا نام بیت اللہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے مسلمان دنیا کے ہر گوشہ میں نمازیں پڑھتے ہیں مشرق میں ہوں یا مغرب میں شمال میں ہوں یا جنوب میں مکہ مکرمہ کی سطح کی بنسبت نشیب میں ہوں یا فراز میں پہاڑوں کے اوپر آباد ہوں یا غاروں میں۔ ظاہر ہے کہ مکہ مکرمہ میں مسجد کے صحن میں بنی ہوئی پتھروں کی عمارت تو پہاڑوں کی بلندی کی بنسبت بہت زیادہ نشیب میں واقع ہے مگر نمازیں اسی فضا نور کی طرف رخ کر کے پڑھی جاتیں ہیں جدید سعودی تعمیر حرم کے اندر دوسری اور تیسری منزلوں پر بھی اور زمین دوز تہہ خانوں کے اندر بھی نماز اسی بقعہ نور کی طرف پڑھی جاتی ہے طواف اوپر کی منزلوں پر بھی اسی طرح ہوتے ہیں جیسے حرم کے ہموار فرش پر خانہ کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور نمازیں پڑھی جاتی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ اس پتھروں کی بنی ہوئی چار گوشہ عمارت کا نام نہیں ہے اور مسلمان نہ اس عمارت کا طواف کرتے ہیں نہ اس کی طرف نماز پڑھتے ہیں بلکہ بیت اللہ اور خانہ کعبہ اس فضا اور بقعہ نور کا نام ہے جس کی بلندی رب العالمین کے عرش سے فرش یعنی زمین کی نچلی سطح تک ہے اسی کا طواف کرتے ہیں اسی کی طرف نمازیں پڑھتے ہیں وہی

مسلمانوں کا قبلہ ہے اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم۔

باقی یہ فضا محدود اور بقعہ نور بھی صرف اس وحدہ لاشریک لہ کی عبادت میں ایک گونہ وحدت کی شان (یعنی اتحاد یکجہتی اور یکسوئی) پیدا کرنے کے لئے ہے ورنہ اس بیت اللہ کا رب جو ہمارا معبود ہے وہ تو جسم وجسمانیات یا کیف وکم اور جہت وسمت سے وراء الوراء ہے وہی سبحانہ تعالیٰ شانہ (پاک ہے وہ اور عقل وفہم کی رسائی سے اس کی شان بلند وبرتر ہے) وہی اس بیت (گھر) کا رب ہے وہی ہمارا معبود ہے اسی کے ہم بندے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں لیکن چونکہ ہم اس کے بندے عالم اجسام سے تعلق رکھتے ہیں زمین پر رہتے اور بستے ہیں ہم اس کی عبادت میں وحدت کی شان (یکجہتی' یکسوئی بغیر جہت اور سمت کی تعیین کے) نہیں قائم رکھ سکتے اس لئے صرف ہماری ضرورت سے احکم الحاکمین اس بقعہ نور اور فضا محدود کو نماز میں قبلہ اور طواف میں بیت اللہ قرار دے دیا اسی کے حکم کی تعمیل میں ہم بیت اللہ اور خانہ کعبہ کے چاروں طرف نمازیں پڑھتے ہیں اور طواف کرتے ہیں۔

بہرحال ہم مسلمان تو اس رب العالمین وحدہ لا شریک لہ کے فرمانبردار ہیں اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے مامور ہیں۔

معذرت

عام طور پر مسلمان لاعلمی کی بنا پر عبادات کی حقیقت اور روح سے ناواقف ہیں خصوصاً نماز میں قبلہ اور طواف میں خانہ کعبہ اور اس کی تقبیل (بوسہ دینے) سے اس لئے ہم نے ذرا تفصیل سے اس پر روشنی ڈالنی مناسب سمجھی اس دراز نویسی کی ہم معذرت چاہتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ طواف کرتے وقت اور نماز پڑھنے کے وقت اس بیان کو اپنے ذہن میں رکھیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے احکام اور اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کی حقیقت سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دُعا کیجئے

اے وہ ذات کہ جس سے ڈرنا چاہئے اور اے وہ کہ آپ ہی مغفرت فرما سکتے ہیں۔

اے اللہ! آپ مجھے اس چیز کی توفیق عطا فرمائیں جسے آپ اچھا سمجھیں خواہ وہ قول ہو، عمل یا فعل یا نیت یا طریق ہو بے شک آپ ہی ہر چیز پر قادر ہیں۔ اے اللہ میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں ایسے مکار دوست سے جس کی آنکھیں تو مجھے دیکھتی ہوں اور اس کا دل مجھے چیرے لیتا ہو اگر وہ بھلائی دیکھے تو اسے دبا دے اور برائی دیکھے تو اس کا چرچا کر دے

اے اللہ! میں شدت فقر، شدت محتاجی سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

اے اللہ! میں ابلیس اور اس کے لشکر سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں عورتوں کے فتنہ سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں اس بات سے کہ آپ قیامت کے دن مجھ سے منہ پھیر لیں میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں

اے اللہ! میں ہر اس عمل سے جو مجھے رسوا کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں اور ہر ایسے منصوبہ سے جو مجھے غافل کر دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں ہر ایسے فقر سے جو مجھے ہول میں ڈال دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ ہر ایسی دولت سے جو میرا دماغ چلا دے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔ اے اللہ! میں فکر کی موت اور غم کی موت سے آپ کی پناہ میں آتا ہوں۔

بدعت کی تعریف، تشخیص اور اس کا حکم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے بھی ہمارے اس دین میں کوئی بھی ایسی نئی بات (عقیدہ یا عمل) نکالی (اور اختراع کی) جو دین کی نہیں تو وہ مردود ہے (بخاری)

بدعت کی جگہ جہنم ہے

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے جس شخص نے کوئی بھی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا عمل نہیں ہے وہ مردود ہے۔

یہ حدیث مزید تشریح کی محتاج نہیں بالکل واضح طور پر بدعات کی تشخیص اور ان کی قطعی تردید کرتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ جب آپ منبر پر کھڑے ہو کر جمعہ کا خطبہ دیتے تو آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا آنکھیں لال ہو جاتیں آواز بلند ہو جاتی اور غصہ بے حد بڑھ جاتا یہاں تک کہ ایسا معلوم ہوتا جیسے آپ (غافل لوگوں کو) دشمن (کے حملے) سے خبردار کررہے ہیں اور فرماتے: صبح کو تم پر حملہ ہوا یا شام کو اور فرماتے: بیشک میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح (آگے پیچھے) بھیجا گیا ہوں اور اپنی کلمہ کی انگلی اور درمیانی انگلی کو ملا کر دکھلاتے (کہ میری بعثت اور قیامت کے درمیان اتنا ذرا سا فاصلہ ہے تم کس خواب غفلت میں گہری نیند سو رہے ہو اب آئی قیامت اور اب آئی) اور فرماتے: اما بعد پس بیشک بہترین کلام کتاب اللہ ہے اور بہترین سیرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہے اور بدترین امور (عقائد و اعمال) وہ ہیں جو نئے ایجاد کیے گئے ہیں اور ہر بدعت (نیا عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے اور ہر گمراہی (کی جگہ) جہنم میں ہے۔

پھر (اس کے بعد) فرماتے: ہر مومن کی جان سے اس کی بنسبت میں قریب ہوں (یعنی مجھے اس کے جان و مال پر اس سے زیادہ اختیار ہے لہٰذا) جس مسلمان مرنے والے) نے مال چھوڑا وہ اس کے اہل یعنی وارثوں کا ہے اور جس نے کوئی قرض چھوڑا یا ضائع ہونے والے (بال بچے) چھوڑے (جن کا کوئی سرپرست نہیں) وہ میرے حوالے ہیں (ان کی کفالت میں کروں گا) اور وہ قرض مجھ پر ہے (میں ادا کروں گا)

تشریح: اس حدیث کے تین جزو ہیں ایک ان دنیا کے دھندوں میں گرفتار آخرت سے غافل لوگوں کو قرب قیامت سے خبردار کرنا ہے کہ آپ آخری نبی ہیں آپ کے بعد بس قیامت ہی آئے گی اور اس کے آنے میں کچھ زیادہ دیر نہیں ہے اب آئی اور تب آئی اور دو انگلیوں سے اس آگے پیچھے آنے کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔

دوسرے جزو میں دین کے دو بنیادی ستونوں کا بیان ہے ایک یہ کہ قرآن کریم بہترین کتاب ہے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب نبی محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت وسنت بہترین سیرت وسنت ہے جو امور (عقائد و اعمال) ان دونوں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں وہی امور دین ہیں وہی عبادات ہیں انہیں پر اجر و ثواب ملتا ہے اور جو امور عقائد و اعمال ان دونوں سے ثابت نہ ہوں وہ نئی ایجاد ہیں اور گناہ وعذاب کا موجب ہیں انہی کا نام بدعت ہے اور سراسر گمراہی (جن کی جگہ جہنم میں ہے) یہی دوسرا جزو عنوان باب کو ثابت کرتا ہے۔

حدیث کے تیسرے حصہ میں مومنین کے جان و مال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت عامہ کا بیان ہے کہ خود اہل ایمان کو اپنے نفسوں پر وہ اختیار حاصل نہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے جس کا اعلان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بھی فرمایا ہے ارشاد ہے۔

النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم (الاحزاب: ۶)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے نفسوں پر خود ان سے زیادہ قریب اور با اختیار ہیں۔

چنانچہ اسی ولایت عامہ کی بنا پر آپ اعلان فرماتے ہیں کہ جو مسلمان مرنے کے بعد اپنے ذمہ قرض چھوڑ گیا وہ بھی میں (بیت المال سے) ادا کروں گا اور جس کے بال بچوں کا کوئی سرپرست نہیں ان کی کفالت بھی میں (بیت المال سے) کروں گا۔

گذشتہ حدیث کا حوالہ

حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم دور رہو اور پاس بھی نہ جاؤ (دین میں) نئی نئی باتوں (عقائد واعمال) کے اس لئے کہ ہر بدعت (نیا ایجاد کردہ عقیدہ یا عمل) گمراہی ہے۔

اس حدیث کی تشریح بھی گزر چکی ہے دوبارہ دیکھ لیجئے۔

عبرتناک جائزہ

کلام اللہ کی ان آیات کریمہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں ذرا غور کیجئے اور جائزہ لیجئے کہ جن رسوم وبدعات میں ہم عام طور پر گرفتار ہیں اور عبادت سمجھ کر ان کو کرتے اور موجب اجر وثواب سمجھتے ہیں ان کا نہ صرف قرون خیر بلکہ اسلام کے تمام ادوار میں کہیں پتہ نشان ہے۔ کیا صحابہ کرام نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر یا اہل بیت کی وفات پر یا صحابہؓ نے خلفائے راشدین کی وفات پر یا ایک دوسرے کی وفات پر تیجہ چالیسواں یا سالانہ عرس کیا تھا یا آپ کی تاریخ ولادت پر یا اہل بیت میں سے کسی کی تاریخ ولادت پر یا صحابہؓ میں سے کسی کی بھی تاریخ ولادت پر محفل میلاد منعقد کی تھی اور عمدہ ولذیذ کھانوں کی دیگیں پکوائی تھیں اور بے دریغ فضول خرچیاں کی تھیں؟ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہؓ کبار یا تابعین نے بھی دسترخوان پر کھانا رکھ کر فاتحہ پڑھی تھی؟ یا آپ نے اور کسی بھی عہد کے مسلمانوں نے فرض نمازوں کے بعد دوسری دعا اور بیک آواز زور زور سے درود شریف پڑھا تھا؟ پاکستان بننے اور کراچی آنے سے پہلے اسلام کے تیرہ سو سالہ عہد میں کسی نے بھی اذان کے بعد اذان کی طرح بلند آواز سے الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کسی بھی زمانہ میں کسی بھی موذن نے کہا ہے؟ یا عشرہ محرم میں تعزیہ داری جو بت پرستی کی حد کو پہنچ چکی ہے یا یہ سیاہ اور سبز لباس اور دوپٹے کسی نے بھی پہنے تھے؟ اور یہ لکھنؤ کے شاعروں کے گھڑے ہوئے مرثیے اور ان پر ماتم اور سینہ کوبی کسی نے کی تھی؟ کہیں بھی یہ سب کچھ نہیں ہوتا جو ہندوستان وپاکستان میں ہوتا ہے حتیٰ کہ ایران کی حکومت نے جس کا مذہب تشیع ہے ان تمام لغویات کو حکماً ممنوع قرار دے دیا ہے یا رجب کے مہینہ میں بی بی فاطمہ کے نام کے کونڈے عہد اول کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی کئے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! میرے پروردگار! اے میرے پروردگار! اے اللہ! اے بڑائی والے، اے سننے والے، اے دیکھنے والے، اے وہ کہ جس کا کوئی شریک ہے اور نہ مشیر، اے آفتاب وماہتاب روشن پیدا کرنے والے اور اے مصیبت زدہ، ترساں وپناہ جو کے پناہ۔ اور اے ننھے بچے کی روزی پہنچانے والے اور اے ٹوٹی ہوئی ہڈی کے جوڑنے والے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں مصیبت زدہ محتاج کی سی درخواست بے قرار آفت زدہ کی سی درخواست۔ میں آپ سے سوال کرتا ہوں آپ کے عرش کے بندھائے عزت کے واسطہ سے اور آپکی کتاب کی کلید ہائے رحمت کے واسطہ سے اور ان آٹھ ناموں کے واسطہ سے جو رخ آفتاب پر لکھے ہوئے ہیں کہ قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے غم کی کشائش فرما دیجئے۔

کسی کو نیک کام کی راہ بتلانا بھی ثواب کا موجب ہے

ترجمہ: حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو انصاری بدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نیک کام کی راہ (کسی کو) بتلائی اس کو اس نیک کام کرنے والے کی مانند اجر ملے گا۔ (مسلم)

تشریح: اس لئے کہ یہ بتلانا بھی ایک نیک کام اور موجب ثواب عمل ہے جیسے اس نیک کام پر عمل کرنے والوں کا عمل ان کے لئے موجب ثواب ہے اور ظاہر ہے کہ یہ بتلانا دعوت دینے کے معنی میں ہے اس لئے حدیث باب کے مطابق ہے۔

جس طرح نیکی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والوں کے ثواب میں شریک ہے اسی طرح بدی کی طرف دعوت دینے والا عمل کرنے والے کے عذاب میں شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ہدایت کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اس کو ان تمام لوگوں کے ثواب کے مانند ثواب ملے گا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس ثواب دینے سے ان پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی اور جس نے گمراہی کی جانب (لوگوں کو) دعوت دی اور بلایا اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے مانند گناہ اور عذاب ہوگا جنہوں نے اس کی پیروی کی اس عذاب سے پیروی کرنے والوں کے گناہ اور عذاب میں مطلق کمی نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

پہلی حدیث میں صرف دعوت الی الخیر کا حکم مذکور تھا اس حدیث میں دعوت الی الخیر اور دعوت الی الشر دونوں کا حکم مذکور ہے۔

جہاد کا مقصد

حضرت ابو العباس سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خیبر میں (ایک دن) فرمایا: میں کل (اسلامی) جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر (خیبر) فتح ہوگا یہ (خوشخبری) سن کر تمام لوگوں نے سخت اضطراب اور چہ میگوئیوں میں رات گزاری (کہ دیکھئے کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے) جب صبح ہوئی تو (امیدوار) صحابہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہر شخص امید کرتا تھا کہ جھنڈا اس کو دیا جائے گا تو آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؓ کہاں ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا: وہ بیمار ہیں ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں (اسی لئے وہ آئے نہیں) آپ نے فرمایا: ان کے پاس (کسی کو) بھیجو (بلا لائے) تو حضرت علی کو (ہاتھ پکڑ کر) لایا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ ایسے اچھے ہو گئے جیسے ان کی آنکھوں میں درد تھا ہی نہیں' پھر ان کو جھنڈا دیا تو (اس پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کیا میں ان سے برابر جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان ہو جائیں؟ آپ نے فرمایا تم اسی وقت (مجاہدوں کو ساتھ لے کر) روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ ان کے میدان میں جا اترو۔ جنگ کرنے سے پہلے ان کو اسلام کی دعوت دو اور اسلام کی رو سے جو اللہ کے حقوق ان پر واجب ہیں ان سے آگاہ کرو پس (اے علی) خدا کی قسم اگر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ ہدایت فرما دی تو یہ تمہارے حق میں سرخ اونٹنیوں سے بدر جہا بہتر ہے۔ (بخاری و مسلم)

اہل خیبر کواسلام کی دعوت پہنچ چکی تھی شرعی قاعدہ کے اعتبار سے ان کو دعوت دینے کی ضرورت نہ تھی اس کے باوجود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کواسلام کی دعوت دینے کا حکم دینا صرف یہ بتلانے کے لئے تھا کہ اگر بغیر لڑے بھڑے تمہاری دعوت پرایک شخص بھی اسلام قبول کرلے تو یہ تمہاری انتہائی سعادت ہے اور سرخ اونٹنیوں سے (جوعرب میں بہت قیمتی مال سمجھا جاتا تھا) بدرجہا زیادہ قیمتی سرمایہ ہے علاوہ ازیں چونکہ حضرت علی انتہائی جنگجو اور کفار سے جنگ کرنے کے لئے بے چین تھے آپ کو یقین تھا کہ یہ جاتے ہی جنگ شروع کردیں گے اور خون کی ندیاں بہادیں گے اس لئے ان کو یہ بتلانے کے لئے کہ اسلام کا مقصد صرف خونریزی نہیں ہے بلکہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنا ہے اگر بغیر لڑے بھڑے ہی وہ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو سبحان اللہ ہاں اگر وہ اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہی نہیں اور کفر پراڑے رہیں تو بدرجہ مجبوری ایسے سرکشوں سے نمٹنے کا واحد راستہ جنگ ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کی زمین کفروشرک کے فتنے سے پاک ہوجائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وقاتلوهم حتى لاتكون فتنة ويكون الدين لله

اوران (کافروں) سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ (کفر وشرک) باقی نہ رہےاوراطاعت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوجائے۔

یہی اسلامی جہاد کا مقصد ہے (یعنی اسلامی احکام(مان لیں) اسکی دلیل یہ ہے کہ غیرمسلم اسلامی ملک میں جزیہ دے کررہ سکتے ہیں۔

دُعا کیجئے

اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں فلاں فلاں (حسب ضرورت جائز خواہشات کا یہاں تصور کیجئے) چیزیں عطا فرمائیے

اے ہر اکیلے کے غمگسار اور ہر تنہا کے رفیق اور ایسے قریب جو بعید نہیں اور اے حاضر جو غائب نہیں اور اے ایسے غالب جو مغلوب نہیں اور اے حی وقیوم اے بزرگی وعظمت والے اور اے آسمانوں اور زمین کے نور اور اے آسمانوں اور زمین کی زینت اے آسمانوں اور زمینوں کے انتظام رکھنے والے، اے آسمانوں اور زمین کے تھامنے والے، اور اے آسمان وزمین کے مُوجد اور اے آسمان وزمین کے قائم رکھنے والے اور اے بزرگی وعظمت والے اے فریادیوں کے دادرس اور پناہ مانگنے والوں کی آخری دوڑ، اور بے چینیوں کے کشائش دینے والے، اور غمزدوں کے راحت دینے والے، اور بے قراروں کی دعا قبول کرنے والے اور اے صاحب کرب کو شفا دینے والے اے الہ العالمین اور اے ارحم الراحمین آپ ہی کے سامنے ہر حاجت پیش ہے۔

اے اللہ! آپ خالق اعظم ہیں آپ سب کچھ سنتے سب کچھ جانتے ہیں۔ آپ غفور، رحیم ہیں آپ ہی عرش عظیم کے مالک ہیں۔

اے اللہ! آپ محسن ہیں۔ صاحب جود، صاحب کرم ہیں آپ مجھے بخش دیجئے اور مجھ پر رحم کیجئے اور مجھے عافیت اور روزی دیجئے اور میری پردہ پوشی فرمائیے اور میرے نقصان کو پورا کردیجئے مجھے بلندی وہدایت دیجئے اور مجھے گمراہ نہ کیجئے اور مجھے جنت میں اپنی رحمت سے داخل کردیجئے۔

نیک کام میں کوتاہی نہ کرنا خود نہ کرسکے تو سفارش کرنا بھی کارِ خیر ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ اسلم کے ایک نوجوان نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن میرے پاس اتنا مال نہیں ہے کہ میں سامان جنگ مہیا کرسکوں تو آپ نے فرمایا: تم فلاں شخص کے پاس جاؤ اس نے سامان جنگ تیار کیا تھا مگر وہ بیمار ہوگیا (اس لئے نہیں جارہا) تو وہ نوجوان اس شخص کے پاس آیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام کہا اور فرمایا ہے تم نے جو سامان جہاد کیلئے تیار کیا تھا وہ مجھے دے دو (میں جہاد میں جارہا ہوں اور میرے پاس سامان جنگ مطلق نہیں ہے) تو اس شخص نے اپنی بیوی کا نام لے کر کہا: اے فلانی جو سامان میں نے لڑائی کے لئے تیار کیا تھا وہ سب کا سب ان کو دے دے اس میں سے کوئی چیز بھی مت رکھیو اس لئے جو چیز بھی تو نے اس میں سے روکی (اور نہ دی) تو خدا کی قسم اس میں تیرے لئے کوئی خیر و برکت نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم)

تشریح: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم کی تعمیل تمام قیمتی سامان دے دینے کی تاکید کے ساتھ اس اہمیت کا اظہار ہوتا ہے جو صحابہ کرامؓ آپ کے حکم کی تعمیل میں کیا کرتے تھے (عورتیں طبعاً بخیل ہوتی ہیں قیمتی سامان دینے میں بخل سے کام لیتی اور زیادہ قیمتی چیز روک لیا کرتی ہیں اس لئے بیوی کو خطاب کرکے کہتا ہے اگر تو نے کوئی ذرا سی چیز روکی اور نہ دی تو یاد رکھ اس میں خیر و برکت مطلق نہ ہوگی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بے سروسامانی غازی کی سفارش کرنا اور اس کو معذور مجاہد کے پاس بھیجنا یقیناً دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی شخص کو بھی کار خیر کے لئے اسی طرح دعوت دینا دعوت الی الخیر کا مصداق ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائیں اسی پر قیاس کرکے کہا جاسکتا ہے کہ کسی برے کام کے لئے کہنا دعوت الی الشر ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ اور اپنی پناہ میں رکھیں۔

دُعا کیجئے

اے ارحم الراحمین! اے میرے پروردگار! مجھے اپنا بنا لیجئے اور میرے دل میں اپنے مقابلہ میں فرمانبرداری ڈال دیجئے اور لوگوں کی نظر میں مجھے معزز کردیجئے اور میرے (برے) اخلاق سے مجھے بچالیجئے۔

اے اللہ! آپ ہی نے ہماری ذات سے ان اعمال کو طلب کیا ہے، جن پر ہم کوئی اختیار آپ کی توفیق کے بغیر نہیں رکھتے تو آپ ہمیں ان میں سے اس عمل کی توفیق عطا فرمائیے جو آپ کو ہم سے رضامند کردے۔

اے اللہ! میں آپ سے ہمیشہ رہنے والا ایمان، خشوع والا دل، سچا یقین، دین مستقیم پر بلا سے امن طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے ہر بلا سے امن، امن کی ہمیشگی طلب کرتا ہوں اور میں آپ سے امن پر (توفیق) شکر کا سوال کرتا ہوں میں آپ سے خلق کی طرف سے بے نیازی طلب کرتا ہوں۔

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدابہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچادیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھادے۔ (ابن ماجہ)

زیرنگرانی

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالستار صاحب رحمہ اللہ
رئیس دارالافتاء جامعہ خیرالمدارس ملتان

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

سلسلہ درس حدیث - ۱۲

عام فہم تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا
ایک سدا بہار مبارک سلسلہ

درسِ حدیث

۱۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ رکھے جس نے میری بات سنی اور اسکو یاد کیا اور اسکو محفوظ رکھا اور پھر دوسروں کو پہنچا دیا۔ (ترمذی)
نیز فرمایا سب سے افضل صدقہ یہ ہے کہ مسلمان علم دین کی بات سیکھے پھر اپنے مسلمان بھائی کو سکھا دے۔ (ابن ماجہ)

از افادات
اُستاد المحدثین حضرت مولانا ادریس میرٹھی صاحب رحمہ اللہ

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

بسم الله الرحمن الرحيم

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

كتبه الفقير نفيس الحسيني اللاهوري عفا الله ذنوبه وستر عيوبه في رمضان المبارك سنة ١٤١٣

نیکی اور حسن سلوک

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (ان العبد اذا اخطا خطیئة نکتت فی قلبه نکتة سوداء، فان هو نزع واستغفرصقلت فان عاد زیدفیها حتی تعلوا قلبه، فهو الران الذی ذکر الله تعالیٰ: (کلابل ران علی قلوبهم ماکانوا یکسبون) (المطففین: ۱۴)

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک سیاہ نقطہ لگ جاتا ہے پھر اگر وہ گناہ چھوڑ کر توبہ واستغفار کرلے تو دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اگر دوبارہ گناہ کرتا ہے تو سیاہ نقطے بڑھتے بڑھتے پورے دل کو سیاہ کردیتا ہے۔ یہ وہی ران اور زنگ ہے، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی اس آیت میں فرمایا ”کلابل ران علیٰ قلوبهم ماکانوا یکسبون“ جس کا ترجمہ یہ ہے کوئی نہیں پر زنگ پکڑ گیا ہے ان کے دلوں پر جو وہ کماتے تھے“۔ (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: ”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ان گناہوں سے خاص طور پر بچنے کی کوشش کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ سب مل کر آدمی کو ہلاک وبرباد کردیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی مثال بیان فرمائی کہ کچھ لوگ وسیع بیابان میں اترے انکا کھانا آ گیا (لیکن اس کو پکانا ہے) چنانچہ ایک شخص ایک لکڑی لاتا ہے۔ دوسرا شخص بھی لکڑی لاتا ہے یہاں تک کہ ایک ایک لکڑی جمع کرتے کرتے بہت سی لکڑیوں کا ایندھن جمع کرلیتے ہیں اور پھر انہی لکڑیوں کے ایندھن میں آگ لگا کر کھانا اس پر پکاتے ہیں۔ (ایک لکڑی پر آگ لگا کر کھانا نہیں پک سکتا تھا لیکن چھوٹی چھوٹی لکڑیوں کا ڈھیر لگا کر اسکی آگ میں کھانا پکا لیا جاتا ہے اسی طرح چھوٹے چھوٹے گناہ جمع ہوتے ہوتے انسان کی تباہی اور ہلاکت کا سامان بن جاتے ہیں۔ (احمد طبرانی، ابو یعلی) البتہ ابو یعلی کی روایت کے شروع میں ہے کہ شیطان اس سے تو مایوس ہوگیا کہ جزیرہ عرب میں اسکی پرستش کی جائے گی۔ لیکن اسکے بغیر ہی ان گناہوں کو تم سے کرا کر خوش ہوجائے گا جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے اور حقیقت میں وہی گناہ قیامت کے دن انسان کو ہلاک کرنیوالے ہونگے“۔ (طبرانی، بیہقی)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اپنے کو ان گناہوں سے بچانے کی خاص طور سے کوشش اور فکر کرو جن کو حقیر اور معمولی سمجھا جاتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی بھی باز پرس ہونے والی ہے“۔ (نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان)۔

تشریح:۔ جن لوگوں کو آخرت اور حساب کتاب کی کچھ فکر ہوتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی پکڑ سے ڈرتے ہیں اور کبیرہ یعنی بڑے گناہوں سے بچنے کا تو عام طور پر اہتمام کرتے ہیں لیکن جو گناہ ہلکے اور صغیرہ سمجھے جاتے ہیں ان کو خفیف اور معمولی سمجھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے بہت سے خدا ترس بندے بھی ان سے بچنے کی فکر زیادہ نہیں کرتے۔ حالانکہ

اس حیثیت سے کہ وہ گناہ ہیں اور ان کے کرنے میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی ان کی باز پرس ہونی ہے۔ ہمیں ان سے بچنے کی بھی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہی نصیحت فرمائی ہے اگر چہ اس کی خاص مخاطب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں لیکن درحقیقت یہ انتباہ اور یہ ہدایت ونصیحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اپنی امت کے سب مردوں اور عورتوں کے لئے ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص گھر والوں کو بھی اس فکر اور احتیاط کی ضرورت ہے تو آپ کے اور ہمارے لئے اس میں غفلت اور بے پروائی کی کیا گنجائش ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صغیرہ گناہ اگر چہ کبیرہ کے مقابلہ میں صغیرہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہونے کی حیثیت سے اور اس حیثیت سے کہ آخرت میں اس کی بھی باز پرس ہونے والی ہے ہرگز صغیرہ اور ہلکا نہیں ہے۔ دونوں میں بس اتنا فرق ہے جتنا کہ زہریلے اور کم زہریلے سانپوں میں ہوتا ہے۔ پس جس طرح کم زہر والے سانپ سے بھی ہم بچتے اور بھاگتے ہیں اسی طرح ہمیں صغیرہ گناہوں سے بھی اپنے کو بچانے اور محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ یہی اس حدیث کا منشاء اور مقصد ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ انسان گناہ کی وجہ سے روزی سے محروم کردیا جاتا ہے''۔ (نسائی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی کے گناہوں کی سزا میں حق تعالیٰ شانہ اس سے روزی کو روک لیتے ہیں اور اس پر روزی کو تنگ کردیتے ہیں اس کے برخلاف شریعت پر چلنے اور دین پر عمل کرنے اور اس پر جمنے کی برکت سے روزی کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے جس کو حق تعالیٰ نے بیان فرمایا:

''اور یہ حکم آیا کہ اگر لوگ سیدھے رہتے راہ پر تو ہم پلاتے ان کو پانی بھرپور''۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

''اور بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں''۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو گناہوں سے استغفار کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے استغفار کے فوائد بتلائے جیسا کہ سورۂ نوح میں ذکر ہے:

''تو میں نے کہا گناہ بخشواؤ اپنے رب سے بے شک وہ ہے بخشنے والا چھوڑ دے گا آسمان کی تم پر دھاریں اور بڑھا دے گا تم کو مال اور بیٹوں سے اور بنا دے گا تمہارے واسطے باغ اور بنا دے گا تمہارے لئے نہریں''۔

اور ایک اور حدیث پاک میں وارد ہے کہ جو استغفار کو لازم پکڑ لیتا ہے حق تعالیٰ شانہ ہر مشکل میں سے راستہ دیتا ہے اور ہر غم سے نجات دیتا ہے اور ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے وہم وگمان نہ ہو۔

معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ سے روزی کے دروازے کھلتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے روزی سے محرومی ہوتی ہے اور بے برکتی ہوتی ہے۔

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رزق حلال عطا فرمائے اور رزق حلال کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے طریقہ کے مطابق کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہوں کے اثرات

وعن ابن مسعود رضی الله عنه قال: انی لاحسب الرجل ینسی العلم کما تعلمه للخطیئة یعملها. رواه الطبرانی موقوفاً ورواته ثقات الا ان القاسم لم یسمع من جده عبدالله.

ترجمہ: ''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میرا یہ گمان ہے کہ ایک آدمی علم سیکھ کر جو بھول جاتا ہے اس کی وجہ کوئی گناہ اور غلطی ولغزش ہوتی ہے جو اس سے سرزد ہوتی ہے''۔ (طبرانی فی کبیر)

تشریح:۔ اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کی ایک نحوست یہ ہوتی ہے کہ آدمی میں بھول کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے اور علم دین سے محرومی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ سے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا علاج یہ ہے کہ گناہوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ علم حق تعالیٰ کا ایک نور ہے جو گناہگار کے دل میں نہیں ڈالا جاتا۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے (اپنے زمانے کے مسلمانوں کو مخاطب کر کے) فرمایا: تم ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں لیکن ہم ان کاموں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موبقات یعنی ہلاک کرنے والے کاموں میں شمار کرتے تھے''۔ (بخاری، احمد)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ایسے ایسے کام کرتے ہو اور ایسی ایسی چیزیں اختیار کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بہت معمولی درجہ کی اور بہت حقیر ہیں۔ زیادہ سے زیادہ تم ان کو مکروہات میں شمار کرتے ہو لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کام اور وہ چیزیں بڑی نقصان دہ ہیں اور بڑی تباہی کی طرف لے جانے والی ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم لوگ ایسے کاموں کو بھی ان کاموں میں شمار کرتے تھے جو اخروی انجام کے اعتبار سے ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر اللہ جل شانہٗ مجھ کو اور عیسیٰ علیہ السلام سے ہماری لغزشوں کے بارے میں مواخذہ کرے یقیناً ہمیں بھی عذاب دے گا اور ہم پر ذرا بھی ظلم نہیں کرے گا اور آپ نے شہادت کی اور اس کے ساتھ کی انگلی سے اشارہ فرمایا''۔

''ایک روایت میں ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے اور ابن مریم (عیسیٰ علیہ السلام) سے ان غلطیوں کے بارے میں مواخذہ کرلے جو ان شہادت کی اس کے ساتھ کی انگلی نے کی ہیں تو ہمیں ضرور عذاب دے پھر ہم پر ذرا بھی ظلم نہ کرے''۔ (صحیح ابن حبان)

تشریح:۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات معصوم ہوتے ہیں ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ حدیث بالا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کا مقصد یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کے گناہوں پر پکڑ فرمائیں تو اس کو ضرور عذاب وسزا دیں خواہ وہ کوئی بھی ہو عربی ہو یا عجمی فقیر ہو یا تونگر، عورت ہو یا مرد حتیٰ کہ بالفرض مجھ سے اور عیسیٰ علیہ السلام سے بھی گناہ سرزد ہوں (حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور عیسیٰ علیہ السلام سے گناہ سرزد نہیں ہوئے) تو بھی اللہ تعالیٰ کا ضابطہ اتنا سخت ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے ضابطہ کی اتنی رعایت فرماتے ہیں کہ ہمارے گناہوں پر ہمیں بھی عذاب دیں۔ تو دوسرے عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر کر

بطریقہ اولیٰ گناہوں سے بچنا چاہئے۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جوتم جانوروں کے ساتھ برا سلوک کرتے ہو اور ان پر ظلم کرتے ہو (کہ ان کو مارتے ہو اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادتے ہو) اگر یہ تمہیں معاف کر دیا جائے تو یہ سمجھ لو کہ بہت زیادہ گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا''۔ (احمد بیہقی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے بہت سے گناہ تو ان جانوروں سے ہی متعلق ہیں جن کو عموماً گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا اگر جانوروں پر ظلم وغیرہ کے گناہ بھی معاف ہو گئے تو بہت سے معاف ہو گئے۔

حسن سلوک اور صلہ رحمی

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب اور ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے اچھا سلوک کرنے کی تاکید۔

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا وقت پر نماز پڑھنا' میں نے عرض کیا کہ پھر کون سا عمل؟ فرمایا والدین کے ساتھ اچھا سلوک۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد''۔ (بخاری مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی لڑکا اپنے والد کو اس سے بہتر بدلہ نہیں دے سکتا کہ اس کو غلام کسی کا مملوک پائے پھر اس کو خرید کر آزاد کر دے''۔ (مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ: اس درس کے ذریعے حضور علیہ السلام کی جو مبارک تعلیمات کا ہمیں علم ہوا ہے اپنی خاص توفیق سے اس پر عمل کرنے کی بھی ہمت وقوت عطا فرما۔

یا اللہ! اس درس حدیث کے ذریعے ہمیں اسلام کی جن بنیادی باتوں کا علم ہوا ہے اس پر صدق دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔

یا اللہ! اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کو جو محبت تھی ہمیں بھی اس کا ذرہ عطا فرما کہ آپ کے محبوب کے طریقوں پر چلنا ہمارے لئے آسان ہو جائے۔

یا اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیمات' نورانی اعمال سے ہمیں بھی اپنی زندگیوں کو آراستہ کرنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین

حقوق والدین

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال: جاء رجل الی نبی الله صلی الله علیه وسلم فاستاذنه فی الجهاد فقال: (احی والداک) ؟ قال: نعم ' قال: (فیهما فجاهد) رواه البخاری و مسلم و ابوداؤد والترمذی والنسائی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر جہاد پر جانے کی اجازت چاہی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم انہیں کے درمیان رہ کر جہاد کرو۔ (یعنی پوری محنت وتندہی کے ساتھ ان کی خدمت کرو کہ تمہارے حق میں یہی جہاد ہے)۔'' (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

تشریح: شرح السنۃ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے جو حکم ثابت ہوتا ہے اس کا تعلق نفلی جہاد سے ہے کہ جس شخص کے والدین زندہ ہوں اور مسلمان ہوں وہ ان کی اجازت کے بغیر نفلی جہاد میں شرکت کے لئے گھر سے نہ جائے۔ ہاں اگر جہاد فرض ہو تو پھر اس صورت میں ان کی اجازت کی حاجت نہیں بلکہ اگر وہ منع بھی کریں اور جہاد میں جانے سے روکیں تو ان کا حکم نہ مانا جائے اور جہاد میں جایا جائے۔ اسی طرح علماء نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو ناگوار خاطر ہو تو ان کی اجازت کے بغیر کسی بھی نفل عبادت جیسے نفل حج وعمرہ کے لئے نہ جائے اور نہ نفل روزہ رکھے۔ (از مظاہر حق جدید)

''مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا میں آپ سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اور میں اجر کا اللہ جل شانہ سے طلب گار ہوں۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے۔ اس نے عرض کیا جی ہاں! بلکہ دونوں ہی زندہ ہیں۔ ارشاد فرمایا تم اللہ تعالیٰ سے اجر چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا پھر اپنے والدین کے پاس واپس جاؤ اور ان کے ساتھ اچھی طرح رہو۔ (یعنی ان کی خدمت اور حقوق کی ادائیگی اچھی طرح کرو)''۔ (مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا میں آپ سے ہجرت پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ واپس انہی کے پاس جاؤ۔ اور ان کو ویسے ہی ہنسا کر آؤ یعنی ان کو راضی کر کے آؤ جیسا کہ تم ان کو روتا چھوڑ کر آئے تھے''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یمن کا ایک شخص ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا تو آپ نے اس سے پوچھا: کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں میرے والدین ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا انہوں نے تم کو اجازت دی ہے؟ (اور تم ان کی اجازت سے یہاں آئے ہو)؟ اس نے عرض کیا کہ: ایسا تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو پھر ماں باپ کے پاس واپس جاؤ۔ اور یہاں آنے کی (اور جہاد اور دین کی محنت میں لگنے کی) ان

سے اجازت مانگو پھر وہ اگر تمہیں اجازت دے دیں تو آؤ اور جہاد میں لگ جاؤ اور اگر وہ اجازت نہ دیں تو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرتے رہو"۔ (ابوداؤد)

تشریح: ہجرت کر کے آنے والوں اور جہاد میں شرکت کرنے والوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عام مستقل رویہ اور اسوہ حسنہ تھا اس کی روشنی میں اس قسم کی تمام احادیث کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ ان کا تعلق اس صورت سے ہے جب ماں باپ خدمت کے سخت محتاج ہوں اور کوئی دوسرا ان کی خبر گیری کرنے والا نہ ہو اور اس وجہ سے وہ اجازت بھی نہ دیں تو پھر بلا شبہ ان کی خدمت اور خبر گیری ہجرت اور جہاد سے بھی مقدم ہوگی۔

البتہ اس حدیث سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہوگا کہ جس کسی کے ماں باپ ہوں وہ جہاد اور دین کی کسی خدمت کے لئے بھی گھر سے نہ نکلے اور صرف وہی لوگ جہاد اور دین کی خدمت میں لگیں جن کے ماں باپ نہ ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کرتے تھے ان میں بڑی تعداد انہی کی ہوتی تھی جن کے ماں باپ زندہ ہوتے تھے۔ (از معارف الحدیث)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک شخص حاصر ہوا اس نے عرض کیا میں جہاد کرنا چاہتا ہوں لیکن مجھے اس پر قدرت نہیں ہے آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا میری ماں ہے آپ نے ارشاد فرمایا ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرو جب تم یہ کرلو گے تو تم حج کرنے والے عمرہ کرنے والے جہاد کرنے والے ہو گئے (یعنی ماں کو خوش کرنے پر حج وعمرہ اور جہاد سب کا ثواب مل جائے گا)"۔ (ابو یعلیٰ طبرانی صغیر واوسط)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ: اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ تمہاری جنت و دوزخ ہیں۔" (ابن ماجہ)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم ماں باپ کو راضی رکھو گے ان کی خدمت کرو گے تو جنت پالو گے۔ اور اگر اس کے برعکس ان کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کر کے انہیں ناراض کرو گے اور ان کا دل دکھاؤ گے تو پھر تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا۔ (از معارف الحدیث)

"حضرت معاویہ بن جاہمہ سے روایت ہے کہ میرے والد جاہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے اور میں آپ سے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ نے ان سے پوچھا کیا تمہاری ماں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا: "ہاں! ہیں" آپ نے فرمایا: تو پھر انہی کے پاس انہی کی خدمت میں رہو ان کے قدموں میں تمہاری جنت ہے۔" (ابن ماجہ، نسائی، حاکم)

"طبرانی کی روایت میں مذکورہ بالا واقعہ یوں ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تا کہ جہاد کا اپنے بارے میں مشورہ کروں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کیا تمہارے ماں باپ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا پھر تو انہی کے پاس انہی کی خدمت میں رہو ماں باپ دونوں کے قدموں میں تمہاری جنت ہے"۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے: اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا پیروکار بنائے، سب کو جنت کا داخلہ نصیب فرمائے اور ہر ہر کام میں سنت نبوی پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

والدین کی شفقت

وعن ابی الدرداء رضی الله عنه ان رجلااتاه فقال: ان لی امراة وان امی تامرنی بطلاقها؟ فقال. سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول:(الوالد اوسط ابواب الجنة ' فان شئت فاضع هذا الباب او احفظه) . رواه ابن ماجه والترمذی واللفظ له' وقال: ربما قال سفیان امی ' و ربما قال ابی ' قال الترمذی: حدیث صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے پاس آ کرعرض کیا کہ میری ایک بیوی ہے اور میری ماں مجھے اسے طلاق دینے کو کہتی ہیں؟ (میں کیا کروں؟) ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشادفرماتے ہوئے سنا ہے کہ والد جنت کے دروازوں میں سے سب سے بہتر اور عمدہ دروازہ ہے تمہیں اختیار ہے کہ چاہو تو اس کو ضائع کر دو یا اس کی حفاظت رکھو۔ (ابن ماجہ' ترمذی) ایک روایت میں ماں کے بجائے باپ کا ذکر ہے کہ وہ طلاق دینے کو کہتے ہیں''

تشریح: ''ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے ابودرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کرعرض کیا میرے باپ نے میری شادی اصرار کر کے کسی سے کرائی۔ اب وہ مجھے اسے طلاق دینے کو کہتے ہیں؟ (اس صورت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشادفرمایا کہ: نہ تو میں ماں باپ کی نافرمانی کا تمہیں کہوں گا اور نہ ہی تمہیں بیوی کو طلاق دینے کو کہوں گا البتہ اتنی بات ہے کہ اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ حدیث سنادوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ کو یہ ارشادفرماتے سنا ہے کہ والد جنت کا سب سے بہتر دروازہ ہے۔ (اس کی فرمانبرداری کر کے) چاہو تو اس دروازہ کی حفاظت رکھو اور یا (اس کی نافرمانی کر کے) اس دروازہ کو چھوڑ دو جو جنت میں داخلہ کے لئے تھا۔ راوی کہتے ہیں میرا گمان ہے کہ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی جس سے مجھے محبت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو (کسی وجہ سے) پسند نہ فرماتے تھے مجھ سے فرمایا اس کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کر دیا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اسے طلاق دے دو''۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: ماں باپ کی شفقت اولاد پر حد سے زیادہ ہوتی ہے وہ ہمیشہ اولاد کے لئے خیر اور بھلا ہی سوچتے ہیں پھر باپ بھی جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوں جن کی فراست معروف و مشہور ہے۔ آخر انہوں نے اپنے بیٹے کو جو طلاق دینے کے لئے فرمایا ضرور اس میں کوئی مصلحت ہوگی تب ہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ابن عمر رضی اللہ عنہ کو وہی فرمایا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا۔ واللہ اعلم۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: جو یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر بڑھا دی جائے اور اس کی روزی کو بڑھا دیا جائے اسے چاہئے کہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے''۔(احمد)

تشریح:اس طرح کی احادیث کا تقدیر کی احادیث سے کوئی ٹکراؤ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ازل سے معلوم تھا اور معلوم ہے کہ فلاں آدمی ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری کرے گا اسی لحاظ سے اس کی عمر اس سے زیادہ مقرر فرمائی گئی جتنی کہ اس کو ماں باپ کی خدمت اور فرمانبرداری نہ کرنے کی صورت میں دی جاتی۔ اسی طرح سب حدیثوں کو سمجھنا چاہئے جن میں کسی اچھے عمل پر رزق میں وسعت اور برکت وغیرہ کی خوشخبری سنائی گئی ہے حالانکہ رزق کی تنگی اور وسعت بھی مقدر ہے۔(از معارف الحدیث)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: جو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اس کے لئے جنت میں طوبیٰ نامی بہت عمدہ درخت ہوگا اور حق تعالیٰ شانہ اس کی عمر بڑھا دیں گے''۔(ابویعلیٰ،طبرانی، حاکم،اصبہانی)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: تم اپنے آباء(ماں باپ) کی خدمت وفرمانبرداری کرو، تمہاری اولاد تمہاری فرمانبردار اور خدمت گزار ہوگی تم پاکدامنی کے ساتھ رہو تمہاری عورتیں پاکدامن رہیں گی''۔(طبرانی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جو اولاد ماں باپ کی فرمانبرداری اور خدمت کرے گی اللہ تعالیٰ اس کی اولاد کو اس کا فرمانبردار اور خدمت گزار بنادے گا اسی طرح جو لوگ پاکدامنی کی زندگی گزاریں گے اللہ تعالیٰ ان کی بیویوں کو پاکدامنی کی توفیق دے گا۔(از معارف الحدیث)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ: وہ آدمی ذلیل ہو،وہ خوار ہو،وہ رسوا ہو، عرض کیا گیا یا رسول اللہ کون؟ (یعنی کس کے بارے میں ارشادفرمایا گیا ہے) آپ نے فرمایا وہ (بدنصیب) جو ماں باپ کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر (ان کی خدمت اور ان کا دل خوش کرکے) جنت حاصل نہ کرے''۔(مسلم)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔

یا اللہ! آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔اور ہمیں حقیقی فکرِ آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ! ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

اطاعت والدین

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: جاء رجل الیٰ رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال: یا رسول الله من احق الناس بحسن صحابتی ؟ قال: (امک) . قال : ثم من ؟ قال: (امک). قال: ثم من؟ قال: (امک). قال: ثم من ؟ قال: (ابوک). رواه البخاری و مسلم.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ مجھ پر خدمت اور حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: تمہاری ماں کا' اس نے دریافت کیا اس کے بعد کس کا حق زیادہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: میں پھر کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔ اس نے عرض کیا پھر کس کا؟ آپ نے ارشاد فرمایا پھر میں کہتا ہوں تمہاری ماں کا۔ اس نے عرض کیا اس کے بعد کس کا؟ آپ نے ارشاد فرمایا پھر اس کے بعد تمہارے باپ کا حق ہے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے (حدیبیہ والے) معاہدے کے زمانے میں' میری ماں جو اپنے مشرکانہ مذہب پر قائم تھی (سفر کر کے مدینہ میں) میرے پاس آئی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! میری ماں میرے پاس آئی ہے اور وہ خدمت کی خواہش مند ہے تو کیا میں اس کی خدمت کروں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! اس کی خدمت کرو (اور اس کے ساتھ وہ سلوک کرو جو بیٹی کو ماں کے ساتھ کرنا چاہئے)''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد)

تشریح: حضرت اسماء صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور دوسری ماں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بڑی بہن تھیں ان کی ماں کا نام روایات میں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ذکر کیا گیا ہے۔ (جن کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں طلاق دے کر الگ کر دیا تھا!) بہرحال اسلام کے دور میں یہ ان کی بیوی نہیں رہیں اور اپنے مشرکانہ طریقے ہی پر قائم رہیں۔ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں جب مشرکین مکہ کو مدینہ آنے کی اور مدینہ کے مسلمانوں کو مکہ جانے کی آزادی حاصل ہوگئی تو حضرت اسماء کی یہ ماں اپنی بیٹی کے پاس مدینہ آئیں حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: مجھے ان کے بارے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ کیا ان کے کافر و مشرک ہونے کی وجہ سے میں ان سے ''ترک موالات'' کروں' یا ماں کے رشتہ کا لحاظ کر کے ان کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کروں؟ آپ نے حکم فرمایا کہ: ان کی خدمت کرو۔ اور ان کے ساتھ وہی سلوک کرو جو ماں کا حق ہے جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے کہ ماں باپ اگر بالفرض مشرک ہوں اور اولاد کو بھی کفر و شرک کے لئے مجبور کریں تو اولاد کو چاہئے کہ ان کے کہنے سے کفر و شرک تو نہ کرے لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا سلوک اور ان کی خدمت پھر بھی کرتی رہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی رضامندی

والد کی رضامندی میں ہے اور اللہ کی ناراضگی والد کی ناراضگی میں ہے۔ (ترمذی، صحیح ابن حبان، حاکم) طبرانی کی روایت میں ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری باپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی باپ کی نافرمانی ہے''۔

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو اپنے مالک اور مولیٰ کو راضی کرنا چاہے وہ اپنے والد کو راضی اور خوش رکھے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہونے کے لئے والد کی رضا جوئی شرط ہے اور والد کی ناراضگی کا لازمی نتیجہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے لہذا جو کوئی والد کو ناراض کرے گا وہ رضاء الٰہی سے محروم رہے گا۔ اس حدیث میں والد کا لفظ آیا ہے جو عربی زبان میں باپ ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ (ماں کے لئے والدہ کا لفظ بولا جاتا ہے) اس بناء پر اس حدیث میں ماں کا ذکر صراحۃً نہیں آیا ہے۔ لیکن چونکہ دوسری احادیث میں ماں کا درجہ باپ سے بھی بلند اور بالاتر بیان کیا گیا ہے اس لئے ماں کی خوشی اور ناخوشی کی بھی وہی اہمیت ہوگی اور اس کا بھی وہی درجہ ہوگا جو اس حدیث میں باپ کی رضامندی اور ناراضگی کا بتایا گیا ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ: ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ: میں نے ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے تو کیا میری توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے۔ (اور مجھے معافی مل سکتی ہے) آپ نے پوچھا تمہاری ماں زندہ ہے؟ اس نے عرض کیا ماں تو نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا تو کیا تمہاری کوئی خالہ ہے؟ اس نے عرض کیا کہ: ہاں خالہ موجود ہے، آپ نے فرمایا: تو اس کی خدمت اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ (اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے تمہاری توبہ قبول فرمالے گا اور تمہیں معاف فرمادے گا) ایک روایت میں آپ نے والدین کے متعلق سوال فرمایا کہ وہ زندہ ہیں؟'' (ترمذی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: یوں تو سارے ہی اعمال صالحہ میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گناہوں کے گندے اثرات کو مٹاتے اور اللہ تعالیٰ کی رضا ورحمت کو کھینچتے ہیں ''ان الحسنات یذھبن السیئات'' لیکن بعض اعمال صالحہ اس بارے میں غیر معمولی امتیازی شان رکھتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ماں باپ کی خدمت اور اسی طرح خالہ کی خدمت بھی انہی اعمال میں سے ہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ بڑے بڑے گناہ گاروں اور سیاہ کاروں کی توبہ قبول فرمالیتا ہے اور ان سے راضی ہوجاتا ہے۔ (از معارف)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرمادیجئے۔
یا اللہ! آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔
یا اللہ! ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہوجائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہوجائے۔

والدین کی نافرمانی پر وعید

وعن ابی اسید مالک بن ربیعة الساعدی رضی الله عنه قال: بینا نحن جلوس عند رسول الله صلی الله علیه وسلم اذجاء رجل من بنی سلمة فقال: یا رسول الله هل بقی من برابوی شیٔ ابرهما به بعد موتهما؟ قال: (نعم' الصلاة علیهما' والاستغفارلهما' وانفاذ عهدهما من بعدهما' و صلةالرحم التی لاتوصل الابهما' و اکرام صدیقهما). رواه ابوداؤد و ابن ماجه و ابن حبان فی صحیحه' وزاد فی آخره: قال الرجل: ما اکثرهذا یا رسول الله واطیبه' قال: (فاعمل به)

ترجمہ: "حضرت ابواسید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک وقت جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے بنی سلمہ میں سے ایک شخص آئے اور انہوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! کیا میرے ماں باپ کے مجھ پر کچھ ایسے حقوق بھی ہیں جوان کے مرنے کے بعد مجھے ادا کرنے چاہئیں؟ آپ نے فرمایا کہ جی ہاں ان کے لئے خیر و برکت کی دعا کرتے رہنا' ان کے واسطے اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور بخشش مانگنا' ان کا اگر کوئی معاہدہ کسی سے ہواس کو پورا کرنا۔ ان کے تعلق سے جو رشتے ہیں ان کا لحاظ رکھنا اور ان کا حق ادا کرنا اور ان کے دوستوں کا اکرام و احترام کرنا۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ' صحیح ابن حبان)

تشریح: ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ انہوں نے سن کرعرض کیا یارسول اللہ! کیسی بہترین اور بڑھیا بات ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پھر اس پر عمل کرو"۔

"عبداللہ بن دینار سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مکہ کے راستہ میں ایک دیہات کا شخص ملا۔ اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کیا اور اس کو گدھے کی سواری دے دی جس پر خود سوار ہوتے تھے اور اپنے سر کا عمامہ اتار کر اسے عنایت فرمایا۔ (مسلم)

"حضرت ابو بردہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہوا میرے پاس حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تشریف لائے اور فرمایا معلوم ہے کہ میں کیوں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جو کوئی یہ چاہے کہ قبر میں اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو باپ کے انتقال کے بعد اس کے بھائیوں (دوستوں) کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھے۔ (جو برتاؤ رکھنا چاہئے) اور میرے باپ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اور تمہارے والد میں دوستی اور محبت تھی اس لئے میں نے یہ سلوک کرنے کو پسند کیا۔ (اور تمہارے پاس آیا)"۔ (صحیح ابن حبان)

والدین کی نافرمانی اور ایذارسانی پر وعید

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے ماں باپ کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! کیا

کوئی اپنے ماں باپ کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں! اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے ماں باپ کو گالی دے پھر وہ جواب میں اس کے ماں باپ کو گالی دے (تو گویا اس نے خود ہی اپنے ماں باپ کو گالی دلوائی)''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی آدمی کا کسی دوسرے کو ایسی بات کہنا یا ایسی حرکت کرنا جس کے نتیجہ میں دوسرا آدمی اس کے ماں باپ کو گالی دینے لگے اتنی ہی بری بات ہے جتنی کہ خود اپنے ماں باپ کو گالی دینا اور یہ گناہ کبیرہ کے درجہ کی چیز ہے۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سے بڑا کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا یارسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرسکتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ہاں اس کی صورت یہ ہے کہ کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دے وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دے''۔ (بخاری و مسلم)

''حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ! میں نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور پانچ نمازیں پڑھیں اور اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی اور رمضان کے روزے رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اس حال میں انتقال کر جائے وہ قیامت کے دن انبیاء صدیقین شہداء کے ساتھ ایسے اٹھے گا جیسا کہ دو انگلیاں قریب قریب ہیں آپ نے اپنی دو انگلیوں کو کھڑا کر کے دکھایا۔ جب تک کہ ماں باپ کی نافرمانی نہ کرے''۔ (طبرانی، ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ جل شانہ تمام گناہوں کی سزا جو چاہتے ہیں قیامت تک موخر کر دیتے ہیں، البتہ والدین کی نافرمانی اور ایذاء رسانی کا گناہ ایسا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ موت سے پہلے زندگی میں بہت جلد اس کی سزا دے دیتے ہیں''۔ (حاکم اصبہانی)

''عوام بن حوشب اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی محلہ میں پہنچا اور اس محلہ میں ایک طرف قبرستان تھا۔ چنانچہ عصر کی نماز کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ ایک قبر پھٹی اس میں سے ایک شخص نکلا جس کا سر گدھے کا تھا اور جسم انسان کا وہ تین مرتبہ گدھے کی طرح چیخا پھر قبر بند ہوگئی۔ اس جگہ ایک بوڑھی عورت بیٹھی سوت کات رہی تھی۔ ایک عورت نے کہا تم اس بوڑھی کو دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ اس کو کیا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ قبر سے نکلنے والے شخص کی یہ ماں ہے میں نے کہا اس کا کیا واقعہ ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ شخص شراب کا عادی تھا جب یہ شراب پینے جاتا تو اس کی ماں کہتی اللہ سے ڈر! کب تک شراب پیئے گا؟ وہ جواب میں کہتا کہ تو ایسی چیختی ہے کہ گدھا چیختا ہے اس شخص کا عصر کی نماز کے بعد انتقال ہوگیا۔ اب (اس کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ دی کہ) روزانہ عصر کے بعد اس کی قبر پھٹتی ہے یہ تین مرتبہ گدھے کی طرح رینگتا اور چیختا ہے پھر قبر بند ہو جاتی ہے۔ (اصبہانی وغیرہ) اور اصبہانی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ابو عباس اصم نے نیساپور میں حفاظ حدیث کے مجمع میں یہ واقعہ سنایا کسی نے اس کا انکار نہ کیا۔ (معلوم ہوا واقعہ صحیح ہے)''۔

دُعا کیجئے: یاالٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہوجائے۔

چند اعمال صالحہ

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفة ' و من كان يومن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه' ومن كان يومن بالله واليوم الآخر فليقل خيراً اوليصمت) . رواه البخاری و مسلم.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ صلہ رحمی کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ خیر کی بات کہے یا پھر خاموش ہو جائے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی یہ چاہے کہ اس کے رزق میں فراخی اور کشادگی ہو۔ اور دنیا میں اس کے آثار قدم تا دیر رہیں (یعنی اس کی عمر دراز ہو) تو وہ (اہل قرابت کے ساتھ) صلہ رحمی کرے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ صلہ رحمی کی دو ہی صورتیں ہیں ایک یہ کہ آدمی اپنی کمائی سے اہل قرابت کی مالی خدمت کرے، دوسرے یہ کہ اپنے وقت اور اپنی زندگی کا کچھ حصہ ان کے کاموں میں لگائے اس کے صلہ میں رزق و مال میں وسعت اور زندگی میں اضافہ اور برکت بالکل قرین قیاس اور اللہ تعالیٰ کی حکمت و رحمت کے عین مطابق ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: جو شخص یہ چاہے کہ اس کی روزی میں فراخی اور کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے۔ (بخاری) اور ترمذیؒ میں ہے کہ اپنے نسب سیکھو معلوم کرو تا کہ اس کے ذریعہ (رشتہ معلوم کر کے) قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ کیونکہ صلہ رحمی گھر والوں میں محبت کا ذریعہ ہے مال کے بڑھنے کا ذریعہ ہے عمر میں برکت کا ذریعہ ہے''۔ (ترمذی)

''حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کی روزی کشادہ ہو اور وہ بری موت مرنے سے بچے تو اسے چاہئے کہ (ہر حال میں) اللہ تعالیٰ سے ڈرے تقویٰ اختیار کرے اور صلہ رحمی کرے''۔ (احمد، بزار، حاکم)

''قبیلہ خثعم کے ایک شخص سے روایت ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ اس وقت اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ایک مجمع میں بیٹھے تھے، میں نے عرض کیا کیا آپ ہی کا گمان ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ فرمایا جی ہاں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! تمام اعمال میں اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے۔ ارشاد فرمایا صلہ رحمی میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا عمل؟ ارشاد فرمایا امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اعمال میں کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ مبغوض اور ناپسندیدہ ہے؟ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا

عمل؟ ارشاد فرمایا پھر قطع رحمی (رشتہ توڑنا) میں نے عرض کیا پھر کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے ارشاد فرمایا پھر منکر وگناہ کا حکم کرنا اور معروف ونیکی سے روکنا"۔ (ابویعلیٰ)

"حضرت ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر تھے کہ ایک بدو سامنے آ گیا اور آپ کی اونٹنی مبارکہ کی لگام پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے وہ عمل بتائیں جو جنت سے مجھے قریب کر دے اور دوزخ سے دور کر دے۔ راوی کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کچھ دیر رک گئے۔ پھر اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دیکھا پھر ارشاد فرمایا اسے اچھی بات پوچھنے کی توفیق ہوئی ہے یا اسے خیر و رشد کی ہدایت دی گئی ہے۔ ارشاد فرمایا تم نے کیسے کہا تھا چنانچہ اس نے اپنا سوال دہرایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو۔ اور زکوۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو یہ جواب دے کر اس اعرابی کو فرمایا (اب) میری اونٹنی کی لگام چھوڑ (تا کہ میں آگے سفر کروں)"۔

"ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ چنانچہ جب وہ شخص واپس چلا گیا تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اگر یہ شخص اس عمل کو جس کا میں نے اسے حکم کیا مضبوطی سے تھام لے تو جنت میں داخل ہو جائے"۔ (بخاری، مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگوں کی وجہ سے اللہ جل شانہ شہروں کو آباد رکھتا ہے اور ان کا مال و دولت خوب بڑھتا ہے اس میں برکت دیتا ہے اور جب سے ان کو پیدا کیا کبھی ان کی طرف ناپسندیدگی و ناگواری سے نہیں دیکھا۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ انعامات ان کو کس وجہ سے دیئے جاتے ہیں؟ ارشاد فرمایا ان کی قرابت داروں و رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کی وجہ سے۔" (طبرانی، حاکم)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس کو نرمی کا حصہ دیا گیا اسے دنیا و آخرت کی بھلائی میں سے اس کا حصہ دے دیا گیا اور صلہ رحمی اور پڑوس کے ساتھ اچھا برتاؤ یا ارشاد فرمایا اچھے اخلاق شہروں کی آبادی اور عمر میں اضافہ کا ذریعہ ہیں"۔ (احمد)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

یا اللہ ہماری حفاظت فرمایئے اور دنیا و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا معاملہ فرمایئے۔

آمین یارب العالمین

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

وعن ابی ذر رضی اللہ عنه قال: او صانی خلیلی صلی اللہ علیه وسلم بخصال من الخیر اوصانی ان لاانظرالیٰ من هو فوقی' و ان انظرالی من هودونی' واوصانی بحب المساکین ' والدنوب منهم' و اوصانی ان اصل رحمی و ان ادبرت ' و اوصانی ان لااخاف فی اللہ لومة لائم' و اوصانی ان اقول الحق و ان کان مرا' و اوصانی ان اکثر من لاحول ولاقوة الا باللہ فانها کنز من کنوز الجنة)

رواه الطبرانی و ابن حبان فی صحیحه واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میرے خلیل یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خیر کی باتوں اور عادتوں کی نصیحت فرمائی (پہلی) وصیت یہ فرمائی کہ میں ان لوگوں کی طرف نہ دیکھوں جو مال و دولت وغیرہ میں مجھ سے زیادہ حیثیت والے ہیں۔ (تاکہ دنیا کی حرص پیدا نہ ہو) بلکہ جو دنیا کے اعتبار سے مجھ سے کم درجہ کے ہیں ان کو دیکھوں (تاکہ قناعت اور شکر پیدا ہو) (دوسری) وصیت یہ فرمائی کہ میں مساکین وفقراء سے محبت کروں اوران سے قریب رہوں۔ (تیسری) وصیت یہ فرمائی کہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کروں اگر چہ وہ قطع رحمی کریں۔ (چوتھی) وصیت یہ فرمائی کہ اللہ جل شانہٗ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں۔ (پانچویں) وصیت یہ فرمائی کہ میں حق بات کہوں خواہ کڑوی ہی ہو (چھٹی) وصیت یہ فرمائی کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' کی کثرت رکھوں۔ کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے''۔ (طبرانی' صحیح ابن حبان)

''حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ایک لونڈی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر آزاد کر دی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی باری والے دن تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ کو خبر ہے کہ میں نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ آپ نے فرمایا واقعی تم نے آزاد کر دیا؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں؟ ارشاد فرمایا اگر تم اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو تمہارے لئے بڑے اجر کا باعث تھا''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' نسائی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رشتہ داری عرش الٰہی سے چمٹی رہتی ہے اور کہتی ہے کہ جو مجھے جوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے ملائے اور جو مجھے توڑے اللہ اسے توڑے''۔ (بخاری' مسلم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ رشتہ داری اللہ تعالیٰ سے دعا کرتی ہے جو مجھے جوڑے اے اللہ! تو اسے اپنے سے جوڑ دے یعنی اپنا بنا لے اور جو مجھے توڑے اور قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے اے اللہ! اسے اپنے سے کاٹ دے اور اپنے سے دور اور بے تعلق کر دے۔ اسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صلہ رحمی کی کتنی اہمیت ہے اور اس میں کوتاہی کرنا کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے۔

''حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے

کہ: اللہ عزوجل نے فرمایا میں اللہ ہوں۔ میں الرحمٰن ہوں میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا ہے۔ اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رحم کا نام دیا ہے۔ لہٰذا جو اسے جوڑے گا میں اسکو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑ دوں گا۔" (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدائش کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا رشتوں کے بندھن میں بندھا ہوتا ہے پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے رحم مقرر فرمایا ہے جو اس پاک نام رحمٰن سے گویا مشتق ہے۔ (یعنی دونوں کا مادہ ایک ہی ہے) لہٰذا جو بندہ انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو پورا کرے گا (یعنی صلہ رحمی کرے گا اس کے لئے اللہ کا اعلان ہے کہ وہ اس کو جوڑے گا) یعنی اس کو اپنا بنائے گا اور فضل و کرم سے نوازے گا) اور اس کے برعکس جو کوئی قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اور قرابت کے ان حقوق کو پامال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دے گا۔ یعنی اپنے قرب اور اپنی رحمت و کرم سے محروم کر دے گا۔ آج جتنی مسلمانوں پر پریشانیاں ہیں بلاشبہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے لیکن ان احادیث کی روشنی میں یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اس جرم کو بھی ہے کہ صلہ رحمی کی تعلیم و ہدایت کو ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلا دیا ہے۔ (از معارف بتغیر یسیر)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بلاشبہ حق تعالیٰ شانہ جب مخلوق کو پیدا کر چکے (یعنی تمام بنی آدم کی روح کو عالم ارواح میں پیدا کر چکے) تو رشتہ داری قرابت داری نے اٹھ کر کہا کہ میں آپ سے اس کی پناہ چاہتی ہوں کہ کوئی مجھے کاٹے اور توڑے اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا کہ جی ہاں! کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ جو تجھے ملائے گا (صلہ رحمی کرے گا) میں اسے (اپنی رحمت سے) ملاؤں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے اپنی رحمت سے دور کر دوں گا۔ رشتہ داری نے کہا ہاں اس پر خوش ہوں۔ اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا اچھا تو وعدہ تیرے لئے ثابت و برقرار ہے' پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو "فهل عسيتم ان توليتم ان تفسدوا فى الارض وتقطعوا ارحامكم اولئك الذين لعنهم الله فاصمهم و اعمىٰ ابصارهم" (ترجمہ) پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرو اپنی قرابتیں"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: رحم (یعنی قرابت) رحمٰن سے مشتق ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ایک شاخ ہے) اللہ تعالیٰ سے یہ رحم (رشتہ داری) شکایت کرتی ہے کہ اے میرے رب! مجھے توڑا گیا۔ اے میرے رب! (جیسا کہ دوسری روایت میں ہے کہ رحم کو فصیح و بلیغ زبان دی گئی) اللہ تعالیٰ جواباً اسے فرماتے ہیں کہ کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے اپنی رحمت سے ملاؤں اور جو تجھے توڑے میں اسے اپنی رحمت سے توڑوں اور دور کروں"۔ (احمد، صحیح ابن حبان)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی باہمی قرابت اور رشتہ داری کے متعلق اللہ تعالیٰ کے اسم پاک رحمٰن سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے اور وہی اس کا سرچشمہ ہے۔ اور اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے۔ (از معارف)

صلح رحمی کی اہمیت

وعن عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله عنهما عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: (ليس الواصل بالمكافى، ولكن الواصل الذى اذا قطعت رحمه وصلها). رواه البخارى و اللفظ له و ابو داؤد و الترمذى.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی صلہ رحمی کا حق ادا نہیں کرتا جو (صلہ رحمی کرنے والے اپنے اقرباء کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے۔ صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا دراصل وہ ہے جو اس حالت میں بھی صلہ رحمی کرے (اور قرابت داروں کا حق ادا کرے) جب وہ اس کے ساتھ قطع رحمی (اور حق تلفی) کا معاملہ کریں''۔ (بخاری، ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: بالکل ظاہر اور بدیہی امر ہے کہ جب آپ ہر بات میں یہ دیکھ رہے ہیں کہ جیسا برتاؤ دوسرا کرے گا ویسا ہی میں بھی کروں گا تو آپ نے صلہ رحمی کیا کی۔ یہ بات تو ہر اجنبی کے ساتھ بھی ہوتی ہے کہ جب دوسرا شخص آپ پر احسان کرے گا تو آپ خود اس پر احسان کرنے پر مجبور ہیں۔ صلہ رحمی تو درحقیقت یہی ہے کہ اگر دوسرے کی طرف سے بے التفاتی' بے نیازی' قطع تعلق ہو تو آپ اس کے جوڑنے کی فکر میں رہو۔ اس کو مت دیکھو کہ وہ کیا برتاؤ کرتا ہے۔ اس کو ہر وقت سوچو کہ میرے ذمہ کیا حق ہے مجھے کیا کرنا چاہئے دوسرے کے حقوق ادا کرتے رہو۔ ایسا نہ ہو کہ اس کا کوئی حق اپنے ذمہ رہ جائے جس کا قیامت میں اپنے سے مطالبہ ہو جائے اور اپنے حقوق کے پورا کرنے کا واہمہ بھی دل میں نہ ہو۔ بلکہ اگر وہ پورے نہیں ہوتے تو اور بھی زیادہ مسرور اور خوش ہو کہ دوسرے عالم میں جو اجر و ثواب اس پر ملے گا وہ اس سے بہت زیادہ ہوگا جو یہاں اس کے ادا کرنے سے وصول ہوتا۔ (از فضائل صدقات)

''حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ایسے کم عقل نہ بنو کہ تم لوگوں کی دیکھا دیکھی کہنے لگو کہ اگر لوگ ہم پر احسان کریں تو ہم بھی ان کے ساتھ احسان کریں گے اگر وہ ظلم کریں گے تو ہم بھی ظلم کریں گے بلکہ تم اپنے آپ کو اس بات پر قائم رکھو اگر لوگ اچھا برتاؤ کریں تو تم ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اگر وہ برا سلوک کریں تو (تب بھی ان پر ظلم نہ کرو''۔ (ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے رشتہ دار ہیں میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں وہ قطع رحمی کرتے ہیں میں ان پر احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں میں ہر معاملہ میں تحمل سے کام لیتا ہوں وہ جہالت پر اترے رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر یہ سب کچھ صحیح ہے تو ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے (یعنی خود ذلیل ہوں گے) اور تیرے ساتھ اللہ کی مدد شامل حال رہے گی۔ جب تک تو اس عادت پر جما رہے گا''۔ (مسلم)

تشریح: جب تک اللہ جل شانہ کی مدد کسی کے شامل حال

رہے نہ کسی کی برائی سے نقصان پہنچ سکتا ہے نہ کسی کا قطع تعلق نفع پہنچنے سے مانع ہوسکتا ہے۔

تو نہ چھوٹے مجھ سے یارب تیرا چھٹنا ہے غضب
یوں میں راضی ہوں مجھ چاہے زمانہ چھوڑ دے

حدیث بالا میں ''ان کے منہ میں گرم خاک ڈال رہا ہے'' سے مراد یہ ہے کہ تمہارے وہ قرابت دار چونکہ تمہارے نیک سلوک کے قدردان ہیں اور تمہاری نیکی کا شکریہ ادا نہیں کرتے اس لئے تم ان کو جو دیتے ہو وہ ان کے حق میں حرام مال کا حکم رکھتا ہے اور تمہاری دی ہوئی چیزیں ان کے پیٹ میں آگ کی طرح ہیں گویا اپنے ان قرابت داروں کے اس گناہ کو گرم راکھ کے ساتھ تشبیہ دی جو ان چیزوں کے کھانے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوتا ہے۔

بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جیسے کوئی اگر گرم گرم راکھ منہ میں ڈالے اور اس کو پیٹ میں اتارے تو اس کا نفس خود اسے لعنت ملامت کرتا ہے ایسے ہی تم ان کے غلط برتاؤ کے باوجود ان کے ساتھ احسان وسلوک کر کے ان کو خود اپنے نفس کے سامنے ذلیل ورسوا کرتے ہو۔

بعض شارحین نے یہ مطلب بتایا کہ ان کے ساتھ تمہارا احسان گویا ان کے حق میں گرم راکھ ہے جو ان کو جلاتا اور ہلاک کرتا ہے۔ بعض شارحین نے یہ کہا کہ تمہارا احسان ان کا منہ کالا کرتا ہے جیسا کہ گرم راکھ کسی کے چہرے کو جلا کر سیاہ کردے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ام کلثوم بنت عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو کاشح رشتہ دار کو دیا جائے''۔ (طبرانی، صحیح ابن خزیمہ، حاکم)

تشریح: کاشح اس شخص کو کہتے ہیں جو دل میں کسی سے بغض وکینہ رکھے۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس میں تین خوبیاں ہوں گی حق تعالیٰ شانہ اس سے آسان حساب لیں گے اور اسے اپنی مہربانی ورحمت سے جنت میں داخل فرمادیں گے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بعض نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! یا رسول اللہ وہ خوبیاں کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا (۱) جو تمہیں نہ دے محروم رکھے اسے دو۔ (۲) جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو۔ (۳) جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو۔ جب تم یہ تین کام کرلو گے اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل فرمادے گا''۔ (بزار، طبرانی، حاکم)

''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا میں نے آپ کا دست مبارک پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سب سے افضل اعمال بتائیے؟ ارشاد فرمایا اے عقبہ! جو تم سے رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو اور جو تم سے روکے تم اس کو دو۔ اور جو تم پر ظلم کرے اس سے اعراض کرلو۔ (بدلہ نہ لو) ایک روایت میں ہے کہ جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو۔ احمد اور حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ بھی اضافہ ہے کہ خبردار! توجہ سے سنو! جو چاہتا ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اس کے رزق میں وسعت ہو۔ اس کو چاہئے کہ صلہ رحمی کرے''۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرمادیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

چند اخلاق حسنہ

وعن علی رضی الله عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم :(الا ادلک علی اکرم اخلاق الدنیا والآخرة: ان تصل من قطعک، و تعطی من حرمک، و ان تعفو عمن ظلمک) رواه الطبرانی فی الاوسط من روایة الحارث الاعور عنه.

ترجمہ: ''حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میں تم کو دنیا وآخرت کے عمدہ اخلاق نہ بتاؤں۔ وہ یہ ہیں کہ تم صلہ رحمی کرو اور محروم کرنے والے کو دو اور ظلم کرنے والے کو معاف کردو''۔(طبرانی فی الاوسط)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: فضیلت والے کاموں میں سے افضل کام یہ ہیں کہ تم سے جو رشتہ توڑے تم اس سے جوڑو! اور جو تم سے روکے تم اس کو دو۔ اور جو تم کو برا بھلا کہے اس سے درگزر کرو''۔(طبرانی)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دو گناہوں کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ مستحق ہو کہ اس کا وبال آخرت میں ذخیرہ ہونے کے باوجود دنیا میں اس کی سزا بہت جلد بھگتنی پڑے وہ دو گناہ ہیں ایک ظلم دوسرا قطع رحمی''۔(ابن ماجہ ترمذی حاکم)

تشریح: یعنی دو گناہ ظلم اور قطع رحمی ایسے ہیں کہ آخرت میں تو ان پر جو کچھ وبال ہوگا وہ ہو ہی گا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی اس کی سزا بہت جلد ملتی ہے۔(از فضائل صدقات)

''طبرانی کی روایت میں ان دو گناہوں کے ساتھ دو اور گناہوں کا ذکر ہے (جن کا وبال آخرت کے ساتھ دنیا میں بہت جلد بھگتنا پڑتا ہے) وہ قطع رحمی کے علاوہ خیانت اور جھوٹ ہے۔ (یہ بھی ذکر ہے) اور بلاشبہ وہ نیکی جس کا بدلہ بہت جلد (دنیا ہی میں) مل جاتا ہے وہ صلہ رحمی ہے حتیٰ کہ ایک گھرانا گنہگار رہتا ہے لیکن ان کا مال بڑھتا ہے اور اولاد میں اضافہ ہوتا ہے جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی گھرانہ صلہ رحمی کرے اور پھر وہ محتاج رہے۔ (بلکہ اللہ تعالیٰ غنی کردیتے ہیں)''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ بلاشبہ! بنی آدم (انسانوں) کے اعمال حق تعالیٰ شانہ کے یہاں ہر جمعرات کو شب جمعہ میں پیش کئے جاتے ہیں، قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا''۔(احمد)

''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ جنت میں قطع رحمی کرنے والا داخل نہ ہوگا''۔(بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: حدیث بالا کا مطلب یہ ہے کہ قطع رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا سخت گناہ ہے کہ اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی جنت میں نہیں جاسکے گا ہاں جب اس کو سزا دے کر پاک کردیا جائے گا یا کسی وجہ سے اس کو معاف کردیا جائے گا تو جاسکے گا جب تک ان دونوں میں سے کوئی بات نہ ہو جنت کا دروازہ اس کے لئے بند

رہے گا۔(از معارف)

''اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز کے بعد ایک حلقہ میں تشریف فرما تھے فرمانے لگے میں تم لوگوں کو قسم دیتا ہوں کہ اگر مجمع میں کوئی شخص قطع رحمی کرنے والا ہو تو وہ چلا جائے' ہم لوگ اللہ جل شانہ سے ایک دعا کرنا چاہتے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لئے بند ہو جاتے ہیں'' (طبرانی)

تشریح: یعنی اس کی دعا آسمان پر نہیں جاتی اس سے پہلے ہی دروازہ بند کر دیا جاتا ہے اور جب اس کے ساتھ ہماری دعا ہوگی تو وہ دروازہ بند ہو جانے کی وجہ سے رہ جائے گی۔(از فضائل صدقات)

''حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رویت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (ایک دن) بیٹھے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آج ہمارے ساتھ ھوئی ایسا شخص نہ بیٹھے جو قطع رحمی کرنے والا ہو۔(دوسری رویت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عرفہ کا دن تھا) سارے حلقہ میں سے ایک نوجوان اٹھے اور اپنی خالہ کے پاس گئے ان کے اور ان کی خالہ کے درمیان کچھ نااتفاقی و ناچاقی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنی خالہ کے لئے دعا مغفرت کی اور ان کی خالہ نے ان کے لئے دعا مغفرت کی۔(اور آپس میں صلح کر کے) پھر مجلس میں حاضر ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: (انہوں نے بہت اچھا کام کیا) اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔(اصبھانی)

''ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: رحمت کے فرشتے اس قوم پر نہیں نازل ہوتے جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا ہو''۔(طبرانی)

تشریح: فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں اس قصہ سے یہ معلوم ہوا کہ قطع رحمی اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے پاس بیٹھنے والے بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ جو اس میں مبتلا ہو اس سے توبہ کرے اور صلہ رحمی کا اہتمام کرے۔(از فضائل صدقات)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں اور (اپنے یا پرائے) یتیم کی کفالت کرنے والا آدمی جنت میں اس طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے بتلایا اور ان کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی''۔(بخاری' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: حدیث بالا میں یتیم سے عام یتیم مراد ہے خواہ اپنا قریبی رشتہ دار ہو جیسے پوتا اور بھتیجا وغیرہ یا کوئی غیر رشتہ دار ہو جیسا کہ اس روایت کے دوسرے طریق میں اس کی وضاحت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے ذریعہ اشارہ کر کے واضح طور پر بتلایا کہ جنت میں میرے اور یتیم کی پرورش کرنے والے کے درمیان اتنا قریبی علاقہ اور تعلق ہوگا جتنا کہ ان دو انگلیوں کے درمیان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں انگلیوں کی کشادگی کے ذریعہ اس طرف بھی اشارہ فرمایا کہ مرتبہ نبوت جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے اس کے اور اس کے مرتبہ کے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں ہے۔(از مظاہر حق)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہم سے راضی ہو جایئے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یتیموں کی پرورش کا اجر وثواب

وعنه رضی الله عنه ایضا ان نبی الله صلی الله علیه وسلم قال :(من قبض یتیما من بین مسلمین الی طعامه و شرابه ادخله الله الجنة البتة الا ان یعمل ذنبا لایغفر) رواه الترمذی' وقال: حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: "حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے جس بندے نے مسلمانوں میں کسی یتیم بچے کو لے لیا۔ اور اپنے کھانے پینے میں شریک کرلیا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور بالضرور جنت میں داخل فرمائیں گے البتہ اگر اس نے کوئی ایسا جرم کیا ہو جو نا قابل معافی ہو تو دوسری بات ہے"۔ (ترمذی)

تشریح: اس حدیث سے صراحتہ معلوم ہوا کہ یتیم کی کفالت و پرورش پر داخلہ جنت کی قطعی بشارت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہ آدمی کسی ایسے سخت گناہ کا مرتکب نہ ہو جو اللہ کے نزدیک نا قابل معافی ہو۔ (جیسے شرک و کفر و ناحق خون وغیرہ) دراصل یہ شرط اس طرح کی تمام بشارت والی حدیثوں میں ملحوظ ہوتی ہے۔ اگر چہ الفاظ میں مذکور نہ ہو لہذا یہ شرط بطور قاعدہ کلیہ کے ہے۔ اسے ہر بشارت والی حدیث میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ (از معارف)

"حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کے ساتھ کوئی یتیم ان کے برتن میں کھانے کے لئے بیٹھے تو شیطان ان کے برتن کے قریب نہیں آتا"۔ (طبرانی فی الاوسط' اصبہانی)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مسلمانوں کے گھرانوں میں بہترین گھرانہ وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا جاتا ہے اور مسلمانوں کے گھروں میں بدترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے"۔ (ابن ماجہ)

"حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اور وہ عورت کہ جس کا چہرہ (اپنی اولاد کی پرورش' دیکھ بھال اور محنت و مشقت کی وجہ سے) سیاہ پڑ گیا ہو قیامت کے دن اس طرح ہوں گے حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا (مطلب یہ تھا کہ جس طرح یہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اسی طرح قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ عورت قریب ہوں گے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ چہرہ والی عورت کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سے مراد) وہ عورت ہے جو بیوہ ہوگئی ہو اور حسن و جمال' عزت و منصب والی ہونے کے باوجود اپنے یتیم بچوں (کی پرورش) کی خاطر دوسرا نکاح نہ کرے یہاں تک کہ وہ بچے بالغ ہونے کی وجہ سے اپنی ماں کے محتاج نہ رہیں یا انہیں موت آجائے"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: میں سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھولوں گا البتہ ایک عورت کو دیکھوں گا جو مجھ سے آگے جا رہی ہوگی میں اس کو کہوں گا کہ تو کون ہے کہ مجھ سے آگے جا رہی ہے؟ وہ کہے گی میں وہ عورت ہوں جو اپنے یتیم بچوں کی پرورش

کے خاطر (دوسرا نکاح کرنے سے) رکی رہی"۔ (ابو یعلی)

"حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے یتیم کے سر پر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہاتھ پھیرا تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا تو ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گی اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو ملا کر بتایا اور دکھایا (کہ ان دو انگلیوں کی طرح بالکل پاس پاس ہوں گے)۔" (احمد)

"حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اپنے دل کی سختی کی شکایت کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم پسند کرتے ہو کہ تمہارا دل نرم پڑ جائے اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے؟ یتیم پر رحم و شفقت کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرو اور اپنے کھانے میں سے اس کو کھلاؤ تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی"۔ (طبرانی)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی سخت دلی کی شکایت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو"۔ (احمد)

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے شوہر والی عورت اور مسکین و حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا شخص حق تعالیٰ شانہ کے نزدیک (اجر و ثواب میں) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے شخص کے مثل ہے اور میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار) شخص کی طرح ہے جو (عبادت اور شب خیزی میں سستی نہ کرتا ہو۔ اور اس صائم الدہر (مسلسل روزے رکھنے والے) شخص کی طرح ہے جو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو"۔ (بخاری، مسلم)

تشریح:۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی حاجت مند مسکین یا کسی ایسی لاوارث عورت کی خدمت و اعانت کرنے کے لئے جس کے سر شوہر کا سایہ نہ ہو دوڑ دھوپ کرے اس کا ثواب مجاہد اور مسلسل روزے اور رات بھر عبادت کرنیوالے کے برابر ہے۔ جس کی صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خود محنت کر کے کمائیں اور ان پر خرچ کریں اور یہ بھی ہو سکتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو ان کی خبر گیری اور اعانت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کریں۔ (از معارف)

ضروری ملاحظہ: مذکورہ بالا روایت الترغیب میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب کہ بخاری باب فضل النفقہ علی الاہل میں اور جدید الترغیب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

یا اللہ اس پر فتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یا رب العالمین

ایمان کے تقاضے

عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من کان یومن بالله والیوم الآخر فلا یوذجارة ' و من کان یومن بالله والیوم الآخر فلیکرم ضیفه' و من کان یؤمن بالله والیوم الآخر فلیقل خیراا ولیسکت . (رواه البخاری و مسلم)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو (کسی بھی قسم کی) تکلیف نہ پہنچائے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: خیر میں ہر وہ چیز داخل ہے جن کا کہنا مطلوب ہے فرض ہو یا مستحب اس کے علاوہ جو رہ گیا وہ شر ہے یعنی اگر کوئی ایسی بات ہو جو بظاہر نہ خیر معلوم ہوتی ہو نہ شر حافظ کے کلام کے موافق شر میں داخل ہو جائے گی۔ (فتح الباری)

''مسلم کی روایت میں ہے کہ جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے''۔ (مسلم)

تشریح:۔ انسان کا اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور قریب رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم وہدایت میں ہمسائے گی اور پڑوس کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام اور رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ اس کو ایمان کا جزء اور جنت کے داخلہ کی شرط اور اللہ و رسول کی محبت کا معیار قرار دیا ہے۔ جیسا کہ روایات سے واضح ہے۔ (از معارف تفسیر)

''حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دریافت فرمایا کہ: زنا کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ وہ تو حرام ہے اللہ اور اس کے رسول نے اس کو حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ارشاد فرمایا کہ: کوئی شخص (اللہ نہ کرے) دس عورتوں کے ساتھ بدکاری کرے یہ (گناہ میں) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے پڑوسی کی عورت کے ساتھ (العیاذ باللہ) بدکاری کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (پھر) دریافت فرمایا کہ: تم چوری کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول نے تو اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ تو حرام ہی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کا دس گھروں سے چوری کرنا (گناہ کے اعتبار سے) زیادہ ہلکا ہے بنسبت اس کے کہ وہ اپنے پڑوسی کی چوری کرے''۔ (احمد، طبرانی، کبیر اوسط)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک دن) ارشاد فرمایا کہ: اللہ کی قسم! وہ شخص مومن نہیں، اللہ کی قسم! اس میں ایمان نہیں اللہ کی قسم! وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! کون شخص؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بدنصیب شخص کے متعلق قسم کے ساتھ ارشاد فرما رہے ہیں کہ وہ مومن نہیں اور اس میں ایمان نہیں)؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ

آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔(یعنی ایسا آدمی ایمان سے محروم ہے) (احمدؒ بخاریؒ مسلم) احمد کی روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ عرض کیا یا رسول اللہ! بوائق جس کا ذکر آپ نے فرمایا یہ کیا ہے ارشاد فرمایا اس سے مراد پڑوسی کا شر اور اس کی شرارتیں ہیں"

"حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہوسکتا جب تک اپنے پڑوسی کے لئے یا فرمایا اپنے بھائی کے لئے اس چیز کو پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"۔ (مسلم)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی بندہ کا ایمان اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا دل درست نہ ہو اور اس کا دل اس وقت تک درست نہیں ہوسکتا جب تک زبان درست نہ ہو اور وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کی شرارتوں اور ایذارسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون و بے خوف نہ ہوں"۔ (احمدؒ ابن ابی الدنیا)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے "اللھم انی اعوذبک من جارالسوء فی دار المقامة فان جار البادیة یتحول"۔ ترجمہ (اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں برے پڑوس سے اپنے سکونت کے گھر میں کیونکہ جنگل (یعنی سفر) کا پڑوسی تو چلا بھی جاتا ہے (اور سکونت کے گھر والا دیرپا ہوتا ہے)۔" (صحیح ابن حبان)

"حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے (اللہ کی عدالت میں جنکا مقدمہ پیش ہوگا) وہ دو پڑوسی ہونگے"۔ (احمد)

"حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنے پڑوسی (سے تکلیف پہنچنے) کی شکایت کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو (اس کا حل) یہ بتایا کہ تم اپنا سامان (گھر سے نکال کر) راستہ پر ڈال دو۔ چنانچہ اس نے گھر سے (سامان نکال کر) راستہ پر پھینک دیا لوگوں کا جب وہاں سے گزر ہوتا تو لوگ اس کے پڑوسی پر لعنت کرتے (کہ اس نے ایسا ستایا ہے کہ اس شخص نے مجبور ہو کر گھر سے سامان نکال کر باہر پھینک دیا) چنانچہ اس کا پڑوسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! لوگوں سے مجھے تکلیف پہنچی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں سے کیا تکلیف پہنچی ہے؟ اس نے کہا لوگ مجھ پر لعنت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؟ اللہ تجھ پر لوگوں سے پہلے لعنت کرے (اپنی رحمت سے دور کرے) اس نے کہا اب میں کبھی اپنے پڑوسی کو دوبارہ تکلیف نہیں دوں گا۔ اس کے بعد وہ شخص حاضر خدمت ہوا جس نے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑوسی کو ستانے کی شکایت کی تھی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اب اپنا سامان اٹھا کر (گھر لے جاؤ) تمہاری کفایت کی گئی (اور اس تدبیر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری تکلیف دور کرنے کا بندوبست کر دیا)۔ (طبرانیؒ بزار)

البتہ بزار کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ؟ اپنا سامان راستہ پر یا فرمایا بیچ راستہ پر رکھ دو۔ چنانچہ اس نے رکھ دیا تو جو کوئی گزرتا وہ پوچھتا کیا بات ہے؟ یہ شخص بتاتا کہ میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے تو وہ اسے بدعا دیتا پھر اس کا پڑوسی آیا اور کہا اپنا سامان گھر میں واپس لے جاؤ اب کبھی بھی تمہیں نہیں ستاؤں گا"۔ (بزار)

دُعا کیجئے

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

پڑوسیوں کے حقوق

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رجل: یا رسول الله ان فلانة تکثیر من صلاتها و صدقتها و صیامها غیر انها تؤذی جیرانها بلسانها. قال:هی فی النار قالوا: یا رسول الله فلانة تصوم النار، و تقوم اللیل، و توذی جیرانها، قال:هی فی النار.قالوا: یا رسول الله فلانة تصلی المکتوبات ، و تصدق بالاثوار من الاقط ولاتؤذی جیرانها، قال: هی فی الجنة.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر) عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت نماز، صدقات، روزوں کی کثرت کرتی ہے لیکن اپنی زبان سے پڑوسیوں کو تکلیف پہنچاتی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: وہ جہنم میں داخل ہوگی (چاہے پھر سزا بھگت کر نکل آئے) اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں ایک عورت کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ وہ نماز، روزے کی کثرت نہیں کرتی البتہ پنیر وغیرہ) صدقہ کرتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو نہیں ستاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ جنت میں جائے گی''۔ (احمد، بزار، صحیح ابن حبان، حاکم ابوبکر بن ابی شیبہ)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص پڑوسی سے اپنے گھر کا دروازہ اہل وعیال پر ڈر کی وجہ سے بند رکھے وہ کامل مومن نہیں اور وہ بھی کامل مومن نہیں جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف اور مطمئن نہ ہوں جانتے ہو پڑوسی کا حق کیا ہے؟ اگر تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو اگر قرض مانگے تو اس کو قرض دو اگر محتاج ہو تو اس کی اعانت کرو اگر بیمار ہو تو عیادت کرو اگر اس کو خوشی اور بھلائی حاصل ہو تو مبارک باد دو اگر مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اگر وہ مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ بغیر اس کی اجازت کے اس کی عمارت سے اپنی عمارت اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے۔ (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو کہ (تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لئے (اور اس کے بچوں کے لئے) باعث ایذا اور تکلیف کا سبب نہ ہو (یعنی اس کا اہتمام کرو کہ ہانڈی کی خوشبو اس کے گھر تک نہ جائے) مگر یہ کہ جو پکے اس میں سے کچھ حصہ پڑوسی کو بھی نکال کر دے دو۔ (اس صورت میں کھانے کی خوشبو اس کے گھر تک جانے میں کوئی مضائقہ نہیں) اگر کوئی پھول خریدو تو اس کو بھی ہدیہ دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو اس پھل کو اس طرح پوشیدہ اور چھپا کر گھر لاؤ کہ وہ نہ دیکھے اور اس کو تمہاری اولاد باہر لے کر نہ نکلے کہ پڑوسی کے بچے کے دل میں اسے دیکھ کر جلن پیدا ہو''۔

''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: تین چیزیں کمر توڑ دینے والی مصیبتیں ہیں ایک وہ بادشاہ، حاکم کہ اگر تم اس کے ساتھ احسان کا معاملہ کرو تو شکر گزاری نہ کرے اور اگر تم سے کوئی برائی یا غلطی ہو جائے تو معاف نہ کرے۔ دوسرے برا پڑوسی کہ

اگر تم میں کوئی بھلائی دیکھے تو اس کو دفن کردے (چھپادے کسی کو حسد کی وجہ سے نہ بتائے) اور اگر پاس جاؤ تو تمہیں تکلیف پہنچائے اور اگر تم اس سے غائب ہو (اس کے پاس موجود نہ ہو) تو اپنی جان اور تمہارے مال میں) خیانت کرے۔ (اس کی حفاظت نہ کرے۔" (طبرانی)

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کے رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا پڑوسی بھوکا ہو۔ اور اس آدمی کو اس کے بھوکا ہونے کی خبر ہو"۔ (طبرانی، بزار)

تشریح:۔ یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ ان تمام احادیث میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی ہے۔ (از معارف)

"حضرت ابو شریح خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کا معاملہ کرے (یعنی جس چیز کا وہ محتاج ہو اس میں اس کی اعانت کرے اس سے برائی کو دور کرے) اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے"۔ (مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ زبان سے کوئی بات نکالے تو بھلائی کی بات نکالے ورنہ چپ رہے اور جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے"۔ (احمد)

تشریح: ان احادیث سے تین باتوں کی تاکید معلوم ہوتی ہے:

(۱) پڑوسی کا اکرام (۲) پڑوسی کیساتھ احسان کا معاملہ (۳) اور پڑوسی کو ایذا دینے سے بچنا۔

تینوں ہی باتیں مذکورہ روایات میں ذکر کی گئی ہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل وکرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف وخشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔

آمین یارب العالمین

اچھے اور برے لوگ

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : (خير الاصحاب عندالله خيرهم لصحابه' و خير الجيران عندالله خيرهم لجاره) رواه الترمذی وقال: حديث حسن غريب' و ابن خزيمة و ابن حبان فی صحيحهما والحاكم' وقال: صحيح على شرط مسلم.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں دوستوں اور ساتھیوں میں بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھی کے لئے بہتر ہو (اس کی راحت رسانی کی اسے فکر ہو) اور پڑوسیوں میں وہ حق تعالیٰ شانہ کے ہاں بہتر ہے جو اپنے پڑوسی کے لئے بہتر ہو (کہ اسے راحت رسانی کی فکر ہو)''۔ (ترمذی' صحیح ابن خزیمہ' صحیح ابن حبان' حاکم)

''حضرت مطرف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث پہنچی تھی اس لئے میں ان سے ملاقات کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ میں نے ان سے ملاقات کی میں نے عرض کیا اے ابوذر (رضی اللہ عنہا) آپ کی طرف سے مجھے ایک حدیث پہنچی تھی اور میں (اسی لئے) آپ سے ملاقات کا خواہش مند تھا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ واہ جی واہ (بہت اچھا کیا آئے) مجھ سے تمہاری ملاقات ہوگئی ہے اب پوچھو کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا ایک حدیث ہے جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی ہے کہ اللہ عزوجل تین قسم کے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت نہیں کرسکتا جو آپ نے ارشاد نہ فرمائی ہو۔ میں نے دریافت کیا کہ وہ تین قسم کے لوگ کون ہیں جن سے اللہ عزوجل محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ایک تو وہ شخص جو اللہ کے راستہ میں صبر اور ثواب کی امید کرتے ہوئے جہاد کرے اور لڑتا رہے یہاں تک کہ شہید ہو جائے اور تم اس کا ذکر اللہ کی کتاب میں پاتے ہو پھر یہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے (اللہ چاہتا ہے ان لوگوں کو جو لڑتے ہیں اس کی راہ میں قطار باندھ کر گویا وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی ہوئی) میں نے کہا دوسرا کون شخص ہے (جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں؟) فرمایا وہ شخص جس کا کوئی برا پڑوسی ہو جو اسے ستاتا ہو اور وہ اس کی تکلیف پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کی اس برے پڑوسی سے زندگی میں یا موت کے ذریعے اس کی کفایت کردے پھر پوری حدیث ذکر کی''۔ (احمد' طبرانی' حاکم)

''حضرت ابن عمر و حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث تک بھی قرار دے دیں گے''۔ (بخاری' مسلم)

''ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں

اپنے گھر والوں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کی غرض سے گھر سے نکلا، تو دیکھا کہ ایک شخص آپ کی طرف متوجہ ہے۔ میرا گمان تھا کہ اس کی کوئی ضرورت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے اس لئے میں بیٹھ گیا (اور اس کے اور آپ کے درمیان خلل انداز نہ ہوا) اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ کے اتنی زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے رحم آنے لگا پھر وہ چلا گیا تو میں آپ کے پاس اٹھ کر گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس شخص نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا کہ مجھے آپ کے اتنی دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ سے رحم آنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں پتہ ہے کہ یہ کون تھے میں نے عرض کیا مجھے تو معلوم نہیں۔ ارشاد فرمایا جبرئیل علیہ السلام تھے مجھے پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث تک بھی قرار دے دیں گے"۔ (احمد)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا جب کہ آپ حجۃ الوداع میں اپنی کان کٹی ہوئی اونٹنی پر سوار تھے اور یہ ارشاد فرما رہے تھے میں تم کو پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی وصیت اور تاکید کرتا ہوں آپ نے بہت بار یہ فرمایا میں اپنے جی میں کہنے لگا کہ آپ تو پڑوسی کو وارث بنا کر ہی رہیں گے"۔ (طبرانی)

"حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے گھر بکری ذبح ہوئی جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے گھر والوں سے کہا تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی گوشت کا ہدیہ بھیجا؟ تم لوگوں نے ہمارے یہودی پڑوسی کے لئے بھی ہدیہ بھیجا؟ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: آپ فرماتے تھے کہ پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مجھے جبرئیل علیہ السلام برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ وہ اس کو وارث بھی قرار دے دیں گے"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

دُعا کیجئے

یا الٰہ العالمین ہمیں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے اتباع سنت آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرما دے۔

سعادت کی علامات

وعن نافع بن الحارث رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: (من سعادة المرء: الجار الصالح' والمركب الهنی' والمسكن الواسع) (رواه احمد)

ترجمہ: ''حضرت نافع بن حارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: آدمی کی سعادت اور خوش بختی کی ایک بات یہ ہے کہ اس کا پڑوسی نیک اور اچھا ہو۔ دوسرے اچھی سواری ہو (پریشان نہ کرتی ہو) تیسرے کشادہ گھر ہو''۔ (احمد)

''حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں آدمی کی سعادت میں سے ہیں ایک نیک بیوی ہے دوسرے کشادہ گھر' تیسرے نیک اور اچھا پڑوسی' چوتھے اچھی سواری ہے اور چار چیزیں آدمی کی بدنصیبی کی ہیں ایک برا پڑوسی۔ دوسرے بری بیوی (جس کے اخلاق برے ہوں) تیسرے بری سواری (جو پریشان کرتی رہتی ہو) چوتھے تنگ گھر (جو ضرورت کو پورا نہ کرتا ہو)''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص اپنے بھائی سے جو دوسری بستی میں رہتا تھا۔ ملاقات کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ گزر پر ایک فرشتہ کو منتظر بنا کے بٹھا دیا (جب وہ شخص اس جگہ سے گزرا تو) فرشتہ نے اس سے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میں اس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی سے ملنے جا رہا ہوں' فرشتہ نے کہا کہ: کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے' جس کو تم پورا اور پختہ کرنے جا رہے ہو۔ اس شخص نے کہا: نہیں! میرے جانے کی وجہ صرف یہی ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اس بھائی سے محبت ہے فرشتہ نے کہا کہ: میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لئے اس بندہ سے محبت کرتے ہو''۔ (مسلم)

تشریح: یہ واقعہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں بیان فرمایا ہے بظاہر کسی اگلی امت کے کسی فرد کا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ کبھی کبھی فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کسی غیر نبی کے پاس بھی آ سکتے ہیں اور اس سے اس طرح کی باتیں دوبدو کر سکتے ہیں۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا اللہ کے حکم سے حضرت مریم صدیقہ کے پاس آنا اور ان سے باتیں کرنا قرآن مجید میں بھی مذکور ہے حالانکہ معلوم ہے کہ حضرت مریم نبی نہ تھیں۔

بہرحال واقعہ کا مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث مبارکہ میں یہ ہے کہ کسی بندہ سے محض رضا الٰہی کی خاطر محبت کرنا اللہ تعالیٰ کی محبت کو واجب کرنے اور اس کا مستحق بنانے والا ہے۔ (از معارف بتغیر واختصار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کسی بیمار کی عیادت یا مسلمان بھائی کی ملاقات کی خاطر اس کے ہاں جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ (بلاواسطہ یا فرشتوں کی زبانی) فرماتے ہیں کہ (دنیا و آخرت میں) تیری زندگی خوشگوار ہوئی اور تیرا چلنا مبارک رہا (کہ تو چل کر یہاں تک آیا) اور تجھ کو جنت میں ایک بڑا اور عالی مرتبہ جگہ حاصل ہوئی''۔ (ابن ماجہ' ترمذی' ابن حبان)

تشریح: دنیا میں زندگی کو خوشی اور اطمینان ملنے کا تعلق جن چیزوں سے ہے وہ یہ ہیں کہ قناعت و توکل کی دولت نصیب ہو جائے رضائے الٰہی کی سعادت ملے رزق میں برکت قلب میں وسعت و حوصلہ عادات و اطوار میں تہذیب و شائستگی اور علم و عمل کی توفیق نصیب ہو۔

حدیث بالا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ یہ تینوں جملے دعائیہ ہوں۔ اس صورت میں الفاظ کے معنی یہ ہوں گے کہ تیری زندگی کو خوشی و راحت نصیب ہو۔ تیرا راہ چلنا مبارک ثابت ہو اور تجھے جنت میں اعلیٰ مقام حاصل ہو۔ (از مظاہر حق)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کوئی بندہ اللہ کے لئے اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے آتا ہے فرشتہ ضرور آسمان سے یہ اعلان کرتا ہے کہ تمہاری زندگی اچھی ہو اور تمہیں جنت مبارک ہو اور اللہ تعالیٰ اپنے عرش کی سلطنت میں (فرشتوں سے) فرماتے ہیں کہ میرے بندہ نے میری خاطر ملاقات کی ہے اور مجھ پر اس کی میزبانی ہے۔ لہٰذا جنت سے کم چیز بدلہ میں دینے پر راضی نہیں ہوتے''۔ (بزار، ابویعلی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا میں تم کو جنت کے لوگ نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! ضرور بتایئے! ارشاد فرمایا کہ: نبی جنت میں، صدیق جنت میں اور جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کے لئے شہر کی ایک جانب سے دوسری جانب محض اللہ کی خوشنودی کی خاطر جائے وہ جنت میں''۔ (طبرانی اوسط، صغیر)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لئے، جو آپس میں میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ سے اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے آپس میں ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں''۔ (موطا امام مالک)

''حضرت عون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی ایک مرتبہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے دریافت فرمایا کہ کیا آپ لوگ ایک دوسرے کے پاس جڑ کر بیٹھتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اس کو نہیں چھوڑتے فرمایا کیا آپ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے ابوعبدالرحمٰن! (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) جی ہاں! یہاں تک کہ اگر کوئی شخص ہم میں سے اپنے دینی بھائی کو نہیں پاتا تو وہ پیدل کوفہ شہر کے آخری کنارے تک اس کی تلاش میں چل دیتا ہے یہاں تک کہ اس سے ملاقات کر لیتا ہے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جب تک یہ کرتے رہو گے خیر اور بھلائی سے رہو گے''۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

صحبت صالح کی ضرورت

وعن جبير بن مطعم رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم (انطلقوا بنا الى بنى واقف نزور البصير). رجل كان كفيف البصر' رواه البزار باسناد جيد.

ترجمہ: ''حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہمارے ساتھ بنو واقف کے پاس چلو وہاں چل کر ایک شخص سے ہم ملاقات کریں جو بینا ہے (دل کے لحاظ سے) اور وہ ظاہری بینائی سے محروم تھے''۔ (بزار)

تشریح: معلوم ہوا کہ کسی سے ملاقات کیلئے جانا سنت ہے۔

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (وقفہ وقفہ سے ملا کرو تمہاری محبت بڑھ جائے گی''۔ (طبرانی' بزار)

''حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ میں اور عبید بن عمیر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عبید بن عمیر سے فرمایا کہ ہماری آپ کی ملاقات کا وقت آ گیا تھا (پھر بھی تاخیر کی) انہوں نے جواب میں عرض کیا اماں جان! میں وہی کہتا ہوں جو پہلے میں نے کہا تھا۔ وقفہ وقفہ سے ملو محبت بڑھ جائے گی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمارے سامنے یہ بے کار باتیں نہ کرو (یعنی ملاقات میں خود سستی کی اور اس سستی کے عذر کو حدیث سنا کر چھپا رہے ہو یہ بطور دل لگی کے فرمایا واللہ اعلم) ابن عمیر نے عرض کیا سب سے عجیب بات جو آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی ہو اس کے متعلق فرما دیں۔ پھر وہ ساری حدیث ذکر کی جو ''ان فی خلق السموات والارض'' کے نزول کے متعلق ہے''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمارے لئے مجلس اور بیٹھک ٹھیک اور درست کر دو کیونکہ زمین میں وہ فرشتہ اتر رہا ہے جو آج تک زمین پر نہیں آیا۔ (احمد)

حضرت ام بجید حواء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے پاس تشریف لاتے میں آپ کے لئے پیالہ میں ستو بنا کر رکھتی جب آپ تشریف لاتے تو میں آپ کو وہ ستو پلاتی''۔ (احمد)

''ابراہیم بن نشیط سے روایت ہے کہ وہ حضرت عبداللہ بن حارث زبیدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے اپنے نیچے کا تکیہ ان کی طرف پھینکا اور یہ ارشاد فرمایا کہ جو اپنے ہم نشین کا اکرام نہیں کرتا اس کا احمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق ہے''۔ (طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کیا مجھے یہ نہیں بتلایا گیا کہ تم رات بھر عبادت کرتے ہو اور دن بھر روزہ سے رہتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں! ارشاد فرمایا ایسا نہ کرو بلکہ رات کو عبادت بھی کرو اور آرام بھی' بعض دن روزہ رکھو اور بعض دن روزہ نہ بھی رکھو۔ کیونکہ تمہارے جسم کا تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا تم پر حق ہے اور تمہارے ملاقاتی مہمان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا تم پر حق ہے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بھوک اور پریشانی کی اطلاع دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھروں میں سے ایک آدمی بھیجا۔ گھر سے پیغام آیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپکو حق دے کر بھیجا ہے میرے پاس سوائے پانی کے کچھ نہیں پھر دوسری زوجہ کے پاس آدمی بھیجا وہاں سے بھی یہی جواب آیا یہاں تک کہ سب نے یہی جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے پانی کے سوا کچھ نہیں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ارشاد فرمایا کہ کون شخص انکی ایک رات کی مہمانی قبول کرتا ہے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میں مہمانی کروں گا۔ انکو اپنے گھر لے گئے اپنی بیوی سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ بیوی نے کہا کہ بچوں کا تھوڑا سا کھانا ہے اسکے علاوہ کچھ بھی گھر میں نہیں ہے۔ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کسی چیز سے بچوں کو بہلاتی رہنا۔ جب وہ رات کا کھانا چاہیں تو سلا دینا۔ جب وہ مہمان آ جائے تو چراغ (درست کرنے کے بہانے سے اٹھ کر) اسکو بجھا دینا اور مہمان کو یہ دکھانا کہ ہم اسکے ساتھ کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ مہمان کے ساتھ بیٹھ گئے اور مہمان نے (پیٹ بھر کر) کھا لیا اور دونوں میاں بیوی نے بھوکے رات گزاری (اور بچوں کو بھی بہلا کر بغیر کھلائے سلا دیا تھا) (صبح کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تم دونوں میاں بیوی کے اس عمل سے جو مہمان نوازی کا تم دونوں نے مہمان کے ساتھ کیا راضی اور خوش ہوا ایک روایت میں ہے کہ اس بارے میں یہ آیت اتری جس کا ترجمہ یہ ہے: اور ترجیح دیتے ہیں اپنی جانوں پر اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو"۔ (مسلم وغیرہ)

"حضرت ابوشریح خویلد بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کی خاطر داری کرے مہمان کے ساتھ تکلف و احسان کرنے کا زمانہ ایک دن ایک رات ہے اور مہمان داری کا زمانہ تین دن ہے اس (تین دن) کے بعد جو دیا جائے گا وہ ہدیہ و خیرات ہوگا اور مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کی ٹھہرنے کی درخواست کے بغیر) ہے کہ وہ میزبان کے ہاں (تین دن کے بعد اس کی ٹھہرنے کی درخواست کے بغیر) ٹھہرے کہ وہ تنگی میں مبتلا ہو جائے"۔ (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث میں "جائزہ" کا جو لفظ آیا ہے اسکا مفہوم یہی ہے ویسے لغت کے اعتبار سے "جائزہ" کے معنی بخشش تحفہ اور انعام کے ہیں۔ لیکن یہاں وہ چیز مراد ہے جو ایک دن کی غذا کی ضرورت کے بقدر ہو اور اسکے سہارے منزل تک پہنچ جائے مہمان کو "جائزہ" کے بعد جو کچھ دیا جائیگا وہ ایک زائد چیز ہوگی اور صدقہ و بھلائی اور احسان کے حکم میں ہوگا۔

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ یہ "جائزہ" تین دن مہمان داری کرنے سے کوئی زائد چیز نہ ہو۔ بلکہ حدیث پاک میں اس کا ذکر اس تکلف و اہتمام اور الطاف و عنایات کی وضاحت کے طور پر ہے جو میزبان مہمان داری کے تین دنوں میں سے پہلے دن اپنے مہمان کے لئے کرتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد کی عبارت سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ "جائزہ مہمان کی خاطر داری اور تواضع و مدارات کو کہا گیا ہے جو پہلے دن کی جاتی ہے۔ اسی طرح حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی فرماتے تھے کہ ہمارا علم بھی یہی ہے کہ "جائزہ" کے معنی یہی ہیں "مہمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے...... الخ سے معلوم ہوا کہ جو شخص کسی کے ہاں مہمان جائے اس کے لئے مطلقاً یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اپنے میزبان کے ہاں تین دن سے زیادہ ٹھہرے ہاں اگر خود میزبان کی خواہش ہو اور وہ درخواست کرے تو اس کی استدعا پر تین دن سے زائد ٹھہرے میں کوئی مضائقہ نہ ہوگا۔ اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کوئی مسافر (مہمان) کسی کے یہاں ٹھہرے اور کسی عذر مثلاً بیماری وغیرہ کے سبب اس کو تین دن سے زائد قیام کرنا پڑ جائے تو وہ تین دن کے بعد اپنے پاس سے کھائے پئے صاحب خانہ کو تنگی و کلفت میں نہ ڈالے۔ (از مظاہر حق)

مہمان کا اکرام

وعن ابی هریرة رضی الله عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (ایما نزل بقوم فاصبح الضیف محروما، فله ان یاخذ بقدر قراه ولاحرج علیه) رواه احمد، ورواته ثقات والحاکم، وقال: صحیح الاسناد.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کوئی شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا یعنی اس کے میزبان نے رات میں اس کی مہمان داری نہیں کی تو مہمان کے لئے جائز ہے کہ اپنی مہمانی کی مقدار وصول کر لے اور اس میں مہمان پر کوئی گناہ نہیں''۔ (احمد، حاکم)

''حضرت مقدام ابوکریمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کسی قوم میں (کسی کے ہاں) مہمان ہوا اور صبح تک وہ مہمان (کھانے سے) محروم رہا تو اس کی مدد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ ہے یہاں تک کہ یہ مہمان اپنے میزبان کے مال اور کھیتی سے اپنی رات کی مہمانی کے مقدار وصول کر لے''۔ (ابوداؤد، حاکم)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مہمان کا اکرام کیا ہے؟ ارشاد فرمایا (مہمان کا اکرام) تین دن ہے تین دن کے بعد میزبان کا مہمان کو کھلانا اس پر احسان ہے۔ (یعنی تین دن کے بعد کھانا نہ کھلانا بے مروتی میں داخل نہیں)''۔ (احمد، بزار، ابویعلی)

تشریح: مذکورہ بالا احادیث مبارکہ کا ظاہری مفہوم اس پر دلالت کرتا ہے کہ اگر میزبان مہمان داری کے حقوق ادا نہ کرے تو مہمان اس سے اپنا حق زبردستی لے سکتا ہے اس اعتبار سے یہ احادیث ان حضرات کے مسلک کی دلیل بھی ہے کہ جو ضیافت یعنی مہمان کو کھلانا پلانا ایک واجب حق قرار دیتے ہیں لیکن جمہور علماء کا مسلک چونکہ یہ نہیں ہے اس لئے ان کی طرف سے اس حدیث کی کئی تاویلیں کی جاتی ہیں ایک تو یہ کہ یہ احادیث اصل میں مخمصہ (خالی پیٹ ہونے) اور اضطرار (بھوک کی وجہ سے بے تاب و مضطر ہونے) کی صورت پر محمول ہیں اور ایسی صورت میں جب کہ مہمان سخت بھوکا اور مضطر ہو اس کی ضیافت کرنا بلاشبہ میزبان پر واجب ہوگا کہ اگر وہ (میزبان) اس حق کو ادا نہ کرے تو یہ حق اس سے زبردستی لیا جا سکتا ہے۔

دوسرے یہ کہ حکم ابتداء اسلام میں تھا اس وقت محتاج اور فقراء کی خبر گیری کرنی واجب تھی مگر جب بعد میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں عام طور پر فقر و احتیاج کی جگہ وسعت و فراخی پیدا فرما دی تو یہ حکم منسوخ قرار دیا گیا۔

تیسرے یہ کہ ان ارشادات کا تعلق اہل ذمہ (وہ غیر مسلم جن کا مسلمانوں سے جان و مال کی مصالحت کا معاہدہ ہو چکا ہو) کے یہاں قیام کرنے سے تھا جب کہ ان کے ساتھ معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر مسلمان ان کے ہاں قیام کریں تو

ان مسلمانوں کی ضیافت کرنا ان اہل ذمہ کے لئے ضروری ہوگا چنانچہ اس شرط کی بنا پر مسلمانوں کی مہمان داری کرنا ان پر واجب تھا اور جو حق واجب ہو اس کو زبردستی بھی لیا جاسکتا ہے۔

چوتھے یہ کہ یہ احادیث مبارکہ ''معاوضہ اور بدلہ'' کی صورت پر محمول ہیں یعنی اگر کچھ لوگ (مثلاً مسافر کسی جگہ قیام کریں اور وہاں کے لوگ نہ صرف یہ کہ ان کی ضیافت نہ کریں بلکہ) ان کے ہاتھ ایسی چیز فروخت کرنے سے انکار کریں جو ان (مہمان مسافروں) کے پاس نہیں ہے نیز وہ اضطرار (بے تابی) کی حالت میں ہوں تو ان کے لئے جائز ہے کہ وہاں کے لوگوں سے اس چیز کو زبردستی خرید لیں۔ (از مظاہر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس گھر میں (مہمانوں کو) کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں خیر یعنی رزق برکت اور بھلائی اتنی تیزی سے پہنچتی ہے جتنی تیزی سے چھری بھی اونٹ کے کوہان کی طرف نہیں پہنچتی''۔ (ابن ماجہ، ابن ابی الدنیا)

تشریح: جب اونٹ کا گوشت کاٹا جاتا ہے تو اس کے سب اعضاء سے پہلے اس کے کوہان کو کاٹتے ہیں اور چونکہ کوہان کا گوشت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اس لئے وہ شوق سے کھایا بھی جاتا ہے۔ حدیث بالا میں ارشاد فرمایا کہ جس طرح کوہان پر چھری جلد پہنچتی ہے اس سے بھی زیادہ جلد اس گھر میں خیر اور بھلائی پہنچتی ہے جس میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو مسلمان درخت لگاتا ہے پھر اس میں سے جتنا حصہ کھالیا جائے وہ درخت لگانے والے کے لئے صدقہ ہو جاتا ہے اور جو اس میں سے چرالیا جائے وہ بھی صدقہ ہو جاتا ہے (یعنی اس پر بھی مالک کو صدقہ کا ثواب ملتا ہے (غرض یہ کہ) جو کوئی اس درخت میں سے کچھ (بھی پھل وغیرہ) لے کر کم کر دیتا ہے تو وہ اس (درخت لگانے والے) کے لئے (قیامت تک کے لئے) صدقہ ہو جاتا ہے''۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو کوئی مسلمان درخت کا پودا لگائے یا کاشت کرے پھر اس میں سے پرندے کھائیں یا کوئی آدمی کھائے تو وہ اس کے حق میں ضرور صدقہ ہوگا''۔ (بخاری، مسلم، ترمذی)

تشریح: اس حدیث پاک میں باغبانی اور کاشتکاری کے لئے جن پر انسانوں کی ضرورتوں کا دارومدار ہے کتنی بڑی ترغیب اور ہمت افزائی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔

یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔

نیکیوں کے ثمرات

وعن معاذ بن انس رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (من بنی بنیانا فی غیرظلم ولااعتداء او غرس غرسا فی غیر ظلم' ولا اعتداء کان له اجر جاریاً ما انتفع به من خلق الرحمٰن تبارک و تعالیٰ). رواه احمد من طریق زبان.

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص کوئی عمارت بنائے بغیر ظلم اور زیادتی کے (یعنی عمارت کی زمین لوٹ کر' چھین کر' دبا کر' ناحق نہ لی ہو) یا بغیر ظلم و زیادتی کے درخت کا پودا لگائے تو اس کے لئے اس کا اجر و ثواب اس وقت تک جاری رہے جب تک کہ رحمٰن تبارک و تعالیٰ کی مخلوق سے نفع و فائدہ اٹھاتی رہے گی۔'' (احمد)

''ایک صحابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے ان دو کانوں نے سنا جو کوئی شخص درخت لگا کر اس کی دیکھ بھال' اور حفاظت کرے یہاں تک کہ وہ پھل دینے لگ جائے تو اس کے لئے ہر اس پھل میں صدقہ کا ثواب ہوگا جو کوئی اس سے فائدہ اٹھائے''۔ (احمد)

''حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے دمشق میں ایک شخص کا گزر ہوا اس وقت حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوئی پودا لگا رہے تھے اس شخص نے ابودرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ بھی یہ (دنیاوی) کام کر رہے ہیں حالانکہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ملامت کرنے میں جلدی نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا کہ: جو شخص پودا لگاتا ہے اور اس میں سے کوئی انسان یا اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی مخلوق کھاتی ہے تو وہ اس (پودا لگانے والے کے لئے) صدقہ ہوتا ہے''۔ (احمد)

''حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص پودا لگاتا ہے پھر اس درخت سے جتنا پھل پیدا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ پھل کی پیداوار کے بقدر پودا لگانے والے کے لئے اجر لکھ دیتے ہیں''۔ (احمد)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ بدھ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لائے سلسلہ کلام میں ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت! انصار نے جواب میں عرض کیا یا رسول اللہ! ہم حاضر ہیں۔ ارشاد فرمایا: زمانہ جاہلیت میں جب کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی نہ کرتے تھے تم لوگوں کے بوجھ اٹھاتے اور اپنے مالوں کو نیکی اور بھلائی کے کاموں میں لگاتے اور مسافروں کے ساتھ اچھا سلوک و احسان کرتے تھے یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہ نے تم پر اسلام اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ احسان فرمایا تو (تم نے بجائے اور زیادہ مالوں کو خرچ کرنے کے جو اسلام کی تعلیم ہے) اپنے مالوں کو ذخیرہ کرنا اور روکنا شروع کر دیا (پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خرچ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا) انسان جو کھاتا ہے اس میں (کھلانے والے کے لئے) اجر ہے۔ اور جو درندے اور پرندے کھالیں

اس میں اجر ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ انصار واپس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے اپنے باغ کے تمیس دروازوں کو توڑ دیا۔ (تاکہ فقراء و مساکین و ضرورت مند و مسافر بلاروک ٹوک باغات میں داخل ہوکر پیداوار سے فائدہ اٹھاسکیں''۔ (حاکم)

تشریح:۔ انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جذبہ ایمانی بھی خوب تھا۔ ادھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترغیب سنی اور ادھر عملاً باغات کے دروازوں اور رکاوٹوں کو توڑ کر سب کے لئے فائدہ اٹھانے کا راستہ اس اجر کی امید وشوق میں کھول دیا جس اجر وثواب کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی۔ ''اللھم ارزقنا اتباعھم''۔

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے: ''**اللھم انی اعوذبک من البخل' والکسل وارذل العمر' و عذاب القبر و فتنۃ المحیا والممات**'' ترجمہ: ''اے اللہ! میں تیری پناہ لیتا ہوں بخل اور کاہلی سے اور نکمی عمر (سخت بڑھاپے) سے اور زندگی اور موت کے وقت کے فتنہ سے)''۔ (مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں بیان فرمایا جس میں ارشاد فرمایا: تم ظلم سے بچتے رہنا بلاشبہ ظلم قیامت کے دن تاریکیوں کا باعث ہوگا۔ (یعنی آخرت میں تکالیف اور عذاب کا باعث ہوگا) اور تم بدزبانی اور فحش گوئی سے بچنا اور اپنے دل کے لالچ و بخل سے بچنا اس لئے کہ تم سے پہلے لوگ اسی کی وجہ سے ہلاک ہوئے اس حرص و لالچ نے قطع رحمی (یعنی حقوق قرابت کی پامالی کے لئے) آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے قطع رحمی اختیار کیا۔ اور اسی نے بخل پر آمادہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے بخل کیا اور اسی نے گناہوں پر آمادہ کیا چنانچہ انہوں نے فسق و فجور کیا۔ پھر ایک شخص نے کھڑے ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! کون سا عمل اسلام کا افضل ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہ مسلمان تمہارے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔ پھر اسی شخص نے یا کسی دوسرے شخص نے عرض کیا سب سے افضل کون سی ہجرت ہے؟ ارشاد فرمایا: تم اپنے رب کی ناپسند چیزوں کو چھوڑ دو۔ اور ارشاد فرمایا ہجرت کی دو قسمیں ہیں شہر میں رہنے والے کی ہجرت' دیہات میں رہنے والے کی ہجرت' دیہات میں رہنے والے کی ہجرت یہ ہے کہ جب اس کو (اپنی جگہ سے) بلایا جائے تو آجائے اور جب اسے کوئی حکم دیا جائے تو اس کو مانے (اور شہری کی ہجرت بھی یہی ہے لیکن) شہری کی ہجرت آزمائش کے اعتبار سے بڑی ہے اور اجر ملنے کے اعتبار سے بھی افضل ہے''۔ (ابوداؤد' حاکم)

دُعا کیجئے

یا اللہ ہمیں اس دنیا کی زندگی میں اپنی آخرت کی فکر نصیب فرما اور ہمیں اپنی حقیقی منزل کی تیاری اور فکر نصیب فرما۔
یا اللہ ہمیں حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرما اور ہمارے لئے اپنی شریعت مطہرہ پر چلنا آسان فرمادے۔
یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

بخل، حرص اور بزدلی کی مذمت

و عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (شر ما فی الرجل شح هالع، و جبن خالع). رواه ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: انسان میں سب سے بری بات کڑھا دینے والی حرص اور گھبرا دینے والی بزدلی ہے'' ۔(ابوداؤد، صحیح ابن حبان)

تشریح: یہ حقیقت ہے کہ حریص اور لالچی آدمی ہر وقت اس غم میں گھلتا اور کڑھتا رہتا ہے کہ یہ نہیں ملا وہ نہیں ملا۔ فلاں کے پاس یہ ہے۔ اور میرے پاس یہ نہیں ہے اسی طرح زیادہ بزدل آدمی خواہ مخواہ موہوم خطرات سے بھی ہر وقت گھبراتا رہتا ہے اور اس کو اطمینان کے سانس لینے نصیب نہیں ہوتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے دل کی دونوں کیفیتوں کو بدترین کیفیت بتلایا اور فی الحقیقت یہ بدترین اور ذلیل ترین خصلتیں ہیں۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ کے راستہ کا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں ایک شخص کے پیٹ میں کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتا اور حرص و بخل اور ایمان کبھی بھی ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔ (یعنی بخیلی و کنجوسی اور ایمان کا کوئی جوڑ نہیں)'' ۔(نسائی، صحیح ابن حبان، حاکم)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ بخل کی عادت اور ایمان کی حقیقت میں ایسی منافات ہے کہ جس دل کو حقیقی ایمان نصیب ہوگا اس میں بخل نہیں ہو سکتا اور جس میں بخل دیکھا جائے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں ایمان کا نور نہیں ہے۔ ذرا سا غور کرنے کے بعد ہر ایک کی سمجھ میں یہ بات آ سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات پر کامل ایمان و یقین کے بعد دل میں بخل اور کنجوسی جیسی خصلت کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں رہ سکتی۔ (از معارف الحدیث)

ترجمہ: ''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت میں دھوکہ باز اور احسان جتلانے والا اور بخیل داخل نہ ہو سکے گا'' ۔(ترمذی)

تشریح: دھوکہ بازی کنجوسی، احسان کر کے جتانا۔ ان تباہ کن عادات میں سے ہیں جو جنت کے راستہ میں رکاوٹ بنتی ہیں۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: حق تعالیٰ شانہ نے جنت عدن اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اور اس میں پھلوں کو لٹکایا اور نہروں کو چلایا پھر اس کی طرف دیکھ کر فرمایا بول! اس نے کہا کہ یقیناً ایمان والے کامیاب ہو گئے حق تعالیٰ نے فرمایا میری عزت اور جلال کی قسم! بخیل شخص تیرے اندر میرا ہمنشین بن کر نہیں رہ سکتا'' ۔(طبرانی، کبیر، اوسط، ابن ابی الدنیا)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: سخی شخص حق تعالیٰ سے قریب ہے (یعنی اس کو قرب خداوندی حاصل ہے) اور جنت سے قریب ہے اور اللہ کے بندوں سے قریب ہے۔ (یعنی اللہ کے بندے اس کی سخاوت کی صفت کی وجہ سے اس سے تعلق اور محبت رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ لگے رہتے ہیں) اور دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اور کنجوس آدمی اللہ تعالیٰ سے دور (یعنی قرب خداوندی کی نعمت سے محروم ہے) جنت سے بھی دور اور لوگوں سے بھی دور ہے (کہ اس کی کنجوسی کی وجہ سے وہ اس سے الگ اور بے تعلق رہتے

ہیں) اور دوزخ سے قریب ہے اور بلاشبہ ایک بے علم سخی اللہ تعالیٰ کو عبادت گزار کنجوس سے زیادہ پیارا ہوتا ہے"۔ (ترمذی)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: مومن بڑا بھولا بھالا اور شریف ہوتا ہے جب کہ بدکار بڑا مکار اور بخیل اور کمینہ ہوتا ہے"۔ (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ نیک آدمی نرم مزاج ہوتا ہے اور ہر ایک پر اعتماد کر لیتا ہے اس وجہ سے وہ ہر دھوکہ دینے والے سے دھوکہ کھا لیتا ہے یا اس کے دھوکہ کھانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر ایک کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہے کوئی بھی اس کو کسی قسم کی بات کہہ دے وہ سچ مان لیتا ہے تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کے سامنے ہمیشہ آخرت ہوتی ہے اس لئے کوئی آدمی اس سے کوئی بات کہہ دے تو وہ اس کو مان لیتا ہے اور آخرت میں معاف کرنے پر جن انعامات کی خوشخبریاں ہیں ان کی امید میں یہ سب کو معاف کر دیتا ہے لوگ اس وجہ سے اس کو بھولا بھالا سمجھتے ہیں۔ جب کہ فاسق و فاجر دھوکہ باز اور مکار ہوتا ہے۔

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جب تمہارے امیر بھلے ہوں اور تمہارے مال دار سخی ہوں اور تمہارے امور باہمی مشورہ سے طے ہوں تو زمین کی پشت تمہارے لئے زمین کے پیٹ سے بہتر ہے (یعنی زندگی موت سے بہتر ہے) اور جب تمہارے امیر برے ہوں اور تمہارے مال دار بخیل ہوں اور تمہارے معاملات عورتوں کے حوالہ ہو جائیں (کہ مرد عورتوں کی تابعداری کریں) تو زمین کا پیٹ اس کی پشت سے بہتر ہے (یعنی ایسی زندگی سے مرنا بہتر ہے"۔ (ترمذی)

"حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے امور کا ذمہ دار حکماء اور عقل مندوں کو بنا دیتے ہیں اور مال سخیوں کو دیتے ہیں (تاکہ لوگوں کی ضرورتیں پوری کریں) اور جب حق تعالیٰ شانہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے معاملات کا بے وقوف لوگوں کو ذمہ دار بنا دیتے ہیں اور مال بخیلوں کو دے دیتے ہیں۔ (کہ وہ حاجت مندوں کی حاجات کو پورا نہیں کرتے)۔" (ابوداؤد)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک محل ہے اس کا نام بیت السخاء یعنی سخاوت کا گھر ہے اور ایک روایت میں ہے کہ جنت سخیوں کا گھر ہے"۔ (طبرانی، کتاب الثواب)

دُعا کیجئے

یا اللہ ان احادیث میں آج ہم نے جو کچھ سنا اور سمجھا محض اپنے فضل و کرم سے اس پر عمل کرنا ہمارے لئے آسان فرما دیجئے۔

یا اللہ آج کے اس پرفتن دور میں ہمارے لئے دین پر چلنا آسان فرما۔ اور ہمیں حقیقی فکر آخرت نصیب فرما۔

یا اللہ ہمیں اپنی ایسی محبت عطا فرما کہ ہمارے لئے نیکیاں کرنا آسان ہو جائے اور اپنی ذات کا اتنا خوف و خشیت نصیب فرما کہ ہمارے لئے تمام گناہوں کو چھوڑنا آسان ہو جائے۔

یا اللہ ہمیں ہر روز موت کو یاد رکھنے اور آپ سے ملاقات کیلئے خود کو تیار کرنے کی توفیق نصیب فرما۔ آمین یارب العالمین

چند اخلاق ذمیمہ

عن ابن عباس رضی الله عنهما ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (الذی یرجع فی هبته کالکلب یرجع فی قیئه) و فی روایة: (مثل الذی یعود فی هبته کمثل الکلب یقی ثم یعود فی قیئه فیاکله) رواه البخاری و مسلم و ابو داؤد والترمذی والنسائی و ابن ماجه

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص ہدیہ دے کر واپس لے لے وہ اس کتے کی طرح ہے جو منہ سے نکلی ہوئی قے کو دوبارہ منہ میں لے لے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس شخص کی مثال جو ہدیہ دے کر واپس لے لے اس کتے کی سی ہے جو قے کرے پھر اپنی قے کو واپس منہ میں لے کر کھا جائے''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ)

تشریح: اس مثال سے مقصود اس فعل کی شناعت کا بیان ہے کہ ہدیہ دے کر واپس لینا انتہائی کمینگی کی علامت ہے۔

''حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک گھوڑا اللہ کی راہ میں دیا۔ پھر میں نے چاہا کہ اس گھوڑے کو خرید لوں میرا گمان تھا کہ وہ شخص جس کو گھوڑا راہ خدا میں دیا تھا مجھے سستا بیچ دے گا میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس کو مت خریدو اور اپنے اس صدقہ کو واپس نہ لو خواہ وہ شخص جس کو ثواب کی غرض سے دیا تھا ایک درہم ہی میں تمہیں فروخت کرے کیونکہ صدقہ دے کر لینے والے ایسا ہے جیسے اپنی قے کو دوبارہ کھانے والا''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی کو کوئی عطیہ یا ہدیہ دے کر واپس لے۔ سوائے والد کے کہ وہ اپنے لڑکے کو دے کر واپس لے سکتا ہے اور اس شخص کی مثال جو عطیہ دے کر واپس لے اس کتے کی سی ہے جو خوب پیٹ بھر کر کھا کر قے کر دے اور پھر قے کو دوبارہ کھالے''۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اس پر کوئی ظلم وزیادتی نہ کرے (اور جب وہ اس کی مدد واعانت کا محتاج ہو تو اس کی مدد کرے) اور اس کو بے مدد کے نہ چھوڑے اور جو کوئی شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے حق تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرتا ہے اور جو کسی مسلمان سے ذرا سی تکلیف دور کرتا ہے حق تعالیٰ شانہ قیامت کی بڑی مصیبتوں میں سے کسی مصیبت کو دور کرے گا اور جو کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالتا ہے حق تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیب پر پردہ ڈالے گا۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جس شخص پر اللہ تعالیٰ کوئی نعمت تمام کرے پھر لوگوں کا رجوع ضرورتوں میں اس کی طرف کر دے پھر وہ تنگ ہو جائے (ضرورت مند لوگوں کے بار بار آنے سے پریشان ہو جائے) تو اس نے نعمت کو زائل کرنے کا سامان کر لیا۔'' (طبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے کسی بھائی کے کام کے لئے چل کر جاتا ہے تو اس کا یہ عمل دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں ہر خندق زمین و آسمان کی مسافت سے زیادہ چوڑی ہے۔(طبرانی، حاکم) ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بھائی کے ساتھ ضرورت پوری کرنے کے لئے چلے پھرے آپ نے اپنی مسجد نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ میری اس مسجد میں دو ماہ اعتکاف کرنے سے افضل ہے"۔

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کو چاہئے کہ صدقہ دیا کرے دریافت کیا گیا اگر اس کے پاس صدقہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو کیا کرے؟ ارشاد فرمایا اپنے ہاتھوں سے محنت مزدوری کر کے اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی دے۔ دریافت کیا اگر یہ بھی نہ کر سکے ارشاد فرمایا: کسی غمزدہ محتاج کی مدد کرے عرض کیا گیا اگر یہ بھی نہ کر سکے؟ ارشاد فرمایا تو کسی کو بھلی بات بتا دے عرض کیا اگر یہ بھی نہ کرے؟ ارشاد فرمایا تو (کم از کم) کسی کو نقصان پہنچانے سے ہی باز رہے کیونکہ یہ بھی اس کے لئے صدقہ ہے"۔(بخاری، مسلم)

''حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے آ کر ایک شخص کی خوب تعریف کرتے ہوئے کہا کہ ہم نے فلاں شخص کی طرح کبھی کسی کو نہ دیکھا کہ سفر میں چلتے ہوئے تلاوت میں رہتے اور جب ہم کسی جگہ پڑاؤ ڈالتے تو وہ نماز میں مشغول رہتے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان کے کام کون کرتا تھا یہاں تک کہ آپ نے دریافت فرمایا ان کے اونٹ یا جانور کے چارہ کا کون انتظام کرتا تھا؟ انہوں نے عرض کیا ہم کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم سب اس سے بہتر ہو (کہ خدمت کا ثواب زیادہ ہے)"۔(ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی تک خبر پہنچانے یا اس کی مشکل کو آسان کرنے کے لئے حاکم (عہدہ دار) کے پاس واسطہ و سفارشی بن جائے حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن قدموں کے پھسلنے کے وقت پل صراط سے پار ہونے میں مدد فرمائیں گے۔(طبرانی فی الصغیر والاوسط، صحیح ابن حبان)

دوسری روایت میں ہے کہ حاکم (عہدہ دار) کے پاس اپنے بھائی کو خیر پہنچانے یا خوش کرنے کے لئے واسطہ اور سفارشی بن جائے اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے درجات کو بلند کرے گا"۔(طبرانی، صغیر، اوسط)

دُعا کیجئے

☆ یا اللہ ہمارے تمام معاملات اپنی رضا کے مطابق فرما دیجئے اور ہمیں ہر وقت اپنا معاملہ اپنے ساتھ اور بندوں کے ساتھ صحیح رکھنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہم سے راضی ہو جائیے اور ہمیں اپنی رضا والے اعمال صالحہ کرنے کی اور اپنی ناراضگی والے کاموں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیے۔ ☆ یا اللہ ہمیں ایمان کامل نصیب فرما دیجئے۔ اور اپنی ذات عالی پر یقین کامل نصیب فرمائیے۔ ☆ یا اللہ اس پرفتن دور میں ہمارے اور ہمارے بچوں کے ایمان کی حفاظت فرمائیے۔ اور ہمیں دنیا و آخرت کی تمام منزلوں میں محض اپنے کرم سے کامیاب فرمائیے۔ آمین یارب العالمین

درس انسانیت

وعن انس رضی الله عنه قال: قال رسول صلی الله علیه وسلم : (من لقی اخاه المسلم بما یحب لیسره بذلک سره الله عزوجل یوم القیامة) رواه الطبرانی فی الصغیر باسناد حسن، و ابو الشیخ فی کتاب الثواب.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنے کے لئے اس طرح ملتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں (مثلاً خندہ پیشانی کے ساتھ) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے خوش کر دیں گے''۔ (طبرانی، کتاب الثواب)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جو کسی شخص کے لئے سفارش کرے پھر سفارش کرنے والے کو اس سفارش پر کوئی ہدیہ دے اور سفارش کرنے والا اس ہدیہ کو قبول کر لے تو یقیناً اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا''۔ (ابوداوٗد)

تشریح:۔ کسی کی سفارش محض رضاء الٰہی کے لئے ہونا ضروری ہے جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے سفارش کرو اجر حاصل کرو اور سفارش پر جو فوائد حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) سفارش کرنیوالے کیلئے اللہ تعالیٰ خیر و برکت کے دروازے کھول دیتے ہیں۔ (۲) دنیوی مصائب سے نجات ملتی ہے۔

(۳) آخرت کے مصائب سے چھٹکارا حاصل ہوتا ہے۔

(۴) قیامت کی ہولناکیوں میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے حفاظت ہوتی ہے۔

(۵) قیامت کے دن جس کی سفارش دنیا میں کی تھی کبھی اس کے سفارش کرنے سے جہنم سے بچاؤ اور جنت کا داخلہ نصیب ہوتا ہے۔

(۶) گناہ معاف ہوتے ہیں۔

(۷) مسلمان کی ضرورت پوری کرنا مستقل عبادت ہے۔

(۸) پل صراط سے پار ہونے میں مدد ملتی ہے۔

قرآن پاک میں بھی حق تعالیٰ شانہ نے سفارش کرنے کی ترغیب دی ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

''جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے ایک بوجھ اس میں سے اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا (تو نیکی اور بدی کے حصہ دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں)''۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انصار میں سے ایک شخص پر ہوا اور وہ اس وقت اپنے بھائی کو حیا کے بارے میں کچھ نصیحت و ملامت کر رہا تھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ حیاء تو ایمان کا جز (یا ایمان کا پھل) ہے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداوٗد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انصار میں سے کوئی شخص تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے شرم و حیاء کا وصف خاص طور سے عطا فرمایا تھا جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے معاملات میں نرم ہوں گے سخت گیری کے ساتھ لوگوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہ کرتے ہوں گے اور بہت سے موقعوں پر اسی شرم و حیاء کی وجہ سے کھل کر باتیں بھی نہ کر پاتے ہوں گے جیسا کہ اہل حیاء کا عموماً حال ہوتا ہے اور ان کے کوئی بھائی تھے جو ان کی اس حالت اور

روش کو پسند نہیں کرتے تھے ایک دن یہ بھائی ان صاحب حیاء بھائی کو اس پر ملامت اور سرزنش کر رہے تھے کہ تم اس قدر شرم و حیاء کیوں کرتے ہو۔ اسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دونوں بھائیوں پر گزر ہوا اور آپ نے ان کی باتیں سن کر ملامت و نصیحت کرنے والے بھائی سے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کو ان کے حال پر چھوڑ دو ان کا یہ حال تو بڑا مبارک حال ہے شرم و حیاء تو ایمان کی ایک شاخ یا ایمان کا پھل ہے۔ اگر اس کی وجہ سے بالفرض دنیا کے مفادات کچھ فوت بھی ہوتے ہوں تو آخرت کے درجے بے انتہا بڑھتے ہیں۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء صرف خیر ہی کو لاتی ہے'' بخاری، مسلم)

تشریح: بعض اوقات شرم وحیاء کی وجہ سے دنیوی نقصان بھی ہو جاتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد باری کا مطلب یہ ہے کہ شرم و حیاء کے نتیجہ میں کبھی کوئی نقصان نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ نفع ہی ہوتا ہے عامیانہ نقطہ نظر سے جن مواقع میں نقصان کا شبہ ہوتا ہے وہاں بھی اگر ایمانی وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بجائے نقصان کے نفع ہی نظر آئیگا۔

ہاں البتہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں شرم وحیاء کی وجہ سے اگر کوتاہی ہو رہی ہے تو وہ درحقیقت اس آدمی کی ایک فطری اور طبعی کمزوری ہوتی ہے لوگ ناواقفی سے اس میں اور حیاء میں فرق نہیں کر پاتے۔ (از معارف الحدیث بتغییر یسیر)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حیاء سراسر خیر ہی ہے''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایمان کی ستر یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں ان میں سب سے افضل شاخ لا الٰہ الا اللہ کا کہنا ہے اور ادنیٰ شاخ تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیاء ایمان کی ایک (اہم) شاخ ہے''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

تشریح: اس حدیث میں ایمان کے شعبوں کے لئے ''ستر سے کچھ اوپر'' کا جو عدد استعمال کیا گیا ہے اس کے متعلق بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ''اس سے غالباً صرف کثرت مراد ہے اور اہل عرب صرف مبالغہ اور کثرت کے لئے بھی ستر کا لفظ عام طور پر بولتے ہیں اور ''ستر پر جو کچھ اور'' کا اضافہ اس حدیث میں کیا گیا ہے یہ غالباً اور زیادہ مبالغہ پیدا کرنے کے لئے ہے۔

حدیث شریف کے اخیر میں حیاء جو ایمان کا اہم شعبہ قرار دیا ہے اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ جس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا اس وقت حیا کے متعلق لوگوں میں کوتاہی ظاہر ہوئی ہوگی جس کی اصلاح آپ نے اس ارشاد سے فرمائی جیسا کہ صاحب حکمت معلمین و مصلحین کا طریقہ ہوتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حیاء کا مقام واقعۃً نہایت بلند ہے کہ اسی کی وجہ سے انسان تمام برائیوں اور گناہوں سے بچتا ہے اگر حیاء کی صفت پوری طرح آدمی میں بیدار اور کارفرما ہو تو نہ صرف یہ کہ اس کے ہم جنسوں کی نظروں میں اس کی زندگی پاکیزہ اور ستھری ہوگی بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا صدور بھی کم سے کم ہوگا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

ایمان کے شعبے

وعن ابی هریرة رضی الله عنه ایضا قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (الحیاء من الایمان والایمان فی الجنة والبذاء من الجفاء والجفاء فی النار) رواه احمد، و رجاله رجال الصحیح، والترمذی و ابن حبان فی صحیحه، وقال الترمذی، حدیث حسن صحیح.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں (لے جانے کا ذریعہ) ہے۔ اور بے حیائی و بے شرمی بداخلاقی و بدکاری کا حصہ ہے اور بداخلاقی و بدکاری جہنم میں (لے جانے کا ذریعہ) ہے''۔ (احمد، صحیح ابن حبان، ترمذی)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور کم گوئی دونوں ایمان کے شعبے اور شاخیں ہیں اور بدکلامی اور چرب زبانی (بے جا زیادہ باتیں) دونوں نفاق کے شعبے اور شاخیں ہیں۔ (ترمذی) ایک روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور کم گوئی ایمان کا حصہ ہیں۔ (کہ خوف خدا اور فکر آخرت کی وجہ سے باتیں کم ہو جاتی ہیں) اور جنت سے قریب اور جہنم سے دور کرتی ہے اور بدزبانی ناشائستہ اور بری حرکت شیطان کی طرف سے ہے اور وہ جہنم سے قریب اور جنت سے دور کرتی ہے۔ ایک دیہاتی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث پاک سن کر کہا ہم تو شعر میں یہ کہتے ہیں کہ کم گوئی حماقت اور بے وقوفی کا حصہ ہے (جب کہ حدیث پاک میں اس کو ایمان کا حصہ بتایا ہے یہ سن کر ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ناراض ہو گئے) اور فرمایا میں کہتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا یعنی حدیث سناتا ہوں۔ اور تم میرے سامنے اپنا بدبودار گندا شعر پیش کرتے ہو (کیا نسبت ہے تمہارے شعر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے ساتھ)''۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! اگر حیاء کوئی مرد (کی شکل میں) ہوتی تو یقیناً وہ ایک مرد صالح ہوتا۔ اور بے حیائی اگر کوئی آدمی (کی شکل میں) ہوتی تو یقیناً وہ ایک برا مرد ہوتا''۔ (طبرانی، صغیر، اوسط)

''حضرت زید بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دین کا کوئی امتیازی وصف ہوتا ہے اور دین اسلام کا امتیازی وصف حیا ہے''۔ (مالک، ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ ہر دین اور شریعت میں اخلاق انسانی کے کسی خاص پہلو پر نسبتاً زیادہ زور دیا جاتا ہے اور انسانی زندگی میں اسی کو نمایاں اور غالب کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم میں رحم دلی اور عفو درگزر پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے (یہاں تک کہ مسیحی تعلیمات کا مطالعہ کرنے والے کو صاف محسوس ہوتا ہے کہ رحم دلی اور عفو و درگزر ہی گویا ان کی شریعت کا مرکزی نقطہ نظر اور ان کی تعلیم کی روح ہے) اسی طرح شریعت اسلامیہ کی تعلیم میں ''حیاء'' پر خاص زور دیا گیا ہے۔ (از معارف)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: بے حیائی جس چیز میں بھی آئے گی اسے عیب دار کر کے رہے گی۔ اور "حیا" جس چیز میں بھی ہوگی اسے مزین اور خوبصورت ہی بنائے گی۔" (ابن ماجہ، ترمذی)

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حیاء اور ایمان یہ دونوں ہمیشہ ساتھ اکٹھے ہی رہتے ہیں جب ان میں سے کوئی ایک اٹھالیا جائے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے"۔ (حاکم، طبرانی)

تشریح: یعنی حیا اور ایمان میں بڑا گہرا تعلق ہے کسی شخص یا قوم میں حیا اور ایمان یا تو دونوں ہوں گے یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہوگا۔

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ایسی حیا کرو جیسی اس سے کرنی چاہئے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! الحمدللہ ہم اللہ تعالیٰ سے حیا کرتے ہیں آپ نے فرمایا یہ نہیں (یعنی حیا کا مفہوم اتنا محدود نہیں ہے جتنا کہ سمجھ رہے ہو) بلکہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق یہ ہے کہ سر اور سر میں جو افکار و خیالات ہیں ان سب کی نگہداشت کرو۔ اور پیٹ کی اور جو کچھ اس میں بھرا ہے ان سب کی نگرانی کرو۔ (یعنی برے خیالات سے دماغ کی اور حرام و ناجائز غذا سے پیٹ کی حفاظت کرو) اور موت اور موت کے بعد قبر میں جو حالت ہوتی ہے اس کو یاد کرو اور جو شخص آخرت کو اپنا مقصد بنائے وہ دنیا کی آرائش و عشرت سے دستبردار ہو جائے گا جس نے یہ سب کچھ کیا سمجھو کہ اللہ سے حیا کرنے کا حق اس نے ادا کیا"۔ (ترمذی)

تشریح: حدیث بالا سے حیا کے معنی کی وسعت معلوم ہوئی اور حدیث بالا کے آخری حصہ سے ایک اصولی بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا حق وہی بندے ادا کر سکتے ہیں جن کی نظر میں اس دنیا اور اس کے عیش و عشرت کی کوئی قیمت نہ ہو اور دنیا کو ٹھکرا کر آخرت کو انہوں نے مطمع نظر بنالیا ہو اور موت اور موت کے بعد کی منزلیں ان کو ہر وقت یاد رہتی ہوں۔ (از معارف)

"حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیکی اور گناہ کے بارے میں دریافت کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں یہ بات ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس کی خبر ہو"۔ (مسلم، ترمذی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! یہ ملک پاکستان جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا اس کو گمراہیوں سے بچائیے۔ ہر قسم کے فواحش و منکرات سے جو رائج الوقت ہو رہے ہیں۔ ان سے محفوظ رکھئے۔

اخلاق حسنہ کی فضیلت واہمیت

و عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله عنهما قال:لم یکن رسول الله صلی الله علیه وسلم :فاحشا ولامتفحشا و کان یقول: (ان من خیارکم احسنکم اخلاقاً) رواه البخاری و مسلم والترمذی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعی طور پر شرم کی اور بے ہودہ بات کرتے اور نہ قصداً کرتے اور خود بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہیں''۔(بخاری، مسلم، ترمذی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن مومن کے میزان عمل میں اچھے اخلاق سے زیادہ وزنی اور بھاری چیز کوئی نہ ہو گی اور حق تعالیٰ بدگو بدخلق کو ناپسند کرتا ہے۔(ترمذی، صحیح ابن حبان)

اور ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ اچھے اخلاق والا اپنے حسن اخلاق کی وجہ سے روزہ رکھنے والے اور نماز پڑھنے والے کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے''۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اور اچھے اخلاق اور دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ کس وجہ سے لوگ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ ارشاد فرمایا منہ (یعنی حرام مال کھانا اور زبان سے غیبت وغیرہ کرنا) اور شرم گاہ (اس کے غلط استعمال کی وجہ سے)''۔(ترمذی، صحیح ابن حبان، بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کامل ترین ایمان والوں میں سے وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں اور جس کا برتاؤ اپنے گھر والوں کے ساتھ سب سے اچھا ہو''۔(ترمذی، حاکم)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا مومن اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے روزہ رکھنے والے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے درجہ کو حاصل کر لیتا ہے''۔(ابوداؤد، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ بندہ اپنے اچھے اخلاق کے ذریعے آخرت کے درجات اور اونچے مقامات کو حاصل کر لیتا ہے جب کہ عبادت میں کمزور ہوتا ہے اور اپنے برے اخلاق کی وجہ سے جہنم کے نچلے طبقے تک پہنچ جاتا ہے۔'' (طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: وہ مسلمان جو شریعت پر عمل کرنے والا ہو اپنی طبیعت کی شرافت اور اچھے اخلاق کی وجہ سے اس شخص کے درجے کو پا لیتا ہے جو رات کو بہت زیادہ قرآن پاک کو نماز میں پڑھنے والا اور بہت روزے رکھنے والا ہو''۔(احمد، طبرانی، کبیر)

''حضرت صفوان بن سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی عبادت نہ بتلاؤں جو آسان اور بدن پر ہلکی ہو ایک خاموشی اور دوسرے اچھے اخلاق''۔ (کتاب الصمت)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی عزت اس کا دین ہے اور اس کی مروت اس کی عقل ہے اور اس کی شرافت اس کے اخلاق ہیں''۔ (صحیح ابن حبان، حاکم، بیہقی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں اور گناہوں سے بچنے کی طرح کوئی پرہیز گاری نہیں اور اچھے اخلاق کی طرح کوئی شرافت نہیں''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت علاء بن شخیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چہرہ مبارک کی جانب سے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کون سا عمل سب سے افضل ہے، ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر دائیں طرف سے آ کر دریافت کیا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر بائیں طرف سے آ کر دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل عمل کیا ہے؟ ارشاد فرمایا اچھے اخلاق پھر پیچھے کی طرف سے آ کر عرض کیا کون سا عمل سب سے افضل ہے؟ چنانچہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا کیا تم سمجھتے نہیں، اچھے اخلاق یہ ہیں کہ جتنا تم سے ہو سکے غصہ نہ کیا کر''۔ (کتاب الصلوٰۃ)

''حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اس شخص کے لئے جنت کے اطراف میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو حق پر ہونے کے باوجود بھی جھگڑا چھوڑ دے اور اس شخص کے لئے جنت کے درمیان میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو مذاق میں بھی جھوٹ چھوڑ دے اور اس شخص کے لئے جنت کے بلند ترین درجہ میں ایک گھر (دلانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں جو اپنے اخلاق اچھے بنالے''۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم سب میں سے مجھے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن سب سے قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے''۔ (ترمذی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری و باطنی ہلاکت سے بچالیجئے اور اپنی مغفرت و رحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچالیجئے۔

یا اللہ! تمام ممالک اسلامیہ میں پھر اسلام کی حیات طیبہ عطا فرما دیجئے۔ ان کی اعانت و نصرت فرمائیے۔

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا و عصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر و کوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

میزان عمل میں وزنی ترین نیکی

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما انه سمع رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول: (الااخبرکم باحبکم الی و اقربکم منی مجلسا یوم القیامة)؟ فاعادها مرتین او ثلاثاً . قالوا :نعم یا رسول الله ' قال: (احسنکم خلقاً) رواه احمد و ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشادفرماتے سنا میں تم کو وہ لوگ نہ بتلاؤں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ قریب ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبار یا تین بار یہ سوال دہرایا۔ حاضرین مجلس نے عرض کیا یارسول اللہ! جی ہاں ارشادفرمایئے ارشادفرمایا وہ لوگ جن کے تم میں سب سے زیادہ اچھے اخلاق ہوں''۔ (احمد' صحیح ابن حبان)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا اے ابوذر! کیا تم کو دوایسی خصلتیں نہ بتاؤں جو بدن پر ہلکی ہوں اور اعمال کے ترازو میں دوسرے اعمال سے زیادہ بھاری ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ضرور ارشادفرمایئے۔ آپ نے ارشادفرمایا اچھے اخلاق اور زیادہ خاموش رہنے کی عادت کو لازم پکڑلو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے مخلوقات کے اعمال میں یہ دونوں چیزیں بے مثل ہیں''۔ (ابن ابی الدنیا' طبرانی' ابویعلیٰ' ابوالشیخ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کیا میں تم کو تم میں بہتر اور بھلے لوگ نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! ضرور ارشاد فرمایئے فرمایا تم میں جو عمر کے زیادہ ہوں اور اخلاق کے اچھے ہوں۔ (کہ عموماً بڑھاپے میں چڑچڑاپن آجاتا ہے لیکن عمر زیادہ ہونے کے باوجود بھی اخلاق کو اچھا رکھا)۔'' (بزار' صحیح ابن حبان)

''حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں اور حضرت سمرہ اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک میں تھے کہ آپ نے ارشادفرمایا کہ بدزبانی اور فحش گوئی کا اسلام سے ذرہ برابر بھی تعلق نہیں اور اسلام کے اچھے وہ ہیں جو اخلاق کے اچھے ہوں''۔ (احمد' طبرانی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہو سلم سے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے وصیت فرمایئے ارشادفرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک ذرہ برابر بھی نہ ٹھہراؤ انہوں نے عرض کیا مزید وصیت فرمایئے ارشادفرمایا جب تم سے کوئی گناہ ہوجائے تو اس کے بعد کوئی نیکی کرلو (کہ نیکی گناہ کو مٹادیتی ہے) انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! مزید وصیت فرمایئے ارشادفرمایئے فرمایا جمے رہنا اور اخلاق کے اچھے رہنا''۔ (صحیح ابن حبان' حاکم)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آخری وصیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمائی جس وقت میں نے اپنا پاؤں رکاب میں رکھ لیا تھا وہ یہ تھی معاذ! اپنے اخلاق کو لوگوں کے لئے اچھا بناؤ''۔ (موطا امام مالک)

تشریح:۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دور میں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تھا مدینہ طیبہ سے ان کو رخصت کرتے وقت خاص اہتمام سے آپ نے ان کو بہت سی نصیحتیں فرمائی تھیں جو حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مختلف ابواب میں مروی ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اشارہ اس حدیث پاک میں اس موقع کی طرف ہے اوران کا مطلب یہ ہے کہ جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اپنی سواری پر سوار ہونے لگا اور اس کی رکاب میں میں نے پاؤں رکھا تو اس وقت آخری نصیحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ فرمائی تھی کہ: اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنا۔

واضح رہے کہ خوش اخلاقی کا یہ تقاضا نہیں کہ جو مجرم اور ظلم پیشہ بدمعاش سختی کے مستحق ہوں اور سختی کے بغیر ان کا علاج نہ ہوسکتا ہو ان کے ساتھ بھی نرمی کی جائے یہ تو اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور مداہنت ہوگی۔ بہر حال عدل و انصاف اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کی پابندیوں کے ساتھ مجرموں کی تادیب و تعزیر کے سلسلہ میں ان پر سختی کرنا کسی اخلاقی قانون میں بھی حسن اخلاق کے خلاف نہیں ہے۔ (از معارف الحدیث)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا جہاں کہیں جس حال میں بھی تم ہو اور گناہ ہو جانے پر اس کے بعد نیکی کرنا کہ وہ نیکی گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا''۔ (ترمذی)

''حضرت عمیر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! کون سی نماز سب سے افضل ہے ارشاد فرمایا جس میں قیام لمبا ہو پھر عرض کیا کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا ناداری کے باوجود محنت و مزدوری سے کما کر صدقہ کرنا۔

عرض کیا ایمان والوں میں کمال ایمان والے کون ہیں؟ ارشاد فرمایا جو اخلاق کے اچھے ہوں''۔ (طبرانی فی الاوسط)

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے ''اللھم کما احسنت خلقی فاحسن خلقی'' یا اللہ! جیسے آپ نے میرے جسم کی ظاہری بناوٹ اچھی بنائی ہے میرے اخلاق بھی اچھے کر دیجئے''۔ (احمد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایمان والوں میں زیادہ کامل ایمان والے وہ لوگ ہیں جو اخلاق میں زیادہ اچھے ہیں اور تم میں بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہتر سلوک کرے۔ (ابوداؤد، ترمذی، بیہقی)

ایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ آدمی مومن ہوتا ہے لیکن اس کے اخلاق میں کوئی بری بات ہوتی ہے جو اس کے ایمان کو کم کر دیتی ہے''۔

تشریح: معلوم ہوا کہ حسن اخلاق کمال ایمان کا ذریعہ ہے اور بد اخلاقی ایمان کو کم کرتی ہے۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

اخلاق حسنہ کی برکات

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ايضا قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(انكم لن تسعوا الناس باموالكم ولكن يسعهم منكم بسط الوجه و حسن الخلق) رواه ابو يعلى والبزار من طريق احدهما حسن جيد

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: تم ہرگز اپنے مالوں کے ذریعے لوگوں کوخوش نہیں کر سکتے بلکہ جو چیز تمہاری انہیں خوش کرے گی وہ چہرہ کی بشاشت اور اچھے اخلاق ہیں''۔(ابویعلیٰ، بزار)

''قبیلہ مزینہ کے ایک شخص سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا یا رسول اللہ! سب سے بہتر چیز جو مسلمان شخص کو دی گئی کیا ہے؟ ارشادفرمایا اچھے اخلاق عرض کیا سب سے بری چیز جو مسلمان کو دی گئی ہو وہ کیا ہے؟ ارشادفرمایا جب تم کو یہ بات ناگوار ہو کہ لوگوں کے سامنے تمہیں کسی نامناسب کام کو کرتے دیکھا جائے تو تنہائی میں بھی اسے نہ کرنا (گویا مسلمان کی سب سے بری چیز یہ ہے کہ جس کام کو لوگوں کے سامنے کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا ہو اسے تنہائی میں کرے)''۔(عبدالرزاق)

''حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: آخرت میں میرا سب سے زیادہ محبوب اور سب میں مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کے اخلاق زیادہ اچھے ہوں گے اور میرا سب سے زیادہ مبغوض اور سب میں زیادہ مجھ سے دور وہ ہوں گے جو زیادہ باتونی اور حلق پھاڑنے والے اور بڑا بول بولنے والے تکبر والے ہوں گے''۔(احمد، طبرانی، صحیح ابن حبان، ترمذی)

''حضرت رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صلح حدیبیہ میں شریک تھے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اچھے اخلاق خیر اور بھلائی میں بڑھنے کا ذریعہ ہیں اور برے اخلاق نحوست ہے اور نیکی عمر میں اضافہ اور برکت کا ذریعہ ہے اور صدقہ بھی بری موت سے بچاتا ہے''۔(احمد، داؤد)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے "اللهم انى اعوذبک من الشاق والنفاق و سوء الاخلاق" اے اللہ! میں تجھ سے ضد اضدی سے اور نفاق سے اور برے اخلاق سے پناہ مانگتا ہوں۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ تعالیٰ (خود) نرم ومہربان ہے (نرمی ومہربانی کرنا اس کی ذاتی صفت ہے) اور تمام امور میں نرمی و مہربانی کرنا اس کو محبوب ہے۔(یعنی اس کو یہ بات پسند ہے کہ اس کے بندے بھی آپس میں نرمی ومہربانی کا برتاؤ کریں)''۔(بخاری ومسلم)

''مسلم کی روایت میں ہے نرمی پر اللہ تعالیٰ جو کچھ (اجر وثواب اور مقاصد میں کامیابی) عطا فرماتا ہے وہ درشتی اور سختی پر عطا نہیں فرماتا اور نرمی کے علاوہ کسی چیز پر بھی عطا نہیں فرماتا''۔(مسلم)

ترجمہ:''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جس چیز میں نرمی ہوتی ہے اس کو زینت بخشتی ہے اور جس چیز میں سے نکال لی جاتی ہے وہ عیب دار ہو جاتی ہے''۔(مسلم)

''حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ عزوجل نرمی پر وہ عطا کرتا

ہے جو سختی پر عطا نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند کرتا ہے تو اس کو نرمی عطا کرتا ہے جو کوئی گھر والے نرمی سے محروم کر دیئے گئے وہ بڑی خیر سے محروم ہو گئے اور ایک روایت میں ہے جو شخص نرمی کی صفت سے محروم رہا وہ (ساری) بھلائی سے محروم رہا“۔(ابوداؤد)

”حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) نرمی میں سے حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں میں سے حصہ دیا گیا اور جو شخص نرمی کے حصہ سے محروم رہا وہ دنیا و آخرت میں خیر کے حصہ سے محروم رہا“۔(ترمذی)

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیشک اللہ عزوجل نرمی کو پسند کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے اور نرمی پر وہ مدد کرتا ہے جو درشتی اور سختی پر نہیں کرتا“۔(طبرانی)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ارشاد فرمایا: اے عائشہ! نرمی کیا کرو۔ اللہ تعالیٰ جب کسی گھر والوں کے لئے خیر اور بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو ان کو نرمی کی صفت عطا کر دیتا ہے“۔(احمد بزار)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے رایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی گھر والوں کو بھی نرمی کی صفت دی گئی اس نے ان کو ضرور نفع پہنچایا“۔(طبرانی)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں (ایک مرتبہ) ایک اعرابی نے (مسجد کے آداب سے ناواقفیت کی بناء پر) مسجد میں پیشاب کر دیا لوگ اس کی طرف کھڑے ہوئے تاکہ اسے برا بھلا کہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو رہنے دو (کچھ نہ کہو) اور پیشاب پر پانی بھرا ڈول بہادو کیونکہ تم کو آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا گیا ہے اور تنگی اور سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا“۔(بخاری)

”حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آسانیاں کرو تنگی نہ کرو اور خوشخبریاں سناؤ نفرتیں نہ دلاؤ“۔(بخاری، مسلم)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کبھی بھی دو کاموں میں اختیار دیا گیا آپ نے ان میں آسان کو اختیار فرمایا جب تک کہ وہ گناہ اور نافرمانی کی حد تک نہ پہنچے ہاں اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے کسی بھی چیز کے بارے میں کسی سے بدلہ اور انتقام نہیں لیا ہاں البتہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کی بے حرمتی کی جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ اور انتقام لیتے“۔(بخاری، مسلم)

تشریح:۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر کام میں آسان اور نرم پہلو اختیار کرنا مستحب ہے جب تک کہ وہ حرام یا مکروہ نہ ہو۔

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو ایسے شخص کی خبر نہ دوں جو دوزخ کے لئے حرام ہے یا دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے؟ (سنو! میں بتاتا ہوں) دوزخ کی آگ ہر ایسے شخص پر حرام ہے جو مزاج کا تیز نہ ہو، نرم ہو، نرم خو ہو ایک روایت میں ایک اور صفت کا اضافہ ہے اور وہ لوگوں سے قریب ہونیوالا ہے“۔(ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: حدیث بالا میں یہ ساری صفات قریب المعنی ہیں اور نرم مزاجی کے مختلف پہلوؤں کی یہ ترجمانی کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو آدمی اپنے مزاج اور رویہ میں نرم ہو اور اپنی نرم خوئی کی وجہ سے لوگوں سے خوب ملتا جلتا ہو اور دور اور الگ الگ نہ رہتا ہو اور لوگ بھی اس کی اچھی اور شیریں خصلت کی وجہ سے اس سے بے تکلف اور محبت سے ملتے ہوں جس سے بات اور معاملہ کرتا ہو نرمی اور مہربانی سے کرتا ہو ایسا شخص جنتی ہے اور دوزخ کی آگ اس پر حرام ہے لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ اس قسم کی بشارتوں کا تعلق صرف انہی لوگوں سے ہے جو ایمان رکھتے ہوں کہ ایمان کے بغیر اللہ تعالیٰ کے یہاں اعمال اور اخلاق کی کوئی قیمت نہیں۔(از معارف)

حلم کے فضائل

وعن انس بن مالک رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (التانی من الله' والعجلة من الشیطان' وما احداکثرمعاذیر من الله' و ما من شیٔ احب الی الله من الحمد) رواه ابو یعلیٰ و رواته رواة الصحیح.

ترجمہ: ''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جلدی نہ کرنے اور کاموں کو متانت اور اطمینان سے انجام دینے کی صفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جلد بازی کرنا شیطان کے اثر سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی عذر قبول کرنے والا (توبہ قبول کرنے والا) معافی دینے والا نہیں ہے اللہ تعالیٰ کو اس کی تعریف سے زیادہ کوئی پسند نہیں ہے (سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اس کی تعریف وحمد کی جائے''۔ (ابو یعلی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبیلہ عبدالقیس کے سردار) اشج سے فرمایا: تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جو اللہ تعالیٰ کو محبوب اور پیاری ہیں ایک بردباری (غصہ سے مغلوب نہ ہونا) اور دوسرے جلدی نہ کرنا''۔ (مسلم)

تشریح: اس حدیث پاک کا پس منظر ایک واقعہ ہے اور وہ یہ کہ قبیلہ عبدالقیس کا ایک وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مدینہ منورہ آیا۔ اس وفد کے سارے لوگ اپنی سواریوں سے کود کود کر جلدی جلدی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں انتہائی محبت وشوق کے ساتھ پہنچ گئے لیکن اس وفد کے امیر جن کا نام منذر اور عرف اشج تھا انہوں نے جلد بازی نہ کی۔ بلکہ اتر کر پہلے سارے سامان کو یکجا اور محفوظ کیا پھر غسل کیا اور کپڑے تبدیل کئے اور اس کے بعد قناعت اور وقار کے ساتھ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس عادت وطرز کو انتہائی پسند فرمایا اور اس موقع پر مذکور ارشاد فرمایا۔ (از معارف باختصار)

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ کے جسم مبارک پر نجرانی موٹی چادر تھی (جس کو آپ اوڑھے ہوئے تھے) کہ اتنے میں ایک اعرابی نے آ کر آپ کی چادر مبارک کو زور سے پکڑ کر آپ کو اپنی طرف کھینچا میں نے جو آپ کی گردن مبارک کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ آپ کی چادر کو زور سے کھینچنے کی وجہ سے گردن پر نشان پڑ گیا پھر اس نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ نے جو مال دیا ہے اس میں سے مجھے بھی دو چنانچہ آپ اس کی طرف متوجہ ہو کر ہنس پڑے پھر آپ نے اس کو کچھ دینے کے لئے فرمایا''۔ (بخاری' مسلم)

تشریح: اس اعرابی کی سختی کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نرمی اور بردباری کے ساتھ دیا۔ اللہ نے حق اور سچ فرمایا ''انک لعلی خلق عظیم'' بے شک آپ بڑے اونچے اخلاق والے تھے اور آپ کو اپنی امت پر بڑی شفقت تھی۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کی صفت بیان فرمائی۔ ''بالمومنین روف رحیم''۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ گویا

میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھ رہا ہوں جب کہ آپ انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کا واقعہ بیان فرمار ہے تھے کہ ان کی قوم نے ان کو مار کر خون آلود کر دیا۔ اور وہ خون کو اپنے چہرہ سے پونچھتے ہوئے یہ کہہ رہے تھے۔ اے اللہ! میری قوم کو معاف کر دے وہ جانتے نہیں ہیں''۔ (بخاری' مسلم)

تشریح: ایسا واقعہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طائف میں پیش آیا جو کتب سیرت میں تفصیل سے موجود ہے۔

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر واجب ہے جس کو غصہ دلایا گیا پھر اس نے حلم و بردباری سے کام لیا اور غصہ سے مغلوب نہ ہوا''۔ (اصبہانی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طاقتور وہ نہیں جو (اپنے مدمقابل کو) پچھاڑ دے بلکہ طاقتور وہ ہے جو غصہ کی حالت میں اپنے آپ پر قابو پالے''۔ (بخاری' مسلم)

تشریح: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول کا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ بندہ کے دل میں وہ کیفیت ہی پیدا نہ ہو جس کو غیظ' غضب اور غصہ کے لفظوں سے تعبیر کیا جاتا ہے (کیونکہ کسی سخت ناگوار بات پر دل میں اس کیفیت کا پیدا ہو جانا تو بالکل فطری امر ہے اور اس سے انبیاء علیہم السلام بھی مستثنیٰ نہیں ہیں) البتہ مطالبہ یہ ہے کہ اس کیفیت کے وقت بھی نفس پر پورا قابو رہے ایسا نہ ہو کہ اس سے مغلوب ہو کر آدمی وہ حرکتیں کرنے لگے جو شان بندگی کے خلاف ہوں۔ (از معارف)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی معمولی سی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا خواہ یہ نیکی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے مل لیا کرو''۔ (مسلم)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر نیکی صدقہ ہے۔ اور یہ بھی نیکی ہے کہ اپنے بھائی کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملو اور اپنے ڈول سے (کنوئیں سے پانی نکال کر) اپنے بھائی کے برتن میں ڈال دو''۔ (احمد' ترمذی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کے چہرہ کو دیکھ کر مسکرانا صدقہ ہے۔ اور تمہارا کسی کو نیکی کا حکم دینا صدقہ ہے اور تمہارا کسی کو برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے اور کسی بھٹکے ہوئے شخص کو راستہ بتانا (بھی) صدقہ (کا ثواب) رکھتا ہے اور تمہارا راستہ سے تکلیف دہ چیز' کانٹے' اور ہڈی کو ہٹانا بھی صدقہ (کا ثواب) رکھتا ہے۔ (ترمذی' صحیح' ابن حبان) اور ایک روایت میں اس کا بھی اضافہ ہے کہ کمزور نگاہ والے کو راستہ وغیرہ دکھانا بھی صدقہ ہے''۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی زد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمائیے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

معمولی نیکی کی قدر وقیمت

وعن ابی جری الهجیمی رضی الله عنه قال: اتیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فقلت: یا رسول الله انا قوم من اهل البادیة فعلمنا شیئا ینفعنا الله به؟ فقال: (لاتحقرن من المعروف شیئا ولو ان تفرغ من دلوک فی اناء المستسقی ولوان تکلم اخاک ووجهک الیه منبسط، و ایاک و اسبال الا زار فانه من المخیلة ولایحبهاالله، و ان امروشتمک بما یعلم فیک فلا تشتمه بما تعلم فیه، فان اجره لک ووباله علی من قاله). رواه ابوداؤد والترمذی، وقال: حدیث حسن صحیح، والنسائی مفرقا، و ابن حبان فی صحیحه واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت ابوجری الہجیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا یارسول اللہ! ہم دیہات کے رہنے والے ہیں (زیادہ آپ کی صحبت میں رہنے کا موقع نہیں ملتا) لہذا کوئی ایسی چیز سکھادیں کہ حق تعالیٰ شانہ ہمیں اس سے فائدہ اور نفع پہنچائے آپ نے ارشاد فرمایا: کسی معمولی سی نیکی کو بھی معمولی نہ سمجھنا خواہ یہ نیکی ہی ہو کہ پانی مانگنے والے کے برتن میں تم اپنے ڈول سے پانی ڈال دو اور خواہ اتنا ہی ہو کہ تمہارا چہرہ اپنے مسلمان بھائی سے بات کرتے وقت کھلا ہوا اور خوش ہو، اور تہبند (یا شلوار وغیرہ) کو ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکانا کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور حق تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتے اور اگر کوئی شخص تمہیں کسی ایسے عیب کے بارے میں برا بھلا کہے جو وہ تم میں جانتا ہو تم اس کو کسی ایسے عیب کے بارے میں برا بھلا نہ کہنا جو تمہارے علم میں ہو۔ ایسا کرنے سے (تمہیں اس کا عیب چھپانے کا) اجر ملے گا اور اس پر (تمہارے عیب اچھالنے کا) گناہ اور وبال ہوگا''۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، صحیح ابن حبان)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اور اچھی بات کرنا صدقہ ہے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت مقدام بن شریح اپنے والد سے اور اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھے ایسی چیز بتلادیں جو میرے لئے جنت کو واجب کردے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جنت کو واجب کرنے والی چیزوں میں ایک کھانا کھلانا، دوسرے سلام پھیلانا اور تیسرے اچھی بات کرنا ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے ایسا عمل بتلادیں جو مجھے جنت میں داخل کرادے ارشاد فرمایا: کھانا کھلاؤ اور سلام پھیلاؤ اور اچھی بات کرو اور رات کو نماز پڑھو جب کہ لوگ سو رہے ہوں جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ گے''۔ (طبرانی، ابن ابی الدنیا، حاکم، بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حق ہیں (۱) سلام کا جواب دینا' (۲) بیمار کی عیادت کرنا' (۳) جنازے کے ساتھ جنا' (۴) دعوت قبول کرنا' (۵) اور چھینکنے والے کے جواب میں "یرحمک اللہ" کہنا اور ایک روایت میں ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہیں۔ ارشاد فرمایا جب ملاقات ہو اس کو سلام کرو' جب دعوت دے اس کو قبول کرو' جب نصیحت چاہے اس کو نصیحت کرو اور جب اسے چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے اس کو جواب میں "یرحمک اللہ" کہو اور جب بیمار ہو اس کی عیادت کرو اور جب انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ" (ترمذی' نسائی)

ترجمہ: "حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام پھیلاؤ تا کہ تم (اخلاق میں اور الفت و محبت میں) بلند ہو جاؤ"۔ (طبرانی)

"حضرت اغر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا کہ فلاں انصاری آدمی سے کھجوروں کی اتنی مقدار لے لو انہوں نے دینے میں ٹال مٹول کی۔ چنانچہ اس بارے میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ آپ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا اے ابوبکر! جاؤ اور اس کی کھجوریں اس کو دلواؤ' چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صبح کی نماز کے بعد مسجد میں ملنے کا وعدہ فرمایا۔ میں نے وعدہ کے مطابق ان کو پا لیا پھر ہم دونوں چلے (راستہ میں) کوئی شخص بھی دور سے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھتا تو سلام کرتا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (مجھ سے) فرمایا دیکھتے نہیں کہ لوگ کیسے ثواب کما رہے ہیں (سلام میں پہل کرنے کی وجہ سے) (پھر مجھے نصیحت کی) سلام کرنے میں (کوشش کرنا کہ) تم سے کوئی سبقت نہ لے جائے۔ (تم سے پہلے سلام نہ کرے) کیونکہ ہم (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی یہ عادت ہے کہ) کوئی شخص دور سے آتا نظر آتا ہے تو اس کے سلام کرنے سے پہلے ہم اسے سلام کرنے میں پہل کرتے ہیں"۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

"حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں اللہ تعالیٰ کے قرب کا زیادہ مستحق وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔ ایک روایت میں ہے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ (ﷺ) دو شخص آپس میں ملاقات کریں سلام میں پہل کون کرے گا؟ ارشاد فرمایا جو دونوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور قرب کا زیادہ مستحق ہو"۔ (ابوداؤد' ترمذی)

"حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اور دو چلنے والوں میں جو دوسرے کو سلام کرنے میں پہل کرے وہ افضل ہے"۔ (بزار' صحیح ابن حبان)

دُعا کیجئے: یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل و کرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے۔

سلامتی کا راستہ

و عن عبدالله ' یعنی ابن مسعود رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: (السلام اسم من اسماء الله تعالیٰ وضعه فی الارض فافشوه بینکم فان الرجل المسلم اذا مربقوم فسلم علیهم' فردواعلیه کان له علیهم فضل درجة بتذکیره ایاهم السلام' فان لم یردواعلیه رد علیه من هو خیر منهم). رواه البزار والطبرانی' واحد اسنادی البزار جید قوی.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا :سلام اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے زمین پر اتارا ہے لہٰذا اس کو آپس میں خوب پھیلاؤ۔ کیونکہ مسلمان جب کسی قوم پر گزرتا ہے اوران کو سلام کرتا ہے اوروہ اس کو سلام کا جواب دیتے ہیں تو ان کو سلام یاددلانے کی وجہ سے سلام کرنے والے کو اس قوم پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہوتی ہے اوراگروہ جواب نہیں دیتے ہیں تو فرشتے جوانسانوں سے بہتر ہیں اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں''۔(بزار' طبرانی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے اورراستہ میں چلتے ہوئے ہمارے درمیان کوئی درخت حائل ہو جاتا (اورتھوڑی دیر کے لئے ایک دوسرے سے غائب ہو جاتے) اوراس کے بعد آمنا سامنا ہوتا تو پھرایک دوسرے کو سلام کرتے''۔(طبرانی)

تشریح: معلوم ہوا کہ اگر ملاقات اورسلام کے بعد دو چار لمحہ کے لئے بھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اوراس کے بعد پھر ملیں تو دوبارہ سلام کیا جائے اور دوسرا اس کا جواب دے۔ اس سے خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ سلام کی شریعت اسلامیہ میں کتنی اہمیت ہے۔

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی کسی مجلس میں جائے تو سلام کرے (اس کے بعد بیٹھنا چاہے تو بیٹھ جائے جیسا کہ دوسری روایت میں اس کی صراحت بھی ہے) پھر جب مجلس سے اٹھ کر جانے لگے تو پھر سلام کرے کیونکہ پہلا سلام دوسرے سلام سے بڑھا ہوا نہیں ہے (یعنی جس طرح ملاقات کے وقت سلام کرنا سنت ہے ایسے ہی رخصت ہوتے وقت بھی سلام کرنا سنت ہے) اورایک روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ جو شخص مجلس سے اٹھ کر جاتے وقت سلام کر کے جائے تو اس کے جانے کے بعد مجلس کے لوگ جس خیر میں مشغول ہوں گے یہ بھی (اجروثواب کے اعتبار سے) ان کا شریک رہے گا''۔(ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

''حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا جو کسی مجمع میں آ کر شریک ہوا اس کے ذمہ ہے کہ وہ مجمع کو سلام کرے اور جو کسی مجلس سے اٹھ کر جائے اس کے ذمہ ہے کہ سلام کر کے جائے کچھ ہی دیر بعد ایک شخص بغیر سلام کئے مجلس سے اٹھ کر چل دیا اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم بات فرما رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس پر) ارشاد فرمایا کتنی جلدی یہ شخص (وہ بات جو ابھی بتائی تھی کہ مجلس سے جاتے وقت سلام کرنا چاہئے) بھول گیا"۔ (احمد)

"حضرت معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: اے بیٹے! اگر تم کسی ایسی مجلس میں ہو جس کی خیر کی تمہیں امید ہو پھر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئی جس کی وجہ سے جلدی جانا پڑ گیا تو السلام علیکم کہہ کر جاؤ۔ کہ اس کی وجہ سے تم مجلس والوں کے ساتھ اس خیر میں شریک ہو جاؤ گے"۔ (طبرانی)

"حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اس نے کہا "السلام علیکم" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دس (یعنی اس شخص کے لئے اس کے سلام کی وجہ سے دس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک شخص آیا اس نے کہا: "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا پھر وہ بیٹھ گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا بیس (یعنی اس کے لئے بیس نیکیاں لکھی گئیں) پھر ایک تیسرا شخص آیا اس نے کہا۔ "السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور وہ مجلس میں بیٹھ گیا تو آپ نے فرمایا تیس (یعنی اس کے لئے تیس نیکیاں ثابت ہو گئیں)۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، بیہقی)

اور ابوداؤد کی روایت میں جو حضرت سہل بن معاذ اپنے والد معاذ بن انس سے نقل کرتے ہیں یہ ہے پھر ایک چوتھا شخص آیا اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ آپ نے (اس کے سلام کا جواب دیا) اور فرمایا اس کے لئے چالیس نیکیاں لکھی گئی ہیں۔ نیز فرمایا کہ اسی طرح ثواب میں اضافہ ہوتا رہتا ہے (یعنی سلام کرنے والا جس قدر الفاظ بڑھاتا جائے گا اسی قدر اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا جائے گا) البتہ دلائل کی وجہ سے زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ ومغفرتہ سے اضافہ نہ کیا جائے"۔

"حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ چالیس اعمال ہیں جن میں سب سے اعلیٰ یہ کہ کسی کو جانور دودھ کے استعمال کے لئے دیا جائے (اور جب وہ دودھ ختم ہو جائے تو جانور واپس کر دیا جائے) جو کوئی ان میں سے کسی عمل کو ثواب کی امید اور اس پر وعدہ کی تصدیق کے ساتھ کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ضرور داخل کرے گا' حسان کہتے ہیں کہ ہم نے ان چالیس اعمال کو شمار کیا اعلیٰ عمل سے کم درجے کے اعمال جن میں سلام کا جواب چھینکنے والے کی چھینک کا جواب "یرحمک اللہ" سے اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا وغیرہ ہم پندرہ تک بھی شمار نہ کر سکے"۔ (بخاری وغیرہ)

تشریح: حدیث بالا سے معلوم ہوا ان چالیس اعمال میں سے جن پر جنت کے داخلہ کی خوشخبری ہے "سلام کا جواب" دینا بھی ہے۔

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

اخلاق حسنہ کے تقاضے

وعن ابی ھریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (اعجز الناس من عجز فی الدعاء وابخل الناس من بخل بالسلام) رواہ الطبرانی فی الاوسط' وقال: لایروی عن النبی صلی الله علیه وسلم الا بهذا الاسناد.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو دعا میں عاجز ہو (یعنی حق تعالیٰ سے دعا ہی نہ مانگے) اور لوگوں میں سب سے بڑا بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے''۔ (طبرانی' اوسط)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باغ میں فلاں شخص کا کھجور کا درخت ہے اور صورت حال یہ ہے کہ وہاں اس درخت کے ہونے سے مجھے تکلیف پہنچتی ہے (کیونکہ وہ شخص اپنے اس درخت کی وجہ سے بے وقت میرے باغ میں آتا جاتا ہے) چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اس شخص کے پاس بھیجا (تاکہ اس کو بلا لائے جب وہ آیا تو) آپ نے فرمایا تم اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ فروخت کر دو جو فلاں کے باغ میں ہے۔ اس نے کہا کہ میں فروخت نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ اگر اس درخت کو بیچنے میں تمہیں عار محسوس ہوتا ہے تو) اس کو میرے نام ہبہ کر دو اس نے کہا میں ہبہ بھی نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا کہ ''اچھا اس درخت کو تم میرے ہاتھ کھجور کے ایسے درخت کے عوض فروخت کر دو جو تمہیں جنت میں ملے'' اس نے کہا میں اس طرح بھی فروخت نہیں کرتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تم سے بڑا بخیل کسی شخص کو نہیں دیکھا اس شخص کے علاوہ جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے (یعنی سلام میں کوتاہی کرنے والا شخص تم سے بھی بڑا بخیل ہے کہ وہ اتنا ذرا سا کام کر کے بھی زیادہ ثواب حاصل کرنا نہیں چاہتا''۔ (احمد' بزار)

تشریح: علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے جو کچھ فرمایا وہ سفارش کے طور پر تھا حکم کے طور پر نہیں تھا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حکم کے طور پر فرماتے تو وہ ہرگز انکار کرنے کی جرات نہ کرتا کیونکہ بہرحال وہ مسلمان تھا اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم سے برملا انکار کسی صورت میں نہیں کر سکتا تھا ہاں اگر وہ مسلمان نہ ہوتا تو حکم نبوی سے اس کا انکار کرنا کوئی تعجب خیز امر نہ ہوتا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ تم اس درخت کو جنت کے کھجور کے درخت کے بدلے میں میرے ہاتھ فروخت کر دو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ یقیناً مسلمان تھا البتہ طبیعت کی سختی سے خالی نہ تھا۔ (از مظاہر حق)

''حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس آدمی کو اس بات سے خوشی ہو کہ لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں اسے چاہئے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔ (ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: ظاہر ہے کہ اس وعید کا تعلق اس صورت سے ہے جب کہ کوئی آدمی خود یہ چاہے اور اس سے خوش ہو کہ اللہ کے بندے اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں' اور یہ تکبر کی نشانی ہے اور تکبر والوں کی جگہ جہنم ہے جس کے حق میں فرمایا گیا ہے ''فبئس مثوی

المتکبرین "(وہ دوزخ متکبرین کا برا ٹھکانا ہے لیکن اگر کوئی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام اور محبت کے جذبہ میں اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ (از معارف)

"حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عصا کا سہارا لیتے ہوئے باہر تشریف لائے تو ہم کھڑے ہو گئے آپ نے ارشاد فرمایا تم اس طرح مت کھڑے ہو جس طرح عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں"۔ (ابوداؤد' ابن ماجہ)

تشریح: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد یہ تھی کہ یہ عجمی لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کا کوئی سردار یا بڑا آدمی ان کی مجلس میں آتا ہے تو صرف اس کو دیکھتے ہی بڑبڑا کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پھر اس کے سامنے باادب دست بستہ کھڑے رہتے ہیں چنانچہ حدیث بالا کے الفاظ سے اسی طرف اشارہ فرمایا کہ ان میں کے چھوٹے اور کمتر لوگ اپنے بڑے اور اونچی حیثیت کے لوگوں کو صرف دیکھ کر اس طرح کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اگر وہ کھڑے نہ ہوئے تو وہ بڑے لوگ ان سے ناراض ہو جائیں گے اور پھر تعظیماً ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اس توجیہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ یہاں حدیث میں اصل کھڑے ہونے کے ممنوع ہونا ثابت نہیں ہوتا جس کا جواز دوسری احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ جب حضرت سعدؓ بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کے لئے بطور ثالث آئے اور مسجد کے قریب پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ان کو دیکھ کر) فرمایا اے انصار! تم اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی خود بالکل نہ چاہے مگر دوسرے لوگ اکرام و عقیدت و محبت کے جذبے میں اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو یہ بالکل دوسری بات ہے اگر چہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے اس کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے۔ (از مظاہر' معارف)

"حضرت براء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے دونوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں"۔ (ابوداؤد' ترمذی)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان ملاقات کریں اور مصافحہ کریں اور اسکے ساتھ) اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنے لئے مغفرت طلب کریں تو انکی مغفرت ہو ہی جائیگی"۔ (ابوداؤد)

"ابوداؤد اعمی سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میری ملاقات حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے مصافحہ فرمایا اور میری طرف دیکھ کر ہنسے۔ پھر فرمایا معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ہاتھ کیوں پکڑا؟ میں نے کہا اس کی وجہ تو مجھے معلوم نہیں البتہ میرا گمان یہی تھا کہ آپ نے کسی خیر اور بھلائی ہی کی وجہ سے یہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ملے تھے اور میرے ساتھ بھی آپ نے یہی کیا تھا۔ پھر فرمایا تھا معلوم ہے میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا دو مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے سامنے (بشاشت اور خوشی سے) ہنستا ہے اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی رضامندی کیلئے کرتے ہیں تو ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے"۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے: یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔ آمین

ملاقات کے آداب

و عن انس رضی الله عنه عن نبی الله صلی الله علیه وسلم قال: (مامن مسلمین التقیا' فاخذ احدهما بید صاحبه الا کان حقا علی الله عزوجل یحضر دعاء هما ولایفرق بینا ایدیهما حتی یغفرلهما) . واللفظ له والبزار وابویعلی' و رواة احمد کلهم ثقات الامیمون المرادی' و هذا الحدیث مما انکر علیه.

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جوکوئی دو مسلمان آپس میں ملاقات کریں پھران میں سے ایک اپنے ساتھی کا ہاتھ (مصافحہ کے لئے) پکڑے تو اللہ تعالی پر حق ہے کہ ان کی دعا کو قبول کرے اور دونوں کے جدا ہونے سے پہلے ان دونوں کی مغفرت کردے''۔ (احمد' بزار' ابویعلی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جب ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تو مصافحہ کرتے اور جب سفر سے واپس آتے تو ایک دوسرے سے معانقہ کرتے''۔ (طبرانی)

''حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مؤمن جب مؤمن سے ملتا ہے اس کو سلام کرتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے درخت کے پتے جھڑتے ہیں''۔ (طبرانی فی الاوسط)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی آپ نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ایک طرف کو ہٹ گئے اور کہنے لگے میں تو حالت جنابت میں ہوں (یعنی اس حالت میں مصافحہ کیسے کروں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے درخت سے پتے گرتے ہیں''۔ (بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب دو مسلمان آپس میں مل کر مصافحہ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی خیریت اور حال دریافت کرتے ہیں حق تعالی شانہ ان پر سو رحمتیں نازل کرتا ہے ننانوے رحمتیں اس پر جو دونوں میں زیادہ بشاشت اور تازہ روئی و خندہ پیشانی سے ملنے والا اور اپنے بھائی کا حال اور خیریت زیادہ اچھی طرح دریافت کرنے والا ہو''۔ (طبرانی)

''حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملتا ہے اس کا ہاتھ پکڑتا ہے یعنی مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے تیز ہوا چلنے کے دن سوکھے درخت سے پتے گرتے ہیں اور ان دونوں کے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں اگرچہ ان کے گناہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں''۔ (طبرانی)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سلام کی تکمیل مصافحہ ہے''۔ (ترمذی)

تشریح: ملاقات کے وقت محبت و مسرت اور جذبہ اکرام و احترام کے اظہار کا ایک ذریعہ سلام کے علاوہ اور اس سے بالاتر

مصافحہ بھی ہے عموماً سلام کے ساتھ اور اس کے بعد ہوتا ہے اور اس سے سلام کے ان مقاصد کی گویا تکمیل ہوتی ہے۔ (از معارف)

"حضرت قتادہ (تابعی رحمۃ اللہ تعالیٰ) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (باہمی ملاقات کے وقت سلام کے بعد) مصافحہ کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ جی ہاں!"۔ (بخاری، ترمذی)

"حضرت ابو ایوب ابن بشیر بنو عنزہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ اس نے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا جب ان کو شام کی طرف بھیجا گیا کہ میں آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں سے ایک حدیث کے متعلق دریافت کرنا چاہتا ہوں انہوں نے فرمایا میں تمہیں بتاؤں گا البتہ اگر (مصلحت نہ ہوئی) تمہیں بتانا مناسب نہ ہوا تو نہیں بتاؤں گا۔ میں نے کہا اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو نامناسب ہو۔ آپ لوگ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کیا کرتے تھے تو کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ بھی کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی تو آپ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا اور ایک دن کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلانے کے لئے میرے پاس ایک شخص کو بھیجا اس وقت میں اپنے گھر میں موجود نہیں تھا جب میں گھر آیا تو مجھے اس کی اطلاع کی گئی کہ آپ نے مجھے بلانے کے لئے کسی کو بھیجا تھا۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت آپ ایک تخت پر تشریف فرما تھے آپ نے مجھے گلے لگایا اور گلے لگانا (حصول لطف وسرور اور برکت کے اعتبار سے مصافحہ کی بہ نسبت) بہتر تھا کہیں زیادہ بہتر!" (ابوداؤد)

تشریح: اس سے معلوم ہوا کہ سفر سے آنے کے علاوہ دوسری حالتوں میں بھی اظہار محبت و عافیت کے پیش نظر معانقہ کرنا ثابت ہے۔" (از مظاہر حق)

"حضرت خراسانی تابعی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم باہم مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ کی صفائی ہوتی ہے اور آپس میں ایک دوسرے کو ہدیہ کرو اس سے تم میں باہمی محبت پیدا ہوگی اور دلوں سے دشمنی دور ہوگی"۔ (مالک)

تشریح: یہاں اس بات کو یاد کر لیا جائے کہ ہر عمل کی تاثیر اور برکت اسی شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ اس کا یقین ہو اور عمل کے وقت اس کا استحضار اور دھیان ہو یہی اس کی روح ہے جو دانہ بے جان ہو چکا اس سے پودا نہیں اگتا۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

سلام کے احکام

وعن جابر رضی الله عنه قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم :(تسلیم الرجل باصبع واحدة یشیربها فعل الیهود) رواه ابو یعلیٰ و رواته رواة الصحیح، والطبرانی واللفظ له.

ترجمہ: ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی کا ایک انگلی کے اشارہ سے سلام کرنا یہ یہود کا فعل ہے''۔ (ابویعلی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہودیوں اور عیسائیوں کو سلام کرنے میں پہل نہ کرو اور جب تم راستے میں ان میں سے کسی سے ملو تو ان کو تنگ ترین راستہ پر چلے جانے پر مجبور کرو''۔ (مسلم ابوداؤد ترمذی)

تشریح: ''سلام کرنے میں ابتداء نہ کرو'' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے تو ان کو ''السلام علیکم'' نہ کہو۔ کیونکہ سلام میں پہل کرنا درحقیقت اسلامی تہذیب کا بخشا ہوا ایک اعزاز ہے جس کے مستحق وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی تہذیب کے پیرو ہوں اور مسلمان ہوں اس اعزاز کا استحقاق ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا جو دین کے دشمن اور اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اسی طرح ان باغیوں اور دشمنوں کے ساتھ سلام اور اس جیسی دوسری چیزوں کے ذریعے الفت و محبت کے مراسم قائم کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''آپ ایسی کوئی قوم نہ پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو اور ان لوگوں سے بھی دوستی رکھتے ہوں جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں''۔

ہاں اگر وہ لوگ سلام میں پہل کریں اور السلام علیک یا السلام علیکم کہیں تو اس کے جواب میں صرف علیک یا علیکم کہہ دیا جائے اور علماء نے لکھا ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ غیر مسلم کے جواب میں ''ھداک اللہ'' کہا جائے۔ نیز بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی مجبوری و ضرورت کی بنا پر یہود و نصاریٰ کے ساتھ سلام میں پہل کرنی جائز ہے اور یہی حکم ان مسلمانوں کا بھی ہے جو بدعت اور فسق میں مبتلا ہوں۔

اسلامی سلطنت میں رہنے والے کسی مسلمان نے کسی اجنبی کو سلام کیا اور پھر معلوم ہوا کہ وہ ذمی ہے تو اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ اپنے سلام کو واپس کرنے کا مطالبہ کرے یعنی کہے کہ ''استرجعت سلامی'' (میں اپنے سلام کو واپس لینے کا مطالبہ کرتا ہوں)۔

حدیث بالا کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ جو دین کے دشمن ہیں اور اپنے مکروفریب کی طاقتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے جھنڈے کے سرنگوں کرنا چاہتے ہیں اس سلوک کے مستحق ہیں کہ جب وہ راستہ میں ملیں تو ان پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ یکسو ہو کر گزرنے پر مجبور ہو جائیں اور ان پر راستہ تنگ ہو جائے تاکہ اسلام کی عظمت و شوکت اور مسلمانوں کا دبدبہ ظاہر ہو۔ مشکوۃ کے بعض حواشی میں یہ مطلب لکھا ہے کہ ان کو یہ حکم دو کہ وہ ایک طرف ہو جائیں اور کنارے پر چلیں تاکہ راستہ کا درمیانی حصہ مسلمانوں کی آمدورفت کے لئے مخصوص رہے۔ (از مظاہر حق جدید)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ تمہیں سلام کریں تو ان کے جواب میں کہو ''وعلیکم''۔ (بخاری، مسلم)

تشریح: نووی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کے سلام کا جواب دیا جائے لیکن ''وعلیکم

السلام" نہ کہا جائے یعنی جواب دینے والا نہ علیکم السلام کہے اور نہ علیک السلام بلکہ صرف وعلیکم یا وعلیک کہے (کہ تجھ پر وہ برائی پڑے کہ جس کا تو مستحق ہے) بلکہ وہ علیکم بھی اس صورت میں کہے جب کہ وہ ایک سے زائد ہوں۔ اور اگر ایک ہی ہو تو علیکم نہ کہے کیونکہ اس طرح اس کی تعظیم وتوقیر لازم آئے گی۔ (از مظاہر حق)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانکا تو گھر والوں کے لئے جائز ہے کہ وہ جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دیں اور ایک روایت میں ہے اگر جھانکنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو ہدر ہوئی (اس پر کوئی قصاص یا دیت واجب نہیں جیسا کہ نسائی کی روایت میں اس کی صراحت ہے)"۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد)

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے (کسی کے گھر کے دروازے کے) پردہ کو اجازت لینے سے پہلے اٹھا کر اپنی نگاہ اندر ڈال دی تو اس نے ایسے کام کا ارتکاب کیا جو اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ اور اگر کوئی شخص اس کی آنکھ پھوڑ دیتا تو ہدر جاتی۔ اور اگر کوئی شخص کسی کے دروازے پر سے گزرا جس پر کوئی پردہ نہیں تھا اور گھر والوں کے ستر کو دیکھ لیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں بلکہ گھر والوں پر گناہ ہے۔ (کہ پردہ کیوں نہیں ڈالا)"۔ (احمد، ترمذی)

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھروں میں داخل ہونے کی اجازت لینے کے متعلق دریافت کیا گیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کے گھر میں اجازت لینے اور سلام کرنے سے پہلے اپنی نگاہ ڈال دی یہ کوئی اجازت نہ ہوئی اور یقیناً اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی (گناہ کا ارتکاب کیا)"۔ (الطبرانی)

"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض حجروں میں جھانکا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیر لے کر اس کی طرف کھڑے ہوئے گویا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرف آہستہ سے چھپ کر اٹھے تا کہ اس کو تیر ماریں اور ایک روایت میں ہے کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آیا اور اپنی آنکھ دروازے کے سوراخ کے سامنے کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ لیا چنانچہ آپ نے کوئی لوہا یا لکڑی کو لینا چاہا تا کہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں جب اس اعرابی نے آپ کو دیکھا تو پیچھے کو ہٹ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو فرمایا اگر تم یہیں کھڑے رہتے تو میں تمہاری آنکھ پھوڑ دیتا"۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار، سچا اُمتی بنا دیجئے۔

یا اللہ! تمام لعنت زدہ کاموں سے ہمیں بچا لیجئے کہ ہم جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں۔ یا اللہ ہم آپ کے مواخذہ کو برداشت نہیں کر سکتے نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

اسلامی آداب معاشرت

و عن سهل بن سعد الساعدی رضی الله عنه ان رجلا اطلع علی رسول الله صلی الله علیه وسلم من جحر فی حجرة النبی صلی الله علیه وسلم و مع النبی مدراة یحک بها راسه 'فقال النبی صلی الله علیه وسلم: (لوعلمت انک تنظر لطعنت بها فی عینک انما جعل الاستئذان من اجل البصر) رواه البخاری و مسلم و الترمذی و النسائی

ترجمہ: ''حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حجرے میں جھانکا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کنگھی تھی جس سے آپ اپنے سر مبارک کو کھجا رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم دیکھ رہے ہو تو میں تمہاری آنکھ میں یہ کنگھی مارتا۔ اجازت لینا گھر کے اندر دیکھنے ہی کے لئے تو ہے۔ (یعنی اگر اجازت لینے سے پہلے اندر دیکھ لو تو گویا اجازت کے بغیر گھر کے اندر داخل ہو گئے)''۔ (بخاری' مسلم' ترمذی' نسائی)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں جس کا کرنا کسی کے لئے جائز نہیں ہے۔ (۱) کوئی شخص لوگوں کی امامت کرائے اور دعا صرف اپنے لئے کرے مقتدیوں کے لئے نہ کرے اگر ایسا کیا تو اس نے مقتدیوں کے ساتھ خیانت کی (کہ مقتدیوں کے لئے دعا کرنا یہ امام پر ان کا حق ہے)۔ (۲) اجازت لینے سے پہلے کسی کے گھر کے اندر نہ دیکھے اگر ایسا کیا تو وہ (اجازت کے بغیر) اندر داخل ہو گیا۔ (۳) پیشاب کو روک کر نماز نہ پڑھے جب تک کہ قضا حاجت نہ کرے لے (کہ اس صورت میں نماز میں خشوع نہیں رہتا اور نماز جلدی جلدی پڑھی جاتی ہے)''۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

''حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا گھروں کے دروازوں کے بالکل سامنے آکر کھڑے نہ ہو بلکہ دروازے سے دائیں بائیں کھڑے ہو کر پہلے اندر آنے کی اجازت مانگو (کہ دروازے کے سامنے کھڑے ہونے سے کہیں اچانک دروازہ کھلنے کی صورت میں بے پردگی نہ ہو جائے) اگر اجازت مل جائے تو اندر داخل ہو ورنہ واپس لوٹ جاؤ''۔ (طبرانی' کبیر)

تشریح:۔ جیسا کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ آپ جب کسی کے گھر جانے کے لئے اس کے دروازے پر پہنچتے تو دروازہ کی طرف منہ کر کے کھڑے نہ ہوتے بلکہ دائیں بائیں جانب کھڑے ہوتے اور پھر اجازت مانگنے کے لئے فرماتے السلام علیکم۔ السلام علیک۔ (ابوداؤد)

سبحان اللہ! ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیسی پیاری معاشرت امت کو دے گئے جس میں حیاء و شرم عصمت و عفت اور پاکی و پاکدامنی ہے کاش! امت اس کو سیکھے اور عمل کرے۔

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کوئی ایسا

خواب دیکھنا بیان کیا جو حقیقت میں اس نے نہ دیکھا ہو اس پر یہ لازم کیا جائے گا کہ دو جو کے درمیان گرہ لگائے اور ہرگز وہ ایسا نہ کر سکے گا اور اس نے ان لوگوں کی بات سنی جس کا سننا ان کو گوارا تھا قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا اور جس نے کوئی (جاندار کی) تصویر بنائی اس کو عذاب دیا جائے گا یا اس پر لازم کیا جائے گا کہ اس میں روح ڈالے جب کہ وہ روح ڈال نہ سکے گا"۔ (بخاری وغیرہ)

"عامر بن سعد سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر میں تھے کہ ان کے پاس ان کا بیٹا عمر آیا۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا میں اس سوار کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں چنانچہ وہ سواری سے اتر کر آئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے آپ (اطمینان سے) اپنے اونٹوں اور بکریوں میں آ گئے اور لوگوں کو اس حال میں چھوڑ دیا کہ وہ آپس میں ملک و سلطنت کے بارے میں جھگڑتے رہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ان کے سینہ میں مارا اور فرمایا خاموش رہو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندہ کو پسند فرماتے ہیں جو تقویٰ والا ہو دل کا غنی ہو اور چھپایا ہوا ہو"۔ (مسلم)

"حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل کون شخص ہے؟ ارشاد فرمایا وہ مومن جو اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے اس نے دریافت کیا پھر کون؟ ارشاد فرمایا پھر وہ شخص جو کسی گھاٹی میں لوگوں سے الگ تھلگ رہ کر اپنے رب کی عبادت کرتا رہے"۔ (بخاری، مسلم)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسانی زندگی میں بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں گھوڑے کی باگ پکڑ لے اور جب کسی کی خوفزدہ آواز یا کسی کی فریاد کرنے کی آواز سنے تو عجلت کے ساتھ گھوڑے کی پشت پر سوار ہو جائے اور اس خوفزدہ یا فریادرس کی آواز کی طرف دوڑتا ہوا چلا جائے اور اپنی موت کو یا اس جگہ کو تلاش کرتا پھرے جہاں موت کا گمان ہو (یعنی موت سے نہ ڈرے) یا بہترین زندگی اس شخص کی ہے جو کچھ بکریوں کے ساتھ ان پہاڑوں میں سے کسی ایک پہاڑی کی چوٹی پر یا ان وادیوں میں سے کسی ایک وادی میں اقامت گزین ہے اور نماز پڑھتا ہے۔ (اور اگر وہ بکریاں حد نصاب کو پہنچتی ہیں) تو ان کی زکوٰۃ ادا کرتا ہے اور اپنے پروردگار کی عبادت و بندگی میں مشغول رہتا ہے یہاں تک کہ اس کو موت آ جائے لوگوں سے اس کو سوائے بھلائی کے کوئی واسطہ نہیں"۔ (مسلم)

فائدہ: جمہور علماء فرماتے ہیں کہ:

(۱) یہ حدیث یا تو فتنوں سے بھرپور زمانہ پر محمول ہے۔

(۲) یا اس کے علاوہ اس کا تعلق اس شخص سے ہے جو لوگوں کو ایذاء پر صبر نہ کر سکتا ہو۔

(۳) یا لوگ خود اس کی وجہ سے سلامت نہ رہتے ہوں۔

پھر ان حضرات کی سب سے بڑی دلیل وہ ہے کہ انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم اکثر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تابعین عظام، علماء و مشائخ اور زاہدان طریقت کا معمول یہی رہا ہے کہ انہوں نے دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی سے احتراز کر کے اسی دنیا میں اور اسی دنیا والوں کے درمیان رہن سہن کو اختیار کیا اور اس کے ذریعے وہ بہت سارے دینی فوائد حاصل کرتے رہے جو گوشہ گزینی کی صورت میں ناممکن تھے جیسے نماز جمعہ، جماعت، نماز جنازہ اور بیمار پرسی وغیرہ وغیرہ۔ (از مظاہر حق)

نجات کے راستے

وعن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال: یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم) مالنجاة ؟قال: (امسک علیک لسانک، و لیسعک بیتک، و ابک علی خطیئتک) رواه الترمذی و ابن ابی الدنیا و البیهقی، کلهم من طریق عبیدالله بن زحر عن علی بن یزید، وقال الترمذی: حدیث حسن.

ترجمہ: ''حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! نجات حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی زبان کو قابو میں رکھو اپنے گھر میں رہو (فضول باہر نہ پھرو) اور اپنے گناہوں پر رویا کرو''۔ (ترمذی، ابن ابی الدنیا، بیہقی)

''حضرت مکحول رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے دریافت کیا یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس سے پوچھا جا رہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے لیکن اس کی کچھ علامات ہیں اور بازاروں کا تقارب ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! بازاروں کا تقارب کیا ہے؟ ارشاد فرمایا تجارت منڈی پڑ جانا یا بند ہو جانا اور بارش کا ہونا اور پھر بھی نباتات کا نہ اگنا اور غیبت کا عام ہونا اور زنا کی اولاد کا کثرت سے ہونا اور مال والوں کی عزت (ان کے مال کی وجہ سے باوجود ان کے ناحق ہونے کے) ہونا اور فساق وفجار کی آوازوں کا مساجد میں بلند ہونا اور منکرات و باطل والوں کا اہل حق پر غالب ہونا، ایک شخص نے عرض کیا (ایسے حالات میں) آپ کیا حکم فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا اپنے دین کو سنبھالتے پھرنا (کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے) اور اپنے گھر کے ٹاٹ بن جانا''۔ (ابن ابی الدنیا)

تشریح: حدیث بالا کے آخری جملہ ''اور اپنے گھر کے ٹاٹ بن جاؤ'' کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کسی آدھے فرش جیسے قالین وغیرہ کے نیچے جو ٹاٹ بچھا ہوتا ہے وہ ہمیشہ اور ہر وقت اپنی جگہ پڑا رہتا ہے اسی طرح تم بھی اپنے گھروں میں پڑے رہنا اور مکان کی چار دیواری سے نکل کر ادھر ادھر نہ جانا تاکہ تم اس فتنے میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے اثرات تمہارے دین کو تباہ نہ کر دیں حاصل یہ کہ فتنہ انگیزی کی جگہ سے دور رہنا لوگوں کے معاملات و کاروبار سے بے تعلقی و یکسوئی اختیار کرنا اور گوشہ عافیت میں پڑے رہ کر اپنے دین کی حفاظت کرنا اس وقت نجات کی بہترین راہ ہوگی۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے آگے آگے ایسے (بڑے اور سخت) فتنے ہوں گے جیسے اندھیری رات کے ٹکڑے (کہ ان کی گہری ظلمت میں امر حق مشتبہ ہو کر راہ صواب نظر آنا مشکل ہو جائے گا اور اس لئے مخلوق کے ایمان میں تزلزل کا یہ عالم ہوگا کہ) ایک شخص صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر۔ ایسے وقت میں بیٹھنے والا شخص بہتر ہوگا کھڑے ہوئے سے اور کھڑے ہونے والا بہتر ہوگا چلنے والے سے اور اس میں چلنے والا بہتر ہوگا دوڑنے والے سے (کہ جتنا فتنہ سے دور اور اس میں پڑنے سے معذور ہوگا اتنا ہی خطرہ جان وایمان سے محفوظ و مامون رہے گا) صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

عرض کیا ایسے وقت میں آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ (کہ ہم وہی کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے گھروں کے ٹاٹ بن جانا (کہ گھر سے باہر ہی نہ نکلنا)'' (ابوداؤد)

''حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں اللہ کی قسم! یقیناً میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا ہے بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے علیحدہ رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے یکسو رہا۔ بڑا خوش نصیب ہے جو فتنوں سے کنارہ کش رہا اور جو اس میں مبتلا ہوا اور صابر بنا رہا تو واہ واہ (کہ بڑی ہمت کی)'' (ابوداؤد)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے تھے کہ آپ نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا ارشاد فرمایا: جب تم لوگوں کو دیکھو کہ ان کے عہد و پیمان خلط ملط اور گڑبڑ ہوں اور ان کی امانتیں گم ہو جائیں اور وہ لوگ اس طرح کے ہو جائیں گے یہ فرما کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسرے میں داخل فرمایا (جس میں اشارہ تھا کہ ان میں باہم اختلاف ہو جائے گا) میں آپ کی طرف اٹھا اور میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ پر قربان کرے ایسے حالات میں کیا کروں؟ ارشاد فرمایا اپنے گھر کو لازم پکڑ لو اور اپنے حال پر روتے رہنا اور اپنی زبان کو قابو میں رکھنا اور (ہمت اور احتیاط کو کام میں لاکر) جس بات کو اچھا سمجھو اس کو لے لینا اور جسے برا سمجھو اسے چھوڑ دینا اور اپنے خاص لوگوں پر (اصلاح و نصیحت میں) توجہ رکھنا (یا معنی یہ ہے کہ صرف اپنے کام اور اپنی بھلائی سے مطلب رکھنا) اور عوام سے یکسو ہو بیٹھنا''۔ (ابوداؤد' نسائی)

تشریح:۔اس حدیث پاک کے ذیل میں حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃً درر فرائد میں لکھتے ہیں وعدہ کا لحاظ اور امانت کی پاسداری دین کا جزو اعظم ہیں کہ روز الست کا وعدۂ توحید اور امانت محبت خدا اور رسول جس کے تحمل سے پہاڑوں کو بھی لرزہ آیا وہی پورا کر سکے گا جسے اس کی قدر و منزلت ہوگی اور جب اسی سے رخ پھر گیا تو دنیا کی اتنی رغبت ہوگی جتنی صحابہ کو دین پر جاں نثاری اور دنیا سے وحشت و زہد کا حال سامنے رکھ کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ میں کس طبقہ میں ہوں اور زمانہ کیسا ہے۔ نور نبوت ہی کا کام ہے کہ بجلی کی بہترین روشنی چلنے کے زمانہ میں گھری گھٹا چھائی ہوئی شب دیجور کی اندھیری کا بھی ادراک ہوا اور اس میں چلنے والے مسافر کو ٹھوکر کھانے سے بچانے کی تعلیم کی جائے ورنہ شاہی گود کے ناز پروردہ کو فاقہ کی تکلیف کا شعور ہی نہیں ہو سکتا لہٰذا ایسے وقت میں چونکہ دینی نصیحت کا بھی مذاق اڑتا ہے اور اندیشہ ہے کہ جس میں کسی لحاظ سے ذرا سی دینداری نہ ہو مذاق اڑتا دیکھ کر وہ بھی کھل کھیلیں اس لئے عوام سے کنارہ کشی میں نجات ہے اپنے خواص یعنی گھر والے بیوی بچے ہی بددینی سے بچے رہے تو غنیمت ہے اور جب ان پر بھی اس طاغوتی ہوا کا اثر ہو چلے تو وہ وقت ہوگا جس میں صرف اپنے نفس کا تحفظ مامور ہے اور تجرد و عزلت میں بلکہ پہاڑ کی چوٹی پر جہاں خاص الخاص کا پہنچنا بھی دشوار ہو پر مرنا سبب امن و نجات ہے۔ (از درر فرائد)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے (یعنی اس کی عبادت اور تعمیل حکم میں لگا رہتا ہے) اللہ تعالیٰ اسکی ہر ضرورت و پریشانی میں اس کیلئے کافی ہو جاتے ہیں اور اسکو ایسی جگہ سے روزی دیتے ہیں جہاں سے اسکا وہم و گمان بھی نہ ہو۔ اور جو دنیا کا ہو رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا ہی کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ (یعنی اسکی مدد نہیں فرماتے)'' (طبرانی' ابوالشیخ' ابن الحبان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

و عن ابی هريرة رضی الله عنه: ان رجلا قال للنبی صلی الله عليه وسلم: او صنی ' قال: (لا تغضب) فردد مراراً قال :(لاتغضب) رواه البخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا' کہ: مجھے کوئی وصیت فرمائیے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو اس شخص نے پھر وہی اپنی درخواست کئی بار دہرائی کہ مجھے اور وصیت فرمائیے مگر آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ: غصہ مت کیا کرو''۔ (بخاری)

تشریح: معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وصیت کی درخواست کرنے والے یہ صاحب کچھ غیر معمولی قسم کے تیز مزاج اور مغلوب الغضب تھے اور اس وجہ سے ان کے لئے مناسب ترین اور مفید ترین وصیت اور نصیحت یہی ہو سکتی تھی کہ ''غصہ نہ کیا کرو'' اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار ان کو یہی نصیحت فرمائی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ بری عادتوں میں غصہ نہایت ہی خطرناک اور بہت ہی بدانجام عادت ہے غصہ کی حالت میں آدمی کو نہ اللہ تعالیٰ کی حدود کا خیال رہتا ہے نہ اپنے نفع ونقصان کا۔ اور انسان پر شیطان کا قابو جیسا غصہ کی حالت میں چلتا ہے ایسا شائد کسی دوسری حالت میں نہیں چلتا گویا اس وقت انسان اپنے بس میں نہیں ہوتا بلکہ شیطان کی مٹھی میں ہوتا ہے اور حد یہ ہے کہ غصہ کی حالت میں آدمی کبھی کبھی کفریہ کلمات بھی بکنے لگتا ہے۔

لیکن واضح رہے کہ شریعت میں جس غصہ کی ممانعت اور سخت مذمت کی گئی ہے اس سے مراد وہی غصہ ہے جو نفسانیت کی وجہ سے ہو اور جس سے مغلوب ہو کر آدمی اللہ تعالیٰ کی حدود اور شریعت کے احکام کا پابند نہ رہے لیکن جو غصہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور حق کی بنیاد پر ہو اور اس میں حدود سے تجاوز نہ ہو بلکہ بندہ اس میں حدود اللہ کا پورا پابند رہے تو وہ کمال ایمان کی نشانی اور جلال خداوندی کا عکس ہے۔ (از معارف الحدیث' مظاہر حق جدید)

''حمید بن عبدالرحمٰن ایک صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے آپ نے ارشاد فرمایا غصہ نہ ہونا صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں جب غور کیا تو نتیجہ یہی نکلا کہ درحقیقت غصہ (ایسی بری عادت ہے کہ) ساری برائیوں کو جمع کرتا ہے (کہ ساری برائیاں اسی سے پیدا ہوتی ہیں مثلاً غصہ میں حدود اللہ کی پامالی' کلمات کفر کا زبان سے نکال دینا وغیرہ وغیرہ)۔'' (احمد)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا مجھے اللہ تعالیٰ کے غضب اور غصہ سے کیا چیز دور کرے گی؟ ارشاد فرمایا: غصہ نہ کرنا''۔ (احمد)

''حضرت جاریہ بن قدامہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی مختصر سی نصیحت فرما دیں تاکہ میں اس کو (ہمیشہ) یاد رکھ سکوں؟ ارشاد فرمایا غصہ نہ ہونا اس نے بار بار یہی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ یہی فرماتے رہے کہ غصہ نہ ہونا (احمد' صحیح ابن حبان) اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) مجھے کوئی ایسی بات فرما دیں جس سے حق تعالیٰ شانہ مجھے نفع پہنچائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے وہی غصہ نہ کرنے کی نصیحت فرمائی"۔ (طبرانی فی الکبیر والاوسط)

"حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کیا مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں داخل کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا غصہ نہ کرنا بس تمہارے لئے جنت ہے"۔ (طبرانی کبیر)

"حضرت ابن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ کر تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے پھر دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی۔ حضرت ابوبکر خاموش رہے پھر تیسری مرتبہ جب برا بھلا کہہ کر تکلیف دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی بات کا جواب دے دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر تشریف لے گئے۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیچھے پیچھے گئے) اور عرض کیا یارسول اللہ! کیا آپ مجھ پر ناراض ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا بات یہ ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ اترا تھا جو اس شخص کی بات کی تکذیب کر رہا تھا جو وہ آپ کے متعلق کہہ رہا تھا جب تم نے جواب دے کر بدلہ لے لیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ کر بیٹھ گیا میرے لئے اس صورت میں مناسب نہ تھا کہ میں شیطان کے ساتھ بیٹھتا"۔ (ابوداؤد)

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: پہلوان اور طاقت ور وہ نہیں ہے جو مدمقابل کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو رکھے"۔ (بخاری، مسلم، وغیرہما)

"پہلوان وہ نہیں جو لوگوں پر غالب آ جائے بلکہ پہلوان وہ ہے جو اپنے نفس پر غالب آ جائے"۔ (صحیح ابن حبان)

"ایک صحابی جن کا نام امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر نہیں کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ میں شریک ہوئے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا: پورا طاقت ور پہلوان تین مرتبہ فرمایا وہ شخص ہے جس کو غصہ آئے اور سخت غصہ آئے اور اس کا چہرہ سرخ ہو جائے اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں پھر وہ اپنے غصہ پر قابو پالے"۔ (احمد)

دُعا کیجئے

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔ اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیز گاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔ اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجے۔ آمین

آخرت کے حالات

وعن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال: صلی بنا رسول الله صلی الله علیه وسلم یوما صلاة العصر ثم قام خطیبا فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعة الا اخبرنا به ' حفظه من حفظه و نسیه من نسیه و کان فیما قال: (ان الدنیا خضرة حلوة و ان الله مستخلفکم فیها فناظر کیف تعملون الا فاتقوا الدنیا و اتقوا النساء)

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر آپ بیان کرنے کھڑے ہو گئے اس میں قیامت ہونے تک پیش آنے والی ہر اہم دینی چیز کو ذکر فرمادیا جس نے ان تمام چیزوں کو یاد رکھنے کی کوشش کی اسے تو یاد رہیں اور جس نے اسے بھلا دیا اسے بھول گئیں اس بیان میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا' دنیا سرسبز اور میٹھی ہے (اور بڑی مزیدار اور اچھی لگتی ہے بہت خوش نما نظر آتی ہے) اللہ تعالی تمہیں اپنا خلیفہ بنا کر اور دنیا دے کر دیکھنا چاہتے تھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو اس لئے دنیا کے فتنے سے بچو بقدر ضرورت حاصل کرو اور ضرورت سے زائد آ جائے تو اسے دوسروں پر خرچ کردو) اور عورتوں کے فتنہ سے بچو (ان باتوں میں آ کر محبت سے مغلوب ہو کر اللہ تعالی کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کرو) اور اس خطبہ میں آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا خبردار! لوگوں کی ہیبت کسی شخص کو حق بات کہنے سے نہ روکے جس حق بات کو جانتا ہو اور یہ بھی ارشاد فرمایا توجہ سے سنو! ہر بدعہدی اور خیانت کرنے والے کو اس کی خیانت اور بدعہدی کے بقدر قیامت کے دن جھنڈا ملے گا (جس سے اس کے اس برے کام کی لوگوں میں شہرت ہوگی) اور سب سے بڑی بد عہدی اور خیانت اس شخص کی ہے جو حاکم وقت ہو کر بدعہدی کرے اس کی خیانت کا جھنڈا اس کے سرین پر گاڑ دیا جائے گا اور جو آپ کے ارشادات میں سے ہمیں یاد رہ گیا اس میں یہ بھی تھا کہ غور سے سنو! آدم کی اولاد کو مختلف قسم کا بنا کر پیدا کیا گیا ہے ان میں بعض وہ ہیں جنہیں غصہ دیر سے آتا ہے اور دیر سے چلا جاتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جلدی غصہ آتا ہے اور جلد ہی چلا جاتا ہے۔ یہ برابر سرابر ہو گیا۔ توجہ سے سنو! ان میں بعض وہ ہیں جن کو جلدی غصہ آتا ہے اور دیر سے جاتا ہے توجہ سے سنو ان میں بہتر وہ ہے جس کو دیر سے غصہ آئے اور جلدی چلا جائے اور ان میں برا وہ شخص ہے جس کو جلدی غصہ آئے اور دیر سے جائے توجہ سے سنو غصہ ایک انگارہ ہے جو ابن آدم کے پیٹ میں دہکتا رہتا ہے کیا تم دیکھتے نہیں کہ غصہ میں انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور اس کے گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے زمین سے چمٹ جانا چاہئے۔ (کھڑا ہو تو بیٹھ جائے بیٹھا ہو تو لیٹ جائے زمین کی طرح عاجز اور مسکین بن جائے)''۔ (ترمذی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حق تعالیٰ کے اس ارشاد ''ادفع بالتی ھی احسن'' (کے جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو) (یعنی برائی کو بھلائی سے دفع کرو) کی تفسیر کے متعلق فرمایا: غصہ کے وقت صبر کرنا اور کسی کے برا سلوک کرنے پر معاف کرنا۔ جب وہ ایسا کریں اللہ تعالیٰ نفس کی اور مخلوقات کی آفتوں سے حفاظت فرمائے گا اور انکے دشمن کو انکا تابع اور پست بنادیگا''۔ (بخاری)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما رویت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین باتیں ہوں گی حق تعالیٰ شانہ اسے اپنے سایہ عاطفت میں ٹھکانہ دے گا اور اپنی رحمت سے ڈھانپ دے گا اور اپنا محبوب بنالے گا: (۱) جب اس کو دیا جائے شکر کرے۔ (۲) اور جب بدلہ لینے پر قدرت ہو تو معاف کردے۔ (۳) جب غصہ آئے تو نرم پڑ جائے''۔ (حاکم)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی گھونٹ حق تعالیٰ شانہ کے یہاں غصہ کا گھونٹ پینے سے زیادہ (اجر و ثواب میں) بڑا نہیں ہے جس کو بندہ محض اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے پی جائے''۔ (ابن ماجہ)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ پینے کی بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کا پینا اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث ہوسکتا ہے لیکن ان سب میں افضل ترین اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی خاطر غصہ کو پی جانا ہے۔ (از معارف)

''حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص غصہ کو اس حال میں پی جائے کہ اس میں اتنی طاقت اور قوت ہے کہ اپنے غصہ کے تقاضے کو وہ نافذ اور پورا کرسکتا ہے (لیکن اس کے باوجود محض اللہ تعالیٰ کے لئے اپنے غصہ کو پی جاتا ہے اور جس پر اس کو غصہ ہے اس کو کوئی سزا نہیں دیتا) تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساری مخلوق کے سامنے اس کو بلائیں گے اور اس کو اختیار دیں گے کہ جنت کی حوروں میں سے جس حور کو چاہے اپنے لئے انتخاب کرلے''۔ (ابوداؤد' ترمذی' ابن ماجہ)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ کے فرو کرنے کی یہ ایک نفسیاتی تدبیر بتلائی ہے جو بلاشبہ نہایت کارگر ہے۔ جس میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ غصہ میں آدمی سے جو بے جا حرکتیں اور جو لغویات سرزد ہوسکتی ہیں کسی جگہ جم کر بیٹھ جانے سے ان کا امکان بہت کم ہو جاتا ہے اور پھر لیٹ جانے سے ان کا امکان اور کم سے کم تر ہو جاتا ہے۔ (از معارف)

''حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں دو شخصوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی ان میں سے ایک غصہ ہونا شروع ہوا اور اس کا چہرہ سرخ ہونے لگا اور رگیں پھولنے لگیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہو سلم نے اس کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا میں ایک کلمہ جانتا ہوں اگر یہ اس کو پڑھ لے تو اس کی یہ ساری کیفیت غصہ کی چلی جائے (اور وہ کلمہ یہ ہے) ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' اس کے بعد ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا اس غصہ کرنے والے شخص کے پاس اٹھ کر گئے اور اس سے کہا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ارشاد فرمایا اس نے کہا نہیں انہوں نے کہا یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر غصہ والا شخص وہ کہہ دے تو غصہ چلا جائے گا (اور وہ کلمہ) ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' ہے اس شخص نے کہا کیا تم مجھے مجنون خیال کرتے ہو''۔ (بخاری' مسلم)

شیطان سے پناہ کی ضرورت

وعن معاذ بن جبل رضی الله عنه قال: استب رجلان عندالنبی صلی الله علیه وسلم فغضب احدهما غضبا شدیداً حتی خیل الی ان انفه یتمزع من شدة غضبه فقال النبی صلی الله علیه وسلم : (انی لاعلم کلمة لوقالها لذهب عنه مایجد من الغضب) فقال: ما هی یا رسول الله ؟ قال: (تقول : اللهم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم) قال: فجعل معاذ یامره' فانی و ضحک و جعل یزداد غضباً. رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی' کلهم من روایة عبدالرحمن بن ابی لیلی عنه وقال الترمذی: هذا حدیث مرسل عبدالرحمن بن ابی لیلی ایسمع من معاذ بن جبل

ترجمہ: ''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو آدمیوں کے درمیان کچھ سخت کلامی ہوگئی ان میں سے ایک شخص اتنا سخت غصہ ہوا کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ غصہ کی شدت سے اس کی ناک ٹوٹ کر الگ ہو جائے گی (غصہ میں کانپنے لگا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں ایک دعائیہ کلمہ جانتا ہوں اگر یہ آدمی اس وقت کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کلمہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا یہ کہو 'اللھم انی اعوذبک من الشیطان الرجیم'' یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس شخص کو یہ کلمہ پڑھنے کو کہتے رہے۔ اس نے انکار کیا اور ہنسا اور غصہ میں بڑھتا رہا''۔ (ابوداؤد' ترمذی' نسائی)

''ابووائل القاص کہتے ہیں کہ ہم عروہ بن محمد سعدی کے پاس گئے۔ ایک شخص نے ان سے کوئی ایسی بات کی۔ کہ ان کو ناراض کر دیا وہ اٹھے اور وضو فرمایا اور فرمایا کہ میرے والد نے میرے دادا حضرت عطیہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطان (کے اثر) سے ہوتا ہے۔ شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے لہذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اس کو چاہئے کہ وضو کر لے''۔ (ابوداؤد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے سے نہ قطع تعلق کیا کرو نہ پشت پھیر کر چلو نہ باہم بغض رکھو نہ ایک دوسرے پر حسد کرو اور سب ایک اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو اور کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ (قطع تعلق کر کے) اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے (مالک' بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی' نسائی) اور ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ (چھوڑنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے چھوڑے رکھے کہ جب وہ کہیں ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو) یہ اپنا منہ ادھر کو پھیر لے اور وہ اپنا منہ دوسری طرف پھیر لے (یعنی دونوں ہی ایک دوسرے سے سلام و کلام اور ملاقات سے احتراز کریں) اور ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو (ناراضگی کو دور کرنے اور تعلقات کو بحال کرنے کے لئے) سلام میں پہل کرے اور جو سلام میں پہل کرے گا وہ جنت میں بھی پہلے جائے گا''۔

تشریح: ''تین دن سے زیادہ'' کی قید جو حدیث بالا میں مذکور ہے اس سے یہ سمجھا گیا ہے کہ اگر کسی وجہ سے ناراضگی کے اظہار کی خاطر تین دن تک ملنا جلنا چھوڑے رکھا جائے تو یہ حرام نہیں ہے کیونکہ انسان کی طبیعت میں غیظ وغضب، غیرت وحمیت اور بے صبری کا جو مادہ ہے وہ بہر حال اپنا اثر ظاہر کرتا ہے اس لئے اس قدر مدت معاف کر دی گئی ہے تا کہ انسان کے ان جذبات کی بھی کچھ تسکین ہو جایا کرے اور اس تین دن کے عرصہ میں خفگی وناراضگی اور بغض ونفرت کے جذبات بھی ختم ہو جائیں یا کم سے کم ہلکے پڑ جائیں اور صلح وصفائی ہو جائے۔(از مظاہر حق)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے بے تعلق رہے جس نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق رکھا اور مر گیا تو جہنم میں جائے گا''۔(ابوداؤد، نسائی)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مومن بھائی کو (قطع تعلق کر کے) تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے اگر تین دن گزر یں تو اس کو چاہئے کہ (اپنے بھائی سے) ملے اور اس کو سلام کرے پھر اگر اس نے سلام کا جواب دے دیا تو اجر میں دونوں برابر شریک ہوئے اور اگر جواب نہ دیا تو اس کا بھی گناہ اس پر رہا اور سلام کرنے والا قطع تعلقی (کے گناہ) سے نکل گیا''۔(ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے درست نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی (سے قطع تعلقی کر کے) اسے تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے لہٰذا جب اس سے ملاقات ہو تو تین مرتبہ اس کو سلام کرے اگر وہ ایک مرتبہ بھی سلام کا جواب نہ دے تو سلام کرنے والے کا (تین دن قطع تعلقی کا) گناہ بھی سلام کا جواب نہ دینے والے کے ذمہ ہو گیا''۔(ابوداؤد)

''حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی سے تین دنوں سے زیادہ قطع تعلقی رکھے اور جب تک وہ اس قطع تعلقی پر قائم رہیں گے حق سے ہٹے رہیں گے اور ان دونوں میں سے جو (صلح کرنے میں) پہل کرے گا اس کا پہل کرنا اس کے قطع تعلقی کے گناہ کا کفارہ ہو جائے پھر اگر اس پہل کرنے والے نے سلام کیا اور دوسرے نے سلام قبول نہ کیا اور اس کا جواب نہ دیا تو سلام کرنے والے کو فرشتے جواب دیں گے اور دوسرے کو شیطان جواب دے گا اگر اسی (پہلی) قطع تعلقی کی حالت میں دونوں مر گئے تو نہ جنت میں داخل ہوں گے نہ جنت میں اکٹھے ہوں گے''۔(احمد، ابویعلیٰ، طبرانی، صحیح ابن حبان، ابن ابی شیبہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمیں ظاہری وباطنی ہلاکت سے بچا لیجئے اور اپنی مغفرت ورحمت کا مورد بنا دیجئے اور عذاب نار سے بچا لیجئے۔

یا اللہ! اپنے محبوب شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کی حیثیت سے حشر میں ہم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیے۔ ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کبریٰ نصیب فرمائیے ہمارے ظاہر کو بھی پاک کر دیجئے اور باطن کو بھی پاک کر دیجئے۔

قطع تعلقی کی مذمت

وعن ابی ایوب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (لاتدابروا ولاتقاطعوا وکونوا عبادالله اخوانا هجر المومنین ثلاثاً فان تکلما و الا اعرض الله عزوجل عنهما حتی یتکلما) رواه الطبرانی ' و راوته ثقات الا عبدالله بن عبدالعزیز اللیثی.

ترجمہ: ''حضرت ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: کہ ایک دوسرے سے قطع تعلقی کرو نہ پشت پھیر کر چلواور سب اللہ کے بندے آپس میں بھائی بھائی بنو۔ تین دن تک قطع تعلقی کر کے اگر بات کر لی تو گناہ نہیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان دونوں سے اعراض فرماتے رہیں گے جب تک دونوں بات نہ کر لیں''۔(طبرانی)

''حضرت فضالہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ قطع تعلقی رکھے (اگر اس حالت میں مرگیا) تو جہنم میں جائے گا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کی مدد فرمائیں (تو دوزخ سے بچ جائے گا)''۔(طبرانی)

''حضرت ابوحراش حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشادفرماتے سنا جس شخص نے (ناراضگی کی وجہ سے) اپنے مسلمان بھائی سے ایک سال تک ملنا جلنا چھوڑ دے اس نے گویا اس کا خون کیا یعنی سال بھر قطع کا گناہ اور ناحق قتل کرنے کا گناہ قریب قریب ہے''۔(ابوداؤد، بیہقی)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادفرماتے سنا: شیطان اس سے تو مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرہ عرب میں مسلمان اس کی پرستش کریں یعنی کفر وشرک کریں لیکن ان کے درمیان فتنہ وفساد پھیلانے اور ان کو آپس میں بھڑکانے سے مایوس نہیں ہوا''۔(مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اگر دو شخص اسلام میں داخل ہو کر ایک دوسرے سے قطع تعلقی کریں تو یقیناً ان میں سے ایک اسلام (کامل) سے نکلا رہے گا جب تک تعلق بحال نہ کرے اور اسلام کامل سے نکلا رہنے والا وہ ہوگا جو ان دونوں میں سے ظلم کرنے والا ہوگا''۔(بزار)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہر پیر اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بندوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس دن ہر اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو مغفرت فرما دیتے ہیں البتہ وہ شخص اس مغفرت سے محروم رہتا ہے کہ جس کی اپنے کسی (مسلمان) بھائی سے دشمنی ہو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں) کو کہا جائے گا ان دونوں کو رہنے دو جب تک آپس میں صلح وصفائی نہ کر لیں ایک روایت میں دوسری بار بھی آپ نے ارشادفرمایا کہ فرشتوں سے کہا جائے گا)''۔(مالک، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: پندرہ شعبان کی رات اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور تمام

مخلوق کی مغفرت فرماتے ہیں مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی' ایک شرک کرنے والا یا وہ شخص جو کسی سے کینہ رکھے"۔(طبرانی)

"حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس میں ان میں سے ایک بھی نہ ہو اللہ تعالیٰ جس کی چاہے گا مغفرت کر دے گا (یعنی اگر ان تین میں سے ایک بھی ہوئی تو مغفرت نہ ہوگی) پہلی چیز جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کرتا ہو دوسری چیز جادوگر نہ ہو جادوگروں کے پیچھے چلتا ہو تیسری چیز اپنے بھائی سے کینہ نہ رکھتا ہو"۔(طبرانی' کبیر' اوسط)

"حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات اٹھ کر نماز شروع کی۔ اس میں اتنا طویل سجدہ فرمایا کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ آپ کی روح مبارک پرواز کر گئی۔ جب میں نے یہ دیکھا تو اٹھ کر آپ کے انگوٹھے مبارک کو حرکت دی تو اس میں حرکت ہوئی۔ پھر جب آپ نے سجدہ سے اپنا سر مبارک اٹھایا اور نماز سے فارغ ہوئے ارشاد فرمایا: اے عائشہ! یا فرمایا اے حمیرا! کیا تمہارا گمان تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم! ایسی بات نہیں! بلکہ میرا گمان آپ کے طویل سجدہ کی وجہ سے یہ ہوا تھا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس بلا لیا۔ (آپ نے دنیا سے پردہ فرمالیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتی ہو یہ کون سی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں ارشاد فرمایا: یہ پندرہ شعبان کی رات ہے اللہ عز وجل پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے استغفار کرنے والوں کو معاف کرتا ہے اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم کرتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ رکھتا ہے۔(ان کی مغفرت نہیں ہوتی)"۔(بیہقی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمایئے۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں' سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

اصول معاشرت

وعن ابن عباس رضی الله عنهما عن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: (ثلاثة لاترفع صلاتهم فوق رؤوسهم شبرا: رجل ام قوما وهم له کارهون و امراة باتت و زوجها علیها ساخط و اخوان متصارمان) رواه ابن ماجه واللفظ له' و ابن حبان فی صحیحه الا انه قال: (ثلاثه لایقبل الله لهم صلاة) فذکر نحوه

ترجمہ: ''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی نماز ان کے سروں سے بالشت بھر بھی اوپر کو نہیں جاتی (قبول نہیں ہوتی) ایک وہ شخص جو ایسے لوگوں کو امامت کرائے جو اس کو (شرعی وجہ سے) ناپسند کرتے ہوں۔ دوسرے وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس پر ناراض ہو تیسرے وہ دو مسلمان بھائی جو ایک دوسرے سے قطع تعلق کئے ہوئے ہوں''۔ (ابن ماجہ)

تشریح: جن احادیث مبارکہ میں تین دن سے زیادہ قطع تعلقی پر وعیدوں کا ذکر ہے ان سے مراد یہ ہے کہ اگر اجتماعی طور پر ایک جگہ رہنے سہنے اور روزمرہ کے باہمی معاملات کی وجہ سے آپس میں نزاع ہو جایا کرتا ہے اور ایک دوسرے سے کوئی شکایت پیدا ہونے کی وجہ سے خفگی و ناراضگی کی صورت پیش آ جاتی ہے مثلاً ایک شخص کی غیبت کر دی اس کو برا بھلا کہہ دیا اور یا اس کو اس شخص سے خیر خواہی کی امید تھی مگر اس نے خیر خواہی نہ کی تو اس طرح کی صورتوں میں اگر آپس میں ناراضگی و خفگی ہو جائے اور ترک ملاقات کی نوبت آ جائے تو اس خفگی اور ترک ملاقات کو تین دن سے زیادہ نہیں رہنے دینا چاہئے' ہاں اگر تعلق کو ختم کرنا کسی دینی معاملہ کی وجہ سے ہو جیسے کوئی شخص خواہشات نفسانی کا غلام بن گیا ہو یا کوئی شخص بدعتی ہو تو اس سے ملاقات چھوڑنا اس وقت تک جائز ہے جب تک وہ توبہ کر کے راہ راست اختیار نہ کرے۔ اور حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے موطا کے حاشیہ میں ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی شخص کو یہ خوف ہو کہ اگر میں فلاں آدمی سے سلام کروں اور اس سے ملنا جلنا رکھوں تو اس کی وجہ سے مجھے دینی یا دنیوی نقصان برداشت کرنا پڑے گا اور میرا قیمتی وقت لایعنی امور میں ضائع ہوگا تو وہ اس شخص سے کنارہ کشی اختیار کرے اور اس سے دور رہنے کی کوشش کرے لیکن یہ کنارہ کشی اور دوری اختیار کرنا اچھے انداز میں ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ اس کی غیبت کی جائے اس پر عیب لگائے جائیں اور اس کے کینہ عداوت کو ظاہر کیا جائے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں ایسے بہت سے واقعات ملتے ہیں جن میں مسلمانوں کا دینی مصالح کے پیش نظر ایک دوسرے سے تین دن سے بھی زیادہ ملاقات چھوڑنے رکھنا ثابت ہے۔

(۱) چنانچہ احیاء العلوم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وغیرہ کی ایک جماعت کے بارے میں منقول ہے کہ ان میں سے بعض مرتے دم تک ملاقات چھوڑے رکھنے پر قائم رہے۔

(۲) ان میں تین صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا واقعہ تو بہت مشہور ہے جو غزوۂ تبوک میں نہیں گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو تمام مسلمانوں سے الگ تھلگ کر دیا تھا یہاں تک کہ ان کے اعزہ واقارب اور ان کی بیویوں تک سے سلام، ملاقات، بات چیت چھوڑنے کا حکم فرمایا تھا یہ حکم اور اس پر عمل پچاس دنوں تک جاری رہا۔

(۳) خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں منقول ہے کہ آپ نے ایک ماہ تک اپنی ازواج مطہرات سے ملنا جلنا چھوڑے رکھا تھا۔

(۴) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک مدت تک حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے ملاقات چھوڑ رکھی تھی۔

(۵) اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنے بیٹے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ایک دینی معاملہ میں اس درجہ ناراض ہوئے کہ ان سے بات چیت چھوڑ دی تھی اور ان سب واقعات میں ملاقات چھوڑنا دینی مصلحت سے تھا غرضیکہ ایسے بہت سے واقعات منقول ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دینی معاملات میں خفگی و ناراضگی تین دن سے زیادہ بھی جاری رکھی جا سکتی ہے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ نیت صادق اور سچی رکھی جائے اور اس میں کسی نفسانی خواہش اور دنیوی غرض کا دخل نہ ہو۔ (از مظاہر حق حاشیہ ترغیب)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے بھائی کو ''اے کافر'' کہے تو ان دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا۔ اگر وہ شخص کافر ہو گیا تھا جیسا کہ اس نے کہا تو ٹھیک ہے ورنہ کفر خود کہنے والے کی طرف لوٹے گا''۔ (مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

''حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: جس نے کسی شخص کو کافر یا ''اللہ کا دشمن'' کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو اس کا کہا ہوا خود اس پر لوٹ آتا ہے''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کسی شخص نے اپنے بھائی کو ''اے کافر'' کہا تو یہ اس کو قتل کرنے کی طرح ہے''۔ (بزار)

دُعا کیجئے

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

تہذیب اخلاق

وعن ابی هريرة رضی الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: (المستبان ماقالا' فعلى البادی منهما حتى يتعدى المظلوم. رواه مسلم و ابو داؤد والترمذی.

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: گالم گلوچ کرنے والے دو شخص جو کچھ بھی بکتے ہیں اس کا گناہ اس پر ہوتا ہے جس نے ابتداء کی (کہ وہی دوسرے کی گالیاں بکنے کا بھی سبب ہوا) جب تک کہ یہ مظلوم زیادتی نہ کرے''۔(مسلم'ابوداؤ'ترمذی)

تشریح: یعنی انتقام کی حد سے آگے بڑھ کر دو کی جگہ چار سنائے اس لئے کہ اضافہ میں یہ شخص ظالم اور ابتداء کرنے والا بن گیا لہٰذا گناہ میں دونوں برابر کے شریک ہو گئے۔

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مسلمان کو گالی دینا بد دینی ہے اور قتل کرنا کفر ہے''۔(بخاری'مسلم'ترمذی'نسائی'ابن ماجہ)

تشریح: بعض چیزیں زہر نہیں ہوتیں مگر زہر کا کام دے جاتی ہیں کہ ان کی عادت موت کا سبب بن جاتی ہے۔لہٰذا اگر مسلمان کو کسی نے اس کے اسلام کی وجہ سے قتل کیا تب تو کفر حقیقی ہے اور اگر دنیوی قصہ میں یا شرعی غلط تاویل پر قتل کیا تو کفران نعمت ہے کہ اپنے قوت بازو اور اس کے وجود کی قدر نا سمجھی جو زندہ رہ کر نہ معلوم کتنی عبادتیں کرتا حق تعالیٰ نے تو مٹی میں جان ڈال کر پتلہ بنایا اور ایمان دے کر اپنا محبوب قرار دیا اور اس نے اس کو خاک میں ملا دیا اور جلتے چراغ کو پھونک مار کر بجھا دیا۔ گویا موت وحیات اپنے قبضہ میں سمجھی اور خالق اجسام وارواح کا مقابلہ کیا۔اس لئے ہر پہلو سے سنگین جرم ہے جو عجب نہیں کفر پر مرنے کا سبب بن جائے''۔(از درفوائد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مسلمان کو گالی دینا اس شخص کی طرح ہے جو اپنے آپ کو ہلاکت پر پیش کرے۔ (کہ اس کی وجہ سے وہ عذاب کا مستحق ہوگا)''۔(بزار)

''حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! ایک شخص باوجودیکہ مجھ سے کم درجہ ہے مجھے برا بھلا کہتا ہے کیا اگر میں اس سے بدلہ لوں مجھ پر کوئی گناہ ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا۔ دو شخص آپس میں گالم گلوچ کرنے والے دو شیطان ہیں جو ایک دوسرے پر جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف جھوٹ بناتے ہیں''۔(صحیح ابن حبان)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ کسی کو گالی کے جواب میں گالی نہ دی جائے کہ عموماً گالی گلوچ میں حد سے تجاوز ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے پر جھوٹے دعوے اور غلط باتیں منسوب کر دی جاتی ہیں۔

''حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: ہر دو مسلمانوں کے درمیان اللہ عزوجل کی طرف سے پردہ ہوتا ہے جب ان میں سے کوئی اپنے ساتھی کے ساتھ فحش گوئی کرتا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ کے پردہ کو اپنے سے ہٹا دیا (یعنی اللہ تعالیٰ اس کو رسوا کریں گے)''۔(بیہقی)

''حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس کی رائے کو مانتے ہیں اور وہ جو کچھ ان کو بتاتا ہے اس کو قبول کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں میں نے کہا علیک السلام یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا ''علیک السلام'' نہ کہو۔ یہ میت کا سلام ہے السلام علیک کہو۔ میں نے کہا آپ اللہ کے رسول ہیں! ارشاد فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ کہ جب تم کو کوئی نقصان پہنچے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے نقصان کو دور کرے اور جب تم پر قحط سالی آئے اور پھر تم اس کو پکارو تو وہ تمہارے لئے غلہ اگا دے اور جب تم چٹیل میدان میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اس کو پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں واپس کر دے۔ میں نے عرض کیا مجھے نصیحت فرمائیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی کو بھی گالی نہ دینا چنانچہ میں نے اس نصیحت کے بعد نہ کسی آزاد شخص کو نہ کسی غلام کو نہ کسی اونٹ کو نہ کسی بکری کو گالی دی آپ نے دوسری وصیت فرمائی کسی نیکی کو بھی معمولی سمجھ کر نہ چھوڑنا یہاں تک کہ اپنے مسلمان بھائی سے بشاشت اور خندہ پیشانی سے بات کرنا یہ بھی نیکی ہے اور اپنا ازار (تہبند شلوار وغیرہ) آدھی پنڈلی تک اونچا رکھنا۔ اگر ایسا نہ کیا تو (کم از کم) ٹخنوں تک اونچا رکھنا۔ (ٹخنوں سے نیچے) لٹکانے سے بچنا۔ کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور حق تعالیٰ شانہ تکبر کو پسند نہیں کرتے۔ اگر کوئی شخص تمہیں گالی دے اور تمہیں اس عیب اور برائی پر عار دلائے جو وہ تم میں جانتا ہو تو تم اس عیب اور برائی پر اسے عار نہ دلانا جو تم اس میں جانتے ہو اس صورت میں اس عار دلانے کا وبال اور نقصان و گناہ اسی پر ہوگا۔ (اور تمہارے صبر کرنے کا ثواب تمہیں ملے گا۔ جیسا کہ دوسری روایت میں ہے)''۔ (ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان، نسائی)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے، ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں، ہمیں اپنا فرمانبردار بنالیجئے، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار سچا اُمتی بنادیجئے۔

یا اللہ! ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی محبت عطا فرمایئے اور ہمیں اپنے بچوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اس کے تقاضے سکھانے کی توفیق عطا فرمایئے۔

یا اللہ! ہم سب کو اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت اور اخلاق میں علماء حق کی تعلیمات کے مطابق درست کرنے کی فکر نصیب فرمایئے۔

یا اللہ! ہم نے آج احادیث مبارکہ سے دین کا جو علم حاصل کیا ہے اُس کو صحیح انداز میں محبت و حکمت سے دوسروں تک اور خاص طور پر اپنے گھروں میں پہنچانے کی توفیق عطا فرمایئے۔ آمین

اسلامی معاشرت کی تعلیم

وعن عبدالله بن عمرو رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (ان من اکبر الکبائر ان یلعن الرجل والدیه) قیل: یارسول الله و کیف یلعن الرجل والدیه؟ قال: (یسب ابا الرجل فیسب اباه و یسب امه فیسب امه). رواه البخاری وغیره.

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بڑے گناہوں میں سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کرے۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! آدمی اپنے والدین پر کیسے لعنت کرسکتا ہے ارشاد فرمایا: (اس کی صورت یہ ہے کہ) آدمی کسی کے والد کو گالی دے وہ (جوابا) اس کے والد کو گالی دے۔ اور آدمی کسی کی ماں کو گالی دے وہ (جوابا) اس کی ماں کو گالی دے (یعنی یہ شخص اپنے والدین کو گالی دیئے جانے کا سبب بنے)''۔ (بخاری وغیرہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: صدیق کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ بہت زیادہ لعنت ملامت کرنے والا ہو۔ (مسلم وغیرہ) ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں باتیں جمع نہیں ہوسکتیں کہ صدیق بھی ہو اور لعنت کرنے والا بھی ہو''۔ (حاکم؟)

تشریح: ''صدیق'' کے معنی بہت زیادہ سچا بعض حضرات نے کہا ہے کہ ''صدیق'' اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے قول وفعل کے درمیان کوئی تضاد نہ ہو۔ بلکہ پوری یکسانیت ومطابقت ہو۔ بعض نے کہا: صدیقیت ایک مقام ہے جس کا درجہ مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کی آیت "فاولٓئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین" سے مفہوم ہوتا ہے۔

حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سچائی کی صفت سے مزین ہو اور ایسے اونچے مقام پر پہنچ چکا ہو جو مقام نبوت کے بعد سب سے اعلیٰ ہے اور اس اعتبار سے اس کے مرتبہ کو مرتبہ نبوت سے سب سے قریبی نسبت حاصل ہے تو اس کی نشانی یہ نہیں ہونی چاہئے کہ وہ دوسروں پر لعنت کرتا رہے کیونکہ کسی کو لعنت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو رحمت خداوندی اور بارگاہ الوہیت سے محروم اور بعید قرار دے دیا جائے جب کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا مقصد ہی یہ رہا ہے کہ وہ مخلوق خدا کو رحمت خداوندی سے بہرہ یاب کریں اور جو بارگاہ الوہیت سے دور ہو چکے ہیں ان کو قریب تر لائیں اسی وجہ سے اہل سنت والجماعت کا پسندیدہ شیوہ یہ ہے کہ لعن طعن ترک کیا جائے اور کسی بھی شخص کو لعنت نہ کی جائے اگرچہ وہ اس لعنت کا مستحق ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ جو شخص اپنے قول وفعل کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خود ملعون قرار دیا جاچکا ہے اس پر لعنت کرنے کی ضرورت ہی کیا باقی رہ جاتی ہے لہذا ایسے شخص پر لعنت کرنا اپنی زبان کو خواہ مخواہ آلودہ کرنا اس کی لعنت میں اپنا وقت صرف کرنا اپنے وقت کو ضائع کرنا ہے۔ البتہ اس کافر پر لعنت کرنے میں حرج بھی نہیں ہے جس کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہو کہ وہ کفر ہی کی حالت میں مرا ہے۔

لفظ ''لعان'' حدیث مذکور میں مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی بہت زیادہ لعنت کرنے والا۔ چنانچہ ابن مالک رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا

ہے کہ اس ارشادِ گرامی میں اس لفظ کا بصیغہ مبالغہ ذکر ہونا اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ لعنت کرنے کی جو برائی اس حدیث سے واضح ہوتی ہے کہ وہ اس شخص کے حق میں نہیں ہے جس سے کبھی کبھار یعنی ایک مرتبہ یا دو مرتبہ لعنت کا صدور ہو چکا ہو۔ (از مظاہر حق تغییر یسیر)

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: زیادہ لعنت کرنے والے قیامت کے دن نہ (گناہگاروں کے) سفارشی بن سکیں گے اور نہ (انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ کے) گواہ بن سکیں گے''۔ (مسلم، ابوداؤد)

تشریح: یعنی جو دوسروں پر بہت زیادہ لعنت کرنے والے ہوں گے قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کی تبلیغ پر گواہی دینے کے اعزاز و اکرام سے محروم کئے جائیں گے اگر وہ چاہیں گے بھی کہ دوسرے لوگوں کی شفاعت کریں تو بھی نہ کر سکیں گے۔ (از مظاہر حق)

''حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کے لئے مناسب نہیں کہ وہ لعنت ملامت کرنے والا ہو''۔ (ترمذی)

''حضرت جرموز جہنی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم لعنت ملامت کرنے والے نہ بننا''۔ (طبرانی، احمد)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعنت کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے'' (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہے یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کوسنے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (از در فوائد)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے، ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

اے اللہ! جو علم آپ نے ہمیں دیا اس سے نفع عطا فرمائے اور ہمیں وہ علم دیجئے جو ہمیں نفع دے۔

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہم ناپسندیدہ اخلاق اور اعمال نفسانی خواہشوں اور بیماریوں سے آپ کی پناہ مانگتے ہیں۔

لعنت کی مذمت

و عن سلمة بن الاكوع رضى الله عنه قال: كنا اذا راينا الرجل يلعن اخاه راينا ان قد اتى بابا من الكبائر رواه الطبرانى باسناد جيد.

ترجمہ: ''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کررہا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔ (طبرانی)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کردئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کردئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے پھر جب وہ کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا پھر اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں گنبد کے نیچے کھڑے ہوکر کسی کا گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچی کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہو جائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہنچے گی اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑ رہے ہیں۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے اللہ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور اللہ پر حکم لگانا۔

(۲) یا انشاء ہے یعنی بددعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے راندہ درگاہ بنائے۔

اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونی چاہئے کہ ساری دنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہو جائے نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمت الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمام ملعون تائب ہوکر مرحوم ومغفور بن جائیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت اور اظہار حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مرتب ہوتی ہے اور اس کا مرتکب بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے لہذا شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعنت کرنا جائز بلکہ مامور ہے مثلاً ''جھوٹے پر لعنت'' یا ''سود خور پر پھٹکار'' کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل ومتصف پر (یعنی جھوٹ بولنے والے اور سود کھانے والے پر ہے) چنانچہ ایسی لعنتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے جس نے اس کو مستحق لعنت بنادیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں

مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شفاعت اور شہادت دونوں کے قابل نہ رہا۔ چونکہ اس کے اکثر پہلو پر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (از درر)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی سست رفتاری سے) تنگ ہو کر اس کو لعنت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو۔ اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا''۔ (مسلم وغیرہ)

تشریح: یہ تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ لہٰذا یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہوگئی کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (از درر)

''حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک دوسرے کو نہ اللہ کی پھٹکار سے لعنت کیا کرو نہ اللہ کے غصہ سے اور نہ آگ سے'' (ابوداؤد، ترمذی)

تشریح: تو ملعون ہے یا تجھ پر اللہ کی پھٹکار ہے یا تجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے یا اللہ کی آگ برسے یا اللہ تجھے دوزخ میں لے جائے یہ سب کوسنے لعن میں داخل ہیں اور ممنوع ہیں۔ (از درر فوائد)

''حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب ہم کسی شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کر رہا ہے تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس نے ایک بڑے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے''۔ (طبرانی)

دُعا کیجئے

اے اللہ! تمام کاموں میں ہمارا انجام بہتر فرما اور دنیا کی رسوائی اور آخرت کے عذاب سے ہمیں محفوظ فرما۔

اے اللہ! ہم آپ سے اپنے دین میں، دنیا میں اور اہل وعیال میں معافی اور امن کا سوال کرتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! ہمارے دلوں کے تالے کھول دے اپنے ذکر کے ساتھ اور ہم پر اپنی نعمت کو پورا فرما۔ اور ہم پر اپنا فضل کامل کر اور ہمیں اپنے نیک بندوں میں سے فرما دیجئے۔ آمین

لعنت کرنا ایک گناہ کبیرہ

وعن ابی الدرداء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (ان العبد اذا لعن شیئا صعدت اللعنة الی السماء فتغلق ابواب السماء دونها ثم تهبط الی الارض فتغلق ابوابها دونها ثم تاخذیمینا و شمالا فان لم تجدمساغاً رجعت الی الذی لعن فان کان اهلاً والارجعت الی قائلها). رواه ابوداؤد

ترجمہ: ''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو لعنت آسمان کی طرف چڑھتی ہے آسمان کے دروازے اس سے پرے ہی بند کر دئے جاتے ہیں تب وہ زمین پر اترتی ہے تو اس کے دروازے بھی اس سے ورے ہی بند کر دئے جاتے ہیں پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے پھر جب وہ کہیں گنجائش نہیں پاتی تو اس کی طرف لوٹتی ہے جس کو ملعون کہا گیا پھر اگر اس کو اس قابل پاتی ہے تو خیر ورنہ کہنے والے کی طرف پلٹتی ہے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ذیل میں تحریر فرماتے ہیں گنبد کے نیچے کھڑے ہوکر کسی کا گالی دو۔ اگر چھت میں کوئی سوراخ یا دائیں بائیں کوئی دریچی کھلی پائے گی تو اس کے راستہ نکل کر یا فنا ہو جائے گی یا جس کو گالی دی اس کے کان میں پہنچے گی اور کہیں جگہ نہ پائے گی تو قائل کے کان سے ٹکرائے گی اور وہ خود سنے گا کہ جو لفظ زبان سے نکالے تھے وہ اپنے اوپر پڑ رہے ہیں۔

لعنت کے معنی ہیں اللہ کی رحمت سے دور ہونا۔ جب کوئی شخص کسی کو ملعون کہتا ہے تو اس کے دو معنی ہیں۔

(۱) یا خبر ہے کہ اطلاع دیتا ہے تجھے اللہ نے اپنی رحمت سے دور پھینک دیا ہے اور یہ غیب دانی کا دعویٰ ہے اور اللہ پر حکم لگانا۔

(۲) یا انشاء ہے یعنی بددعا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے راندہ درگاہ بنائے۔

اور یہ شفقت کے خلاف ہے کیونکہ مسلمان کی خواہش تو یہ ہونی چاہئے کہ ساری دنیا رحمت الٰہیہ میں داخل ہو جائے نہ یہ کہ داخل شدہ کو باہر کرے اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کافر پر بھی کبھی لعنت نہیں کی کہ آپ جنت اور دائرہ رحمت الٰہیہ کی وسعت سے واقف تھے اور آپ کی عین تمنا بلکہ کوشش یہ تھی کہ تمام ملعون تائب ہو کر مرحوم و مغفور بن جائیں۔

مگر اس کے ساتھ ہی ایک درجہ معصیت اور اظہار حقیقت کا ہے کہ معصیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مرتب ہوتی ہے اور اس کا مرتکب بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہے لہٰذا شخصیت پر تو لعنت کا حکم لگانا ممنوع ہے مگر معصیت کے ساتھ متصف پر لعنت کرنا جائز بلکہ مامور ہے مثلاً ''جھوٹے پر لعنت'' یا ''سود خور پر پھٹکار'' کہ یہ لعنت اصل میں جھوٹ اور سود خوری پر ہے اور تبعاً اس کے فاعل و متصف پر (یعنی جھوٹ بولنے والے اور سود کھانے والے پر ہے) چنانچہ ایسی لعنتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔ اب کسی کو ملعون کہنے کا ایک درجہ یہ بھی نکل سکتا ہے کہ دعویٰ کرتا ہے اس میں ایسی معصیت کا کہ مثلاً کذب موجود ہے

جس نے اس کو مستحق لعنت بنا دیا ہے تو اب دیکھنا یہ ہے کہ اس دعویٰ میں سچا ہے یا جھوٹا۔ اگر سچا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر ثواب بھی نہیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو خود مستحق لعنت ہو گیا۔ اور حشر کے دن شفاعت اور شہادت دونوں کے قابل نہ رہا۔ چونکہ اس کے اکثر پہلو پر خطر ہیں اس لئے معین شے یا شخص پر لعنت کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔ اور ارشاد ہے کہ لعنت کرنا مومن کی شان ہی نہیں۔ (از درر)

''حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر میں تھے کہ انصار کی ایک عورت نے جو کہ اونٹنی پر سوار تھی (اس کی سست رفتاری سے) تنگ ہو کر اس کو لعنت کی' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سن لیا اور فرمایا جو کچھ اس پر لدا ہوا ہے اسے اتار لو۔ اور اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ یہ ملعونہ ہے۔ عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا میں اسے دیکھ رہا ہوں کہ آدمیوں میں چلتی پھرتی ہے اور اس سے کوئی تعرض نہیں کرتا''۔ (مسلم وغیرہ)

تشریح: یہ تنبیہ تھی کہ جب تیرے لئے ملعون ہے تو اس سے نفع کیوں اٹھاتی ہے۔ لہٰذا یہ سزا خود مالک کے لئے اور دوسروں کے لئے کافی عبرت ہو گئی کہ آئندہ بے زبان جانور کے لئے لعنت کا لفظ استعمال نہ کریں۔ (از درر)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اس نے اپنے اونٹ کو لعنت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے اللہ کے بندے! ہمارے ساتھ ایسے اونٹ پر نہ چل جو ملعون ہے''۔ (ابویعلیٰ ابن ابی الدنیا)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چھوٹے سفر میں تھے ایک شخص نے ایک اونٹنی کو لعنت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ اس شخص نے کہا میں ہی ہوں۔ فرمایا: اس کو پیچھے کر دو (اس کو ساتھ نہ لو) کہ تیری بددعا اس کے بارہ میں قبول ہو چکی ہے''۔ (احمد)

تشریح: وہ اونٹنی رحمت خداوندی سے اس معنی میں دور ہو گئی کہ جس کی سواری میں رہے گی فلاح و مسرت کا سبب نہ بنے گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ انسان کسی کو بددعا دیتا ہے تو یہی خواہش رکھتا ہے کہ قبول ہو۔ لہٰذا سمجھ لے کہ قبول ہو گئی۔ لہٰذا وہ برتاؤ کر جو ملعون کے ساتھ ہونا چاہئے کیونکہ شریف کا کام ہے کہ جو زبان سے کہے اس کو پورا کر کے دکھائے۔ (از درر باختصار)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی عبادات وطاعات خاصہ کی توفیق، اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی توفیق فرمائیے۔

یا اللہ! یا اللہ لغزشوں سے نفس وشیطان کے مکائد سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! مجبوراً معاشرہ کے غلبہ سے اور نفس وشیطان کے غلبہ سے، ہم سے جو فسق وفجور کے کام ہوئے ہیں ہم ان سے نفرت کرتے ہیں اور چھوڑ دینے کا عزم کرتے ہیں۔ مگر ڈرتے ہیں کہ پھر ہم سے ان کا ارتکاب ہو جائے گا۔ یا اللہ آپ ہی محافظ حقیقی ہیں۔ رحم کرنے والے ہیں ہم پر رحم فرمائیے' ہمیں محفوظ رکھئے اور اپنا مورد رحمت بنا لیجئے۔

یا اللہ! ہم سے زیادہ محتاج اور کون ہے' ہم آپ کے فضل وکرم کے بہت محتاج ہیں' ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لیجئے' اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وفادار' سچا اُمتی بنا دیجئے'

ماتحتوں کے حقوق

وعن زید بن خالد الجهنی رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم : (لاتسبوا الدیک فانه یوقظ للصلاة) رواه ابوداؤد و ابن حبان فی صحیحه الا انه قال: (فانه یدعو للصلاة) رواه النسائی مسنداً و مرسلاً.

ترجمہ: ''حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا نہ کہو کہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ایک روایت میں ہے وہ نماز کی دعوت دیتا ہے''۔(ابوداؤد' نسائی)

تشریح: جانوروں کو بھی سخت لفظ نکالنا برا ہے کہ اللہ کی بے زبان مخلوق ہے اور معذور ہے لہذا جو جانور کسی وجہ میں اطاعت کا سبب بنے اس کو گندے لفظ سے یاد کرنا تو کفران نعمت بھی ہے بعید نہیں کہ طاعت کی توفیق سلب ہو جائے۔(از درر)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) ایک مرغ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چیخا۔اس کو ایک شخص نے برا کہا۔آپ نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا۔اور ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اس کو لعنت نہ کرو نہ برا کہو کیونکہ وہ نماز کے لئے بلاتا ہے''۔(بزار'طبرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ ایک شخص کو پسو نے کاٹ لیا۔اس نے اس کو لعنت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو لعنت نہ کرو اس نے انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کو نماز کے لئے جگایا تھا۔اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے ایک نبی کو نماز فجر کے لئے جگایا تھا۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پسوؤں کا ذکر آیا آپ نے ارشاد فرمایا یہ نماز کے لئے جگاتے ہیں''۔(ابویعلی' بزار'طبرانی)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے ہوا پر لعنت کی۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہوا پر لعنت نہ کرو۔کہ وہ (بے چاری تو) مامور ہے۔(کہ اللہ تعالیٰ کا اسے جیسے حکم ہوتا ہے ویسے سست یا تیز چلتی ہے) اور جو ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو اس کی اہل نہیں تو لعنت اسی (کہنے والے پر) پلٹتی ہے''۔(ابوداؤد' ترمذی' صحیح ابن حبان)

''حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کو بدنام کرنے کے لئے اس میں ایسی برائی بیان کرے جو اس میں نہ ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ میں قید رکھے گا یہاں تک کہ وہ اس برائی کو ثابت کردے (اور کیسے ثابت کر سکے گا)۔''(طبرانی)

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ اپنی پھوپھی سے ملنے گئے ان کی پھوپھی نے ان کے لئے کھانا منگوایا۔خادمہ نے کھانا لانے میں دیر کی انہوں نے خادمہ سے (غصہ میں) کہہ دیا اے زانیہ: جلدی کیوں نہیں لے آئی۔عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! تم نے اس خادمہ پر بڑی بات کہہ دی کیا تم اس کے زنا پر مطلع ہو۔انہوں نے کہا اللہ کی قسم! نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا ہے جس نے اپنی باندی کو اے زانیہ! کہا۔حالانکہ وہ اس کے زنا پر مطلع نہ ہو۔قیامت کے دن اس کی

باندی الزام دینے والے کو کوڑے لگائے گی۔ کیونکہ باندیوں پر زنا کی تہمت لگانے پر دنیا میں کوئی حد نہیں ہے۔'' (حاکم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی زمانہ کو برا بھلا کہتا ہے حالانکہ زمانہ میں ہوں کہ میرے ہی ہاتھ میں رات اور دن ہے اور ایک روایت میں ہے کہ میں اس کی رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔ اور جب چاہوں دن رات کو سمیٹ لوں گا''۔ (مسلم)

''ایک روایت میں ہے تم میں سے کوئی زمانہ کو برا نہ کہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی زمانہ ہے (یعنی وہی زمانہ میں جو چاہتا ہے کرتا ہے)۔'' (مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے کہ کہتا ہے ہائے زمانہ بڑا خراب تم میں سے کوئی یوں نہ کہے کہ ہائے زمانہ خراب کیونکہ زمانہ میں ہوں کہ گردش دیتا ہوں اس کی رات اور دن کو''۔ (ابوداؤد' حاکم)

تشریح: عوام الناس بالخصوص شعراء حوادث اور پریشانیوں کو زمانہ کی طرف منسوب کر کے اس کو برا بھلا کہتے ہیں کہ ہائے گردش زمانہ نے مار لیا۔ ہائے زمانہ نے پیس دیا حالانکہ زمانہ نام ہے گردش لیل ونہار کا اور وہ خود بے حس اور محکوم ہے کہ اس کی گردش اللہ کے ہاتھ میں ہے اور وہی حوادث کا خالق اور حالات کے بدلنے میں تصرف کرنے والا ہے لہٰذا زمانہ کو برا کہنا درحقیقت اللہ موجد زمانہ کو برا کہنا ہے جیسے کوئی سست رفتار ریل کو کہے کمبخت چھکڑا ہے تو یہ الزام درحقیقت ڈرائیور کو ہے جو اس کو کم رفتار پر چلا رہا ہے ورنہ بے چاری ریل کا اس میں کیا دخل۔ (از درر)

''حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے یہ قصہ سنایا کہ وہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہے تھے کہ ان میں سے ایک صحابی کو نیند آ گئی دوسرے آدمی نے جا کر (مذاق میں) اس کی رسی لے لی۔ (جب سونے والے کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسی نظر نہ آئی) تو وہ پریشان ہو گیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ مذاق میں بھی کسی مسلمان کو ڈرانا جائز نہیں۔

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں' کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! اس ماہ کا ایک ایک لمحہ' ایک ایک سانس ہمارے لئے باعث رحمت بنا دیجئے۔

یا اللہ! ہمیں ہر خطا وعصیان سے محفوظ رکھئے ہر تقصیر وکوتاہی سے محفوظ رکھئے۔

مسلمان کے حقوق

وعن النعمان بن بشير رضي الله عنهما قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في مسير فخفق رجل على راحلته فاخذ رجل سهما من كنانته' فانتبه الرجل ففزع' فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم :(لايحل لرجل ان يروع مسلماً) رواه الطبراني في الكبير و رواته ثقات و رواه البزار من حديث ابن عمر مختصراً (لايحل لمسلم او مومن ان يروع مسلماً)

ترجمہ: ''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے کہ ایک شخص کو اپنی سواری پر اونگھ آ گئی دوسرے کسی شخص نے (اسی دوران) اس کے ترکش میں سے تیر لے لیا۔ جب وہ اچانک بیدار ہوا تو (تیر نہ پا کر) پریشان ہوگیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ کسی مسلمان یا مومن کے لئے حلال نہیں کہ کسی مسلمان کو ڈرائے''۔ (طبرانی' بزار)

''حضرت یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کے سامان کو نہ مذاق میں لے اور نہ حقیقت میں (بغیر اجازت کے) لے''۔ (ترمذی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف ہتھیار سے اشارہ نہ کرے اس لئے کہ اس کو معلوم نہیں کہ کہیں شیطان اس کے ہاتھ سے ہتھیار کھینچ لے (ہتھیار اشارے اشارے میں مسلمان بھائی کے جا لگے اور اس کی سزا میں وہ اشارہ کرنے والا) جہنم میں جا گرے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوالقاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی طرف لوہے یعنی ہتھیار وغیرہ سے اشارہ کرتا ہے اس پر فرشتے اس وقت تک لعنت کرتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ اس (لوہے سے اشارہ کرنے) کو چھوڑ نہیں دیتا اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی کیوں نہ ہو''۔ (مسلم)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آئیں (اور ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دے) تو قاتل و مقتول دونوں (دوزخ کی) آگ میں ہوں گے''۔

''اور ایک روایت میں ہے کہ جب دو مسلمانوں میں سے ایک دوسرے پر ہتھیار اٹھائے تو دونوں جہنم کے کنارے پر ہوں گے جب ایک دوسرے کو قتل کر دے تو دونوں جہنم میں داخل ہوں گے ہم نے عرض کیا یا عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! قاتل کا دوزخ میں جانا تو ظاہر ہے لیکن مقتول (دوزخ میں) کیوں جائے گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس لئے کہ اس نے بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تھا''۔ (بخاری، مسلم)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسا عمل نہ بتا دوں جس کے ثواب کا درجہ روزے، نماز، اور صدقہ کے ثواب سے زیادہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمایئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (آپس میں دشمنی رکھنے والے) دو شخصوں کے درمیان صلح کرانا۔ (اس کے بعد فرمایا کہ) اور دو آدمیوں کے درمیان فساد بگاڑ پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے۔ (یعنی اس خصلت کی وجہ سے مسلمانوں کے معاملات اور دین میں نقصان و خلل پیدا ہوتا ہے)''۔ (ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان)

تشریح: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حضرات کا یہ قول نقل کیا ہے کہ حدیث پاک میں صلح کرانے کو جو روزہ، صدقہ اور نماز سے افضل کہا گیا ہے یہاں فرض نماز، فرض روزہ، فرض صدقہ مراد نہیں بلکہ نوافل مراد ہیں اس کے بعد ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرا کہنا یہ ہے کہ ویسے تو یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ حقیقی مراد کیا ہے لیکن اگر دو فریقوں کے درمیان پائی جانے والی دشمنی و عداوت و دشمنی کو ختم کرانا اور دونوں فریقوں کے درمیان صلح صفائی کرانا مذکورہ فرض عبادات سے بھی افضل ہو کیونکہ اول تو وہ عبادات ایسا عمل ہے جو کسی وقت چھوٹ جائیں تو ان کی قضا ہو سکتی ہے جب کہ اس عداوت و دشمنی کے نتیجہ میں ہلاک ہونے والی جانیں تباہ و برباد ہونے والے مال و اسباب اور بے حرمت ہونے والی عزت و ناموس کی مکافات ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ ان عبادات کا تعلق حقوق اللہ سے ہے اور مذکورہ ہلاکت و تباہی کا تعلق حقوق اللہ سے زیادہ حقوق العباد کی اہمیت ہے۔ لہٰذا اس حقیقت کی بنا پر یہ کہنا زیادہ صحیح ہو سکتا ہے کہ جنس عمل کو ان عبادات پر جزوی فضیلت بہر حال حاصل ہے اور حدیث پاک کے آخری جملہ ''دو آدمیوں کے درمیان فساد و بگاڑ پیدا کرنا ایک ایسی خصلت ہے جو مونڈنے والی ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے درمیان افتراق و انتشار کے فتنہ کا بیج بونا ایک ایسی خصلت ہے جو دین کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور ثواب کے حصول کو بالکل ختم کر دیتی ہے۔ جیسا کہ استرا بالوں کو جڑ سے صاف کر دیتا ہے۔ (از مظاہر حق باختصار)

اور مولانا عاشق الٰہی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ہر قسم کی قومی اور ملکی بہبودی جو کہ متعدی نفع ہے چونکہ باہمی اتفاق پر موقوف ہے لہٰذا عبادات کے لازمی نفع سے مقدم ہے۔ (از درر)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں، کوئی وسیلہ نہیں اقرار جرم کرتے ہیں آپ کے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کر کے آپ کی رحمت کے طلب گار ہیں۔

یا اللہ! آپ کے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی اس وقت جہاں جہاں بھی ہیں اور دشمنوں کی رد میں ہیں، سازشوں میں ہیں۔ ان کی حفاظت فرمایئے ان کو ہدایت دیجئے اور ان کو دشمنوں سے آزاد کر دیجئے۔ اعدائے دین کی سازشوں سے ان کو بچا لیجئے۔

آپس میں صلح کی اہمیت

وعن ام کلثوم بنت عقبة بن ابی معیط رضی الله عنها: ان النبی صلی الله علیه وسلم قال: (لم یکذب من نمی بین اثنین لیصلح)

ترجمہ: ''حضرت ام کلثوم (بنت عقبہ بن ابی معیط) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جھوٹا نہیں ہے جو باہم لڑنے والے آدمیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس سلسلہ میں (ایک فریق کی طرف سے دوسرے فریق کو) خیر اور بھلائی کی باتیں پہنچائے اور (اچھا اثر ڈالنے والی) اچھی باتیں کرے''۔ (ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے افضل صدقہ آپس میں صلح کرانا ہے''۔ (طبرانی' بزار)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ تم لوگوں کی عورتوں سے عفت و پاکدامنی اختیار کرو (یعنی تم دوسری عورتوں پر بری نظر نہ رکھو) تمہاری عورتیں (دوسرے لوگوں سے) عفیفت اور پاکدامن رہیں گی۔ تم اپنے والد کے ساتھ اچھا سلوک کرو نیکی کرو تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے اور جس کا کوئی (مسلمان بھائی عذر لے کر آئے تو وہ اس کے عذر کو قبول کرے خواہ وہ عذر خواہی صحیح ہو یا غلط اگر وہ عذر قبول نہیں کرے گا تو اسے میرے حوض پر آنا نصیب نہ ہوگا''۔ (حاکم)

''حضرت جودان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی سے (اپنے کسی قصور پر) عذر خواہی کرے اور وہ مسلمان شخص (اس کو معذور نہ قرار دے کر) اس کے عذر کو قبول نہ کرے (مثلاً یوں کہے کہ تمہیں کوئی عذر نہ تھا بلکہ تم عذر کے نام پر جھوٹ بولتے ہو یا یوں کہے کہ تم عذر تو رکھتے ہو مگر میں تمہارا عذر قبول نہیں کرتا) تو وہ اسی درجہ کا گنہگار ہوگا جس درجہ کا محصول لینے والا عشر لینے والا گنہگار ہوتا ہے''۔ (ابوداؤد)

تشریح: ناحق محصول لینے والا' اور خلاف شرع محصولات لگانے والا بہت سخت گنہگار ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ وہ جنت میں نہ جائے گا۔ عذر خواہی کو قبول نہ کرنے اور محصول لینے والے میں مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ عذر قبول نہ کرنے والا بھی محصول لینے والے کی طرح عذر قبول نہیں کرتا کوئی تاجر لاکھ کہے کہ مجھ پر اس قدر محصول نہیں آتا یا میرے پاس تجارت کا مال نہیں بلکہ امانت کا ہے اور یا یہ کہ میں قرض دار ہوں۔ یہ محصول ادا نہیں کر سکتا وغیرہ وغیرہ مگر وہ اس کی کسی بات کو تسلیم نہیں کرتا اور اس سے زبردستی محصول وصول کرتا ہے۔

''حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: چغل خور آدمی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا''۔ (بخاری' مسلم' ابوداؤد' ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ چغل خوری کی عادت ان سنگین گناہوں میں سے ہے جو جنت کے داخلہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں اور کوئی آدمی اس گندی اور شیطانی عادت کے ساتھ جنت میں نہ جا سکے گا۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کو معاف کر کے یا اس جرم کی سزا دے کر اس کو پاک کر دے تو

اس کے بعد داخلہ ہو سکے گا۔

''چغل خوری'' کے معنی ہیں کسی کی خطا کو ایسے شخص تک پہنچانا جو سزا پر قدرت رکھتا ہو اور یہ سنگدلی کا اثر ہے کہ اپنے بھائی کو دکھ میں دیکھے بلکہ اپنے ہاتھوں ڈالنے سے خوش ہوتا ہے۔ ایسی گندی طبیعت عقلاً بھی جنت کے شایان شان نہیں کہ وہاں ہر شخص کو اس کی خواہش کے موافق عطا کرنے کا وعدہ ہے لہٰذا اگر چغل خور جنت میں بھی گیا تو اہل جنت کی راحت دیکھ کر چاہے گا کہ ان کو عذاب میں مبتلا دیکھے اس کی خواہش پوری کی جائے تو ان کی عزت چھنی جائے اور ان کو خوش رکھا جائے تو اس کی خواہش پوری نہ ہو اس لئے یہ جنت میں جانے کے قابل نہیں۔

البتہ چغل خوری یا غیبت اگر خودغرضی کے لئے نہیں بلکہ خود مجرم کی یا دوسروں کی اصلاح کے لئے ہو تو ایسا ہے جیسا کہ کسی کے مرض کا طبیب سے کہنا یہ اس کے نشتر لگوانا یا اس نیت سے اس کے ہاتھ کٹوانا کہ جان اور باقی جسم بچ جائے۔ لہٰذا جہاں شریعت میں اس کی اجازت یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارتکاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی سماع ثابت ہو وہ ایسے ہی مواقع ہیں کہ صورت ہے غیبت یا چغل خوری کی مگر جرائم کا سد باب اور امن عام کا نظم اسی پر موقوف ہے۔ معلوم ہوا مدار نیت پر ہے کہ وہی فعل کی محرک ہوتی ہے اگر وہ خودغرضی و سنگدلی ہے تو حرام ہے اور اصلاح خلق و رفاہ عام ہے تو جائز بلکہ مامور ہے۔ (از معارف، درر)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بھی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) ان میں ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا''۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزیمہ)

دُعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شرمندگی سے بچا لیجئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرنے کے لئے ہم پر اور تمام امت مسلمہ پر رحم فرمائیے۔

اے اللہ! ہمارے دل کو نفاق سے عمل کو ریا سے زبان کو جھوٹ سے اور آنکھ کو خیانت سے پاک فرما دیجئے کیونکہ آپ آنکھوں کی چوری اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں جانتے ہیں۔

اے اللہ! علم سے ہماری مدد فرما اور حلم سے ہمیں آراستہ فرما اور پرہیزگاری سے بزرگی عطا فرما اور امن سے ہمیں جمال عطا فرمائیے۔

یا اللہ! موجودہ دور میں ہمیں دین اسلام پر مضبوطی سے کاربند فرما اور غیر اسلامی تہذیب کے اثرات سے ہمیں اور ہماری نسلوں کی حفاظت فرما۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اتنی محبت عطا فرما کہ آپ کے احکامات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنتوں پر چلنا ہمارے لئے نہایت سہل ہو جائے۔

مسلمان کی عزت وحرمت

وعن عبدالرحمن بن غنم يبلغ به النبی صلی الله عليه وسلم: (خيارعبادالله الذی اذا رؤوا ذكر الله' و شرار عبادالله المشاؤون بالنميمة المفرقون بين الاحبة الباغون للبرآء العنت . رواه احمد.

ترجمہ: ''حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے سب سے بہتر بندے وہ ہیں کہ ان کو دیکھ کر اللہ یاد آئے اور سب سے برے وہ ہیں جو چغل خور ہوں دوستوں میں جدائی ڈالنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے پاک دامن بندوں کو کسی گناہ یا کسی پریشانی میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگے رہنے والے ہوں''۔ (احمد)

''حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں ارشاد فرمایا: بے شک تمہاری جانیں' تمہارے مال' تمہاری آبروئیں' ایک دوسرے کے لئے ایسی قابل احترام ہیں جیسا کہ تمہارا آج کا دن' تمہارے اسی مہینہ اور اس شہر میں توجہ سے سنو! میں نے تم تک پیغام الٰہی پہنچادیا''۔ (بخاری' مسلم وغیرہما)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین سود اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرنا (یعنی اس کی عزت کو نقصان پہنچانا ہے چاہے کسی طریقے سے ہو مثلاً غیبت کرنا' حقیر سمجھنا' رسوا کرنا' وغیرہ وغیرہ)''۔ (بزار)

''حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بدترین سود کسی مسلمان کی عزت پر ناحق حملہ کرنا ہے۔'' (ابوداؤد)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے (ایک دفعہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا بس آپ کو تو صفیہ کا پستہ قد ہونا کافی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے (طعن وتحقیر کے ساتھ) ایسا کلمہ کہا کہ اگر اس میں سمندر کو ملا دیا جائے تو اس پر بھی غالب آ جائے اور میں نے آپ کے سامنے ایک شخص کی نقل اتاری تو آپ نے فرمایا مجھے اتنا اور اتنا (مال بھی) ملے تب بھی پسند نہیں کہ تم کسی کی نقل میرے سامنے اتارو''۔ (ابوداؤد' ترمذی' بیہقی)

''حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اونٹ بیمار ہوگیا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا تم صفیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو ایک اونٹ دے دو حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا میں اور اس یہودی عورت کو اونٹ دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ان سے ناراض ہوگئے۔ اور ذوالحجہ محرم اور صفر کے چند دن تک حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑے رکھا (ان کے ہاں نہ جاتے تھے)''۔ (ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ

کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کر دے دے تو یہ پھر اس پر سوار ہوتا ہے (یہ بہت سست ہے اپنے کام خود نہیں کر سکتا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے اس کی غیبت کی۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا غیبت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے''۔ (اصبہانی)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی اٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کے عیب بیان کرنے لگ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حلال کرو (اس گوشت کو جو تم نے غیبت کر کے کھایا ہے مراد ہے کہ توبہ کرو) اس نے عرض کیا میں کس چیز سے حلال کروں میں نے تو کوئی (حرام) گوشت نہیں کھایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا (غیبت کر کے) تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے''۔ (ابوبکر بن ابی شیبہ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھایا (یعنی اس کی غیبت کی) قیامت کے دن اس کے قریب کیا جائے گا۔ اور اس سے کہا جائے گا اس کو جیسا کہ تم نے زندہ کھایا تھا اب مردار کھاؤ۔ وہ کھائے گا اور تیوری چڑھائے گا اور چیخ چلائے گا''۔ (ابویعلیٰ، طبرانی، ابوالشیخ)

''حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے رویت ہے کہ ان کا گزر کسی مرے ہوئے خچر پر ہوا انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آدمی اس مرے ہوئے خچر کا گوشت پیٹ بھر کر کھائے یہ مسلمان کے گوشت کھانے (یعنی اس کی غیبت کرنے) سے بہتر ہے''۔ (ابوالشیخ ابن حبان وغیرہ)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ وطریقہ پر رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ چھوٹے، بڑے، خواتین ومرد سب کو اپنی حفاظت وامان میں رکھے، شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے۔ آمین

اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین، اساتذہ، مشائخ اور محسنین وعزیز واقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک وصالح اعمال کرنے والا بنائے، ہر مصیبت وآفت سے محفوظ رکھے۔ آمین

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو رمضان کے روزے اور دیگر ایام کے روزے جو مسنون ہیں رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی برکات واجر سے معمور فرمائے۔ آمین

مسلمان کا مقام

وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال: جاء الاسلمی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم، فشهد علی نفسه بالزنا اربع شهادات یقول: اتیت امراة حراماً و فی کل ذلک یعرض عنه رسول الله صلی الله علیه وسلم، فذکرت الحدیث الی ان قال: (فما ترید بهذا القول)؟ قال: ارید ان تطهرنی، فامربه رسول الله صلی الله علیه وسلم ان یرجم، فرجم ... رواه ابن حبان فی صحیحه.

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ میں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے، جس میں یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اس بات سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک فرمادیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔ اس پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو انصاری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سنا ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو اس پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کتے کی طرح پتھر مارے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مردار گدھے کے پاس سے ہوا جس کا پاؤں (پھولنے کی وجہ سے) اوپر اٹھا ہوا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فلاں اور فلاں آدمی دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم دونوں یہ ہیں آپ نے فرمایا تم دونوں اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ ان دونوں نے کہا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے''۔ (صحیح ابن حبان)

''حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جایا گیا تو آپ نے دوزخ میں ایسے لوگوں کو دیکھا جو مردار کھا رہے ہیں آپ نے دریافت فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے تھے (یعنی ان کی غیبت کرتے تھے) اور آپ نے ایک شخص کو دیکھا جو سرخ اور گہرے نیلے رنگ کا تھا۔ دریافت فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہے؟ انہوں نے بتایا وہ ہے جس نے (حضرت صالح علیہ السلام) کی اونٹنی کے کونچے کاٹے تھے''۔ (احمد)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میرے رب نے مجھے معراج نصیب فرمائی تو میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے

تھے اور ان سے اپنے منہ اور سینے کھرچ رہے تھے۔ میں نے پوچھا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں (جو غیبتیں کر کے گویا) لوگوں کے گوشت کھاتے اور ان کی آبرو کے پیچھے پڑتے ہیں''۔ (ابوداؤد)

تشریح: اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے عیوب کو چھپا رکھا ہے کون انسان ہے جو عیوب سے خالی ہو۔ جیسے ہر پیٹ میں پاخانہ کی الابلا بھری پڑی ہے مگر گوشت نے پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ کوئی کسی کے پاس بیٹھ نہ سکتا جو شخص کسی کی پیٹھ پیچھے کسی کی غیبت کرتا ہے اور اپنی عزت بڑھانے کے لئے اس کے عیوب کا پردہ چاک کرتا ہے وہ گویا مردار کا گوشت کھاتا ہے اور اپنا مٹاپا بڑھانے کے لئے اس کو چھپی ڈھکی گھناؤنی چیزوں کو کھولتا ہے کہ اس بے چارے کو خبر بھی نہیں کہ اس کا بھائی اس کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے، شیر باوجود جانور اور درندہ ہونے کے مردار گوشت کھانے سے نفرت کرتا ہے تو مسلمان جس کو انسانیت کے ساتھ اللہ والوں کی ہمدردی کا دعویٰ ہے زیادہ مستحق ہے کہ کراہت کرے کیونکہ یہ بدمذاقی زنا وغیرہ سے بھی زیادہ گندی ہے کہ وہ صرف اپنے نفس کے ساتھ بے دردی ہے۔ (از درر بتغیر واختصار)

''حضرت راشد بن سعد مقرائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مجھے معراج نصیب ہوئی میرا ایسے لوگوں سے پر گزر ہوا جن کی کھالوں کو آگ کی قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا۔ میں نے دریافت کیا اے جبرئیل؟ یہ کون لوگ ہیں انہوں نے بتایا یہ وہ ہیں جو بدکاری کی (طرف بلانے کیلئے) زینت کرتے تھے پھر میں ایسے کنوئیں پر سے گزرا جو بڑا بدبودار تھا؟ اس میں میں نے سخت خطرناک آوازیں سنیں۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون ہیں انہوں نے بتایا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا و بدکاری کے لئے زینت کرتی تھیں اور حرام کا ارتکاب کرتی تھیں پھر میں ایسے مردوں اور عورتوں پر سے گزرا جو اپنے پستانوں کے ساتھ لٹکے پڑے تھے میں نے دریافت کیا اے جبرئیل! یہ کون ہیں! انہوں نے بتایا یہ عیب چننے والے طعنہ دینے والے ہیں اور اس پر اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ''**ویل لکل ھمزة لمزة**'' جس کا ترجمہ یہ ہے ''خرابی ہے ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے کی)''۔ (بیہقی)

''حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ ایک گندی بو اٹھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو کہ یہ بو کس چیز کی ہے؟ یہ ان کی بدبو ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں''۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو دین پر استقامت عطا فرمائے اور اسلام کو پوری طرح زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کے تمام کاموں میں آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو اپنے نظام پر کامل یقین نصیب فرمائے ہر برائی سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی خلافت و نیابت کے منصب کے مطابق عمل کرنے اور اس ذمہ داری پر پورا اترنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

چغل خوری پر عذاب

وعن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ قال: بینا انا اماشی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو آخذ بیدی و رجل علی: یسارہ فاذا نحن بقبرین امامنا' فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (انھما لیعذبان و ما یعذبان فی کبیر و بلی: فایکم یاتینی و بجریدۃ) فاستبقنا فسبقتہ فاتیتہ بجریدۃ فکسرھا نصفین فالقی علی: ذاالقبر قطعۃ و علی ذاالقبر قطعۃ' قال: (انہ یھون علیھما ما کانتا رطبتین وما یعذبان الا فی الغیبۃ والبول) رواہ احمد وغیرہ باسناد رواتہ ثقات.

ترجمہ: ''حضرت ابی بکرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا اور آپ میرے ہاتھ کو پکڑے ہوئے تھے اور ایک صاحب آپ کے بائیں طرف چل رہے تھے کہ ہمارے سامنے دو قبریں آئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی چیز پر نہیں ہو رہا (کہ جس سے بچنا مشکل ہو) اور بے شک وہ بڑے گناہوں میں سے ہے تم میں سے کون ایک ٹہنی لائے گا؟ ہم دونوں لینے کو دوڑے میں ان صاحب سے آگے بڑھ کر لے آیا۔ چنانچہ آپ نے اس کے آدھے دو ٹکڑے کئے اس قبر پر ایک ٹکڑا ڈالا۔ اور دوسری قبر پر ایک ٹکڑا ڈالا۔ ارشاد فرمایا جب تک یہ تازہ رہیں گی ان پر سے عذاب ہلکا کر دیا جائے گا اور ان کو عذاب غیبت کرنے اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر ہو رہا ہے''۔ (احمد)

تشریح: پہلے اسی قسم کی ایک روایت گزری ہے جس میں چغل خوری کی وجہ سے عذاب کا ذکر تھا۔ حافظ منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ممکن ہے دو مرتبہ ایسا واقعہ پیش آیا ہو ایک مرتبہ آپ نے چغل خوری کی وجہ سے عذاب کا ذکر فرمایا اور دوسری مرتبہ غیبت کا۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جانتے بھی ہو کہ غیبت کس کو کہتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا: اپنے بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جو اسے ناگوار گزرے۔ عرض کیا گیا بھلا اگر بھائی میں وہ (عیب) موجود ہو جس کا میں تذکرہ کرتا ہوں؟ ارشاد فرمایا: اگر وہ عیب موجود ہے تب تو غیبت ہوئی۔ اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہیں ہے تو تو نے اس پر بہتان بندھا۔

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: جو کسی مسلمان کے بارے میں ایسی برائی کرے گا جو اس میں نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کو ''ردغۃ الخبال'' (جہاں دوزخیوں کی پیپ اور خون کی کیچڑ ہوتی ہے) اس وقت تک رکھے گا جب تک (سزا پا کر) اس سے صاف نہ ہو جائے جو اس نے کہا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے اس سے صاف نہ ہو سکے گا''۔ (حاکم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ گناہ ایسے ہیں کہ جن کا کوئی کفارہ نہیں ہے (کہ آدمی اس کے بدلہ کچھ دے دلا کر چھٹکارا حاصل کر لے) (۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا' (۲) ناحق قتل' (۳) مسلمان پر بہتان باندھنا' (۴) عین جہاد کے وقت میدان سے بھاگنا' (۵) ایسی (جھوٹی) پکی قسم کھانا کہ ناحق اس سے کسی کا مال ہتھیا لے''۔ (احمد)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے پیٹھ پیچھے اس کی آبرو کی حفاظت کے لئے مدافعت کرتا ہے (مثلاً غیبت کرنے والے کو روکتا ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہے کہ اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کردے''۔ (احمد)

''حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی آبرو کی حفاظت کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے دوزخ کی آگ ہٹا دیں گے۔ (ترمذی) اور ایک روایت میں ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ: دوزخ کے عذاب کو ہٹا دیں گے

اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے: ''اور ہمارے ذمہ ہے ایمان والوں کی مدد کرنا''۔

''حضرت معاذ بن انس جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس نے کسی منافق (یعنی دوست نما دشمن) سے کسی مسلمان کی (عزت وآبرو کی) حمایت کی (کہ اس کی غیبت کی تردید کردی) تو حق تعالیٰ شانہ ایک فرشتہ بھیجے گا جو قیامت کے دن اس کے گوشت کو دوزخ کی آگ سے بچائے رکھے گا اور جس نے کسی مسلمان کو (لفظ یا اشارہ کیا) تیر مارا کہ اس سے مقصود اس کو دھبہ لگانا تھا اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ کے ایک پل پر قید رکھے گا جب تک (سزا پاکر) اپنے الزام (کے گناہ کی گندگی) سے پاک صاف نہ ہو جائے''۔ (ابوداؤد، ابن ابی الدنیا)

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جس نے اپنے مسلمان بھائی کی پیٹھ پیچھے مدد کی (مثلاً اس کی غیبت کی تردید کی اس کی طرف سے مدافعت کی) اللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں اس کی مدد کرے گا''۔ (ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کے گھر شاد وآباد رکھے' لڑائی جھگڑے اور نا چاقی سے حفاظت فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت واطاعت نصیب کرے۔ نافرمانی ومحرومی سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو سچا بنائے' سچوں کی رفاقت عطا کرے اور سچوں ہی کے ساتھ ہمارا انجام ہو۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اپنی دنیا وآخرت کی بھلائی عطا فرمائے' اور اپنی رضا کا مقام جنت عطا فرمائے۔ آمین

تکمیل ایمان کے نسخے

وعن جابر بن ابی طلحة الانصاری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (مامن امری مسلم یخذل امرا مسلما فی موضع تنتهک فیه حرمته' و ینتقص فیه من عرضه الا خذله الله فی موطن یحب فیه نصرته و ما من امری مسلم ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیه من عرضه و ینتهک فیه من حرمته الا نصره الله فی موطن یحب فیه نصرته')رواه ابوداؤد و ابن ابی الدنیا و غیرهما' و اختلف فی اسناده.

ترجمہ: ''حضرت جابر بن ابی طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کی مدد سے ایسے موقع پر ہاتھ کھینچ لیتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو اور اس کی آبرو کو نقصان پہنچایا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ایسے موقع پر اپنی مدد سے محروم رکھیں گے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی مدد کا خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا اور جو شخص کسی مسلمان کی ایسے موقع پر مدد اور حمایت کرتا ہے جب کہ اس کی عزت پر حملہ کیا جا رہا ہو اور آبرو کو نقصان پہنچایا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی مدد فرمائیں گے جب وہ اس کی نصرت کو خواہش مند (اور طلب گار) ہوگا''۔ (ابوداؤد)

''حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! مسلمانوں میں سب سے افضل کون ہے؟ ارشاد فرمایا مسلمان جس کی زبان اور ہاتھ سے محفوظ رہیں''۔ (بخاری' مسلم' نسائی)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کی ہوئی چیزوں کو چھوڑ دے''۔ (بخاری' مسلم)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ! سب سے افضل کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا نماز اپنے وقت پر پڑھنا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر کون سا عمل ہے؟ ارشاد فرمایا تمہاری زبان سے لوگ محفوظ رہیں''۔ (طبرانی)

''حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہو اس شخص کے لئے جو اپنی زبان کو قابو میں رکھے اور اپنے گھر میں رہے اور اپنے گناہوں پر روئے''۔ (طبرانی فی الاوسط والصغیر)

''حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھے اپنے جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والے اعضاء کی ذمہ داری دے دے (کہ وہ زبان اور شرم گاہ کو غلط استعمال نہیں کرے گا) تو میں اس کے لئے جنت کی ذمہ داری دیتا ہے''۔ (بخاری' ترمذی)

''جس کو اللہ تعالیٰ نے ان اعضاء کی برائیوں سے بچا لیا جو دونوں جبڑوں اور ٹانگوں کے درمیان ہیں یعنی زبان اور شرم گاہ تو وہ جنت میں داخل ہوگا''۔ (ترمذی' صحیح ابن حبان)

تشریح: یہاں یہ بات ملحوظ رکھنی چاہئے کہ اس قسم کے

وعدوں کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہے جو صاحب ایمان ہوں۔

''حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ سب خاموش رہے کسی نے جواب نہ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ سب سے زیادہ پسندیدہ عمل زبان کی حفاظت کرنا ہے''۔ (ابوالشیخ ابن حبان، بیہقی)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بندہ جب تک اپنی زبان کی حفاظت نہ کرلے ایمان کی حقیقت کو حاصل نہیں کر سکتا''۔ (طبرانی، فی الصغیر، والاوسط)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، زمین کی پشت پر کسی چیز کو زبان سے زیادہ طویل قید کی حاجت نہیں''۔ (طبرانی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ سب سے زیادہ زبان کو روکے رکھنے اور بے جا استعمال کرنے سے بچانے کی ضرورت ہے۔

''حضرت عطا بن یسار سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کو اللہ تعالیٰ دو چیزوں کے شر اور برائی سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہمیں کیوں نہیں بتاتے (کہ وہ چیزیں کیا ہیں؟) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا (کچھ دیر کے بعد) پھر وہی ارشاد دہرایا۔ دوبارہ وہ شخص وہی سوال کرتا ہوا گیا اس کو اس کے برابر والے شخص نے خاموش کرایا (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ارشاد کو بار بار دہرانا اور سائل کے سوال کے جواب میں سکوت فرمانا اہمیت کے پیش نظر تھا تاکہ سامنے والوں میں کامل طلب پیدا کر کے بتایا جائے تو یاد بھی رہے اور عمل بھی ہو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو اللہ تعالیٰ دو چیزوں کے شر سے بچالے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ دو چیزوں میں ایک تو دو جبڑوں کے درمیان ہے (یعنی زبان) اور دوسری دو ٹانگوں کے درمیان ہے (یعنی شرم گاہ)''۔ (مالک)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو صالح اعمال، صالح نیت کے ساتھ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور وہ نیک اعمال جن کی ہم استطاعت نہیں رکھتے اپنے فضل سے ان کا اجر بھی ہمارے حصہ میں کردے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو دین وایمان میں اخلاص پر قائم رکھے اور ایسے کاموں سے بچائے جو ایمان کے منافی ہیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں حرام سے اور مشتبہات سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں حسد سے بچائے، اور علم وسخاوت کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں نیکی کے کام کرنے والا بنائے، علم دین سے نوازے اور ہر قسم کی بدکاری سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان پر استقامت عطا کئے رکھے اور ایمان پر ہی ہمیں موت آئے۔ آمین

چند اعمال صالحہ

وعن رکب المصری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: (طوبی لمن عمل بعلمه و انفق الفضل من ماله و امسک الفضل من قوله). رواه الطبرانی.

ترجمہ: ''حضرت رکب مصری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مبارک ہو خوشخبری ہو اس شخص کے لئے جو اپنے علم پر عمل کرے اور ضرورت سے زائد مال خرچ کردے اور ضرورت سے زائد فضول بات سے درکار رہے''۔ (طبرانی)

''حضرت سفین بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے ایسی بات بتادیں جس کے ساتھ میں چمٹ جاؤں (اس کو لازم کرلوں) ارشاد فرمایا کہو میرا رب اللہ ہے پھر اسی پر قائم رہو۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ! آپ کو مجھ پر سب سے زیادہ کس کا خطرہ وخوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا اس کا (کہ زبان غلط استعمال نہ ہو)''۔ (ترمذی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

''حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ایسی چیز بتادیں جسے میں مضبوطی سے پکڑا رہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس کو اپنے قابو میں رکھو''۔ (طبرانی)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی بندہ کا ایمان درست نہیں رہ سکتا جب تک اس کا دل درست نہ ہو اور دل درست نہیں رہ سکتا جب تک اس کی زبان درست اور سیدھی نہ ہو۔ اور وہ شخص جنت میں نہ جائے گا جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور آفتوں سے بے خوف نہ ہوں''۔ (احمد، ابن ابی الدنیا)

''حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا جو بات بھی ہم کرتے ہیں کیا یہ سب ہمارے اعمال نامہ میں لکھی جاتی ہیں (اور کیا ان پر بھی پکڑ ہوگی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تجھ کو تیری ماں روئے! (اچھی طرح جان لو کہ) لوگوں کو ناک کے بل دوزخ میں گرانے والی ان کی زبان ہی کی بری باتیں ہوں گی اور جب تک تم خاموش رہو گے (زبان کی آفت سے) بچے رہو گے اور جب کوئی بات کرو گے تو تمہارے لئے اجر یا گناہ لکھا جائے گا''۔ (طبرانی)

تشریح: ''تجھ کو تیری ماں روئے'' عربی محاورہ کے مطابق یہ پیار کا کلمہ ہے بددعا نہیں ہے۔

''حضرت اسود بن اصرم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمایئے ارشاد فرمایا: اپنے ہاتھ کو قابو میں رکھو۔ (کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے) میں نے عرض کیا اگر میرا ہاتھ میرے قابو میں نہ رہے تو پھر اور کیا چیز قابو میں رہ سکتی ہے؟ یعنی ہاتھ تو میرے قابو میں رہ سکتا ہے ارشاد فرمایا اپنی زبان کو قابو میں رکھو میں نے عرض کیا: اگر میری زبان ہی میرے قابو میں نہ رہے تو پھر اور کیا چیز قابو میں رہ سکتی ہے؟ یعنی زبان تو میرے قابو میں رہ سکتی ہے۔ ارشاد فرمایا: تو پھر تم اپنے ہاتھ کو بھلے کام کے لئے ہی بڑھاؤ اور اپنی

زبان سے بھلی بات ہی کہو"۔ (طبرانی' ابن ابی الدنیا' بیہقی)

"عقل مند کو چاہئے کہ اپنے زمانہ اور وقت کو غور سے دیکھے (کہ اس کو بہت کم سمجھ کر اہم امور میں خرچ کرے وقت کو ضائع نہ کرے) اپنی حالت کی اصلاح کی طرف متوجہ رہے اپنی زبان کی حفاظت کرے اور جس نے اپنے کلام کو عمل میں شمار کر کے اس کا محاسبہ کیا تو اس کا کلام کم ہو کر صرف مفید اور مقصود میں ہی خرچ ہوگا (یہ حدیث پاک کا ایک جز ہے)

"حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرما دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو لازم پکڑ لو۔ یہ تمام خیروں کے لئے جامع ہے اور اللہ کے راستہ کے جہاد کو لازم پکڑ لو یہ مسلمانوں کی رہبانیت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اور قرآن کی تلاوت کو لازم پکڑو کہ یہ تمہارے لئے زمین میں نور ہے۔ (کہ اس کے ذریعہ سیدھی راہ دیکھ سکو گے) اور آسمان میں تمہارے تذکرہ کا ذریعہ ہے اور اپنی زبان کو سوائے خیر کے ہر قسم کی بات سے محفوظ رکھو اس سے تم شیطان پر قابو پا لو گے"۔ (طبرانی فی الصغیر ابوالشیخ فی الثواب)

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے وصیت فرمائیے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسی کرو گویا کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اور اپنے آپ کو مردوں میں شمار کرو کہ لمبی امیدیں نہ کرو) اگر تم چاہو تو تم کو وہ چیز بتادوں جو ان تمام چیزوں سے زیادہ تم پر غالب ہو۔ اپنی زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ ہے"۔ (ابن ابی الدنیا)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ سب کو فتنوں سے بچائے جب تک زندگی ہے تو اپنی اطاعت کی زندگی عطا فرمائے۔ اور خاتمہ بالایمان نصیب فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو صالح بنائے۔ بے راہ روی سے بچائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں شادی بیاہ کے معاملات کو شریعت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں تمام احکام شریعت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو شرعی احکام کا صحیح علم اور اس پر پورے پورے عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہماری مستورات کو شریعت کے احکام کا صحیح علم اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہمیں شرک سے' اپنی نافرمانی سے' جھوٹی قسموں سے محفوظ رکھے۔ آمین

اللہ تعالیٰ سب کو جھوٹی و غلط قسموں سے بچائے۔ آمین

بات چیت میں احتیاط

و عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه رفعه قال: اذا اصبح ابن آدم، فان الاعضاء كلها تفكر اللسان فتقول: اتق الله فينا فانما نحن بك فان استقمت استقمنا و ان اعوججت اعوججنا. رواه الترمذی و ابن ابی الدنیا و غیر هما، وقال الترمذی: رواه غیر واحد عن حماد بن زید و لم یرفعوه قال: و هو اصح.

ترجمہ: ''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انسان جب صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے سارے اعضاء زبان سے نہایت عاجزی کے ساتھ کہتے ہیں کہ تو ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر، کیونکہ ہمارا معاملہ تیرے ہی ساتھ (جڑا ہوا) ہے۔ اگر تو سیدھی رہے گی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے۔ اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوجائیں گے (اور پھر اس کی سزا بھگتنی پڑے گی)۔'' (ترمذی)

''حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ (ایک دن) صفا پہاڑی پر چڑھے اور اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا اے زبان! صرف خیر کی بات کہا کر دنیا و آخرت میں اس کا فائدہ اٹھائے گی اور برائی سے خاموش رہا کر اس سے پہلے کہ تجھے ندامت اور پشیمانی اٹھانی پڑے۔ برائی میں پڑنے سے محفوظ رہے گی۔ پھر فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: اکثر و بیشتر انسان کی خطائیں اور غلطیاں اس کی زبان سے ہوتی ہیں (کہ زبان کو غلط استعمال کرتا ہے)''۔ (طبرانی، ابوالشیخ فی الثواب، بیہقی)

''حضرت اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ چھوڑیں (کیا کر رہے ہیں) اللہ تعالیٰ آپ کو معاف کرے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی زبان مجھے بری جگہوں میں (ہلاکت کی جگہوں میں) لے آئی ہے''۔ (مالک، ابن ابی الدنیا، بیہقی)

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (زبان کے متعلق) فرمایا۔ یہی زبان مجھے بری جگہوں میں لے آئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو زبان کی بدگوئی اور تیزی کی شکایت نہ کرتا ہو'' (بیہقی)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو چپ رہا وہ نجات پا گیا''۔ (ترمذی)

تشریح: مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے بری اور فضول باتوں سے زبان کو روکے رکھا اسے دنیا و آخرت کی بہت سی آفتوں، مصیبتوں اور نقصانات سے نجات مل گئی کیونکہ عام طور پر انسان جن آفتوں میں مبتلا ہوتا ہے ان میں سے اکثر کا ذریعہ زبان ہی ہوتی ہے۔ (مرقاۃ)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے سنا: بندہ کبھی بے سوچے سمجھے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ سے بھی زیادہ دور دوزخ میں جا گرتا ہے۔ (بخاری)

ایک روایت میں ہے انسان کوئی بات کہہ دیتا ہے اور اس کے

کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا لیکن اس کی وجہ سے جہنم میں ستر سال کی مسافت کے برابر (نیچے) گر جاتا ہے"۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

"حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی صرف لوگوں کو ہنسانے کے لئے کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں کوئی برائی نہیں سمجھتا اس کی وجہ سے جہنم میں آسمان (زمین کے درمیانی فاصلہ) سے بھی زیادہ گہرائی میں پہنچ جاتا ہے۔ (ابوالشیخ) اس کو مسند احمد میں بھی روایت کیا ہے"۔

"حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آدمی اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ بہت زیادہ اہم نہیں سمجھتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے راضی ہونے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں اور آدمی اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ایسی بات کہہ دیتا ہے جس کو وہ بہت زیادہ اہم نہیں سمجھتا لیکن اس بات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ قیامت تک کے لئے اس سے ناراض ہونے کا فیصلہ فرما دیتے ہیں"۔ (مالک، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن حبان، حاکم)

"حضرت حکم کی صاحبزادی کی باندی رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ایک شخص جنت کے اتنے قریب ہو جاتا ہے کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک نیزہ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر کوئی ایسا بول بول دیتا ہے جس کی وجہ سے جنت سے اس سے بھی زیادہ دور ہو جاتا ہے جتنا مدینہ سے (یمن کا شہر) صنعاء دور ہے۔ (ابن ابی الدنیا، اصبہانی) یہ روایت مسند احمد میں بھی ہے"۔ (مجمع الزوائد)

دُعا کیجئے

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعت کے احکام کا علم حاصل کر کے ان پر خلوص نیت سے عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو گناہ سے بچائے، ہر غلط نذرومنت سے محفوظ رکھے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فرقہ پرستی سے بچائے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوہ وطریقہ پر رکھے۔

اللہ تعالیٰ چھوٹے، بڑے، خواتین و مرد سب کو اپنی حفاظت وامان میں رکھے، شیطان اور اس کے کارندوں کے شر سے بچائے۔

اللہ ہم سب کو قبر کی تکلیف سے بچائے۔ ہمارے والدین، اساتذہ، مشائخ اور محسنین وعزیز و اقارب میں سے جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی قبروں کو جنت کا باغ بنائے۔ آمین